بسم اللہ الرحمن الرحیم

اضافہ واصلاح شدہ
جدید ایڈیشن

بسلسلہ
اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

ماہِ مُحرّم الحرام کے فضائل و احکام

مؤلف
مُفتی محمد رضوان خان

ادارۂ غفران

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح وترمیم شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ محرمُ الحرام

کے

فضائل واحکام

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلے میں ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام

ماہِ محرمُ الحرام سے اسلامی سال کے آغاز وسَن ہجری کا تعلق

دینی احکام میں اسلامی وقمری سَنہ وماہ کی اہمیت

دس محرم کے دن نفلی روزہ ودیگر اعمال کی فضیلت واہمیت

اوراس سلسلہ میں متفرق احکام

ماہِ محرم الحرام میں وقوع پذیر چند مختصر اہم تاریخی واقعات

مؤلف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق کتب خانہ ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ماہِ محرمُ الحرام کے فضائل واحکام

مؤلف: مفتی محمد رضوان خان

طباعتِ اوّل: ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ۔ مارچ 2002ء۔ طباعتِ ہفتم: ذوالقعدۃ 1447 اپریل 2026ء

صفحات: 764

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر
رائے گرامی	9
تمہید (از مؤلف)	10
(باب نمبر 1) اسلامی سال کا آغاز اور مختلف تاریخی نظام	11
تاریخی نظام	//
تاریخی نظام کی ضرورت	//
تاریخی نظام کی قسمیں	12
موجودہ قمری اور غیر قمری نظاموں میں فرق	15
(فصل نمبر 1) سَن ہجری کی ابتداء اور قمری حساب	23
سَن ہجری سے متعلق ایک شبہ کا جواب	29
اسلامی سَنہ کے لئے ہجرت کی ترجیح کیوں؟	32
قمری تقویم (Calendar) کی اہمیت	35
اسلامی سال، یا ماہ کے آغاز پر مبارک باد دینا	38

(باب نمبر 2) ماہِ مُحَرَّمُ الْحَرامُ کے فضائل	39
(فصل نمبر 1) ماہِ محرّم الحرام کے روزوں کی فضیلت	43
(فصل نمبر 2) دس محرم کی فضیلت	52
(فصل نمبر 3) دس محرم کے روزہ کے فضائل واحکام	54
دس محرم اوراس کے روزہ کی شرعی وتاریخی حیثیت واہمیت	59
تنہا دس محرم کا روزہ	63
نفل روزوں سے متعلق چند مسائل	73
مسئلہ نمبر 1.....دس محرم کے روزہ کے احکام سنت ونفل روزوں کی طرح ہیں	//
مسئلہ نمبر 2.....نفل روزوں کی نیت میں تعیین کا حکم	//
مسئلہ نمبر 3.....نفل روزہ کی رات یا دن میں نیت کرنے کا حکم	74
مسئلہ نمبر 4.....نفل روزہ میں مخصوص روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں	75

مسئلہ نمبر 5.....سحری کا وقت صبح صادق پر ختم ہوتا ہے نہ کہ اذانِ فجر پر	75
مسئلہ نمبر 6.....زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں	76
مسئلہ نمبر 7.....سحری کھانے کا حکم	//
مسئلہ نمبر 8.....نفل روزہ رکھ کر توڑ دینے پر حکم	//
مسئلہ نمبر 9.....عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنے کا حکم	77
(فصل نمبر 4) **دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا**	79
حدیث توسع عیال کا محدثین سے ثبوت	87
فقہائے اربعہ کی کتب سے ثبوت	92
اس عمل میں اعتدال کی ضرورت	96
(فصل نمبر 5) **دس محرم سے متعلق بعض من گھڑت روایات**	105
حضرت آدم ویونس کی توبہ قبول ہونے، کشتیٔ نوح کے جودی پہاڑ پر ٹھہرنے اور حضرت ابراہیم کی ولادت کی روایت	107
دس محرم کے روزہ ودیگر اعمال کی مخصوص فضیلت اور اس دن میں اہم واقعات کی روایت	109
دس محرم کے دن رونے کی فضیلت کی روایت	115

دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی روایت	116
دس محرم کے دن مخصوص نماز کی فضیلت	118
دس محرم کی رات میں مخصوص نماز کی فضیلت	121
(باب نمبر 3) **شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے متعلق احادیث وروایات**	123
فرشتہ کا نبی ﷺ کو شہادتِ حسین کی خبر دینا اور مٹی دکھلانا	//
زمینِ عراق میں شہادتِ حسین اور اس کی مٹی ملنے کی حدیث	128
فرشتہ کے نبی ﷺ کو کربلا کی مٹی دینے کی حدیث	129
فرات کے کنارے شہادتِ حسین کی حدیثِ علی	131
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان احادیث کی تصدیق	135
شہادتِ حسین کی بناء پر نبی ﷺ کو پریشان دیکھنے کا خواب	138
(فصل نمبر 1) **محرم سے متعلق بعض چیزوں میں راہِ اعتدال**	140
(1)..... ماہِ محرم اور اس کی فضیلت کی وجہ	//
(2)..... دس محرم کو گرمی کا غلط تصور	142
(3)..... ماہِ محرم کو نحوست، یا رنج وغم کا مہینہ قرار دینا	//

(4).....سوگ کا شرعی حکم	150
(5).....سیاہ لباس کا شرعی حکم	160
(6)..... ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنا	165
(7).....صبر وتحمل اور نوحہ وماتم	177
(8).....تعزیت، یا تعزیہ	216
(9)..... گناہوں کی مجالس اور مواقع میں شرکت وحاضری	225
(10).....ایصالِ ثواب اور کھانا کھلانا وپانی پلانا	238
(11).....زیارتِ قبور	250
(خاتمہ) **چند سوالات اور اُن کے معتدل ومحقق جوابات**	258
(1).....معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق راہِ اعتدال	//
(2).....اختلافِ علی ومعاویہ، اور قتلِ خوارج کے متعلق راہِ اعتدال	322
(3).....حضرت معاویہ کی حکومت کے متعلق راہِ اعتدال	422
(4)..... یزید کی شخصیت اور ولی عہدی کے متعلق راہِ اعتدال	457
(5).....حضرت حسین اور واقعۂ کربلا کے متعلق راہِ اعتدال	528
(6)..... یزید پر سب وشتم اور کفر ولعنت کے متعلق راہِ اعتدال	654
(7).....دس محرم کی چھٹی کے متعلق راہِ اعتدال	684

	(9،8).....امام حسین اور ''علیہ السلام'' کے متعلق راہِ اعتدال	686
	(10).....عبدُ العلی، علی بخش، حسین بخش، وغیرہ نام رکھنے میں راہِ اعتدال	688
	(11).....''مولا'' علی کہنے کے متعلق راہِ اعتدال	694
	(12).....اہلِ بیت کے متعلق راہِ اعتدال	704
	ماہِ محرم کے چند اہم تاریخی واقعات	719
	پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	//
	دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	722
	تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات	725
	چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات	741
	پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات	756

رائے گرامی

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد! احقر نے رسالہ ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام'' کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا۔

یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ فاضل مؤلف صاحب زید مجدہم نے مستند مآخذ سے اپنے موضوع پر تاریخی، علمی، فقہی مباحث کو عمدہ طریقہ سے جمع کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی منکرات کا رد بھی بلیغ انداز سے کیا ہے۔

آخر میں بعض کثیرُ الوقوع اہم سوالات کے جواب بھی اعتدال کے ساتھ تحقیقی انداز میں دیئے گئے ہیں، ماشاء اللہ تعالیٰ یہ رسالہ اہلِ سنت واہلِ تشیع دونوں کے لئے مفید اور نافع ہے۔

دونوں فریق اگر بنظرِ انصاف مطالعہ کریں گے تو بہت نفع کی امید ہے۔

حق تعالیٰ مؤلف کی سعی کو قبول فرمائیں اور جزائے خیر دے، آمین۔ [1]

احقر سید عبدالقدوس ترمذی غفرلہٗ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۷/ ربیع الاول/ ۱۴۲۲ھ ۳۱/ مئی/ ۲۰۰۱ء

---

[1] ملحوظ رہے کہ! حضرت موصوف کی مندرجہ بالا رائے رسالہ ھٰذا کے ابتدائی ایڈیشن سے متعلق ہے، جبکہ بعد کے ایڈیشن میں کچھ اصلاحات کی گئی تھیں، اور کتاب میں موجود احادیث کی اسناد پر نظر کی گئی تھی، اور چند ایسی احادیث کو حذف کر دیا گیا تھا، جو سند کے اعتبار سے معتبر معلوم نہیں ہوئی تھیں، اور ساتھ ہی ایسی کچھ احادیث وروایات کا اضافہ کیا گیا تھا، جو متعلقہ موضوع پر معتبر ومستند معلوم ہوئی تھیں، اور بعض مقامات پر اجمالی حوالہ جات کے بجائے اصل عبارات کا اضافہ کیا گیا تھا۔

نیز مولانا طارق محمود صاحب سلمہٗ (بندہ کے کاتب ومعین) نے بھی اپنے مضمون ماہِ محرم کے تاریخی واقعات میں اضافہ کیا تھا، اور اس مرتبہ بعض چیزوں کی اصلاح، یا غیر معمولی اضافہ کیا گیا ہے۔

محمد رضوان۔ 21/ رجب المرجب/ 1447ھ - 11/ جنوری/ 2026ء، بروز اتوار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلامی سال کے بارہ مہینے ہیں، جن کا تعارف اوران کے فضائل واحکام سے مسلمانوں کو واقفیت ضروری ہے، اوراسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینہ سے متعلق کچھ نہ کچھ شریعت کی طرف سے خاص اورعام فضائل، یااحکام مقرر کئے گئے ہیں۔

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام سے متعلق بندہ نے الگ الگ مہینوں پر کتابیں ترتیب دی ہیں، جو مفصّل ہونے کی وجہ سے الگ الگ شائع ہوئی ہیں، ان بارہ مہینوں میں سے زیرِ نظر کتاب ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام'' پر مشتمل ہے، لہٰذا اس کتاب کو خاص محرم کے مہینہ ، یا کسی مسلک ومذہب کو مقصود بنا کر تحریر نہیں کیا گیا، بلکہ اس کتاب کا اصل مقصود دوسرے مہینوں کی طرح اس مہینہ کی فضیلت واہمیت اوراس کے احکام کو واضح کرنا ہے۔

لیکن ماہِ محرم کا مہینہ بعض وجوہات کی بناء پر متنازع سمجھا جانے لگا ہے، اوراس مہینہ سے متعلق کئی قسم کی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں، جن پر تمام مسلمانوں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ کتاب ماہِ محرم سے متعلق قرآن وسنت اوراہلُ السنۃ والجماعۃ کے موقف کے مطابق مرتب کی گئی ہے، اورموجودہ ایڈیشن میں سابقہ ایڈیشنوں کے مقابلہ میں نظرِ ثانی کے بعد کچھ حذف و اصلاح کی گئی ہے، اور جملہ مسائل میں اعتدال کو ملحوظ رکھنے اور بے اعتدالیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو متحد ومتفق ہوکر قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان خان

29/ ذیقعدہ/ 1438ھ 22/ اگست/ 2017ء بروز منگل

اضافہ واصلاح بموقع اشاعتِ ہفتم

21/ رجب المرجب/ 1447ھ - 11/ جنوری/ 2026ء، بروز اتوار

www.idaraghufran.org

(باب نمبر 1)

اسلامی سال کا آغاز اور مختلف تاریخی نظام

اسلامی نقطۂ نظر سے مُحرَّم کا مہینہ قمری یعنی چاند والے سال کا پہلا مہینہ ہے، محرم کے مہینے سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اور کیونکہ قمری ماہ وسال اور سَن وصدی سے اسلام کے اہم احکام اور واقعات، بلکہ اسلامی تاریخ کا اہم حصہ وابستہ ہے، اس لئے قمری تاریخوں کے نظام اور قمری حساب کو ''اسلامی تقویم'' کہا جاتا ہے۔

تاریخی نظام

سال کے دنوں، ہفتوں، اور مہینوں کو صحیح اندازے، اور صحیح مقدار کے ساتھ تقسیم کرنے کو اردو بول چال میں **نظامُ الاوقات** اور عربی زبان میں **تقویم** کہتے ہیں۔

انگریزی زبان میں اس کو **کیلنڈر**، سنسکرت کی زبان میں **پترا** اور ہندی زبان میں اس کو **جنتری** کہا اور بولا جاتا ہے۔

اور اس تقویم کے ذریعے سے دن اور وقت معلوم کرنے کا نام **تاریخ** ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنوں اور تاریخوں کا تعین کرنا ''علمِ تاریخ'' ہے اور تاریخ کا ذریعہ ''تقویم'' ہے۔

تاریخی نظام کی ضرورت

ماضی کے واقعات وحادثات وغیرہ کو محفوظ رکھنے، اور مستقبل میں معاملات، معاہدات، اور مذہبی وسماجی، غمی، خوشی وغیرہ کی تقریبات کی تاریخیں متعین کرنے اور انجام دینے، بلکہ بہت سے مذہبی احکامات پر عمل کرنے کے لئے انسانوں کو تاریخی نظام کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ اس کے بغیر مذہبی وسماجی کاموں کو انجام دینا صرف مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن بھی ہے، لہٰذا

ضروری ہوا کہ ایک مستقل تاریخی نظام کا سلسلہ قائم ہو۔

تاریخی نظام کی قسمیں

اسی ضرورت کے لئے دنیا میں کئی قسم کے تاریخی نظام چلتے ہیں جن کا دارومدار بنیادی طور پر مندرجہ ذیل تین چیزیں ہیں:

(1).....سورج (2).....چاند (3).....ستارے۔

اسی وجہ سے بنیادی تاریخی نظام تین ہیں:

(1).....شمسی (یعنی سورج والا)

(2).....قمری (یعنی چاند والا)

(3).....نجومی (یعنی ستارے والا)

پھر شمسی تاریخی نظام کی کئی قسمیں ہیں۔

ایک تو عیسوی ہے، جس کو انگریزی اور میلادی بھی کہتے ہیں۔ [1]

عیسوی سال کی ابتداء جنوری سے اور اختتام دسمبر پر ہوتا ہے۔

---

[1] موجودہ سَن عیسوی دراصل رومی سَن ہے، اور بقول بعض حضرات اس کے بیشتر مہینوں کے نام مختلف رومی دیویوں اور دیوتاؤں کے ناموں سے لئے گئے ہیں:

(1).....جنوری: یہ جانوس سے لیا گیا ہے۔ جانوس ایک دیوتا کا نام ہے۔ رومی لوگ اس کے آگے پیچھے دو چہرے بناتے تھے، جس سے ان کے گمان میں وہ سامنے اور پیچھے دونوں جانب دیکھتا تھا۔

(2).....فروری: یہ نام فبروانا می ایک دیوی سے لیا گیا ہے، جسے روم کے لوگ پاکیزہ دیوی کا مقام دیتے تھے۔

(3).....مارچ: یہ مارس سے لیا گیا ہے، جو رومیوں کے نزدیک جنگ کا دیوتا تھا۔

(4).....اپریل: یہ نام ابیریری کے لفظ سے لیا گیا ہے، جس کے معنی رومی میں کسی چیز کے پھوٹنے، یا کھلنے کے ہوتے ہیں، اس مہینے کا یہ نام اس مناسبت سے تجویز کیا گیا تھا کہ اس مہینے میں پھول کھلتے ہیں۔

(5).....مئی: ''میا'' سے لیا گیا ہے، جو افسانوی شیطان اٹلس کی بیٹیوں میں سے ایک کا نام ہے۔

(6).....جون: یہ نام یونون سے لیا گیا ہے، جو دیویوں کے سردار جیوپڑ کی بیوی تھی۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عیسوی سن حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت، یا نصاریٰ کے غلط گمان اور خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو صلیب دیئے جانے سے شروع ہوتا ہے۔ [1]

دوسرا سَن والا نظام ''بکرمی'' ہے، اس کو زیادہ تر ہندو استعمال کرتے ہیں، جس کا شروع ''چیت'' اور ختم ''پھاگن'' پر ہوتا ہے۔

''بکرمی'' کے مہینے بالترتیب یہ ہیں:

چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون، بھادوں، کنوار (جس کو اسوج اور آسن بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(7)..... جولائی: جولیائی کیلنڈر کے بانی جولیس قیصر کی یادگار کے طور پر اس مہینے کا نام ''جولائی'' رکھ دیا گیا۔

(8)..... اگست: رومیوں کے پہلے بادشاہ اور جولیس قیصر کے جانشین اگسٹس کی یادگار کے طور پر اس مہینے کا نام ''اگست'' رکھ دیا گیا۔

(9)..... ستمبر: اس کے معنیٰ ہیں ''ساتواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق مارچ کو سال کا پہلا مہینہ شمار کیا جاتا تھا۔

(10)..... اکتوبر: اس کے معنیٰ ہیں ''آٹھواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا آٹھواں مہینہ بنتا تھا۔

(11)..... نومبر: اس کے معنیٰ ہیں ''نواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا نواں ماہ تھا۔

(12)..... دسمبر: اس کے معنیٰ ہیں ''دسواں مہینہ'' کیونکہ قدیم اصولوں کے مطابق یہ سال کا دسواں ماہ تھا

(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، مادہ ''Months of the year''، الجواہر فی تفسیر القرآن للطنطاوی ج۵ ص۹۸ ''الشہور عند الافرنج'' سورۃ التوبۃ، الناشر: مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، طبع: محرم ۱۳۴۴ھ)

[1] جبکہ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ○ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (سورۃ النساء رقم الآیات ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ: اور نہیں قتل کیا، ان (لوگوں) نے ان (عیسیٰ) کو، اور نہیں سولی دی انہوں نے ان (عیسیٰ) کو، اور لیکن اشتباہ ہوگیا ان کو۔ اور بے شک جو لوگ اختلاف کرتے ہیں، ان کے بارے میں، تو یقیناً شک میں ہیں، اس سے، نہیں ہے ان کے پاس اس کا کوئی علم۔ سوائے گمان کی اتباع کرنے کے اور نہیں قتل کیا انہوں نے ان (عیسیٰ) کو یقینی طور پر، بلکہ اٹھالیا ان کو اللہ نے اپنی طرف (سورہ نساء)

کہتے ہیں) کاتک، اگھن (جس کو منگسر بھی کہتے ہیں) پوس (جس کو پوہ بھی کہتے ہیں) ماگھ (جس کو ماہ اور مگھر بھی کہتے ہیں) پھاگن۔

اور تیسرا سَن والا نظام ''فصلی'' ہے، فصلوں کے سلسلے میں بعض جگہ عام طور پر اسی کو استعمال کیا جاتا ہے۔

فصلی مہینوں کے نام بالترتیب یہ ہیں:

بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ، ساون، بھادوں، اسوج، کاتک، مگھر، پوس، ماگھ، پھاگن، چیت۔ [1]

اور نجومی جنتری ''شاکھا'' کے نام سے مشہور ہے، جس کا آغاز ''حمل'' سے اور اختتام ''حوت'' پر ہوتا ہے ''شاکھا'' کے مہینے ترتیب واریوں ہیں:

حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

اور قمری سال کا نظام یکم محرم سے شروع ہوتا ہے اور ذوالحجہ کی آخری تاریخ پر ختم ہوتا ہے۔

قمری سال کے بارہ مہینے بالترتیب اس طرح ہیں:

محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الآخریٰ، رجب،

---

[1] ملحوظ رہے کہ پھاگن، چیت، بیساکھ، جیٹھ، یہ چار مہینے گرمی کے کہلاتے ہیں؛ اور اساڑھ، ساون، بھادوں، کنوار (جس کو اسوج بھی کہتے ہیں) یہ چار مہینے برسات کے ہیں؛ اور کاتک، اگھن (جس کو منگسر بھی کہتے ہیں) پوس (جس کو پوہ بھی کہتے ہیں) ماگھ (جس کو ماہ بھی کہتے ہیں) یہ چار مہینے جاڑے (یعنی سردی) کے ہیں، اور ان میں جو بارش ہوتی ہے، اس کو مہاوٹ کہتے ہیں؛ اور یاد رکھو کہ تیسرے برس ان مہینوں میں ایک مہینہ دو دفعہ آتا ہے، اس کو لوند کا مہینہ کہتے ہیں، اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ مہینے چاند رات سے شروع نہیں ہوتے، بلکہ چاند کے پورے ہونے سے، یعنی چودھویں رات سے شروع ہوتے ہیں۔ اور جس فصل میں گیہوں، چنا پیدا ہوتا ہے، وہ ربیع اور ساڑھی کہلاتی ہے، اور جس موسم میں چاول اور ننھا اناج (مکئی، باجرہ، جوار وغیرہ) پیدا ہوتا ہے، وہ خریف اور ساونی کہلاتی ہے (ماخوذ از بہشتی زیور، حصہ دہم، صفحہ ۴۳)

ملحوظہ: آج کل اخباروں وغیرہ میں ان فصلی مہینوں کو قمری کی بجائے شمسی، یعنی عیسوی مہینوں کی 14 تاریخ کے لگ بھگ شروع کرتے ہیں، کوئی اضافی مہینہ کسی سال میں نہیں لگاتے اور دس اضافی دن جو ہر سال کے بچتے ہیں، ان کا حل یہ نکالا ہے کہ ان کو مختلف فصلی مہینوں میں ڈال دیا، اس لئے بعض فصلی مہینے اکتیس دن کے بعض تیس دن کے ہوتے ہیں۔

شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ۔

اور اس اسلامی سَن کا آغاز نبیوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوتا ہے۔[1]

اور یہ بحث قمری نظام کے اپنی ذات میں حسن وخوبی کی ہے، اگرچہ مسلمانوں کی طرف سے موجودہ دور میں اس کے استعمال، اور طریقۂ کار میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے، اور دنیا کی ضرورت میں دوسری تاریخوں کے استعمال کا جائز ہونا، الگ معاملہ ہے، جیسا کہ آتا ہے۔

موجودہ قمری اور غیر قمری نظاموں میں فرق

(1).....موجودہ قمری نظام خالص فطری نظام ہے، انسانوں کا اپنا بنایا ہوا یا گھڑا ہوا نظام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا، اسی وقت یہ نظام بھی مقرر فرمادیا تھا، جس کی تفصیل ''آگے باب نمبر 2، ماہِ محرم الحرام کے فضائل'' میں آتی ہے، جبکہ مروجہ شمسی، یا عیسوی نظام یورپ کی ایجاد اور انسانوں کا اپنا بنایا ہوا نظام ہے، اور نجومی جنتری نجومیوں کے دماغ کا اختراع ہے، جو انہوں نے اپنے حسابی تجربات سے تیار کیا ہے، جس کے ستاروں کے مطابق ہونے کی کوئی معقول دلیل نہیں۔[2]

(2).....قمری مہینوں کی جو ترتیب، آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت تھی، اب بھی وہ

---

[1] یہاں یہ بھی یاد رہے کہ موجودہ شمسی وعیسوی تاریخی نظام کی نسبت اگرچہ سورج کی طرف اور نجومی تاریخی نظام کی نسبت ستاروں کی طرف ہے، اور سورج وستاروں کا بھی باقاعدہ ایک نظام اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، لیکن ان مروجہ شمسی اور نجومی تاریخی نظاموں کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سو فیصدی شمسی، یا نجومی نظام کے عین مطابق ہیں۔

اس کے علاوہ ان موجودہ شمسی ونجومی نظامہائے تاریخ کی نسبت کا اگر صحیح ہونا ثابت بھی ہوجائے، تب بھی یہ نظام قمری نظام کے مقابلہ میں کمزور حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے برخلاف قمری سلسلۂ تاریخ کا مروجہ عمومی نظام چاند کے مطابق ہے، اور اس کی نسبت چاند کی طرف بالکل صحیح ہے (کہ ہر ماہ چاند کی رؤیت سے مہینہ کی ابتداء ہوتی ہے) صرف رسمی نسبت نہیں، اور کئی وجہ سے یہ دوسرے تاریخی نظاموں سے افضل واعلیٰ ہے (اس کی مزید تفصیل آگے آرہی ہے)

[2] وقد اجمع محققوا المنجمين على ان اصولهم غير قطعية (احكام القرآن للتهانوى، ج ۱۰ ص ۲۲، الجزو الأول من الحزب الثالث للمفتى جميل احمد التهانوى، تحت سورة يونس، الناشر: ادارة اشرف التحقيق، لاهور، الباكستان، الطبع الاول: ۱۴۱۹ھ)

اسی اپنی فطری حالت پر ہے۔

جبکہ مروجہ عیسوی نظام کی ترتیب میں اب تک کئی مرتبہ تبدیلیاں کی جاچکی ہیں، 8 عیسوی، 799 عیسوی ، 1477 عیسوی اور 1582 عیسوی کی ترمیمیں تو تاریخ سے واضح ہیں، اورحقیقت میں کتنی ترمیمیں ہوئیں، ان کا تاریخ میں واضح ذکر نہیں ملتا، وہ اللہ ہی جانتا ہے، سال میں کبھی آٹھ دن کم ہوئے، کبھی دس دن، کبھی بیس دن اور کبھی سال چودہ مہینوں کا شمار ہوا ،اور کبھی ساڑھے دس مہینوں کا۔

بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی دنیا برسوں نہیں، صدیوں تک اپنے مقدس دنوں، عیدوں، تہواروں وغیرہ کے دن گم کیے رہی ،اور اپنے اقرار کے مطابق 1582ء تک صحیح دنوں کی تعیین نہ کرسکی اور اپنی مذہبی عبادات کو اسی غلط حساب سے ادا کرتی چلی آئی ہے۔ [1]

(3).....قمری تقویم کی بنیاد اللہ کی اہم مخلوق ''چاند'' کے گھٹنے بڑھنے کے نظام پر ہے، اور ہر مہینے کا آغاز نئے چاند سے ہوتا ہے، اور قمری مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

جبکہ موجودہ رائج عیسوی نظام کے مہینوں میں سے ، جنوری ، مارچ، مئی ، جولائی ، اگست، اکتوبر اور دسمبر کے مہینے اکتیس دن کے اور سوائے فروری کے باقی سب مہینے تیس دن کے شمار کئے جاتے ہیں اور فروری کا مہینہ عام سالوں میں اٹھائیس دن کا اور لیپ (Leap) کے سالوں (یعنی چار پر پورا تقسیم ہونے والے ہر چوتھے سال) میں انتیس دن کا ہوتا ہے۔

گویا کہ جس سال فروری کا مہینہ اٹھائیس کی بجائے انتیس دن کا ہوتا ہے، وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے، اور یہ سال تین سو پینسٹھ دنوں کے بجائے تین سو چھیاسٹھ دن کا ہوتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو ''تقویم المنهاج القویم'' ص ۱۰۰ الیٰ ۱۱۹ ،التاریخ المیلادی وماجری له من التعدیلات والتصحیحات، تالیف: حسن وفقی بک آل القاضی ، المعروف بالخیمی الدمشقی، مطبوعة: المطبعة السلفیة ،القاهرة ۱۳۴۵ھ، 1927ء، و''تقویم تاریخی'' از عبدالقدوس ہاشمی مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

جبکہ اس کے برعکس بعض زمانوں میں چار سال کے بجائے ہر تیسرے سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ [1]

ایسا اس لیے ہے کہ یہ نظام انسانوں نے اپنی سوچ، فکر اور حسابات کی بنیاد پر قائم کیا ہے۔ [2]

(4)..... چونکہ اسلام فطری دین ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاریخی نظام بھی فطری عطا فرمایا ہے، اور یہ ہر انسان کی روزمرہ کی ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے چاند کا نظام ایسی ترتیب پر قائم فرمایا ہے کہ ہر انسان، ہر علاقہ میں چاند دیکھ کر تاریخ کا اندازہ کرسکتا ہے، مثلاً چاند جب مغرب کی طرف سے بہت پتلا نظر آتا ہے، تو

---

[1] اور اسی وجہ سے قمری اور موجودہ شمسی سال میں تقریباً دس دنوں کا فرق ہوتا ہے، کیونکہ قمری سال عموماً تین سو چوّن دن کا اور شمسی سال تین سو چونسٹھ دن کا ہوتا ہے، اور اس طرح تین سال بعد شمسی مہینوں پر ایک قمری مہینہ زیادہ ہوجاتا ہے۔

أنواع السنة:السنة تتنوع إلى سنة شمسية وهى التى تعتمد فى بدايتها ونهايتها على حركة الشمس، قال زكريا الأنصارى :وعدد أيامها ثلاث مائة وخمسة وستون يوما، وربع يوم إلا جزء ا من ثلاث مائة جزء من يوم، وإلى سنة قمرية وهى التى تعتمد على ظهور الهلال واختفائه فى بداية الشهر ونهايته، قال زكريا الأنصارى :وعدد أيامها كما قال صاحب المهذب وغيره :ثلاث مائة وأربعة وخمسون يوما وخمس يوم وسدسه .فالسنة الشمسية تتفق مع السنة القمرية فى عدد الشهور وتختلف معها فى عدد الأيام فتزيد أيامها على أيام السنة القمرية بأحد عشر يوما وجزء من واحد وعشرين جزء ا من اليوم.

وقد اعتمد على السنة الشمسية الروم والسريان والفرس والقبط فى تأريخهم، فهناك السنة الرومية، والسنة السريانية، والسنة الفارسية والسنة القبطية، وهذه السنون وإن كانت متفقة فى عدد شهور كل سنة منها، إلا أنها تختلف فى أسماء تلك الشهور وفى موعد بدء كل سنة منها وفى عدد أيامها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵ص ۲۵۹، ۲۶۰، مادة " سنة "حرف السين)

وأيام السنة القمرية ثلاثمائة وأربعة وخمسون يوماً (۳۵۴)وأيام السنة الشمسية ثلاثمائة وخمسة وستون يوماً وربع يوم (۳۶۵) فبعد ثلاث سنين ، تزيد الشمسية على القمرية بشهر(العرف الشذى للكشميرى ج۲ص ۱۷۸ ، كتاب الصوم،باب ما جاء فى صوم يوم عاشوراء أى يوم هو؟)

[2] آج جس شمسی کیلنڈر کو ہم عیسوی سَن کہتے ہیں، اور یہ گریگوری کیلنڈر بھی کہلاتا ہے، یہ پرانا رومی کیلنڈر ہے، جسے اگسٹس نے ترمیم کیا، پھر جولین نے ترمیم کیا، اور جولین کیلنڈر کہلانے لگا، اور اس کے بعد بھی کئی بار ترمیم کی گئی، آخری بار اس میں 1582ء میں پاپائے گریگوری کے حکم سے ترمیم ہوئی ، جولین کے چھ سو سال بعد ایک عیسائی راھب ڈینس ایگزیگوس نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف غلط حساب کرکے منسوب کردیا، جب سے اسے مسیحی کیلنڈر کہنے لگے، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس کا حقیقتاً کوئی تعلق نہیں ہے (امریکن پیپلز انسائیکلوپیڈیا۔مادہ ''کیلنڈر'' و''تقویم تاریخی'' از عبدالقدوس ہاشمی صاحب ص ''ث'' ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم: ۱۴۰۷ھ)

پہاڑوں کے بے پڑھے لکھے چرواہے بھی اندازہ کرسکتے ہیں کہ مہینہ کی پہلی تاریخ ہے، پھر جب چاند بالکل مکمل ہوجائے، تو اس سے چودھویں رات کا علم ہوجاتا ہے، اور جب چاند مشرق کی طرف بالکل باریک طلوع ہو، تو اس سے ستائیس اٹھائیس تاریخ کا اندازہ ہوجاتا ہے، غرضیکہ چاند کی ان حالتوں سے ہر آدمی، پڑھا لکھا، اَن پڑھ، شہری، دیہاتی اور جنگلی انسان قمری تاریخ کا اندازہ کرسکتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ موجودہ زمانہ میں، مسلمانوں کے باہمی وتعصبی اختلاف کا طرزِ عمل بالخصوص عیدین کے موقع پر، وقت کے تقاضوں کے برخلاف، جگ ہنسائی والا ہے۔ [1]

جبکہ موجودہ عیسوی شمسی اور نجومی نظام میں سورج اور ستاروں کو دیکھ کر اس طرح کا اندازہ لگانا مشکل، بلکہ ناممکن ہے، کیونکہ موجودہ عیسوی شمسی اور نجومی نظام، سورج اور ستاروں کے صحیح اصولوں اور ضابطوں کے مطابق معلوم نہیں ہوتا، اور اگر صحیح بھی ہو، تب بھی سورج اور ستاروں کی حالتوں کو دیکھ کر اتنی آسانی سے تاریخ کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

(5).....قمری نظام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں میں جاری رہا ہے۔

جبکہ مروّجہ عیسوی یا دوسرے مروّجہ نظاموں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ثابت کیا جانا مشکل ہے، جو کسی نبی کی شریعت میں جاری رہا ہو۔

(6).....قمری مہینہ کا آغاز چاند کے طلوع ہونے سے ہوتا ہے، اور ہر دن کی تاریخ کی ابتداء سورج غروب ہونے سے ہوتی ہے، اس لئے اسلامی حوالہ سے غروب کے ہوتے ہی تاریخ بدل جاتی ہے اور پوری رات اگلے دن کے تابع شمار ہوتی ہے۔ [2]

مثلاً جمعہ کی برکات، جمعرات کا دن ختم ہوتے ہی سورج غروب ہونے پر شروع ہوجاتی ہیں،

---

[1] يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٩)

[2] البتہ حج میں وقوف عرفہ کے اعتبار سے دسویں ذی الحجہ کی رات اور منیٰ میں کنکریاں مارنے کے اعتبار سے 11، 12 ذی الحجہ کی راتیں، پہلے دن کے تابع شمار کی گئی ہیں۔

والليالي كلها تابعة للايام المستقبلة لاللايام الماضية الافي الحج الخ (معارف السنن، ج ۵ ص ۴۳۲، ابواب الصوم، باب الحث على صوم يوم عاشوراء، الناشر: ايچ ايم سعيد، كراتشي)

اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمعہ کے دن کی شمار ہوتی ہیں، اسی طرح مثلاً رمضان کا چاند نظر آتے ہی رمضان کی برکات شروع ہوجاتی ہیں، جبکہ مروجہ عیسوی نظام میں اس کی ابتداء رات بارہ بجے کے بعد ہوتی ہے، جس میں جمعہ اور رمضان کی دو نمازوں ''مغرب وعشاء'' کے اوقات ایک دن پہلے کے ماننے پڑتے ہیں۔

(7).....قمری مہینوں خاص کر اشہرِ حرام کے نام اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش کے وقت ہی متعین فرمادیئے تھے، جبکہ مروجہ عیسوی وشمسی مہینوں کے نام خود انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔

(8).....قمری مہینوں کے ناموں میں کسی شرک، یا گناہ کی بات کی طرف نسبت نہیں ہے، جبکہ مروّجہ عیسوی یا دوسرے مہینوں کے ناموں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

(9).....اسلامی سن کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سال سے ہوتا ہے، جو ہر قسم کے مفاسد اور شرک ونجوم پرستی جیسی چیزوں سے پاک اور ایک اہم عبادت ہے۔

اس کے برخلاف دنیا کے ہر ملک اور قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سال کا شمار ہوتا ہے، کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے، کہیں کسی حادثے سے، اور کہیں ملکی فتوحات اور زمین اور آسمان کے مختلف تغیرات سے، جو مادی چیزیں ہیں، اور ان میں عبادت کا پہلو نہیں۔ [1]

---

[1] جس طرح جہاد کے متعلق آیات قرآن مجید میں پھیلی ہوئی ہیں، اسی طرح ہجرت کا ذکر بھی قرآن کریم کی کئی سورتوں میں متعدد مرتبہ آیا ہے، سب آیات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کی آیات میں تین قسم کے مضامین ہیں:

(1) اول ہجرت کے فضائل (2) دوسرے اس کی دنیاوی اور اخروی برکات (3) تیسرے باوجود قدرت کے دارالکفر سے ہجرت نہ کرنے پر وعیدیں (ملاحظہ ہو: سورہ بقرہ آیت ۲۱۸، سورہ توبہ آیت ۲۲، سورہ نساء آیت ۱۰۰)

ایک حدیث میں ہے کہ:

الهجرة تهدم ماكان قبلها (صحيح مسلم ،رقم الحديث ۱۲۱ ''۱۹۲'' كتاب الايمان)

یعنی ہجرت ان سب گناہوں کو ختم کردیتی ہے، جو ہجرت سے پہلے کئے ہوں۔

ہجرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کے لئے ہجرت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا میں راہیں کھول دیتا ہے اور اس کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانا دیتا ہے اور آخرت کے ثواب ودرجات تو وہم وگمان سے بالاتر ہیں (ملاحظہ ہو: معارف القرآن، ج۲ ص ۵۲۸، سورہ نسآء)

www.idaraghufran.org

(10).....قمری نظام میں اسلامی تہوار اور عبادات واحکام (مثلاً عیدین، روزہ، حج وغیرہ) مختلف موسموں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں، اوراس طرح ایک مسلمان کو ہر موقع اور ہر موسم میں اپنی خواہشات کے خلاف چلنے، اور مجاہدہ کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے، اور مروجہ عیسوی نظام میں ایسی صورتِ حال نہیں ہے۔

(11).....قمری نظام سے اسلامی تہواروں کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں انتظار کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، اور چاند نظر آنے پر بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور عورتوں سب کی خوشی کا ایک عجیب سماں پیدا ہوجاتا ہے۔

جبکہ مروَّجہ عیسوی یا دوسرے نظاموں کے اعتبار سے تہواروں کے دن وتاریخ پہلے ہی سے سو فیصد متعین ہوتے ہیں، جن میں قمری نظاموں کی طرح کی خوشی والی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔

(12).....قمری نظامِ تاریخ پر اسلام کے اکثر احکام کا دارومدار ہے مثلاً:

رمضان المبارک:..... کی ابتداء وانتہاء جس میں روزے کی فرضیت، اعتکاف، تراویح اور شبِ قدر وغیرہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ سے وابستہ تمام احکام کی تفصیل داخل ہے۔

عیدالفطر:..... جو اسلامی تہوار ہے اور شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو اداء کیا جاتا ہے، اس دن دوگانہ نمازِ عید ادا کی جاتی ہے، اور صدقۂ فطر اداء کیا جاتا ہے۔

عیدالاضحیٰ:..... جو دوسرا اسلامی تہوار ہے، ذی الحجہ کی دسویں تاریخ میں ادا کیا جاتا ہے، اس میں عید کی نماز کے علاوہ قربانی کی عبادت بھی اداء کی جاتی ہے، اور اس کے بعد بارہ ذی الحجہ کی غروب تک قربانی کے دن ہیں، البتہ امام شافعی کے نزدیک اگلے دن تک چار دن ہیں۔

زکاۃ:.....صاحبِ نصاب شخص پر سال پورا ہونے پر واجب ہے۔

اس میں بھی قمری سال کا اعتبار ہے۔

روزہ کا ناجائز ہونا:.....سال کے پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے، جن میں سے ایک عیدالفطر، دوسرے عیدالاضحیٰ، اور ذی الحجہ کی 13، 12، 11 تاریخ کے دن ہیں۔

یہ بھی قمری مہینوں کے اعتبار سے ہیں۔ [1]

ایامِ تشریق:.....نو ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک کے دن، جن میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے۔

ان کا تعلق بھی قمری مہینہ کے اعتبار سے ہے۔ [2]

حج:.....اسلام کا اہم رکن ہے، یہ بھی قمری مہینے کے اعتبار سے ذی الحجہ کے مہینے میں اداء کیا جاتا ہے، اور حج کے مخصوص تاریخوں کے اعتبار سے مخصوص احکام ہیں۔ [3]

---

[1] ذهب الجمهور إلى تحريم صوم الأيام التالية:

أ – صوم يوم عيد الفطر، ويوم عيد الأضحى، وأيام التشريق، وهى ثلاثة أيام بعد يوم النحر.....

وذهب الحنفية إلى جواز الصوم فيها مع الكراهة التحريمية.....وصرح الحنابلة بأن صومها لا يصح فرضا ولا نفلا، وفى رواية عن أحمد أنه يصومها عن الفرض(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ص۱۷، مادة " صوم"حرف الصاد)

[2] ومع اتفاق الفقهاء على مشروعية التكبير فى أيام التشريق، فإنهم يختلفون فى حكمه، فعند الحنابلة والشافعية وبعض الحنفية هو سنة لمواظبة النبى صلى الله عليه وسلم على ذلك.

وهو مندوب عند المالكية، والصحيح عند الحنفية أنه واجب؛ للأمر به فى قوله تعالى: (واذكروا الله فى أيام معدودات)

كذلك اختلف الفقهاء فى وقت التكبير، فبالنسبة للبدء فإنه باتفاق الفقهاء يكون قبل بداية أيام التشريق، مع اختلافهم فى كونه من ظهر يوم النحر كما يقول المالكية وبعض الشافعية، أو من فجر يوم عرفة كما يقول الحنابلة وعلماء الحنفية فى ظاهر الرواية وفى قول للشافعية.

وأما بالنسبة للختم فعند الحنابلة وأبى يوسف ومحمد من الحنفية، وفى قول للشافعية والمالكية يكون إلى عصر آخر أيام التشريق .والمعتمد عند المالكية، وفى قول للشافعية يكون إلى صبح آخر أيام التشريق .وقال ابن بشير من المالكية: يكون إلى ظهر آخر أيام التشريق.

والتكبير فى هذه الأيام يكون عقيب الصلوات المفروضة، ولا يكون بعد النافلة، إلا فى قول للشافعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۷ص۳۲۵، مادة "ايام التشريق"حرف الالف)

[3] المعتبرفى الشرع هوالحساب بالاهلة والسنة القمرية دون الشمسية،قال تعالىٰ:"هوالذى جعل الشمس ضياء ا والقمر نورا وقدره منازل لتعلموا عددالسنين والحساب "فلو كان الهلال مدوراكالشمس اوملازما حالة واحدة لم يكد يتيسر التوقيت به،ففى التوقيت بالأهلة من اليسر ماليس فى التوقيت بالشمس،فلايعجزعنه عالم ولاعامى،بخلاف التوقيت بالشمس.....فلأجل ذلك جعلت الشريعة مدارالاحكام والعبادات على الحساب القمرى، فمنها مايجب اعتباره فيه كالحج ،وصوم رمضان ،وصلاة العيدين،والزكاة،وعدد الطلاق ،وامثالها،ومنهامالايجب اعتباره فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ بے شمار احکام میں قمری تاریخوں اور حساب کا اعتبار کیا گیا ہے، مثلاً: بچہ کا بالغ ہونا، بچے کے نسب کا ثابت ہونا، عدت کی مدت، قربانی کے جانوروں کی عمریں، مختلف مہینوں اور تاریخوں میں عبادت اور نفل وسنت روزوں کے فضائل وغیرہ وغیرہ۔ [1]

اور مروّجہ غیر قمری تاریخی نظام سے اسلام کا کوئی بھی اہم حکم وابستہ نہیں۔

لیکن آج کے دور میں مسلمانوں کی طرف سے تعصب، یا کم علمی وجہالت کی وجہ سے، عیدین کے چاند کے حوالے سے، جو ایک دوسرے کے بالمقابل طرزِ عمل ہے، وہ اس نظام کی جگ ہنسائی والا ہے، جس میں نہ ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد ہے، نہ اتفاق ہے، بلکہ تفریق کا ماحول ہے۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ ویجوز توقیته بالحساب الشمسی کآجال الدیون والاجارات ،وان کان الاولٰی توقیته بالقمری ایضا کمالایخفٰی.....فاستعمال الحساب القمری مطلوب شرعا،وبعید من المسلم ان یترک المطلوب الشرعی ویستعمل الحساب الشمسی الذی هوضده فی الجملة ،ویبعد منه کل البعد ان یمیل الٰی هذا الضد بحیث لایبقٰی له میل الی المطلوب الشرعی بالمرة ،کماهومشاهد من غوائد اکثر المسلمین فی هذاالزمان بل ومن عادة کثیرمن العلماء ایضاً ،فالی اللهالمشتکیٰ من انقلاب القلوب ومیلهاالی العیوب ،المؤدیة الی الذنوب ،وکل ذلک مع دعواهم بغض النصاریٰ وقد اشرب قلوبهم حب النصرانیة (احکام القرآن للتهانوی للشیخ ظفر احمد العثمانی، ج ۱ ص ۲۷۸ الٰی ۲۸۰ ملخصاً ،سورة البقرة، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی، الباکستان، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۸ھ)

[1] تعارف الفقهاء علی أنه إذا أطلقت الأشهر فإنما یقصد بها الهلالیة، قال ابن الهمام :الصحیح أن المراد بالسنة السنة القمریة وإذا أطلق لفظ السنة انصرف إلی ذلک ما لم یصرحوا بخلافه ، وقال صاحب الإنصاف :المراد اثنا عشر شهرا هلالیة .قال الشیخ تقی الدین :هو هذا، ولکن تعلیلهم بالفصول یوهم خلاف ذلک (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۳۱ص ۱۹ ،مادة "عنة"حرف العین)

الحول، وجمعها سنوات ویجوز سنهات، وإذا أطلقت السنة فی کلام الفقهاء فهی السنة القمریة، ولیست الشمسیة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۵ص ۲۵۹ ،مادة "سنة"حرف السین)

إن حساب أشهر العدة فی الطلاق أو الفسخ أو الوفاة یکون بالشهور القمریة لا الشمسیة، فإذا کان الطلاق أو الوفاة فی أول الهلال اعتبرت الأشهر بالأهلة، لقوله تعالی :(یسألونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس والحج)حتی ولو نقص عدد الأیام؛ لأن الله أمرنا بالعدة بالأشهر، فقال سبحانه (فعدتهن ثلاثة أشهر)وقال تعالی :(أربعة أشهر وعشرا)فلزم اعتبار الأشهر، سواء أکانت ثلاثین یوما أو أقل، ولما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال :الشهر هکذا وهکذا وهکذاوأشار بأصابعه العشر مرتین وهکذا فی الثالثة وأشار بأصابعه کلها وحبس أو خنس إبهامه وهذا عند جمهور الفقهاء.وإن کانت الفرقة فی أثناء الشهر، فإن الفقهاء قد اختلفوا فی ذلک علی قولین (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۹ص ۳۱۴، وص ۳۱۵،مادة " عدة"حرف العین)

(فصل نمبر 1)

سَن ہجری کی ابتداء اور قمری حساب

سالوں کے حساب کے لئے کوئی خاص سَن، یا سال مقرر کرنے کا رواج بہت پہلے سے چلا آرہا ہے، دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سالوں کی گنتی شروع کی جاتی ہے، کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے، کہیں کسی حادثہ سے، کہیں کسی میلے ٹھیلے سے، کبھی یہ شمار ملکی فتوحات سے اور کبھی ارضی وسماوی تغیرات (زلزلہ، سیلاب وغیرہ) سے ہوتا ہے، مثلاً ہندوستان کے مختلف حصوں میں راجہ بکرماجیت کے جشنِ تخت نشینی سے بکرمی کا رواج ہے۔

غرضیکہ تاریخ کے لئے سَن کا استعمال کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ اس کا رواج بہت قدیمی ہے، اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک، ہر نبی کی امت میں اس کا مختلف طریقوں سے استعمال رہا ہے۔

چنانچہ شروع میں حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے آسمان سے زمین پر اترنے کا سَن مقرر کیا گیا، پھر طوفانِ نوح کے واقعہ کو بطور سَن مقرر کیا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متبعین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے واقعہ کو مقرر کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے متبعین نے ان کے مصر میں وزیر بننے کے واقعہ کو مقرر کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے بنی اسرائیل کے فرعون سے خلاصی پانے کے زمانہ کو مقرر کیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے زمانے کو مقرر کیا۔

یہ واقعات بطور سَن یکے بعد دیگرے مقرر ہوتے رہے تھے، اس کے بعد ہر قوم اپنے علاقہ میں کسی اہم واقعہ کو سَن قرار دیتی تھی۔

مثلاً عرب کے لوگ ابتداء میں تعمیرِ کعبہ، اور پھر مشہور واقعات وشخصیات کے اعتبار سے سَن

شمار کرتے تھے، جیسے کعب بن لوئی کی وفات، جنگِ بسوس، جنگِ داحس، جنگِ غبراء، جنگِ ذی قار، جنگِ فجار وغیرہ کو۔ [1]

---

[1] یہ مختلف جنگوں کے نام ہیں اور کعب بن لوئی عرب کی مشہور شخصیت ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سو برس پہلے ہوئے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے زمانۂ جاہلیت میں بھی بت پرستی سے محفوظ رکھا تھا (معارف القرآن ج ۸ ص ۴۴۰، تفسیر سورہ جمعہ)

قال الشعبی :لما هبط آدم من الجنة، وانتظر ولده أرخ بنو آدم من هبوط آدم،فكان التأريخ حتى بعث الله نوحا، فأرخوا من مبعث نوح حتى كان الغرق، وكان التاريخ من الطوفان إلى نار إبراهيم، فلما كثر ولد إسماعيل افترقوا، فأرخ بنو إسحاق من نار إبراهيم إلى مبعث يوسف، ومن مبعث يوسف إلى مبعث موسى، ومن مبعث موسى إلى ملك سليمان، ومن ملك سليمان إلى مبعث عيسى، ومن مبعث عيسى إلى أن بعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وعليهم أجمعين.

وأرخ بنو إسماعيل من نار إبراهيم إلى بناء البيت، ومن بناء البيت حتى تفرقت معد، وكانت للعرب أيام وأعلام يعدونها، ثم أرخوا من موت كعب بن لؤى إلى الفيل، وكان التأريخ من الفيل حتى أرخ عمر بن الخطاب من الهجرة(المنتظم لابن الجوزى، ج۴ص ۲۲۶ ،ثم دخلت سنة سبع عشرة)

قوله :(من أين أرخوا التاريخ) ، أى :ابتداء التاريخ من أى وقت كان، وفيه اختلاف.

فروى ابن الجوزى بإسناده إلى الشعبى، قال :لما كثر بنو آدم فى الأرض وانتشروا أرخوا من هبوط آدم، عليه الصلاة والسلام ثم إلى زمان يوسف عليه السلام ثم إلى خروج موسى عليه السلام من مصر بنى اسرائيل ثم إلى زمان داود عليه السلام، فكان التاريخ منه إلى الطوفان، ثم إلى نار الخليل، عليه الصلاة والسلام، ثم إلى زمان سليمان، عليه الصلاة والسلام، ثم إلى زمان عيسى، عليه الصلاة والسلام، ورواه أيضا ابن إسحاق عن ابن عباس، رضى الله تعالى عنهما، وحكى محمد بن سعد عن ابن الكلبى : أن حمير كانت تؤرخ بالتبابعة وغسان بالسد، وأهل صنعاء بظهور الحبشة على اليمن، ثم بغلبة الفرس، ثم أرخت العرب بالأيام المشهورة :كحرب البسوس، وداحس والغبراء ، وبيوم ذى قار، والفجارات ونحوها، وبين حرب البسوس ومبعث نبينا صلى الله عليه وسلم، ستون سنة .وقال ابن هشام الكلبى عن أبيه :أما الروم فأرخت بقتل دارا بن دارا إلى ظهور الفرس عليهم، وأما القبط فأرخت ببخت نصر إلى فلابطرة صاحبة مصر، وأما اليهود فأرخت بخراب بيت المقدس، وأما النصارى فبرفع المسيح، عليه الصلاة والسلام(عمدة القارى للعينى، ج۱۷ ص ۶۶، كتاب المناقب، باب التاريخ من أين أرخوا التاريخ)

وأما قبل الإسلام فقد كان بنو إبراهيم يؤرخون من نار إبراهيم إلى بنيان البيت حتى بناه إبراهيم، وإسماعيل -عليهما السلام -ثم أرخ بنو إسماعيل من بنيان البيت حتى تفرقوا، فكان كلما خرج قوم من تهامة أرخوا بمخرجهم، ومن بقى بتهامة من بنى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے غیر عربیوں میں شمسی نظام رائج تھا (جو موجودہ مروّجہ شمسی نظام کی ترتیب اور تفصیل سے مختلف تھا) اور عرب میں مہینے تو قمری رائج تھے، مگر سَن عمومی سطح پر باضابطہ کوئی متعین نہیں تھا، اور اس وقت عربوں کی اندرونی زندگی جاہلیت اور لاعلمی کی وجہ سے اس قدر متمدن نہیں تھی کہ حساب وکتاب کی وسیع پیمانہ پر ضرورت ہوتی، اپنی اپنی حسبِ ضرورت موسموں، یادداشتوں اور دوسرے اوقات وواقعات کی حفاظت کے لئے مشہور واقعہ لے لیتے تھے، اور اس سے وقت کا حساب لگا لیتے تھے، اس لئے دورِ جاہلیت میں مختلف سَنوں کے نام ملتے ہیں۔

یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، تو اس کے بعد پھر نبوت کے سَن سے، یا کسی اور اہم واقعہ وغیرہ سے تخمینہ لگا لیا جاتا تھا، مگر پھر بھی باقاعدہ سَن نہیں تھا، اور اس کی اس وقت اتنی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی تھی، پھر بعض روایات کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور شروع ہوا، تو مفتوحہ ملکوں اور علاقوں کی وسعت زیادہ ہوگئی، اور حکومت کا نظام پھیل گیا، حساب وکتاب وغیرہ کے معاملات وسیع ہوگئے تو ضرورت پیش آئی کہ مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر کوئی علیٰحدہ باقاعدہ سَن مقرر ہونا چاہئے۔

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت سے کہ جن کا ذہن،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ إسماعيل يؤرخون من خروج سعد، ونهد، وجهينة بنى زيد من تهامة حتى مات كعب بن لؤى، وأرخوا من موته إلى الفيل، ثم كان التاريخ من الفيل حتى أرخ عمر بن الخطاب من الهجرة، وذلك سنة سبع عشرة أو ثمانى عشرة.

وقد كان كل طائفة من العرب تؤرخ بالحادثات المشهورة فيها، ولم يكن لهم تاريخ يجمعهم، فمن ذلك قول بعضهم:

ها أنا ذا آمل الخلود وقد ...أدرك عقلى ومولدى حجرا

وقال الجعدى:فمن يك سائلا عنى فإنى ...من الشبان أيام الخنان

وقال آخر:وما هى إلا فى إزار وعقلة ...بغار ابن همام على حى خثعما

وكل واحد أرخ بحادث مشهور عندهم، فلو كان لهم تاريخ يجمعهم لم يختلفوا فى التاريخ .والله أعلم (الكامل فى التاريخ لابن الاثير ج ا ص ۱۳، ۱۴، ذكر الوقت الذى ابتدء فيه بعمل التاريخ فى الإسلام)

سوچ، اور دل ودماغ نبوت کے مزاج میں ڈھلے ہوئے تھے، مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق سَنِ ہجری کا تقرر کیا، جو آج تک الحمدللہ جاری ہے۔ [1]

اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سن ہجری کی ابتداء خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے

---

[1] والتواريخ العربية إنما هى على الليالى، وسائر تواريخ الأمم على الأيام لأن سنيهم تجرى على أمر الشمس، وهى نهارية، وسنو العرب يعمل فيها على القمر، وابتداء رؤيتنا له الليل، فيقال فى أول ليلة مستهل، ولا يقال ذلک فى النهار، ويقال فى آخر الشهر يوم كذا :انسلاخ شهر كذا، لأن الشهر يبتدء بابتداء الليل وينقضى بانقضاء النهار، وما قبل الخامس عشر يعرف بالليالى المواضى، وإذا كان بعده عرف بالليالى البواقى(المنتظم لابن الجوزى ج۴ص۲۲۸،وص ۲۲۹،ثم دخلت سنة سبع عشرة)

وهى ابتداء التاريخ الإسلامى، أما لفظة التاريخ فإنه محدث فى لغة العرب؛ لأنه معرب من ماه روز، وبذلک جاء ت الرواية، روى ابن سليمان عن ميمون بن مهران أنه رفع إلى عمر بن الخطاب فى خلافته رضى الله تعالى عنه صک محله شعبان فقال :أى شعبان؟ أهذا هو الذى نحن فيه؟ أو الذى هو آت؟ ثم جمع وجوه الصحابة وقال :إن الأموال قد كثرت وما قسمنا منها غير موقت، فكيف التوصل إلى ما نضبط به ذلک؟ فقالوا :نحب أن نتعرف ذلک من رسوم الفرس، فعندها استحضر عمر الهرمزان سأله عن ذلک، فقال :إن لنا به حساباً نسميه ماه روز، وَمعناه حساب الشهور والأيام، فعربوا الكلمة فقالوا مؤرخ، ثم جعلوا اسمه التاريخ واستعملوه، ثم طلبوا وقتاً يجعلونه أولاً لتاريخ دولة الإسلام، واتفقوا على أن يكون المبدأ سنة هذه الهجرة، وكانت الهجرة من مكة إلى المدينة شرفهما الله، وقد تصوم من شهور هذه السنة وأيامها المحرم وصفر وثمانية أيام من ربيع الأول .فلما عزموا على تأسيس الهجرة رجعوا القهقرى ثمانية وستين يوماً، وجعلوا مبدأ التاريخ أول المحرم من هذه السنة، ثم أحصوا من أول يوم فى المحرم إلى آخر يوم من عمر النبى صلى الله عليه وسلم فكان عشر سنين وشهرين (المختصر فى أخبار البشر لأبى الفداء، ج ا ص ۱۲۳ ، الفصل السادس التاريخ الإسلام، الهجرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة والسلام)

عن عثمان بن عبد الله عن رافع عن ابن المسيب قال فأول من كتب التاريخ عمر لسنتين ونصف من خلافته فكتبه لست عشرة من المحرم بمشورة على بن أبى طالب وأخبرنا أبو القاسم السمرقندى أنبأنا عمر بن عبد الله بن عمر أنا أبو الحسين بن بشران أنا عثمان بن أحمد نا حنبل حدثنى أبى نا محمد بن عمر نا ابن أبى الزياد عن أبيه قال استشار عمر فى التاريخ فأجمعوا على الهجرة رواه أبو الحسن المدائنى عن عبد الرحمن بن أبى الزياد أخبرناه أبو غالب أحمد وأبو عبد الله يحيى ابنا البنا أنبأنا أبو الحسين بن الآبنوسى أنبأنا أحمد بن عبيد بن الفضل إجازة أنا أبو عبد الله الزعفرانى أنا ابن أبى خيثمة أنا على بن محمد المدائنى عن ابن أبى الزياد عن أبيه أن عمر شاور فى التاريخ فقائل يقول من النبوة وقائل يقول من الهجرة وقائل يقول من الوفاة فأجمعوا على الهجرة انتهى(تاريخ مدينة دمشق لابنِ عساكر، ج ا ص ۴۴، باب ذكر اختلاف الصحابة رضى الله تعالى عنهم فى التاريخ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں بلکہ ہجرت کے وقت ہی ہو چکی تھی، بعض حضرات نے اسی کو زیادہ راجح قرار دیا ہے، البتہ سرکاری مراسلات میں تاریخ کا باضابطہ اندراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لازمی قرار دیا گیا تھا (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۳۰، وتقویم تاریخی) [1]

---

[1] مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ:

''اِس (ہجرت کے) وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسلامی تاریخ کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی اور اس کا پہلا مہینہ محرم کو قرار دیا، شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ''الشماریخ فی علم التاریخ'' میں اسی کی تائید کی ہے'' (سیرتِ خاتم الانبیاء مع حاشیہ، ص ۷۱، وص ۷۲، اسلامی تاریخ کی ابتداء، ناشر: دار الاشاعت، کراچی، تاریخِ طبع: جنوری ۲۰۱۴ء)

اور علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ:

ذكر مبدأ التاريخ الهجرى: أخبرنى شيخنا شيخ الإسلام البلقينى "شفاها "عن أبى إسحاق التنوخى أنا محمد بن عساكر "إجازة "عن عبد الرحيم بن تاج الأمناء أنا حافظ الإسلام أبو القاسم بن عساكر أنا أبو الكرم الشهرزورى وغيره "إجازة "أنا ابن طلحة أنا الحسن بن الحسين أنا إسماعيل الصفار أنا محمد بن إسحق ثنا "أبو عاصم "عن ابن جريج عن أبى سلمة عن ابن شهاب أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بالتاريخ يوم قدم المدينة فى شهر ربيع الأول "رواه يعقوب بن سفيان حدثنا يونس ثنا ابن وهب عن ابن جريج عن ابن شهاب أنه قال: التاريخ من يوم قدوم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة مهاجرا قال ابن عساكر: هذا أصوب والمحفوظ أن الآمر بالتاريخ عمر قلت" :وقفت على ما يعضد الأول فرأيت بخط ابن القماح فى مجموع له: قال ابن الصلاح" :وقفت على كتاب فى الشروط للأستاذ أبى طاهر ابن محمش "الزيادى "ذكر فيه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أرخ بالهجرة حين كتب الكتاب لنصارى نجران وأقر عليا أن يكتب فيه "إنه كتب لخمس من الهجرة."

فالمؤرخ إذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعمر تبعه. وقد يقال: هذا صريح فى أنه أرخ سنة خمس والحديث الأول فيه أنه أرخ يوم قدم المدينة؟!

ويجاب بأنه لا منافاة فإن الظرف وهو قوله " :يوم قدم المدينة "ليس متعلقا بالفعل وهو "أمر "بل بالمصدر وهو "التاريخ "أى أمر بأن يؤرخ بذلك اليوم لا أن الأمر فى ذلك اليوم فتامله فإنه نفيس. وقال البخارى فى تاريخه الصغير: ثنا ابن أبى مريم ثنا يعقوب ابن إسحاق -هو العلوى- ثنا محمد بن مسلم عن عمرو بن دينار عن ابن عباس قال: كان التاريخ فى السنة التى قدم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة."

أخبرنا محمد بن عثمان بن أبى شيبة فى "تاريخه "حدثنا مصعب ابن عبد الله الزبيرى عن ابن أبى حازم عن أبيه عن سهل عن سعد قال": أخطأ الناس العدد ولم يعدوا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر اس روایت کو لیا جائے، جس کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہی سن ہجری کا آغاز ہوگیا تھا (جبکہ اس روایت کو بعض حضرات نے زیادہ راجح بھی قرار دیا ہے) تب تو سن ہجری کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

لیکن اگر بالفرض اس روایت کو معتبر نہ بھی مانا جائے، بلکہ پہلی روایت کو ہی معتبر مانا جائے، اور یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سن ہجری کے استعمال کا آغاز ہوا، تب بھی سن ہجری کے سنت ہونے میں شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سنت پر عمل کیا ہے، اور ہجرت دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی عمل تھا، حدیث شریف میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو سنت فرمایا گیا ہے، ان کی طرف سنت کی نسبت، یا تو اس لئے ہوئی کہ انہوں نے سنت ہی پر عمل کیا، اور یا اس لئے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے سنت کو اختیار فرمایا۔

لہٰذا بہر صورت ہجری سَن کا تقرر سنت ہوا، اب اس کے استعمال سے ان شاء اللہ تعالیٰ سنت ہی کا ثواب حاصل ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا من وفاته إنما عدوا من مقدمة المدينة."قال مصعب :وكان تاريخ قريش من متوفى هشام بن المغيرة "يعنى أرخوا تواريخهم" وأخرج البخارى فى صحيحه حديث سهل بلفظ " :ما عدوا "إلى آخره ولم يقل "أخطأ الناس."

وقال أحمد بن حنبل :ثنا روح ثنا زكريا بن إسحق ثنا عمرو بن دينار :أن أول من أرخ فى الكتب يعلى بن أمية وهو باليمن وكان يعلى أميرا عليها لعمر.

وقال البخارى فى -التاريخ الصغير -ثنا عبد الله بن عبد الوهاب ثنا عبد العزيز بن محمد بن عثمان بن رافع سمعت سعيد بن المسيب يقول قال عمر " :متى نكتب التاريخ"؟؟؟ فجمع المهاجرين فقال له على " :من يوم هاجر النبى صلى الله عليه وسلم نكتب التاريخ"."رواه الواقدى عن ابن سيرين عن عثمان بن عبد الله بن رافع فكأنه نسب إلى جده (الشماريخ فى علم التاريخ ،ص ۱۱ الٰى ۱۴ ، الباب الاول،ذكر مبدأ التاريخ الهجرى)

[1] (وسنة الخلفاء الراشدين)فإنهم لم يعملوا إلا بسنتى، فالإضافة إليهم إما لعملهم بها أو لاستنباطهم واختيارهم إياها(مرقاة المفاتيح، ج ۱ ص ۲۵۲، كتاب الايمان،باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

سَن ہجری سے متعلق ایک شبہ کا جواب

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ جو عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، اگرچہ وہ کتنے بڑے صحابی، بلکہ خلفائے راشدین ہی سے کیوں نہ ثابت ہو، وہ حجت اور معتبر نہیں، اور کیونکہ سن ہجری کی موجودہ تفصیلات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا ہمارے لئے یہ قابلِ قبول نہیں۔

حالانکہ اوّل تو بعض روایات کے پیشِ نظر سن ہجری کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہو چکا تھا (اگرچہ سرکاری طور پر اس کا رواج بعد میں ہوا ہو) دوسرے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے عمل کو بھی امت کے لئے سنت وحجت قرار دیا ہے۔

اور اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنے والے حضرات میں سے، ہر صحابی اپنی جگہ ہدایت کے آفتاب کا ایک روشن ستارہ ہے، لیکن ان میں جیسا فیض آپ کے چار خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین) کو درجہ بدرجہ حاصل ہوا، مجموعی لحاظ سے وہ دوسروں سے افضل واعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متصلاً انہی ہستیوں کو اپنے دینِ حق کی ترویج واشاعت کے لئے زمین کی نیابت وخلافت سپرد فرمائی، جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ نور میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ (سورة النور، رقم الآية ٥٥)

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے، تم میں سے اور عمل کئے انہوں نے نیک، کہ ضرور بالضرور خلافت دے گا، ان کو زمین میں۔ الخ (سورہ نور)

یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقہ کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَأَنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا،فَإِنَّهُ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى بَعْدِيْ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۴۴)[1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نم دار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے، یا صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمایئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے، اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا، اور اس کو اپنی ڈاڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا،

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا، کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے، وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف طور پر، خلفائے راشدین کے طریقہ کی اہمیت بیان فرمادی ہے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، اور خلیفہ اور نائب کا درجہ واہمیت سب جانتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَيْكُمْ'' فرما کر خلفائے راشدین کی سنت کی بھی تاکید فرمادی، کیونکہ عربی زبان میں یہ الفاظ تاکید واہمیت کو ثابت کرتے ہیں۔ [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء کو ''راشدین'' بھی فرمایا، جس کے معنیٰ درست راستہ پر ہونے والوں کے آتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راشدین کے بعد ''مَهْدِيِّيْنَ'' کے لفظ کا اضافہ فرما کر بتلادیا کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، کیونکہ ''مَهْدِيِّيْنَ'' کے معنیٰ ہدایت یافتہ ہونے والوں کے آتے ہیں۔

اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تَمَسَّكُوْا بِهَا'' فرمایا، جس کے معنیٰ مضبوطی سے تھامنے کے آتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ تم مضبوطی سے ان کے طریقہ کو تھامے رکھو۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ ''عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ'' کہ ان کے طریقہ کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ پکڑو، اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جو چیز ڈاڑھوں سے پکڑی جاتی ہے، وہ دوسرے دانتوں میں پکڑے جانے کی بنسبت زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

---

[1] فان لفظ "عليكم" يدل على اللزوم وضعا، والمعطوف فى حكم المعطوف عليه لغة، فثبت به لزوم سنة الخلفاء كلزوم سنة الرسول صلى الله عليه وسلم ، فلايصح التفرقة بالسنية والندب، فان المندوب لايكون لازما (اعلاء السنن للعلامة ظفر احمد عثمانى رحمه الله ، ج ۷ ص ۸۰، كتاب الصلاة ،باب التراويح، الناشر: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشى، الباكستان، الطبعة الثالثة: ۱۴۱۵ھ)

www.idaraghufran.org

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تاکیدیں اور ہدایات ایک ہی صیغے اور جملے کے ساتھ اسطرح ارشاد فرمائیں کہ اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کو جمع فرمادیا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح طور پر فرمادیا کہ جس کو (آپ کے بعد) زندگی حاصل ہوگی، اور زمانہ گزرنے سے دینی اور مذہبی ماحول تبدیل ہوتا جائے گا، تو بہت سے اختلافات سامنے آئیں گے۔

ایسے موقع پر ہر مسلمان کو اختلاف سے بچنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پیشِ نظر رکھنا نجات وعافیت کا راستہ ہوگا۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نشاندہی فرمادی کہ آپ کی اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کے مقابلہ میں جو جو کام بھی دین میں رونما کئے جائیں گے، وہ قابلِ اعتبار نہیں ہوں گے۔

پھر آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں نئی بات پیدا کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔

لہٰذا اسلامی سن کا آغاز خلفائے راشدین کے دور میں ہونے، اور ان کی اتباع میں تمام مسلمانوں کے محرم کے مہینہ سے اسلامی سن کا آغاز کرنے کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تحفة الاخيار مع نخبة الانظار، للامام المحدث الفقيه الشيخ محمد عبدالحيي اللكنوى الهندى، مشمولة: مجموعة رسائل اللكنوى ج۴)

اسلامی سَنہ کے لئے ہجرت کی ترجیح کیوں؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کے واقعہ کو اسلامی سَن کے لئے کیوں منتخب کیا گیا، حالانکہ قمری سَن کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں تھیں، مثلاً داعیِ اسلام خاتم النبیین افضل الرسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش، آپ کی وفات، اسلام کا ظہور، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن مجید کے نزول کی ابتداء وانتہاء، بدر کی تاریخی فتح، مکہ میں فتح مندانہ داخلہ، اور حجۃ

الوداع کا اہم ترین اجتماع، جو اسلام کی ظاہری ومعنوی تکمیل کا آخری اعلان تھا، اس مقصد کے لئے یہ تمام چیزیں موزوں تھیں، مگر ان سب کو چھوڑ کر ہجرت ہی کو منتخب کیا گیا، جو بظاہر نہ کسی کی اہم ترین پیدائش کا جشن ہے، اور نہ بظاہر کسی غلبہ اور جنگ کی فتح ہے، جیسا کہ دوسری قوموں کے یہاں دستور ہے، اور ہجرت تو اس زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے، جبکہ اسلام کے آغاز کی بے سروسامانیاں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ داعیِ اسلام کے لئے اپنے محبوب وطن میں زندگی بسر کرنا بظاہر مشکل بلکہ ناممکن ہوگیا تھا، مظلومیت کی انتہاء تھی، کہ اپنا وطن، اپنا گھر، اپنے عزیز واقارب اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر آقائے نامدار تاجدارِ مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک رفیقِ غمگسار کے ساتھ رات کی تاریکی میں گمنامی کے ساتھ سفر کررہے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ظہور کی تاریخ دراصل دو بڑے اور اصولی زمانوں میں تقسیم ہے، ایک مکہ مکرمہ کی زندگی، اور وہاں کے اعمال کا زمانہ ہے، دوسرا مدینہ منورہ کی زندگی، اور وہاں کے اعمال کا زمانہ۔

پہلا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے شروع ہوتا ہے، اور ہجرت پر ختم ہوجاتا ہے، اس کی ابتداء غارِ حرا کے اعتکاف سے ہوتی ہے، اور تکمیل غارِ ثور کے قیام پر ہوتی ہے۔

دوسرا زمانہ ہجرت سے شروع ہوتا ہے، اور حجۃ الوداع پر ختم ہوجاتا ہے، اس کی ابتداء مدینہ مدینہ منورہ کی فتح سے ہوئی، اور تکمیل مکہ کی فتح پر ہوئی، لیکن اسلام کی تکمیل، تمکین اور نشر واشاعت کے لئے دراصل ہجرت کا عمل ہی محرک اور ذریعہ تھا، یہی وجہ ہے کہ جب ہم ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں، تو ہجرت کا واقعہ تاریخِ اسلام میں وہ اہم ترین واقعہ نظر آتا ہے کہ جس نے حالات کا رخ بدل دیا، اور نتائج کے اعتبار سے ہجرت کا واقعہ کئی طرح سے ممتاز اور اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

چنانچہ ہجرت کے چند فوائد اور خصوصیات یہ ہیں:

(1).....ہجرت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ایمان والوں کو عزت، غلبہ اور راحت وثروت

عطا ہوئی۔ [1]

(2).....ہجرت کی وجہ سے ایمان والوں کو ایک مضبوط قلعہ اور مرکز حاصل ہوا۔

(3).....ہجرت کی وجہ سے مسلمانوں کو آزادی سے عبادت کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے، مسلسل حاضری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مستقل فیض یاب ہونے کے مواقع مل گئے۔

(4).....ہجرت کی وجہ سے اہلِ اسلام نسبتاً چین سے زندگی گزارنے لگے۔

(5).....ہجرت کی وجہ سے اسلامی طرزِ معاشرت کے خدوخال نمایاں ہوئے۔

(6).....ہجرت کی وجہ سے اسلام کے اقتصادی ومعاشی پروگراموں کے لئے عملی راہ ہموار ہوگئی۔

(7).....ہجرت کی وجہ سے تعلیم وتعلّم کے لئے سازگار ماحول میسر آیا۔

(8).....ہجرت کی وجہ سے آزاد فضا میں رہ کر لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سمجھنے میں آسانی ہوگئی۔

(9).....ہجرت کی وجہ سے تعلیماتِ اسلام کی نشر واشاعت اور تبلیغ کے لئے پاکیزہ ماحول مہیا ہوا۔

(10).....ہجرت کی وجہ سے ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی، جس کے سربراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جو شروع میں مدینہ منورہ اور اس کے مضافات پر مشتمل تھی، مگر رفتہ رفتہ بحرُ الکاہل سے لے کر بحرِ اوقیانوس تک وسیع ہوگئی۔

(11).....ہجرت کی وجہ سے اسلام کا اہم فریضہ جہاد وقتال زندہ ہوکر قیامت تک کے لئے

---

[1] ہجرت کے ابتدائی دور کی چند روزہ تکلیف ومشقت کا اعتبار نہیں، اس عارضی دور کے بعد جو نعمتیں حق تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات کو عطاء ہوئیں، اور ان کی کئی نسلوں میں جاری رہیں، اسی کا اعتبار ہوگا، صحابۂ کرام کے فقر وفاقہ کے جو واقعات موجود ہیں وہ عموماً ہجرت کے ابتدائی دور کے ہیں، یا وہ اختیاری فقر وفاقہ کے ہیں کہ انہوں نے دنیاوی مال ودولت کو پسند ہی نہیں کیا، اور جو حاصل ہوا، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کردیا، جیسا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا حال یہی تھا کہ آپ کا فقر وفاقہ اختیاری تھا، آپ نے مال ودولت کو اختیار نہیں فرمایا (معارف القرآن بتغیر، ج ۲ ص ۵۲۹، سورہ نسآء، ناشر: مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

اپنی شرائط اور مختلف شکلوں کے ساتھ جاری ہوگیا۔

علاوہ ازیں ہجرت سے اسلامی سَن کا آغاز کرنے میں ایک سبق یہ بھی پوشیدہ ہے کہ جب تک یہ سَن باقی ہوگا، مسلمانوں کی یہ یاد ہر وقت تازہ رہے گی کہ اسلام کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے کے لئے ہجرت ضروری ہے، اور ہجرت اگرچہ اللہ کے لئے اپنے وطن وغیرہ کو چھوڑنے کا نام ہے، لیکن اللہ کا حکم جب اپنی قوم، خاندان، وطن، رسم ورواج، عزت وراحت اور کسی معاشرت، یا عمل کو چھوڑنے کا ہو، ان سب کو چھوڑنے سے بھی درجہ بدرجہ ہجرت کا ثواب ملتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہجرت کرنے والا، اس کو کہا گیا ہے، جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے، ان جیسی وجوہات کی بناء پر ہجرت کو بطور سَن مقرر کیا گیا۔ [1]

قمری تقویم (Calendar) کی اہمیت

دنیوی مقاصد کے لئے شمسی وعیسوی تاریخوں کا استعمال بھی اگرچہ ایک حد تک جائز ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس کا اتنا عام رواج نہ ہوجائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلادیں، کیونکہ ایسا کرنے میں کئی نقصانات ہیں، جیسا کہ اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی لکھائی پڑھائی، اور بول چال میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہوگیا ہے، جو ایک طرح سے قوم اور ملت کی ایک اہم معاشرت کا دیوالیہ پن ہے۔

قمری وہجری ماہ وسال کو زندہ اور باقی رکھنا درجِ ذیل وجوہات کی بناء پر سب مسلمانوں پر

---

[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سَن کے آغاز میں غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت تھی، اور وفات میں ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غم تازہ ہوتا رہتا، مگر ہجرت میں ان رکاوٹوں میں سے کوئی بھی نہیں تھی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت ربیع الاول میں فرمائی ہے، تو اسلامی سَن کا آغاز محرم سے ہونا کیسے صحیح ہوا؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے (جو مدینہ سے آئے تھے) بیعت عقبہ ثانیہ ماہِ ذی الحجہ 13 نبوی میں کی تھی، اس وقت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہجرت کا ارادہ پیدا ہوا تھا، تو اس ارادہ پر سب سے پہلے جو چاند نکلا، وہ محرم کا تھا، مقصد یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت اگرچہ ربیع الاول میں فرمائی، مگر ہجرت کا ارادہ محرم کے مہینہ ہی سے تھا، اس لئے اسلامی سَن کا آغاز ماہِ محرم سے ہونا صحیح ہے۔ محمد رضوان۔

فرضِ کفایہ ہونے کے علاوہ دینی اور ملی حمیت کا بھی تقاضا ہے۔ [1]

(1).....شرعی احکام کا دارومدار قمری تقویم پر ہے، اس لئے اس کو محفوظ رکھنا یقیناً فرض کفایہ ہے، اوراس کو محفوظ کرنے کا اس وقت سہل طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ اس کا استعمال رکھا جائے۔

(2)..... جب شرعی احکام کا تعلق قمری تقویم سے ہے تو اس نیت سے اس کا استعمال بذاتِ خود ثواب ہے، کیونکہ عبادت کی حفاظت کا ذریعہ بھی ثواب ہوتا ہے، اور قمری یعنی چاند والے مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ، اوران کے نام عہدِ نبوی سے چلے آرہے ہیں، جن کا زبان وقلم سے بولنا واستعمال کرنا بھی یقیناً ثواب ہے۔

(3).....قمری تقویم کا استعمال انبیائے کرام، صحابۂ کرام اور سلفِ صالحین کا طریقہ ہے، جس کی اتباع کرنے کی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔

اوراس میں ہر طرح کی خیر وبرکت اور بھلائی ہے۔

(4).....قمری تقویم کے استعمال سے اسلامی تشخص برقرار رہتا ہے، جس کا باقی رکھنا اسلام میں بہت ضروری ہے۔

---

[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ قمری حساب یقینی نہیں ہوتا، کیونکہ قمری مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے، اور کبھی تیس دن کا، لہٰذا اس سے حساب لگانا دشوار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ پہلے سے چاند کے طلوع ہونے کی تاریخ متعین نہیں کی جاسکتی، لیکن جو مہینہ چل رہا ہو، اس کے متعلق یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ آنے والے مہینہ کے بارے میں یہ شبہ صحیح ہے، مگر اس کو بھی کسی دوسرے طریقہ سے متعین کیا جاسکتا ہے، مثلاً چاند کی متوقع تاریخ کے بعد دن متعین کرکے، یا دوسرے درجہ میں ضمنی طور پر غیر قمری تاریخ کا حوالہ دے کر، اور روزمرہ کے استعمال میں تو یہ خدشہ بالکل نہیں چلتا۔

اسی طرح ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات ایک ملک کا دوسرے ملک کے اعتبار سے چاند نظر آنے میں فرق ہوجاتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں سب جگہ کے لئے ایک تاریخ کو کیسے متعین کیا جاسکتا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگر کبھی ایسا ہوجائے، تو اس سلسلے میں ہر ملک کی اپنی تاریخ کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ دوسرے احکام، مثلاً نمازوں کے اوقات وغیرہ میں اپنی اپنی جگہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ دوسرے اگر کبھی اس کی ضرورت پیش آئے، تو اس کے لئے بھی وہ طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں، جو پہلے ذکر کیے گئے۔

محمد رضوان۔

(5)..... قمری تقویم کو چھوڑ کر شمسی وعیسوی تقویم کو استعمال کرنے میں ایک درجہ میں غیر مسلموں سے مشابہت ہے، اگرچہ کمزور درجہ کی ہو۔

اوراس دور میں جبکہ عیسوی تاریخوں کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے، اوراسلامی تاریخ کا استعمال نہ صرف یہ کہ بہت کم ہوگیا ہے، بلکہ تقریباً چھوٹتا ہی جارہا ہے۔

اس وقت مجموعی صورتِ حال یہ ہے کہ بیشتر مسلمانوں نے اپنا نظام پس پشت ڈال کر اپنی شناخت وپہچان ہی ختم کردی ہے، یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کوتو اسلامی وقمری مہینوں کے نام بھی پوری طرح یاد نہیں ہیں، بلکہ اسلامی مہینوں کے ناموں کے الفاظ زبان سے اداء ہونا بھی مشکل ہوتا ہے، گویا کہ ان حضرات کا برائے نام بھی تعلق نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسلامی سال کب شروع ہوتا ہے، اور کب ختم ہوتا ہے، اوراب کونسا مہینہ چل رہا ہے، اوراس کے بعد کونسا مہینہ آنے والا ہے، بلکہ عیدین اور رمضان وغیرہ کی تعیین، اور پہچان کے لئے بھی انگریزی وعیسوی تاریخوں اور مہینوں کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ رمضان فلاں عیسوی مہینہ کی فلاں تاریخ سے شروع ہورہا ہے اورعید، بقرعید، انگریزی مہینہ کی فلاں تاریخ میں آرہی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ایسے حالات میں اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی وقمری تاریخی نظام کورواج دیا جائے، بول چال اور تحریر میں اس کا استعمال کیا جائے، اورضرورت میں عیسوی تاریخیں استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی وقمری تاریخ وسن کو بھی یاد رکھا، اوراستعمال کیا جائے۔

بعض لوگ ملکی سطح پر اسلامی وقمری نظام کے استعمال کو مشکل اور عیسوی تاریخوں کے استعمال کو ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ اگر اس نظام کو موجودہ شرعی وسائنسی تقاضوں کے مطابق بہتر کرلیا جائے، تو کوئی مشکل نہ ہو۔

دینی اداروں کو بھی قمری تاریخوں کی اشاعت اور ترویج پر خاص توجہ دینی چاہیے، اور مسلمانوں کے اس قابلِ فخر امتیاز کو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمایا ہے، اس کو باقی وبرقرار رکھنے کی

کوشش کرنی چاہئے۔ [1]

لیکن اسی کے ساتھ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو موجودہ تیزی سے ترقی کرتے ہوئے سائنسی وعالمی سطح کے حالات کے پیشِ نظر، عالمی سطح پر اسلامی وقمری نظام کو مضبوط کرنے، اور اجتماعی طور پر بروئے کار لانے کے لئے اپنے تمام تر تعصّبات واختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، اجتہادی وفروعی اختلافات کو باہمی مشاورت سے ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کرنی چاہیے، جس کے نتیجہ میں ایسا قمری نظام عالمی سطح پر وضع کردیا جائے، جس میں اتحاد ویگانگیت ہو، اور اس مقصد کے لئے اپنے اپنے اجتہادی امور پر نظرِ ثانی کرکے کچھ قربانی پیش کرنی چاہیے، جس میں شریعت کے مقاصدِ اصلیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے عالمی اتحاد اور پیشگی تاریخ کے تعین کی بھی گنجائش نکل سکتی ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اسلامی سال، یا ماہ کے آغاز پر مبارک باد دینا

ماہِ محرم سے اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے یہ مبارک موقع ہے، اس اعتبار سے اسلامی سال کے آغاز پر مسلمانوں کا ایک دوسرے کو مبارک باد دینا، جائز، بلکہ مستحب ہے، اور اسی طرح اسلامی مہینہ کے شروع ہونے پر بھی، مبارکباد دینا، مستحب ہے۔ [2]

---

[1] فمن البدع الواجبة على الكفاية تعلم العلوم المتوقف عليها فهم الكتاب والسنة والتي فيها حفظ الشريعة، لأن حفظها واجب على الكفاية فيما زاد على التعين ولا يتأتى حفظها إلا بذلك فوجب (دليل الفالحين علىٰ رياض الصالحين، ج۲ ص ۴۱۹، باب في الأمر بالمحافظة على السنة) صرح الفقهاء بأن ما لا تتم مصالح الأمة إلا به فهو واجب على الكفاية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۹ص ۴۱، مادة" ملک" حرف الميم)

[2] التهنئة مستحبة في الجملة؛ لأنها مشاركة بالتبريک والدعاء -من المسلم لأخيه المسلم فيما يسره ويرضيه؛ ولما في ذلک من التواد، والتراحم، والتعاطف بين المسلمين .وقد جاء في القرآن الكريم تهنئة المؤمنين على ما ينالون من نعيم، وذلک في قوله تعالى (كلوا واشربوا هنيئا بما كنتم تعملون. والتهنئة تكون بكل ما يسر ويسعد مما يوافق شرع الله تعالى، ومن ذلک : التهنئة بالنكاح، والتهنئة بالمولود، والتهنئة بالعيد والأعوام والأشهر، والتهنئة بالقدوم من السفر، والتهنئة بالقدوم من الحج أو العمرة، والتهنئة بالطعام، والتهنئة بالفرج بعد الشدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۴، ص۹۷، مادة "تهنئة"حرف التاء)

(باب نمبر2)

ماہِ مُحَرَّمُ الْحَرامُ کے فضائل

لغت کے اعتبار سے محرم کے معنٰی ، معظم ،محترم اور معزز کے ہیں ، اور کیونکہ یہ مہینہ اعزاز، احترام اور عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے،اس لئے اس مہینہ کا نام مُحرَّم ہے۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورة التوبة ،رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں ، اللہ کی کتاب میں، جس دن پیدا کیا تھا اس نے آسمانوں اور زمین کو، ان میں چار مہینے احترام والے ہیں، یہی ہے سیدھا دین، سو ظلم مت کرو تم اِن (مہینوں) میں اپنے اوپر (سورہ توبہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٤٦٦٢، كتاب تفسير القرآن،باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں) فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ ،اسی ترتیب پر آ گیا ہے، جس پر، جس دن اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے،

جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے، اب وہ ترتیب ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے، جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں، جن میں تین مہینے مسلسل ہیں، یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک رجب مضر (قبیلے) کا مہینہ ہے، جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان آتا ہے (بخاری)

تشریح: مذکورہ آیتِ مبارکہ اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قمری مہینوں کی جو ترتیب، اور ان مہینوں کے جو نام (یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ وغیرہ) اسلام میں معروف ومشہور اور رائج ہیں، وہ انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کئے تھے، اسی دن یہ ترتیب اور یہ نام اور ان کے ساتھ مخصوص مہینوں کے خاص خاص احکام بھی متعین وطے فرما دیئے تھے، ان احکام کو ان مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے، اور ان میں اپنی طرف سے کمی، زیادتی اور ترمیم وتبدیلی کرنا، دراصل فہم اور طبیعت کے ٹیڑھا ہونے کی علامت ونشانی ہے، اور ان مہینوں میں ان متعینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، خاص کر کوئی گناہ کرنا، اور عبادت گزاری میں کوتاہی کرنا اپنے اوپر ظلم ہے۔ [1]

---

[1] وكانت شهور القمر ثلاثين وتسعة وعشرين فيما يتعلق بها من أحكام الشرع ولم يكن لنصف اليوم الذى هو زيادة على تسعة وعشرين يوما حكم فكان ذلك هو القسمة التى قسم الله تعالى السنة فى ابتداء وضع الخلق ثم غيرت الأمم العادلة عن كثير من شرائع الأنبياء هذا الترتيب فكانت شهور الروم بعضها ثمانية وعشرين وبعضها ثمانية وعشرين ونصفا وبعضها واحدا وثلاثين وذلك على خلاف ما أمر الله تعالى من اعتبار الشهور فى الأحكام التى تتعلق بها ثم كانت الفرس شهورها ثلاثين إلا شهرا واحدا وهو بادماه فإنه خمسة وثلاثون ثم كانت تكبس فى كل مائة وعشرين سنة شهرا كاملا فتصير السنة ثلاثة عشر أخبر الله تعالى أن عدة شهور السنة اثنا عشر شهرا لا زيادة فيها ولا نقصان وهى الشهور القمرية التى إما أن تكون تسعة وعشرين وإما أن تكون ثلاثين .....
فأعلمنا الله فى هذه الآية أنه كذلك وضع الشهور والسنين فى ابتداء الخلق أخبر النبى صلى الله عليه وسلم عود الزمان إلى ما كان عليه وأبطل به ما غيره المشركون من ترتيب الشهور ونظامها وما زاد به فى السنين والشهور وأن الأمر قد استقر على ما وضعه الله تعالى فى الأصل لما علم تبارك وتعالى من تعلق مصالح الناس فى عبادتهم وشرائعهم بكون الشهور والسنين على هذا الوجه (احكام القرآن للجصاص، ج۴ص۳۰۷، سورة التوبة، تحت رقم الآية ۳۶، ملخصاً)

تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے، اوران میں سے چار یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینے بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واکرام اوراحترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے، اور ان مہینوں میں کوئی گناہ کرے، تو اس کا عذاب اور وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر جہاد وقتال بھی منع تھا، ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُمٌ'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔

ان چار مہینوں کو عظمت اوراحترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ ان مہینوں میں جہاد وقتال حرام تھا، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت وفضیلت اور ادب وشرافت والے ہیں، ان کا احترام ضروری ہے، اوران مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

ان دونوں حکموں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد وقتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہوگیا اوراب ان مہینوں میں جہاد وقتال جائز ہے، جبکہ جہاد شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، غیروں کے مفاد اوران کے اشاروں پر اور شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ [1]

اور دوسرا حکم یعنی ادب واحترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

---

[1] اگرچہ اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں بطورِ خود بلاضرورت جہاد وقتال کے لئے پیش قدمی نہ کی جائے۔

لا بأس بالقتال فی الأشهر الحرم وهی ذی القعدة وذی الحجة ومحرم ورجب .وترک البداء ة بالقتال فی الأشهر الحرم أفضل(فتاویٰ قاضیخان، ج۳ص ۴۹۵، کتاب السیر،الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، سنة الطباعة : ۲۰۰۹م)

ثم نقل عن الخانیة ان الافضل ان لایبتدأ به فی الاشهر الحرم(رد المحتار، ج ۴، ص ۱۲۳، کتاب الجهاد)

ان چار مہینوں میں جہاد وقتال کی ممانعت کے منسوخ اور ختم ہونے سے ان مہینوں کی عظمت اور فضیلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ ان مہینوں کا احترام جہاد وقتال کی ممانعت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اس کی ممانعت خود ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے تھی، یعنی ان مہینوں کے احترام کا ایک اثر اس ممانعت کی شکل میں تھا، جو کہ اب باقی نہیں رہا، لہٰذا اصل ان مہینوں کا عظمت واحترام والا ہونا اپنی حیثیت پر اب بھی برقرار ہے۔ محمد رضوان۔

امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ:

ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے، تو اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمّت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے، تو سال کے باقی مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (معارف القرآن ج۴ص۳۷۲، انوار البیان ج۴ص۲۷۳بتغیر) [1]

خلاصہ یہ کہ محرم کا مہینہ اسلامی سال کے چار متبرک ومحترم مہینوں میں سے ہے، جس کی سب مسلمانوں کو قدر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] فعلق بالشهور كثيرا من مصالح الدنيا والدين وبين فى هذه الآية هذه الشهور وإنما تجرى على منهاج واحد لا يقدم المؤخر منها ولا يؤخر المقدم وقال إن عدة الشهور عند الله وذلك يحتمل وجهين أحدهما أن الله وضم هذه الشهور وسماها بأسمائها على ما رتبها عليه يوم خلق السموات والأرض وأنزل ذلك على أنبيائه فى كتبه المنزلة وهو معنى قوله إن عدة الشهور عند الله وحكمها باق على ما كانت عليه لم يزلها عن ترتيبها تغيير المشركين لأسمائها وتقديم المؤخر وتأخير المقدم فى الأسماء منها وذكر ذلك لنا لنتبع أمر الله فيها ونرفض ما كان عليه أمر الجاهلية من تأخير أسماء الشهور وتقديمها وتعليق الأحكام على الأسماء التى رتبوها عليها ولذلك قال النبى صلى الله عليه وسلم فى حجة الوداع ما رواه ابن عمر وأبو بكر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال فى خطبته بالعقبة أيها الناس إن الزمان قد استدار قال ابن عمر فهو اليوم كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وقال أبو بكرة قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وإن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا منها أربعة حرم ثلاث متواليات ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب مضر الذى بين جمادى وشعبان وإن النسيء زيادة فى الكفر الآية قال ابن عمر وذلك أنهم كانوا يجعلون صفر عاما حراما وعاما حلالا ويجعلون المحرم عاما حلالا وعاما حراما وكان النسيء من الشيطان فأخبر النبى صلى الله عليه وسلم أن الزمان يعنى زمان الشهور قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض وأن كل شهر قد عاد إلى الموضع الذى وضعه الله به على ترتيبه ونظامه(احكام القرآن للجصاص ج۴ص۳۰۵،و۳۰۶، سورة التوبة ، تحت رقم الآية ۳۶)

(فصل نمبر 1)

ماہِ محرّم الحرام کے روزوں کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُ اللّٰہِ الْمُحَرَّمُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۶۳ "۲۰۲"، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے، اللہ کے مہینہ "محرم" کے روزے ہیں (مسلم)

فائدہ: اس مہینے کی عظمت وفضیلت بتلانے اور ظاہر کرنے کے لئے اس کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا، ورنہ تمام مہینے اور دن اللہ ہی کی مخلوق ہیں، اور اسی کے حکم سے چلتے ہیں، اور بعض دوسرے روزوں (مثلاً ذی الحجہ، شوال وغیرہ کے روزوں) کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں، لیکن محرم کے روزوں کو جو خاص قسم اور نوعیت کی فضیلت حاصل ہے، اس قسم کی فضیلت رمضان کے بعد محرم کے علاوہ دوسرے روزوں کو حاصل نہیں۔ [1]

اس حدیث میں محرم کے روزے سے صرف دسویں تاریخ، یعنی عاشوراء کا روزہ مراد نہیں، بلکہ محرم کے مہینے کے عام نفلی روزے مراد ہیں۔ [2]

---

[1] قال النووی "تصریح بانه افضل الشهور للصوم" (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۸ص ۵۵، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

[2] الظاهر انه ارید شهر المحرم نفسه کلهٗ او اکثره او الصوم فیه (معارف السنن، ج ۵ ص ۴۲۱، ابواب الصوم، باب ماجاء فی صوم المحرم، الناشر: ایچ ایم سعید، کراتشی، الباکستان)

هذا الفضیلة شاملة لغیر یوم عاشوراء ایضاً (الکوکب الدری علی جامع الترمذی، ج ۲ ص ۵۶، ابواب الصوم، باب ما جاء فی کراهیة الصوم فی النصف الباقی من شعبان لحال رمضان)

قال الطیبی: أراد بصیام شهر الله صیام یوم عاشوراء اهـ فیکون من باب ذکر الکل وإرادة البعض، ویمکن أن یقال أفضلیته لما فیه من یوم عاشوراء لکن الظاهر أن المراد جمیع شهر المحرم (مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۴۱۱، کتاب الصیام، باب صیام التطوع)

www.idaraghufran.org

لہٰذا اس مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ لیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، یہی زیادہ صحیح اور راجح ہے، اور دس محرم کے روزے کی فضیلت اس کے علاوہ مستقل اور علیٰحدہ ہے، لیکن عاشوراء (یعنی دس محرم کا روزہ) بھی محرم ہی کے مہینہ میں داخل ہے، لہٰذا دس محرم کے روزہ سے، محرم کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔ [1]

---

[1] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی احادیث سے محرم کے روزوں کی رمضان کے بعد تمام مہینوں کے روزوں پر فضیلت معلوم ہوتی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا محرم کے بجائے، شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کا معمول تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایات سے پتہ چلتا ہے، جو ترمذی وغیرہ میں مذکور ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محرم میں، بعض عوارض مثلاً سفر، بیماری وغیرہ کی وجہ سے زیادہ روزے رکھنے کا موقع نہ ملا ہو، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محرم کے روزوں کی اس درجہ فضیلت کا علم آپ کی حیات کے آخری دور میں دیا گیا ہو (اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو)

والحكمة فى كونه لم يستكمل غير رمضان لئلا يظن وجوبه .فإن قلت :صح فى مسلم :أفضل الصوم بعد رمضان شهر الله المحرم، فكيف أكثر منه فى شعبان؟ ويعارضه أيضا رواية الترمذى : (أى الصوم أفضل بعد رمضان؟ قال :شعبان) . قلت :لعله كان يعرض له فيه إعذار من سفر أو مرض أو غير ذلك، أو لعله لم يعلم بفضل المحرم إلا فى آخر عمره قبل التمكن منه (عمدة القارى شرح صحيح البخارى للعينى، ج ١١، ص ٨٤، كتاب الصوم باب صوم شعبان)

اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں، مثلاً رمضان کا احترام اور تعظیم اور اس کی تیاری، اور رمضان کا قرب، اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ اور اس کا استقبال اور شعبان کے ان روزوں کی وہی نسبت اور برکت ہوگی، جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے، اور اس مہینہ میں شب برأت اور اس کے فضائل کا پایا جانا وغیرہ بھی اس مہینہ میں زیادہ روزے رکھنے کا باعث ہو سکتا ہے، ان میں سے بعض باتوں کا احادیث میں بھی ذکر ملتا ہے۔

ان توجیہات کے بعد اب دونوں مہینوں کے متعلق قولی ارشاد **افضل بعد رمضان** ، کی تطبیق یوں ہوگی کہ شعبان کے متعلق افضلیت بعد رمضان آپ کے عمل (اکثار صوم) کے قرینے کے مل جانے کی وجہ سے ''علیٰ اطلاقہٖ'' ہے، اور محرم کے متعلق افضلیت اضافی ہے، یعنی شعبان کے علاوہ باقی سب مہینوں کی بنسبت، اور یہ تاویل بعید بھی نہیں کیونکہ اسم تفضیل کے کلام عرب میں استعمال کی تین قسمیں متواتر ہیں، الف لام کے ساتھ، مِن کے ساتھ اور اضافت کے ساتھ جیسے کہ کتبِ فن میں واضح ہے۔

چونکہ شارحین نے اس توجیہ کو ذکر نہیں کیا اور (شاید اس میں درایت کی کوئی کمی ہو) تو دوسری تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رمضان کے بعد باقی سب قسم کے روزوں سے افضلیت میں ماہِ محرم اور ماہِ شعبان دونوں برابر و شریک ہیں، لیکن رمضان کی قربت کی وجہ سے جو ایک خارجی اعتبار سے افضلیت کا وصف شعبان میں بڑھ گیا تھا، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ تو اس کو اپنے عمل سے واضح کیا، اس طرح قولی ارشاد میں ذاتی ونفسی فضیلت دونوں کے لئے یکساں ثابت ہے۔

فأحب أن يرفع عملي وأنا صائم فبين -صلى الله عليه وسلم -وجه صيامه لشعبان دون غيره من الشهور بقوله :إنه شهر يغافل الناس عنه بين رجب ورمضان يشير إلى أنه لما اكتنفه شهران عظيمان :الشهر الحرام وشهر الصيام، اشتغل الناس بهما، فصار مغفولا عنه، وكثير من الناس يظن أن صيام رجب أفضل من صيامه لأنه شهر حرام وليس كذلك (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۳، ص۴۳۸، المقصد التاسع، النوع الرابع،القسم الثانی، الفصل الثالث)

واختلف فى الحكمة فى إكثاره صلى الله عليه وسلم من صوم شعبان فقيل: كان يشتغل عن صوم الثلاثة أيام من كل شهر لسفر أو غيره فتجتمع فيقضيها فى شعبان، أشار إلى ذلك ابن بطال، وفيه حديث ضعيف أخرجه الطبرانى فى الأوسط من طريق ابن أبى ليلى، عن أخيه عيسى، عن أبيه، عن عائشة: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم ثلاثة أيام من كل شهر، فربما أخر ذلك حتى يجتمع عليه صوم السنة فيصوم شعبان وابن أبى ليلى ضعيف، وحديث الباب والذى بعده دال على ضعف ما رواه، وقيل: كان يصنع ذلك لتعظيم رمضان، وورد فيه حديث آخر أخرجه الترمذى من طريق صدقة بن موسى، عن ثابت، عن أنس قال: سئل النبى صلى الله عليه وسلم: أى الصوم أفضل بعد رمضان؟ قال: شعبان لتعظيم رمضان قال الترمذى:حديث غريب، وصدقة عندهم ليس بذاك القوى.

قلت: ويعارضه ما رواه مسلم من حديث أبى هريرة مرفوعا: أفضل الصوم بعد رمضان صوم المحرم .وقيل: الحكمة فى إكثاره من الصيام فى شعبان دون غيره أن نسائه كن يقضين ما عليهن من رمضان فى شعبان وهذا عكس ما تقدم فى الحكمة فى كونهن كن يؤخرن قضاء رمضان إلى شعبان؛ لأنه ورد فيه أن ذلك لكونهن كن يشتغلن معه صلى الله عليه وسلم عن الصوم، وقيل: الحكمة فى ذلك أنه يعقبه رمضان وصومه مفترض، وكان يكثر من الصوم فى شعبان قدر ما يصوم فى شهرين غيره لما يفوته من التطوع بذلك فى أيام رمضان، والأولى فى ذلك ما جاء فى حديث أصح مما مضى أخرجه النسائى، وأبو داود وصححه ابن خزيمة، عن أسامة بن زيد قال: قلت: يا رسول الله، لم أرك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان، قال: ذلك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين، فأحب أن يرفع عملى وأنا صائم ونحوه من حديث عائشة عند أبى يعلى لكن قال فيه: إن الله يكتب كل نفس ميتة تلك السنة، فأحب أن يأتينى أجلى وأنا صائم ولا تعارض بين هذا وبين ما تقدم من الأحاديث فى النهى عن تقدم رمضان بصوم يوم أو يومين، وكذا ما جاء من النهى عن صوم نصف شعبان الثانى، فإن الجمع بينهما ظاهر بأن يحمل النهى على من لم يدخل تلك الأيام فى صيام اعتاده.

وفى الحديث دليل على فضل الصوم فى شعبان، وأجاب النووى عن كونه لم يكثر من الصوم فى المحرم مع قوله: إن أفضل الصيام ما يقع فيه بأنه يحتمل أن يكون ما علم ذلك إلا فى آخر عمره فلم يتمكن من كثرة الصوم فى المحرم، أو اتفق له فيه من الأعذار بالسفر والمرض مثلا ما منعه من كثرة الصوم فيه.وقد تقدم الكلام على قوله: لا يمل الله حتى تملوا وعلى بقية الحديث فى باب أحب الدين إلى الله أدومه وهو فى آخر كتاب الإيمان (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص۲۱۴، وص۲۱۵، كتاب الصوم، باب صوم شعبان)

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِيْ فَإِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۴۲۸، کتاب الصوم، باب فی صوم أشهر الحرم)

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو، اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، لہٰذا میرے لئے اور اضافہ کر دیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کرو، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشْهُرِ حُرُمٌ (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو، اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا، ان کو ساتھ ملا دیا، پھر چھوڑ دیا (یعنی ان مہینوں میں تین دن روزے رکھو، پھر تین دن ناغہ کرو، اور اسی طرح کرتے رہو) (ابوداؤد)

اس حدیث کی سند کو بعض اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید بعض دیگر روایات سے ہوتی ہے، اور فضیلت کی حد تک اس حدیث کو تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لجهالة مُجيبة الباهلية، وذكر بعضهم أن مُجيبة رجل، وقيل فيه: أبو مجيبة. حمّاد: هو ابن سلمة، سعيد الجريرى: هو ابن إياس، وأبو السليل: هو ضُريب بن نُقير. وأخرجه ابن ماجه (١٧٤١) والنسائى فى "الكبرى (٢٧٥٦)" من طريق سفيان الثورى، عن سعيد الجريرى، بهذا الإسناد. وقال ابن ماجه فيه: عن أبى مجيبة الباهلى عن أبيه أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے، ضروری نہیں کہ ہر شخص اس طریقہ پر عمل کرے، بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو، اجازت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے لئے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا، اس لئے ان کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے معلوم کیا کہ ماہِ رمضان کے بعد آپ کس مہینے میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ:

مَاسَمِعْتُ اَحَدًا يَسْأَلُ عَنْ هٰذَا اِلَّارَجُلاً سَمِعْتُهٗ يَسْأَلُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَاعِدٌعِنْدَهٗ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ اَيُّ شَهْرٍتَأْمُرُنِيْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِرَمَضَانَ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِرَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهٗ شَهْرُاللهِ فِيْهِ يَوْمٌ تَابَ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ وَيَتُوْبُ فِيْهِ عَلٰى قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ٦٧٢، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم المحرم، مسند احمد رقم الحدیث ١٣٢٢، ورقم الحدیث ١٣٣٥)

ترجمہ: میں نے کسی کو اس بارے میں سوال کرتے ہوئے نہیں دیکھا، سوائے ایک شخص کے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت یہ سوال کیا تھا، جبکہ میں آپ کے پاس حاضر تھا۔ اس آدمی نے سوال کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد آپ مجھے کس مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عمه.وهو فی "مسند أحمد(٢٠٣٢٣)"وقوله" :صم ثلاثة أيام "له شاهد من حديث عبد الله بن عمرو بن العاص عند أحمد فی "مسنده(٦٤٧٧)"وإسناده صحيح .وآخر من حديث أبی هريرة عند النسائی فی "الكبرى(٢٧٢٩) "وإسناده صحيح أيضاً .وهو فی "المسند(٧٥٧٧) " ولصوم شهر المحرَّم شاهد صحيح سيأتی بعده(حاشية سنن ابی داوٗد)

www.idaraghufran.org

روزے رکھنا چاہتے ہو، تو ماہِ محرم کے روزے رکھو، کیونکہ یہ اللہ کا وہ مہینہ ہے، جس کے ایک دن اللہ نے ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) کی توبہ قبول کی، اور اسی دن دوسرے لوگوں کی بھی توبہ قبول فرمائے گا (ترمذی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے، اور بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن فضیلت کی حد تک اس حدیث کو قبول کرنے میں حرج نہیں، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر روایات سے ہوتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ محرم کے مہینے میں حسبِ حیثیت نفل روزے رکھنا افضل ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب(حواله بالا)
حسنه الترمذی مع ان فيه عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی وهو ضعيف كمافی "التهذيب" و"التقريب"فلعل تحسين الترمذی نظرًا الٰی شواهدهٖ، ونقل المنذری تحسينهٗ واقره كماقيل والله اعلم (معارف السنن ،ج ۵ ص ۴۲۲،كتاب الصوم،باب ماجاء فی صوم المحرم)
وقال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن إسحاق أبی شيبة الواسطی وجهالة النعمان بن سعد.وأخرجه البزار (۶۹۹)عن أبی كامل، عن عبد الواحد بن زياد، بهذا الإسناد.
وأخرجه الدارمی(۱۷۵۶)والترمذی(۷۴۱) وابن عدی۴/۱۶۱۴من طرق عن عبد الرحمن بن إسحاق، به .وقال الترمذی :حسن غريب، وسيأتی برقم (۱۳۳۵)
وفی الباب عن أبی هريرة مرفوعاً عند مسلم (۱۱۶۳)بلفظ " :أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم ."(حاشية مسند احمد)

[2] (ان كنت صائما)شهرابعدشهر(رمضان)الذی هو الفرض (فصم)ندباً(المحرم فانه شهرالله)قال الزين العراقی :هذاكالتعليل لاستحباب صومه بكونه شهرالله لاماعلله به القرطبی وابن دحية لكونه فاتحة السنة وتفضيل الاشخاص والازمنة والامكنة حيث ورد لايعلل الاان ورد تعليله فی كتاب أوسنة (فيه يوم تاب الله فيه علی قوم)قال العراقی:يحتمل أنه تتمة للعلة للأمر بصيامه أی فانه كذاوكذاويحتمل الاستئناف وأنه لاتعلق له بالأمر بالصوم وقوله (ويتوب فيه علیٰ آخرين)هذامن الاخبار بالغيب المستقبل قال:والظاهرأن هذاليوم المبهم يعم عاشوراء ففی حديث أبی هريرة أنه يوم تاب الله فيه علیٰ آدم لكن فيه ضراربن عمرو ضعفه ابن معين وغيره وقد ورد أيضاً أنه تاب فيه علیٰ قوم يونس روی أبوالشيخ (ابن حبان)فی فضائل الأعمال أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال:أن نوحاًهبط من السفينة يوم عاشوراء فصامه نوح وأمر من معه بصيامه شكرا لله تعالیٰ وفيه تاب الله علی آدم وعلیٰ أنه يونس وفيه فلق البحرلبنی أسرائيل وفيه ولد أبراهيم وعيسی قال : وفيه عثمان بن مطرمنكرالحديث وقال وهب:أوحی الله إلی موسی عليه السلام أن مرقومک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محرم کے مہینے میں روزوں کی فضیلت سے متعلق بعض دوسری روایات بھی ہیں، جن کو اہلِ علم حضرات نے سند کے لحاظ سے غیر معمولی ضعیف قرار دیا ہے۔

مگر محرم کے روزوں کی فضیلت کا معاملہ ان روایات پر موقوف نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أن يتوبوا إلى في عشر المحرم فأذا كان في اليوم العاشر فليخرجوا إليّ أغفرلهم .قال ابن رجب :هذاالحديث حث على التوبة فيه وأنه أرجى لقبول التوبة انتهى(فيض القدير للمناوى، ج۳ص ۳۴، تحت رقم الحديث ۲۶۷۵، حرف الهمزة)

(ان كنت صائماً) شهراً (بعد شهر رمضان) الذى هو الفرض (فصم) ندباً شهر (المحرّم فإنه شهر الله) هذا تعليل لندب صومه لا ما علله به القرطبى من كونه فاتحة السنة (فيه يوم تاب الله فيه على قوم ويتوب فيه على آخرين) وهو يوم عاشوراء فإنه يوم تاب الله فيه على آدم وعلى قوم يونس ويتوب فيه على قوم غيرهم (ت عن على) قال قال رجل يا رسول الله أى شهر تأمرنى أن أصوم بعد رمضان فذكره (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج ۱ ص ۷۵۸، حرف الهمزة)

[1] عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم :من صام يوم عرفة كان له كفارة سنتين ,ومن صام يوما من المحرم فله بكل يوم ثلاثون يوما لم يروه عن حمزة الزيات إلا سلام الطويل تفرد به الهيثم بن حبيب(المعجم الصغير للطبرانى ، رقم الحديث ۹۶۳)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صام يومان من المحرم فله بكل يوم ثلاثين حسنة(المعجم الكبير للطبرانى،ج ۱۱ ص ۷۲، رقم الحديث ۱۱۰۸۲)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الصغير وفيه الهيثم بن حبيب عن سلام الطويل وسلام ضعيف وأما الهيثم بن حبيب فلم أر من تكلم فيه غير الذهبى إتهمه بخبر رواه وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ، تحت رقم الحديث ۵۱۴۴،باب صيا م يوم عرفة)

وقال ايضاً:

رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الهيثم بن حبيب أيضا(ايضاً)

وقال ابن حجر:قال الطبرانى لم يروه عن حمزة الإسلام تفرد به الهيثم بن حبيب . وهكذا قال فى المعجم . وذكر المنذرى فى كتاب الترغيب هذا الحديث وعزاه للطبرانى وقال لأبأس بإسناده الهيثم بن حبيب وثقه ابن حبان انتهى كلامه .

وهو يوهم أنه ليس فى الإسناد من ينظر فى حاله إلا الهيثم وليس كذلك فإن ليث بن أبى سليم متكلم فى حفظه وكذا حمزة . وأما سلام فقال على بن المدينى وأبو زرعة ضعيف . وقال أحمد بن حنبل ويحيى بن معين أحاديثه منكرة وقال البخارى وأبو حاتم تركوه . وقال الجوزجانى والنسائى ليس بالثقة . وقال ابن فراش كذاب . وقال ابن حبان والحاكم روى أحاديث موضوعة . وقال ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کیونکہ محرم کا مہینہ عظمت واحترام والے مہینوں میں سے ہے جن میں عبادت کی خاص فضیلت ہے، اور روزہ بھی اہم عبادت ہے، لہٰذا دوسری عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت کو بھی ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے خاص اہمیت وفضیلت عطا کی گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہائے کرام اَشْھُرِ حُرُمْ (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عدی لا یتابع علی حدیثه .وأما الهیثم فلم أر للمتقدمین فیه کلاما وهو فی ثقات ابن حبان کما قال لکن شیخ شیوخنا الذهبی ذکره فی المیزان وذکر له حدیثا عن ابن عیینة وقال إنه باطل والآفة فیه من الهیثم . فظهر بمجموع ما ذکرت أن بإسناده کل البأس ویغنی عنه ما أملیته فی العام الماضی من حدیث أبی هریرة فی فضل صیام شهر الله المحرم فإنه أفضل الشهور بعد رمضان (الأمالی المطلقة، لأحمد بن حجر العسقلانی، ص ۲۲، رقم الاملاء: ۷۶)

وقال الالبانی: "من صام یوم عرفة کان له کفارة سنتین، ومن صام یوما من المحرم فله بکل یوم ثلاثون یوما ."موضوع.أخرجه الطبرانی فی "المعجم الصغیر(ص ۲۰۰)"من طریق الهیثم بن حبیب حدثنا سلام الطویل عن حمزة الزیات عن لیث بن أبی سلیم عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا وقال :تفرد به الهیثم بن حبیب قلت :اتهمه الذهبی بخبر باطل، وذکره ابن حبان فی "الثقات !" وسلام الطویل متهم، وابن أبی سلیم ضعیف .والحدیث أعله الهیثمی(۳/۱۹۰)بالهیثم هذا وهو قصور لا یخفی، وأعجب منه قول المنذری فی "الترغیب(۱/۷۸) "رواه الطبرانی فی "الصغیر " وهو غریب وإسناده لا بأس به !"، وهذا ذهول عجیب، وإلا فکیف یسلم من البأس إذا کان فیه ذاک المتهم الطویل !قال فیه ابن خراش :کذاب، وقال ابن حبان :یروی عن الثقات الموضوعات، کأنه کان المتعمد لها، وقال الحاکم :روی أحادیث موضوعة.والحدیث رواه الطبرانی أیضا فی " الکبیر(۱/۱۰۹) "من هذا الوجه بالشطر الأول فقط، وهذا القدر منه صحیح لأن له شواهد کثیرة منها حدیث أبی قتادة مرفوعا :صیام یوم عرفة إنی أحتسب علی الله أن یکفر السنة التی بعده والسنة التی قبله.أخرجه مسلم(۳/۱۶۷ ـ ۱۶۸)وغیره، وهو قطعة من حدیث مخرج فی "الإرواء (۹۵۲) "ثم إن الطبرانی روی الشطر الثانی من الحدیث بلفظ آخر وهو :من صام یوما من المحرم فله بکل یوم ثلاثون حسنة ."موضوع.أخرجه الطبرانی فی "الکبیر(۳/۱۰۹/۱) "حدثنا محمد بن زریق بن جامع حدثنا الهیثم بن حبیب أخبرنا سلام الطویل عن حمزة الزیات عن لیث عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعا.قلت :وهذا إسناد موضوع، وله علل ثلاث تقدم بیانها فی الحدیث الذی قبله.

ومع أن إسنادهما واحد فالمتن مختلف، ففی هذا قال " :ثلاثون حسنة "وفی ذاک قال " :ثلاثون یوما "وهذه علة أخری تضم إلی ما قبلها!

وقد ذهل عن علة هذا الحدیث أیضا المقتضیة لوضعه الهیثمی کما ذهل عنها فی الحدیث الذی قبله علی ما سبق بیانه وقد تبعه فی هذا المناوی فی "شرح الجامع الصغیر "فقال :قال الهیثمی : فیه الهیثم بن حبیب ضعفه الذهبی!(سلسلة الاحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۴۱۲، ۴۱۳)

کے مہینوں) میں اور بطورِ خاص محرم کے مہینہ میں نفلی روزوں کے حسبِ حیثیت اور وسعت مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محرم الحرام کا مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات وانوار اس مہینہ میں نازل ہونے کی وجہ سے اس مہینہ کو خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ہے۔

لہٰذا اس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہئے، اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے اور حسبِ حیثیت نفلی روزوں اور توبہ واستغفار کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے، تاکہ اس مبارک مہینے کے تقاضے پورے ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی سال کی ابتداء، سال کے باقی آنے والے مہینوں کے لئے نیک فال ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] وانمافعل الله تعالیٰ ذالک لمافیه من المصلحة فی ترک الظلم فیها لعظم منزلتها فی حکم الله والمبادرة الی الطاعات من الاعتمار والصلاة والصوم وغیرها(احکام القرآن للجصاص ج۴ص۳۰۸، سورة التوبة ، تحت رقم الآیة ۳۶)

ح -صوم الأشهر الحرم:

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والمالكية والشافعية -إلى استحباب صوم الأشهر الحرم.

وصرح المالكية والشافعية بأن أفضل الأشهر الحرم :المحرم، ثم رجب، ثم باقيها :ذو القعدة وذو الحجة .والأصل فی ذلک قول النبی صلی الله علیه وسلم :أفضل الصلاة بعد الصلاة المكتوبة الصلاة فی جوف الليل، وأفضل الصيام بعد شهر رمضان صيام شهر الله المحرم .

ومذهب الحنفية :أنه من المستحب أن يصوم الخميس والجمعة والسبت من كل شهر من الأشهر الحرم.وذهب الحنابلة إلى أنه يسن صوم شهر المحرم فقط من الأشهر الحرم.

وذكر بعضهم استحباب صوم الأشهر الحرم، لكن الأكثر لم يذكروا استحبابه، بل نصوا على كراهة إفراد رجب بالصوم، لما روى ابن عباس -رضی الله تعالى عنهما :-أن النبی صلی الله علیه وسلم نهى عن صيام رجب .ولأن فيه إحياء لشعار الجاهلية بتعظيمه .وتزول الكراهة بفطره فيه ولو يوما، أو بصومه شهرا آخر من السنة وإن لم يل رجبا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۹۵ ، مادة "صوم"حرف الصاد)

(فصل نمبر 2)

دس محرم کی فضیلت

گزشتہ تفصیل سے محرم الحرام کے مہینے کی فضیلت وعظمت اوراس مہینے میں عبادت اور روزے کی اہمیت واضح ہوچکی ہے، پھراس مہینے میں جوفضیلت عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کو حاصل ہے، وہ اس مہینے کے دوسرے عام دنوں سے بھی زیادہ ہے،اوردس محرم کے روزے کی جوفضیلت ہے،وہ اس مہینے کے عام دنوں کے روزوں سے بھی زیادہ ہے،ایک تو خوددس محرم کا دن ہونے کی وجہ سے،دوسرے محرم کے مہینے کا دن ہونے کی وجہ سے۔

جمہور صحابہ،تابعین اورائمہ مجتہدین کے نزدیک عاشوراء سے دس محرم کا دن مراد ہے،اورلغت کے اعتبار سے بھی عاشوراء کا لفظ دس محرم پرہی صادق آتا ہے۔ [1]

---

[1] النوع الثانی: اختلفوا فیه فی أی یوم: فقال الخلیل: هو الیوم العاشر، والاشتقاق یدل علیه، وهو مذهب جمهور العلماء من الصحابة والتابعین .ومن بعدهم، فممن ذهب إلیه من الصحابة: عائشة، ومن التابعین: سعید بن المسیب والحسن البصری، ومن الأئمة: مالک والشافعی وأحمد وإسحاق وأصحابهم(عمدة القاری للعینی، ج ۱۱ ص ۱۱۷ کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء)

واختلف أهل الشرع فی تعیینه، فقال الأکثر: هو الیوم العاشر، قال القرطبی: عاشوراء معدول عن عاشرة للمبالغة والتعظیم، وهو فی الأصل صفة للیلة العاشرة؛ لأنه مأخوذ من العشر الذی هو اسم العقد والیوم مضاف إلیها، فإذا قیل: یوم عاشوراء فکأنه قیل: یوم اللیلة العاشرة، إلا أنهم لما عدلوا به عن الصفة غلبت علیه الاسمیة فاستغنوا عن الموصوف فحذفوا اللیلة، فصار هذا اللفظ علما علی الیوم العاشر، وذکر أبو منصور الجوالیقی أنه لم یسمع فاعولاء إلا هذا وضاروراء وساروراء ودالولاء، من الضار والسار والدال، وعلی هذا فیوم عاشوراء هو العاشر، وهذا قول الخلیل وغیره: وقال الزین بن المنیر: الأکثر علی أن عاشوراء هو الیوم العاشر من شهر الله المحرم، وهو مقتضی الاشتقاق والتسمیة، وقیل: هو الیوم التاسع(فتح الباری لابنِ حجر، ج ۴ ص ۲۴۵، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء)

وذهب جماهیر العلماء من السلف والخلف :إلی أن عاشوراء هو الیوم العاشر من المحرم ، وممن قال ذلک :سعید بن المسیب ، والحسن البصری ، ومالک وأحمد وإسحاق ، وخلائق ، وهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس دن حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی، یہود ونصاریٰ اور قریشِ مکہ اس دن کی فضیلت کے قائل تھے، اور اس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن میں روزہ رکھا کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے، زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کو تعظیم کی وجہ سے غلاف بھی اسی دن پہنایا جاتا تھا۔

بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے اس دن کا روزہ فرض تھا، جو کہ بعد میں منسوخ ہوگیا، مگر اس دن کے روزے کی فضیلت، حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض دوسری چیزیں اور ان کے متعلق مختلف فضائل بھی محرم اور خاص کر دس محرم کے دن کے بارے میں کچھ لوگوں میں مشہور ہیں، جن میں سے متعدد غیر مستند ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دس محرم کا دن، شریعت کی نظر میں انتہائی معظم ومحترم اور بابرکت ہے، جس میں عبادت اور بطورِ خاص روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، البتہ اس دن کے حوالہ سے بعض چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں کہ شرعی اعتبار سے ان کا مستند ثبوت نہیں، اس لئے ان پر عمل پیرا ہونے کے بجائے شریعت سے ثابت شدہ چیزوں پر ہی عمل پیرا ہونا چاہئے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظاهر الأحاديث ، ومقتضى اللفظ ،وأما تقدير أخذه من (الإظماء) فبعيد (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص ۱۲ ، كتاب الصيام،باب صوم يوم عاشوراء)

والدليل على صحة ما نقوله أن هذا الاسم مأخوذ من العشر فكان أظهر فى اليوم العاشر بل يلزمه ويختص به وأما اليوم التاسع فإنما سمى التاسوعاء (المنتقىٰ شرح المؤطا، ۲ص۵۸، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء)

وهذا هو مقتضى الاشتقاق والتسمية، وعليه الاكثر ، وقيل هو يوم التاسع، فعلى الاول ، فاليوم مضاف لليلة الماضية ، وعلى الثانى للآتية، كما فى "الفتح" والحاصل ان كون عاشوراء هواليوم العاشر هو مذهب الصحابة والتابعين ومن بعدهم ، كما ذكره النووى وغيره (معارف السنن ، ج ۵ ص ۴۳۲ ،ابواب الصوم، باب ماجاء فى الحث على صوم يوم عاشوراء)

(فصل نمبر 3)

دس محرم کے روزہ کے فضائل واحکام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ ،إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ ،يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ (بخاری،رقم الحدیث ۲۰۰۶،کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہوں، اوراس کو کسی دوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں، سوائے اس دس محرم کے دن کے، اوراس مہینہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی سمجھا کہ آپ جس قدر نفلی روزوں میں عاشوراء، یعنی دس محرم کے دن کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے، اتنا رمضان کے بعد کسی دوسرے نفلی روزے کا نہیں فرماتے تھے۔

اس حدیث سے دس محرم کے روزہ کی فضیلت بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ [1]

---

[1] قیل: لعل هذا على فهم ابن عباس وإلا فيوم عرفة أفضل الأيام، ودفع بأن الكلام فى فضل الصوم فى اليوم لا فى فضل اليوم مطلقا مع أن اليوم أيضا مختلف فيه(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۱۲،كتاب الصوم، باب صيام التطوع)

قوله: (ما رأيت . . .إلخ) هذا يقتضى أن يوم عاشوراء أفضل الأيام للصائم بعد رمضان، لكن ابن عباس أسند ذلك إلى علمه، فليس فيه ما يرد علم غيره، وقد روى مسلم من حديث أبى قتادة مرفوعا: إن صوم عاشوراء يكفر سنة، وإن صيام يوم عرفة يكفر سنتين .وظاهره أن صيام يوم عرفة أفضل من صيام يوم عاشوراء(فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۹،كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

قال الحافظ وهذا يقتضى ان يوم عاشورآء افضل الايام للصائم بعدرمضان لكن ابن عباس اسند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن کے روزہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ (صحيح مسلم ،رقم الحديث ۲۸۰۳،كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر الخ)

ترجمہ: میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ رکھنا گزشتہ اور آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (مسلم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک الی علمہ فلیس فیہ مایردعلم غیرہ وقدروی مسلم من حدیث ابی قتادہ مرفوعًاان صوم عاشورآء یکفر سنة وان صیام یوم عرفة یکفرسنتین وظاھرہ ان صیام یوم عرفة افضل من صیام یوم عاشورآء وقد قیل فی الحکمة فی ذلک ان یوم عاشورآء منسوب الی موسٰی علیه السلام ویوم عرفة منسوب الی النبی صلی الله علیه وسلم فلذلک کان افضل (فتح الملهم شرح صحیح مسلم للعثمانی، ج ۳ ص ۱۴۵ ، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء)

(المحرم) أی هو أفضل شهر یتطوع بصومه کاملا بعد رمضان ، فأما التطوع ببعض شهر فقد یکون أفضل من بعض أیامه کصوم عرفة وعشر الحجة ذکره الحافظ ابن رجب وذلک لأنه أول السنة المستأنفة وافتتاحها بالصوم الذی هو ضیاء أفضل الأعمال ، وقال الزمخشری :خصه من بین الأشهر الحرم لمکان عاشوراء فأفضل الأشهر لصوم التطوع المحرم ثم رجب ثم بقیة الأشهر الحرم ثم شعبان ، ولا یعارضه إکثار النبی صلی الله علیه وسلم صوم شهر شعبان دونه لأنه إنما علم فضل صوم المحرم آخرا ، ولعله لعارض ، وتفضیل صوم داود باعتبار الطریقة وهذا باعتبار الزمن ، فطریقة داود فی المحرم أفضل من طریقته فی غیره کذا وفق جمع وضعف ، والظاهر أن التطوع المطلق بالصوم أفضله المحرم کما أن أفضل النفل المطلق صلاة اللیل وما صیامه تبع کصوم ما قبل رمضان وما بعده فلیس من المطلق بل صومه تبع لرمضان ، ولذا قیل إن صوم ست شوال یلحق رمضان ویکتب معه بصیام الدهر فرضا ، فهذا النوع صومه أفضل التطوع مطلقا ، والمطلق أفضله المحرم اهـ(فیض القدیر للمناوی، ج۲ ص ۴۱، تحت رقم الحدیث ۱۲۷۴ ،حرف الهمزة)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وَظَاهِرُهُ أَنَّ صِيَامَ يَوْمِ عَرَفَةَ أَفْضَلُ مِنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ، وَقَدْ قِيْلَ فِي الْحِكْمَةِ فِيْ ذٰلِكَ أَنَّ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ مَنْسُوْبٌ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ،وَيَوْمُ عَرَفَةَ مَنْسُوْبٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ كَانَ أَفْضَلُ (فتح الباری لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۹، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا، عاشوراء کے دن کے روزہ سے افضل ہے، اوراس فرق کی حکمت کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ عاشوراء کا روزہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے، اور عرفہ کا دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے، پس اسی وجہ سے عرفہ کے دن کا روزہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے (فتح الباری)

بعض ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورہ کے دن کا روزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کئی انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی رکھا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا حفص بن غياث ، عن الهجرى ، عن أبى عياض ، عن أبى هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يوم عاشوراء يوم كانت تصومه الأنبياء ، فصوموه أنتم (مصنف ابنِ ابی شیبة ،رقم الحديث ۹۴۴۶، كتاب الصيام، باب ما قالوا فى صوم يوم عاشوراء)

قال المناوى:(صوموا يوم عاشوراء)فأن فضيلته عظيمة وحرمته قديمة (يوم كانت الأنبياء تصومه) فصوموه .قال ابن رجب :صامه نوح وموسى وغيرهماوقد كان اهل الكتاب يصومونه وكذااهل الجاهلية فأن قريشا كانت تصومه ومن اعجب ماورد انه كان يصومه الوحش والهوام فقد أخرج الخطيب فى التاريخ مرفوعاًان الصرد والطيرصام عاشوراء قال ابن رجب :سنده غريب وقد روى ذلك عن ابى هريرة اه وروى عن الخليفة القادربالله انه كان يبعث الخبز للنمل كل يوم فناكله ألايوم عاشوراء. (ش عن ابى هريرة)رمز لصحته(فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۲۱۵ ،تحت رقم الحديث ۵۰۶۷،حرف الصاد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وضاحت: بہت سے علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اس روزہ کے رکھنے سے صغیرہ گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ [1]

اور صغیرہ گناہوں کی معافی بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے، اور سچی توبہ کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔

(1)..... پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں، روزے، زکاۃ، حج، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ) ان کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض ودَین، تقسیمِ میراث، کسی بھی قسم

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال البوصيرى: رواه أبو بكر بن أبى شيبة بسند ضعيف لضعف إبراهيم الهجرى(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد مسانيد العشرة، ج۳ص ۸۲، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء)

إبراهيم ابن مسلم العبدى أبو إسحاق الهجرى بفتح الهاء والجيم يذكر بكنيته لين الحديث رفع موقوفات من الخامسة ق(تقريب التهذيب ،ص ۹۴، تحت رقم الترجمة ۲۵۲، حرف الألف)

وقال المزى:قال على ابن المدينى عن سفيان بن عُيَيْنَة :كان إبراهيم الهجرى يسوق الحديث سياقة جيدة على ما فيه.وَقَال إبراهيم بن بشار الرمادى عن سفيان :رأيت إبراهيم الهجرى وقد أقاموه فى الشمس يستخرج منه شىء ، وكان يلعب بالشطرنج.وَقَال عَبد الله بن محمد المسندى عن سفيان : إنه كان يضعف إبراهيم الهجرى .وَقَال عبد الرحمن بن بشر بن الحكم عن سفيان : أتيت إبراهيم الهجرى ، فدفع إلى عامة كتبه ، فرحمت الشيخ ، فأصلحت له كتابه.قلت :هذا عن عَبد الله ، وهذا عن النبى صلى الله عليه وسلم ، وهذا عن عُمَر.وَقَال محمد بن المثنى :ما سمعت يحيى يحدث عن سفيان عن الهجرى.وكان عبد الرحمن يحدث عن سفيان عنه.وَقَال عَباس الدُّورِىُّ عن يحيى بن مَعِين :ضعيف ليس بشىءٍ.وَقَال أبو حاتم لين الحديث ليس بقوى .وَقَال النَّسَائى :ضعيف.وَقَال أبو أحمد بن عدى :وأحاديثه عامتها مستقيمة المتن ،وإنما أنكروا عليه كثرة روايته عَن أبى الأَحوص ، عن عَبد الله ، وهو عندى ممن يكتب حديثه(تهذيب الكمال ج۲ص ۲۰۴الٰى ۲۰۶، ملخصاً، تحت ترجمة "ابراهيم بن مسلم العبدى "رقم الترجمة ۲۴۸)

[1] (صوم يوم عرفة يكفر سنتين ماضية) يعنى التى هو فيها (ومستقبلة) أى التى بعده يعنى يكفر ذنوب صائمه فى السنتين والمراد الصغائر (وصوم عاشوراء) بالمد (يكفر سنة ماضية) لأن يوم عرفة سنة المصطفى ويوم عاشوراء سنة موسى فجعل سنة نبينا تضاعف على سنة موسى (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى، ج۲ص ۹۵، حرف الصاد)

کا جانی، مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) ان کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے غیر رسمی معافی حاصل کرنا۔

(2)..... دوسری یہ کہ اس وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا، اور ان سے الگ ہوجانا۔

(3)..... تیسری یہ کہ آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا (کذا فی معارف القرآن، ج۲ تحت سورہ نسآء، آیت ۳۱) [1]

---

[1] أن حد التوبة الرجوع عن الذنب والعزم أن لا يعود إليه والإقلاع عنه والاستغفار بمجرده لا يفهم منه ذلک انتهى.

وقال غيره: شروط التوبة ثلاثة: الإقلاع والندم والعزم على أن لا يعود، والتعبير بالرجوع عن الذنب لا يفيد معنى الندم بل هو إلى معنى الإقلاع أقرب وقال بعضهم: يكفى فى التوبة تحقق الندم على وقوعه منه فإنه يستلزم الإقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشئان عن الندم لا أصلان معه ومن ثم جاء الحديث: الندم توبة وهو حديث حسن من حديث ابن مسعود أخرجه ابن ماجه وصححه الحاكم وأخرجه ابن حبان من حديث أنس وصححه، وقد تقدم البحث فى ذلک فى باب التوبة من أوائل كتاب الدعوات مستوفى (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۴۷۱، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله)

ثم اعلم أن التوبة، إما من الكفر، وإما من الذنب، فتوبة الكافر مقبولة قطعا، وتوبة العاصى مقبولة بالوعد الصادق، ومعنى القبول الخلاص من ضرر الذنوب حتى يرجع كمن لم يعمل ثم توبة العاصى إما من حق الله، وإما من حق غيره، فحق الله تعالى يكفى فى التوبة منه الترک على ما تقدم غير أن منه ما لم يكتف الشرع فيه بالترک فقط، بل أضاف إليه القضاء أو الكفارة وحق غير الله يحتاج إلى إيصالها لمستحقها، وإلا لم يحصل الخلاص من ضرر ذلک الذنب لكن من لم يقدر على الإيصال بعد بذله الوسع فى ذلک فعفو الله مأمول، فإنه يضمن التبعات ويبدل السيئات حسنات، والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۱۰۳، كتاب الدعوات، باب التوبة)

قال العلماء :التوبة واجبة من كل ذنب، فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا تتعلق بحق آدمى، فلها ثلاثة شروط :أحدها :أن يقلع عن المعصية .والثانى :أن يندم على فعلها . والثالث :أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح توبته .وإن كانت المعصية تتعلق بآدمى فشروطها أربعة :هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها :فإن كانت مالاً أو نحوه رده إليه، وإن كانت حد قذف ونحوه مكنه منه أو طلب عفوه وإن كانت غيبة استحله منها ويجب أن يتوب من جميع الذنوب فإن تاب من بعضها صحت توبته عند أهل الحق من ذلک الذنب وبقى عليه الباقى وقد تظاهرت دلائل الكتاب، والسن، وإجماع الأمة على وجوب التوبة (شرح رياض الصالحين للعثيمين ، ج ۱ ص ۸۵، آداب عامة ، باب التوبة)

دس محرم اور اس کے روزہ کی شرعی وتاریخی حیثیت واہمیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ ،وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ ،فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ شَآءَ اَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ ،وَمَنْ شَآءَ اَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ (صحيح البخاری ،رقم الحديث ۱۵۹۲ ، كتاب الحج،باب قول الله تعالى جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس الخ)

ترجمہ: رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ دس محرم کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور دس محرم کے دن کعبہ کو غلاف بھی پہنایا جاتا تھا، پھر جب اللہ نے رمضان کے روزے فرض فرمادیئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے، وہ رکھ لے، اور جو چھوڑنا چاہے، وہ چھوڑ دے (بخاری)

کعبہ کو غلاف اس کی تعظیم وتکریم کے لئے پہنایا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] قد مر وجه المطابقة بين الحديث والترجمة ووجه آخر وهو أن المشركين كانوا يعظمون الكعبة قديما بالستور والكسوة ويقومون إليها كما يقوم المسلمون وبين الله تعالى فى الآية المذكور أنه جعل الكعبة بيتا حراما ومن حرمتها تعظيمها فعظمها المسلمون ومن جملة تعظيمهم إياها أنهم كانوا يكسونها فى كل سنة يوم عاشوراء الذى هو من الأيام المعظمة(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۹ ص ۲۳۳ ،وص ۲۳۴، كتاب الحج،باب قول الله تعالى جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس)

وكان يوما تستر فيه الكعبة فإنه يفيد أن الجاهلية كانوا يعظمون الكعبة قديما بالستور ويقومون بها، وعرف بهذا جواب الإسماعيلى فى قوله: ليس فى الحديث مما ترجم به شيء سوى بيان اسم الكعبة المذكورة فى الآية، ويستفاد من الحديث أيضا معرفة الوقت الذى كانت الكعبة تكسى فيه من كل سنة، وهو يوم عاشوراء، وكذا ذكر الواقدى بإسناده عن أبى جعفر الباقر أن الأمر استمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ ،فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ ،وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ ،تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ ،فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَكَهُ (صحيح البخاری ،رقم الحديث ۲۰۰۲، كتاب الصوم،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: قریشِ مکہ زمانۂ جاہلیت میں دس محرم کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں خود اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے، تو دس محرم کے دن روزہ رکھنا چھوڑ دیا، اس کے بعد جس کی خواہش ہوتی، اس دن روزہ رکھتا، اور جو چاہتا اس دن روزہ نہ رکھتا (بخاری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُوْلُ: هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ، وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ ، وَأَنَا صَائِمٌ ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصُوْمَ فَلْيَصُمْ (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۳۶۲۶،كتاب الصوم، باب صوم التطوع) [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

علی ذلک فی زمانهم، وقد تغير ذلک بعد، فصارت تكسى فی يوم النحر، وصاروا يعمدون إليه فی ذی القعدة فيعلقون كسوته إلى نحو نصفه، ثم صاروا يقطعونها فيصير البيت كهيئة المحرم، فإذا حل الناس يوم النحر كسوه الكسوة الجديدة (فتح الباری لابنِ حجر، ج۳ ص۴۵۵، كتاب الحج، باب قول الله عز و جل وإذ قال إبراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبنی إلى قوله لعلهم يشكرون)

[1] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ یہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا دن ہے، اور تمہارے اوپر اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا گیا، لیکن میں روزہ سے ہوں، تو جو شخص روزہ رکھنے کو پسند کرے، تو اسے چاہئے کہ روزہ رکھ لے (ابنِ حبان)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور مکہ کے کفارِ قریش بھی، اور بعض فقہائے کرام کی تحقیق یہ ہے کہ دس محرم کا روزہ رکھنا ابتدائے اسلام میں رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا، بعد میں اس کے فرض ہونے کی حیثیت منسوخ اور ختم ہوگئی، جس کی تائید مندرجہ بالا احادیث سے ہوتی ہے اور بعض دوسری احادیث سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔

مگر اس روزے کے اہم فضائل اور اس کا سنت ومستحب ہونا اب بھی باقی ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ ،فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ تَصُوْمُوْنَهُ ؟فَقَالُوْا :هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ ،أَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسٰى شُكْرًا ،فَنَحْنُ

---

[1] عن عائشة، قالت :كان يوم عاشوراء يوما تصومه قريش فى الجاهلية، وكان رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يصومه فى الجاهلية، فلما قدم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -المدينة صامه وأمر بصيامه، فلما فرض رمضان كان هو الفريضة، وترك عاشوراء ، فمن شاء صامه، ومن شاء تركه(سنن أبى داؤد، رقم الحديث ٢٤٤٢،سنن الترمذى، رقم الحديث ٧٥٣)

قال شعيب الارنؤوط:

اسناده صحيح(حاشية ابى داؤد)

وقد كان صوم يوم عاشوراء فرضا فى الإسلام، ثم نسخت فرضيته بصوم رمضان، فخير النبى صلى الله عليه وسلم المسلمين فى صومه، وهو اختيار كثيرين واختيار الشيخ تقى الدين من الحنابلة، وهو الذى قاله الأصوليون(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ص ٨٩، مادة "صوم"حرف الصاد)

نَصُوْمُهُ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ ،فَصَامَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ (صحيح مسلم ،رقم الحديث ۱۱۳۰ "۱۲۸" كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء،ورقم الحديث ۲۰۰۴، بخاری رقم الحديث ۳۹۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب مکّہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ تشریف لائے ،تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم (اور نیک) دن ہے، اسی دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو نجات دی (اور فرعون پر غلبہ عطا فرمایا) اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر (اور بطور تعظیم) اس دن روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں ،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے مقابلے میں ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں، اور (بطور شکر روزہ رکھنے کے) زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے دن خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی (مسلم، بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ ،وَتَتَّخِذُهُ عِيْدًا ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :صُوْمُوْهُ أَنْتُمْ (صحيح مسلم ، رقم الحديث ۱۱۳۱ "۱۲۹" كتاب الصوم،باب صوم يوم عاشوراء، بخاری رقم الحديث ۲۰۰۵)

ترجمہ: یہودی دس محرم کے دن کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے، اور اس دن عید منایا کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس دن روزہ رکھو (مسلم، بخاری)

فائدہ: بعض حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لاکر یہودیوں کی اطلاع دینے کی وجہ سے دس محرم کا روزہ رکھنا شروع نہیں کیا، بلکہ آپ دس محرم کا روزہ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں بھی رکھا کرتے تھے، البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہودیوں نے خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی، یا دوسرے قرائن وغیرہ کے ذریعے سے اس خبر کو سچا قرار دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بھی دس محرم کا روزہ رکھا۔ [1]

تنہا دس محرم کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حِيْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّهٗ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَاِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰى تُوَفِّيَ

---

[1] ظاهر هذه الأحاديث تدل على أن النبى صلى الله عليه وسلم إنما صام عاشوراء وأمر بصيامه اقتداء بموسى عليه السلام على ما أخبر به اليهود وليس كذلك لما روته عائشة رضى الله عنها(تفسير القرطبى، ج ا ص ۳۹۰،سورة البقرة ، رقم الآية ۵۰)

قال المازرى خبر اليهود غير مقبول فيحتمل أن النبى صلى الله عليه وسلم أوحى إليه بصدقهم فيما قالوه أو تواتر عنده النقل بذلك حتى حصل له العلم به قال القاضى عياض ردا على المازرى قد روى مسلم أن قريشا كانت تصومه فلما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة صامه فلم يحدث له بقول اليهود حكم يحتاج إلى الكلام عليه وإنما هى صفة حال وجواب سؤال فقوله صامه ليس فيه أنه ابتدأ صومه حينئذ بقولهم ولو كان هذا لحملناه على أنه أخبر به من أسلم من علمائهم كابن سلام وغيره قال القاضى وقد قال قال بعضهم يحتمل أنه صلى الله عليه وسلم كان يصومه بمكة ثم ترك صيامه حتى علم ما عند أهل الكتاب فيه فصامه قال القاضى وما ذكرناه أولى بلفظ الحديث قلت المختار قوله المازرى ومختصر ذلك أنه صلى الله عليه وسلم كان يصومه كما تصومه قريش فى مكة ثم قدم المدينة فوجد اليهود يصومونه فصامه أيضا بوحى أو تواتر أو اجتهاد لا بمجرد أخبار آحادهم والله أعلم (شرح النووى علٰى مسلم ج۸ص ۱۰، ۱۱، كتاب الصيام،باب صوم يوم عاشوراء)

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۱۳۴ "۱۳۳"

کتاب الصیام، باب أی یوم یصام فی عاشوراء)

ترجمہ: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ رکھا، اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصاریٰ کی موافقت کرنے لگتے ہیں، جبکہ ہمارے اور ان کے دین میں بڑا فرق ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اگلا سال ہوگا، تو ان شاء اللہ ہم نویں تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال نہیں آیا، یہاں تک کہ (ربیعُ الاول میں) آپ کا وصال ہوگیا (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا ارادہ فرمالیا تھا، لیکن اس کے بعد اگلے سال محرم کے آنے سے پہلے ہی ربیع الاول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، اور آپ کا یہ ارادہ فرمانا بھی عمل کے درجہ میں تھا۔ [1]

متقدمین ومتاخرین جمہور علماء کے نزدیک عاشوراء کا دن دس محرم کا دن کہلاتا ہے۔

اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کی غرض سے تنہا دس محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ ترک فرما کر، آئندہ سال دس (10) محرم کے ساتھ نو (9) محرم کا روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔

اگر دسویں محرم کے ساتھ نویں کے بجائے گیارہویں تاریخ کا روزہ ملا لیا جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں، اس کی تائید اور وضاحت خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایات

---

[1] قال الطیبی: لم یعش رسول الله – صلی الله علیه وسلم – إلی القابل بل توفی فی الثانی عشر من ربیع الأول فصار الیوم التاسع من المحرم صوم سنة، وإن لم یصمه لأنه عزم علی صومه (مرقاة المفاتیح، ج۴ص ۱۴۱۲، کتاب الصوم، باب صیام التطوع)

سے ہوتی ہے، کما سیجیئ۔ [1]

---

[1] وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف إلى أن عاشوراء هو اليوم العاشر من المحرم وممن قال ذلک سعيد بن المسيب والحسن البصرى ومالک وأحمد وإسحاق وخلائق وهذا ظاهر الأحاديث ومقتضى اللفظ وأما تقدير أخذه من الاظماء فبعيد ثم ان حديث بن عباس الثانى يرد عليه لأنه قال أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يصوم عاشوراء فذكروا أن اليهود والنصارى تصومه فقال إنه فى العام المقبل يصوم التاسع وهذا تصريح بأن الذى كان يصومه ليس هو التاسع فتعين كونه العاشر قال الشافعى وأصحابه وأحمد وإسحاق وآخرون يستحب صوم التاسع والعاشر جميعا لأن النبى صلى الله عليه وسلم صام العاشر ونوى صيام التاسع وقد سبق فى صحيح مسلم فى كتاب الصلاة من رواية أبى هريرة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم قال بعض العلماء ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر وفى الحديث إشارة إلى هذا وقيل للاحتياط فى تحصيل عاشوراء والأول أولى والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص ۱۲، ۱۳، كتاب الصيام، باب أى يوم يصام فى عاشوراء)

ثم ما هم به من صوم التاسع يحتمل معناه أنه لا يقتصر عليه بل يضيفه إلى اليوم العاشر، إما احتياطا له وإما مخالفة لليهود والنصارى وهو الأرجح، وبه يشعر بعض روايات مسلم، ولأحمد من وجه آخر عن ابن عباس مرفوعا: صوموا يوم عاشوراء وخالفوا اليهود، صوموا يوما قبله أو يوما بعده وهذا كان فى آخر الأمر، وقد كان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء، ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان، فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح، فهذا من ذلک، فوافقهم أولا وقال: نحن أحق بموسى منكم، ثم أحب مخالفتهم فأمر بأن يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم، ويؤيده رواية الترمذى من طريق أخرى بلفظ: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيام عاشوراء يوم العاشر.

وقال بعض أهل العلم: قوله صلى الله عليه وسلم فى صحيح مسلم: لئن عشت إلى قابل لأصومن التاسع يحتمل أمرين: أحدهما: أنه أراد نقل العاشر إلى التاسع، والثانى: أراد أن يضيفه إليه فى الصوم، فلما توفى صلى الله عليه وسلم قبل بيان ذلک كان الاحتياط صوم اليومين، وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب: أدناها أن يصام وحده، وفوقه أن يصام التاسع معه، وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر، والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۵، ۲۴۶، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء)

(لئن بقيت) فى رواية لئن عشت (إلى قابل) أى عشت إلى المحرم الآتى (لأصومن) اليوم (التاسع) مع عاشوراء مخالفة لليهود فلم يأت المحرم القابل حتى مات فيسن صومه وإن لم يصمه لأن ما عزم عليه فهو سنة قال التوربشتى: أراد أن يضم إليه يوما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عطاء سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عاشوراء کے دن کے بارے میں یہ ارشاد سنا کہ:

خَالِفُوْا الْيَهُوْدَ وَصُوْمُوْا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۷۸۳۹، كتاب الصيام، باب صيام يوم عاشوراء، شعب الايمان رقم الحديث ۳۵۰۹، سنن البيهقى رقم الحديث ۸۴۰۴ ، شرح معانى الآثار رقم الحديث ۳۳۰۲،سنن الترمذى تحت رقم الحديث ۷۵۵، كتاب الصوم، باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو)

ترجمہ: تم یہود کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو (عبدالرزاق)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہود کی مخالفت کی وجہ سے آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، اس سے مراد، دسویں کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنا تھا۔

اس کی تائید بعض مرفوع احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

آخر ليكون هديه مخالفا لهدى أهل الكتاب لأنه وقع موقع الجواب لقولهم لأنه يوم يعظمه اليهود(م هـ عن ابن عباس) ورواه عنه البيهقى بلفظ لآمرن بصيام يوم قبله ويوم بعده(فيض القدير للمناوى، ج۵ص ۲۶۰ ، تحت رقم الحديث ۷۲۲۰، حرف اللام)

فثبت بهذا الحديث ما ذكرناه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما أراد بصوم يوم التاسع أن يدخل صومه يوم عاشوراء فى غيره من الصيام , حتى لا يكون مقصودا إلى صومه بعينه .كما جاء عنه فى صوم يوم الجمعة (شرح معانى الآثار للطحاوى ،ج۲ص ۷۸، تحت رقم الحديث ۳۳۰۲، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء)

وما نسب الى ابن عباس من القول بالتاسع فمنشاؤه رواية عند مسلم والترمذى، و هذا ليس بصحيح .فانه مؤول بصومه مع العاشر، لا انه عاشوراء جمعا بين كل ماروى عن حبر الامة وبحرها موقوفا ومرفوعا واشتقاق العاشوراء من العشر وعليه ائمة اللغة(معارف السنن ،ج ۵ ص ۴۳۸، ابواب الصوم، باب ماجاء فى عاشوراء اى يوم هو؟)

ایک حدیث میں ''ثُمَّ اَصْبِحْ مِنْ يَوْمِ التَّاسِعِ صَائِمًا'' کے الفاظ ہیں اس جملے میں کلمہ ''مِنْ'' ابتداء کے لئے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نویں تاریخ سے روزے کی ابتداء کی جائے (حاشیہ درس ترمذی، ج۲ص۵۹۰، باب ماجاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء)

[1] فدل ذلك على أن ابن عباس قد صرف قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: لئن عشت إلى قابل لأصومن يوم التاسع إلى ما صرفناه إليه، وقد جاء عن رسول الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صُوْمُوْا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَخَالِفُوْا فِيْهِ الْيَهُوْدَ، صُوْمُوْا قَبْلَهُ يَوْمًا، أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۵۴، شرح معانی الآثار رقم الحديث ۳۳۰۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک دن پہلے، یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو (مسند احمد)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَئِنْ بَقِيْتُ لَأَمُرَنَّ بِصِيَامِ يَوْمٍ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ يَعْنِيْ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ (شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۵۱۰، الثالث والعشرون من شعب الإيمان: وهو باب في الصيام، تخصيص عاشوراء بالذكر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال بقیدِ حیات رہا، تو عاشوراء کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے، یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنے کا حکم دوں گا (بیہقی)

اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن اس کی تائید خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے صحیح سند کے ساتھ مروی ارشاد مبارک سے ہوتی ہے، اس لئے اس کی سند میں

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

صلى الله عليه وسلم في ذلك أيضا .....حدثنا فهد , قال: ثنا أحمد بن يونس , قال: ثنا أبو شهاب , عن ابن أبي ليلى , فذكر بإسناده مثله فثبت بهذا الحديث ما ذكرناه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إنما أراد بصوم يوم التاسع أن يدخل صومه يوم عاشوراء في غيره من الصيام , حتى لا يكون مقصودا إلى صومه بعينه .كما جاء عنه في صوم يوم الجمعة(شرح معاني الآثار ،تحت رقم الحديث ۳۳۰۲، ج۲ ص۷۸ ، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء)

وروى عن ابن عباس أنه قال: صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود، وبهذا الحديث يقول الشافعي، وأحمد، وإسحاق(سنن الترمذي ،تحت رقم الحديث رقم ۷۵۵، ابواب الصوم، باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو)

www.idaraghufran.org

ضعف ہونا نقصان دہ نہیں ہوگا۔ [1]

بعض اہلِ علم حضرات نے اس موقع پر فرمایا کہ:

”عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن روزہ رکھنے کے سلسلہ میں مختلف قسم کی وارد ہونے والی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل شروع میں مکہ مکرمہ میں دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، مگر دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے، تو آپ نے اہلِ کتاب کو اس دن کی تعظیم اور روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے بھی روزہ رکھا، اور دوسروں کو بھی اس روزہ کی تاکید فرمائی، پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے، تو اس روزہ کی تاکید ختم کردی گئی، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں یہودیوں کی مخالفت کی غرض سے دس محرم کے ساتھ ایک روزہ

---

[1] قال سفيان: " سمع ابن أبي ليلى هذا الحديث من داود في زمن بني أمية "(شعب الايمان، تحت رقم الحديث ٣٥١٠)

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف، ابن أبي ليلى -واسمه محمد بن عبد الرحمن -سيىء الحفظ، وداود بن علي -وهو ابن عبد الله بن عباس الهاشمي -روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقال :يخطىء، وقال الإمام الذهبي :وليس حديثه بحجة.

وأخرجه ابن خزيمة(٢٠٩٥)وابن عدى٣/٩٥٦، والبيهقي ٤/٢٨٧من طريق هشيم، بهذا الإسناد.

وأخرجه البزار(١٠٥٢ كشف الأستار) ، والطحاوى ٢/٧٨من طرق عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى، به.وأخرجه الحميدى (٤٨٥)ومن طريقه البيهقي ٤/٢٨٧عن سفيان بن عيينة، عن محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى، بلفظ " :لئن بقيت لآمرن بصيام يوم قبله أو يوم بعد يوم عاشوراء "، وبهذا اللفظ أخرجه ابن عدى في "الكامل٣/٩٥٦"من طريق عباس بن يزيد البحراني، عن سفيان بن عيينة، عن ابن حي، عن داود بن علي، به.وأخرجه ابن عدى٣/٩٥٦من طريق الحارث بن النعمان بن سالم، عن سفيان -وهو الثورى -عن داود بن علي، به مختصراً "صوموا عاشوراء ."وأخرجه عبد الرزاق (٧٨٣٩)والطحاوى٢/٧٨، والبيهقي ٤/٢٨٧من طريق ابن جريج، عن عطاء، عن ابن عباس، قال :صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود .وهذاإسناده صحيح موقوف .وانظر ما سيأتي برقم (٣٢١٣)(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اور ملانے کا ارادہ ظاہر فرمایا''۔انتھٰی ۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان باتوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، اہلِ کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) کی موافقت کو پسند فرماتے تھے، جس میں بہت سی حکمتیں تھیں، لیکن بعد میں یہ بات منسوخ اور ختم ہوگئی اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام کیا جانے لگا تھا، جو بہت سی وجہ سے ضروری تھا۔ [2]

---

[1] (صوموا یوم عاشوراء وخالفوا فیه الیهود صوموا قبله یوما وبعده یوما) اتفقوا علی ندب صومه .قال النووی: کان النبی صلی الله علیه وسلم یصومه بمکة فلما هاجروا وجد الیهود یصومونه فصامه بوحی أو اجتهاد لا بإخبارهم وقال ابن رجب: ویتحصل من الأخبار أنه کان للنبی صلی الله علیه وسلم أربع حالات کان یصومه بمکة ولا یأمر بصومه فلما قدم المدینة وجد أهل الکتاب یصومونه ویعظمونه وکان یحب موافقتهم فیما لم یؤمر فیه فصامه وأمر به وأکد فلما فرض رمضان ترک التأکید ثم عزم فی آخر عمره أن یضم إلیه یوما آخر مخالفة لأهل الکتاب ولم یکن فرضا قط علی الأرجح (فیض القدیر،شرح الجامع الصغیر للأمام المناوی ، ج۴ص۲۱۵،حرف الصاد،تحت رقم الحدیث ۵۰۶۸)

قال المناوی بعد نقل هذا الحدیث :فیه محمد بن أبی لیلی وفیه کلام کثیر اه وفیه أیضا داود بن علی الهاشمی قال فی المیزان: لیس بحجة ثم ساق له هذا الخبر(فیض القدیرشرح الجامع الصغیر للأمام المناوی ،ج۴ص۲۱۵،حرف الصاد،الحدیث رقم۵۰۶۸)

[2] قال الحافظ رحمه الله وهذا کان فی آخرالامروقدکان صلی الله علیه وسلم یحب موافقة اهل الکتاب فیمالم یؤمر فیه بشیئ ولاسیما اذا کان فیما یخالف فیه اهل الاوثان فلما فتحت مکة واشتهر امرالاسلام أحب مخالفة اهل الکتاب ایضاً کما ثبت فی الصحیح فهذا من ذلک فوافقهم اولاً وقال نحن احق بموسٰی منکم ثم أحب مخالفتهم فأمر بان یضاف الیه یوم قبله ویوم بعده خلافاً لهم (فتح الملهم للعثمانی، ج ۳ ص ۱۴۶،کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء)

قال النووی: واختلفوا فی تأویل موافقة أهل الکتاب فیما لم ینزل علیه فیه شیء، فقیل فعله ائتلافا لهم فی أول الإسلام، وموافقة لهم علی مخالفة عبدة الأصنام، فلما أغناه الله تعالی عن ذلک، وأظهر الإسلام علی الدین کله خالفهم فی أمور منها (مرقاة المفاتیح، ج۷ص۲۸۱۷،کتاب اللباس، باب الترجل)

إن ذلک کان فی أول الأمر عند قدومه علی المدینة فی الوقت الذی کان یستقبل قبلتهم ، وإن ذلک کله کانت حکمته التأنیس لأهل الکتاب حتی یصغوا إلی ما جاء به ، فیتبین لهم أنه الحق ، والاستئلاف لهم لیدخلوا فی الدین ، فلما غلبت علیهم الشقوة ، ولم ینفع معهم ذلک نسخ الله تعالی استقبال قبلتهم بالتوتجه نحو الکعبة ، وأمر النبی ـ صلی الله علیه وسلم ـ بمخالفتهم فی غیر شیء (المفهم لما اشکل فیه من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، ج۱۹ ص۵۲، کتاب النبوات، ومن باب فی شعر رسول الله ـ صلی الله علیه وسلم ـ وکیفیته)

مذکورہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر دس محرم کا روزہ رکھنا، یہودیوں کی مشابہت سے خالی نہ تھا، اور اس کو چھوڑ دینا بھی اس کے فضائل اور برکات سے محرومی کا باعث ہوتا، لہٰذا فقہائے کرام ان ارشادات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی (یعنی خلافِ اولیٰ) ہے۔ [1]

---

[1] اس موقع پر بعض اہلِ علم حضرات کا کہنا یہ ہے کہ:

''ہمارے زمانے میں چونکہ یہود ونصاریٰ وغیرہ یومِ عاشوراء (دسویں محرم) کو روزہ نہیں رکھتے، بلکہ ان کا کام بھی قمری مہینوں کے حساب سے نہیں ہوتا، اس لئے اب کسی اشتراک اور تشابہ کا سوال ہی نہیں رہا، لہٰذا فی زماننا رفع تشابہ کے لئے نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنے کی ضرورت نہ ہونی چاہئے'' (معارف الحدیث، ج ۴ ص ۱۷۱، کتاب الصوم، یومِ عاشورہ کا روزہ اور اس کی تاریخی اہمیت، ناشر: کتب خانہ الفرقان، لکھنؤ، انڈیا)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خواہ اب یہود ونصاریٰ کے ساتھ یہ تشبہ نہ پایا جارہا ہو، تب بھی احادیث وروایات کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ ان پر عمل کیا جائے ''لانہٗ منصوص'' جیسا کہ چودہ سو سال سے امت کا اس پر عمل چلا آرہا ہے، ورنہ اس سے تو بہت سے اسلامی احکام میں تغیر پیدا کرنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

وفی الجملة الاقتداء به سنة؛ لاحتمال بقاء المعنى الذى فعله من أجله، ولأنه قد يفعل الشيء لمعنى ويبقى فى حق غيره سنة، مع زوال المعنى، كالرمل والاضطباع فى طواف القدوم، فعله هو وأصحابه لإظهار الجلد للكفار، وبقى سنة بعد زوالهم(المغنى لابن قدامه ج ۲ ص ۲۸۹، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

پھر ضروری نہیں کہ تمام یہود ونصاریٰ آج کل اس پر عمل نہ کرتے ہوں، کیونکہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے (کذا فی فتاویٰ رحیمیہ، ج ۷ ص ۲۷۳، کتاب الصوم، صیام التطوع، ناشر: دارالاشاعت، کراچی، طباعت: مارچ ۲۰۰۹ء)

یا آئندہ کسی بھی وقت اس پر عمل نہ کریں، یا ان کے اصل مذہب میں بھی یہ بات نہ ہو، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہود ونصاریٰ وغیرہ قمری تاریخوں کا استعمال نہیں کرتے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہود ونصاریٰ کے لئے آج کے دور میں دس محرم کے دن کا حساب قمری تاریخ کے اعتبار سے کرنا ممکن بھی نہیں، جیسا کہ عام طور پر مسلمانوں نے قمری تاریخوں کا استعمال چھوڑا ہوا ہے، لیکن اس کے باوجود قمری تاریخوں سے متعلق اسلامی احکام (مثلاً رمضان، عیدین وغیرہ) قمری حساب سے ہی معلوم اور طے کیے جاتے ہیں۔

جناب عبدالقدوس ہاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''مگر مذہبی امور کے لئے قمری حساب کسی نہ کسی قدر باقی رکھا گیا۔ مثلاً نصاریٰ کا ایسٹر ہندوؤں کی دیپاولی اور یہودیوں کا صوم کبور (یعنی عاشوراء) اب بھی قمری حساب سے ہوتے ہیں۔ باقی کاروباری ضرورتوں کے لئے شمسی سال رائج ہوگیا'' (تقویم تاریخی، صفحہ ''ق'' داستان ماہ وسال، از مولانا عبدالقدوس ہاشمی صاحب، مطبوعہ: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم: 1407 ہجری/ 1987 عیسوی)

پس بہتر و مستحب یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ ایک دن پہلے، یعنی نویں تاریخ کا ایک روزہ اور ملالیا جائے، اور اگر ایک دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھ سکے، تو ایک دن بعد کا ایک روزہ اس کے ساتھ اور ملالیا جائے، تاکہ یہودیوں کی مخالفت بھی ہوجائے، اور اس دن کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہوجائے۔ [1]

---

[1] وعلى هذا فصيام عاشوراء على ثلاث مراتب: أدناها أن يصام وحده، وفوقه أن يصام التاسع معه، وفوقه أن يصام التاسع والحادى عشر، والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر، ج۴ص ۲۴۶، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

وبهذه الأحاديث القولية والفعلية اتفق العلماء على استحباب صيام يوم عاشوراء بل سنيته لثبوت المواظبة النبوية عليه واستحباب أن يضم معه يوم التاسع أو الحادى عشر(الآثارالمرفوعة فى الاخبار الموضوعة ص۹۴،احاديث متعلقة بيوم عاشوراء واحاديث صيام يوم عاشوراء،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵هـ، 1984م)

(قوله: المكروه) بالنصب عطفا على السنة أو بالرفع على الابتداء وخبره قوله: كالعيدين وحينئذ لا يحتاج إلى التكلف المار فى وجه إدخاله فى النفل على أن صوم العيدين مكروه تحريما ولو كان الصوم واجبا (قوله: كالعيدين) أى وأيام التشريق نهر (قوله: وعاشوراء وحده) أى مفردا عن التاسع أو عن الحادى عشر إمداد؛ لأنه تشبه باليهود محيط (قوله: وسبت وحده) للتشبه باليهود بحر وهذه العلة تفيد كراهة التحريم إلا أن يقال: إنما تثبت بقصد التشبه كما مر نظيره ط(ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۵،كتاب الصوم)

والظاهر أن صوم عاشوراء من القسم الثانى بل سماه فى الخانية مستحبا فقال: ويستحب أن يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله أو يوم بعده ليكون مخالفا لأهل الكتاب ونحوه فى البدائع (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۵،كتاب الصوم)

قال بعض العلماء :ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر وفى الحديث إشارة إلى هذا وقيل للاحتياط فى تحصيل عاشوراء والأول أولى والله أعلم (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۸ص ۱۳، كتاب الصيام،باب صوم يوم عاشوراء)

قلت :قال الحافظ فى الفتح :ولأحمد مرفوعا عن ابن عباس :صوموا يوم عاشوراء ، خالفوا اليهود ، صوموا يوما قبله أو يوما بعده ، وهذا كان فى آخر الأمر ، وقد كان صلى الله عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه بشىء ولا سيما إذا كان فيما يخالف فيه أهل الأوثان ، فلما فتحت مكة واشتهر أمر الإسلام أحب مخالفة أهل الكتاب أيضا كما ثبت فى الصحيح ، فهذا من ذلك ، فوافقهم أولا وقال " :نحن أحق بموسى منكم "، ثم أحب مخالفتهم فأمر بأن يضاف إليه يوم قبله ويوم بعده خلافا لهم انتهى (تحفة الاحوذى، ج۳ص ۳۸۳، ابواب الصوم،باب ماجاء عاشوراء اى يوم هو؟)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور دو روزوں کے بہتر و مستحب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تنہا صرف دس محرم کا روزہ رکھے، تو وہ بھی گناہ گار نہیں، بلکہ ثواب کا مستحق ہے، البتہ اس کے مقابلہ میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ دسویں کے ساتھ نویں، یا گیارہویں کا بھی روزہ رکھ لے۔

لہٰذا جو بعض لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا گناہ ہے، یہ بات درست نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے روزہ کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے، وہ تو دس محرم کا روزہ رکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے، البتہ یہود کی مخالفت وغیرہ کی وجہ سے ایک اضافی فضیلت و مستحب درجہ کا عمل یہ ہے کہ اس کے ساتھ آگے، یا پیچھے کا ایک روزہ اور ملا لیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قوله :(فأنا أحق بموسى منكم) لقوله تعالى : (فبهداهم اقتده) .وعلم بهذا أن المطلوب منه الموافقة لموسى لا الموافقة لليهود فلا يشكل أنه يجب مخالفة اليهود لا موافقتهم على أنه كان فى أول الأمر يجب موافقتهم لتأليفهم ثم علم منهم إصرارهم على الكفر وعدم التأثير للتأليف فيهم ترك موافقتهم ومال إلى مخالفتهم ، ولهذا عزم على المخالفة فى آخر الأمر بضم اليوم الثانى إلى صوم عاشوراء كما ثبت والله تعالى أعلم(حاشية السندى على البخارى،ج ١ ص ٦٢٣، كتاب الصوم،باب صيام يوم عاشوراء)

إفراد يوم عاشوراء بالصوم:

ذهب الحنفية -وهو مقتضى كلام أحمد كما يقول ابن تيمية -إلى كراهة إفراد يوم عاشوراء بالصوم للتشبه باليهود .

فقد روى مسلم عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال :حين صام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا :يا رسول الله، إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى .فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع ،قال :فلم يأت العام المقبل حتى توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم.

قال النووى، نقلا عن بعض العلماء فى تعليقه على الحديث :لعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر، وفى الحديث إشارة إلى هذا .

هذا، واستحب الشافعية والحنابلة صوم عاشوراء -وهو العاشر من المحرم -وتاسوعاء -وهو التاسع منه ويرى الحنفية أنه يستحب أن يصوم قبل عاشوراء يوما وبعده يوما .

وقال المالكية :ندب صوم عاشوراء وتاسوعاء والثمانية قبله(الموسوعة الفقهية الكويتية ، ج ١٢ ص ١١ ،مادة "تشبه"حرف التاء)

نفل روزوں سے متعلق چند مسائل

مسئلہ نمبر 1..... دس محرم کے روزے کے احکام وہی ہیں، جو دوسرے سنت ونفل روزوں کے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر 2..... نفل روزوں کی دل میں نیت اگر یہ مقرر کرکے کی جائے کہ میں نفل روزہ

---

[1] والتطوع اصطلاحا :التقرب إلى الله تعالى بما ليس بفرض من العبادات .
وصوم التطوع :التقرب إلى الله تعالى بما ليس بفرض من الصوم.
فضل صوم التطوع:
ورد فى فضل صوم التطوع أحاديث كثيرة، منها :حديث سهل -رضى الله تعالى عنه -عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :إن فى الجنة بابا يقال له :الريان، يدخل منه الصائمون يوم القيامة، لا يدخل منه أحد غيرهم .فيقال :أين الصائمون؟ فيقومون، لا يدخل منه أحد غيرهم .فإذا دخلوا أغلق، فلم يدخل منه أحد .
ومنها ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :من صام يوما فى سبيل الله باعد الله تعالى وجهه عن النار سبعين خريفا .
أنواع صوم التطوع:قسم الحنفية صوم التطوع إلى مسنون، ومندوب، ونفل.
فالمسنون :عاشوراء مع تاسوعاء .والمندوب :صوم ثلاثة أيام من كل شهر، وصوم يوم الاثنين والخميس، وصوم ست من شوال، وكل صوم ثبت طلبه والوعد عليه؛ كصوم داود عليه الصلاة والسلام، ونحوه.
والنفل :ما سوى ذلك مما لم تثبت كراهته.
وقسم المالكية -أيضا -صوم التطوع إلى ثلاثة أقسام :سنة، ومستحب، ونافلة.
فالسنة :صيام يوم عاشوراء .والمستحب :صيام الأشهر الحرم، وشعبان، والعشر الأول من ذى الحجة، ويوم عرفة، وستة أيام من شوال، وثلاثة أيام من كل شهر، ويوم الاثنين والخميس .والنافلة: كل صوم لغير وقت ولا سبب، فى غير الأيام التى يجب صومها أو يمنع.
وعند الشافعية والحنابلة :صوم التطوع والصوم المسنون بمرتبة واحدة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۸۶،۸۷، مادة "صوم"حرف الصاد)
صوم التطوع -:وهو:
- 1صوم يوم عاشوراء - 2.صوم يوم عرفة - 3.صوم يوم الاثنين والخميس من كل أسبوع -4. صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وهى الأيام البيض - 5.صيام ستة أيام من شوال - 6.صوم شهر شعبان - 7.صوم شهر المحرم - 8.صوم شهر رجب - 9.صيام ما ثبت طلبه والوعد عليه فى السنة الشريفة.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۱۳ وص ۱۴،مادة "صوم"حرف الصاد)

رکھتا ہوں، یا رکھتی ہوں، تو بھی صحیح ہے، اور اگر صرف یہ نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں، یا رکھتی ہوں، تب بھی صحیح ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 3..... اکثر فقہائے کرام کے نزدیک نفل روزے کی رات سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا، لیکن صبح صادق یعنی طلوعِ فجر کے بعد سے کچھ کھایا پیا نہیں، پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو طلوعِ فجر سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کرلینا صحیح ہے، اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔ [2]

---

[1] أما كيفية النية فينظر إن كان الصوم عينا يكفيه نية مطلق الصوم حتى لو صام رمضان بنية مطلق الصوم يقع على رمضان، وكذا فى صوم التطوع إذا صام مطلقا خارج رمضان يقع عن النفل لأن الوقت متعين للنفل شرعا(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص۳۴۷، كتاب الصوم)

(قال) : ولا يكون صائما فى رمضان ولا فى غيره ما لم ينو الصوم، وإن اجتنب المفطرات إلى آخر يومه بمرض أو غير مرض، وقد بينا قول زفر -رحمه الله تعالى -فى الصحيح المقيم إنه يتأدى منه الصوم بمجرد الإمساك من غير النية فإن كان مريضا أو مسافرا فلا خلاف أنه لا يكون صائما ما لم ينو وعند زفر -رحمه الله تعالى -ما لم ينو من الليل قال :لأن الأداء غير مستحق عليه فى هذا الوقت نفسه فلا يتعين إلا بنيته بخلاف الصحيح المقيم وعندنا اشتراط النية ليصير الفعل قربة فإن الإخلاص والقربة لا يحصل إلا بالنية قال الله تعالى (:وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين) ففى هذا المسافر والمقيم سواء إنما فارق المسافر المقيم فى الترخيص بالفطر فإذا لم يترخص صحت منه النية قبل انتصاف النهار كما تصح من المقيم(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۸۶، كتاب الصوم)

[2] أحكام النية فى صوم التطوع:

أ -وقت النية:

ذهب جمهور الفقهاء -الحنفية والشافعية والحنابلة -إلى أنه لا يشترط تبييت النية فى صوم التطوع، لحديث عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم فقال :هل عندكم شىء ؟ فقلنا :لا، فقال :فإنى إذا صائم .

وذهب المالكية إلى أنه يشترط فى نية صوم التطوع التبييت كالفرض .لقول النبى صلى الله عليه وسلم :من لم يبيت الصيام من الليل فلا صيام له فلا تكفى النية بعد الفجر، لأن النية القصد، وقصد الماضى محال عقلا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 4..... نفل روزہ میں کسی مخصوص نفل روزہ کی نیت کرنا ضروری نہیں، بلکہ عام روزہ کی نیت کے ساتھ، نفلی روزہ کی فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر 5..... مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے، اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ سحری کھانے کا وقت صبح صادق یعنی طلوعِ فجر ہونے پر ختم ہوجاتا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلف جمهور الفقهاء فی آخر وقت نية التطوع.

فذهب الحنفية :إلى أن آخر وقت نية صوم التطوع الضحوة الكبرى.

والمراد بها :نصف النهار الشرعي، والنهار الشرعي :من استطارة الضوء فی أفق المشرق إلى غروب الشمس، ونصوا على أنه لا بد من وقوع النية قبل الضحوة الكبرى، فلا تجزء النية عند الضحوة الكبرى اعتبارا لأكثر اليوم كما قال الحصكفي .

وذهب الشافعية :إلى أن آخر وقت نية صوم التطوع قبل الزوال، واختص بما قبل الزوال لما روى أن النبي -صلى الله عليه وسلم -قال لعائشة يوما :هل عندكم شيء ؟ قالت :لا .قال :فإني إذن صائم .إذ الغداء اسم لما يؤكل قبل الزوال، والعشاء اسم لما يؤكل بعده؛ ولأنه مضبوط بين، ولإدراك معظم النهار به كما فی ركعة المسبوق .قال الشربيني الخطيب :وهذا جرى على الغالب ممن يريد صوم النفل وإلا فلو نوى قبل الزوال -وقد مضى معظم النهار -صح صومه.

وذهب الحنابلة -والشافعية فی قول مرجوح -إلى امتداد وقت النية إلى ما بعد الزوال، قالوا :إنه قول معاذ وابن مسعود وحذيفة، ولم ينقل عن أحد من الصحابة -رضي الله عنهم -ما يخالفه صريحا، ولأن النية وجدت فی جزء النهار، فأشبه وجودها قبل الزوال بلحظة.

ويشترط لصحة نية النفل فی النهار :أن لا يكون فعل ما يفطره قبل النية، فإن فعل فلا يجزئه الصوم حينئذ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۸۷ وص۸۸، مادة "صوم"حرف الصاد)

[1] ب -تعيين النية:اتفق الفقهاء على أنه لا يشترط فی نية صوم التطوع التعيين، فيصح صوم التطوع بمطلق النية، وقال النووی :وينبغي أن يشترط التعيين فی الصوم المرتب، كصوم عرفة، وعاشوراء ، والأيام البيض، والستة من شوال، ونحوها، كما يشترط ذلك فی الرواتب من نوافل الصلاة.

والمعتمد عند الشافعية خلاف ما صرح به النووی، قال المحلی :ويجاب بأن الصوم فی الأيام المذكورة منصرف إليها، بل لو نوى به غيرها حصلت أيضا -كتحية المسجد - لأن المقصود وجود الصوم فيها، قال القليوبی :هذا الجواب معتمد من حيث الصحة، وإن كان التعيين أولى مطلقا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۸۸ وص۸۹، مادة "صوم"حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

ہے، خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔ [1]

اور طلوعِ فجر کا وقت مستند جنتریوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر 6.....نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔

لہٰذا دل میں نیت کر لینا کافی ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر 7.....سحری کھانا سنت ہے، اگر بھوک نہ ہو تو سنت کی نیت سے تھوڑا بہت کچھ کھا لینا چاہئے، لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی، اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا، تب بھی روزہ ہو جائے گا۔ [3]

مسئلہ نمبر 8.....نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے، تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس کی قضاء ضروری ہو جاتی ہے، لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔

اور شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک نفلی روزہ شروع کر کے اس کو پورا کرنا مستحب ہوتا ہے، لیکن اس کو توڑنے کے بعد قضاء کرنا واجب نہیں ہوتا۔ [4]

---

[1] وعليه اجماع الامة اى لايجوز الاكل والشرب للصائم بعد طلوع الفجر.
تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''رمضان المبارک کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

[2] (قوله: بنية) قال فى الاختيار النية شرط فى الصوم وهى أن يعلم بقلبه أنه يصوم ..... وليست النية باللسان شرطا(ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۷، ملخصاً ،كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)
والنية معرفته بقلبه أن يصوم كذا فى الخلاصة، ومحيط السرخسى .والسنة أن يتلفظ بها كذا فى النهر الفائق .ثم عندنا لا بد من النية لكل يوم فى رمضان كذا فى فتاوى قاضى خان .والتسحر فى رمضان نية ذكره نجم الدين النسفى، وكذا إذا تسحر لصوم آخر، وإن تسحر على أنه لا يصبح صائما لا يكون نية، ولو نوى من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه فى الصيامات كلها كذا فى السراج الوهاج، ولو قال نويت أن أصوم غدا إن شاء الله -تعالى -صحت نيته هو الصحيح كذا فى الظهيرية (الفتاویٰ الهندية ج ۱ ص ۱۹۵ كتاب الصوم، الباب الاول)

[3] التسحر مستحب، ووقته آخر الليل قال الفقيه أبو الليث، وهو السدس الأخير هكذا فى السراج الوهاج ثم تأخير السحور مستحب كذا فى النهاية ويكره تأخير السحور إلى وقت يقع فيه الشك هكذا فى السراج الوهاج(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۲۰۰، كتاب الصوم، الباب الثالث)

[4] البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر عذر کی وجہ سے نفل روزہ توڑا جائے، تو اس کی قضا لازم نہیں ہوتی۔
إذا كان التطوع عبادة كالصلاة والصيام، فعند الحنفية والمالكية :إذا شرع فيه وجب إتمامه، وإذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسئلہ نمبر 9.....عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہو، تو اس کو اپنے شوہر کی اجازت کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فسد وجب قضاؤه؛ لأن التطوع يلزم بالشروع مضيا وقضاء .
ولأن المؤدى عبادة، وإبطال العبادة حرام، لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم) وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم لعائشة وحفصة رضى الله عنهما وقد أفطرتا فى صوم التطوع اقضيا يوما مكانه.
غير أن المالكية لا يوجبون القضاء إلا إذا كان الفساد متعمدا، فإن كان لعذر فلا قضاء .
وعند الشافعية والحنابلة :يستحب الإتمام إذا شرع فى التطوع ولا يجب، كما أنه يستحب القضاء إذا فسد، إلا فى تطوع الحج والعمرة فيجب إتمامهما إذا شرع فيهما؛ لأن نفلهما كفرضهما نية وفدية وغيرهما .
واستدل الشافعية والحنابلة على عدم وجوب الإتمام بقول النبى صلى الله عليه وسلم :الصائم المتطوع أمير نفسه، إن شاء صام، وإن شاء أفطر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٢ ص١٦٠ ، مادة "تطوع"حرف التاء)
واختلف الفقهاء فى حكم قضاء صوم التطوع عند إفساده.
فذهب الحنفية والمالكية إلى وجوب قضاء صوم التطوع عند إفساده .لما روت عائشة رضى الله تعالى عنها أنها قالت :كنت أنا وحفصة صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه، فأكلنا منه، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فبدرتنى إليه حفصة -وكانت ابنة أبيها -فقالت:يا رسول الله إنا كنا صائمتين، فعرض لنا طعام اشتهيناه فأكلنا منه، فقال :اقضيا يوما آخر مكانه .
ولأن ما أتى به قربة، فيجب صيانته وحفظه عن البطلان، وقضاؤه عند الإفساد لقوله تعالى :(ولا تبطلوا أعمالكم)، ولا يمكن ذلك إلا بإتيان الباقى، فيجب إتمامه وقضاؤه عند الإفساد ضرورة، فصار كالحج والعمرة التطوعين.
ومذهب الحنفية :وجوب القضاء عند الإفساد مطلقا، أى :سواء أفسد عن قصد -وهذا لا خلاف فيه -أو غير قصد، بأن عرض الحيض للصائمة المتطوعة، وذلك فى أصح الروايتين، واستثنوا من ذلك :صوم العيدين وأيام التشريق، فلا تلزم بالشروع، لا أداء ولا قضاء ، إذا أفسد، لارتكابه النهى بصيامها، فلا تجب صيانته، بل يجب إبطاله، ووجوب القضاء ينبنى على وجوب الصيانة، فلم يجب قضاء ، كما لم يجب أداء .
وخص المالكية وجوب القضاء بالفطر العمد الحرام، وذلك كمن شرع فى صوم التطوع، ثم أفطر من غير ضرورة ولا عذر،قال الحطاب :احترز بالعمد من النسيان والإكراه، وبالحرام عمن أفطر لشدة الجوع والعطش والحر الذى يخاف منه تجدد مرض أو زيادته، وكذلك عمن أفطر لأمر والديه وشيخه، وعدوا السفر الذى يطرأ عليه من الفطر العمد.
وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا يجب القضاء على من أفسد صوم التطوع، لأن القضاء يتبع المقضى عنه، فإذا لم يكن واجبا، لم يكن القضاء واجبا، لكن يندب له القضاء ، سواء أفسد صوم التطوع بعذر أم بغير عذر، خروجا من خلاف من أوجب قضاء ه.ونص الشافعية والحنابلة على أنه إذا أفطر الصائم تطوعا لم يثب على ما مضى، إن خرج منه بغير عذر، ويثاب عليه إن خرج بعذر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨ ص٩٨، ٩٩ ،مادة "صوم"حرف الصاد)

بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے، اس لئے عورت کو نفل روزہ رکھنے کے لئے اپنے شوہر سے اجازت لے لینا چاہئے۔ [1]

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] الإذن فی صوم التطوع:
اتفق الفقهاء على أنه ليس للمرأة أن تصوم تطوعا إلا بإذن زوجها، لقول النبی صلى الله عليه وسلم :لا تصم المرأة وبعلها شاهد، إلا بإذنه، ولأن حق الزوج فرض، فلا يجوز تركه لنفل.
ولو صامت المرأة بغير إذن زوجها صح مع الحرمة عند جمهور الفقهاء ، والكراهة التحريمية عند الحنفية، إلا أن الشافعية خصوا الحرمة بما يتكرر صومه، أما ما لا يتكرر صومه كعرفة وعاشوراء وستة من شوال فلها صومها بغير إذنه، إلا إن منعها.
ولا تحتاج المرأة إلى إذن الزوج إذا كان غائبا، لمفهوم الحديث ولزوال معنى النهى .
قال الشافعية :وعلمها برضاه كإذنه .ومثل الغائب عند الحنفية -المريض، والصائم والمحرم بحج أو عمرة، قالوا :وإذا كان الزوج مريضا أو صائما أو محرما لم يكن له منع الزوجة من ذلک، ولها أن تصوم وإن نهاها.
وصرح الحنفية والمالكية بأنه لا يصوم الأجير تطوعا إلا بإذن المستأجر، إن كان صومه يضر به فی الخدمة، وإن كان لا يضره فله أن يصوم بغير إذنه.
وإذا صامت الزوجة تطوعا بغير إذن زوجها فله أن يفطرها، وخص المالكية جواز تفطيرها بالجماع فقط، أما بالأكل والشرب فليس له ذلک، لأن احتياجه إليها الموجب لتفطيرها إنما هو من جهة الوطء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص۹۹، و ص۱۰۰، مادة "صوم")

(فصل نمبر 4)

دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا

ابنِ عبدالبر اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :مَنْ وَسَّعَ عَلٰى نَفْسِهٖ ،وَأَهْلِهٖ ،يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهٖ .قَالَ جَابِرٌ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذٰلِكَ (الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج٣ ص ٣٣١، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن (کھانے پینے وغیرہ میں) وسعت (یعنی کشادگی وفراخی) کرے گا، اللہ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا، تو اس کو اپنے تجربہ میں اسی طرح پایا (الاستذکار)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے۔ [1]

ابنِ عبدالبر کی سند سے روایت کردہ مذکورہ حدیث کو بعض محدثین نے سند کے لحاظ سے صحیح،

---

[1] أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان، أخبرنا أحمد بن عبيد، حدثنا محمد بن يونس، حدثنا عبد الله بن إبراهيم الغفاري، حدثنا عبد الله بن أبي بكر ابن أخي محمد بن المنكدر، عن محمد بن المنكدر عن جابر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله على أهله طول سنته " ."هذا إسناد ضعيف وروى من وجه آخر كما "(شعب الايمان للبيهقي رقم الحديث ٣٥١٢،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب في الصيام ")

قلت: وهذا اسناد ضعيف،فان فيه محمد بن يونس الكديمي .بل عند البعض متهم بالكذب.

www.idaraghufran.org

بلکہ صحیح مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ [1]

البتہ بعض حضرات نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، اور اس کو منکر کہا ہے۔ [2]

---

[1] وقال الحافظ ابو الفضل العراقی فی امالیه ..... وله طریق عن جابر علی شرط مسلم اخرجها ابن عبد البر فی الاستذکارمن روایة ابی الزبیر، وهو اصح طرقه(کشف الخفاء ومزیل الالباس للعجلونی، ج۲ص ۳۴۱،تحت رقم الحدیث ۲۶۴۲، حرف المیم)

وله طریق عن جابر علی شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر فی الاستذکار من روایة أبی الزبیر عنه، وهی أصح طرقه(المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الألسنة للسخاوی حرف المیم،ص۶۷۵، تحت رقم الحدیث ۱۱۹۳)

والحدیث جابر طریق آخر غیر الذی أخرجه منه البیهقی وهو علی شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر فی الاستذکار من حدیث شعبة عن أبی الزبیر عن جابر فذکره ثم قال قال جابر جربناه فوجدناه کذلک وقال أبو الزبیر مثله وقال شعبة مثله(تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة للکنانی ج۲ص۱۵۷،رقم الحدیث ۳۳، کتاب الصوم،الفصل الثانی)

قال (ای العراقی)وله طرق عن جابر علی شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبرفی الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه وهی اصح طرقه (الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص۳۶۰، رقم الحدیث ۵۳۲، حرف المیم)

قلت قال العراقی له طرق صحح بعضها وبعضها علی شرط مسلم، قال البیهقی أسانیده الضعیفة أحدثت قوة بالتضام وکذا فی المقاصد (تذکرة الموضوعات للامام الطاهر الفتنی ص۱۱۸، باب الفاضلة من الأوقات والأیام والجمعة وعاشوراء والکحل وسعة الرزق وخلق کل شیء فیه والشهور وأیام النحس وما حدث فیها من البدع)

[2] چنانچہ لسانُ المیزان میں اس حدیث کے ایک راوی ابوخلیفہ فضل بن حباب کے بارے میں پہلے تو ابوعلی خلیلی سے ان کی کتب کا جل جانا بیان کیا گیا، اور پھر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کو منکر قرار دیا گیا، اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ابوخلیفہ فضل بن حباب سے اس حدیث کو روایت کرنے والے راوی ابنِ احمر یعنی محمد بن معاویہ نے شاید ان سے ان کی کتب جلنے کے بعد سماعت کی ہو۔ اس سلسلہ میں لسانُ المیزان کا کلام ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

وقال أبو یعلی الخلیلی: احترقت کتبه , منهم من وثقه , ومنهم من تکلم فیه , وهو إلی التوثیق أقرب .....قلت: وروی ابن عبد البر فی "الاستذکار "من طریقه حدیثا منکرا جدا ما أدری من الآفة فیه؟.

قال ابن عبد البر: أخبرنا أحمد بن قاسم، ومحمد بن إبراهیم، ومحمد بن حکم قالوا: حدثنا محمد بن معاویة حدثنا الفضل بن الحباب حدثنا هشام بن عبد الملک الطیالسی حدثنی شعبة، عن أبی الزبیر، عن جابر رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من وسع علی نفسه وأهله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته .قال جابر: جربناه فوجدناه کذلک.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر احادیث وآثار سے بھی ہوتی ہے، تو اس مضمون کو منکر قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال أبو الزبير مثله .وقال شعبة مثله.
وشيوخ ابن عبد البر الثلاثة موثقون وشيخهم محمد بن معاوية هو ابن الأحمر راوى السنن عن النسائى وثقه ابن حزم، وغيره فالظاهر أن الغلط فيه من أبى خليفة فلعل ابن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه والله أعلم(لسان الميزان لابن حجر العسقلانى، ج٦ ص٣٣٧، ٣٣٨، تحت رقم الترجمة ٦٠٤٢، تحت ترجمة "الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب بن عبد الرحمن أبو خليفة الجمحى"حرف الفاء)

[1] چنانچہ صرف ابوعلی خلیلی کے کلام کی بنیاد پر لسانُ المیزان میں مذکور احتمال کی وجہ سے اس حدیث کو منکر قرار دینا درست معلوم نہیں ہوا، کیونکہ ابوخلیفہ کی اکثر محدثین نے توثیق فرمائی ہے، اور ان کو اپنے وقت کا شیخ اور امام، علامہ، محدث وغیرہ قرار دیا ہے۔

أبو خليفة الامام العلامة، المحدث الاديب الاخبارى، شيخ الوقت، أبو خليفة، الفضل بن الحباب، واسم الحباب :عمرو بن محمد بن شعيب، الجمحى البصرى الاعمى.
ولد فى سنة ست ومئتين، وعنى بهذا الشأن وهو مراهق، فسمع فى سنة عشرين ومئتين، ولقى الاعلام، وكتب علما جما .....توفى أبو خليفة فى شهر ربيع الآخر، أو فى الذى يليه، سنة خمس وثلاث مئة بالبصرة(سير اعلام النبلاء ج١٤ ص٧ الى ١٠، رقم الترجمة ٢، تابع:الطبقة السادسة عشرة)
الفضل بن الحباب بن محمد بن صخر بن عبد الرحمن الجمحى أبو خليفة واسم أبيه عمرو والحباب لقبه يروى عن أبى الوليد الطيالسى مات سنة خمس وثلاثمائة وكان مولده سنة سبع ومائتين(كتاب الثقات لابنِ حبان ج٩ ص٨، ٩، باب الفاء)
أبو خليفة الامام الثقة محدث البصرة الفضل بن الحباب الجمحى البصرى .....وكان محدثا صادقا مكثرا عن طبقة الوقت(تذكرة الحفاظ للذهبى، ج٢ ص١٧٧، تحت رقم الترجمة ٦٩٠/٣٦/١٠، الطبقة العاشرة)
الفضل بن الحباب، أبو خليفة الجمحى .مسند عصره بالبصرة ..... وكان ثقة عالما(ميزان الاعتدال للذهبى، ج٣ص ٣٥٠، تحت رقم الترجمة ٦٧١٧)
الفضل بن الحباب بن محمد بن شعيب .أبو خليفة الجمحى البصرى .رحلة الآفاق فى زمانه .اسم أبيه عمرو، ولقبه :الحباب.....وكان محدثاً ثقة، مكثراً راوية للأخبار والأدب، فصيحاً مفوهاً(تاريخ الاسلام للذهبى، ج ٧ص ٩٢،تحت رقم الترجمة ٢٤٠،حرف الفاء)

جناب ناصر الدین البانی صاحب نے اپنی کتاب "تمام المنة" میں اس حدیث کے اندر ایک علت ابوالزبیر راوی کا عنعنہ ہونا اور ان کا مدلس ہونا بیان کی ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ دس محرم کے بارے میں اسی طرح کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

لیکن کیونکہ دیگر احادیث اور حضرت جابر اور ابوالزبیر اور شعبہ اور حضرت سفیان اور یحییٰ بن سعید اور ابراہیم بن محمد بن منتشر وغیرہ سے یوم عاشوراء میں توسیعِ عیال اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا ثبوت موجود ہے، اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عنعنہ نقصان دہ نہیں ہوگا۔

قال جابر جربناه فوجدناه كذلك.....وقال أبو الزبير وقال شعبة مثله .....قال يحيى بن سعيد جربنا ذلك فوجدناه حقا(الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

[1] حدثنا عبد الوارث بن إبراهيم أبو عبيدة العسكرى، ثنا على بن أبى طالب البزاز، ثنا الهيثم بن الشداخ، عن الأعمش، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من وسع على عياله يوم عاشوراء لم يزل فى سعة سائر سنته (المعجم الكبير للطبرانى ،ج۱۰ص۷۷،رقم الحديث ۱۰۰۰۷ ،الكامل لابن عدى، ج٦، ص ۳٦۱، تحت ترجمة"على بن أبى طالب البزاز القرشى بصرى"رقم الترجمة ۱۳٦۴ ،شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۳۵۱۳)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الهيصم بن الشداخ وهو ضعيف جدا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۱۳۷،باب التوسعة على العيال يوم عاشوراء)

وقال ابن حجر:

هذا حديث غريب أخرجه الطبرانى عن عبد الوارث بن إبراهيم عن على بن أبى طالب البزار وهو على بن مهاجر المذكور فى روايتنا. وهكذا أخرجه العقيلى فى ترجمة على بن مهاجر من كتاب الضعفاء أخرجه عن عبد الوارث بن إبراهيم عنه لكن وقع عنده عن يحى بن وثاب بدل إبراهيم وهو وهم فقد أخرجه ابن عدى فى ترجمة على بن أبى طالب من طريق محمد بن يحى القطيعى عنه كما فى روايتنا وكذلك أخرجه من طريق عمار بن رجاء عن على ، وكذلك أخرجه ابن حبان فى ترجمة الهيصم بن الشداخ من طريق عمار بن رجاء واتفقوا على ضعف الهيصم وعلى أنه تفرد به (الامالى المطلقة، صفحه ۲۸،وص ۲۹، رقم الاملاء: ۷۸)

[2] عن أبى سعيد الخدرى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته "(شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۳۵۱۴،وتحت رقم الحديث ۳۵۱۳،الامالى المطلقة،صفحه ۲۸،المعجم الاوسط للطبرانى رقم الحديث ۹۳۰۲، معجم شيوخ ابن الاعرابى رقم الحديث ۲۲۵)

اور وہ حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے، لیکن اس کے دوسرے شواہد موجود ہیں۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ [2]

یہ احادیث اگرچہ فرداً فرداً سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں، مگر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر قوت حاصل کر لیتی ہیں۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ مختلف سندوں سے احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

هٰذِهِ الْأَسَانِيْدُ وَإِنْ كَانَتْ ضَعِيْفَةً ،فَهِيَ إِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ أَخَذَتْ قُوَّةً (شعب الایمان للبیهقی، ج۵ ص۳۳۳،تحت رقم الحدیث ۳۵۱۵،الثالث والعشرون من شعب الإیمان "وهو باب فی الصیام ")

ترجمہ: یہ سندیں اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن جب بعض کو بعض کے ساتھ ملایا جاتا ہے، تو قوت حاصل کر لیتی ہیں (بیہقی)

محدثین کا اصول یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف اسناد سے منقول ہو، تو مختلف سندوں کے

---

[1] قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه محمد بن اسماعیل الجعفری قال أبو حاتم منکر الحدیث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۵۱۳۶،باب التوسعة علی العیال یوم عاشوراء)

وقال ابن حجر:

قلت هو ومن فوقه مدنیون معروفون لکن شیخه ضعفه أبو زرعة وضعف الجعفری المذکور أبو حاتم والحصر المذکور مردود فقد وقع لنا من وجه آخر عن أبی سعید أخبرنیه أبو الحسن المرداوی بالإسناد الماضی إلی أحمد بن الحسین قال أخبرنا علی بن أحمد بن عبدان قال أخبرنا أحمد بن عبید قال حدثنا عبد الله بن محمد ابن أبی الدنیا قال حدثنا خالد بن خداش قال حدثنا عبد الله بن نافع عن أیوب بن سلیمان بن مینا عن رجل عن أبی سعید الخدری فذکر نحوه ، وهکذا أخرجه إسحاق بن راهویه فی مسنده عن عبد الله بن نافع ، ولولا الرجل المبهم لکان إسناده جیدا ، لکنه یقوی بالذی قبله ،وله شواهد عن جماعة من الصحابة غیر أبی سعید منهم عبد الله بن مسعود وعبد الله بن عمر وجابر وأبو هریرة (الامالی المطلقة، صفحه ۲۸، رقم الاملاء :۷۸)

[2] عن أبی هریرة، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: " من وسع علی عیاله وأهله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته ."(شعب الایمان للبیهقی رقم الحدیث ۳۵۱۵، اخبارِ اصبهان رقم الحدیث ۷۰۷)

باہم ایک دوسرے کی تائید کی وجہ سے وہ ضعف ختم ہوجاتا ہے، اور حدیث حسن ومقبول کے درجہ میں آجاتی ہے۔ [1]

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :مَنْ وَسَّعَ عَلٰی أَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت (یعنی کشادگی وفراخی) کی، اللہ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائے گا (الاستذکار)

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يُقَالُ :مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِيَالِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،لَمْ يَزَالُوْا فِیْ سَعَةٍ مِنْ رِزْقِهِمْ ،سَائِرَ سَنَتِهِمْ (شعب الايمان للبيهقی رقم الحديث ۳۵۱۶،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فی الصيام ")

ترجمہ: یہ بات کہی جاتی تھی کہ جس نے اپنے اہل وعیال پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت کی، تو ان پر پورے سال اُن کے رزق کی وسعت رہے گی (بیہقی)

ایک روایت میں حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّهٗ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی أَهْلِهٖ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ،وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ سَائِرَ

---

[1] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں گردن کے مسح سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ان روایات کی سند میں اگرچہ کلام ہے مگر فضائل میں ضعیف روایت پر بھی عمل جائز ہے، نیز تعددِ طرق کی وجہ سے روایت میں قوت آجاتی ہے اگرچہ ہر سند ضعیف ہو (احسن الفتاویٰ، ج۲ص۱۳، کتاب الطہارۃ، ناشر: ایچ ایم سعید، کراچی، طبع یازدہم: ۱۴۲۵ھ)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''ماثبت بالسنۃ'' میں اس حدیث کی سند پر تفصیلی کلام کیا ہے۔

سَنَتِہٖ (اخبارِ اصبھان، ج۲ ص ۱۳۲ ،تحت ترجمة "القاسم بن عبدالوهاب ابوالعباس" باب القاف)

ترجمہ: ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن وسعت کی، تو اللہ اس پر سارے سال وسعت فرمائے گا (اخبارِ اصبہان)

حضرت ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے افضل ترین علماء اور ائمۂ دین میں شمار کئے گئے ہیں، ان کے شاگردوں میں جلیل القدر محدثین وفقہاء مثلاً حضرت شعبہ، حضرت سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، مسعر بن کدام اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ جیسی شخصیتیں شامل ہیں۔ [1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے پر سال بھر وسعت حاصل ہونے کی فضیلت صحابہ وتابعین سے بھی ثابت ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب کے شاگرد حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ:

---

[1] إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى ، ابن ابن أخى مسروق بن الاجدع. رَوَى عَن :أنس بن مالك ، وحميد بن عبد الرحمن الحميرى ، وقيس بن مسلم (د) ، وأبيه محمد بن المنتشر (ع)رَوَى عَنه :جرير بن عبدالحميد (م س) ، وجعفر بن زياد الاحمر ، وسفيان الثورى (خ م س) ، وسفيان بن عُيَيْنَة (ق) ، وشعبة ابن الحجاج (خ م د س) ، وعيسى بن عُمَر القارء ، وغيلان بن جامع ، والقاسم بن معن المسعودى ، ومسعر بن كدام (م س) ، وأبو حنيفة النعمان بن ثابت ، وهريم بن سفيان (د) ، وأبو عوانة (ع)قال صالح بن أحمد بن حنبل عَن أبيه ، وأبو حاتم :ثقة صدوق.زاد أبو حاتم :صالح.وَقَال النَّسَائى :ثقة.وَقَال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأينا بالكوفة فى زمانه .روى له الجماعة(تهذيب الكمال ج۲ ص۱۸۳، ۱۸۴ ،تحت ترجمة "إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع"رقم الترجمة ۱۸۳)

إبراهيم ابن محمد ابن المنتشر ابن الأجدع الهمدانى الكوفى ثقة من الخامسة ع(تقريب التهذيب ، ص۹۳، رقم الترجمة ۲۴۰،حرف الألف)

إبراهيم بن محمد(ع)ابن المنتشر بن الاجدع الهمدانى الكوفى، أحد أئمة الدين، ومن ثبت العلم. وجده المنتشر هو أخو مسروق أحد الاعلام.حدث عن :أبيه وطائفة .أحاديثه يسيرة.حدث عنه : شعبة، وسفيان الثورى، وأبو عوانة، وجماعة.قال جعفر الاحمر :كان من أفضل من رأيناه بالكوفة فى زمانه .قلت :كان ذا تأله ودين وثقة وتزهد، روى له الجماعة، وهو قديم الوفاة،وكان ينبغى أن يذكر فى الطبقة الماضية -رحمه الله -ولم أر له شيئا عن أحد من الصحابة(سيراعلام النبلاء ج۷ص ۵۵، ۵۶، تحت ترجمة" إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الاجدع"رقم الترجمة ۱۶)

جَرَّبْنَا ذٰلِکَ فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا (الاستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، کتاب الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا، تو اس کو درست پایا (الاستذکار)

عظیم محدث حضرت سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ:

جَرَّبْنَا ذٰلِکَ فَوَجَدْنَاهُ کَذٰلِکَ (الاستذکار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، ج۳ص ۳۳۱، کتاب الصیام ،باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تجربہ کیا، تو اس کو اسی طرح پایا (الاستذکار)

ایک روایت میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

فَجَرَّبْنَا ذٰلِکَ مُنْذُ خَمْسِیْنَ سَنَةً ،فَلَمْ نَرَ إِلَّا سِعَةً (اخبارِ اصبهان، ج۲ ص ۱۳۲، تحت ترجمة" القاسم بن عبدالوهاب ابو العباس"باب القاف)

ترجمہ: پس ہم نے اس (عاشوراء کے دن وسعت کرنے کے عمل) کا تقریباً پچاس سال تجربہ کیا، تو ہم نے (اس عمل کے نتیجہ میں) وسعت ہی دیکھی (اخبارِ اصبہان)

اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء، یعنی دس محرم کے دن کی تاثیر یہ ہے کہ اس دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کے نتیجہ میں اللہ سارے سال وسعت اور فراخی عطا فرماتا ہے۔ [1]

---

[1] (من وسع علی عیاله) وهم فی نفقته (فی یوم عاشوراء) عاشر المحرم وفی روایة بإسقاط فی (وسع الله علیه فی سنته کلها) دعاء أو خبر وذلک لأن الله سبحانه أغرق الدنیا بالطوفان فلم یبق إلا سفینة نوح بمن فیها فرد علیهم دنیاهم یوم عاشوراء وأمروا بالهبوط للتأهب للعیال فی أمر معاشهم بسلام وبرکات علیهم وعلی من فی أصلابهم من الموحدین فکان ذلک یوم التوسعة والزیادة فی وظائف المعاش فیسن زیادة ذلک فی کل عام ذکره الحکیم وذلک مجرب للبرکة والتوسعة ، قال جابر الصحابی :جربناه فوجدناه صحیحا وقال ابن عیینة :جربناه خمسین أو ستین سنة وقال ابن حبیب أحد أئمة المالکیة :لا تنس ینسک الرحمن عاشورا *واذکره لا زلت فی الأخبار مذکورا قال الرسول صلاة الله تشمله *قولا وجدنا علیه الحق والنورا من بات فی لیل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حدیث توسع علی العیال کا محدثین سے ثبوت

گزشتہ بحث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ دس محرم کو اہل وعیال پر نان نفقہ میں وسعت کی احادیث وروایات اور آثار محدثین کے نزدیک قابلِ حجت ہیں، اور سلف کے دور میں اس عمل کا وجود تھا، نیز بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک بھی دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا مستحب ہے۔ کما سیجیئ۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ کہنا کہ سلف کے دور میں اس عمل کا وجود نہیں تھا، یہ بات درست، یا کم از کم راجح معلوم نہیں ہوتی۔ [1]

اور بعض نے جو اِن احادیث وروایات کو باطل، یا موضوع قرار دیا ہے، وہ بھی درست نہیں، مبالغہ آمیزی پر مبنی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عاشوراء ذا سعة *يكن بعيشته فى الحول مجبورا فارغب فديتک فيما فيه رغبنا *خير الورى كلهم حيا ومقبورا قال المؤلف :فهذا من هذا الإمام الجليل يدل على أن للحديث أصلا(فيض القدير للمناوى، ج٦ ص ٢٣٥، ٢٣٦، تحت رقم الحديث ٩٠٧٥، حرف الميم)

[1] جیسا کہ ناصر الدین البانی صاحب نے ''سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة'' میں یہ دعویٰ کیا ہے۔

[2] اور امام احمد رحمہ اللہ نے جو ''لا يصح'' فرمایا ہے، تو اس سے باطل ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ ''حسن'' کا درجہ ''صحیح'' اور ''ضعیف'' کے درمیان ہے۔

وقد ورد موقوفا على عمر أخرجه ابن عبد البر بسند رجاله ثقات لكنه من رواية ابن المسيب عنه وقد اختلف فى سماعه منه ورواه فى الشعب من قول إبراهيم بن محمد بن المنتشر وأما قول الشيخ تقى الدين بن تيمية إن حديث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلى ما بلغه من قول ابن المنتشر فهو عجب منه كما ترى وقد جمعت طرقه فى جزء انتهى كلام العراقى.

وفى جواهر العقدين فى فضل الشرفين لنور الدين السمهودى لا يلزم من قول أحمد فى حديث التوسعة أنه لا يصح أن يكون باطلا فقد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به إذ الحسن رتبته بين الصحيح والضعيف انتهى.

وفى تنزيه الشريعة قول الإمام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا انتهى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث پر نقد وجرح کرنے والے بڑے بڑے محدثین نے دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کرنے کی حدیث پر کلام کیا، اور اس کو درست ومعتبر قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ثابت قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت بهذا كله بطل قول الشوكاني في "الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة" بعد نقل شيء من كلام العراقي، ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وابن تيمية في فتوى له، فحكم بوضع الحديث من تلك الطرق والحق ما قالاه انتهى كلامه.

وجه البطلان أنه كيف يكون ما قال ابن الجوزي وابن تيمية حقا، مع كونهما من المشددين المتعنتين في الحكم بالوضع على ما بسطته في رسالتي "الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة" وفي تعليقات "تحفة الطلبة في مسح الرقبة" المسماة "بتحفة الكملة" وقد تعقبهما جمع من العلماء المحققين وأثبتوا كون الحديث حسنا إما لذاته ببعض أسانيده وإما لغيره بجمع أسانيده بالبراهين لا بمجرد الظن والتخمين فانظر إلى ما قال ولا تنظر إلى من قال.

وكذا بطل الحكم في قول ابن تيمية في "منهاج السنة" ما يذكرون من فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعة على العيال وفضائل المصافحة والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلك ويذكرون فيها صلاة كل ذلك كذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يصح في عاشوراء إلا في فضل صيامه انتهى.

وذلك لأن كون أحاديث الحناء والاغتسال ونحو ذلك كذبا وإن كان صحيحا لكن كذب حديث التوسعة على العيال ليس بصحيح بل هو حسن محتج به فهو في الحكم الكلي كاذب كذبه من جاء بعده فاحفظ هذا كله ينفعك في الدنيا والآخرة (الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة ص ۱۰۱، وص ۱۰۲، فضل يوم عاشوراء وصيامه، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: ۱۴۰۵هـ، 1984م)

[1] حديث: من وسع على عياله في يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، الطبراني في الشعب وفضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبي سعيد، والثاني فقط في الشعب عن جابر وأبي هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقي في أماليه: لحديث أبي هريرة طرق، صحح بعضها ابن ناصر الحافظ، وأورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق سليمان ابن أبي عبد الله عنه، وقال: سليمان مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات، فالحديث حسن على رأيه، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم، أخرجها ابن عبد البر في الاستذكار من رواية أبي الزبير عنه، وهي أصح طرقه، ورواه هو والدارقطني في الأفراد بسند جيد، عن عمر موقوفا عليه (المقاصد الحسنة في بيان كثير من الاحاديث المشتهرة على الألسنة للسخاوي، ص ۶۷۴، وص ۶۷۵، تحت رقم الحديث ۱۱۹۳، الباب الاول الاحاديث بحسب ترتيب الاحرف، حرف الميم)

اسی طرح امام عجلونی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی مختلف سندوں پر کلام کرتے ہوئے اس کو قابلِ استدلال فرمایا ہے۔ [1]

نیز علامہ طاہر پٹنی نے بھی یہی تفصیل نقل فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] وأخرجه البيهقي في "الشعب "عن أبي سعيد الخدري وأبي هريرة وابن مسعود وجابر بأسانيد ضعيفة إذا ضم بعضها إلى بعض تقوت.

وقال الحافظ أبو الفضل العراقي في "أماليه :"حديث أبي هريرة، ورد من طرق صحح بعضها الحافظ أبو الفضل بن ناصر.

وأورده ابن الجوزي في "الموضوعات "من طريق سليمان بن أبي عبد الله عنه، وقال سليمان: مجهول، وسليمان ذكره ابن حبان في الثقات، قال: وله طريق عن جابر على شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر في "الاستذكار "من رواية أبي الزبير، وهو أصح طرقه.

قال النجم ولفظه:" من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء؛ أوسع الله عليه سائر سنته."

وورد أيضًا من حديث ابن عمر؛ أخرجه الدارقطني في "الأفراد "موقوفًا على عمر، وأخرجه ابن عبد البر بسند جيد، ورواه في "الشعب "عن محمد بن المنتشر فذكره.

قال وقد جمعت طرقه في جزء، هذا كلام العراقي في أماليه، وقد لخصت الجزء الذي جمعه في "التعقبات "على "الموضوعات "انتهى ما في "الدرر."

وقال السخاوي في "المقاصد :"رواه الطبراني والبيهقي وأبو الشيخ عن ابن مسعود والأولان فقط عن أبي سعيد، والثاني فقط عن جابر وأبي هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة؛ ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض؛ استفاد قوة.

بل قال العراقي في أماليه: لحديث أبي هريرة طرق صحح بعضها الحافظ ابن ناصر الدين، قال العراقي وقد جمعت طرقه في جزء، واستدرك عليه الحافظ ابن حجر كثيرًا لم يذكره.

وتعقب اعتماد ابن الجوزي ذكره له في "الموضوعات"، وأورده ابن حبان في الثقات؛ فالحديث حسن على رأيه(كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلوني، ج۲ ص ۳۴۱، ۳۴۲، تحت رقم الحديث ۲۶۴۲،حرف الميم)

[2] من وسع على عياله وأهله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها فيه سليمان مجهول والحديث غير محفوظ: قلت قال العراقي له طرق صحح بعضها وبعضها على شرط مسلم، قال البيهقي أسانيده الضعيفة أحدثت قوة بالتضام وكذا في المقاصد وقد أورده ابن الجوزي في الموضوعات من طريق لسليمان لجهالته، وقد ذكره ابن حبان في الثقات فالحديث حسن على رأيه وله طريق أخرى على شرط مسلم وهو أصح طرقه وروى بسند جيد عن عمر موقوفا وتعقب شيخنا اعتماد ابن الجوزي قول العقيلي في هيصم أنه مجهول قال بل ذكره ابن حبان في الثقات والضعفاء، وفي الوجيز هو عن ابن مسعود وفيه الهيصم راوي الطامات، وأبي هريرة وفيه سليمان بن أبي عبد الله مجهول قال ولا يثبت فيه حديث: قلت أخرجه البيهقي عن أبي سعيد وأبي هريرة وجابر قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

امام کنانی رحمہ اللہ نے بھی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أسانيده كلها ضعيفة ولكن قويت بالتضام، وقال العراقى حديث أبى هريرة ورد من طرق صحح بعضها (تذكرة الموضوعات للامام الطاهر الفتنى ص ۱۱۸، باب الفاضلة من الأوقات والأيام والجمعة وعاشوراء والكحل وسعة الرزق وخلق كل شيء فيه والشهور وأيام النحس وما حدث فيها من البدع)

[1] [حديث] من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته (طب) من حديث ابن مسعود وفيه هيصم بن شداخ (عد) من حديث أبى هريرة وفيه سليمان بن عبد الله مجهول قال العقيلى والحديثان غير محفوظين (تعقب) بأن حديث ابن مسعود أخرجه الطبرانى فى الكبير والبيهقى فى الشعث وحديث أبى هريرة قال الحافظ العراقى فى أماليه ورد من طرق صحح بعضها الحافظ ابن ناصر وسليمان الذى قال ابن الجوزى مجهول ذكره ابن حبان فى الثقات قال فالحديث حسن على رأى ابن حبان وقد روى من حديث أبى سعيد وجابر أخرجهما البيهقى فى الشعث وقال فيهما وفى حديث أبى هريرة وابن مسعود أسانيدهما ضعيفة ولكنها إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة انتهى والحديث جابر طريق آخر غير الذى أخرجه منه البيهقى وهو على شرط مسلم أخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار من حديث شعبة عن أبى الزبير عن جابر فذكره ثم قال قال جابر جربناه فوجدناه كذلك وقال أبو الزبير مثله وقال شعبة مثله (قلت) قال الحافظ ابن حجر منكر جدا ورجاله موثوقون والظاهر أن الغلط فيه من أبى خليفة الفضل بن الحباب فلعل ابن الأحمر سمعه منه بعد احتراق كتبه والله أعلم، وورد من حديث ابن عمر أخرجه الدارقطنى فى الأفراد وقال منكر وموقوفا على عمر أخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار بسند رجاله ثقات إلا أنه من رواية ابن المسيب عن عمر وقد اختلف فى سماعه منه وعن إبراهيم بن محمد بن المنتشر قال كان يقال فذكره أخرجه البيهقى فى الشعب قال العراقى وأما قول الشيخ تقى الدين ابن تيمية إن حديث التوسعة ما رواه أحد من الأئمة وإن أعلى ما بلغه فيه قول ابن المنتشر فهو عجيب منه فهو كما ذكرته فى عدة من كتب الأئمة وقد جمعت طرقه فى جزء انتهى (وقال) عبد الملك بن حبيب أحد أئمة المالكية أورده صاحب المغرب:

لا تنس لا ينسك الرحمن عاشورا ... واذكره لا زلت فى الأخيار مذكورا
قال الرسول صلاة الله تشمله ... قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات فى ليل عاشوراء ذا سعة ... يكن بعيشته فى الحول محبورا
فارغب فديتك فيما فيه رغبنا ... خير الورى كلهم حيا ومقبورا

وهذا من هذا الإمام الجليل دليل على ثبوت الحديث عنده (قلت) وقول الإمام أحمد لا يصح لا يلزم منه أن يكون باطلا كما فهمه ابن القيم فقد يكون الحديث غير صحيح وهو صالح للاحتجاج به بأن يكون حسنا والله تعالى أعلم (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة للكنانى ج۲ ص۱۵۷، ۱۵۸، تحت رقم الحديث ۳۳، كتاب الصوم، الفصل الثانى)

اور امام مناوی رحمہ اللہ نے بھی تفصیلی کلام کے بعد فرمایا کہ اس حدیث کی اصل موجود ہے۔ [1]
اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے علامہ عراقی سے اس حدیث کا صحیح اور ثابت ہونا تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [2]

---

[1] (من وسع على عياله) وهم فى نفقته (فى يوم عاشوراء) عاشر المحرم وفى رواية بإسقاط فى (وسع الله عليه فى سنته كلها) دعاء أو خبر وذلك لأن الله سبحانه أغرق الدنيا بالطوفان فلم يبق إلا سفينة نوح بمن فيها فرد عليهم دنياهم يوم عاشوراء وأمروا بالهبوط للتأهب للعيال فى أمر معاشهم بسلام وبركات عليهم وعلى من فى أصلابهم من الموحدين فكان ذلك يوم التوسعة والزيادة فى وظائف المعاش فيسن زيادة ذلك فى كل عام ذكره الحكيم وذلك مجرب للبركة والتوسعة قال جابر الصحابى: جربناه فوجدناه صحيحا وقال ابن عيينة: جربناه خمسين أو ستين سنة وقال ابن حبيب أحد أئمة المالكية:

لا تنس لا ينسك الرحمن عاشورا ... واذكره لا زلت فى الأخيار مذكورا
قال الرسول صلاة الله تشمله ... قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات فى ليل عاشوراء ذا سعة ... يكن بعيشته فى الحول محبورا
فارغب فديتك فيما فيه رغبنا ... خير الورى كلهم حيا ومقبورا

قال المؤلف: فهذا من هذا الإمام الجليل يدل على أن للحديث أصلا (فيض القدير للمناوى ج٦ ص٢٣٥ وص٢٣٦، تحت رقم الحديث ٩٠٧٥، حرف الميم)

[2] قال العراقى: له طرق صحح بعضها وبعضها على شرط مسلم (مرقاة المفاتيح، ج ۴ ص ۱۳۴۹، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة)

وأما ما ورى: من وسع على عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها، فرواه الطبرانى والبيهقى فى الشعب وفى فضائل الأوقات، وأبو الشيخ عن ابن مسعود، والأولان فقط عن أبى سعيد، والثانى فقط فى الشعب عن جابر وأبى هريرة، وقال: إن أسانيده كلها ضعيفة، ولكن إذا ضم بعضها إلى بعض أفاد قوة، بل قال العراقى فى أماليه: لحديث أبى هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ (المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج۳ص ۴۳۵، ۴۳۶، المقصد التاسع، النوع الرابع، القسم الثانى، الفصل الثانى)

من وسع علىٰ عياله فى يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها وفى رواية سائرسنته .قال الزركشى لايثبت انما هو من كلام محمد بن المنتشر. قال السيوطى كلا بل هو ثابت صحيح اخرجه البيهقى فى الشعب من حديث ابى سعيد الخدرى وابى هريرة وابن مسعود وجابر ث وقال اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذاضم بعضها الىٰ بعض افادقوة .وقال الحافظ ابوالفضل العراقى فى اماليه حديث ابى هريرة هذا ورد من طرق صحح بعضها ابوالفضل بن ناصر واورده ابن الجوزى فى الموضوعات من طريق سليمان ابن ابى عبدالله عنه وقال سليمان مجهول وسليمان ذكره ابن حبان فى الثقات قال فالحديث حسن علىٰ رأيه قال وله طرق عن جابر على شرط مسلم اخرجها ابن عبدالبرفى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

فقہائے اربعہ کی کتب سے ثبوت

محدّثین کے علاوہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے چاروں فقہائے کرام کے مسلک کی کتب سے بھی عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن اہل وعیال پر وُسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حنفیہ کی کتب درِمختار، اور ردالمحتار میں دس محرم کے دن اہل وعیال پر وسعت کی حدیث کا ثبوت اور اس عمل کا استحباب مذکور ہے۔ [1]

حنفیہ کے علاوہ فقہ شافعیہ کی کئی کتابوں میں بھی اس حدیث کے ثبوت اور اس پر عمل کو برقرار رکھا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ الاستذکار من روایة ابی الزبیر عنه وهی اصح طرقه قال وقدوردایضا من حدیث ابن عمررضی اللہ عنه اخرجه الدارقطنی فی الافراد موقوفا علیٰ عمر وقداخرجه ابن عبدالبر بسند جید. ورواه البیهقی فی الشعب عن محمد بن المنتشر قال کان یقال فذکره وقد جمعت طرقه فی جزء هذا کلام العراقی فی امالیه نقله السیوطی وقال قد لخصت الجزء الذی جمعه فی التعقبات علی الموضوعات (الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة لمنلا علی القاری، ص ۳۶۰، وص ۳۶۱، رقم الحدیث ۵۳۲، حرف المیم)

[1] (قوله: وحدیث التوسعة إلخ) وهو من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها قال جابر: جربته أربعین عاما فلم یتخلف ط.....وأما حدیث التوسعة فرواه الثقات(رد المحتار، ج۲ ص۴۱۸، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم ومالایفسدہٗ)

وفی یوم عاشوراء یکره کحلهم ...ولا بأس بالمعتاد خلطا ویؤجر(الدرالمختار)

(قوله ولا بأس إلخ) نقل فی القنیة عن الوبری أنه لم یرد فیه أثر قوی، ولا بأس اهـ، وربما یثاب قال الشارح: والذی فی حفظی أنه یثاب بالتوسعة علی عیاله المندوب إلیها فی الحدیث بقوله من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته فأخذ الناس منه أن وسعوا باستعمال أنواع من الحبوب، وهو مما یصدق علیه التوسعة .وقد رأیت لبعض العلماء کلاما حسنا محصله: أنه لا یقتصر فیه علی التوسعة بنوع واحد بل یعمها فی المآکل والملابس وغیر ذلک، وأنه أحق من سائر المواسم بما یعمل فیها من التوسعات الغیر المشروعة فیها کالأعیاد ونحوها اهـ .....قلت: والحاصل أنه وردت التوسعة فیه بأسانید ضعیفة، وصحیح بعضها یرتقی بها الحدیث إلی الحسن، وتعقب ابن الجوزی فی عده من الموضوعات.....والتوسعة علی من وسع مجربة .نقل ذلک المناوی عن جابر وابن عیینة (ردالمحتارج۶ ص ۴۲۹ وص ۴۳۰،ملخصاً، کتاب الحظروالاباحة ، آخرفصل البیع ،قبیل کتاب احیاء الموات)

[2] وورد من طرق صحح بعضها بعض الحفاظ خلافا لمن زعم أنها موضوعة من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها(الفتاویٰ الکبریٰ الفقهیة ،لاحمد بن محمدبن علی بن حجرالهیتمی شافعی ،ج۲ ص۶۸، کتاب الصوم) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حنفیہ اور شافعیہ کے علاوہ فقہ حنبلیہ کی متعدد کتابوں میں بھی اس حدیث کو ثابت اور اس عمل کو درست قرار دیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

ویسن التوسعة علی العیال فی یوم عاشوراء لیوسع الله علیه السنة کلها کما فی الحدیث الحسن وقد ذکر غیر واحد من رواة الحدیث أنه جربه فوجده کذلک کردی علی بافضل عبارة المناوی فی شرح الشمائل وورد من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها وطرقه وإن کانت کلها ضعیفة لکن اکتسبت قوة بضم بعضها لبعض بل صحح بعضها الزین العراقی کابن ناصر الدین وخطء ابن الجوزی فی جزمه بوضعه (حاشیة الشروانی علٰی تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ، للامام عبدالحمید الشروانی الشافعی، ج۳ص۴۵۵،باب صوم التطوع ، کتاب الصیام)

ترک التبسط فی الطعام المباح مستحب فإنه لیس من أخلاق السلف هذا إذا لم تدع إلیه حاجة کقری الضیف وأوقات التوسعة کیوم عاشوراء ویوم العید فیستحب أن یبسط فیها من أنواع الطعام إذ لم یقصد بذلک التفاخر والتکاثر بل تطیب خاطر الضیف والعیال وقضاء وطرهم مما یشتهونه (حاشیة الشروانی علٰی تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ، للامام عبدالحمید الشروانی الشافعی، ج۹ ص۳۹۷،کتاب بیان ما یحل ویحرم من الأطعمة، خاتمة)

[1] سأل ابن منصور أحمد: هل سمعت فی الحدیث "من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر السنة""فقال: نعم, رواه سفیان بن عیینة عن جعفر الأحمر عن إبراهیم بن محمد بن المنتشر وکان من أفضل أهل زمانه أنه بلغه أن من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته."

قال ابن عیینة: قد جربناه منذ خمسین أو ستین سنة فما رأیناه إلا خیرا, وذکره ابن الجوزی فی العلل المتناهیة من حدیث ابن عمر, قال الدارقطنی منکر, ومن حدیث أبی هریرة والإسناد ضعیف, وعن جابر مرفوعا مثله, وفیه:" علی نفسه وأهله "ذکره ابن عبد البر فی الاستذکار, قال جابر: جربناه فوجدناه کذلک .وقال أبو الزبیر مثله, وقال شعبة مثله, وعن اللیث بن سعد عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب عن عمر بن الخطاب "رضی الله عنه "مثله, ولفظه: " من وسع علی أهله ."قال یحیی بن سعید: جربنا ذلک فوجدناه حقا, وکره شیخنا ذلک وغیره سوی صومه (الفروع لابن مفلح الحنبلی، ج۵ص۹۲، وص۹۳،کتاب الصوم،باب صوم التطوع وذکر لیلة القدر وما یتعلق بذلک)

وینبغی فیه التوسعة علی العیال سأل ابن منصور أحمد عنه فقال: نعم رواه سفیان بن عیینة عن جعفر عن إبراهیم بن محمد بن المنتشر وکان أفضل أهل زمانه أنه بلغه: من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته "قال ابن عیینة: قد جربناه منذ خمسین سنة أو ستین فما رأینا إلا خیرا . (کشاف القناع عن متن الاقناع لمنصوربن یونس البهوتی حنبلی، ج۲ص۳۳۹،کتاب الصیام، باب صوم التطوع وما یکره منه وذکر لیلة القدر وما یتعلق بذلک)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور فقہ مالکی کی کتب میں بھی دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کو مستحب قرار دیا گیا ہے، اور اہلِ مکہ واہلِ مدینہ کے اس عمل کو اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فائدة: ينبغي فيه التوسعة على العيال، سأل ابن منصور أحمد عنه قال: " نعم ." رواه سفيان بن عيينة عن جعفر الأحمر عن إبراهيم بن محمد بن المنتشر، وكان من أفضل زمانه أنه بلغه أن من، وسع على عياله يوم عاشوراء، وسع الله عليه سائر سنته، قال ابن عيينة: قد جربنا منذ خمسين سنة أو ستين فما رأينا إلا خيرا(المبدع فی شرح المقنع لابن المفلح الحنبلی، ،ج۳ص ۴۹،وص ۵۰، كتاب الصيام، باب صوم التطوع)

[1] ويستحب فيه التوسعة على العيال وهو عاشر المحرم(الذخيرة للقرافی المالكی ،ج۲ ص ۵۲۹، كتاب الصيام،الباب الثامن فی صيام التطوع)

الرابع: قال ابن حبيب: يستحب فی يوم عاشوراء التوسعة على العيال، وقال فی المدخل: الموسم الثالث من المواسم الشرعية يوم عاشوراء، والتوسعة فيه على الأهل والأقارب واليتامى والمساكين، وزيادة النفقة والصدقة مندوب إليها، بحيث لا يجهل ذلک .لكن بشرط عدم التكلف، وأن لا يصير ذلک سنة يستن بها لا بد من فعلها، فإن وصل إلى هذا الحد لا بد أن يفعلها سيما إن كان من أهل العلم وممن يقتدى به، ولم يكن لمن مضى فيه طعام معلوم لا بد من فعله، وكان بعض العلماء يتركون النفقة فيه قصدا لينبهوا على أنها ليست بواجبة، وأما ما يفعلونه اليوم من أن عاشوراء يختص بذبح الدجاج وغيرها وطبخ الحبوب وغيره، فلم يكن السلف يتعرضون فی هذه المواسم ولا يعرفون تعظيمها إلا بكثرة العبادة والصدقة والخير لا فی المأكول، ثم قال: ومما أحدثوه فيه من البدع زيارة القبور، وزيارة القبور فی هذا اليوم المعلوم بدعة مطلقا للرجال والنساء ..... وفی الأثر الذی ذكره عمر التوسعة على الأهل فی ليلة عاشوراء، وفی الأحاديث السابقة التوسعة على الأهل فی يوم عاشوراء فينبغی أن يوسع على الأهل فيهما، وقال الشيخ زروق فی شرح القرطبية: فيوسع يومه وليلته من غير إسراف ولا مرآة ولا مماراة، وقد جرب ذلک جماعة من العلماء فصح، انتهى.

وقال الشيخ يوسف بن عمر فی باب جمل من الفرائض: ويستحب التوسعة فی النفقة على العيال ليلة عاشوراء، واختلف هل هی ليلة العاشر أو ليلة الحادی عشر؟ انتهى(مواهب الجليل فی شرح مختصر خليل،للحطاب الرعينی المالكی، ج۲ص ۴۰۳ الٰی ۴۰۵ ملخصاً،كتاب الصيام،باب مايثبت به رمضان)

وجاء الترغيب فی النفقة فيه على العيال وقد روى أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – قال: من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة وإن أهل مكة والمدينة يتحرون ذلک حتى كأنه يوم عيد .انتهى نص ابن يونس.

وقال ابن العربی: أما النفقة فی يوم عاشوراء والتوسعة فمخلوقة باتفاق وأنه يخلف الله بالدرهم عشرة أمثاله ورأيت لابن حبيب:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسلکِ اہل حدیث کے عالم عبداللہ بن محمد مبارک پوری نے بھی اس حدیث کو مختلف سندوں سے مروی ہونے کی وجہ سے معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ دس محرم کے دن دو چیزیں سنت سے ثابت ہیں، ایک نفل روزہ جس کے ساتھ نو، یا گیارہ تاریخ کا روزہ ملا لینا بہتر ہے، دوسرے اہل وعیال پر نان نفقہ میں وسعت وفراخی اور بس، اس کے علاوہ دوسری چیزیں ثابت نہیں۔ [2]

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب عاشوراء کے دن روزہ رکھا جائے گا، تو کھانے پینے وغیرہ میں وسعت والا عمل کیسے اداء ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات کے مطابق اہل وعیال پر وسعت کھانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اہل وعیال کی دوسری ضروریات، مثلاً لباس وغیرہ میں بھی وسعت کی جاسکتی ہے۔

لہٰذا جب وسعت کھانے پینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ لباس وغیرہ کی شکل میں بھی ہوسکتی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا تنس لا ينسك الرحمن عاشورا — واذكره لا زلت في الأخيار مذكورا
قال الرسول صلاة الله تشمله — قولا عليه وجدنا الحق والنورا
من بات في ليل عاشوراء ذا سعة — يكن بعيشته في الحول محبورا
فارغب فديتك فيما فيه رغبنا — خير الورى كلهم حيا ومقبورا

وأنشدني شيخي الأستاذ أبو عبد الله المنثوري جدد الله عليه رحمته قال: أنشدني الخطيب أبو بكر بن جزي يوم عاشوراء قال: أنشدني الخطيب أبو علي القرشي يوم عاشوراء قال: أنشدني الخطيب أبو عبد الله بن رشيد لنفسه يوم عاشوراء وذكر أن نظمه يوم عاشوراء:

صيام يوم عاشوراء أتى فضله — في سنة محكمة قاضيه
قال النبي المصطفى إنه — تكفير ذنب السنة الماضيه
ومن يوسع يومه لم يزل — في عامه في عيشة راضيه

(التاج والاكليل لمختصر خليل لابی عبدالله المواق المالکی، ج۳ص ۳۱۳، کتاب الصیام، باب فی احکام الصیام)

[1] والمعتمد عندي هو ما ذهب إليه البيهقي إن له طرقاً بعضها بعضاً، إن أسانيده الضعيفة أحدثت قوة بإلتضام والله تعالى أعلم (مرعاة المفاتيح، ج٦ ص ٣٦٤، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة)

[2] دریں روز جز صیام از عبادت وتوسیع علی العیال از عادات چیزے دیگر در شریعت وارد نشدہ لہٰذا زیادت بریں ہر چہ باشد بدعت باشد (امداد الفتاویٰ، ج۵ص ۲۹۶، کتاب البدعات، بعنوان ''بعض بدعاتِ محرم'' ناشر: مکتبہ دار العلوم کراچی، طبع جدید: شعبان ۱۴۳۱ھ، جولائی 2010ء)

www.idaraghufran.org

ہے، تو اس وسیع مفہوم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کھانے پینے کے علاوہ دوسری چیزوں کے ذریعہ وسعت روزہ رکھ کر بھی ہوسکتی ہے۔

دوسرے بعض محدثین نے عاشوراء کی رات میں بھی وسعت کا ذکر فرمایا ہے۔

تیسرے بہت سی جگہ دن کے مفہوم میں رات بھی داخل ہوا کرتی ہے، اس لئے نو محرم کا سورج غروب ہونے کے بعد بھی اس وسعت پر عمل کیا جاسکتا ہے، اور اگر عاشوراء کے دن بالفرض اپنا روزہ ہو، اور کوئی کھانے کی شکل میں وسعت کرنا چاہے، تو گھر میں جن لوگوں کا روزہ نہ ہو، یا جو چھوٹے بچے ہوں، ان پر وسعت دن میں خود روزہ رکھ کر بھی کی جاسکتی ہے۔ [1]

اس عمل میں اعتدال کی ضرورت

لیکن یہ ملحوظ رہے کہ جو چیزیں جس درجہ میں ثابت ہیں، ان کو اسی درجہ میں رکھ کر ماننا اور عمل کرنا چاہئے، اور ان کو ان کے درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے۔

آج کل مذکورہ حدیث سے ثابت شدہ عمل کے بارے میں عام طور پر بہت سے لوگ افراط وتفریط (کمی وزیادتی) کا شکار ہیں، بعض لوگ تو سرے سے اس حدیث کو ثابت ہی نہیں مانتے، حالانکہ ابھی ذکر ہو چکا کہ متعدد مختلف درجہ کی سندوں سے یہ حدیث منقول ہے، اور

---

[1] (قوله ولا بأس إلخ) نقل فی القنية عن الوبری أنه لم يرد فيه أثر قوی، ولا بأس اهـ، وربما يثاب قال الشارح: والذی فی حفظی أنه يثاب بالتوسعة علی عياله المندوب إليها فی الحديث بقوله من وسع علی عياله فی يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته فأخذ الناس منه أن وسعوا باستعمال أنواع من الحبوب، وهو مما يصدق عليه التوسعة .وقد رأيت لبعض العلماء كلاما حسنا محصله: أنه لا يقتصر فيه علی التوسعة بنوع واحد بل يعمها فی المآكل والملابس وغير ذلک، وأنه أحق من سائر المواسم بما يعمل فيها من التوسعات الغير المشروعة فيها كالأعياد ونحوها اهـ (ردالمحتار، ج٦ ص ٤٢٩، ٤٣٠، كتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع)

(من بات فی ليل عاشوراء ذا سعة ...يكن بعيشته فی الحول محبورا)

(فارغب فديتک فيما فيه رغبنا ...خير الوری كلهم حيا ومقبورا)(تنزيه الشريعة المرفوعة لابنِ عراقی الكنانی، ج٢ ص١٥٨، كتاب الصوم، الفصل الثانی)

قال الحافظ ابن حجر فی أماليه :كذا وقع فی روايات يوم الجمعة وفی روايات ليلة الجمعة ويجمع بأن المراد اليوم بليلته والليلة بيومها (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ٨٩٣٢)

اس کا یک طرفہ اور بالکلیہ انکار درست نہیں، اور متعدد فقہائے کرام سے بھی اس دن اہل و عیال پر وسعت کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسری طرف بعض لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ فرائض وواجبات ادا کرنے، اور گناہوں وحرام کاموں سے بچنے کے مقابلہ میں، اس قسم کی کھانے پینے کی چیزوں کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، اور اس کو اپنے درجہ سے بڑھا دیتے ہیں، نیز صرف اسی عمل کو سارے سال کی روزی میں برکت ووسعت کا یقینی ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حالانکہ بعض اوقات گناہوں کی وجہ سے بھی انسان کی روزی تنگ ہو جاتی ہے، اس لئے اس حدیث کے بارے میں افراط تفریط (اور کمی وزیادتی) سے بچ کر اعتدال والی راہ اختیار کرنی چاہئے، اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا انکار نہ کیا جائے، لیکن دوسری طرف اس حدیث میں بیان کردہ عمل کو فرض اور واجب نہ سمجھا جائے، بلکہ دنیوی برکت کا ایک عمل سمجھا جائے، اور نہ کرنے پر اپنے آپ کو، یا دوسروں کو گناہ گار، یا قابلِ ملامت بھی نہ خیال کیا جائے۔

نیز یہ بھی وہم نہ کیا جائے کہ یہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے یقینی طور پر تمام سال بے برکتی رہے گی، اور جو یہ عمل نہ کرے، اس پر لعن طعن بھی نہ کیا جائے۔

اسی طرح اس موقع پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی کرنا، یا اس کے لئے قرض لینا، یا کسی خاص قسم کے کھانے (مثلاً کھیچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ) کو لازم وضروری سمجھنا درست نہیں۔

پھر مذکورہ حدیث میں کیونکہ اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کی قید لگی ہوئی ہے، اس لئے یہ سمجھنا کہ جب تک اہل وعیال کے علاوہ، علاقہ اور محلّہ والے لوگوں کو شامل نہیں کیا جائے گا، یا بڑی بڑی دیگیں نہیں اتاری جائیں گی، یا مختلف قسم کی سبیلیں نہیں لگائی جائیں گی، تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

کیونکہ حدیث میں اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں کشادگی کی برکت بیان کی گئی ہے، اور اہل وعیال میں اہلِ محلّہ اور دوسرے لوگ شامل نہیں ہوتے، اگر گناہوں سے بچنے اور توبہ کے

ساتھ ساتھ اس دن صرف اپنے گھر کی حد تک، بغیر قرض لئے حلال مال سے کوئی اچھا کھانا تیار کرلے، تو یہ عمل جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن یہ معاملہ اپنے گھر تک محدود رکھا جائے، اس کو نہ تو ضروری سمجھا جائے، اور نہ ہی اس کا دائرہ بڑھا کر اپنی کفالت سے باہر کے افراد کو لینے دینے میں شامل کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ایک دوسرے کو لینے دینے کا ذکر نہیں، بلکہ صرف اپنے اہل وعیال پر وسعت کا ذکر ہے، اور اس حدیث سے اپنے اہل وعیال پر وسعت کا جو حکم ہے، وہ ایصالِ ثواب سے الگ عمل ہے، اس لئے اس کو ایصالِ ثواب سمجھنا بھی غلط فہمی ہے (ماخذہٗ ''خطبات حکیم الامت'' ج۹، وعظ ''تحریم المحرم'' بتغیر) [1]

اس کے علاوہ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک اعمال اور توبہ استغفار سے رزق میں برکت، اور بداعمالیوں اور گناہوں سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

---

[1] التوسعة فی عاشوراء :قال بعض الفقهاء تستحب التوسعة علی العیال والأهل فی عاشوراء ، واستدلوا بما روی عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال :من وسع علی أهله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته .

قال ابن عیینة :قد جربناه منذ خمسین سنة أو ستین فما رأینا إلا خیرا أما غیر التوسعة علی العیال مما یحدث من الاحتفال والاکتحال والاختضاب یوم العاشر ولیلته :فقد ذهب جمهور الفقهاء من الحنفیة والمالکیة والشافعیة والحنابلة إلی أن الاحتفال فی لیلة العاشر من محرم أو فی یومه بدعة، وأنه لا یستحب شیء منه، بل ما روی فی هذا الباب إنما هو من وضع الوضاعین أهل البدع تشجیعا لبدعتهم التی یصنعونها فی هذا الیوم.ولم یثبت فی فضل هذا الیوم إلا الصیام فقط(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۲۹،ص ۲۲۰، وص ۲۲۱،مادة "عاشوراء" حرف العین)

وفیه یوجد التشبه باهل الباطل ،ویوجد التقویة والتائیدلعقیدة الباطلة کالتقرب لغیرالله وایصال الثواب لروح الحسین رضی الله عنه تخصیصاً بیوم العاشوراء اوان یصل هذا الطعام بعینهٖ الٰی ارواح الشهداء وانهم جائعون وهذا العمل یفضی العوام الی الضلالة فافهم هذا الفرق اللطیف بین التوسعة علی العیال والتوسیع الٰی غیرهم .

بعض لوگ اہل وعیال پر وسعت والی حدیث سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دس محرم کے دن جو بھی کام کیا جاتا ہے، سال بھر وہی کام ہوتا ہے، مثلاً اگر کوئی اس دن سفر کرے، تو سال بھر سفر واسفار کثرت سے ہوتے ہیں، اور اسی طرح دوسری چیزیں بھی، حدیث کا یہ مطلب نکالنا درست نہیں، کیونکہ اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

لَا یَحْتَسِبُ ط (سورۃ الطلاق، رقم الآیۃ ۲،۳)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، تو اللہ اُس کے لئے نجات کا راستہ بنادے گا، اور اُس کو ایسے طریقہ سے رزق دے گا، جس کا اُس کو گمان نہیں ہوگا (سورہ طلاق)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ۱۲۴)

ترجمہ: اور جو اعراض کرے گا میرے ذکر سے، تو اس کی معیشت تنگ ہوگی (سورہ طٰہٰ)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيْبُهُ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمُرِ إِلَّا الْبِرُّ (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابنِ حبان، رقم الحدیث ۱۰۹۰، کتاب البیوع، باب فی موانع الرزق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آدمی رزق سے محروم کردیا جاتا ہے، اس گناہ کی (نحوست کی) وجہ سے جس کو وہ اختیار کرتا ہے، اور تقدیر کو صرف دعاء ہی رَد کرتی ہے، اور عمر میں صرف صلہ رحمی (ورشتہ داروں سے نیک سلوک) کرنا ہی اضافہ کرتا ہے (موارد)

---

[1] قال حسين سليم اسد الدارانی:
إسناده جيد، وهو فی الإحسان ۱۱۶/۲ برقم(۸۶۹)وأخرجه أبو يعلى فی "معجم" شيوخه برقم(۲۸۲)من طريق فضل بن إسحاق البغدادی، حدثنا الأشجعی، عن سفيان، بهذا الإسناد .وهناک استوفيت تخريجه.ونضيف هنا أن الطحاوی أخرجه فی "مشكل الآثار ۱۶۹/۴"من طريق فهد بن سليمان قال :حدثنا إبراهيم.
وأخرجه أبو نعيم فی "ذكر أخبار أصبهان ۱۰/۲ "من طريق ...محمد بن عاصم، حدثنا أبی.وأخرجه البغوی فی "شرح السنة ۱۳/۶ برقم(۳۴۱۸)"من طريق ...محمد ابن يوسف، وأبی نعيم، جميعهم حدثنا سفيان، بهذا الإسناد(حاشية موارد الظمآن)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست سے آدمی رزق کی برکت سے محروم ہوجاتا ہے۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: لَا تَسْتَبْطِئُوْا الرِّزْقَ ،

---

[1] (إن الرجل) يعنى الإنسان (ليحرم) بالبناء للمفعول أى يمنع وحذف الفاعل فى مقام منع الرزق أنسب (الرزق) أى بعضه يعنى ثواب الآخرة أو نعم الدنيا من نحو صحة ومال بمعنى محق البركة منه (بالذنب يصيبه) وفى رواية بذنبه أى بشؤم كسبه للذنب ولو بأن تسقط منزلته من القلوب ويستولى عليه أعداؤه أو ينسى العلم حتى قال بعضهم إنى لأعرف عقوبة ذنبى فى سوء خلق حمارى وقال آخر أعرفه من تغير الزمان وجفاء الإخوان ولا يقدح فيه ما يرى من أن الكفرة والفسقة أعظم مالا وصحة من العلماء لأن الكلام فى مسلم يريد الله رفع درجته فى الآخرة فيعقبه من ذنوبه فى الدنيا فاللام فى الرجل للعهد والمعهود بعض الجنس من المسلمين ذكره المظهر وبه عرف أنه لا تناقض بينه وبين خبر إن الرزق لا ينقصه المعصية ولهذا وجه بعضهم الخبر بأن لله لطائف يحدثها للمؤمن ليصرف وجهه إليه عن اتباع شهوته والانهماك فى نهمته فإذا اشتغل بذلك عن ربه حرم رزقه فيكون زجرا له إليه عما أقبل عليه وتأديبا له أن لا يعود لمثله كطفل دعته أمه فأعرض عنها فيعدو إلى لهو فيعثر فيقوم ويعدو إليها راجعا قال بعضهم: واعلم أن من الحوادث ما ظاهره عنف وباطنه لطف كحرمان الرزق بما يصيبه من الذنب فإن العبد إذا أعرض عن ربه واشتغل بما أسبغ عليه وأحب إقباله عليه حرمه سعة ما بسط له ليخاف فيرتدع ويضيق عليه جهات الرزق فيلجأ إليه ويقبل بالتضرع إليه ومن أراد غير ذلك زاده على ذنبه نعما ليزداد إعراضا وشغلا فإن قيل كيف يحرم الرزق المقسوم؟ قلنا يحرم بركته أو سعته أو الشكر عليه ذكره بعضهم وقال القونوى الذنوب كلها نجاسات باطنه وإن كان لبعضها خواص تتعدى من الباطن إلى الظاهر وهو ما أشار إليه بهذا الحديث ولهذا الحديث سر آخر وهو أن الحرمان قد يكون بالنسبة إلى الرزق المعنوى والروحانى وقد يكون من الرزق الظاهر المحسوس (ولا يرد القضاء إلا الدعاء)بمعنى أن الدوام على الدعاء يطيب ورود القضاء فكأنه رده ذكره أبو حاتم وهو معنى قول البعض رده للقدر تهوينه حتى يصير القضاء النازل كأنه ما نزل ثم المراد أن الدعاء أعظم أسباب رده فبالنسبة لذلك حصره فيه وإلا فالصدقة تشاركه بدليل باكروا بالصدقة فأن البلاء لا يتخطاها ويأتى نظيره فى الحصر المذكور فى قوله (ولا يزيد فى العمر إلا البر) لأن البر يطيب عيشه فكأنه يزيد فى عمره والذنب يكدر صفاء رزقه فكلما فكر فى عاقبة أمره فكأنه حرمه أو المراد الزيادة بالنسبة لملك الموت أو اللوح لا لما فى علمه تقدس فإنه لا يتبدل.

(حم ن هـ حب ك عن ثوبان) مولى المصطفى صلى الله عليه وسلم قال الحاكم صحيح وأقره الذهبى ثم العراقى وقال المنذرى رواه النسائى بإسناد صحيح(فيض القدير للمناوى، ج۲ ص ۳۳۲، وص ۳۳۳ ، تحت رقم الحديث ۱۹۷۵ ،حرف الهمزة)

فَإِنَّـهُ لَمْ يَكُنْ عَبْدٌ يَمُوْتُ حَتّٰى يَبْلُغَهُ آخِرُ رِزْقٍ هُوَ لَهُ ، فَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فِي الْحَلالِ ، وَتَرْكِ الْحَرَامِ(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۲۴۱، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الحرص وما يتعلق به) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رزق کو حاصل کرنے میں زیادہ تکلف اختیار نہ کرو، کیونکہ کوئی بندہ بھی ایسا نہیں، جو اپنے مقدر کا آخری رزق پائے بغیر فوت ہو جاتا ہو، لہٰذا تم حلال رزق کو طلب کرنے میں اور حرام رزق کو چھوڑنے میں اجمالی کوشش کرو (ابنِ حبان)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

جِبْرِيْلُ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ أَنَّهُ لاَ تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ، وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ ، وَلاَ يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلاَّ بِطَاعَتِهِ(مسند البزار، رقم الحديث ۲۹۱۴) [2]

ترجمہ: حضرت جبریل نے میرے دل میں وحی ڈالی کہ کوئی جاندار اس وقت تک فوت نہیں ہوگا، جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اگرچہ وہ رزق اس پر کتنا

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال الهيثمي:

رواه البزار، وفيه قدامة بن زائدة بن قدامة، ولم أجد من ترجمه، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۶۲۸۷،باب الاقتصاد في طلب الرزق)

وقال المنذري:

رواه البزار ورواته ثقات إلا قدامة بن زائدة بن قدامة فإنه لا يحضرني فيه جرح ولا تعديل (الترغيب والترهيب، ج۲ص ۳۴۰، كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه وما جاء في ذم الحرص وحب المال)

قلت: ذكره ابن حبان في الثقات فقال :

قدامة بن زائدة الثقفي والد زائدة بن قدامة من أهل الكوفة يروى عن بن أبي مليكة روى عنه شريك (ثقات ابن حبان، جزء۷ صفحه ۳۴۰، باب القاف)

ہی مؤخر ہو جائے، پس تم اللہ سے ڈرو اور تم (رزق کو) طلب کرنے میں اختصار سے کام لو، اور تمہیں رزق کا دیر سے ملنا اس چیز پر نہ ابھارے کہ تم رزق کو اللہ کی نافرمانی کر کے حاصل کرو، کیونکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے، وہ اللہ کی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہو سکتی ہے (مسند البزار)

اسی قسم کی حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست اور حرام وناجائز طریقوں سے رزق میں بے برکتی اور نیک عمل سے رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ [3]

---

[1] عن أبي أمامة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: نفث روح القدس في روعي أن نفسا لن تخرج من الدنيا حتى تستكمل أجلها، وتستوعب رزقها، فأجملوا في الطلب، ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعصية الله، فإن الله لا ينال ما عنده إلا بطاعته (المعجم الكبير للطبراني، ج٨ص ١٦٦، رقم الحديث ٧٦٩٤)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير وفيه عفير بن معدان وهو ضعيف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٦٢٩٣، باب الاقتصاد في طلب الرزق)

[2] عن ابن مسعود، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس من عمل يقرب إلى الجنة، إلا قد أمرتكم به، ولا عمل يقرب إلى النار، إلا قد نهيتكم عنه، لا يستبطئن أحد منكم رزقه أن جبريل عليه السلام ألقى في روعي أن أحدا منكم لن يخرج من الدنيا حتى يستكمل رزقه، فاتقوا الله أيها الناس، وأجملوا في الطلب، فإن استبطأ أحد منكم رزقه، فلا يطلبه بمعصية الله، فإن الله لا ينال فضله بمعصية (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢١٣٦، كتاب البيوع)

قال البوصيري:

وله شاهد من حديث حذيفة رواه البزار في مسنده. ورواه الطبراني في الكبير من حديث الحسن بن علي. ورواه ابن ماجه والحاكم والبيهقي في سننه الكبرى من حديث جابر بن عبدالله. (اتحاف الخيرة المهرة للبوصيري، ج٣ص ٢٧١، تحت رقم الحديث ٢٧٢٢ "٣" كتاب الزكاة، باب الإجمال في طاب الدنيا وترک طلبها مما لا يحل)

[3] (نفث) بفاء ومثلثة تفل بغير ريق (في روعي) بضم الراء أي ألقى الوحي في خلدي وبالي أو في نفسي أو قلبي أو عقلي من غير أن أسمعه ولا أراه والنفث ما يلقيه الله إلى نبيه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم إلهاما كشفيا بمشاهدة عين اليقين. أما الروع بفتح فهو الفزع لا دخل له هنا (إن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ:

وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۸۷۰، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الغلول)

ترجمہ: اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرے گی، اس سے رزق اٹھالیا جائے گا (مؤطا)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَزِمَ الاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيْقٍ مَخْرَجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لاَ يَحْتَسِبُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۵۱۸، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار، ابنِ ماجه رقم الحدیث ۳۸۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی، ج۱۰ ص ۲۸۱، رقم الحدیث ۱۰۶۶۵، سنن البیهقی رقم الحدیث ۶۴۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص استغفار میں لگا رہے، اللہ اس کے لئے ہر دشواری سے نکلنے کے راستے بنادے گا، اور ہر فکر کو ہٹا کر کشادگی فرمادے گا، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا، جہاں سے اس کو دھیان بھی نہ ہوگا (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ نفسا لن تموت حتى تستكمل أجلها) الذى كتبه لها الملك وهى فى بطن أمها فلا وجه للوله والتعب والحرص والنصب إلا عن شك فى الوعد (وتستوعب رزقها) كذلك فإنه سبحانه وتعالى قسم الرزق وقدره لكل أحد بحسب إرادته لا يتقدم ولا يتأخر ولا يزيد ولا ينقص بحسب علمه القديم الأزلى ولهذا سئل حكيم عن الرزق فقال إن قسم فلا تعجل وإن لم يقسم فلا تتعب (فاتقوا الله) أى ثقوا بضمانه لكنه أمرنا تعبدا بطلبه من حله فلهذا قال (وأجملوا فى الطلب) بأن تطلبوه بالطرق الجميلة المحللة بغير كد ولا حرص ولا تهافت على الحرام والشبهات (ولا يحملن أحدكم استبطاء الرزق) أى حصوله (أن يطلبه بمعصية الله) فإن الله تعالى لا ينال عنده) من الرزق وغيره (إلا بطاعته) قال الطيبى رحمه الله :والاستبطاء يعنى الإبطاء والسير للمبالغة وفيه أن الرزق مقدر مقسوم لا بد من وصوله إلى العبد) لكنه إذا سعى وطلب على وجه مشروع وصف بأنه حلال وإذا طلب بوجه غير مشروع فهو حرام فقوله ما عنده إشارة إلى أن الرزق كله من عند الله الحلال والحرام وقوله أن يطلبه بمعصية إشارة إلى ما عند الله إذا طلب بمعصية سمى حراما وقوله إلا بطاعته إشارة إلى أن ما عند الله إذا طلب بطاعته مدح وسمى حلالا وفيه دليل ظاهر لأهل السنة أن الحرام يسمى رزقا والكل من عند الله تعالى خلافا للمعتزلة (فيض القدير للمناوى، ج۲ ص ۴۵۰، ۴۵۱ تحت رقم الحديث ۲۲۷۳، حرف الهمزة)

اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے، مگر اس کی تائید گزشتہ دلائل سے ہوتی ہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ کئی آیات واحادیث اس مضمون کی موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ اور نیک اعمال سے رزق اور نعمتوں میں برکت، اور گناہوں سے تنگی و بے برکتی آتی ہے۔

لہٰذا نیک اعمال اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے، بلکہ اس کا درجہ دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں کشادگی وفراخی والے عمل سے بھی زیادہ اہم ہے، نہ یہ کہ کھانے پکانے کا تو بہت اہتمام کیا جائے اور فرائض، واجبات، نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ جیسے بڑے احکام سے غفلت اختیار کی جائے جیسا کہ عام طور پر آج کل ہو رہا ہے۔

اسی سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جو شخص اس دن اس عمل میں حد سے آگے بڑھے گا یا کسی قسم کا کوئی گناہ کرے گا (جیسا کہ آج کل بے شمار گناہوں کا دور دورہ ہے) تو باوجود اس وسعت اور فراخی والے عمل کو انجام دینے کے پھر بھی بے برکتی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے دس محرم کے علاوہ عام دنوں میں بھی گناہوں سے بچنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] قال المنذری: رواه أبو داود واللفظ له والنسائی وابن ماجه والحاكم والبيهقی كلهم من رواية الحكم بن مصعب وقال الحاكم صحيح الإسناد (الترغيب والترهيب، ج۲ ص۳۸۳، كتاب البيوع، الترغيب فی كلمات يقولهن المديون والمهموم والمكروب والمأسور)

وقال العينی: الحكم بن مصعب: القرشی الدمشقی. روی عن: محمد بن علی بن عبد الله بن عباس. روی عنه: الوليد بن مسلم، قال أبو حاتم: لا أعلم روی عنه غيره. قال الحافظ: ولا أعرف له سوی حديث الاستغفار. روی له: أبو داود، والترمذی، وابن ماجه. والحديث أخرجه: النسائی، وابن ماجه، وقال فی "مختصر السنن": "وفی إسناده الحكم بن مصعب، ولا يحتج به (شرح ابی داؤد للعينی، ج۵ ص۴۲۹، كتاب الصلاة، باب فی الاستغفار)

وقال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف. الحكم بن مصعب فيه جهالة، كما قال الحافظ الذهبی فی "تلخيص المستدرک ۲/۲۶۲"

وأخرجه ابن ماجه (۳۸۱۹) والنسائی فی "الكبری (۱۰۲۱۷)" من طريقين عن الوليد بن مسلم، بهذا الإسناد. وليی عند ابن ماجه" عن أبيه." (حاشية سنن ابی داؤد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۸)

(فصل نمبر 5)

دس محرم سے متعلق بعض من گھڑت روایات

بعض لوگوں کی طرف سے دس محرم کے دن سے متعلق کئی چیزوں کی فضیلت مشہور کردی گئی ہے، جو کہ موضوع ومن گھڑت یا شدید ضعیف روایات پر مبنی ہیں، مثلاً دس محرم کے دن خوشبو، یا خضاب لگانا، غسل کرنا، لباس تبدیل کرنا، زیب وزینت کرنا، صلاۃُ العاشوراء کے نام سے باجماعت نفل نماز ادا کرنا، رشتہ داروں وعزیزوں سے ملنا، قبروں کی زیارت کرنا، قبروں کو پختہ کرنا، قبروں پر سبز چھڑیاں، شاخیں اور پھول پتیاں رکھنا، ان پر مٹی اور چادر وغیرہ ڈالنا اور لپائی وغیرہ کرنا، مصافحہ ومعانقہ کرنا، اس دن مخصوص قسم کا کھانا وغیرہ پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ، یا اپنے مرحوم رشتہ داروں کی روحوں کو ثواب بخشنا، اوران کے نام کی نذر ونیاز دینا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کو اس دن حاضر سمجھنا، روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا اور چھت کے اوپر سے پھینکنا، شادی کے بعد پہلی محرم میں بیوی کو ماں باپ کے گھر بھیج دینے کو ضروری سمجھنا، مختلف قسم کے سوگ اور ماتم کرنا، تعزیہ وغیرہ نکالنا، عورتوں کا بالوں کو کھول دینا، زیب وزینت کی چیزوں کو ترک کردینا، چوڑیاں توڑ ڈالنا، سوگ کے طور پر سیاہ لباس پہننا، ننگے پاؤں پھرنا، چارپائی پر نہ سونا، سر پر سبز رنگ کی مخصوص ٹوپی رکھنا، بچوں کے گلے میں سبز رنگ کی تھیلیاں لٹکا دینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فقیر ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

شرعی اعتبار سے اس قسم کی باتیں اوران کے متعلق مختلف فضائل مستند طریقہ پر ثابت نہیں، لہٰذا ان سے پرہیز کرتے ہوئے شریعت سے ثابت شدہ مستند ومعتبر احکام پر عمل پیرا ہونا چاہئے

(والتفصیل فی ''ماثبت بالسنة فی ایام السنة'' از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

دس محرم کے دن حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول ہوئی تھی، اور دس محرم کو حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی کنارہ پر آئی تھی، اسی دن حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی، اور اسی دن وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔

اسی دن حضرت یونس صلی اللہ علیہ وسلم کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی، اور اسی دن ان کی امت کا قصور معاف ہوا، اور اسی دن حضرت یوسف صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں سے نکالے گئے۔

اسی دن حضرت ایوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے صحت عطا ہوئی، اور اسی دن حضرت ادریس صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر اٹھائے گئے۔

اسی دن حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، اور اسی دن حضرت سلیمان صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عطا ہوا۔

اس کے علاوہ اور بھی واقعات اس دن کے متعلق تاریخ دانوں نے لکھے ہیں۔

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس قسم کی روایات کی اسناد پر محدثین کو کلام ہے۔ [1]

---

[1] وقد ورد أيضا أنه تاب فيه على قوم يونس روى أبو الشيخ (ابن حبان) فى فضائل الأعمال أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :إن نوحا هبط من السفينة يوم عاشوراء فصامه نوح وأمر من معه بصيامه شكرا لله تعالى وفيه تاب الله على آدم وعلى أمه يونس وفيه فلق البحر لبنى إسرائيل وفيه ولد إبراهيم وعيسى قال :وفيه عثمان بن مطر منكر الحديث وقال وهب :أوحى الله إلى موسى عليه السلام أن مر قومك أن يتوبوا إلى فى عشر المحرم فإذا كان فى اليوم العاشر فليخرجوا إلى أغفر لهم .قال ابن رجب :هذا الحديث حث على التوبة فيه وأنه أرجى لقبول التوبة انتهى (فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج۳ص ۳۴، تحت رقم الحديث ۲۶۷۵،حرف الهمزة)

النوع الثالث: لم سمى اليوم العاشر عاشوراء؟ اختلفوا فيه، فقيل: لأنه عاشر المحرم، وهذا ظاهر، وقيل: لأن الله تعالى أكرم فيه عشرة من الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام بعشر كرامات .الأول: موسى عليه السلام، فإنه نصر فيه، وفلق البحر له، وغرق فرعون وجنوده .الثانى: نوح عليه السلام استوت سفينته على الجودى فيه .الثالث: يونس، عليه السلام، أنجى فيه من بطن الحوت .الرابع: فيه تاب الله على آدم عليه السلام، قاله عكرمة .الخامس: يوسف عليه السلام، فإنه أخرج من الجب فيه .السادس: عيسى عليه السلام، فإنه ولد فيه، وفيه رفع .السابع: داود، عليه السلام، فيه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

آگے اس طرح کی چند روایات کی اسنادی حیثیت کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت آدم ویونس کی توبہ قبول ہونے، کشتیٔ نوح کے جودی پہاڑ پر ٹھہرنے اور حضرت ابراہیم کی ولادت کی روایت

امام طبرانی نے ایک لمبی حدیث روایت کی ہے، جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی جودی پہاڑ پر پہنچی تھی، تو حضرت نوح صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنے کے طور پر روزہ رکھا تھا، اور اسی دن اللہ عزوجل نے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول فرمائی تھی، اور حضرت یونس صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توبہ قبول فرمائی، اور اسی دن حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

تاب الله عليه .الثامن: إبراهيم، عليه السلام، ولد فيه .التاسع: يعقوب، عليه السلام، فيه رد بصره . العاشر: نبينا محمد، صلى الله عليه وسلم، فيه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر.

هكذا ذكروا عشرة من الأنبياء، عليهم الصلاة والسلام .قلت: ذكر بعضهم من العشرة: إدريس، عليه السلام، فإنه رفع إلى مكان فى السماء، وأيوب، عليه السلام، فيه كشف الله ضره، وسليمان؟ عليه السلام، فيه أعطى الملك(عمدة القارى للعينى، ج ۱۱ ص ۱۱۷، ۱۱۸، كتاب الصوم، باب صيام يوم عاشوراء)

وليوم عاشوراء فضائل منها :ما ذكر فى الحديث أن الله فرق فيه البحر لموسى بن عمران ، وغرق فرعون وجنوده ، ومنها ما روى معمر عن قتادة قال :ركب نوح فى السفينة فى رجب فى عشر بقين منه ، ونزل من السفينة يوم عاشوراء .وقال عكرمة :هو يوم تاب الله فيه على آدم .وقال ابن حبيب :وفيه أخرج يوسف من الجب ، وفيه نَجَّى الله يونس من بطن الحوت ، وفيه تاب الله على قوم يونس ، وفيه ولد عيسى بن مريم ، وفيه تكسى الكعبة البيت الحرام فى كل عام .وروى شعبة ، عن أبى الزبير ، عن جابر ، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء ، وسع الله عليه سائر السنة) قال جابر وأبو الزبير وشعبة :جربناه فوجدناه كذلك ، وقاله يحيى بن سعيد وابن عيينة أيضًا(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۴ ص ۱۴۴، ۱۴۵، كتاب الصيام)

ولادت ہوئی تھی''۔ [1]

لیکن اس روایت کی سند میں بعض راوی شدید ضعیف ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں ہے، لہٰذا اس روایت کے مضمون پر عقیدہ نہیں رکھنا چاہئے۔ [2]

---

[1] حدثنا علی بن عبد العزیز، ثنا معلی بن مهدی الموصلی، ثنا عثمان بن مطر الشیبانی، عن عبد الغفور یعنی ابن سعید، عن عبد العزیز، عن أبیه -قال عثمان :وکانت لأبیه صحبة -قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :رجب شهر عظیم، یضاعف الله فیه الحسنات، فمن صام یوما من رجب فکأنما صام سنة، ومن صام منه سبعة أیام غلقت عنه سبعة أبواب جهنم، ومن صام منه ثمانیة أیام فتحت له ثمانیة أبواب الجنة، ومن صام منه عشرة أیام لم یسأل الله شیئا إلا أعطاه إیاه، ومن صام منه خمسة عشر یوما نادی مناد فی السماء قد غفر لک ما مضی فاستئنف العمل، ومن زاد زاده الله عز وجل، وفی رجب حمل الله نوحا فی السفینة فصام رجبا، وأمر من معه أن یصوموا، فجرت بهم السفینة ستة أشهر،آخر ذلک یوم عاشوراء أهبط علی الجودی فصام نوح ومن معه والوحش شکرا لله عز وجل، وفی یوم عاشوراء أفلق الله البحر لبنی إسرائیل، وفی یوم عاشوراء تاب الله عز وجل علی آدم صلی الله علیه وسلم وعلی مدینة یونس، وفیه ولد إبراهیم صلی الله علیه وسلم(المعجم الکبیر للطبرانی، ج٦ ص ٦٩، رقم الحدیث ٥٥٣٨)

[2] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه عبد الغفور، وهو متروک(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ٥١٣٢،باب فی صیام عاشوراء)

وقال ابن حجر العسقلانی: رویناه فی فضائل الأوقات للبیهقی؛ وفضائل رجب لعبد العزیز الکتانی، وفی الترغیب والترهیب لأبی القاسم التیمی من طریق عثمان بن مطر، عن عبد الغفور، عن عبد العزیز بن سعید، عن أبیه :عن النبی صلی الله علیه وسلم .وعثمان بن مطر کذبه ابن حبان، وأجمع الأئمة علی ضعفه (تبیین العجب بما ورد فی شهر رجب، ص٤٨، ٤٩، الناشر: مؤسسة قرطبة، اندلس)

وقال الالبانی:

موضوع .أخرجه الطبرانی فی "المعجم الکبیر(٥٥٣٨) "من طریق عثمان ابن مطر الشیبانی عن عبد الغفور -یعنی :ابن سعید -عن عبد العزیز بن سعید عن أبیه -قال عثمان :وکانت لأبیه صحبة -قال ... :فذکره مرفوعا.

قلت :وهذا موضوع؛ آفته عثمان بن مطر؛ قال ابن حبان(٢/٩٩) "یروی الموضوعات عن الأثبات."

وشیخه عبد الغفور؛ قریب منه .وبه أعله الهیثمی، فقال (٣/١٨٨)"وهو متروک."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دس محرم کے روزہ ودیگر اعمال کی مخصوص فضیلت اور اس دن میں اہم واقعات کی روایت

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک لمبی حدیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

”جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کے لیے ساٹھ سال کے روزوں اور عبادت کا ثواب لکھا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کے لیے دس ہزار فرشتوں کے برابر ثواب دیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کو ہزار حاجیوں اور ہزار عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب دیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کو دس ہزار شہیدوں کے برابر ثواب عطا کیا جائے گا، اور جس نے دس محرم کا روزہ رکھا، تو اس کے لیے ساتوں آسمانوں کے برابر ثواب لکھا جائے گا، اور جس نے کسی مومن کا دس محرم کے دن روزہ افطار کرایا، تو اس کا اجر وثواب ایسا ہے گویا کہ اس نے پوری امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ افطار کرایا، اور جس نے دس محرم کو کسی بھوکے کو کھانا کھلایا، تو اس کا اجر وثواب ایسا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وقال ابن حبان(۱۴۸/۲) "كان ممن يضع الحديث على الثقات على كعب وغيره، لا يحل كتابة حديثه ولا الذكر عنه إلا على جهة الاعتبار."

وقوله في إسناد الطبراني ":يعني :ابن سعيد !"خطأ لا أدرى ممن هو؟ !فإنه عبد الغفور بن عبد العزيز أبو الصباح الواسطي؛ قال ابن أبي حاتم(۳/ ۱/ ۵۵)بعد أن ساق نسبه هكذا ":-روى عن أبيه عن جده عن النبي -صلى الله عليه وسلم -، روى عنه عثمان بن مطر الشيباني."

وقال الحافظ في ترجمة سعيد الشامي -والد عبد العزيز -من "الإصابة":"جاء ت عنه أحاديث من رواية ولده عنه .تفرد بها عبد الغفور أبو الصباح بن عبد العزيز عن أبيه عبد العزيز عن أبيه سعيد " ...؛ ثم ساق بعضها.

وعبد العزيز بن سعيد والد عبد الغفور؛ لم أجد من ترجمه(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۵۴۱۳)

www.idaraghufran.org

ہے، گویا کہ اس نے پوری امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقیروں کو کھانا کھلایا، اور ان کا پیٹ بھرا، اور جس نے دس محرم کو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا، تو اس کے سر کے ہر بال کے بدلہ میں اس کا جنت میں ایک درجہ بڑھا دیا جائے گا۔

یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ عزوجل نے ہمیں دس محرم کے دن کی بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں، اللہ نے آسمانوں کو اور اس کے مثل زمینوں کو دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور عرش کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور پہاڑوں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور ستاروں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور قلم کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور لوح کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور جبریل علیہ السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور دوسرے فرشتوں کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت حوا علیہا السلام کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور جنت کو بھی دس محرم کے دن پیدا فرمایا، اور حضرت آدم علیہ السلام کو (جنت میں) دس محرم کے دن سکونت عطا فرمائی، اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن کی دس محرم کے دن ولادت ہوئی، اور اللہ نے ان کو آگ سے بھی دس محرم کے دن نجات عطاء فرمائی، اور اللہ عزوجل نے (ان کے بیٹے کے بدلے میں مینڈھا) فدیے کے طور پر، دس محرم کے دن عطاء کیا، اور اللہ نے دس محرم کے دن فرعون کو غرق کیا، اور اللہ نے دس محرم کے دن حضرت ادریس علیہ السلام کو (آسمان پر) اٹھایا، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی تکلیف دور فرمائی، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو (آسمان پر) اٹھایا، اور دس محرم کے دن ہی ان کی ولادت ہوئی، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ (قبول) فرمائی،

اور دس محرم کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کے گناہ کو معاف فرمایا، اور دس محرم کے دن اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطاء فرمائی، اور دس محرم کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، اور دس محرم کے دن اللہ رب عزوجل عرش پر مستوی ہوا، اور دس محرم کے دن قیامت قائم ہوگی''۔ [1]

مگر مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے قابلِ اطمینان ثابت نہیں ہوسکی۔

---

[1] أخبرنا السيد أبو الحسن محمد بن الحسين بن داود العلوى قراء ة عليه ، وأبو بكر أحمد بن الحسن القاضى رحمه الله إملاء قالا :أخبرنا أبو محمد حاجب بن أحمد الطوسى ، حدثنا عبد الرحيم بن منيب ، حدثنا حبيب بن محمد المروزى حدثنى أبى عن إبراهيم الصائغ ، عن ميمون بن مهران ، عن ابن عباس ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من صام يوم عاشوراء كتبت له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملک ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر ، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف شهيد ، ومن صام يوم عاشوراء كتب له أجر سبع سماوات ، ومن أفطر عنده مؤمن فى يوم عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة محمد عليه الصلاة والسلام ، ومن أشبع جائعا فى يوم عاشوراء فكأنما أطعم جميع فقراء أمة محمد صلى الله عليه وسلم ، وأشبع بطونهم ومن مسح يده على رأس يتيم فى يوم عاشوراء رفعت له بكل شعرة على رأسه درجة فى الجنة قال :قال عمر رضى الله عنه :يا رسول الله ، لقد فضلنا الله عز وجل فى يوم عاشوراء ، قال : نعم خلق الله السماوات فى يوم عاشوراء ، والأرضين كمثله ، وخلق العرش فى يوم عاشوراء ، والكرسى كمثله ، وخلق الجبال فى يوم عاشوراء والنجوم كمثله ، وخلق القلم فى يوم عاشوراء واللوح كمثله ، وخلق جبريل عليه السلام فى يوم عاشوراء وملائكته فى يوم عاشوراء ، وخلق آدم عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وحواء كمثله ، وخلق الجنة فى يوم عاشوراء ، وأسكن آدم عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وولد إبراهيم خليل الرحمن فى يوم عاشوراء ، ونجاه الله من النار فى يوم عاشوراء ، وفداه الله عز وجل فى يوم عاشوراء ، وأغرق فرعون فى يوم عاشوراء ، ورفع إدريس عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وكشف الله عن أيوب فى يوم عاشوراء ، ورفع عيسى بن مريم فى يوم عاشوراء ، وولد فى يوم عاشوراء ، وتاب الله على آدم فى يوم عاشوراء ، وغفر ذنب داود عليه السلام فى يوم عاشوراء ، وأعطى ملک سليمان فى يوم عاشوراء ، وولد النبى صلى الله عليه وسلم فى يوم عاشوراء ، واستوى الرب عز وجل على العرش فى يوم عاشوراء ، ويوم القيامة فى يوم عاشوراء قال القاضى أبو بكر :استوى من غير مماسة ولا حركة كما يليق بذاته (فضائل الاوقات للبيهقى ج ۱ ص ۴۳۹ الٰی ۴۴۲، رقم الحديث ۲۳۷ ،باب تخصيص يوم عاشوراء بالذكر)

چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

”یہ حدیث منکر ہے، اور اس کی سند بہت کمزور ہے، اور میں اس حدیث کی ذمہ داری سے اللہ کے آگے اپنے آپ کو بری کرتا ہوں، اور اس حدیث کا مضمون درست نہیں، اور اس روایت میں آسمانوں اور زمین اور پہاڑ سب کو دس محرم کے دن پیدا کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ”اللہ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا“ اور یہ بات ناممکن ہے کہ سارا سال دس محرم کا دن ہی ہو، سو یہ تمام امور اس حدیث کے ضعف (اور غیر معتبر ہونے) پر دلالت کرتے ہیں“۔ [1]

دیگر محدثین واہلِ علم حضرات نے بھی مذکورہ بالا حدیث کے بعض راویوں کو شدید ضعیف، اور بعض نے کذاب قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] هذا حديث منكر ، وإسناده ضعيف بمرة وأنا أبرأ إلى الله من عهدته ، وفي متنه ما لا يستقيم وهو ما روى فيه من خلق السماوات والأرضين والجبال كلها في يوم عاشوراء والله تعالى يقول :(الله الذى خلق السموات والأرض فى ستة أيام ثم استوى على العرش) ومن المحال أن تكون السنة كلها في يوم عاشوراء فدل ذلك على ضعف هذا الخبر ، والله أعلم(فضائل الاوقات للبيهقى ج ا ص ۴۴۲،تحت رقم الحديث ۲۳۷،باب تخصيص يوم عاشوراء بالذكر)

[2] قال ابن حبان:

حبيب بن أبى حبيب الخرططى من أهل مرو يروى عن أبى حمزة وإبراهيم الصائغ روى عنه أهل مرو كان يضع الحديث على الثقات لا تحل كتابة حديثه ولا الرواية عنه إلا على سبيل القدح فيه روى عن إبراهيم الصائغ عن ميمون بن مهران عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة سبعين سنة بصيامها وقيامها الخ ..... وهذا كله باطل لا أصل له(المجروحين لابنِ حبان، ج ا ص ۲۶۵، ۲۶۶، ملخصاً، رقم الترجمة ۲۶۹، باب الحاء)

وقال ابن حجر:

حبيب ابن أبى حبيب الخرططى بفتح المعجمة وسكون الراء وبمهملتين الأولى مفتوحة المروزى كذبه ابن حبان من التاسعة أيضا (تقريب التهذيب لابنِ حجر، ص ۱۵۰، رقم الترجمة ۱۰۸۸، حرف الحاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کی وجہ سے یہ روایت شدید ضعیف بلکہ موضوع ومن گھڑت معلوم ہوتی ہے، جس پر عقیدہ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ایضاً:

حبیب "بن أبی حبیب الخرططی المروزی روی عن إبراهیم الصائغ وأبی حمزة السکری وعنه محمد بن قهزاد قال بن حبان کان یضع الحدیث علی الثقات لا یحل کتب حدیثه الا علی سبیل القدح فیه وقال الحاکم روی أحادیث موضوعة وکذا رماه بالوضع النقاش وأبو سعید السمعانی وقال أن خرطط من قری مرو ذکرته للتمییز أیضا لأنه هو والذی قبله فی طبقة کاتب مالک(تهذیب التهذیب، ج۲ص ۱۸۲، ۱۸۳، رقم الترجمة ۳۲۸، باب الحاء، من اسمهٔ حبیب)

وقال ایضاً:

حبیب بن أبی حبیب الخرططی المروزی (ویقال له :حبیب بن محمد)عن إبراهیم الصائغ، وغیره.

کان یضع الحدیث قاله ابن حبان، وغیره.

وروی محمد بن عبد الله بن قهزاد، عن حبیب، عن إبراهیم الصائغ، عن میمون بن مهران، عن ابن عباس مرفوعا من صام عاشوراء کتب الله له عبادة سبعین سنة صیامها وقیامها وأعطی ثواب عشرة آلاف ملک وثواب سبع سماوات.

ومن أفطر عنده مؤمن یوم عاشوراء فکأنما أفطر عنده جمیع أمة محمد صلی الله علیه وسلم ومن أشبع جائعا فی یوم عاشوراء فکأنما أطعم فقراء الأمة.

ومن مسح رأس یتیم یوم عاشوراء رفعت له بکل شعرة درجة فی الجنة . ...

وذکر حدیثا طویلا موضوعا وفیه :إن الله خلق العرش یوم عاشوراء والکرسی یوم عاشوراء والقلم یوم عاشوراء وخلق الجنة یوم عاشوراء وأسکن آدم الجنة یوم عاشوراء.إلی أن قال :وولد النبی صلی الله علیه وسلم یوم عاشوراء واستوی الله علی العرش یوم عاشوراء ویوم القیامة یوم عاشوراء ...فانظر إلی هذا الإفک، انتهی.

وقال الحاکم :روی عن أبی حمزة وإبراهیم الصائغ أحادیث موضوعة وقال نحوه النقاش.

وقال ابن عدی :کان یضع الحدیث.

وقال أحمد بن حنبل :حبیب بن أبی حبیب کذاب.

کذا ذکره ابن الجوزی عنه عقب الحدیث المذکور فی الموضوعات ثم قال ابن الجوزی :وفی الرواة من یدخل بین حبیب وإبراهیم الصائغ أباه.

قلت :وهو فی الجزء الرابع من فوائد حاجب الطوسی :حدثنا عبد الرحیم بن منیب، حدثنا حبیب بن محمد، حدثنا أبی، حدثنا إبراهیم الصائغ به(لسان المیزان لابنِ حجر العسقلانی، ج۲ص ۵۴۶ الٰی ۵۴۸، رقم الترجمة ۲۱۱۴، حرف الحاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رکھنا جائز نہیں، اور اس روایت میں مذکورہ باتوں کو دس محرم کے حوالہ سے منسوب و بیان کرنا درست نہیں، مگر یہ کہ جو بات کسی دوسرے معتبر طریقہ سے ثابت ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الذهبی:

حبیب بن أبی حبیب الخرططی المروزی.عن إبراهیم الصائغ وغیره.

کان یضع الحدیث.قاله ابن حبان وغیره.

روی محمد بن عبد الله بن قهزاذ، عن حبیب، عن إبراهیم الصائغ، عن میمون بن مهران، عن ابن عباس -مرفوعاً :من صام عاشوراء کتب الله له عبادة سبعین سنة بصیامها وقیامها، وأعطی ثواب عشرة آلاف ملک، وثواب سبع سموات.

ومن أفطر عنده مؤمن یوم عاشوراء فکأنما أفطر عنده جمیع أمة محمد.

ومن أشبع جائعا فی یوم عاشوراء فکأنما أطعم فقراء الأمة.

ومن مسح رأس یتیم یوم عاشوراء رفعت له بکل شعرة درجة فی الجنة.

وذکر حدیثاً طویلا موضوعا، وفیه :إن الله خلق العرش یوم عاشوراء ، والکرسی یوم عاشوراء ، والقلم یوم عاشوراء ، وخلق الجنة یوم عاشوراء ، وأسکن آدم الجنة یوم عاشوراء ..إلی أن قال :وولد النبی صلی الله علیه وسلم (یوم عاشوراء)واستوی الله علی العرش یوم عاشوراء ، ویوم القیامة یوم عاشوراء ، فانظر إلی هذا الافک!(میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۴۵۱، ۴۵۲،رقم الترجمة ۱۶۹۳ ، حرف الحاء)

وقال ابوالوفاء ابراهیم بن محمد الطرابلسی الشافعی الحلبی :

حبیب بن أبی حبیب الخرططی المروزی کان یضع الحدیث قال بن حبان وغیره (الکشف الحثیث، ص۸۸،باب الحاء المهملة ، رقم الترجمة ۲۰۷)

وقال ابونعیم الاصبهانی:

حبیب بن أبی حبیب المروزی حدث عن إبراهیم الصائغ وأبی حمزة السکری أحادیث موضوعة لا شیء (الضعفاء لابی نعیم، ص ۵۲، رقم الترجمة ۵۳، باب الحاء)

وقال محمد بن طاهر المقدسی:

من صام یوم عاشوراء کتب الله له عبادة ستین سنة.

فیه حبیب ابن أبی حبیب کان یضع الحدیث(کتاب معرفة التذکرة ،ج ۱ ص ۲۲۰، رقم الحدیث ۸۳۲،حرف الصاد مع من)

[1] وقال ابن الجوزی:

هذا حدیث موضوع بلا شک .قال أحمد بن حنبل :کان حبیب بن أبی حبیب یکذب .وقال ابن عدی :کان یضع الحدیث .وفی الرواة من یدخل بین حبیب وبین إبراهیم إبله .وقال أبو حاتم أبو حبان :هذا حدیث باطل لا أصل له .قال وکان حبیب من أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دس محرم کے دن رونے کی فضیلت کی روایت

ایک روایت میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

”جو شخص دس محرم کے دن روئے گا (اور ماتم وسوگ کرے گا) تو وہ قیامت کے دن معزز رسولوں کے ساتھ ہوگا۔

اور اسی طریقہ سے دس محرم کے دن رونا قیامت کے دن مکمل نور کا باعث بنے گا“۔

مگر یہ روایت سند کے اعتبار سے درست نہیں، بلکہ موضوع ومن گھڑت ہے، جس کو بعض اہلِ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مرو يضع الحديث على الثقاة لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل القدح فيه (الموضوعات لابن الجوزى ، ج۲ ص۲۰۳، كتاب الصيام)

وقال ابن القيم الجوزى:

ومن ذلك حديث من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة وهذا باطل يرويه حبيب بن أبى حبيب عن إبراهيم الصائغ عن ميمون بن مهران عن ابن عباس وحبيب كان يضع الأحاديث(المنار المنيف فى الصحيح والضعيف، ص۴۷، رقم الحديث ۴۴)

وقال الشوكانى:

حديث" :من صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك.

ذكره فى اللآلىء مطولا عن ابن عباس مرفوعا وهو موضوع(الفوئد المجموعة، ص۹۶، رقم الحديث ۳۳،كتاب الصيام)

وقال اللكنوى:

أخرجه ابن الجوزى بسند فيه حبيب بن أبى حبيب وقال موضوع آفته حبيب انتهى . وأقره عليه السيوطى وابن عراق والحافظ ابن حجر وغيرهم، وفى "ميزان الاعتدال" للذهبى حبيب بن أبى حبيب الخرططى المروزى عن إبراهيم الصائغ وغيره كان يضع الحديث (الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة ص۹۵ ،فضل يوم عاشوراء وصيامه،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ: ۱۴۰۵ھ، 1984م)

قال محمد بن محمد درويش الحوت الشافعى:

حديث من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة. باطل وهذا يرويه حبيب بن أبى حبيب قال الهيثمى متروك كذاب(اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب ، ص۲۷۳، رقم الحديث ۱۴۱۶)

www.idaraghufran.org

روافض نے دس محرم کے دن رونے، اور ماتم کرنے پر ابھارنے کے لیے گھڑا ہے۔ [1]

دس محرم کے دن سرمہ لگانے کی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''جس نے دس محرم کے دن اثمد سرمہ لگایا تو اس کو کبھی آنکھ کی بیماری نہ ہوگی''۔ [2]

---

[1] قال محمد بن طاهر الفتنی:

ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين إلا كان يوم القيامة مع أولى العزم من الرسل موضوع رتني. وكذا البكاء يوم عاشوراء نورا تاما يوم القيامة(تذكرة الموضوعات للفتنی، ص ۱۱۹، كتاب العلم، باب الفاضلة من الأوقات والأيام والجمعة وعاشوراء والكحل وسعة الرزق وخلق كل شيء فيه والشهور وأيام النحس وما حدث فيها من البدع)

قال الشوكانی:

حديث" :ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين .يعنی :يوم عاشوراء إلا كان يوم القيامة مع أولى العزم من الرسل.قال فی الذيل :موضوع.

وكذا ما روى :من أن البكاء يوم عاشوراء نور تام يوم القيامة .هو موضوع .وضعته الرافضة ,وقد قدمنا فی كتاب الصيام .ما فی صيام يوم عاشوراء من الأحاديث الموضوعة(الفوئد المجموعة، ص ۴۴۰، رقم الحديث ۴، كتاب الفضائل، باب فضائل الأمكنة والأزمنة، احاديث الادعية والعبادات فی الشهور)

وقال ابن عراق الكنانی:

(ومنهم رتن الهندی) قال الذهبی فی الميزان :رتن الهندی وما أدراک ما رتن؟ شيخ دجال بلا ريب ظهر بعد الستمائة فادعى الصحبة والصحابة لا يكذبون، وهذا جرىء على الله ورسوله، وقد ألفت فی أمره جزءا وقد قيل إنه مات سنة اثنتين وثلاثين وستمائة، ومع كونه كذابا فقد كذبوا عليه جملة كثيرة من أسمج الكذب والمحال، قال الحافظ ابن حجر فی لسان الميزان :وقد وقفت على الجزء الذی ألفه الذهبی بخطه، فقال بعد البسملة :سبحانک هذا بهتان عظيم..... (وقال)ما من عبد يبكي يوم قتل الحسين إلا كان يوم القيامة مع أولى العزم من الرسل، وقال البكاء فی يوم عاشوراء نور تام يوم القيامة (تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، ج۲ص۳۸،وص۳۹، كتاب المناقب والمثالب، باب فی مناقب ومثالب متفرقة، الفصل الثالث)

[2] أخبرناه أبو عبد الله الحافظ، قال :أخبرنی عبد العزيز بن محمد بن إسحاق، حدثنا على بن محمد الوراق، حدثنا الحسين بن بشر، حدثنا محمد بن الصلت، حدثنا جويبر، عن الضحاک، عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم يرمد أبدا "(شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ۳۵۱۷، ج۵ص۳۳۴،الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب فی الصيام ")

بعض روایات میں خاص ''اثمد'' سرمہ کا ذکر نہیں۔

مگر دس محرم کے دن اثمد سرمہ لگانے یا عام سرمہ لگانے سے متعلق روایت کو محدثین نے شدید ضعیف اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] قال البيهقي: وكذلك رواه بشر بن حمدان بن بشر النيسابوري، عن عمه الحسين بن بشر، ولم أر ذلك في رواية غيره، عن جويبر، وجويبر ضعيف، والضحاك لم يلق ابن عباس (شعب الايمان للبيهقي، تحت رقم الحديث ٣٥١٧، ج٥ ص ٣٣٤، الثالث والعشرون من شعب الإيمان "وهو باب في الصيام ")

وقال السخاوي:

حديث :من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه أبدا، الحاكم والبيهقي في الثالث والعشرين من الشعب، والديلمي من حديث جويبر عن الضحاك عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاكم :إنه منكر، قلت :بل موضوع أورده ابن الجوزي في الموضوعات من هذا الوجه، ومن حديث أبي هريرة بسند لين فيه أحمد بن منصور الشونيزي، فكأنه أدخل عليه وهو إسناد مختلق لهذا المتن قطعا، قال الحاكم : والاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم فيه أثر، وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسين عليه السلام (المقاصد الحسنة، ص ٦٣٢، وص ٦٣٣، رقم الحديث ١٠٨٥، حرف الميم)

وقال العجلوني:

من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه.

ويروى "عيناه أبدًا"، رواه الحاكم والبيهقي في شعبه، والديلمي عن ابن عباس رفعه، وقال الحاكم :منكر.

وقال في "المقاصد :"بل موضوع، وقال في "اللآلىء "بعد أن رواه عن ابن عباس من طريق الحاكم :حديث منكر، والاكتحال لا يصح فيه أثر؛ فهو بدعة.

وأورده ابن الجوزي في "الموضوعات"، وقال الحاكم أيضًا :الاكتحال يوم عاشوراء لم يرو عن النبي -صلى الله عليه وسلم -فيه أثر، وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسين رضي الله عنه وقبحهم.

نعم رواه في "الجامع الصغير "بلفظ" :من اكتحل بالإثمد يوم عاشوراء ؛ لم يرمد أبدًا"، قال المناوي نقلًا عن البيهقي :وهو ضعيف بالمرة .وقال ابن رجب في "لطائف المعارف :"كل ما روي في فضل الاكتحال والاختضاب والاغتسال فيه موضوع، لم يصح (كشف الخفاء ومزيل الالباس، ج٢ ص ٢٧٨، رقم الحديث ٢٤١٠، حرف الميم)

وقال محمد بن طاهر الفتني:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دس محرم کے دن مخصوص نماز کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فی المختصر من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه أبدا لجماعة مرفوعا قال الحاکم منکر قلت بل موضوع کما قال ابن الجوزی، قال المذنب وکذا قال الصغانی(تذکرة الموضوعات، ص۱۱۸ ،کتاب العلم، باب الفاضلة من الأوقات والأیام والجمعة وعاشوراء والکحل وسعة الرزق وخلق کل شیء فیه والشهور وأیام النحس وما حدث فیها من البدع)

وقال محمد بن محمد درویش الحوت الشافعی:

خبر " :من اکتحل یوم عاشوراء بالإثمد لم ترمد عینه أبدا ."رواه الحاکم وقال :إنه منکر وأورده ابن الجوزی فی الموضوعات(اسنی المطالب فی احادیث مختلفة المراتب ،ص ۲۶۱، رقم الحدیث ۱۳۴۵ ،حرف المیم)

وقال الالبانی:

من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبدا ."موضوع.

أورده ابن الجوزی فی "الموضوعات "من طریق الحاکم عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا .وقال(۲۰۴/۲) "قال الحاکم :أنا ابرأ إلی الله من عهدة جویبر ."وأما السیوطی فکأنه أقره فی "اللآلی "فإنه قال عقبه(۱۱۱/۲) "قلت :أخرجه البیهقی فی "شعب الإیمان "عن الحاکم وقال :إسناده ضعیف بمرة، وجویبر ضعیف، والضحاک لم یلق ابن عباس ."ثم ساق له شاهدا من حدیث أبی هریرة رواه ابن النجار، وفیه إسماعیل بن معمر قال السیوطی " :قال فی "المیزان :"لیس بثقة ." فالعجب منه کیف سها عن هذا فأورده فی "الجامع الصغیر !"وقد تعقبه المناوی بما نقله .عن السخاوی أنه قال عقب قول الحاکم السابق " :بل هو موضوع ."ونقل نحوه عن ابن رجب، ونقل الشیخ القاریء فی "موضوعاته "(ص۱۲۲) عن ابن القیم أنه قال " :وأما أحادیث الاکتحال والادهان والتطیب یوم عاشوراء فمن وضع الکذابین، وقابلهم آخرون فاتخذوه یوم تألم وحزن، والطائفتان مبتدعتان خارجتان عن السنة، وأهل السنة یفعلون ما أمر به النبی صلی الله علیه وسلم من الصوم، ویجتنبون ما أمر به الشیطان من البدع (سلسلة الاحادیث الضعیفة، تحت رقم الحدیث ۶۲۴)

وقال اللکنوی:

ومن الأحادیث الواردة فی یوم عاشوراء أحادیث فضل الاکتحال فیه وهی لا تخلو عن ضعف شدید بل هی موضوعة ،وأحادیث التوسعة علی العیال وقد حکم علیها ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

”جس نے دس محرم کے دن ظہر اور عصر کے درمیان چالیس رکعات پڑھیں، ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، اور دس مرتبہ آیۃُ الکرسی، اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص، اور پانچ مرتبہ معوذتین (یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھیں، اور سلام

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الجوزی وابن تیمیة فی "منهاج السنة" وغیرهما ممن حذی حذوهما بالوضع وقد تعقب کثیر من المحققین قولهم وأثبتوا أنها حسنة ،قابلة للاحتجاج والعمل بها ،ومع ذلک فهو مجرب أیضا.

فأخرج الحاکم فی مستدرکه ومن طریقه ابن الجوزی بسنده إلی جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا "من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبدا" قال الحاکم أنا أبرأ إلی الله من عهدة جویبر انتهی .وفی "میزان الاعتدال "جویبر بن سعید أبو القاسم الأزدی المفسر البلخی صاحب الضحاک ،قال ابن معین لیس بشیء، وقال الجوزقانی لا یشتغل به، وقال النسائی والدارقطنی وغیرهما متروک الحدیث ،قلت له عن أنس شیء روی عنه حماد بن زید وابن المبارک ویزید بن هارون وطائفة أبو مالک عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس مرفوعا قال تجب الصلاة علی الغلام إذا عقل والصوم إذا أطاقه ،ویروی عن جویبر عن الضحاک عن ابن عباس حدیث "من اکتحل بالإثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبد" قال أبو قدامة السرخسی قال یحیی القطان تساهلوا فی أخذ التفسیر عن القوم لا توثقوهم فی الحدیث ،ثم ذکر لیث بن أبی سلیم وجویبر والضحاک ومحمد بن السائب وقال هؤلاء لا یحمد حدیثهم ویکتب التفسیر عنهم انتهی.

وأخرج البیهقی حدیث الکحل من طریق الحاکم وقال سنده ضعیف بمرة ،وکذلک رواه بشر بن حمدان بن بشر النیسابوری عن عمه الحسین بن بشر ولم أر ذلک فی روایة غیره عن جویبر ،وجویبر ضعیف، والضحاک لم یلق ابن عباس انتهی.

وأخرجه ابن النجار فی تاریخه من حدیث أبی هریرة بلفظ "من اکتحل یوم عاشوراء بإثمد فیه مسک عوفی من الرمد" وفی سنده إسماعیل بن معمر، قال الذهبی فی المیزان لیس ثقة .انتهی .وقال ابن عراق فی" تنزیه الشریعة "وجاء فی حدیث سلمان رأیت بخط العلامة أبی الفتح المراغی منسوبا إلی تخریج الحافظ السلفی وفی سنده محمد بن عبد الرحمن ضعیف ،وفی الجزء المسمی بالغنی عن الحافظ والکتاب بقولهم لم یصح شیء فی هذا الباب للحافظ أبی حفص بن بدر الموصلی ما نصه "الاکتحال یوم عاشوراء لم یرد فیه شیء عن النبی وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسین" انتهی. وفی بعض کتب الحنفیة ما نصه یکره الکحل یوم عاشوراء ،لأن یزیداً وابن زیاد اکتحل بدم الحسین ،وقیل بالأثمد لتقر عینه بقتله الحسین انتهی کلام ابن عراق (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ص ۹۷، وص ۹۸،فضل یوم عاشوراء وصیامه،الناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، الطبعة الأولیٰ: ۱۴۰۵ھ، 1984م)

پھیرنے کے بعد ستّر مرتبہ استغفار کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس میں ایک ایسا سفید گنبد عطا کرے گا، جس میں سبز زمرد کا گھر ہوگا، اس گھر کی کشادگی اس دنیا سے تین گنا ہوگی، اور اس گھر میں ایک نور کا تخت ہوگا، جس کے پائے بھورے رنگ کے عنبر کے ہوں گے، اور اس پر زعفران کے ایک ہزار بچھونے ہوں گے"۔ [1]

مگر اس روایت کو بھی محدثین نے موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے، جس پر عقیدہ رکھنا اور عمل کرنا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] أنبأنا إبراهيم بن محمد الطيبى أنبأنا الحسين بن إبراهيم أنبأنا الحسن بن على ابن جعفر أنبأنا عبدالله بن عبيدالله بن كلالة حدثنا أبو القاسم عبدالله بن أحمد حدثنا أحمد بن نصر بن على الرازى حدثنا أبو عبد الله محمد بن إبراهيم حدثنا أحمد بن محمد حدثنا محمد بن عبدالله النهروانى حدثنا محمد بن سهل عن أبيه عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربعين ركعة ، يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة ، وآية الكرسى عشر مرات ، وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة ، والمعوذتين خمس مرات ، فإذا سلم استغفر سبعين مرة ، أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء فيها بيت من زمردة خضراء ، سعة ذلك البيت مثل الدنيا ثلاث مرات ، وفى ذلك البيت سرير من نور ، قوائم السرير من العنبر الاشهب ، على ذلك السرير ألفا فراش من الزعفران(الموضوعات لابن الجوزى ج۲ص ۱۲۲ ، وص۱۲۳ ، ، كتاب الصلاة،صلاة لليلة عاشوراء)

[2] قال ابن الجوزى:

هذا حديث موضوع .وكلمات الرسول عليه السلام منزهة عن مثل هذا التخليط . والرواة مجاهيل .والمتهم به الحسين(الموضوعات لابن الجوزى ،ج۲ص۱۲۳ كتاب الصلاة،صلاة لليلة عاشوراء)

وقال الشوكانى:

حديث " :من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربع ركعات يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة وآية الكرسى عشر مرات وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة والمعوذتين خمس مرات فإذا سلم استغفر الله سبعين مرة أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء _إلخ."

رواه الجوزقانى عن أبى هريرة مرفوعا وهو موضوع ورواته مجاهيل(الفوائد المجموعة، ص۴۷، كتاب الصلاة، باب التطوع)

وقال اللكنوى:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دس محرم کی رات میں مخصوص نماز کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت میں یہ مضمون مروی ہے کہ:

''جس نے دس محرم کی رات کو زندہ کیا (یعنی عبادت کی) تو گویا کہ اس نے آسمان والوں کے بقدر عبادت کی، اور جس نے چار رکعات نماز پڑھی، جس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، اور پانچ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی، تو اللہ اس کے اگلے پانچ اور پچھلے پانچ سالوں کے گناہ معاف کردے گا، اور مثلِ اعلی میں اس کے لیے ایک لاکھ نور کے منبر بنادے گا''۔ [1]

علامہ ابن جوزی نے اس روایت کے متعلق فرمایا کہ اس روایت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث أبى هريرة مرفوعا "من صلى يوم عاشوراء ما بين الظهر والعصر أربعين ركعة ، يقرأ فى كل ركعة بفاتحة الكتاب مرة ،وآية الكرسى عشر مرات ،وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة ،والمعوذتين خمس مرات ،فإذا سلم استغفر سبعين مرة ،أعطاه الله فى الفردوس قبة بيضاء ،فيها بيت من زمردة خضراء، سعة ذلك البيت مثل الدنيا ثلاث مرات ، وفى ذلك البيت سرير من نور ،قوائم السرير من العنبر الأشهب، على ذلك السرير ألف فراش من الزعفران"

أخرجه ابن الجوزى بسنده وقال ذكر حديثا طويلا من هذا الجنس ،وهو موضوع ، ورواته مجاهيل انتهى .وأقره عليه السيوطى وقال ابن عراق فى "تنزيه الشريعة "أخرجه الجوزقانى من حديث أبى هريرة وهو أطول من هذا، وكله من هذا الجنس ورواته مجاهيل انتهى (الآثار المرفوعة فى الاخبار الموضوعة ص ٩٠ ،صلاة يوم عاشوراء ، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولىٰ: ١٤٠٥هـ، 1984م)

[1] حدثنا محمد بن ناصر أنبأنا أحمد بن الحسين بن قريش أنبأنا العشارى أنبأنا أبو بكر النوشرى حدثنا أحمد بن سلمان حدثنا إبراهيم الحربى حدثنا شريح بن النعمان حدثنا ابن أبى الزناد عن أبيه عن الاعرج عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من أحيى ليلة عاشوراء فكأنما عبدالله تعالى بمثل عبادة أهل السموات ، ومن صلى أربع ركعات ، يقرأ فى كل ركعة الحمد مرة ، وخمسة مرة قل هو الله أحد ، غفر الله له ذنوب خمسين عاما ماض ، وخمسين عاما مستقبل ، وبنى له فى المثل الاعلى ألف ألف منبر من نور "(الموضوعات لابن الجوزى ج٢ص ١٢٢ ، كتاب الصلاة،صلاة لليلة عاشوراء)

سے صحیح ہونا ثابت نہیں، لہٰذا اس روایت پر بھی عقیدہ رکھنا درست نہیں۔ [1]

دس محرم کے دن تیل اور خوشبو وغیرہ لگانے اور اسی طرح زیب وزینت اختیار کرنے کی فضیلت سے متعلق بھی بعض روایات مروی ہیں، جن کو محدثین نے بے بنیاد اور موضوع ومن گھڑت قرار دیا ہے۔ [2]

پس اس قسم کی شدید ضعیف، نا قابلِ اعتبار اور من گھڑت روایات پر عقیدہ رکھنا درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] قال ابن الجوزی: هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .وقد أدخل على بعض المتأخرين من أهل الغفلة ، على أن عبدالرحمن بن أبى الزناد مجروح .قال أحمد :هو مضطرب الحديث ، وقال يحيى:لا يحتج به (الموضوعات لابن الجوزى ج۲ص ۱۲۲، كتاب الصلاة)

[2] ومن الاحاديث الموضوعة احاديث الاكتحال والادهان والتطيب يوم عاشوراء.فمن فعل ذلک فيه معتمدا السنة مظهرا للفرح والسرور فهو مبتدع.وكذ امن اتخذه يوم تألم واحزان ولبس سواد ودوران فى البلاد وجرح الرأس والابدان كما اشتهر ذلک عن الرفضة فى بلاد العجم من خراسان، فعليهم غضب الجبار(كشف الخفاء ومزيل الالباس للعجلونى،ج۲ص ۵۱۰،خاتمة يختم بها الكتاب)

أما غير ذلک مما اشتهر فعله فى يوم عاشوراء :كالإكتحال والتزين باللباس وغيره وزيارة العلماء والإخوان ونحو ذلک من الأمور الحسنة فلم يصح منها شىء ، بل هى من وضع قتلة الحسين اتخذوا عيدا، كما اتخذه الروافض يوم الحزن، وكذا ما يذكر فى كتب الترغيب " :إن آدم تاب الله عليه يوم عاشوراء ، ونوحا نجاه الله يوم عاشوراء ، وإبراهيم نجاه الله من النار يوم عاشوراء ، ويونس أخرجه الله من بطن الحوت يوم عاشوراء ، ويعقوب اجتمع بيوسف يوم عاشوراء ، والتوراة نزلت يوم عاشوراء ، وما أشبه ذلک من الأخلاط، فكله كذب ولا أصل له(اسنى المطالب فى احاديث مختلفة المراتب،ص۳۴۳ ،وص۳۴۴،احاديث فضل يوم عاشوراء)

وأما أحاديث الاكتحال والادهان والتطيب فمن وضع الكذابين وقابلهم آخرون فاتخذوه يوم تألم وحزن والطائفتان مبتدعتان خارجتان عن السنة .

وأهل السنة يفعلون ما أمر به النبى صلى الله عليه وسلم من الصوم ويجتنبون ما أمر به الشيطان من البدع .قلت فينبغى لمن يكتحل يوم عاشوراء أن يكون تبعا للحديث لا لإظهار الفرح والحزن كما هو طريق الخوارج المضادة للروافض وقد اشتهر عن الرافضة فى بلاد العجم من خراسان والعراق بل فى بلاد ما وراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدوران فى البلاد وجرح رؤوسهم وأبدانهم بأنواع من الجراحة ويدعون أنهم محبو أهل البيت وهم بريئون منهم(الأسرار المرفوعة فى الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الكبرى لمنلا على القارى، ص۴۷۵)

(باب نمبر3)

شہادتِ حسین سے متعلق احادیث وروایات

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ماہِ محرم کے مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اوراس مہینہ میں کربلا کا واقعہ پیش آیا، جس کی بنیاد پر ماہِ محرم سے متعلق کئی چیزیں مسلمانوں میں زیرِ بحث آتی، اور متنازع بنتی رہتی ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشگی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل وشہادت، اور کربلا کا واقعہ پیش آنے کی اطلاع دے دی گئی تھی، جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنی حیاتِ طیبہ میں ذکر فرما دیا تھا، اور یہ احادیث کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پہنچی تھیں، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچی تھیں، اس طرح کی کئی احادیث وروایات ہیں، جن کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

فرشتہ کا نبی ﷺ کو شہادتِ حسین کی خبر دینا اور مٹی دکھلانا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الْحُسَيْنُ جَالِسًا فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُحِبُّهُ؟ فَقَالَ: وَكَيْفَ لَا أُحِبُّهُ وَهُوَ ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ؟ فَقَالَ: أَمَا إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ، أَلَا أُرِيْكَ مِنْ مَوْضِعِ قَبْرِهِ؟ فَقَبَضَ قَبْضَةً، فَإِذَا تُرْبَةٌ حَمْرَاءُ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٢٦٤٠) [1]

[1] قال الهيثمي: رواه البزار، ورجاله ثقات، وفي بعضهم خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٢٩، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے، تو جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے (رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان سے کیسے محبت نہیں کروں گا، جبکہ وہ میرے دل کا ثمرہ (ٹکڑا) ہیں، تو حضرت جبریل نے کہا کہ آپ کی امت عنقریب ان کو قتل کردے گی، کیا میں آپ کو ان کی قبر کی جگہ نہ دکھلا دوں؟ پس جبریل نے ایک مُٹھی بھری، تو وہ سرخ مٹی تھی (بزار)

حضرت عائشہ یا حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِإِحْدَاهُمَا :لَقَدْ دَخَلَ عَلَيَّ الْبَيْتَ مَلَكٌ لَمْ يَدْخُلْ عَلَيَّ قَبْلَهَا، فَقَالَ لِيْ: إِنَّ ابْنَكَ هٰذَا حُسَيْنٌ مَقْتُوْلٌ، وَإِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ مِنْ تُرْبَةِ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا،قَالَ: فَأَخْرَجَ تُرْبَةً حَمْرَآءَ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٦٥٢٤) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (یعنی حضرت عائشہ یا حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما) میں سے کسی ایک سے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا، جو اس سے پہلے میرے پاس کبھی نہیں آیا تھا (اور یہ واقعہ حضرت جبریل کے واقعہ سے الگ ہے) پھر اس فرشتہ نے مجھے کہا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین مقتول ہوگا، اور اگر

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٣، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)
وقال شعيب الارنؤوط:
حديث حسن بطرقه وشاهده(حاشية مسند احمد)
وقال الالبانى:قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٨٢٢)

آپ چاہیں، تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا سکتا ہوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتہ نے سرخ مٹی نکالی (اور مجھے دکھائی) (مسند احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسَائِهٖ: لَا تُبْكُوْا هٰذَا الصَّبِيَّ - يَعْنِيْ حُسَيْنًا - قَالَ: وَكَانَ يَوْمَ أُمِّ سَلَمَةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّاخِلَ، وَقَالَ لِأُمِّ سَلَمَةَ: لَا تَدَعِي أَحَدًا يَدْخُلُ عَلَيَّ فَجَاءَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمَّا نَظَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ، فَأَخَذَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ، فَاحْتَضَنَتْهُ وَجَعَلَتْ تُنَاغِيْهِ وَتُسْكِنُهُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ فِي الْبُكَاءِ خَلَّتْ عَنْهُ، فَدَخَلَ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ اِبْنَكَ هٰذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْتُلُوْنَهٗ وَهُمْ مُؤْمِنُوْنَ بِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَقْتُلُوْنَهٗ، فَتَنَاوَلَ جِبْرِيْلُ تُرْبَةً، فَقَالَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ احْتَضَنَ حُسَيْنًا كَاسِفَ الْبَالِ، مَهْمُوْمًا، فَظَنَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَنَّهٗ غَضِبَ مِنْ دُخُوْلِ الصَّبِيِّ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، جُعِلْتُ لَكَ الْفِدَاءَ، إِنَّكَ قُلْتَ لَنَا لَا تُبْكُوْا هٰذَا الصَّبِيَّ، وَأَمَرْتَنِي أَنْ لَّا أَدَعَ يَدْخُلُ عَلَيْكَ، فَجَاءَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلٰى أَصْحَابِهٖ وَهُمْ جُلُوْسٌ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أُمَّتِيْ يَقْتُلُوْنَ هٰذَا. وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَكَانَا أَجْرَأَ الْقَوْمِ عَلَيْهِ، فَقَالَا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَقْتُلُوْنَهٗ وَهُمْ مُؤْمِنُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَهٰذِهٖ

تُرْبَتَهُ وَأَرَاهُمْ إِيَّاهَا(المعجم الكبير للطبرانی، ج۸ص۲۸۵، رقم الحديث ۸۰۹۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم اس بچہ یعنی حضرت حسین کو نہ رُلاؤ، اور (حضرت ابوامامہ نے) فرمایا کہ اس دن حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل اندر داخل ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ سے فرمایا کہ آپ کسی کو ہمارے پاس آنے مت دینا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگئے، اور انہوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کمرے میں دیکھا، تو اندر داخل ہونا چاہا، تو ان کو حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پکڑ لیا، اور ان کو گود میں بٹھالیا، اور ان کو بہلانے اور پیار کرنے لگیں، پھر جب حضرت حسین زیادہ رونے لگے، تو حضرت امِ سلمہ نے ان کو چھوڑ دیا، اور وہ اندر چلے گئے، یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے، تو جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کی امت عنقریب آپ کے اس بیٹے کو قتل کردے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اس کو قتل کردیں گے، اور وہ مجھ پر ایمان بھی رکھتے ہوں گے؟ تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ جی ہاں! وہ لوگ اس کو قتل کردیں گے، پھر حضرت جبریل نے مٹی لی اور فرمایا کہ یہ فلاں فلاں جگہ کی مٹی ہے (جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جائے گا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غم زدہ اور رنجیدہ ہوکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، تو حضرت امِ

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی، ورجاله موثقون، وفی بعضهم ضعف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱۲، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

وقال الذهبی:

إسناده حسن(سير أعلام النبلاء، ج۳ص۲۸۹، ومن صغار الصحابة، تحت ترجمة "الحسين الشهيد أبو عبد الله بن علی بن أبی طالب" رقم الترجمة ۴۸)

www.idaraghufran.org

سلمہ نے سمجھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کے اپنے پاس داخل ہونے پر غصہ ہوئے ہیں (کیونکہ آپ نے اندر کسی کو داخل ہونے سے منع کیا تھا) حضرت امِ سلمہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ نے فرمایا تھا کہ اس بچہ کو رُلانا نہیں، اور آپ نے یہ بھی حکم فرمایا تھا کہ آپ کے پاس کسی کو داخل نہ ہونے دیا جائے، پھر یہ (یعنی حضرت حسین) آ گئے، تو میں نے (ان کے رونے کی وجہ سے) ان کو آپ کے پاس جانے دیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ کو کچھ نہیں فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے گئے، جو کہ بیٹھے ہوئے تھے، پھر ان کو فرمایا کہ میری امت اس بچے کو قتل کر دے گی، اور اس وقت لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، اور یہ دونوں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زیادہ ہمت والے تھے، تو ان دونوں صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! وہ لوگ ان کو قتل کر دیں گے، حالانکہ وہ مومن ہوں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! اور یہ اس جگہ کی مٹی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وہ مٹی دکھلائی (طبرانی)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگی اطلاع دیئے جانے، اور اس جگہ کی مٹی پیش کرنے کی حدیث حضرت اُمِ فضل بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی عمار شداد بن عبد الله، عن أم الفضل بنت الحارث، أنها دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :يا رسول الله، إنی رأيت حلما منكرا الليلة، قال :ما هو؟ قالت :إنه شديد، قال :ما هو؟ قالت :رأيت كأن قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :رأيت خيرا، تلد فاطمة إن شاء الله غلاما، فيكون فی حجرک فولدت فاطمة الحسين فكان فی حجری كما قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز حضرت زینب بنتِ جحش کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

زمینِ عراق میں شہادتِ حسین اور اس کی مٹی ملنے کی حدیث

مستدرک حاکم میں حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِضْطَجَعَ ذَاتَ لَيْلَةٍ لِلنَّوْمِ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ حَائِرٌ، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَرَقَدَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ حَائِرٌ، دُوْنَ مَا رَأَيْتُ بِهِ الْمَرَّةَ الْأُوْلٰى، ثُمَّ اضْطَجَعَ فَاسْتَيْقَظَ وَفِيْ يَدِهٖ تُرْبَةٌ حَمْرَاءُ يُقَبِّلُهَا، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ التُّرْبَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنَّ هٰذَا يُقْتَلُ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ، لِلْحُسَيْنِ، فَقُلْتُ لِجِبْرِيْلَ: أَرِنِيْ تُرْبَةَ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ بِهَا فَهٰذِهِ تُرْبَتُهَا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله صلى الله عليه وسلم، فدخلت يوما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته في حجره، ثم حانت مني التفاتة، فإذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان من الدموع، قالت: فقلت: يا نبي الله، بأبي أنت وأمي ما لك؟ قال: أتاني جبريل عليه الصلاة والسلام، فأخبرني أن أمتي ستقتل ابني هذا فقلت: هذا؟ فقال: نعم، وأتاني بتربة من تربته حمراء (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۴۸۱۸، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، دلائل النبوة للبيهقي، ج۶ ص ۴۶۹)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: بل منقطع ضعيف.

[1] عن زينب بنت جحش، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان نائما عندها وحسين يحبو في البيت، فغفلت عنه فحبا حتى بلغ النبي صلى الله عليه وسلم، فصعد على بطنه، ثم وضع ذكره في سرته، قالت: واستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم فقمت إليه فحططته عن بطنه، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: دعي ابني فلما قضى بوله أخذ كوزا من ماء فصبه عليه، ثم قال: إنه يصب من الغلام ويغسل من الجارية قالت: توضأ ثم قام يصلي، واحتضنه، فكان إذا ركع وسجد وضعه، وإذا قام حمله، فلما جلس جعل يدعو ويرفع يديه ويقول: فلما قضى الصلاة قلت: يا رسول الله لقد رأيتك تصنع اليوم شيئا ما رأيتك تصنعه، قال: إن جبريل أتاني وأخبرني أن ابني يقتل قلت: فأرني إذا فأتاني تربة حمراء (المعجم الكبير للطبراني، ج۲۴ ص ۵۴، رقم الحديث ۱۴۱)

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۰۲، کتاب تعبیر الرؤیا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات سونے کے لئے لیٹے، پھر آپ گھبرا کر بیدار ہوئے، پھر لیٹے اور آپ کی آنکھ لگ گئی، پھر گھبرا کر بیدار ہوئے، اس سے مختلف حالت میں (گھبرا کر بیدار ہوئے) جو میں نے پہلی مرتبہ دیکھی تھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر بیدار ہوئے، اور آپ کے ہاتھ میں سرخ مٹی تھی، جس کو آپ (منہ سے) چُوم رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ مٹی کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے خبر دی کہ یہ حسین، عراق کی زمین میں قتل کئے جائیں گے، میں نے جبریل سے کہا کہ مجھے اس جگہ کی مٹی دکھلایئے، جس جگہ ان کو قتل کیا جائے گا، تو یہ (حضرت جبریل کی طرف سے دی ہوئی) اسی جگہ کی مٹی ہے (مستدرک حاکم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ وحی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے جانے کی اطلاع دے دی گئی تھی، بلکہ آپ کو قتل کی جگہ بھی بتلا دی گئی تھی، اور وہاں کی مٹی بھی دکھلا دی اور پیش کر دی گئی تھی۔

فرشتہ کے نبی ﷺ کو کربلا کی مٹی دینے کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَأْذَنَ مَلَكُ الْقَطْرِ رَبَّهُ أَنْ يَّزُوْرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَكَانَ فِيْ يَوْمِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِحْفَظِيْ عَلَيْنَا الْبَابَ، لَا يَدْخُلُ عَلَيْنَا أَحَدٌ، فَبَيْنَا هِيَ عَلَى الْبَابِ إِذْ جَاءَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، فَظَفِرَ، فَاقْتَحَمَ، فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ، فَجَعَلَ

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، ولم یخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص: مر هذا علی شرط البخاری ومسلم.

يَتَوَثَّبُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَعَلَ النَّبِيُّ يَتَلَثَّمُهُ وَيُقَبِّلُهُ، فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ: أَتُحِبُّهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَمَا إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ، إِنْ شِئْتَ أَرَيْتُكَ الْمَكَانَ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَبَضَ قَبْضَةً مِّنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ يُقْتَلُ فِيْهِ، فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَجَاءَهُ بِسَهْلَةٍ أَوْ تُرَابٍ أَحْمَرَ، فَأَخَذَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ، فَجَعَلَتْهُ فِيْ ثَوْبِهَا.

قَالَ ثَابِتٌ: كُنَّا نَقُوْلُ إِنَّهَا كَرْبَلَاءَ (صحيح ابنِ حبان. رقم الحديث ٦٧٤٢، كتاب التاريخ، باب إخباره صلى الله عليه وسلم عما يكون فى أمته من الفتن والحوادث الخ، موارد الظمآن الى زوائد ابنِ حبان، رقم الحديث ٢٢٤٠، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٢٨١٣، مسند ابى يعلٰى الموصلى، رقم الحديث ٣٤٠٢، مسند البزار، رقم الحديث ٦٩٠٠) [1]

ترجمہ: بارش کے فرشتے نے اپنے رب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی، تو رب تعالیٰ نے ان کو اس کی اجازت دے دی، پس حضرت اُمِّ سلمہ کی باری کے دن وہ تشریف لے آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمِّ سلمہ سے فرمایا کہ آپ دروازے پر ہماری نگرانی کیجئے، کوئی ہمارے پاس نہ آئے، تو جب وہ دروازے پر تھیں، اتنے میں حضرت حسین بن علی تشریف لائے، اور وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، انہوں نے دروازہ کھولا اور

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن، إسناده ضعيف، عمارة بن زادان مختلف فيه (حاشية ابن حبان)

وقال حسين سليم اسد الدارانى: إسناده حسن من أجل عمارة بن زاذان (حاشية موارد الظمآن)

وقال ايضاً: اسناده حسين (حاشية ابى يعلٰى)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد، وأبو يعلى، والبزار، والطبرانى بأسانيد، وفيها عمارة بن زاذان وثقه جماعة، وفيه ضعف، وبقية رجال أبى يعلى رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١١، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

اندر تشریف لے گئے، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کودنے لگے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پیار کرنے لگے، تو آپ سے (اس آنے والے) فرشتے نے کہا کہ کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اس فرشتے نے کہا کہ آپ کی امت عنقریب ان کو قتل کردے گی، اگر آپ چاہیں، تو میں آپ کو وہ جگہ دکھلا دوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، تو اس فرشتے نے اس جگہ سے، جس میں حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا جانا تھا، ایک مٹھی بھر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی، تو وہ نرم، یا سرخ مٹی تھی، جس کو اُمِّ سلمہ نے لے لیا، اور اپنے کپڑے میں رکھ لیا، حضرت ثابت راوی کہتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کربلاء کی جگہ (اور وہیں کی مٹی) تھی (ابن حبان)

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ کرب اور بلاء کی زمین ہے۔ [1]

فرات کے کنارے شہادتِ حسین کی حدیثِ علی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] عن أم سلمة رضى الله عنها قالت :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا نام لم يترك أحدا يدخل عليه؛ إلا حسنا وحسينا رضى الله عنهما قالت :فنام يوما فى بيتى , وجلست على الباب أمنع من يدخل ,فجاء حسين يسعى فخليت عنه ,فذهب حتى سقط على بطنه ,ففزع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يبكى فالتزمه ,فقلت :يا رسول الله ,ما لک تبكى وقد نمت وأنت مسرور؟ فقال :إن جبريل عليه السلام أتانى بهذه التربة قالت :وبسط رسول الله صلى الله عليه وسلم كفه ,فإذا فيها تربة حمراء فأخبرنى أن ابنى هذا يقتل فى هذه التربة قالت :فقلت :وما هذه الأرض؟ قال هذه كربلاء فقلت :أرض كرب وبلاء (الشريعة للآجرى، رقم الحديث ١٦٦٢، كتاب فضائل الحسن والحسين رضى الله عنهما، باب إخبار النبى صلى الله عليه وسلم بقتل الحسين رضى الله عنه)

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَعَيْنَاهُ تَفِيْضَانِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَغْضَبَكَ أَحَدٌ؟ مَا شَأْنُ عَيْنَيْكَ تَفِيْضَانِ؟ قَالَ: بَلْ قَامَ مِنْ عِنْدِيْ جِبْرِيْلُ قَبْلُ، فَحَدَّثَنِيْ أَنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ، قَالَ: فَقَالَ: هَلْ لَّكَ أَنْ أُشِمَّكَ مِنْ تُرْبَتِهٖ، قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَدَّ يَدَهٗ فَقَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ فَأَعْطَانِيْهَا، فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ أَنْ فَاضَتَا (مسند ابی یعلٰی، رقم الحدیث ۳۶۳) [1]

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده حسن (حاشية مسند ابى يعلٰى)

وقال الهيثمي: رواه أحمد، وأبو يعلى، والبزار، والطبراني، ورجاله ثقات، ولم ينفرد نجى بهذا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱۲، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

وقال الالبانى:

"قام من عندى جبريل قبل، فحدثنى أن الحسين يقتل بشط الفرات ."

أخرجه أحمد (۱/۸۵) عن عبد الله بن نجى عن أبيه أنه سار مع على وكان صاحب مطهرته، فلما حاذى (نينوى) وهو منطلق إلى صفين، فنادى على :أصبر أبا عبد الله: أصبر أبا عبد الله بشط الفرات، قلت :وماذا؟ قال " :دخلت على النبى صلى الله عليه وسلم ذات يوم وعيناه تفيضان، قلت :يا نبى الله أغضبك أحد؟ ما شأن عينيك تفيضان؟ قال :بل قام ...قال :فقال :هل لك إلى أن أشمك من تربته؟ قال :قلت: نعم، فمد يده فقبض قبضة من تراب فأعطانيها، فلم أملك عينى أن فاضتا ."

قلت :وهذا إسناد ضعيف، نجى والد عبد الله لا يدرى من هو كما قال الذهبى ولم يوثقه غير ابن حبان وابنه أشهر منه، فمن صحح هذا الإسناد فقد وهم . والحديث قال الهيثمى (۹/۱۸۷) "رواه أحمد وأبو يعلى والبزار والطبرانى ورجاله ثقات ولم ينفرد نجى بهذا ."

قلت :يعنى أن له شواهد تقويه وهو كذلك.

۱ ـ :روى عمارة بن زاذان حدثنا ثابت عن أنس قال " :استأذن ملك القطر ربه أن يزور النبى صلى الله عليه وسلم، فأذن له، فكان فى يوم أم سلمة ...فبينا هى على الباب إذ دخل الحسين بن على ...فجعل يتوثب على ظهر النبى صلى الله عليه وسلم وجعل النبى صلى الله عليه وسلم يتلثمه ويقبله، فقال له الملك :تحبه؟ قال :نعم .قال :أما إن أمتك ستقتله إن شئت أريتك المكان الذى يقتل فيه؟ قال :نعم، فقبض قبضة من المكان الذى يقتل فيه، فأراه إياه فجاء سهلة، أو تراب أحمر، فأخذته أم سلمة، فجعلته

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں حاضر ہوا کہ آپ کے آنسو بہہ رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی کیا آپ کو کسی نے غصہ دلایا ہے؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ تو نبی صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی ثوبها، قال ثابت :كنا نقول :إنها كربلاء ."أخرجه أحمد(٣/٢٤٢ و ٢٦٥)وابن حبان(٢٢٤١)وأبو نعيم فی "الدلائل(٢٠٢) "

قلت :ورجاله ثقات غير عمارة هذا قال الحافظ " :صدوق كثير الخطأ ."وقال الهيثمی " :رواه أحمد وأبو يعلى والبزار والطبرانی بأسانيد وفيها عمارة بن زاذان وثقه جماعة وفيه ضعف وبقية رجال أبی يعلى رجال الصحيح ."

٢ـ : وروى محمد بن مصعب :حدثنا الأوزاعی عن أبی عمار شداد بن عبد الله عن أم الفضل بنت الحارث أنها دخلت ...يوما إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوضعته (تعنی الحسين) فی حجرة، ثم حانت منی التفاتة، فإذا عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تهريقان من الدموع، قالت :فقلت :يا نبی الله بأبی أنت وأمی مالک ؟ قال : أتانی جبريل عليه الصلاة والسلام فأخبرنی أن أمتی ستقتل ابنی هذا، فقلت :هذا؟ فقال: نعم وأتانی بتربة من تربته حمراء ."أخرجه الحاكم (٣/١٧٦ و ١٧٧)وقال ": صحيح على شرط الشيخين !"ورده الذهبی بقوله " :قلت: بل منقطع ضعيف، فإن شدادا لم يدرک أم الفضل، ومحمد بن مصعب ضعيف ."

٣ـ :وروى عبد الله بن سعيد عن أبيه عن عائشة أو أم سلمة -شک عبد الله بن سعيد - أن النبی صلى الله عليه وسلم قال لإحداهما " :لقد دخل على البيت ملک لم يدخل على قبلها، فقال لی :إن ابنک هذا حسين مقتول وإن شئت أريتک من تربة الأرض التی يقتل بها .قال :فأخرج تربة حمراء ." أخرجه أحمد(٦/٢٩٤) :حدثنا وكيع قال : حدثنی عبد الله بن سعيد.

قلت :وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين، فهو صحيح إن كان سعيد وهو ابن أبی هند سمعه من عائشة أو أم سلمة ولم أطمئن لذلک، فإنهم لم يذكروا له سماعا منهما وبين وفاته ووفاة أم سلمة نحو أربع وخمسين سنة وبين وفاته ووفاة عائشة نحو ثمان وخمسين .والله أعلم .وأخرجه الطبرانی عن عائشة نحوه بلفظ " :يا عائشة إن جبريل أخبرنی أن ابنی حسين مقتول فی أرض الطف " ... قال الهيثمی(٩/١٨٨) ": رواه الطبرانی فی "الكبير "و "الأوسط "وفی إسناد "الكبير "ابن لهيعة وفی إسناد "الأوسط "من لم أعرفه ."

٤ـ :وأخرجه الطبرانی أيضا عن أم سلمة نحوه بلفظ " :إن أمتک ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء ، فتناول جبريل من تربتها، فأراها النبی صلى الله عليه وسلم ." ...

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جبریل میرے پاس سے گئے ہیں، انہوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت حسین کو فرات (نہر) کے کنارے قتل کیا جائے گا، جبریل نے کہا کہ کیا آپ کو اس جگہ کی مٹی کی خوشبو دکھاؤں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! پھر جبریل نے اپنا ہاتھ پھیلایا، اور ایک مٹھی بھر مٹی لی، اور مجھے دی، تو میری آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ پڑے (ابویعلیٰ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَيُقْتَلَنَّ الْحُسَيْنُ ظُلْمًا، وَإِنِّيْ لَاَعْرِفُ تُرْبَةَ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ فِيْهَا، قَرِيْبًا مِّنَ النَّهْرَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۱۳۳۳، کتاب الأمراء، باب ما ذکر من حدیث الأمراء والدخول علیهم، المعجم الکبیر للطبرانی، ج۳ص ۱۱۰، رقم الحدیث ۲۸۲۴) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(انظر الاستدراک رقم(۱۶۱/۲۱) .قال الهیثمی(۱۸۹/۹) "رواه الطبرانی بأسانید، ورجال أحدها ثقات ."(انظر الاستدراک رقم (۱۶۱/۲۶)

۵ ـ :وعن أبی الطفیل قال " :استأذن ملک القطر أن یسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم ." ...قلت :فذکره نحو حدیث أنس المتقدم .قال الهیثمی(۱۹۰/۹) " رواه الطبرانی وإسناده حسن ."

٦ ـ :ویروی حجاج بن نصیر :حدثنا قرة بن خالد حدثنا عامر بن عبد الواحد عن أبی الضحی عن ابن عباس رضی الله عنهما قال " :ما کنا نشک وأهل البیت متوافرون أن الحسین بن علی یقتل بـ (الطف) ." أخرجه الحاکم(۱۷۹/۳)وسکت علیه، وتعقبه الذهبی بقوله " :قلت :حجاج متروک ."قلت :بالجملة فالحدیث المذکور أعلاه والمترجم له صحیح بمجموع هذه الطرق وإن کانت مفرداتها لا تخلو من ضعف ولکنه ضعف یسیر، لاسیما وبعضها قد حسنه الهیثمی، والله أعلم.

(تنبیه) حدیث عائشة وعلی عزاهما السیوطی (فتح ۵۵/۱ و ۵٦) لابن سعد فی " الطبقات "ولم أره فیها، فلعله فی القسم الذی لم یطبع منها، والله أعلم(سلسلة الاحادیث الصحیحة ،تحت رقم الحدیث ۱۱۷۱)

[1] قال الهیثمی:رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۵۱۲۴، کتاب المناقب، باب مناقب الحسین بن علی علیهما السلام)

ترجمہ: ضرور بالضرور حسین کو ظلماً قتل کیا جائے گا، اور میں اس زمین کی مٹی کو پہچانتا ہوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، وہ دو نہروں کے قریب ہے (ابنِ ابی شیبہ، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کئے جانے کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ چکی تھی، اور آپ کو بھی معلوم تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ظلماً قتل کئے جائیں گے، ظلماً کے الفاظ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان احادیث کی تصدیق

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کربلاء میں محاصرہ اور گھیراؤ کیا گیا، تو انہوں نے معلوم کیا کہ اس جگہ کا نام کیا ہے؟ تو لوگوں نے جواب میں کہا کہ کربلاء! تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، کرب اور بلاء کی زمین ہے۔

چنانچہ حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ بَيْتِيْ، فَقَالَ: لَا يَدْخُلُ عَلَيَّ أَحَدٌ. فَانْتَظَرْتُ فَدَخَلَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَمِعْتُ نَشِيْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ، فَاطَّلَعْتُ فَإِذَا حُسَيْنٌ فِيْ حِجْرِهٖ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهٗ وَهُوَ يَبْكِيْ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ حِيْنَ دَخَلَ، فَقَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مَعَنَا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ: تُحِبُّهٗ؟ قُلْتُ: أَمَّا مِنَ الدُّنْيَا فَنَعَمْ. قَالَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ هٰذَا بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ. فَتَنَاوَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ تُرْبَتِهَا، فَأَرَاهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فَلَمَّا أُحِيطَ بِحُسَيْنٍ حِيْنَ قُتِلَ، قَالَ: مَا اِسْمُ هٰذِهِ الْأَرْضِ؟ قَالُوْا: كَرْبَلَاءُ. قَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، أَرْضُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۲۸۱۹، ج۳ص۱۰۸، ورقم الحديث ۶۳۷، ج۲۳ص۲۸۹)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے گھر میں تشریف فرما تھے، تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی نہ آئے، پس میں منتظر رہی، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (کسی طرح سے اندر) داخل ہوئے، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی آواز سنی، میں نے جھانک کر دیکھا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے تھے، اور رو رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم! مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داخل ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام گھر میں ہمارے ساتھ تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ آپ اس (حضرت حسین) سے محبت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ بے شک میں دنیا میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ بے شک آپ کی امت عنقریب اسے ایک ایسی زمین میں قتل کردے گی، جس کو کربلاء کہا جاتا ہے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کربلاء کی مٹی لی، اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا۔

پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت ان کا محاصرہ کیا گیا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ''کربلاء'' تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول نے

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی بأسانيد، ورجال أحدها ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱۷، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

سچ فرمایا، کرب وبلاء (یعنی بے چینی اور آزمائش) کی زمین ہے (طبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمین کو کرب وبلاء قرار دینے کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے تصدیق سے متعلق، ایک اور سند سے بھی روایت مروی ہے۔ [1]

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو وہ مٹی دے کر یہ فرمایا کہ جب یہ مٹی خون سے تبدیل ہو جائے، تو تم یہ سمجھ لینا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ [2]

مگر اس حدیث کی سند شدید ضعیف اور نا قابلِ اعتبار قرار دی گئی ہے۔ [3]

---

[1] عن المطلب بن عبد الله بن حنطب، قال :لما أحيط بالحسين بن على، قال :ما اسم هذه الأرض؟ قيل :كربلاء .فقال :صدق النبى صلى الله عليه وسلم :إنها أرض كرب وبلاء (المعجم الكبير للطبرانى ،ج٣ص١٠٦، رقم الحديث ٢٨١٢، معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ١٨٠٥ ،الشريعة للآجرى، رقم الحديث ١٦٦٦ ،الآحاد والمثانى لابنِ ابى عاصم، رقم الحديث ٤٢٤)

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه يعقوب بن حميد بن كاسب، وهو ضعيف وقد وثق(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٣٣ ،كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على)

[2] حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثنى عباد بن زياد الأسدى، ثنا عمرو بن ثابت، عن الأعمش، عن أبى وائل شقيق بن سلمة، عن أم سلمة، قالت :كان الحسن والحسين رضى الله عنهما يلعبان بين يدى النبى صلى الله عليه وسلم فى بيتى، فنزل جبريل عليه السلام، فقال :يا محمد، إن أمتك تقتل ابنك هذا من بعدك .فأومأ بيده إلى الحسين، فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم، وضمه إلى صدره، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :وديعة عندك هذه التربة .فشمها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال :ويح كرب وبلاء .قالت :وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يا أم سلمة إذا تحولت هذه التربة دما فاعلمى أن ابنى قد قتل قال :فجعلتها أم سلمة فى قارورة، ثم جعلت تنظر إليها كل يوم، وتقول :إن يوما تحولين دما ليوم عظيم "(المعجم الكبير للطبرانى، ج٣ص١٠٨، رقم الحديث ٢٨١٧)

[3] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى، وفيه عمرو بن ثابت النكرى، وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١١٨ ،كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

وقال الالبانى:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شہادتِ حسین کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان دیکھنے کا خواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَنَامِ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَعَهُ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ يَلْتَقِطُهُ أَوْ يَتَتَبَّعُ فِيْهَا شَيْئًا قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا ؟ قَالَ: دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهٖ لَمْ أَزَلْ أَتَتَبَّعُهُ مُنْذُ الْيَوْمَ، قَالَ عَمَّارٌ: فَحَفِظْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَوَجَدْنَاهُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ

(مسند أحمد، رقم الحديث ٢١٦٥) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ٹھیک دوپہر کے وقت گرد وغبار

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

(يا أم سلمة !إذا تحولت هذه التربة دما، فاعلمي أن ابني قد قتل .يعني :الحسين رضي الله عنه). موضوع.

أخرجه الطبراني في "المعجم الكبير(٣/٤١١/٧٢٨١)"ومن طريقه الشجري في "الأسالي (١/١٦٣) "من طريق عمرو بن ثابت عن الأعمش عن أبي وائل شقيق بن سلمة عن أم سلمة قالت:

كان الحسن والحسين رضي الله عنهما يلعبان بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم في بيتي، فنزل جبريل عليه السلام فقال :يا محمد !إن أمتك تقتل ابنك هذا من بعدك. فأومأ بيده إلى الحسين، فبكى رسول الله عن، وضمه إلى صدره، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":وديعة عندك هذه التربة ."فشمها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال ... :فذكر الحديث .قال:فجعلتها أم سلمة في قارورة، ثم جعلت تنظر إليها كل يوم وتقول :إن يوما تحولين دما ليوم عظيم.

قلت :وهذا إسناد موضوع، رجاله كلهم ثقات، غير عمرو بن ثابت، وهو رافضي متروك، متفق على تضعيفه، بل قال ابن حبان(٢/٧٦) "كان يروي الموضوعات، لا يحل ذكره إلا على سبيل الاعتبار ."وقال الهيثمي في "المجمع(٩/١٨٩) ""رواه الطبراني، وفيه عمرو برد ثابت النكري، وهو متروك "(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٦٦٠٤)

[1] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوي على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

سے آلودہ حالت میں دیکھا، آپ کے پاس ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، جس کو آپ لے رہے تھے، یا اس میں کسی چیز کو تلاش کر رہے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حسین اور آپ کے ساتھیوں کا خون ہے، میں آج پورے دن اس کو تلاش کرتا رہا ہوں، حضرت عمار (راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن کو یاد رکھا، پھر ہم نے حضرت حسین کو (کربلا کے سانحہ کے موقع پر) اسی (خواب نظر آنے والے) دن قتل ہوتے ہوئے پایا (کہ بعد میں معلوم ہونے پر شہادتِ حسین کا وہی خواب والا دن بنتا تھا) (مسند احمد)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشگی اطلاع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی گئی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اطلاع صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دے دی تھی، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، بلکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اس طرح کی بعض احادیث پہنچ چکی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے اس واقعہ کا علم ہونے کے باوجود جن کاموں کا اختیار کرنا یا حکم دینا ثابت نہیں، ظاہر ہے کہ وہ کام شریعت کے مطابق نہیں ہوں گے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اس واقعہ کا علم ہونے سے رنج وغم پیش آیا، اس لئے اس واقعہ پر رنج وغم کا ہونا ایمان کی علامت ہے، لیکن انہوں نے نوحہ وماتم یا کسی اور رنج وغم والے کام کو نہ خود اختیار فرمایا اور نہ دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم فرمایا، اور نہ ہی اس حوالہ سے محرم سے متعلق کوئی حکم بیان فرمایا، جیسا کہ آج کل بعض لوگ کیا کرتے ہیں، جو اِن کاموں کے غیر شرعی ہونے کی علامت ہے۔

اللہ اصلاح فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(فصل نمبر 1)

محرم سے متعلق بعض چیزوں میں راہِ اعتدال

اب ماہِ محرم سے متعلق چند ایسے امور کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے، جن میں بعض لوگ راہِ اعتدال کو چھوڑ دیتے ہیں، اور افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(1)..... ماہِ محرم اور اس کی فضیلت کی وجہ

کسی وقت، دن یا مہینہ کو عظمت وفضیلت حاصل ہونے کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات، انوار و برکات اور رحمتوں کا اس وقت میں متوجہ اور ظاہر ہونا ہے، لیکن بعض اہم واقعات کا اس وقت میں واقع ہو جانا بھی دوسرے درجہ میں فضیلت کا باعث ہو جاتا ہے، جیسا کہ رمضان میں قرآن مجید کا نازل ہونا اور شب قدر وغیرہ کا واقع ہونا وغیرہ۔

اور فضیلت کا علم وحی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور اس کی فضیلت حاصل کرنے کا طریقہ بھی (اصولی، یا جزوی طریقہ پر) وحی کے ذریعہ سے ہی معلوم ہو سکتا ہے، اپنی طرف سے کسی دن یا تاریخ میں خاص فضیلت کا عقیدہ رکھنا، یا فضیلت کی بنیاد اپنی طرف سے کسی اور چیز کو قرار دے دینا، یا فضیلت حاصل کرنے کا کوئی خاص طریقہ اپنی طرف سے متعین کر لینا، یہ تمام چیزیں درست نہیں۔

پس یہ سمجھنا کہ محرم کے مہینے، یا دس محرم کے دن کو فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے حاصل ہوئی، یہ درست نہیں۔

کیونکہ اس مہینہ کی فضیلت تو کربلا کے واقعہ سے بہت پہلے، بلکہ آسمان وزمین کی پیدائش سے ہی چلی آرہی ہے، اور ظاہر ہے کہ اُس وقت کربلا کے واقعہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔

اسی طرح دس محرم کے دن کی فضیلت بھی بہت پہلے سے چلی آرہی ہے۔

یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ اور قریشِ مکہ بھی اس دن کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے روزے کے فضائل بیان فرمائے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک کربلا کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی علم حاصل ہوگیا تھا، مگر پھر بھی یہ وجہ بیان نہیں فرمائی، البتہ یہ کہا جائے گا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، اس مہینے اور اس دن میں اس لئے واقع ہوئی کہ یہ مہینہ اور دن فضیلت کا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس مقدس مہینے کے اس مبارک دن کو اپنے مقبول بندے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی، اور آپ کے جانثاروں کی شہادت کے واسطے منتخب فرمادیا۔

غرضیکہ ماہِ محرم، یا دس محرم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اور آپ کے رفقائے کار کو اس دن میں شہید ہونے سے، شہادت کی فضیلت حاصل ہوئی۔ [1]

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

''جیسے دسویں محرم کہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، لیکن وہ دن شہادت کی وجہ سے افضل نہیں ہوا، بلکہ اس کے ذی فضیلت (فضیلت والا) ہونے کی وجہ سے اس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی'' (وعظ ''الوقت'' مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت ج۴ص۳۸۳، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رجب۱۴۳۰ھ)

دوسرے وعظ میں فرماتے ہیں کہ:

''بعض لوگوں کا یہ خیال ہے، بلکہ اکثر عوام کا یہی خیال ہے کہ عاشوراء کے دن کی فضیلت بوجہ شہادتِ امام حسین ہے، تو یہ خیال بالکل غلط ہے، عاشورہ کے دن کی فضیلت اس وجہ سے نہیں، بلکہ عاشورہ کا دن پیشتر سے شرائعِ سابقہ میں افضل ہے، جیسے روایات سے معلوم ہوتا ہے، پھر شریعتِ محمدیہ مقدّسہ میں بھی اس کی فضیلت وارد ہے، جب کہ اس شہادت کا وقوع بھی نہ ہوا تھا، سو اس کی فضیلت اس شہادت سے نہیں، بلکہ خود یہ شہادت اس یوم میں اس لئے واقع ہوئی کہ یہ فضیلت کا دن تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مقدس دن کو اپنے مقبول بندہ حضرت حسین کی شہادت کے واسطے منتخب فرمایا، غرض اس دن کو حضرت حسین کے قصہ سے کوئی فضیلت نہیں ہوئی، بلکہ خود حضرت حسین کو اس دن میں شہید ہونے سے فضیلت ہوئی (وعظ ''تحریم المحرم'' مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت ج۹ص۴۸۸، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رجب۱۴۳۰ھ)

www.idaraghufran.org

(2).....دس محرم کو گرمی کا غلط تصور

کم علمی کی وجہ سے بعض لوگوں کا خیال اور عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ دس محرم کے دن، دوسرے دنوں کی بنسبت ہمیشہ موسم گرم رہتا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ دس محرم کو کربلا کا واقعہ پیش آیا تھا، اور کربلا کے میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، سخت دھوپ اور گرمی کی حالت میں واقع ہوئی تھی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ساری امت کے حق میں ہمیشہ کے لئے گرم بنا دیا ہے۔

جبکہ یہ بات قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

پھر اول تو ہمیشہ دس محرم کو گرم موسم نہیں ہوتا، بہت سی مرتبہ ٹھنڈا اور سرد بھی ہوتا ہے، اور بہت سی مرتبہ محرم کا مہینہ سردیوں کے موسم میں آتا ہے، اور دس محرم کو بعض اوقات بارشیں بھی ہو جاتی ہیں، لیکن اگر کوئی پہلے سے اپنے عقیدے اور تصور میں کوئی چیز قائم کرلے، تو نفسیاتی طور پر اس کو وہ چیز اسی طرح محسوس ہونے لگتی ہے، جس کی وجہ نفسیاتی کمزوری ہوتی ہے، اور حقیقت میں وہ چیز اس طرح نہیں ہوتی، جس طرح کہ اس کے متعلق تصور قائم کیا ہوتا ہے۔

اور اگر بالفرض کسی مرتبہ دس محرم کو دوسرے دنوں کے مقابلہ میں گرم موسم ہو جائے، تو اس کی وجہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، جیسا کہ دوسرے دنوں میں بھی موسم کی تبدیلی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے، اسی طرح اس دن میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوگی۔

لہٰذا محرم کے مہینہ، یا دس محرم کے دن کے متعلق اس طرح کا عقیدہ اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ صحیح علم عطا فرمائے، اور کم علمی سے نجات عطا فرمائے۔ آمین۔

(3).....ماہِ محرم کو نحوست، یا رنج وغم کا مہینہ قرار دینا

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ محرم کا مہینہ انتہائی عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے۔

لہٰذا اس مہینہ کو رنج وغم کا مہینہ قرار نہیں دینا چاہئے، وہ الگ بات ہے کہ اس مہینہ میں کربلا کا سانحہ پیش آیا تھا، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اور دوسری عظیم ہستیوں کو بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا تھا، مگر اس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کے لئے، اور ہر ایک کے حق میں رنج وغم کا مہینہ قرار نہیں دیا جائے گا۔

بعض لوگ اس مہینہ کو رنج وغم کا مہینہ سمجھنے کی وجہ سے ضرورت پڑنے پر بھی، اس مہینے میں خوشی کے کام (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ) انجام دینے سے پرہیز کرتے ہیں، اور بعض لوگ مختلف قسم کے سوگ بھی کرتے ہیں (مثلاً عورتوں کا زیب وزینت، اور بناؤ سنگھار چھوڑ دینا، میاں بیوی کے خصوصی تعلقات سے رُکے رہنا، وغیرہ، وغیرہ)

اس سلسلہ میں پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ خیال درست نہیں کہ یہ مہینہ رنج وغم کا مہینہ ہے، کیونکہ یہ مہینہ تو بہت محترم اور فضیلت، بلکہ عبادت والا مہینہ ہے اور دس محرم کے دن اور تاریخ میں اسلام کے بہت سے عظیم اور خوشگوار واقعات رونما ہوئے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ غمی کا واقعہ پیش آنے سے وہ مہینہ، یا دن غم کے لئے مخصوص نہیں ہوجاتا کہ اس میں ہمیشہ غم کیا جاتا رہے۔

بعض لوگ اس مہینہ کو نحوست کا مہینہ سمجھتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض دنوں بعض تاریخوں اور بعض جانوروں، یا انسانوں میں نحوست سمجھتے تھے، خاص کر عورت، گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے، اور آج کل بعض لوگ مخصوص مہینوں (مثلاً محرم، صفر وغیرہ) اور دنوں، تاریخوں اور جگہوں میں نحوست سمجھتے ہیں، خاص طور پر جس تاریخ، یا جس جگہ میں کوئی حادثہ، ہلاکت، یا کوئی نقصان اور غمی کا واقعہ پیش آجائے، اس کو منحوس سمجھتے ہیں، اور واقعۂ کربلا کے محرم کے مہینہ میں پیش آجانے کی وجہ سے اسی بنیاد پر محرم کے مہینہ کو بعض لوگ منحوس خیال کرتے ہیں، یہاں تک کہ جو بچہ محرم کے مہینہ میں پیدا ہوجائے، بعض لوگ اس کو بھی منحوس سمجھتے ہیں۔

جبکہ اسلام کے اصولوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ، یا دن وتاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، اور نہ ہی غمی کا واقعہ پیش آنے سے زمانہ منحوس بن جاتا ہے، زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اس کی طرف نحوست، یا برائی کو منسوب کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ :يُؤْذِيْنِيْ اِبْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ ، وَأَنَا الدَّهْرُ ،بِيَدِي الْأَمْرُ ،أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٤٨٢٦، كتاب تفسير القرآن،باب وما يهلكنا إلا الدهر ، مسلم رقم الحديث ٢٢٤٦"٢")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بنی آدم مجھے ایذاء دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے اور وہ اس طرح) کہ وہ زمانہ کو برا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع اور ماتحت ہے) میرے ہاتھ میں (تمام حالات اور زمانے کے) امر ہیں، میں ہی رات ودن کو پلٹتا (اور کم وزیادہ کرتا) ہوں (بخاری)

زمانہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں، وہ تو اللہ کے حکم سے وجود میں آیا ہے، اور اسی کے حکم سے چلتا ہے، نحوست اگر ہے تو انسان کی بداعمالیوں میں، یا پھر اپنے فاسد خیالات کی بنیاد پر ہے۔

اوّل تو محرم کا مہینہ خود فضیلت والا مہینہ ہے، اور اس میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینہ کو غمی، یا نحوست کا مہینہ سمجھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ شہادت کوئی بری، یا منحوس چیز ہے۔

جبکہ شرعی اعتبار سے شہادت ایک عظیم سعادت والا عمل ہے، جو ہر کس وناکس کو بآسانی میسر نہیں آتا، اور شہادت ایسی عظیم سعادت اور دولت ہے، جس کی تمنا خود اپنے لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی ہے، اور شہید کے لئے بڑے اجر وانعام، اعزاز واکرام اور بے

شمار نعمتوں کی خوشخبری سنائی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ، بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۵۴)

ترجمہ: اور مت کہو تم ان (مؤمنوں) کو جو قتل کر دیئے جائیں، اللہ کے راستے میں کہ وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور لیکن شعور نہیں رکھتے تم (سورہ بقرہ)

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ . فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ آلِ عمران ، رقم الآیۃ ۱۶۹، و ۱۷۰)

ترجمہ: اور نہ ہرگز گمان کرو تم ان لوگوں کو، جو قتل کر دیئے جائیں، اللہ کے راستے میں کہ وہ مُردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس، رزق دیا جاتا ہے ان کو، خوش ہیں وہ، ان چیزوں کے ساتھ، جو عطاء کیں ان کو، اللہ نے اپنے فضل سے (سورہ آلِ عمران)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی کئی فضیلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک یہ کہ شہیدوں کو شہادت کے بعد برزخ میں ہمیشہ کی امتیازی زندگی عطا ہوتی ہے، لہٰذا تم ان کو عام مُردوں کی طرح کا مُردہ نہ خیال کرو، دوسری فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ شہید اپنے رب کے مقرب ہیں، ان کو خصوصی قرب حاصل ہوتا ہے، تیسری فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ شہیدوں کو رزق عطا ہوتا ہے، اس رزق سے مراد رزقِ حقیقی، جنت کے پھل ثمرات وغیرہ ہیں، چوتھی فضیلت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا جو فضل اور انعام ان کو عطا ہوتا ہے اس پر وہ خوش ہوتے ہیں، یہ روحانی رزق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کے پاس شہداء کو جسمانی وروحانی دونوں قسم کے رزق ملتے ہیں۔

یاد رہے شہید کو شہادت کے بعد جو زندگی عطا ہوتی ہے یہ صرف روح کی زندگی نہیں ہوتی، بلکہ روح کا تعلق جسم کے ساتھ بھی خاص درجہ کا دوسروں سے قوی اور امتیازی نوعیت کا قائم ہوتا ہے، ورنہ تو ان کو مُردہ کہنے کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں، کیونکہ روح تو تمام مُردوں ہی کی عالمِ برزخ میں زندہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ۱۵۷)

ترجمہ: اور اگر قتل کر دیا گیا تم کو اللہ کے راستے میں، یا تم مر گئے، تو مغفرت ہوگی اللہ کی طرف سے اور رحمت، جو اس سے بہتر ہے، جس کو (اس دنیا میں) جمع کرتے ہیں وہ (انسان) (سورہ آلِ عمران)

اس آیت میں شہیدوں کو مغفرت اور رحمت حاصل ہونے کی خوشخبری ہے اور اس کا ثبوت ہے کہ دنیا کی مال ودولت اور دوسری چیزوں سے بہتر نعمتیں ان کو حاصل ہوتی ہیں۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْمَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا، وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ. لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ

(سورة الحج رقم الآية ۵۸، ۵۹)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اللہ کے راستہ میں، پھر قتل کر دیئے گئے وہ، یا مر گئے وہ، تو ضرور بالضرور رزق دے گا ان کو اللہ بہترین رزق، اور بے شک اللہ ہی، یقیناً سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، یقیناً ضرور بالضرور داخل کرے گا ان کو وہ (اللہ) ایسی داخل ہونے کی جگہ کہ راضی ہو جائیں گے وہ اس سے (ج)

اس آیت میں شہید سے دو چیزوں کا وعدہ ہوا ہے، ایک بہترین رزق کا، دوسرا اپنی پسند کی جگہ یعنی جنت میں داخلہ کا، یہ دونوں بہت بڑے اعزاز ہیں۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورة النساء، رقم الآية ٦٩)

ترجمہ: اور وہ جو اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسول کی، تو یہی لوگ ہیں، جو ساتھ ہوں گے ان (لوگوں) کے کہ انعام فرمایا اللہ نے ان پر، یعنی انبیاء، اور صدیقین، اور شہداء اور صالحین (کے ساتھ ہوں گے) (سورہ نساء)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی یہ فضیلت ذکر فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں میں سے ہیں، اور یہ کہ انبیاء وصدیقین کے بعد سب سے بڑھ کر شہیدوں کا مقام ومرتبہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لَوَدِدْتُ أَنِّيْ أُغْزُوْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلُ ، ثُمَّ أُغْزُوْ فَأُقْتَلُ ، ثُمَّ أُغْزُوْ فَأُقْتَلُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٧٦ "١٠٣" كتاب الامارة، باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله، صحيح البخارى رقم الحديث ٢٧٩٧، كتاب الجهاد والسير)

ترجمہ: میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کے راستے میں جہاد کروں پھر شہید کیا جاؤں (پھر زندہ کیا جاؤں، اور) پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں (پھر زندہ کیا جاؤں، اور) پھر جہاد کروں، پھر شہید کیا جاؤں (مسلم، بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَا أَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا ، وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيْدُ، يَتَمَنّٰى أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا ،فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ

لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٢٨١٧، كتاب الجهاد والسير، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا، مسلم رقم الحديث ١٨٧٧ "١٠٩")

ترجمہ: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے، اس حال میں کہ زمین پر موجود تمام اشیاء اس کی ہوں، سوائے شہید کے کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹے اور دس مرتبہ شہید کیا جائے، یہ تمنا وہ (شہید) اپنی تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کرے گا (بخاری، مسلم)

اس کے علاوہ شہید کے بارے میں اور فضائل بھی احادیث میں آئے ہیں، جبکہ وہ شہادت شرعی اصولوں کے مطابق ہو۔ [1]

مگر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ شہادت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص میدانِ جہاد میں جا کر اخلاصِ نیت کے ساتھ شریک ہو، اور وہاں دشمنوں کے ہاتھوں

---

[1] مثلاً شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور شہید کو صبح وشام جنت کا اعلیٰ رزق دیا جاتا ہے۔ اور شہید کے پہلے قطرے کے ساتھ بخشش کردی جاتی ہے، جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے، اور اس کو عذابِ قبر اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کردیا جاتا ہے، اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنا کر مزین کیا جاتا ہے، اور اس کی حورِ عین سے شادی کردی جاتی ہے، اور اس کے اقارب میں سے ستر انسانوں کے حق میں شفاعت کا حق دیا جاتا ہے، وغیرہ۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٨٦ "١١٩")

عن المقدام بن معدى كرب، عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- قال: "للشهيد عند الله ست خصال: يغفر له فى أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج من الحور العين، ويشفع فى سبعين إنسانا من أقاربه (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٧٩٩)

قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشية ابنِ ماجه)

سمعت أبا الدرداء يقول: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: "يشفع الشهيد فى سبعين من أهل بيته" (ابوداؤد، رقم الحديث ٢٥٢٢)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية ابى داؤد)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الشهداء على بارق -نهر بباب الجنة- فى قبة خضراء، يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٩٠)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

سے قتل کیا جائے، بلکہ اگر کوئی مسلمان اپنے مقام پر رہتے ہوئے اخلاص کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے شہادت کا ثواب حاصل کرنے کی دعاء کرے، تو وہ بھی شہادت کے ثواب کو پالیتا ہے۔

چنانچہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۹۰۸ "۱۵۶" کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله تعالی، سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۱۵۲۲)

ترجمہ: جس نے سچے دل کے ساتھ اللہ سے شہادت مانگی، اللہ اسے شہیدوں کے مقام تک پہنچادے گا، اگرچہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو (مسلم)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بندہ کی اخلاص کے ساتھ دعاء کرنے کی برکت سے اس کو اپنے گھر میں رہتے ہوئے شہادت کا مقام عطاء فرمادیتا ہے۔ [1]

---

[1] (وعن سهل بن حنيف رضى الله عنه) : بضم حاء مهملة وفتح نون وسكون تحتية ففاء وتقدم ذكره قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: من سأل الله الشهادة بصدق) : أى بإخلاص (بلغه) : بتشديد اللام ;أى أوصله (الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه) : بكسر أوله ;أى: ولو مات غير شهيد فهو فى حكم الشهداء وله ثوابهم (مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٤٦٦، كتاب الجهاد)

(من سأل الله الشهادة بصدق) قيد السؤال بالصدق لأنه معيار الأعمال ومفتاح بركاتها وبه ترجى ثمراتها (بلغه الله منازل الشهداء) مجازاة له على صدق الطلب وفى قوله منازل الشهداء بصيغة الجمع مبالغة ظاهرة (وإن مات على فراشه) لأن كلا منهما نوى خيرا وفعل ما يقدر عليه فاستويا فى أصل الأجر ولا يلزم من استوائهما فيه من هذه الجهة استواؤهما فى كيفيته وتفاصيله إذ الأجر على العمل ونيته يزيد على مجرد النية فمن نوى الحج ولا مال له يحج به يثاب دون ثواب من باشر أعماله ولا ريب أن الحاصل للمقتول من ثواب الشهادة تزيد كيفيته وصفاته على الحاصل للناوى الميت على فراشه وإن بلغ منزلة الشهيد فهما وإن استويا فى الأجر لكن الأعمال التى قام بها العامل تقتضى أثرا زائدا وقربا خاصا وهو فضل الله يؤتيه من يشاء فعلم من التقرير أنه لا حاجة لتأويل البعض وتكلفه بتقدير من بعد قوله بلغه الله فأعط ألفاظ الرسول صلى الله عليه وسلم حقها وأنزلها منازلها يتبين لک المراد وفيه ندب سؤال الشهادة بنية صادقة(فيض القدير للمناوى، ج٦ ص ١٤٤، تحت رقم الحديث ٨٧٢٧، حرف الميم)

غرضیکہ شہید کے بارے میں بے شمار فضائل آئے ہیں، اور جب ماہِ محرم الحرام عبادت اور عظمت والا مہینہ ہے، تو اس مہینہ میں شہادت کی عظمت اس مہینے کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے، لہٰذا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے اس مہینہ کو نحوست، یا غم کا مہینہ سمجھنا درست نہیں۔

اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ فضائل تو شہید کے لئے ہیں، لیکن ہمارے اعتبار سے اس طرح کی شہادت رنج وغم کا باعث ہے، لہٰذا ہمیں اس مہینہ کو رنج وغم، یا یا نحوست کا مہینہ سمجھنا چاہئے، تو یہ بات دلائل کی رُو سے درست نہیں ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت، یا کربلاء کا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے یہ مہینہ نحوست، یا رنج وغم کا مہینہ نہیں بنا، بلکہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والا مہینہ ہے، اور اس کا دسواں دن زیادہ عظمت وفضیلت والا ہے، اور اسی دسویں دن میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی ہوئی، جس کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی زیادہ عظمت وفضیلت والی بن گئی، جو کہ ان کے لئے اعزاز کی بات ہے۔

مگر آج کل بعض لوگ محرم کے ابتدائی دس دنوں کو بڑا مغموم، یا منحوس سمجھتے ہیں، اور اس میں کوئی خوشی نہیں مناتے، اور دس تاریخ گزرتے ہی خوشیاں شروع کردیتے ہیں، حالانکہ اولاً تو یہ طرزِ عمل ہی درست نہیں، دوسرے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ سے پہلے غمگین رہنا، اور شہادت کی تاریخ گزرتے ہی خوشیاں شروع کردینا، غیر معقول تقسیم اور خلافِ عقل طریقہ ہے۔

(4).....سوگ کا شرعی حکم

جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے، اس کو عدت کے زمانہ میں سوگ کرنے کا حکم ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (سورة البقره ،رقم الآية ۲۳۴)

ترجمہ: اور وہ جو لوگ وفات پا جائیں تم میں سے، اور چھوڑ جائیں وہ بیویاں، روکے رکھیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ سے) چار مہینے اور دس دن تک (سورہ بقرہ)

اگر شوہر کے فوت ہونے کے وقت اس کی بیوی حاملہ ہو، تو اس عورت کی عدت بچہ کی ولادت پر ختم ہوتی ہے، خواہ ولادت چار مہینے دس دن سے پہلے ہو جائے، یا اس کے بعد ہو۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (سورة الطلاق ،رقم الآية ۴)

ترجمہ: اور حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وضع کر دیں وہ اپنے حمل کو (طلاق)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِيْ سُفْيَانَ مِنَ الشَّامِ ،دَعَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ ،فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا ،وَقَالَتْ : إِنِّيْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِيَّةً ،لَوْلَا أَنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ ،فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ ،فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (صحيح البخاری،رقم الحديث ۱۲۸۰ ،كتاب الجنائز ،باب إحداد المرأة على غير زوجها،صحيح مسلم رقم الحديث ۱۴۸۶ "۶۲"،سنن النسائی رقم الحديث ۳۵۲۷)

ترجمہ: جب حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کی، شام (کے علاقے) سے خبر پہنچی، تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی، اور اپنے بازوؤں اور رخساروں پر ملی، اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں میں تین دن سے زیادہ

سوگ کرنے والوں میں شمار نہ ہوجاؤں، میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی کے فوت ہونے پر) تین دن، تین رات سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہوجانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے'' (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٤٩١ "٦٥" كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، تو اس کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ کسی بھی فوت شدہ شخص پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، مگر اپنے شوہر کے فوت ہونے پر (مسلم)

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُنْهٰى أَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ، إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا نَكْتَحِلُ، وَلَا نَتَطَيَّبُ، وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٩٣٨ "٦٧" كتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها، وغيرها بوضع الحمل)

ترجمہ: ہمیں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) منع کردیا گیا ہے کہ ہم کسی بھی فوت شدہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں، مگر شوہر کے فوت ہونے پر چار مہینے اور دس دن تک (اس کی بیوی سوگ کرے گی) اور سوگ کے دوران ہم نہ تو سرمہ

لگائیں، اور نہ خوشبو لگائیں، اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں (مسلم)

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اَلْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۳۰۴، کتاب الطلاق، باب فیما تجتنبه المعتدة فی عدتها)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا، وہ عدت گزرنے تک عصفر سے رنگا ہوا، اور خوشبو والی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے، اور نہ زیور پہنے، اور خضاب بھی نہ لگائے، اور سرمہ بھی نہ لگائے (ابوداؤد)

حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا، أَفَنَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا۔ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: لَا۔ ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۴۸۸، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها، وغیرها بوضع الحمل)

ترجمہ: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بے شک میری بیٹی کا شوہر وفات پا گیا ہے، اور اس کی آنکھ میں کچھ تکلیف ہے، تو کیا میں اس کو سرمہ لگا دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس عورت نے دو، یا تین مرتبہ یہی سوال کیا، رسول اللہ صلی

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: اسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ منع فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہ (سوگ کی) پابندی چار مہینے دس دن تک ہے (مسلم)

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أُصِيبَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَسَلَّبِيْ ثَلَاثاً، ثُمَّ اِصْنَعِيْ مَا شِئْتِ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ۷۴۵، كتاب الجنائز، باب ما جاء في البكاء على الميت) [1]

ترجمہ: جب (میرے شوہر) حضرت جعفر بن ابی طالب کا انتقال ہوگیا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ تم (اگر چاہو، تو میت کے دوسرے لوگوں کی طرح) تین دن تک سادہ حلیہ میں رہو، پھر اس کے بعد آپ جو چاہو کرو (موارد الظمآن)

یعنی تین دن تک تو اس کے مطابق سادہ حلیہ رکھو، جس طرح میت کے گھر کے دوسرے لوگ رکھتے ہیں، اس کے بعد تمہارے لئے عدت کے جو احکام ہیں، ان کو بجالاتے ہوئے جو چاہو کرو، اس میں زمانۂ جاہلیت کی طرح مخصوص اور جاہلانہ پابندیاں نہیں، یہ جہلاء نے خود بنائی ہوئی ہیں۔

سوگ کو عربی زبان میں ''احداد'' کہا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''عورت کا زیب وزینت وغیرہ کو چھوڑ دینا''۔

---

[1] قال حسين سليم اسد الدارانی:
إسناده حسن من أجل محمد بن طلحة بن مصرف، والحديث في الإحسان ۶۰/۵ برقم (۳۱۳۸) وانظر ما قاله ابن حبان في تعليقه على هذا الحديث.....
وذكره الهيثمي في "مجمع الزوائد ۱۶/۳ ـ ۱۷ "باب :ما جاء في البكاء وقال" :رواه كله أحمد، وروى الطبراني بعضه في الكبير، ورجال أحمد رجال الصحيح."
وانظر الأحاديث (۴۴۲۴، ۷۵۳۵، ۷۰۵۳، ۷۱۵۶) في مسند أبي يعلى الموصلي.
وسنن البيهقي ۴۳۸/۷ ورد ابن التركماني على دعواه، فقد كفانا مؤنة الرد (حاشية موارد الظمآن)

عدت کے زمانہ میں بھی عورت کو زیب وزینت کے چھوڑنے کا حکم ہے۔ [1]

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ شرعی اعتبار سے سوگ کرنا، صرف چند صورتوں میں عورتوں کے حق میں ثابت ہے، اور وہ یہ ہیں۔

(1).....جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو، اس کو عدت کے زمانہ میں سوگ کرنے کا حکم ہے، عدت کے بعد حکم نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔

(2).....جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاقِ بائن (ایسی طلاق جس میں نکاح ختم ہوجاتا ہے) دے دی ہو، یا جس عورت نے مرد سے شرعی خلع حاصل کیا ہو، یا جس عورت کا نکاح شرعی اصولوں کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو، اس کو عدت کے زمانہ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوگ کرنے کا حکم ہے، عدت ختم ہونے کے بعد حکم نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں۔

اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک اس پر سوگ واجب نہیں، اور جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو، اس پر بالاتفاق سوگ کرنا واجب نہیں۔ [2]

---

[1] إحداد: التعريف: من معاني الإحداد في اللغة: المنع، ومنه امتناع المرأة عن الزينة وما في معناها إظهارا للحزن . وهو في الاصطلاح: امتناع المرأة من الزينة وما في معناها مدة مخصوصة في أحوال مخصوصة، وكذلك من الإحداد امتناعها من البيتوتة في غير منزلها .
الألفاظ ذات الصلة: الاعتداد: وهو تربص المرأة مدة محددة شرعا لفراق زوجها بوفاة أو طلاق أو فسخ. والعلاقة بين الاعتداد والإحداد أن الاعتداد طرف للإحداد، ففي العدة .تترك المرأة زينتها لموت زوجها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۱۰۳، وص۱۰۴، مادة "إحداد" حرف الألف)

[2] أجمع العلماء على وجوب الإحداد في عدة الوفاة من نكاح صحيح ولو من غير دخول بالزوجة.....كما أجمعوا على أنه لا إحداد على الرجل .وقد أجمعوا أيضا على أنه لا إحداد على المطلقة رجعيا، بل يطلب منها أن تتعرض لمطلقها وتتزين له لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا .على أن للشافعي رأيا بأنه يستحب للمطلقة رجعيا الإحداد إذا لم ترج الرجعة. وأما المعتدة من طلاق بائن ببينونة صغرى أو كبرى فقد اختلف العلماء فيه على اتجاهين: الأول: ذهب الحنفية والشافعي في قديمه، وهو إحدى الروايتين في مذهب أحمد، أن عليها الإحداد، لفوات نعمة النكاح .فهي تشبه من وجه من توفي عنها زوجها. الثاني: ذهب المالكية والشافعي في جديده وهو إحدى الروايتين عن الإمام أحمد (وقيل في بعض الكتب إنها المذهب) إلا أنه لا إحداد عليها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۱۰۴، مادة "إحداد" حرف الألف)

www.idaraghufran.org

(3).....شوہر کے علاوہ کسی قریبی رشتہ دار (باپ بیٹے وغیرہ) کے فوت ہونے پر، صرف تین دن تک عورت کو سوگ کرنے کی اجازت ہے، واجب اور ضروری نہیں تین دن کے بعد یہ اجازت بھی نہیں۔ [1]

اور سوگ کے علاوہ عدت میں عورت کو گھر سے نکلنے کا حکم مذکورہ تفصیل سے مختلف ہے۔

چنانچہ بعض فقہاء کے نزدیک طلاق، یا وفات کی عدت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں، اور بعض فقہاء کے نزدیک ضرورت کے وقت دن کے اوقات میں نکلنا جائز ہے۔ [2]

اور عورت کو کمرے سے باہر نہ نکلنے، یا جائز بات چیت نہ کرنے وغیرہ کی جو پابندیاں عوام نے لگا رکھی ہیں، وہ خود ساختہ ہیں، جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔

مذکورہ صورتوں کے علاوہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے فقہائے کرام کے نزدیک دوسرے کسی موقعہ پر عورت کو سوگ کرنے کی اجازت نہیں، اور مرد کو تو سوگ کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں، اور شرعی سوگ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اتنے عرصہ میں ایسے کپڑے نہ پہنے، اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے، جس سے مَرد حضرات کو کشش اور میلان ہوتا ہو، خوشبو، سرمہ، مہندی اور دوسری زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کی چیزیں چھوڑ دے، اس کے علاوہ اپنی طرف سے

---

[1] أما إحداد المرأة على قريب غير زوج فإنه جائز لمدة ثلاثة أيام فقط، ويحرم الزيادة عليها . (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۱۰۵، مادة "إحداد" حرف الألف)

[2] ذهب الحنفية والشافعية إلى أن المطلقة الرجعية لا يجوز لها الخروج من مسكن العدة لا ليلا ولا نهارا .....وخالف المالكية والحنابلة فقالوا بجواز خروج المطلقة الرجعية نهارا لقضاء حوائجها، وتلزم منزلها بالليل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹، ص۳۴۸، و۳۴۹، مادة "عدة")

اختلف الفقهاء فى جواز خروج المعتدة من طلاق بائن على قولين:

القول الأول :ذهب المالكية والشافعية والحنابلة والثورى والأوزاعى والليث بن سعد إلى جواز خروجها نهارا لقضاء حوائجها، أو طرفى النهار لشراء ما يلزمها من ملبس ومأكل ودواء أو بيع غزل، أو كانت تتكسب من شيء خارج عن محلها كالقابلة والماشطة أو لأداء عملها سواء أكان الطلاق بائنا ببينونة صغرى أم كبرى.....وقال الحنفية :لا يجوز خروج المعتدة من الطلاق الثلاث أو البائن ليلا أو نهارا، لعموم النهى ومسيس الحاجة إلى تحصين الماء.

ذهب الفقهاء إلى أن المتوفى عنها زوجها لا تخرج ليلا، ولا بأس بأن تخرج نهارا لقضاء حوائجها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۹، ص۳۴۹، وص۳۵۰، مادة "عدة" حرف العين)

سوگ کے دوسرے غیر ثابت طریقے اختیار کرنا جائز نہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو کسی کے بھی فوت ہونے پر تین دن کے بعد، اور عدت میں ہو، تو عدت گزرنے کے بعد سوگ کرنے کو حلال قرار نہیں دیا، تو اس حکم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں کہ ان کی وفات کے بعد بھی برس ہا برس گزرنے کے بعد سوگ کرنا حلال نہیں ہوگا۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ اگرچہ انتہائی المناک ہے، مگر اس واقعہ کی وجہ سے اس مہینہ میں سوگ کرنا درست نہیں، کیونکہ اگر کسی مہینہ میں کوئی ظالمانہ واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے سوگ کا حکم ہوگا، تو پھر شاید کوئی مہینہ ایسا نہ بچے، جس میں سوگ کی ضرورت نہ ہو، کیونکہ سینکڑوں تو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، جن کی پیدائش سے لے کر شہادت اور وفات تک دنیا میں پیش آنے والی مصائب وتکالیف کی ایک لمبی فہرست ہے، قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں سینکڑوں واقعات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے مصائب وتکالیف سے متعلق موجود ہیں۔

نوح علیہ السلام کا قصہ ہو، یا ابراہیم علیہ السلام کا، یعقوب علیہ السلام کا ہو، یا موسیٰ علیہ السلام کا، یونس علیہ السلام کا ہو، یا لوط علیہ السلام کا، ہر ایک واقعہ میں تکلیفوں کے مناظر نظر آئیں گے۔

انبیاء کے بعد خاتمُ الانبیاء محمد ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی حیاتِ طیبہ کو دیکھا جائے، تو آپ کی زندگی کا کوئی دن نہیں، ہر گھنٹہ اور ہر ساعت ولمحہ، دین کی خاطر تکلیفوں، امت کے درد وغم اور آخرت کی فکر میں مصروف نظر آئے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وہ ہیں، جن میں سے ہر ایک درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد اور عملی نمونہ ہے۔

اور یہ سلسلہ چل نکلے، تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد امت کے اکابر، اولیاء اللہ، علماء ومشائخ رحمہم اللہ پر نظر ڈالی جائے، جن کی تعداد کروڑوں میں ہوگی۔

ان حضرات کو دین کی خاطر پیش آنے والے مصائب، تکالیف اور مشقتوں کا ایک طویل باب ہے، جن کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر ان لوگوں کو جو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے زیادہ قریب ہیں، اور یہ آزمائش ان کے لئے باعثِ رحمت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَإِنْ كَانَ دِيْنُهٗ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهٗ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَتْرُكَهٗ يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۹۸، ابواب الزھد، باب ما جاء فی الصبر علی البلاء) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون لوگ زیادہ آزمائش میں مبتلا کئے جاتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیائے کرام، پھر ان کے مثل اور پھر ان کے مثل، پس انسان اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر اس کا دین زیادہ مضبوط ہوتا ہے، تو اس کی آزمائش بھی زیادہ شدید ہوتی ہے اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہوتی ہے، تو وہ اپنے دین کے مطابق آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر بندہ کی آزمائش مسلسل جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ اسے زمین پر اس طرح چلتا ہوا چھوڑ دیا جاتا ہے، کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (ترمذی)

---

[1] قال الترمذی:
ھذا حدیث حسن صحیح وفی الباب عن أبی ھریرۃ، وأخت حذیفۃ بن الیمان أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سئل أی الناس أشد بلاء ؟ قال :الأنبیاء ، ثم الأمثل فالأمثل.

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ إِبْطُ بِلَالٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۷۲، باب من أبواب صفة القيامة والرقائق والورع، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۰۵۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے معاملہ میں اتنا ڈرایا گیا ہوں، جتنا اور کوئی نہیں ڈرایا گیا، اور مجھے اللہ کے معاملہ میں اتنی ایذاء پہنچائی گئی، جتنی ایذاء کسی کو نہیں پہنچائی گئی، اور میرے اوپر تیس دن اور راتیں ایسی گزری ہیں

---

[1] عن أبي عبيدة بن حذيفة، عن عمته فاطمة أنها قالت: أتينا رسول الله صلى الله عليه وسلم نعوده في نساء، فإذا سقاء معلق نحوه يقطر ماؤه عليه من شدة ما يجد من حر الحمى، قلنا: يا رسول الله، لو دعوت الله فشفاك، فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم ": إن من أشد الناس بلاء الأنبياء، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم (مسند احمد، رقم الحديث ۲۷۰۷۹)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال الترمذي:

هذا حديث حسن صحيح، ومعنى هذا الحديث: حين خرج النبي صلى الله عليه وسلم هاربا من مكة ومعه بلال إنما كان مع بلال من الطعام ما يحمله تحت إبطه.

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

قال في اللمعات قوله ومعه بلال أفاد أن هذا الخروج غير الهجرة إلى المدينة لأنه لم يكن معه بلال فيها فلعل المراد خروجه صلى الله عليه وسلم هاربا من مكة في ابتداء أمره إلى الطائف إلى عبد كلال بضم الكاف مخففا رئيس أهل الطائف ليحميه من كفار مكة حتى يؤدي رسالة ربه فسلط على النبي صلى الله عليه وسلم صبيانه فرموه بالحجارة حتى أدموا كعبيه صلى الله عليه وسلم وكان معه زيد بن حارثه لا بلال انتهى (تحفة الاحوذي، ج۷ص ۱۴۴، باب من ابواب صفة القيامة)

کہ میرے اور بلال کے پاس اتنا کھانا بھی نہیں تھا، جسے کوئی جگر والا (ذی حیات) کھائے، مگر صرف اتنی چیز جسے بلال کی بغل چھپالیتی (ترمذی)

اور اگر آزمائش، تکالیف اور مصائب کی بنیاد پر سبھی کے دن منائے جائیں، تو سال بھر میں ایک دن بھی سوگ منانے سے خالی نہیں رہے گا، بلکہ ہر دن کے ہر گھنٹہ میں سوگ منانے کی ضرورت ہوگی؟ اس لئے اصل چیز یہی ہے کہ ان سے عبرت اور سبق حاصل کر کے اپنی آخرت کی تیاری کی جائے۔

اور ان بزرگ حضرات کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ کو راضی کیا جائے۔

(5).....سیاہ لباس کا شرعی حکم

عام حالات میں فی نفسہٖ سیاہ رنگ کا لباس پہننا جائز، بلکہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاہ رنگ کا عمامہ، اور سیاہ لباس پہننا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ، وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٣٥٨، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن (مکہ مکرمہ میں) داخل ہوئے اور آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا (مسلم)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عَمَامَةٌ سَوْدَاءُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٣٥٩ "٤٥٢"، كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) لوگوں کو خطبہ دیا، اور آپ

نے سیاہ عمامہ پہن رکھا تھا (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

صَنَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ فَلَبِسَهَا (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۴۰۷۴، کتاب اللباس، باب فی السَّواد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیاہ چادر تیار کی، جس کو آپ نے پہنا (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

صَنَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةً مِنْ صُوْفٍ سَوْدَاءَ فَلَبِسَهَا (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث ۷۳۹۳، کتاب اللباس) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اون کا سیاہ جبہ بنایا، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا (حاکم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ بُرْدَةً سَوْدَاءَ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: مَا أَحْسَنَهَا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، يَشُوْبُ بَيَاضُكَ سَوَادَهَا، وَيَشُوْبُ سَوَادُهَا بَيَاضَكَ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۳۹۵، کتاب التاریخ، باب من صفته صلی الله علیه وسلم، وأخباره) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر پہنی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

---

[1] قال شعیب الارنؤط:
إسناده صحیح (حاشیة سنن ابی داود)

[2] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

[3] قال شعیب الارنؤط: إسناده صحیح علی شرط الشیخین (حاشیة صحیح ابن حبان)

عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ آپ پر بہت خوبصورت لگتی ہے، آپ کی سفیدی اس کی سیاہی پر جچتی ہے، اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی پر جچتی ہے (ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِسْتَسْقٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ خَمِیْصَۃٌ لَہٗ سَوْدَاءُ (سنن أبی داؤد، رقم الحدیث ۱۱۶۴، کتاب الصلاۃ، جماع أبواب صلاۃ الاستسقاء وتفریعھا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کی نماز پڑھائی، اور آپ نے سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی (ابوداؤد)

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے موقع پر، سیاہ جھنڈے کا ذکر بھی احادیث میں آیا ہے۔ [2]

اس طرح کی احادیث سے عام حالات میں فی نفسہٖ سیاہ لباس کے پہننے کا ثبوت ہوتا ہے، اسی لئے بعض فقہائے کرام نے عام حالات میں، سیاہ لباس پہننے کو مستحب قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] قال شعیب الارنؤط:
إسناده قوی من أجل عبد العزیز (حاشیة سنن ابی داود)

[2] حدثنی یونس بن عبید، مولی محمد بن القاسم قال: بعثنی محمد بن القاسم إلی البراء بن عازب أسأله: عن رایة رسول الله صلی الله علیه وسلم ما کانت؟ قال: " کانت سوداء مربعة من نمرة "(مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۸۶۲۷)
قال شعیب الارنؤط: حدیث حسن لغیره (حاشیة مسند احمد)

[3] د -السواد فی اللباس والعمامة:
یندب لبس السواد عند الحنفیة، قال ابن عابدین :ندب لبس السواد، لأن محمدا ذکر فی السیر الکبیر فی باب الغنائم حدیثا یدل علی أن لبس السواد مستحب.
أما الصبغ بالأسود، ولبس المصبوغ به فنقل عن أبی حنیفة :أنه لا بأس به.
وقال الشافعیة :یندب لإمام الجمعة أن یزید فی حسن الهیئة والعمة والارتداء، وترک لبس السواد له أولی من لبسه، إلا إن خشی مفسدة تترتب علی ترکه من سلطان أو غیره، وقال ابن عبد السلام فی فتاویه :المواظبة علی لبسه بدعة، فإن منع الخطیب أن یخطب إلا به فلیفعل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض فقہائے کرام نے عورت کو سوگ کے زمانہ میں، اور شوہر کے فوت ہونے کے بعد، عدت کے دوران، سیاہ لباس پہننے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

لیکن جب عورت کے سوگ کا زمانہ ختم ہو جائے، پھر اس کو بطورِ سوگ کے سیاہ لباس پہننے سے، ان حضرات نے بھی منع فرمایا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقالوا :نقل أن النبی صلی الله علیه وسلم لبس العمامة البیضاء والعمامة السوداء ، ولکن الأفضل فی لونها البیاض لعموم الخبر الصحیح الآمر بلبس البیاض، وأنه خیر الألوان فی الحیاة والموت .

وقال الحنابلة :یباح السواد ولو للجند؛ لأن النبی صلی الله علیه وسلم دخل مکة عام الفتح وعلیه عمامة سوداء (الموسوعة الفقهیة الکویتیة،ج ۱۱،ص ۳۵۲،وص ۳۵۳مادة "تسوید"حرف التاء)

ذکر محمد رحمه الله فی السیر فی باب العمائم حدیثا یدل علی أن لبس السواد مستحب(المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی،ج۵،ص ۳۴۰،کتاب الاستحسان والکراهیة،الفصل العاشر فی اللبس؛ ما یکره من ذلک، وما لا یکره)

قال -رحمه الله -(ویسن لبس السواد وإرسال ذنب العمامة بین الکتفین إلی وسط الظهر) ؛ لأن محمدا -رحمه الله -ذکر فی السیر الکبیر فی باب الغنائم حدیثا یدل علی أن لبس السواد مستحب (تکملة البحر الرائق لمحمد بن حسین بن علی الطوری الحنفی،ج۸،ص ۵۵۵،مسائل متفرقة فی اللباس)

[1] ب -لبس السواد فی الحداد:

اتفق الفقهاء علی أنه یجوز للمتوفی عنها زوجها لبس السواد من الثیاب . . .ولا یجب علیها ذلک، بل لها أن تلبس غیره.

واختلف فقهاء الحنفیة فی المدة التی یجوز لها أن تلبس فیها السواد، فقال بعضهم :لا تجاوز ثلاثة أیام .ولکن فقهاء المذهب -ومنهم ابن عابدین -حملوا ذلک علی ما تصبغه الزوجة بالسواد وتلبسه تأسفا علی زوجها، أما ما کان مصبوغا بالسواد قبل موت زوجها، فیجوز لها أن تلبسه مدة الحداد کلها .ومنع الحنفیة لبس السواد فی الحداد علی غیر الزوج.

وقال المالکیة :إن المحد یجوز لها أن تلبس الأسود، إلا إذا کانت ناصعة البیاض، أو کان الأسود زینة قومها.

وقال القلیوبی من الشافعیة :إذا کان الأسود عادة قومها فی التزین به حرم لبسه، ونقل النووی عن الماوردی أنه أورد فی "الحاوی "وجها یلزمها السواد فی الحداد .

لبس السواد فی التعزیة:

اتفق الفقهاء علی أن تسوید الوجه حزنا علی المیت -من أهله أو من المعزین لا یجوز -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور مرد کو کسی موقع پر سوگ کا حکم نہیں، اور عورتوں کو جن مواقع پر سوگ کا حکم ہے، ان کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس لئے مرد حضرات کو بطور سوگ کے، اور خواتین کو غیر شرعی سوگ کے موقع پر، غم کا اظہار کرنے کے لئے سیاہ لباس پہننا شرعاً منع ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ (صحيح مسلم ،رقم الحديث ٩٣٤"٢٩" كتاب الجنائز ،باب التشديد فى النياحة)

ترجمہ: اگر نوحہ کرنے والی توبہ کرنے سے پہلے مرگئی، تو قیامت میں گندھک کی شلوار، اور تارکول کا کرتہ اس کو پہنایا جائے گا (مسلم)

عورت کا ذکر خاص وجہ سے کیا گیا ہے، ورنہ یہ حکم مَرد حضرات کو بھی شامل ہے۔

اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں کہ تارکول کے کرتہ کو اس لئے خاص کیا گیا ہے کہ وہ عورت غیر شرعی سوگ کے مواقع پر سیاہ لباس پہنتی تھی، اللہ تعالیٰ اس کو تارکول (جو کالا ہوتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لما فيه من إظهار للجزع وعدم الرضا بقضاء الله وعلى السخط من فعله، مما ورد النهى عنه فى الأحاديث.

وتسويد الثياب للتعزية مكروه للرجال، ولا بأس به للنساء ، أما صبغ الثياب أسود أو أكهب تأسفا على الميت فلا يجوز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ، ص ٣٥١ و ٣٥٢، مادة " تسويد "حرف التاء)

ويباح الحداد على قرابة ثلاثة أيام فقط، وللزوج منعها لأن الزينة حقه فتح، وينبغى حل الزيادة على الثلاثة إذا رضى الزوج، أو لم تكن مزوجة نهر.

وفى التتارخانية :ولا تعذر فى لبس السواد، وهى آثمة إلا الزوجة فى حق زوجها فتعذر إلى ثلاثة أيام .قال فى البحر :وظاهره منعها من السواد تأسفا على موت زوجها فوق الثلاثة .وفى النهر :لو بلغت فى العدة لزمها الحداد فيما بقى(الدر المختار مع ردالمحتار، ج٣ص ٥٣٣، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فى الحداد)

www.idaraghufran.org

ہے) کا کرتہ پہنائے گا، تاکہ اپنے کئے کا مزہ چکھے۔ [1]

لہٰذا ماہِ محرم اور دوسرے مواقع پر سوگ کے طور پر سیاہ لباس پہننے، اور اس مقصد سے سیاہ جھنڈے وغیرہ لگانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور جس طرزِ عمل سے غلط لوگوں کی مشابہت لازم آتی ہو، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ [2]

اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

(6)..... ماہِ محرم میں شادی بیاہ کرنا

محرم کے مہینہ کو غمی، یا نحوست کا مہینہ سمجھنے اور اس میں سوگ کرنے کے نتیجہ میں بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ محرم کے مہینے اور خاص کر شروع کے دس دنوں میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات کرنا جائز نہیں، یا محرم کے مہینہ میں خوشی کی تقریب انجام دینے سے وہ

---

[1] وخصت أيضا بسرابيل من قطران ;لأنها كانت تلبس الثياب السود فى المآتم، فألبسها الله تعالى السرابيل لتذوق وبال أمرها(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۲۳۵، كتاب الجنائز، باب فى البكاء على الميت)

قال التوربشتى :خصت بدرع من جرب؛ لأنها كانت تجرح بكلماتها المحرقة قلوب ذوات المصيبات وتحك بها بواطنهن، فعوقبت فى ذلك المعنى بما يماثله فى الصورة، وخصت أيضاً بسرابيل من قطران؛ لأنها كانت تلبس الثياب السود فى المأتم، فألبسها الله قميصاً من قطران لتذوق وبال أمرها -انتهى(مرعاة المفاتيح، ج۵ص ۴۶۶، كتاب الجنائز، باب فى البكاء على الميت)

[2] وفى الإحياء فى موضع تبعا لقول أبى طالب المكى: يكره لبس السواد.

وأفتى ابن عبد السلام: بأن المواظبة على لبس السود بدعة، وأول من أحدث لبسه فى الجمع والأعياد بنو العباس فى خلافتهم، محتجين بأن الراية التى عقدت لجدهم العباس يوم الفتح وحنين كانت سوداء .قال ابن هبيرة: ولأنه أبعد الألوان من الزينة، وأقربها إلى الزهد فى الدنيا، ولذلك يلبسه العباد والنساك (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۴۵، كتاب الصلاة، باب الخطبة والصلاة)

وقد اشتهر عن الروافضة فى بلاد العجم من الخراسان والعراق بل فى بلاد ماوراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدوران فى البلاد وجرح رؤوسهم وابدانهم بانواع من الجراحة ويدعون انهم محبوا اهل البيت وهم بريئون منهم (الموضوعات الكبير، ص ۱۶۹، در ذيل فصل ومنها الاكتحال يوم عاشوراء الخ)

کام منحوس ہوجاتا ہے، اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی، یا اچھے نتائج برآمد نہیں ہوتے، اور اس میں دیکھا دیکھی بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی مبتلا ہیں، یہاں تک کہ اگر کوئی اس مہینہ میں شادی کرے، تو اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے، اور طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں۔

حالانکہ یہ سوچ درست نہیں ہے، گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوچکا کہ محرم کا مہینہ بہت بابرکت ہے، اور اس میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

لہٰذا اس خیال کو ذہنوں سے نکالنا چاہئے، کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی بات ثابت نہیں، نہ ہی شریعت میں کسی جگہ محرم، یا کسی دوسرے مہینہ، مثلاً صفر کے مہینہ میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، اور جب اس مہینہ میں عبادت کا اہتمام، دوسرے عام مہینوں سے زیادہ کرنے کا حکم ہے، اور نکاح ایک اہم عبادت ہے، تو اس مہینہ میں نکاح کی عبادت بھی انجام دینی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہتمام سے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ !مَنْ اِسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ ،فَلْيَتَزَوَّجْ ،فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ،وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٠٦٦، كتاب النكاح،باب من لم يستطع الباءة فليصم، صحيح مسلم رقم الحديث ١٤٠٠ "١")

ترجمہ: نوجوانو! تم میں جو بھی حقوق زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، وہ نکاح ضرور کرے، کیونکہ اس سے نگاہ میں حیاء وغیرت آتی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے (بخاری، مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ

لَـهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّيْ أُصَلِّيْ اللَّيْلَ أَبَـدًا، وَقَـالَ آخَـرُ: أَنَـا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ الـنِّسَـاءَ فَـلَا أَتَـزَوَّجُ أَبَـدًا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْـقَاكُمْ لَـهُ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَـمَـنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۰۶۳، كتاب النكاح، باب الترغيب فی النكاح)

ترجمہ: تین لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کی طرف آئے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں سوال کررہے تھے، جب ان کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی) خبر دی گئی، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو گویا کہ کم سمجھا، اور انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا، اور دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا، کبھی روزہ نہیں چھوڑوں گا، اور تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا، کبھی بھی نکاح نہیں کروں گا، پھر ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا کہ تم نے اس اس طرح کی بات کی ہے، یاد رکھو کہ میں اللہ سے تمہارے مقابلہ میں، زیادہ خشیت اور زیادہ تقویٰ رکھتا ہوں، لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں، اور کبھی روزہ نہیں بھی رکھتا، اور نماز بھی پڑھتا ہوں، اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، تو وہ مجھ میں سے نہیں ہے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثِي الرِّجَالِ الَّذِيْنَ يَتَشَبَّهُوْنَ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالرِّجَالِ، وَالْمُتَبَتِّلِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: لَا نَتَزَوَّجُ، وَالْمُتَبَتِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، اللَّائِيْ يَقُلْنَ ذٰلِكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۸۹۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مخنث لوگوں پر لعنت فرمائی، جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ایسے مردانہ پن اختیار کرنے والی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو مَردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور ایسے چھڑے چھکے مَردوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گے، اور ایسی چھڑی چھکی عورتوں پر بھی لعنت فرمائی، جو یہ کہتی ہیں کہ ہم نکاح نہیں کریں گی (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْبَاءَةِ، وَيَنْهٰى عَنِ التَّبَتُّلِ نَهْيًا شَدِيْدًا، وَيَقُوْلُ: تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ، إِنِّيْ مُكَاثِرٌ الْأَنْبِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۲۶۱۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا حکم فرماتے تھے، اور نکاح کے بغیر چھڑا چھکا رہنے سے سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ تم محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو، میں قیامت کے دن دوسرے نبیوں پر، اپنی امت کی کثرت کی وجہ سے فخر کروں گا (مسند احمد)

حضرت عبید بن سعد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شيعب الارنؤط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد قوى (حاشية مسند احمد)

مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ، وَمِنْ سُنَّتِیْ اَلنِّکَاحُ (مسند أبی یعلیٰ، رقم الحدیث ۲۷۴۸) [1]

ترجمہ: جو میری فطرت (اور طریقہ) سے محبت رکھتا ہے، تو اسے چاہئے کہ میری سنت کو اختیار کرے، اور میری سنت نکاح کرنا ہے (ابو یعلیٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً، فَقَدْ أَعَانَهُ عَلٰی شَطْرِ دِیْنِهٖ، فَلْیَتَّقِ اللّٰهَ فِی الشَّطْرِ الثَّانِیِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۶۸۱، کتاب النکاح، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحدیث ۹۷۲) [2]

ترجمہ: جس کو اللہ نے نیک صالح بیوی عطا فرمادی، تو اللہ نے اس کے آدھے دین کی مدد فرمادی، اب اسے چاہئے کہ باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرے (حاکم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ ،فَقَدْ کَمُلَ نِصْفُ الدِّیْنِ، فَلْیَتَّقِ اللّٰهَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیِ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۵۱۰۰، السابع والثلاثون من شعب الإیمان وهو باب فی تحریم الفروج وما یجب من التعفف عنها، فصل فی الترغیب فی النکاح لما فیه من العون علی حفظ الفرج) [3]

ترجمہ: جب بندہ نکاح کرلیتا ہے، تو اس کا آدھا دین مکمل ہوجاتا ہے، پس باقی

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی : رجاله ثقات (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)
و قال الهیثمی: رواه أبو یعلی، ورجاله ثقات، إن کان عبید بن سعد صحابی وإلا فهو مرسل (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۳۰۵، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح وما جاء فی ذلک)

[2] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاه، وعبد الرحمن هذا هو ابن زید بن عقبة الأزرق مدنی ثقة مأمون "
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

[3] قال الالبانی:
رواه الطبرانی فی "الأوسط "بإسنادین وفیهما یزید الرقاشی وجابر الجعفی وکلاهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آدھے میں وہ اللہ سے ڈرے (بیہقی)

مذکورہ احادیث کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب بھی مسلمان کو نکاح کی ضرورت ہو، خواہ محرم کا مہینہ ہی کیوں نہ ہو، اس وقت نکاح کرے، اور ماہِ محرم کا مہینہ چونکہ زیادہ باعثِ برکت وعظمت ہے، لہٰذا اس مہینہ میں نکاح کرنا بھی باعثِ برکت ہوگا، تاکہ اس مہینہ کی نسبت اور تعلق کی وجہ سے عبادت میں زیادہ ثواب کا اضافہ ہو، اور اس مہینہ کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ خیر وبرکت حاصل ہو، اور نکاح کا یہ رشتہ پائیدار اور زیادہ سے زیادہ مستحکم ہو۔

پھر اس مہینہ میں نکاح کرنے کی وجہ سے اچھے کام کی عملی تبلیغ بھی ہے، اور عملی تبلیغ کا ثواب بہت زیادہ ہے، خاص طور پر جبکہ اس عمل کو چھوڑا جا چکا ہو۔

چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ،فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ،كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا ،وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ ،وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً ،فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ ،كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا ،وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠١٧"١٥" كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة،سنن النسائى رقم الحديث ٢٥٥٤،مسند احمد رقم الحديث ١٩١٥٦)

ترجمہ: جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور اچھا طریقہ جاری کیا) جس پر بعد میں عمل کیا گیا، تو اس شخص کو ان سب عمل کرنے والوں کے برابر ثواب

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ ضعيف، وقد وثقا ."قلت :التوثيق المذكور مما لا يعتد به لاسيما فى الجعفى، فقد اتهمه بعضهم لكنه ليس فى الطريق الأخرى عند الطبرانى، وقد تابعه الخليل بن مرة وهو خير منه كما سبق تحقيقه .فإذا ضمت هذه الطريق إلى طريق عبد الرحمن بن زيد أخذ الحديث بهما قوة .والله تعالى أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٦٢٥)

حاصل ہوگا، لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اور جس نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی (اور برا طریقہ جاری کیا) جس پر اس کے بعد عمل کیا گیا، تو اس پر ان سب عمل کرنے والوں کے برابر وبال ہوگا، لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٦٧٤ "١٦" كتاب الزكاة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے (کسی کو) ہدایت کی طرف بلایا، تو اس کو ان لوگوں کے عمل کے برابر ثواب حاصل ہوگا، جنہوں نے اس کی ہدایت کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (ہدایت پر چلنے والوں) کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے (کسی کو) ضلالت و گمراہی کی طرف بلایا، تو اس کو ان لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا، جنہوں نے اس کی ضلالت و گمراہی کی پیروی کی، مگر اس کی وجہ سے ان (گناہ گاروں) کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی (مسلم)

معلوم ہوا کہ اچھے کام کو شروع کرنے اور بنیاد ڈالنے کا بہت ثواب ہے۔

اس طرح کی احادیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہیں۔ [1]

---

[1] عن أبي هريرة، قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فحث عليه، فقال رجل: عندي كذا وكذا. قال: فما بقي في المجلس رجل إلا قد تصدق بما قل أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَرْبَعٌ يُعْطَاهُنَّ الرَّجُلُ بَعْدَ مَوْتِهِ: ثُلُثُ مَالِهِ إِذَا كَانَ فِيهِ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ مُطِيعًا، وَالْوَلَدُ الصَّالِحُ يَدْعُوْ لَهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ، وَالسُّنَّةُ الْحَسَنَةُ يَسُنُّهَا الرَّجُلُ فَيُعْمَلُ بِهَا بَعْدَ مَوْتِهِ، وَالْمِائَةُ إِذَا شَفَعُوْا لِلرَّجُلِ شُفِّعُوْا فِيْهِ (سنن الدارمی، رقم الحدیث ۵۳۴، کتاب المقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة) [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

كثر، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به، كان له أجره كاملا، ومن أجور من استن به لا ينقص من أجورهم شيئا، ومن استن شرا فاستن به، فعليه وزره كاملا، ومن أوزار الذى استن به لا ينقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۰۷۴۹)

قال شعيب الارنؤط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

عن حذيفة قال :سأل رجل على عهد النبى صلى الله عليه وسلم فأمسك القوم، ثم إن رجلا أعطاه فأعطى القوم، فقال النبى صلى الله عليه وسلم " :من سن خيرا فاستن به كان له أجره ومن أجور من يتبعه غير منتقص من أجورهم شيئا، ومن سن شرا فاستن به كان عليه وزره ومن أوزار من يتبعه غير منتقص من أوزارهم شيئا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۳۲۸۹)

قال شعيب الارنؤط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عن أبى جحيفة، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-من سن سنة حسنة عمل بها بعده، كان له أجره ومثل أجورهم من غير أن ينقص من أجورهم شيئا، ومن سن سنة سيئة، فعمل بها بعده، كان عليه وزره ومثل أوزارهم، من غير أن ينقص من أوزارهم شيئا(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۰۷)

قال شعيب الارنؤط:صحيح بما قبله من الأحاديث، وهذا إسناد حسن(حاشية ابن ماجه)

عن واثلة بن الأسقع، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :من سن سنة حسنة فله أجرها ما عمل به فى حياته وبعد مماته حتى يترك، ومن سن سنة سيئة فعليه إثمها حتى يترك، ومن مات مرابطا فى سبيل الله جرى له أجر المرابط حتى يبعث يوم القيامة (المعجم الكبير للطبرانى، ج۲۲ص۷۴، رقم الحديث ۱۸۴)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۷۲،باب فيمن سن خيرا أو غيره أو دعا إلى هدى)

[1] قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده صحيح إلى عبد الله ولكن مثله لا يقال بالرأى(حاشية سنن الدارمى)

ترجمہ: چار چیزیں ہیں جو آدمی کو مرنے کے بعد بھی عطا کی جاتی ہیں، ایک اپنے مال کا تہائی حصہ، بشرطیکہ اس مال کے حاصل کرنے میں وہ اللہ کا تابعدار رہا ہو، دوسرے نیک صالح اولاد، جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعاء کرتی ہو، تیسرے نیک طریقہ جو وہ جاری کرے، اور لوگ اس کی موت کے بعد اس پر عمل کریں، چوتھے سو افراد جو اس کی شفاعت (یعنی مغفرت کی دعاء) کریں، تو یہ شفاعت قبول کی جاتی ہے (دارمی)

معلوم ہوا کہ نیک عمل کی بنیاد ڈالنے والے کو عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔ [1]

نیز آزمائش کے زمانے میں جبکہ شریعت کے حکم پر عمل کرنا مشکل ہو، تو اس وقت شریعت کے حکم پر ثابت قدم رہنے کی بھی عظیم فضیلت ہے۔ [2]

اور کربلا کا واقعہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیش آیا، جبکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آمدہ غمناک واقعات کی وجہ سے کسی دن، یا مہینہ میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا، اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسلام کی گزشتہ صدیوں میں بارہ مہینوں میں سے کوئی بھی ایک مہینہ ایسا نہیں ملے گا، جس میں عموماً رنج وغم کا اور ناخوشگوار کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو، اس طرح تو

---

[1] مذکورہ احادیث میں از خود نیا طریقہ جاری کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ جس طریقہ اور جس چیز کا شریعت میں دلالۃً، اشارتاً ثبوت موجود ہو اس کی طرف دعوت دینا، اس کی تعلیم دینا، اس کو زندہ کرنا اور خود اس پر عمل کرنا، اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا مراد ہے۔

[2] حدثنی أبو أمية الشعبانی، قال :سألت أبا ثعلبة الخشنی فقلت :یا أبا ثعلبة، کیف تقول فی هذه الآية :(علیکم أنفسکم)؟ (المائدة :، قال :أما والله لقد سألت عنها خبیرا، سألت عنها رسول الله -صلی الله علیه وسلم -فقال" :بل ائتمروا بالمعروف، وتناهوا عن المنکر، حتی إذا رأیت شحا مطاعا، وهوی متبعا، ودنیا مؤثرة، وإعجاب کل ذی رأی برأیه، فعلیک -یعنی بنفسک -ودع عنک العوام، فإن من ورائکم أیام الصبر، الصبر فیه مثل قبض علی الجمر، للعامل فیهم مثل أجر خمسین رجلا یعملون مثل عمله "وزادنی غیره :قال :یا رسول الله :أجر خمسین منهم؟ قال" :أجر خمسین منکم(سنن ابی داؤد ،رقم الحدیث ۴۳۴۱)

قال شعیب الارنؤوط: حسن (حاشیة ابی داؤد)

پھر کسی بھی مہینہ میں شادی کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

(1)..... چنانچہ ربیع الاول کے مہینہ میں سرورِ کائنات سیدُ المرسلین خاتم النبیین حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے پیارے نانا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے روحانی وجسمانی والد ماجد ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' دنیا سے رخصت ہوگئے، جس پر حضرت عائشہ وفاطمہ رضی اللہ عنہما جیسی مقدس ہستیاں آبدیدہ ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے باہمت وبہادر خلیفۂ راشد غم سے نڈھال ہوئے، حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما جیسے خلفائے راشدین کی آنکھیں پرنم ہوئیں، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما غم سے بے قرار ہوئے، اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رنجیدہ اور غمگین ہوئے، روئے زمین پر نبی علیہ السلام کی وفات سے زیادہ المناک واقعہ کون سا ہوسکتا ہے، لیکن اس مہینہ میں نہ کسی صحابی، یا اللہ والے نے شادی بیاہ وغیرہ سے منع کیا، اور نہ ہی کوئی مسلمان منع سمجھتا ہے۔

(2)..... شوال کے مہینے 3ھ میں سیدُ الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مبارک جسم کئی ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود آبدیدہ ہوئے، آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رنج وغم میں ڈوبیں، سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ماموں کی لاش کے ٹکڑوں کو سمیٹ کر جمع کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ستّر صحابہ اور محبوب رفیقوں کو شہید کیا گیا، ستر گھر اجڑ گئے، شہداء کی بیویاں بیوہ ہوگئیں، بچے یتیم ہوگئے، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کیا گیا۔ [1]

مدنیہ منورہ کی فضا سوگوار ہوئی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل ''وحشی'' نے اسلام قبول کیا، تو آپ نے انہیں معاف فرمادیا لیکن ساتھ ہی فرمادیا کہ:

اے وحشی! تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے چچا کے قتل کا منظر یاد

---

[1] البداية والنهاية ج ۴ ص ۲۰، غزوة أحد في شوال سنة ثلاث، مقتل حمزة رضي الله عنه، العبر في خبر من غبر للذهبي، ج ۱ ص ٦، سنة ثلاث، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۷۲.

آجاتا ہے۔ [1]

ان تمام باتوں کے باوجود یہی مہینہ ہے کہ جس کی یکم تاریخ کو ہر سال پوری دنیا کے مسلمان عیدالفطر کی خوشیاں مناتے ہیں، اس مہینے میں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دنیا میں رہے، اسی مہینہ میں عیدالفطر مناتے رہے، اور امت کو بھی اس مہینہ میں عیدالفطر منانے کی تعلیم وتلقین فرمائی، اور اس مہینہ میں شادی بیاہ سے نہیں روکا۔

(3)..... رمضانُ المبارک کے مہینے 40ھ میں منافقین کی سازش سے دامادِ رسول، سرتاج فاطمہ، بابائے حسن وحسین ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' پر بے دردی سے حملہ کیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ [2]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما یتیم ہوگئے، ان کے علاوہ مزید کئی صاحبزادے، اور کئی صاحبزادیاں یتیم ہوئیں۔

اس مہینہ میں نہ کوئی شادی بیاہ سے منع کرتا، اور نہ ہی غمی کا کسی خاص صورت میں اظہار کیا جاتا ہے، بلکہ اس عظیم سانحہ کے چند دن بعد یہی عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

(4)..... ذی الحجہ کے مہینے 35ھ میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی، خلیفۂ ثالث، دامادِ رسول، سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے سرتاج، ذوالنورین کا لقب پانے والے

---

[1] فلما رجع الناس رجعت معهم، فأقمت بمكة حتى فشا فيها الإسلام، ثم خرجت إلى الطائف، فأرسلوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم رسولا، فقيل لي: إنه لا يهيج الرسل، قال: فخرجت معهم حتى قدمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما رآني قال: آنت وحشي قلت: نعم، قال: أنت قتلت حمزة قلت: قد كان من الأمر ما بلغك، قال: فهل تستطيع أن تغيب وجهك عني قال: فخرجت، الخ (صحيح البخاري، رقم الحديث ۴۰۷۲)

[2] البداية والنهاية ج۷ص۳۶۳،صفة مقتله رضي الله عنه،الاصابة في تمييز الصحابة لابنِ حجر، ج۴ ص۴۶۸،حرف العين المهملة،العين بعدهااللام، تحت ترجمة علي بن ابي طالب الهاشمي.

ناشرِ قرآن، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ظلم وستم بھری داستان کے ساتھ شہادت وجود میں آئی، جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے نکلی ہوئی فضیلتیں تاقیامت احادیث کی شکل میں محفوظ ہیں، ذی الحجہ کا ہی مہینہ ہے کہ جس میں بلوائیوں نے مسجدِ نبوی میں ''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' پر پتھراؤ کیا، اس مقدس منبر کو شہید کردیا گیا، جس پر نبی آخرالزماں خطبہ دیا کرتے تھے، مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی، اہلِ مدینہ کو پریشان کیا گیا، مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیر دیا گیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ زخمی کئے گئے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کرکے کھانے پینے کی اشیاء پہنچنے سے روک دی گئیں، بالآخر کئی روز کی شدید بھوک وپیاس کے بعد خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کردیا گیا، آپ کی اہلیہ محترمہ کی انگلیاں کاٹ دی گئیں، بچوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا، گھر کا تمام اثاثہ لوٹ لیا گیا۔ [1]

اتنے عظیم سانحہ کے بعد اس مہینہ میں نہ شادی بیاہ کا سلسلہ روکا جاتا ہے، نہ ہی خوشی چھوڑی جاتی ہے، بلکہ ذی الحجہ ہی کا مہینہ ہے، جس میں عیدالاضحیٰ خوشیوں کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

(5)..... جمادی الاولیٰ کے مہینے 8ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین محبوب ترین صحابی شہید ہوئے، ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور تیسرے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، جن کی شہادت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ [2]

اس مہینہ میں بھی کہیں نکاح سے منع نہیں کیا گیا، نہ ہی کوئی مسلمان اس مہینہ میں نکاح کو منع سمجھتا ہے۔

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة لابنِ حجر، ج۴ص ۳۷۹،حرف العین المهملة،العین بعدها الثاء، تحت ترجمة عثمان بن عفان،البدایة والنهایة لابنِ کثیر ج ۷ص ۲۱۲،فصل کانت مدة حصار عثمان رضی الله عنه فی داره أربعین یوما علی المشهور.

[2] الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ج ۲ ص ۵۴۶،الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج۲ص ۹۷، ۹۸،سریة مؤتة،سمط النجوم العوالی فی أنباء الأوائل والتوالی للعصامی ج ۲ ص ۲۴۳.

یہ چند واقعات نمونہ کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، ورنہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ غم چاہے جیسا ہو، موت خواہ کسی کی ہو، تین دن سے زیادہ سوگ نہ منایا جائے، البتہ بیوی کو اپنے مرحوم شوہر کے غم میں عدت کے دوران سوگ کا حکم ہے، اسی طرح شوہر کے ایسی طلاق دینے کے بعد جس میں نکاح ختم ہو جاتا ہے، عورت پر عدت کے دوران سوگ واجب ہے، اور سالہا سال بلکہ صدیوں تک اس طرح کے سوگ میں مبتلا رہنا، اور شادی بیاہ سے رُکے رہنا، تو کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

(7).....صبر وتحمل اور نوحہ وماتم

شریعت نے ہر موقع پر مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی ہے، اور اعتدال میں رہتے ہوئے غم کے اظہار سے منع نہیں کیا، لیکن اس کے متعلق کچھ اصول اور حدود مقرر کر دیئے ہیں، اور جو چیزیں صبر کے خلاف تھیں، ان سے بھی منع کر دیا ہے۔

جن میں ایک چیز ''نیاحۃ'' یا نوحہ خوانی ہے۔

نیاحۃ، یا نوحہ عربی زبان میں لغت کے اعتبار سے بلند آواز سے رونے کو کہا جاتا ہے، اور شرعی اعتبار سے فوت شدہ شخص کی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے نظم، یا نثر کے ساتھ (یعنی گا گا کر، یا بغیر گائے) بلند آواز سے رونے کو کہا جاتا ہے، جس میں سینہ وسر، یا جسم کو پیٹنا، اور کپڑے وغیرہ پھاڑنا بھی داخل ہے۔ [1]

---

[1] نیاحة:

التعريف :النياحة لغة اسم من النوح، مصدر ناح ينوح نوحا ونواحا ونياحا .وهي :البكاء بصوت عال، كالعويل .والنائحة :الباكية .وأصل التناوح :التقابل، ومنه تناوح الجبلين؛ أى تقابلهما، وإنما سميت النساء النوائح نوائح لأن بعضهن يقابل بعضا إذا نحن .وكان النساء فى الجاهلية يقابل بعضهن بعضا، فيبكين ويندبن الميت، فهذا هو النوح والنياحة .ويطلق على النساء اللواتى يجتمعن فى مناحة :نوائح ونوح ونوح وأنواح ونائحات .ونوح الحمامة :ما تبديه من سجعها على شكل النوح .واستناح الرجل، كناح :بكى حتى استبكى غيره .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور کسی کے فوت ہونے پر اس طرح رونا کہ جس میں آنکھوں سے آنسو تو نکلیں، لیکن نہ تو آواز نکلے، اور نہ ہی نظم، یا نثر کے ساتھ (یعنی گا گا کر، یا بغیر گائے) بلند آواز سے کچھ کہا، یا پڑھا جائے، وہ نوحہ میں داخل نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وفی الاصطلاح اختلفت عبارات الفقهاء فی تعریف النیاحة.

فعرفها الحنفیة بأنها :البکاء مع ندب المیت؛ أی تعدید محاسنه .وقیل :هی البکاء مع صوت.

وحاصل کلام علماء المالکیة أن النیاحة عندهم هی البکاء إذا اجتمع معه أحد أمرین :صراخ أو کلام مکروه.

وعرفها أکثر فقهاء الشافعیة وبعض المالکیة بأنها :رفع الصوت بالندب ولو من غیر بکاء ، وقیل :مع البکاء.

وعرفها الحنابلة وبعض الشافعیة بأنها رفع الصوت بالندب برنة أو بکلام مسجع (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۲،ص ۴۹،مادة " نیاحة"حرف النون)

[1] الألفاظ ذات الصلة:

أ -البکاء :

البکاء :مصدر بکی، یمد ویقصر،فیقال :بکی بکاء وبکی، وهو :خروج الدمع من العین، سواء کان مع الصوت أو بدونه .وقیل :هو بالمد إذا کان الصوت أغلب، ویقصر إذا کان الحزن أغلب .

وقیل :هو بالقصر خروج الدمع فقط، وبالمد خروج الدمع مع الصوت، ویقال لخروج الدمع مع الصوت :نحیب، ومع الصیاح :عویل .

واستعمال الفقهاء للبکاء لا یخرج فی معناه عما ذکر .

والصلة بین النیاحة والبکاء هی أن البکاء أعم من النیاحة عند من قصر معناها علی البکاء مع رفع الصوت، أو علی البکاء مع رفع الصوت بالندب، حیث تکون النیاحة إحدی صور البکاء .وأما من جعل النیاحة شاملة لرفع الصوت بالندب :سواء أکان معها بکاء أم لا، فإنها تکون أخص من البکاء من جهة وأعم من جهة أخری.

ب -الرثاء :

الرثاء :هو الثناء علی المیت بذکر صفاته الحمیدة، نثرا کان أو شعرا ، (ر :رثاء ف ۱)

والصلة بین الرثاء والنیاحة أن الرثاء یقع علی سبیل المدح ولا یکون بلفظ النداء .

وأما النیاحة فتکون بتعدید محاسن المیت مع رفع الصوت بالبکاء أو بغیر بکاء .

ج -التعزیة:

أصل العزاء هو الصبر، وتعزیة أهل البیت :تسلیتهم وتأسیتهم وندبهم إلی الصبر، ووعظهم بما یزیل عنهم الحزن، فکل ما یجلب للمصاب صبرا یقال له :تعزیة .(ر :تعزیة ف .

والصلة بین التعزیة والنیاحة أن کلا منهما کلام یقال بمناسبة الموت، ولکن مضمون کل منهما مختلف، وکذلک مقصودهما، فبینما تتضمن التعزیة کلاما یوجه إلی أهل المیت مباشرة ویقصد به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

احادیث میں نیاحۃ اور نوحہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، خواہ اس کو ماتم کہا جائے، یا کچھ اور۔

اس لئے فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نوحہ کرنا حرام ہے، اور حنفیہ کے نزدیک نوحہ کرنا، مکروہ تحریمی کے درجے کا گناہ ہے، جس پر اجرت لینا بھی جائز نہیں۔ [1]

اور اس کے برعکس صبر وتحمل اختیار کرنا اہم عبادت ہے۔

اہلُ السنۃ والجماعۃ فقہائے کرام کے نزدیک نوحہ و ماتم کرنے میں شریعت کے کئی احکام کی خلاف ورزی لازم آتی ہے، مثلاً غم کو بھڑکانا، بے صبری کا مظاہرہ کرنا، اور قضا و تقدیر کی مخالفت وغیرہ، اس لئے احادیث میں نوحہ اور جسم کو بی وغیرہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، اور قرآن وسنت میں صبر وتحمل کو اختیار کرنے اور غم کو باقی نہ رکھنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَـآاَيُّهَـاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ ااسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

(سورة البقره، رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو (مشکلات اور تکلیفوں میں) مدد حاصل کرو تم، صبر اور نماز کے ذریعہ، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

تصبيرهم على المصيبة، والدعاء لهم، تتضمن النياحة كلاما يجدد الأحزان ويوحى بالتبرم من الأقدار، لذلك اختلفا فى الحكم الشرعى، حتى كان حكم التعزية أنها مندوبة، وحكم النياحة التحريم.

د -النعى:

النعى لغة واصطلاحا :هو الإخبار بالموت .والصلة بين النعى والنياحة أن النعى مختلف عن النياحة لأنه جائز إذا لم يتضمن نياحة، ولكن قد يقع النعى بكلام فيه نياحة أو بأسلوبها، فيكون نعيا ونياحة فى آن واحد، ويكون حكمهما الشرعى واحدا، وهو التحريم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۵۰ و ۵۱،مادة " نياحة")

[1] الحكم التكليفى:

ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى أن النياحة محرمة .وقال الحنفية بالكراهة، ويقصدون بها الكراهة التحريمية لأنهم عدوها من المعاصى التى لا تصح الإجارة عليها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲،ص ۵۱،مادة " نياحة"حرف النون)

سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ١٥٥)

ترجمہ: اور خوش خبری دے دیجئے آپ صبر کرنے والوں کو (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ ،أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ،وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ١٧٧)

ترجمہ: اور جو صبر کرنے والے ہیں تنگدستی میں ،اور تکلیف میں ،اور لڑائی کے وقت، یہی سچے لوگ ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں (سورہ بقرہ)

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا ،فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٨٦)

ترجمہ: اور اگر صبر کرو گے تم ،اور تقویٰ اختیار کرو گے تم، تو یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)

جس طرح صبر ہمت والا کام ہے، تو اس کے خلاف بے صبری، بزدلی والا کام ہے۔

سورہ آلِ عمران میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٢٠)

ترجمہ: اور اگر صبر کرو گے تم ،اور تقویٰ اختیار کرو گے تم، تو ضرر نہیں پہنچا سکے گا تم کو ان (لوگوں) کا مکر، کچھ بھی (سورہ آلِ عمران)

سورہ آلِ عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ(سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٤٦)

ترجمہ: اور اللہ محبت کرتا ہے، صبر کرنے والوں سے (سورہ آلِ عمران)

سورہ آلِ عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا، وَصَابِرُوْا، وَرَابِطُوْا . وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورة آلِ عمران ، رقم الآية ٢٠٠)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو تم اور ثابت قدم رہو تم (دشمنوں کے سامنے) اور پاسبانی کرو تم، اور اللہ سے ڈرو تم، تاکہ فلاح پاسکو تم (سورہ آل عمران)

جنگِ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے اور ستر صحابہ خاک وخون میں لتھڑ کر راہِ الٰہی میں شہید ہوئے، جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا حضرت حمزہ بھی تھے، اور ان شہداء کی شہادت کا مسلمانوں کے دلوں میں طبعی طور پر صدمہ تھا، اور افسردگی بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حزن وملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا، وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٣٩)

ترجمہ: اور مت بزدل بنو تم اور مت غم کرو تم اور تم ہی اعلیٰ رہو گے، اگر ہو گے تم ایمان لانے والے (سورہ آل عمران)

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ، اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورة الاعراف ، رقم الآية ١٢٨)

ترجمہ: مدد طلب کرو اللہ ہی سے، اور صبر کرو تم، بے شک زمین اللہ ہی کی ہے، وہ وارث بنا دیتا ہے اس (زمین) کا، جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے (سورہ اعراف)

اس آیت کی پیشین گوئی کے ساتھ صبر وہمت کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ

کرام، قیصر وکسریٰ جیسی کفار کی بڑی حکومتوں پر غالب آ گئے۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ(سورة الانفال، رقم الآية ۴۶)

ترجمہ: اور صبر کرو تم، بے شک اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے (سورہ انفال)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غارِ ثور میں دشمنوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غم ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا(سورة التوبة ، رقم الآية ۴۰)

ترجمہ: نہ غم کیجئے آپ، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورہ توبہ)

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورة يونس ، رقم الآية ۶۲)

ترجمہ: خبردار! بے شک اولیاء اللہ نہیں خوف ہوگا ان پر، اور نہ وہ غمگین ہوں گے (سورہ یونس)

سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ ،فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ(سورة يوسف، رقم الآية ۹۰)

ترجمہ: بے شک جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے، تو بے شک اللہ ضائع نہیں فرماتا، اجر نیک لوگوں کا (سورہ یوسف)

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ،أُولٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيْرٌ (سورة هود، رقم الآية ۱۱)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا، ور نیک اعمال کیے، ان کے لئے مغفرت ہے، اور بڑا اجر ہے (سورہ ہود)

سورہ ہود ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورة هود، رقم الآية ١١٥)

ترجمہ: اور صبر کیجئے آپ، پس بے شک اللہ ضائع نہیں فرماتا، اجر نیک لوگوں کا (سورہ ہود)

سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (سورة ابراهيم، رقم الآية ٥)

ترجمہ: بے شک اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، ہر بہت صبر کرنے والے، بہت شکر کرنے والے کے لئے (سورہ ابراہیم)

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٩٦)

ترجمہ: اور یقیناً ضرور جزاء دیں گے ہم ان لوگوں کو، جنہوں نے صبر کیا، ان کا اجر بہت اچھائی کے ساتھ ہے، اس کا جو عمل کرتے رہے وہ (سورہ نحل)

سورہ نحل میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ (سورة النحل، رقم الآية ١٢٦)

ترجمہ: اور اگر صبر کرو گے تم، تو یہ بہتر ہے، صبر کرنے والوں کے لئے (سورہ نحل)

سورہ نحل میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (سورة النحل، رقم الآية ١٢٧)

ترجمہ: اور صبر کیجئے آپ، اور نہیں ہوگا تمہارا صبر، مگر اللہ ہی کے ذریعہ (سورہ نحل)

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ ۱۳۰)

ترجمہ: پس صبر کیجئے آپ ان باتوں پر، جو کہتے ہیں وہ (لوگ) (سورہ طٰہٰ)

اور سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۷)

ترجمہ: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو فرمایا گیا) پس جب خوف ہو آپ کو اس (اپنے بچے) پر، تو ڈال دینا اس کو سمندر میں، اور نہ خوف کرنا تم، اور نہ غم کرنا تم، بے شک ہم لوٹا دیں گے اس کو آپ کی طرف، اور بنائیں گے اس کو رسولوں میں سے (سورہ قصص)

اور سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ (سورۃ العنکبوت، رقم الآیۃ ۳۳)

ترجمہ: (حضرت لوط کو فرمایا گیا) نہ خوف کیجئے آپ، اور نہ غم کیجئے آپ (عنکبوت)

معلوم ہوا کہ صبر کرنے کے ساتھ غم کو بھی دل سے نکالنے کا حکم ہے۔

اور سورہ عنکبوت میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ (سورۃ العنکبوت، رقم الآیۃ ۵۵، ۵۹)

ترجمہ: کیا ہی اچھا اجر ہے، ان عمل کرنے والوں کا کہ صبر کیا، انہوں نے اور اپنے رب پر توکل (وبھروسہ) کرتے ہیں وہ (سورہ عنکبوت)

اور سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (سورۃ الزمر، رقم الآیۃ ۱۰)

ترجمہ: بس دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو، ان کا اجر بغیر حساب کے (سورہ زمر)

اور سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (سورة الغافر، رقم الآية ٥٥)

ترجمہ: پس صبر کیجئے آپ، بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے (سورہ غافر)

اور سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورة الاحقاف، رقم الآية ٣٥)

ترجمہ: پس صبر کیجئے آپ، جیسا کہ صبر کیا ہمت والے رسولوں نے (سورہ احقاف)

اور سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ (سورة محمد، رقم الآية ٣١)

ترجمہ: اور یقیناً ضرور بالضرور آزمائیں گے ہم تم کو، یہاں تک کہ جان لیں ہم، تم میں سے جہاد کرنے والوں کو، اور صبر کرنے والوں کو (سورہ محمد)

سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ امتحانی مصائب میں مبتلا کرنے کی حکمت بتلاتے ہوئے مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ ،وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ (سورة الحديد ، رقم الآية ٢٣)

ترجمہ: تاکہ افسوس نہ کرو تم اس چیز پر، جو فوت ہوگئی تم سے، اور نہ اتراؤ تم اس چیز پر، جو دی اس (اللہ) نے تم کو (سورہ حدید)

سورہ طور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ (سورة الطور، رقم الآية ٤٨)

ترجمہ: اور صبر کیجئے آپ اپنے رب کے حکم (کی تعمیل) کے لئے (سورہ طور)

سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (سورة الدهر، رقم الآية ١٢)

ترجمہ: اور ان کی جزاء، ان چیزوں پر جو صبر کیا انہوں نے، جنت اور ریشم (کا لباس) ہے (سورہ دہر)

سورہ عصر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْعَصْرِ ،إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ، وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ، وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (سورة العصر، رقم الآية ١ الى ٣)

ترجمہ: قسم ہے زمانے کی، بلاشبہ انسان یقیناً خسارہ میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اعمال کئے انہوں نے صالح، اور وصیت کی انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی، اور وصیت کی انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی (سورہ عصر)

مذکورہ تمام آیات سے صبر کرنے اور غم کو باقی نہ رکھنے کی تاکید واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٩٩٩ "٦٤" كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں، مومن کو اگر کوئی خوشی پہنچتی ہے، تو شکر کرتا ہے، اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت وتکلیف پہنچتی ہے، تو صبر کرتا ہے، اور اس میں بھی اس کے لئے خیر ہوتی ہے (مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَصَبَرَ، الْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۴۸۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل کے مومن کے لئے فیصلہ پر خوشی ہوئی، اگر اس مومن کو خیر کی بات پہنچتی ہے، تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے، اور شکر کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو وہ اپنے رب کی حمد کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے، مومن کو ہر چیز پر ہی اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۶۹، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة، مسلم، رقم الحديث ۱۰۵۳ "۱۲۴")

ترجمہ: اور جو اپنے ارادہ سے صبر اختیار کرتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ صبر عطا فرما دیتا ہے، اور کسی شخص کو بھی کوئی نعمت صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر عطا نہیں کی گئی (بخاری، مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَا رُزِقَ الْعَبْدُ رِزْقًا، أَوْسَعَ لَهُ مِنَ الصَّبْرِ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۱۴۳۵) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور بندہ کو کوئی رزق بھی صبر سے زیادہ کشادہ عطا نہیں کیا گیا (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ، أَوْ قَالَ: عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ (مسلم، رقم الحديث ٩٢٦ "١٥" كتاب الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند أول الصدمة)

ترجمہ: صبر تو صدمہ پہنچنے کے شروع کے وقت ہوتا ہے (جس کا بہت اجر وثواب ہے) (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ: اِبْنَ آدَمَ إِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى، لَمْ أَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٥٩٧، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الصبر على المصيبة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے کہ اے ابنِ آدم! اگر تو صدمہ پہنچنے کے وقت شروع سے ہی صبر کرے، اور ثواب کی امید رکھے، تو میں جنت سے نیچے ثواب دینے پر راضی نہیں ہوں گا (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:

إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٧٦ "٥٤" كتاب البر والصلة والآداب، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض، أو حزن، أو نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها)

ترجمہ: اگر آپ چاہیں تو صبر کرلیں، جس پر آپ کو جنت حاصل ہوگی (مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ، وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ أَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ، فَإِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ، اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ، قَالَ: يَا أُمَّ حَارِثَةَ إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْأَعْلَى (صحيح البخاري، رقم الحديث ٢٨٠٩، كتاب الجهاد والسير، باب من أتاه سهم غرب فقتله)

ترجمہ: اُمِّ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں بتلایئے، اور حضرت حارثہ بدر کے دن تیر لگنے سے شہید ہوگئے تھے کہ اگر وہ جنت میں ہوں، تو میں صبر کرتی ہوں، اور اگر وہ جنت میں نہ ہوں، تو میں ان پر روؤں گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے! امِ حارثہ وہ جنت میں ہیں، اور آپ کے بیٹے نے جنت الفردوس کو پالیا ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اور جنتی لوگوں کی شہادت اور وفات پر بطورِ خاص صبر کا حکم ہے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقائے کار کا جنتی ہونا بالکل ظاہر ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری آنکھوں میں تکلیف تھی، پھر وہ صحیح ہوگئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَوْ كَانَتْ عَيْنَاكَ لِمَا بِهِمَا، ثُمَّ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ، لَلَقِيتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا ذَنْبَ لَكَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ثُمَّ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ، لَأَوْجَبَ اللّٰهُ لَكَ الْجَنَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩٣٤٨) [1]

ترجمہ: اگر آپ کی آنکھوں میں تکلیف ہوتی، پھر آپ صبر کرتے، اور ثواب کی امید رکھتے، تو اللہ عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرتے کہ آپ کے گناہ

[1] قال شعيب الارنؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

معاف ہو چکے ہوتے، اور اسماعیل راوی نے یہ فرمایا کہ پھر آپ صبر کرتے، اور ثواب کی امید رکھتے، تو اللہ آپ کے لئے جنت کو واجب کر دیتا (مسند احمد)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ، أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ، أَوْ عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهُ، فَمُعْتِقُهَا، أَوْ مُوْبِقُهَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٢٣ "١" كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے، اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" میزانِ عمل کو پُر کر دیتا ہے، اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" دونوں میزانِ عمل کو بھر دیتے ہیں، یا یہ فرمایا کہ زمین اور آسمان کے درمیان حصہ کو بھر دیتے ہیں، اور نماز (دل، قبر وحشر میں) نور ہے، اور صدقہ برہان (یعنی واضح حجت ودلیل) ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف حجت ہے، تمام لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کی بیع کرتے ہیں، پھر کوئی اپنے آپ کو (نیک اعمال کر کے عذاب سے) آزاد کرالیتا ہے، یا اپنے آپ کو (گناہ کر کے عذاب میں گرفتار و) ہلاک کرالیتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبر کے ذریعہ سے ہدایت کی روشنی حاصل ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] والمراد أن الصبر محمود ولا يزال صاحبه مستضيئا مهتديا مستمرا على الصواب (شرح النووي على مسلم، ج٣ص ١٠١، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء)

(ضياء) أي لا يزال صاحبه مستضيئا بنور الحق على سلوك سبيل الهداية والتوفيق ليتحلى بضياء المعارف والتحقيق فيظفر بمطوبه ويفوز بمرغوبه (فيض القدير للمناوي، ج ١ ص ٤٨٥، تحت رقم الحديث ٩٦٦، حرف الهمزة)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ، قِيلَ: أَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْمَلُ إِيْمَانًا، قَالَ أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا (مُصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ٣١٠٣٢، كتاب الإيمان والرؤيا) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا عمل (یا کون سا ایمان) افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کرنا اور درگزر (یعنی معاف) کرنا، عرض کیا گیا کہ مومنوں میں کس کا ایمان کامل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، أَوْ يَا غُلَيِّمُ، أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى. فَقَالَ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، وَإِذَا سَأَلْتَ، فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا

---

[1] عن جابر رضى الله عنه قال: قيل يا رسول الله، أى الإيمان أفضل؟ قال صلى الله عليه وسلم " :الصبر والسماحة ."إسناده حسن.أخرجه من حديث طويل، قد أخرجوه مفرقا إلا هذه الجملة(المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،لابنِ حجر، ج١٣ ص١٦٧، تحت رقم الحديث ٣١٤١، كتاب الرقاق، باب الحث على الصبر)

قال الالبانى: أفضل الإيمان الصبر والسماحة ." الديلمى(١/١/١٢٨)عن عبد العزيز بن الزبير عن زيد العمى عن معاوية بن قرة عن معقل بن يسار مرفوعا. قلت :ويروى عن الحسن مرسلا ."قلت: وهذا إسناد ضعيف، زيد العمى ضعيف من قبل حفظه .وعبد العزيز بن الزبير، لم أعرفه .ومرسل الحسن وهو البصرى وصله عبد الله بن أحمد فى "زوائد الزهد(ص١٠). وأسنده ابن أبى شيبة فى "الإيمان "(رقم ٤٣) عنه عن جابر بن عبد الله أنه قال " :قيل يا رسول الله أى الإيمان أفضل؟ قال :الصبر والسماحة ."ورجاله ثقات، فهو صحيح لولا عنعنة البصرى .والحديث صحيح المتن لأن له شاهدين عند أحمد من حديث عمرو بن عبسة وعبادة بن الصامت، وأخرج أولهما البيهقى أيضا فى "الزهد الكبير(١/٨٧) "من طريق أخرى عنه .ووجدت له شاهدا آخر مرسل أخرجه ابن نصر فى "الصلاة "(ق٢/١٤٣) عن عبيد بن عمير مرفوعا .وإسناده صحيح، وهو قطعة من حديث ذكرته تحت الحديث ١٤٩١ (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٤٩٥)

اسْتَعَنْتَ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَلَوْ أَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَرَادُوا أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، وَإِنْ أَرَادُوا أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٨٠٣) [1]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکے یا اے چھوٹے سے بچے! کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ سکھلا دوں، جن کے ذریعہ سے اللہ آپ کو نفع پہنچائے گا، میں نے عرض کیا کہ ضرور بتلا دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ (کے احکام) کو محفوظ رکھو، تو اللہ آپ کو (دنیا و آخرت میں بلاؤں سے) محفوظ رکھے گا، آپ اللہ (کے حقوق) کو محفوظ رکھو، تو آپ اللہ کو (اپنی مدد اور قبولیت کے لئے) اپنے سامنے پائیں گے، آپ اللہ کو راحت وسکون کی حالت میں یاد رکھو، تو اللہ آپ کو تنگی کی حالت میں یاد رکھے گا، اور جب آپ سوال کریں، تو اللہ ہی سے سوال کریں، اور جب آپ مدد طلب کریں، تو اللہ ہی سے مدد طلب کریں، بلاشبہ (تقدیر لکھنے والا) قلم خشک ہو چکا ہے، جو کچھ بھی ہونے والا ہے (وہ سب تقدیر میں لکھا جا چکا ہے) پس اگر ساری مخلوق مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے، جس کو اللہ نے آپ کے لئے نہیں لکھا، تو وہ لوگ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور اگر وہ آپ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہے، جس کو اللہ نے آپ کے لئے نہیں لکھا، تو وہ لوگ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور یہ بات یاد رکھیے کہ جس چیز کو آپ ناپسند

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کرتے ہیں، اس میں صبر کرنے پر بہت بڑی خیر حاصل ہوتی ہے، اور اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہوتی ہے، اور نجات، رنج وغم کے ساتھ ہوتی ہے، اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةً، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ : وَاللّٰهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِهٰذَا وَجْهَ اللّٰهِ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، وَقَالَ : رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى، لَقَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٦٠٥٩، كتاب الادب، باب من أخبر صاحبه بما يقال فيه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ (لوگوں میں) مال تقسیم کیا، تو انصار کے ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم میں اللہ کی رضاء کا لحاظ نہیں کیا (یعنی کسی کی بے جا طرفداری کی) حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور آپ کو اس بات کی خبر دی، تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا، اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے، جن کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی، پھر بھی انہوں نے صبر کیا (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ سخت نازیبا کلمہ تھا، مگر آپ نے صبر سے کام لیا، اور غصہ نہیں فرمایا، اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے طرزِ عمل کو سامنے رکھا۔

مذکورہ آیات اور احادیث سے رنج وغم اور مصیبت وتکلیف پر صبر وتحمل (اختیار کرنے اور غم کو باقی نہ رکھنے) کی اہمیت، اور اس کے عظیم فضائل معلوم ہوئے۔

اور اس کے برخلاف بے صبری اور چیخ وپکار، اور نوحہ کرنے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ : اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٦٧" ١٢١ "كتاب الايمان، باب إطلاق اسم الكفر على الطعن فى النسب والنياحة على الميت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں دو چیزیں کفر ہیں، ایک نسب میں طعن کرنا، اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ مِّنَ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ شَقُّ الْجَيْبِ وَالنِّيَاحَةُ وَالطَّعْنُ فِي النَّسَبِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٤٦٥، كتاب الصلاة، باب الوعيد على ترك الصلاة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں اللہ (یعنی اللہ کے احکام) کے ساتھ کفر میں داخل ہیں، ایک گریبان چاک کرنا، دوسرے نوحہ کرنا، تیسرے (کسی کے) نسب میں طعن (وتشنیع) کرنا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا افْتَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ رَنَّ إِبْلِيْسُ رَنَّةً اِجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ جُنُوْدُهُ، فَقَالَ : اَيْئَسُوْا أَنْ نُرِيْدَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الشِّرْكِ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا، وَلٰكِنِ افْتُنُوْهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ، وَأَفْشُوْا فِيْهِمُ النَّوْحَ (المعجم الكبير للطبرانى، ج١٢ ص ١١، رقم الحديث ١٢٣١٨، الترغيب والترهيب لابن شاهين، رقم الحديث ٢٤٣١) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية ابن حبان)

[2] قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٠١٤، باب فى النوح)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح فرمایا، تو ابلیس چیخا (اور اس نے واویلا کیا) ابلیس کے پاس اُس کا لاؤ لشکر جمع ہوا، تو ابلیس نے کہا کہ تم اس بات سے مایوس ہوجاؤ کہ آج کے دن کے بعد ہم اُمتِ محمد کو شرک پر آمادہ کریں (کیونکہ بیتُ اللہ جو توحید کا مرکز ہے، وہ ان کو حاصل ہو چکا) البتہ تم ان کے دین (کے رنگ) میں فتنہ ڈالو، اور ان میں نوحہ کو پھیلاؤ (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ نوحہ کرنا اور سینہ کوبی، اور کپڑے پھاڑنا کفر وشرک والے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ شیطان کو پسند ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ: اَلْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ، وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ۹۳۴ "۲۹" كتاب الجنائز، باب التشديد فى النياحة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کاموں سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو میری امت نہیں چھوڑے گی، ایک تو (اپنے) حَسب نَسب پر فخر کرنا، دوسرے (دوسروں کے) نسبوں پر طعن وتشنیع کرنا، تیسرے ستاروں سے بارش طلب کرنا، چوتھے نوحہ کرنا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحہ کرنے والی اگر مَرنے سے پہلے توبہ نہیں کرے گی، تو قیامت کے دن اُسے اس حال میں پیش کیا جائے گا، کہ اس پر تارکول کا کرتہ ہوگا، اور خارش والی قمیص ہوگی (جو اس کو کاٹے گی) (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُهُنَّ أَهْلُ الْإِسْلَامِ: اَلنِّيَاحَةُ ،وَالْإِسْتِسْقَاءُ بِالْأَنْوَاءِ، وَالتَّعَايُرُ

(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٣١٤١،كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جاہلیت کے عمل سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو اہلِ اسلام چھوڑیں گے نہیں، ایک نوحہ کرنا، دوسرے ستاروں سے بارش طلب کرنا، اور تیسرے (نسب وغیرہ پر ایک دوسرے کو) عار دِلانا (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ اَلطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٣٨٥٠،كتاب مناقب الانصار، باب القسامة فى الجاهلية)

ترجمہ: کسی کے نسب میں طعنہ زنی کرنا، اور میت پر نوحہ کرنا، زمانۂ جاہلیت کی خصلتوں (اور عادتوں) میں سے ہے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس پر نوحہ کرنا، جاہلیت کے کاموں میں سے ہے، جس سے اسلام نے منع کر دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَزَلْنَ فِيْ أُمَّتِيْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ: اَلنِّيَاحَةُ، وَالْمُفَاخَرَةُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْأَنْوَاءُ (مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٣٩١١، مسندالبزار، رقم الحديث ٦٣٨٥) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية ابن حبان)

[2] قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده صحيح(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

وقال الهيثمى:

رواه أبو يعلى، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٤٠٠٨، باب فى النوح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین گناہ میری امت میں قیامت قائم ہونے تک جاری رہیں گے، ایک نوحہ کرنا، دوسرے نسبوں پر فخر کرنا، اور تیسرے ستارہ پرستی (یعنی علمِ نجوم کی زائچہ بندی بسلسلہ حوادثاتِ عالم پر اعتقاد رکھنا) (ابویعلیٰ، بزار)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے بتلا دیا گیا تھا کہ اس امت میں نوحہ کے گناہ میں کچھ لوگ قیامت تک مبتلا رہیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ ،وَشَقَّ الْجُيُوْبَ ،وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ١٢٩٧، كتاب الجنائز، باب ليس منا من ضرب الخدود، مسلم رقم الحديث ١٠٣"١٦٥")

ترجمہ: وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے، جو چہرہ کو پیٹے، اور گریبان پھاڑے، اور زمانۂ جاہلیت کی طرح واویلا (اور نوحہ) کرے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے مذہبِ اسلام میں نوحہ خوانی، اور جسم کو بی وغیرہ کی گنجائش نہیں، لہٰذا جو یہ حرکت کرے، وہ ہم میں سے نہیں، یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ : صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ، خَمْشِ

---

[1] عن أبی هريرة، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: أربع فی أمتی ليس هم بتاركيها الفخر فی الأحساب والطعن فی الأنساب والنياحة تبعث يوم القيامة النائحة إذا لم تتب عليها درع من قطران(مسند البزار، رقم الحديث ٨٦٢٦)

قال الهيثمی:

قلت :هو فی الصحيح باختصار . رواه البزار، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، رقم الحديث ٤٠١١، باب فی النوح)

وُجُوْهٍ، وَشَقِّ جُيُوْبٍ، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۰۰۵، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت) [1]

ترجمہ: میں نے دو احمق، فاجر آوازوں سے منع کیا ہے، ایک مصیبت کے وقت چیخنے کی آواز (یعنی نوحہ خوانی) چہرہ کو نوچنا، اور گریبان پھاڑنا، اور شیطانی مرثیہ خوانی (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ اِبْنِهٖ، وَهُوَ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حِجْرِهٖ، حَتّٰى خَرَجَتْ نَفْسُهٗ، قَالَ: فَوَضَعَهٗ وَبَكٰى قَالَ: فَقُلْتُ: تَبْكِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَنْتَ تَنْهٰى عَنِ الْبُكَاءِ، قَالَ: إِنِّيْ لَمْ أَنْهَ عَنِ الْبُكَاءِ وَلٰكِنِّيْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ، صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةِ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ لَطْمِ وُجُوْهٍ وَشَقِّ جُيُوْبٍ، وَهٰذِهٖ رَحْمَةٌ، وَمَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ، وَلَوْلَا أَنَّهٗ وَعْدٌ صَادِقٌ، وَقَوْلٌ حَقٌّ، وَأَنْ يَّلْحَقَ أَوَّلَنَا بِأٰخِرَنَا، لَحَزِنَّا عَلَيْكَ حُزْنًا أَشَدَّ مِنْ هٰذَا، وَإِنَّا بِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ، تَبْكِي الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا نَقُوْلُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۶۸۲۵، کتاب معرفة الصحابة، ذکر سراری رسول الله صلی الله علیه وسلم فأولهن مارية القبطية أم إبراهيم، شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۶۹۷۵) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر مجھے اپنے ساتھ اپنے بیٹے

---

[1] قال الترمذی: وفی الحدیث کلام أکثر من هذا :.هذا حدیث حسن.

[2] قال الالبانی:
ورجال إسناده ثقات، إلا أن ابن أبی لیلی سیيء الحفظ، فمثله یستشهد به ویعتضد (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۴۲۷)

ابراہیم کے پاس لے گئے، اور ابراہیم اس وقت نزع کی حالت میں تھے، تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں لیا، یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رکھ دیا، اور رونے لگے، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ روتے ہیں، حالانکہ آپ رونے سے منع فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ میں نے دو احمق فاجر آوازوں سے منع کیا ہے، ایک لہو ولعب اور خوشی کے وقت کی آواز سے اور شیطانی باجوں سے، اور دوسرے مصیبت کے وقت کی آواز سے، چہرے نوچنے سے، اور کپڑے پھاڑنے سے، اور یہ (بغیر آواز کے رونا) رحمت ہے، اور جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا، اور اگر سچا وعدہ اور حق قول نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ ہمارے پہلے بعد والوں سے مل جائیں گے، تو ہم (اے بیٹے) آپ پر اس سے بھی زیادہ شدید غم کرتے، اور بے شک ہم اے ابراہیم! آپ کی وجہ سے غمگین ہیں، آنکھیں روتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے، اور ہم وہ بات نہیں کہتے، جس سے رب ناراض ہو (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ کے وقت دل میں غم ہونا، اور غم کے وقت آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانا، تو باعثِ رحمت ہے، لیکن آواز کے ساتھ اور چیخ چیخ کر رونا، بَین کرنا اور جسم کو پیٹنا، اور کپڑوں کو پھاڑنا، اور زبان سے شکوہ شکایت، اور بے صبری والی باتیں کرنا، یہ چیزیں رب تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] فأخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا الحديث ,بالبكاء الذى نهى عنه فى الأحاديث الأول ,وأنه البكاء الذى معه الصوت الشديد ,ولطم الوجوه ,وشق الجيوب .وبين أن ما سوى ذلك من البكاء ,فما فعل من جهة الرحمة ,أنه بخلاف ذلك البكاء الذى نهى عنه(شرح معانى الآثار ، تحت رقم الحديث ٦٩٧٥)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ : مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ (مسند البزار، رقم الحديث ۷۵۱۳، الترغيب والترهيب لابن شاهين، رقم الحديث ۲۴۳۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، ایک خوشی کے وقت موسیقی کی آواز، اور دوسرے مصیبت کے وقت چیخنے کی آواز (یعنی نوحہ کرنا) (بزار)

معلوم ہوا کہ نوحہ کی آواز درحقیقت ملعون اور احمق وفاجر (یعنی شدید گناہ والی) آواز ہے، جو اللہ اور اس کے رسول کو سخت ناپسند ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ ،أَوْ سَلَقَ ، أَوْ خَرَقَ (سنن النسائی، رقم الحديث ۱۸۶۳، كتاب الجنائز، باب الحلق، مسند احمد رقم الحديث ۱۹۶۲۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی، اس شخص پر جو (غم میں) بال منڈوائے، یا چیخے چلائے (یعنی نوحہ کرے) یا کپڑے پھاڑے (نسائی)

اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا باعثِ لعنت عمل ہے، اور اس سے پہلی حدیث میں نوحہ کی آواز کا ملعون ہونا گزر چکا ہے، جس سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۳۰۶، كتاب الجنائز، باب ما ينهى من النوح والبكاء والزجر عن ذلک، مسلم رقم الحديث ۹۳۶ "۳۱")

---

[1] قال الهيثمی: رواه البزار، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۰۱۷، باب فی النوح)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت (لینے) کے وقت عہد لیا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی (بخاری، مسلم)

حضرت امِ سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَتْ اِمْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ : مَا هٰذَا الْمَعْرُوْفُ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِیْ لَنَا أَنْ نَعْصِیَکَ فِیْهِ؟ قَالَ : لَا تَنُحْنَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۳۰۷، ابواب تفسیر القرآن، باب :ومن سورة الممتحنة) [1]

ترجمہ: چند عورتوں میں سے ایک عورت نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ وہ کون سا معروف کام ہے کہ جس میں ہمارے لئے آپ کی نافرمانی کرنا جائز نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نوحہ نہ کرو (ترمذی)

قرآن مجید کی سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے لئے آنے والی عورتوں کے بارے میں یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ معروف (یعنی نیک) کاموں میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ [2]

اسی کے متعلق ایک عورت نے سوال کیا تھا، جس کے جواب میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔

معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اتنا قبیح فعل ہے کہ جس سے بچنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت عہد لیا تھا، اور نوحہ نہ کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے لی جانے والی بیعت کا حصہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی:
هذا حدیث حسن غریب وفیه عن أم عطیة قال عبد بن حمید " :أم سلمة الأنصاریة هی :أسماء بنت یزید بن السکن "

[2] یا أیها النبی إذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی أن لا یشرکن بالله شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن أولادهن ولا یأتین ببهتان یفترینه بین أیدیهن وأرجلهن ولا یعصینک فی معروف فبایعهن واستغفر لهن الله إن الله غفور رحیم(سورة الممتحنة، رقم الآیة ۱۲)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلٰى نَائِحَةٍ، وَلَا عَلٰى مُرِنَّةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۷۴۶) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے نوحہ کرنے والی اور میت پر چیخنے والی عورت کے جنازہ میں شرکت نہیں کرتے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ نوحہ کرنے والا اگر اسی حال میں فوت ہوجائے تو اس کے جنازہ میں رحمت کے فرشتے شرکت نہیں کرتے۔

زمانۂ جاہلیت میں خاص طور پر عورتیں نوحہ کیا کرتی تھیں اور آج بھی اس قسم کی حرکتیں اکثر عورتیں ہی کرتی ہیں، اس لئے عورتوں کا ذکر آیا ہے، ورنہ اگر کوئی مرد یہ حرکت کرے، تو اس کے لئے بھی یہی وعیدیں ہیں، کیونکہ اس وعید کی وجہ نوحہ کرنا ہے، خواہ کوئی بھی کرے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنِّيَاحَةُ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَإِنَّ النَّائِحَةَ إِذَا مَاتَتْ، وَلَمْ تَتُبْ، قَطَعَ اللّٰهُ لَهَا ثِيَابًا مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعًا مِنْ لَهَبِ النَّارِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۵۸۱، كتاب الجنائز، باب في النهي عن النياحة) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوحہ کرنا جاہلیت کے کاموں سے تعلق رکھتا ہے، اور نوحہ کرنے والی اگر مَر گئی، اور اُس نے توبہ نہیں کی، تو اُس کے لئے اللہ تارکول کا لباس تیار فرمائے گا، اور آگ کی لپٹوں کی قمیص (ابنِ ماجہ)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قابل للتحسين (حاشية مسند احمد)
قال المنذري: رواه أحمد وإسناده حسن (الترغيب والترهيب، ج۴ ص ۱۸۴، كتاب الجنائز، الترهيب من النياحة على الميت والنعي ولطم الخد وخمش الوجه وشق الجيب)

[2] قال شيعب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

فَإِنَّ النَّائِحَةَ إِنْ لَمْ تَتُبْ قَبْلَ أَنْ تَمُوْتَ ،فَإِنَّهَا تَقُوْمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهَا سَرَابِيْلُ مِنْ قَطِرَانٍ، ثُمَّ يُعَلُّ عَلَيْهَا دِرْعٌ مِنْ لَهَبِ النَّارِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۹۰۴) [1]

ترجمہ: پس نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنے مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے، تو قیامت کے دن اسے اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کُرتہ ہوگا، جس پر آگ کی لپٹوں والی قمیص چڑھائی جائے گی (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

ان احادیث سے نوحہ کرنے والے کے لئے آخرت کے سخت عذاب کا ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنَحْ عَلَيْهِ (مسند البزار، رقم الحديث ۸۰۱۸) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی وفات) پر نوحہ نہیں کیا گیا (بزار)

حضرت حکیم بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ قَيْسَ بْنَ عَاصِمٍ، قَالَ: لَا تَنُوْحُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عباس، قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :-النياحة على الميت من أمر الجاهلية، فإن النائحة إن لم تتب قبل أن تموت، فإنها تبعث يوم القيامة عليها سرابيل من قطران، ثم يعلى عليها بدرع من لهب النار (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۵۸۲، باب فى النهى عن النياحة)

قال شعيب الارنؤط:
إسناده ضعيف (حاشية سنن ابن ماجه)

[3] قال الهيثمى:
رواه البزار، وفيه محمد بن عمرو، وفيه كلام، وحديثه حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث، ۴۰۴۲، باب فى النوح)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنَحْ عَلَيْهِ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۱۸۵۱، کتاب الجنائز، باب النیاحة علی المیت)

ترجمہ: حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میرے اوپر نوحہ مت کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نوحہ نہیں کیا گیا (نسائی)

مطلب یہ ہے کہ اگر نوحہ کی گنجائش ہوتی، اور اس سے بڑھ کر یہ کوئی عبادت والا کام ہوتا تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نوحہ نہیں کیا گیا، تو اور کسی پر نوحہ کرنے کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے؟

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا بَرِيْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ وَخَرَقَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۴، کتاب الجنائز، باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب والدعاء بدعوی الجاهلیة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے بیزار ہوں، جو (غم میں) اپنے بال منڈوائے، اور چیخے چلائے (یعنی نوحہ کرے) اور کپڑے پھاڑے (مسلم)

بیزار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش نہیں ہیں، اور ایسے شخص کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت ابو بُردہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ أَبَا مُوْسٰى حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ: إِذَا انْطَلَقْتُمْ بِجِنَازَتِيْ، فَأَسْرِعُوْا الْمَشْيَ، وَلَا تُتْبِعُوْنِيْ بِجَمْرٍ، وَلَا تَجْعَلُوْا عَلٰى لَحْدِيْ شَيْئًا، يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ التُّرَابِ، وَلَا تَجْعَلُوْا عَلٰى قَبْرِيْ بِنَاءً، وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ حَالِقَةٍ، أَوْ سَالِقَةٍ، أَوْ خَارِقَةٍ قَالُوْا: سَمِعْتَ فِيْهِ شَيْئًا؟

قَالَ: نَعَمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۱۵۰، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها، مسند أحمد، رقم الحديث ۱۹۵۴۷) [1]

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت جب قریب آیا، تو انہوں نے فرمایا کہ جب تم میرا جنازہ لے کر چلو، تو تیز چلنا، اور میرے پیچھے آگ وغیرہ نہ لانا، اور میری قبر پر کوئی ایسی چیز نہ رکھنا، جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو، اور میری قبر پر عمارت مت بنانا، اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ہر اس فرد سے بری ہوں، جو (رنج وغم کی وجہ سے) سر منڈانے والی ہو، یا چیخ وپکار کرنے والی ہو، یا کپڑے پھاڑنے والی ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اس بارے میں کچھ سنا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں! میں نے (یہ سب کچھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (ابن حبان، مسند احمد)

حضرت صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ:

لَمَّا حَضَرَ أَبُوْ مُوْسٰى، صَاحُوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ سَلَقَ وَلَا خَرَقَ وَلَا حَلَقَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۳۱۵۱، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها) [2]

ترجمہ: جب حضرت ابوموسیٰ کی موت کا وقت قریب آیا، تو لوگ چیخ وپکار کرنے لگے، تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے

---

[1] قال شعيب الارنؤط:
إسناده حسن من أجل أبى حريز -واسمه عبد الله بن حسين -فإنه مختلف فيه (حاشية ابن احبان)
و قال ايضاً: إسناده حسن من أجل أبى حريز :وهو عبد الله بن الحسين الأزدى، قاضى سجستان، فقد اختلف فيه (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤط:
إسناده جيد (حاشية ابن حبان)

نہیں، جو چیخ و پکار کرے، اور نہ وہ ہم میں سے ہے، جو کپڑے پھاڑے، اور نہ وہ شخص ہم میں سے ہے جو (رنج وغم کی وجہ سے) بال منڈائے (ابن حبان)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا، وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا، وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٥٦، كتاب الجنائز، فصل فى النياحة ونحوها) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اپنے چہرہ کو نوچنے والی، اور اپنے کپڑوں کو پھاڑنے والی، اور واویلا مچانے والی پر (ابن حبان)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ بَاكِيْهِ، فَيَقُوْلُ: وَا جَبَلَاهُ، وَا سَيِّدَاهُ، أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، إِلَّا وُكِّلَ بِهٖ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهٖ أَهٰكَذَا كُنْتَ (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٠٠٤، كتاب الجنائز، باب ما جاء فى كراهية البكاء على الميت) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی فوت ہونے والے شخص پر کوئی

---

[1] حدثنى أبو بردة بن أبى موسى قال: وجع أبو موسى وجعل يغمى عليه ورأسه فى حجر امرأة من أهله فصاحت امرأة فلم يستطع أن يرد عليها شيئا فلما أفاق قال: أنا برىء ممن برىء منه رسول الله صلى الله عليه وسلم فإن رسول الله صلى الله عليه وسلم برىء من الحالقة والسالقة والشاقة (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٥٢)

قال شعيب الارنؤط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

[2] قال شعيب الارنؤط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

[3] قال الترمذى:

هذا حديث حسن غريب.

رونے والا نوحہ کرے، اور اس طرح کہے کہ ہائے پہاڑ جیسے (مضبوط) ہائے سردار، اور اس جیسے الفاظ کہے، تو اس پر دو فرشتے مسلط کر دیئے جاتے ہیں، جو اسے ڈستے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا (ترمذی)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

مَنْ نِيُحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيُحَ عَلَيْهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۲۹۱، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت، مسلم رقم الحديث ۹۳۳ "۲۸")

ترجمہ: جس (فوت شُدہ میت) پر نوحہ کیا جائے، تو اس کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے (بخاری)

محدثین نے فرمایا کہ نوحہ کرنے کی وجہ سے میت کو عذاب اس صورت میں ہوتا ہے، جبکہ اس نے اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو اپنے مرنے پر نوحہ کرنے کی وصیت کی ہو، یا وہ اس عمل سے راضی ہو، اور اسے معلوم ہو کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کیا جائے گا، مگر پھر بھی منع نہ کیا ہو، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا کہ مرنے سے پہلے باقاعدہ اس کی وصیت کی جاتی تھی، اور اس نوحہ کو اپنے لئے قابلِ فخر کام سمجھا جاتا تھا۔ [1]

---

[1] واختلف العلماء فی هذه الأحاديث فتأولها الجمهور على من وصى بأن يبكى عليه ويناح بعد موته فنفذت وصيته ، فهذا يعذب ببكاء أهله عليه ونوحهم ؛ لأنه بسببه ومنسوب إليه .قالوا فأما من بكى عليه أهله وناحوا من غير وصية منه فلا يعذب لقول الله تعالى (ولا تزر وازرة وزر أخرى) قالوا :وكان من عادة العرب الوصية بذلک ومنه قول طرفة بن العبد :إذا مت فانعينی بما أنا أهله وشقی على الجيب يا ابنة معبد.قالوا :فخرج الحديث مطلقا حملا على ما كان معتادا لهم .وقالت طائفة :هو محمول على من أوصى بالبكاء والنوح أو لم يوص بتركهما .فمن أوصى بهما أو أهمل الوصية بتركهما يعذب بهما لتفريطه بإهمال الوصية بتركهما فأما من وصى بتركهما فلا يعذب بهما إذ لا صنع له فيهما ولا تفريط منه .وحاصل هذا القول إيجاب الوصية بتركهما ، ومن أهملهما عذب بهما .وقالت طائفة :معنى الأحاديث أنهم كانوا ينوحون على الميت ويندبونه بتعديد شمائله ومحاسنه فی زعمهم ، وتلک الشمائل قبائح فی الشرع يعذب بها كما كانوا يقولون :يا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ ،وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ ،وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا، وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهِ ،أَوْ يَرْحَمُ ،وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ. وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا، وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ ،وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ(صحیح البخاری،رقم الحدیث ۱۳۰۴، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض)

ترجمہ: بے شک، اللہ عذاب نہیں دیتا آنسو بہنے اور دل کے غمگین ہونے سے، لیکن میت کو عذاب دیا جاتا ہے، اس کی وجہ سے اور آپ نے (یہ فرماتے وقت) اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی زبان سے نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے) یا اس پر رحم کیا جاتا ہے (صبر، یا رضا بالقضا کے کلمات کہنے کی صورت میں) اور بلاشبہ میت کو اس کے گھر والوں کے نوحے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوحہ کرنے والے کو چھڑی سے، یا کنکر پھینک کر دھمکاتے تھے، اور منہ پر خاک اُڑاتے تھے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مؤيد النسوان ، ومؤتم الولدان ومخرب العمران ومفرق الأخدان ، ونحو ذلک مما يرونه شجاعة وفخرا وهو حرام شرعا .وقالت طائفة :معناه أنه يعذب بسماعه بكاء أهله ويرق لهم وإلى هذا ذهب محمد بن جرير الطبرى وغيره .وقال القاضى عياض :وهو أولى الأقوال ، واحتجوا بحديث فيه أن النبى صلى الله عليه وسلم زجر امرأة عن البكاء على أبيها وقال :(إن أحدكم إذا بكى استعبر له صويحبه فيا عباد الله لا تعذبوا إخوانكم) وقالت عائشة رضى الله عنها :معنى الحديث أن الكافر أو غيره من أصحاب الذنوب يعذب فى حال بكاء أهله عليه بذنبه لا ببكائهم والصحيح من هذه الأقوال ما قدمناه عن الجمهور وأجمعوا كلهم على اختلاف مذاهبهم على أن المراد بالبكاء هنا البكاء بصوت ونياحة لا مجرد دمع العين (شرح النووى علىٰ مسلم ،ج٦ص ۲۲۸، ۲۲۹، كتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه)

لَمَّا تُوُفِّیَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَاحَ أُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَیْسَ ھٰذَا مِنَّا ،لَیْسَ لِصَارِخٍ حَظٌّ، اَلْقَلْبُ یَحْزَنُ، وَالْعَیْنُ تَدْمَعُ، وَلَا نَقُوْلُ مَا یَغْضَبُ الرَّبَّ(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۳۱۶۰، کتاب الجنائز،فصل فی النیاحۃ ونحوھا) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (ابراہیم) کی وفات ہوئی، تو اسامہ بن زید نے چیخنا شروع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہم میں سے نہیں، چیخنے والے کے لئے کوئی حصہ نہیں، دل غمگین ہوتا ہے، اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، اور ہم زبان سے وہ بات نہیں کہیں گے، جس سے رب ناراض ہو (ابن حبان)

دل میں غم ہونا، اور آنکھوں سے آنسو آجانا، بندہ کے اختیار میں نہیں، اس لئے اس پر نہ گرفت ہے، اور نہ یہ بے صبری میں شامل ہے، البتہ زبان کو نوحہ کرنے میں استعمال کرنا، اور منہ سے بے صبری وناشکری کی آواز نکالنا، اور آواز کو بلند کرنا، اور چیخنا چلانا، اور گا گا کر بین کرنا، اور کپڑے پھاڑنا، یا سینہ وجسم کو بی کرنا، یہ سب چیزیں اختیار میں ہیں، اس لئے ان چیزوں پر گناہ اور مؤاخذہ ہے، اور میت کو عذاب دیئے جانے کی وجہ اور صورت پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤط: إسنادہ حسن (حاشیۃ ابن حبان)

[2] (لا یعذب بدمع العین، ولا بحزن القلب) بل یثاب بھما إذا کانا علی جھۃ الرحمۃ .(ولکن یعذب بھذا) أی: إذا قال: ما لا یرضی الرب، بأن قال شرا من الجزع والنیاحۃ.(وأشار إلی لسانہ) یعنی المراد بالمشار إلیہ ھنا اللسان الذی یضر بہ الإنسان .(أو یرحم) أی: بھذا إن قال خیرا، بأن استرجع مثلا، أو استغفر أو ترحم، وما أفادہ الحدیث من جواز البکاء ولو بعد الموت، لکن من غیر نوح، ورفع صوت، نقل جماعۃ فیہ الإجمال .قال ابن حجر: ولکن الأولی ترکہ للخبر الصحیح: فإذا وجبت لا تبکین باکیۃ، فی الأذکار عن الشافعی، وأصحابہ أن البکاء بعد الموت مکروہ لھذا الخبر، بل قال جماعۃ إنہ یفید تحریمہ اھ .ویردہ ما روی مسلم: أنہ صلی اللہ علیہ وسلم زار قبر ابنہ فبکی وأبکی من حولہ ، وما روی البخاری: أنہ بکی علی قبر بنت لہ، فینبغی أن یحمل نھیھن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ احادیث سے نوحہ کرنے کی ممانعت اور برائی معلوم ہوئی، اور معلوم ہوا کہ نوحہ اور اظہارِ غم کے لئے واویلا کرنا، اور سینہ وجسم کو بی کرنا، اور کپڑے پھاڑ کر ماتم کرنا اسلام کے تقاضوں کے خلاف اور صبر وتحمل کے منافی ہے، جس سے ایک طرف تو صبر پر ملنے والا اجر وثواب ضائع ہوجاتا ہے، اور دوسری طرف دنیا وآخرت میں عذاب اور اللہ اور اس کے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

على بكاء خاص لهن، ولا عبرة بالمفهوم، ولعل فائدة القيد الإشارة إلى أنه عفا الله عما سلف، والله أعلم، ومما يؤيده أن البكاء بالدمع ليس أمرا اختياريا، ولا يتعلق الأمر والنهى بالأمور الجبلية الاضطرارية كما هو معلوم من القواعد الدينية .(وإن الميت يعذب ببكاء أهله) أى: مع رفع الصوت .(عليه) قال النووى: وفى رواية: ببعض بكاء أهله، وفى رواية: ببكاء الحى، وفى رواية: يعذب فى قبره ما نيح عليه، وفى رواية: من يبك عليه يعذب، وهذه الروايات من رواية عمر بن الخطاب وابنه عبد الله رضى الله عنهما وأنكرت عائشة رضى الله عنها ونسبتهما إلى النسيان والاشتباه عليهما، وأنكرت أن يكون ذلك من قول النبى صلى الله عليه وسلم، واحتجت بقوله تعالى:(ولا تزر وازرة وزر أخرى)قالت: وإنما قال النبى صلى الله عليه وسلم فى يهودية: إنها تعذب وهم يبكون عليها، تعنى تعذب بكفرها فى حال بكاء أهلها، لا بسبب البكاء، واختلف العلماء فيه: فذهب الجمهور إلى أن الوعيد فى حق من أوصى بأن يبكى عليه، ويناح بعد موته، فنفذت وصيته، فهذا يعذب ببكاء أهله عليه ونوحهم ;لأنه تسببه، وأما من بكوا عليه وناحوا من غير وصية فلا ;لقوله تعالى:(ولا تزر وازرة وزر أخرى)قال الخطابى: يشبه أن يكون هذا إذا أوصى بالبكاء عليه، وقيل: أراد بالميت المشرف على الموت، فإنه يشتد عليه الحال ببكائهم وصراخهم وجزعهم عنده، وقيل: هذا فى بعض الأموات: كأن يعذب فى زمان بكائهم عليه، وهذا الوجه ضعيف لما فى رواية: يعذب فى قبره بما نيح عليه ، وفى أخرى: الميت يعذب ببكاء الحى إذا قالت النائحة: واعضداه، وا ناصراه، واكاسياه، جبذا الميت، وقيل: له أنت عضداها؟ ! أنت ناصرها؟ ! أنت كاسيها؟ ! اهـ .وهذا صريح أنه إنما يعذب إذا كان أوصى أو كان بفعلهم يرضى ;ولهذا أوجب داود ومن تبعه الوصية بترك البكاء، والنوح عليه، وبهذا الذى ذكرنا يظهر وجه قوة قول الجمهور (مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۲۳۳ ، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

(إن اللّه لا يعذب بدمع العين ولا بحزن القلب) سواء اجتمعا أو كان كل بانفراد (ولكن يعذب بهذا) أى بما يصدر منه مما حرّم الشارع من ندب أو نياحة أو مبالغة رفع صوت بالبكاء ، وكذا يعذب بالتبرم بالقلب والتضجر، ودليل ذلك ما يصدر من لسانه لأنه يعرب عن شأنه (أو يرحم) أو فيه للتنويع :أى أو يرحمه به إن أتى بما فيه صبر واسترجاع وحمد للّه سبحانه (وأشار) أى النبى (بيده) مبيناً للمشار إليه بقوله بهذا (إلى لسانه)متفق عليه(دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج٦ ص۴۰۳، تحت رقم الحديث ۱۹۲۵ ،كتاب عيادة المريض ، باب جواز البكاء على الميت بغير ندب)

رسول کی ناراضگی کا وبال بھی سر پڑتا ہے، اور تیسرے بعض صورتوں میں میت کو بھی عذاب دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فأما اتخاذ المآتم في المصائب، واتخاذ أوقاتها مآتم، فليس من دين الإسلام، وهو أمر لم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا أحد من السابقين الأولين، ولا من التابعين لهم بإحسان، ولا من قادة أهل البيت، ولا غيرهم.

وقد شهد مقتل على أهل بيته، وشهد مقتل الحسين من شهده من أهل بيته، وقد مرت على ذلك سنون كثيرة، وهم متمسكون بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا يحدثون مأتما، ولا نياحة، بل يصبرون ويسترجعون كما أمر الله ورسوله، أو يفعلون ما لا بأس به من الحزن والبكاء عند قرب المصيبة (حقوق آل البيت لابن تيمية، ص ۴۶ ، اهل الاستقامة عند المصيبة)

ترجمہ: پس مصیبتوں کے وقت ماتم کرنا، اور ماتم کے اوقات (اور دن مختص و) مقرر کرنا، دینِ اسلام میں سے نہیں ہے، اور یہ ایسا فعل ہے کہ جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، اور نہ سابقین، اولین میں سے کسی نے کیا، اور نہ ان کی نیکی میں اتباع کرنے والے لوگوں نے کیا، اور نہ اہلِ بیت کے بزرگوں نے کیا، اور نہ ان کے علاوہ کسی نے کیا۔

حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ ان کے اہلِ بیت موجود تھے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ بھی ان کے اہلِ بیت حاضر تھے (مگر انہوں نے بھی وہاں ماتم نہیں کیا) اور اس (کربلاء کے) واقعہ کو بہت زیادہ سال گزر چکے ہیں، اور اصل اہلِ بیت حضرات، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑتے ہیں، جو ماتم اور نوحہ نہیں کرتے، بلکہ صبر کرتے ہیں، اور ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ''پڑھتے ہیں، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، یا وہ مصیبت کے وقت غم اور رونے کا وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس میں کوئی حرج نہیں (یعنی اس میں چیخ وپکار اور نوحہ وغیرہ نہیں ہوتا) (حقوق آل البیت)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

ومن حماقتهم إقامة المأتم، والنياحة على من قد قتل من سنين عديدة ، ومن المعلوم أن المقتول، وغيره من الموتى إذا فعل مثل ذلک بهم عقب موتهم كان ذلک مما حرمه الله، ورسوله، فقد ثبت فى الصحيح عن النبى – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: (ليس منا من لطم الخدود، وشق الجيوب، ودعا بدعوى الجاهلية) وثبت فى الصحيح عنه" أنه برىء من الحالقة، والصالقة، والشاقة" (فالحالقة التى تحلق شعرها عند المصيبة) والصالقة هى التى ترفع صوتها(عند المصيبة)بالمصيبة، والشاقة التى تشق ثيابها.

وفى الصحيح عنه أنه قال: (إن النائحة إذا لم تتب قبل موتها، فإنها تلبس يوم القيامة درعا من جرب، وسربالا من قطران .)وفى الصحيح عنه أنه قال: (من ينح عليه، فإنه يعذب بما ينح عليه) والأحاديث فى هذا المعنى كثيرة.

وهؤلاء يأتون من لطم الخدود، وشق الجيوب، ودعوى الجاهلية، وغير ذلک من المنكرات بعد موت الميت بسنين كثيرة ما لو

فعلوه عقب موته لكان ذلک من أعظم المنكرات التى حرمها الله ورسوله، فكيف بعد هذه المدة الطويلة.

ومن المعلوم أنه قد قتل من الأنبياء، وغير الأنبياء ظلما وعدوانا من هو أفضل من الحسين قتل أبوه ظلما، وهو أفضل منه .وقتل عثمان بن عفان، وكان قتله أول الفتن العظيمة التى وقعت بعد موت النبى – صلى الله عليه وسلم –، وترتب عليه من الشر، والفساد أضعاف ما ترتب على قتل الحسين .وقتل غير هؤلاء ومات، وما فعل أحد – لا من المسلمين، ولا غيرهم – مأتما ولا نياحة على ميت، ولا قتيل بعد مدة طويلة من قتله إلا هؤلاء الحمقى (منهاج السنة النبوية، ج ۱، ص ۵۲، الیٰ ۵۵، كلام عام عن الرافضة، بعض حماقات الشيعة)

ترجمہ: اوران لوگوں کی کم عقلی میں سے ماتم کرنا، اوران حضرات پر نوحہ کرنا ہے، جن کی شہادت سالوں پہلے ہوچکی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ مقتول اور شہید اور ان کے علاوہ جوفوت شدہ حضرات ہیں، جب ان کی وفات کے بعد یہ ماتم اور نوحہ کیا جائے، تواس کواللہ اوراس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں، جو (بدن پر) طمانچہ مارے، گریبان پھاڑے، اور جاہلیت والی باتیں کرے، اور صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کے وقت بال منڈانے والی سے اور مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرنے والی سے اور مصیبت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہیں، اور صحیح حدیث میں یہ ہے کہ نوحہ کرنے والی نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی، تو اسے قیامت کے دن گندھک (اور خارش) کی قمیض

اور تارکول کا کرتہ پہنایا جائے گا، اور صحیح حدیث میں ہے کہ جس پر نوحہ کیا جاتا ہے، اسے نوحہ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، اور اس معنیٰ کی بے شمار حدیثیں ہیں۔

اور یہ لوگ اپنے جسم کو پیٹتے ہیں، اور کپڑے پھاڑتے ہیں، اور زمانہ جاہلیت کے (زبان سے نوحہ ومرثیہ خوانی کے دوران) الفاظ کہتے ہیں، اور اس کے علاوہ وفات کے سالہا سال گزرنے کے بعد کئی منکرات اختیار کرتے ہیں کہ اگر وہ منکرات عین وفات کے بعد اختیار کرتے، تو تب بھی وہ اتنے بڑے منکرات تھے، جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، پھر اتنی طویل مدت گزرنے کے بعد وہ منکرات کیونکر جائز ہو سکتے ہیں؟

اور یہ بات معلوم ہے کہ بے شمار انبیاء اور غیر انبیاء ظلم اور زیادتی کے ساتھ قتل کیے گئے، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو ظلماً قتل کیا گیا، جو کہ حضرت حسین سے افضل تھے، اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، جن کا قتل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عظیم فتنوں کا آغاز و پیش خیمہ تھا، جس پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے بھی زیادہ شر اور فساد برپا ہوا، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار لوگ قتل کیے گئے اور فوت ہوئے، لیکن ان میں سے کسی نے اور نہ مسلمانوں وغیرہ میں سے کسی نے موت اور شہادت پر ماتم کیا اور نہ نوحہ کیا، اتنی طویل مدت گزرنے کے بعد جس طرح کہ یہ کم عقل لوگ کرتے ہیں (منہاج السنۃ)

پھر نوحہ وغیرہ کا جو عمل گلی کوچوں اور بازاروں میں علی الاعلان، اور اجتماعی انداز میں کیا جائے، اس کی شدت اور بھی زیادہ ہے، کیونکہ گناہ کو اعلانیہ کرنے، یا گناہ کا اظہار کرنے کو شرعاً پسند نہیں کیا گیا، جیسا کہ رمضان شریف میں بلا عذر روزہ چھوڑ دینا بڑا گناہ ہے، لیکن رمضان

میں اعلانیہ کھانا پینا اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ [1]

پھر گناہ کو گناہ نہ سمجھنا، بلکہ اس سے بڑھ کر کسی گناہ پر فخر کرنا، یا اس سے بھی بڑھ کر گناہ کو ثواب سمجھ لینا، تو اور بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہمت، حوصلہ اور بہادری کا مظاہرہ کرے، اور بزدلی وغیرہ کا مظاہرہ نہ کرے، اور نوحہ وماتم کرنا، ہمت وحوصلہ جیسی عمدہ صفات کے خلاف اور بزدلی کی علامت ہے۔

بے صبری میں آ کر اپنے جسم کو نقصان پہنچانا بھی گناہ ہے، کیونکہ جسم اللہ کی امانت ہے، اس کا انسان خود مالک نہیں، لہٰذا جسم کو بے جا تکلیف پہنچانا اس امانت میں خیانت اور گناہ ہے۔

بعض لوگ نوحہ وغیرہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنت سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم یہ عمل اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (نعوذ باللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، کیونکہ کربلا کے میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر، نیزے اور تلواریں ماری گئی تھیں، اور ان کے جسم سے خون نکلا تھا، لہٰذا ہمیں بھی خود سے اپنے جسم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے خود یہ عمل کرنا، یا اس عمل کا دوسروں کو کرنے کا حکم دینا، کسی معتبر سند سے ثابت نہیں، بھلا آپ اُس عمل کو کیسے کر سکتے تھے، اور اُس چیز کا حکم کیسے دے سکتے تھے، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی آپ کے نانا) روکیں۔ [2]

---

[1] اور حضرات اہلِ بیت اور ان کی پاکیزہ خواتین کی مظلومیت کے ذکر کو، بازار میں علی الاعلان گا گا کر کیا جانا، حیا وغیرت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ منصف مزاج، شریف الطبع انسان اپنے خاندان کی عورتوں کا اعلان اس طرح گلیوں، کوچوں، بھری مجلسوں، محفلوں، اور بازاروں میں ہونا پسند نہیں کیا کرتا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسی غیور شخصیت اس کو پسند فرمائے گی کہ ان کے خاندان کی ان پاکیزہ خواتین کا ذکر اس طرح برسرِ بازار اور علی الاعلان کیا جائے؟

[2] یہی وجہ ہے کہ اہلِ تشیع حضرات کی کئی اہم کتابوں میں بھی ماتم اور نوحے کو ناجائز اور منع لکھا ہے۔

ملاحظہ ہو ''اصولِ کافی ص ۴۱۰، فروعِ کافی ج ۱ ص ۱۲۱، جلاء العیون حصہ اول، نہج البلاغۃ ص ۸۵۳، ترجمہ قرآن مقبول احمد ص ۸۷۹''۔

نیز جناب احمد رضا خان بریلوی صاحب کے فتاویٰ سے بھی اس قسم کی رسوم کا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے (ملاحظہ ہو ''احکامِ شریعت'' حصہ اول ص ۱۲۷، ص ۱۲۸، وص ۱۶۳، وحصہ دوم ص ۱۴۹)

www.idaraghufran.org

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے مارے گئے تھے، اور خون نکلا تھا، اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس طرح کے عمل کی نسبت ثابت ہے۔

تو اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تمام چیزیں ان کے دشمنوں کی طرف سے کی گئی تھیں، آپ نے خود یہ کام نہیں کیا۔

پس نوحہ و ماتم کے اس طرزِ عمل کو چھوڑ کر صبر وتحمل اور قضاء وقدر پر بھروسہ کی صفات کو اپنانا چاہئے، اور مرحومین کے لئے شرعی اُصولوں کے مطابق عبادت کر کے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے، خاص طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقائے کار کے جنتی، بلکہ اعلیٰ درجہ کے جنتی ہونے کی وجہ سے، صبر و ہمت کو اختیار کرنا چاہئے، اور ان مقدس ہستیوں کی تعلیمات وہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔

اور ساتھ ہی اپنی آخرت کی تیاری کی فکر میں بھی لگنا چاہئے۔ [1]

(8).....تعزیت، یا تعزیہ

عربی زبان میں تعزیت کے اصل معنٰی، مصیبت کے وقت تسلی دینے، اور صبر کی تلقین کرنے اور میت کے لئے مغفرت کی دعاء کرنے کے آتے ہیں، مثلاً ''إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھنا۔

اور اس بات پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ تعزیت کا مذکورہ عمل مستحب اور باعثِ

---

[1] قال ابن حجر: وأخذ أئمتنا من هذه الأحاديث تحريم النوح، وتعديد محاسن الميت، بنحو واكهفاه مع رفع الصوت والبكاء، وتحريم ضرب الخد، وشق الجيب، ونشر الشعر وحلقه ونتفه، وتسويد الوجه، وإلقاء التراب على الرأس، والدعاء بالويل والثبور .قال إمام الحرمين وآخرون: والضابط أنه يحرم كل فعل يتضمن إظهار جزع ينافي الانقياد والتسليم لقضاء الله تعالى .قالوا: ومن ذلک تغيير الزى، ولبس غير ما جرت العادة بلبسه، أى: وإن اعتيد لبسه عند المصيبة(مرقاة المفاتيح، ج ۳ ص ۱۲۳۵، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت)

اجر وثواب ہے۔ [1]

پھر تعزیت ان لوگوں سے کی جاتی ہے، جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوں، مثلاً ان کا کوئی قریبی عزیز فوت ہوگیا ہو۔ [2]

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک عام حالات میں تعزیت کے تین دن ہیں، کیونکہ اس وقت غم تازہ ہوتا ہے، اور تسلی کی ضرورت ہوتی ہے، پس کسی کے فوت ہونے کے بعد تین دن کے اندر اندر تعزیت کرلینی چاہئے، اور بلا عذر تین دن سے زیادہ مؤخر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے غم تازہ ہوتا ہے، جو پھر بہت سے کاموں میں مخل بنتا ہے۔ [3]

---

[1] تعزية: التعريف : التعزية لغة :مصدر عزى :إذا صبر المصاب وواساه ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى وقال الشربينى :هى الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر، والتحذير من الوزر، والدعاء للميت بالمغفرة، وللمصاب بجبر المصيبة .

الحكم التكليفى :لا خلاف بين الفقهاء فى استحباب التعزية لمن أصابته مصيبة .والأصل فى مشروعيتها :خبر :من عزى مصابا فله مثل أجره

وخبر ما من مؤمن يعزى أخاه بمصيبة إلا كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢ ،ص ٢٨٧ ،وص ٢٨٨ ،مادة " تعزية"حرف التاء)

الألفاظ ذات الصلة:التعزية:

التعزية فى اللغة :مصدر عزى والثلاثى منه عزى أى :صبر على ما نابه، يقال :عزيته تعزية :قلت له: أحسن الله عزاء ك، أى رزقك الصبر الحسن، والعزاء اسم من ذلك، ويقال :تعزى هو :تصبر، وشعاره أن يقول :إنا لله وإنا إليه راجعون .

قال الأزهرى :أصلها التعبير لمن أصيب بمن يعز عليه .

والتعزية اصطلاحا :الأمر بالصبر والحمل عليه بوعد الأجر والتحذير من الوزر بالجزع، والدعاء للميت بالمغفرة، وللمصاب بجبر المصيبة .

والتعزية أخص من المأتم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٦ ،ص ٥ ،مادة " مأتم"حرف الميم)

[2] يعزى أهل المصيبة، كبارهم وصغارهم، ذكورهم وإناثهم، إلا الصبى الذى لا يعقل، والشابة من النساء ، فلا يعزيها إلا النساء ومحارمها، خوفا من الفتنة .ونقل ابن عابدين عن شرح المنية: تستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لا يفتن .وقال الدردير :وندب تعزية لأهل الميت إلا مخشية الفتنة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢ ،ص ٢٨٨ ،مادة " تعزية"حرف التاء)

[3] مدة التعزية :جمهور الفقهاء :على أن مدة التعزية ثلاثة أيام .واستدلوا لذلك بإذن الشارع فى الإحداد فى الثلاث فقط، بقوله صلى الله عليه وسلم :لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث، إلا على زوج :أربعة أشهر وعشرا وتكره بعدها؛ لأن المقصود منها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور عربی زبان میں ''ماتم'' مرد اور عورت میں سے کسی کے فوت ہونے کے موقع پر جمع ہونے کو کہا جاتا ہے۔ [1]

شافعیہ اور حنابلہ اور بہت سے حنفیہ کے نزدیک کسی کے فوت ہونے کے بعد، بطور ماتم کے جمع ہونا مکروہ وممنوع ہے، بطورِ خاص جبکہ اس میں رونا پیٹنا، اور نوحہ وغیرہ کرنا ہو، تو پھر ناجائز وحرام ہے، البتہ تعزیت کا عمل اس سے جدا چیز ہے، جس کا پہلے ذکر ہوا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

سكون قلب المصاب، والغالب سكونه بعد الثلاثة، فلا يجدد له الحزن بالتعزية، إلا إذا كان أحدهما (المعزى أو المعزى) غائبا، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة، فإنه يعزيه بعد الثلاثة.

وحكى إمام الحرمين وجها وهو قول بعض الحنابلة :أنه لا أمد للتعزية، بل تبقى بعد ثلاثة أيام؛ لأن الغرض الدعاء ، والحمل على الصبر، والنهى عن الجزع، وذلك يحصل على طول الزمان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١٢ ،ص ٢٨٨ ،مادة " تعزية"حرف التاء)

[1] مأتم:التعريف:المأتم فى اللغة :مجتمع الرجال والنساء فى الغم والفرح، ثم خص به اجتماع النساء للموت، وقيل :هو للشواب من النساء لا غير، والعامة تخصه بالمصيبة.

والمأتم عند الفقهاء هو :اجتماع الناس فى الموت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٣٦،ص ٥ ،مادة " مأتم"حرف الميم)

[2] الحكم الإجمالى:

يرى الشافعية والحنابلة وكثير من متأخرى الحنفية كراهة المأتم .

جاء فى المجموع :وأما الجلوس للتعزية فنص الشافعى وسائر الأصحاب على كراهته، قالوا :يعنى بالجلوس لها أن يجتمع أهل الميت فى بيت فيقصدهم من أراد التعزية، قالوا :بل ينبغى أن ينصرفوا فى حوائجهم، فمن صادفهم عزاهم، ولا فرق بين الرجال والنساء فى كراهة الجلوس لها، قال الشافعى فى الأم :وأكره المأتم وهى الجماعة، وإن لم يكن لهم بكاء فإن ذلك يجدد الحزن ويكلف المؤنة .

وقال البهوتى :ويكره الجلوس لها أى للتعزية، بأن يجلس المصاب فى مكان ليعزوه، أو يجلس المعزى عند المصاب للتعزية، لما فى ذلك من استدامة الحزن، وقال نقلا عن الفصول :يكره الاجتماع بعد خروج الروح لتهييجه الحزن .

وقال ابن عابدين نقلا عن الإمداد :وقال كثير من متأخرى أئمتنا :يكره الاجتماع عند صاحب البيت، ويكره له الجلوس فى بيته حتى يأتى إليه من يعزى، بل إذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بأمره .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

البتہ بہت سے اہلِ تشیّع حضرات کے نزدیک محرم کے موقع پر ماتم کیا جاتا ہے، اور تعزیہ بھی نکالا جاتا ہے، جبکہ بعض اہلِ تشیع اس کے خلاف بھی ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعند المالكية وبعض الحنفية :يجوز أن يجلس الرجل للتعزية كما فعل النبى -صلى الله عليه وسلم -حين جاء خبر جعفر، وزيد بن حارثة، وعبد الله بن رواحة، ومن قتل معهم -رضى الله عنهم -بمؤتة. وواسع كونها قبل الدفن وبعده، والأولى عند رجوع الولى إلى بيته ، وقال المالكية :كره اجتماع نساء لبكاء سرا، ومنع جهرا كالقول القبيح مطلقا .

وذهب الحنفية إلى أنه يجوز الجلوس للمصيبة ثلاثة أيام، وهو خلاف الأولى، ويكره فى المسجد ، وفى الأحكام عن خزانة الفتاوى :الجلوس فى المصيبة ثلاثة أيام للرجال جاء ت الرخصة فيه، ولا تجلس النساء قطعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص٥،و ص٦ ،مادة " مأتم"حرف الميم)

[1] تعزیہ کی آٹھ صورتیں بتائی جاتی ہیں:

(1)تعزیہ(2)ضریح(3)مہندی(4)ذوالجناح(5)تابوت(6)علَم(7)براق(8)تخت۔

جن کی تفصیل یہ ہے۔

(1).....تعزیہ: دراصل لکڑی کی پھچیوں اور رنگین کاغذوں کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے جس کی ساخت اور گنبد و مینار وغیرہ ان کے گمان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی طرح ہوتے ہیں اور اس کے اندر کاغذ کی دو قبریں بنائی جاتی ہیں۔

(2).....ضریح: روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کے اس حصہ کا نام ہے جن پر دو قبریں بنی ہوتی ہیں، ضریح اور تعزیہ میں بہت تھوڑا فرق ہے، تعزیہ پورے روضہ کی شبیہ کو کہتے ہیں اور ضریح صرف ایک خاص حصہ کا نام ہے، اس میں عام طور پر گنبد و مینار ہوتے ہیں، مگر تعزیہ کی طرح ضریح کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔

(3).....مہندی: اس کی شکل کشتی کی طرح ہوتی ہے اور یہ ۷/محرم کو جلوس کی شکل میں اٹھائی جاتی ہے، بتایا جاتا ہے کہ حضرت قاسم کی شادی کی یادگار ہے۔

(4).....ذوالجناح: گھوڑے کی شکل ہے اس کی نسبت اس گھوڑے کی طرف کی جاتی ہے جس پر بیٹھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی تھی اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل دے کر اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے اور اس میں گھوڑے کی لگام، زرہ، بکتر سب آلاتِ حرب ہوتے ہیں اور اس گھوڑے کی جھول پر سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں ذوالجناح اس گھوڑے کی یادگار ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے بقول میدان کربلا سے تنہا واپس ہوا تھا۔

(5).....تابوت: اس پالنے کی تصویر بنائی جاتی ہے جس میں علی اصغر لیٹے تھے یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے جو شیر خواری کی حالت میں کوفہ کے غدار تیر اندازوں کے تیروں سے شہید ہوئے تھے، اس پالنے میں بھی سرخ رنگ کے نشانات ہوتے ہیں۔

(6).....علَم: حضرت عباس کی یاد میں نکالا جاتا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں جنرل تھے اور شہید ہو گئے تھے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر اہلُ السنۃ والجماعۃ اس کے قائل نہیں، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک تعزیہ کے ساتھ کوئی ایسی حرکت کرنا جائز نہیں، جو خلافِ شریعت ہو، یا اس سے اس تعزیہ کی عبادت لازم آتی ہو، مثلاً تعزیہ کو سجدہ کرنا، مرادیں اور دعائیں مانگنا، اپنی حاجات طلب کرنا اور اس کو حاجت روا اور عالمُ الغیب وغیرہ سمجھنا، نذریں چڑھانا، بوس وکنار کرنا، دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہونا، ان پر فاتحہ وغیرہ دلانا، بیماری سے شفایابی کے لئے ان پر بیٹھنا، یا ان کے نیچے سے گزرنا، وغیرہ وغیرہ، کیونکہ ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں بلکہ کسی بھی غیرُ اللہ کی عبادت، اور اس کے ساتھ اس طرح کا تعلق اسلام میں جائز نہیں، سوائے اس عمل کے جو خود شریعت میں ثابت ہو۔

قرآن مجید کی سورہ صافات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا تَنْحِتُوْنَ. وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ (سورة الصآفات، رقم الآيات ٩٥، و ٩٦)

ترجمہ: کیا عبادت کرتے ہو تم اللہ کے بجائے ان چیزوں کی، جن کو بناتے ہو تم، اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور ان چیزوں کو جو بناتے ہو تم (یعنی بت) (سورہ صافات)

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (سورة الانبياء، رقم الآية ٢١)

ترجمہ: کیا بنالیا انہوں نے معبود، زمین میں سے کہ وہ زندہ کرکے اٹھا سکتے ہیں (یعنی وہ کسی کو زندہ کرکے اٹھانے پر قادر نہیں) (سورہ انبیاء)

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(7)..... براق: اس کی شکل بھی گھوڑے کی طرح ہوتی ہے اور اس کے دھڑ میں ایک انسانی چہرہ لگا دیا جاتا ہے۔

(8)..... تخت: یہ ساتویں محرم کو حضرت قاسم ہی کی شادی کی یاد تازہ کرنے کے لئے اپنے گھروں میں رکھا جاتا ہے (ماخوذ از: ''تعزیہ داری'' بتغیر)

www.idaraghufran.org

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ (سورة النحل، رقم الآيات ٢٠، ٢١)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پکارتے ہیں، اللہ کے علاوہ کو، نہیں پیدا کر سکتے وہ، کچھ بھی، اور (خود) انہیں کو پیدا کیا گیا ہے، مردہ ہیں، زندہ نہیں ہیں (سورہ نحل)

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ١٩٧)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ پکارتے ہو تم اللہ کے علاوہ کو، نہیں استطاعت رکھتے وہ تمہاری نصرت کی، اور نہ اپنے آپ کی نصرت کر سکتے وہ (سورہ اعراف)

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ، فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (سورة بنى اسرائيل، رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: کہہ دیجئے آپ! کہ پکارو تم ان لوگوں کو کہ گمان کرتے ہو تم اس (اللہ) کے علاوہ کو، تو نہیں مالک ہوں گے وہ تکلیف دور کرنے کے تم سے اور نہ (مالک ہوں گے وہ تمہاری) حالت بدلنے کے (سورہ بنی اسرائیل)

سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (سورة يونس، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں وہ، اللہ کے علاوہ، ان (معبودانِ باطلہ) کی، جو نہ ضرر پہنچا سکتے ان کو، اور نہ نفع پہنچا سکتے ان کو، اور کہتے ہیں وہ کہ (معبودانِ باطلہ) شفاعت کنندہ ہیں ہمارے، اللہ کے نزدیک (سورہ یونس)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اس کے ساتھ عبادت کا

کوئی برتاؤ کرنا، خواہ اسی درجہ میں ہو کہ اس کو وسیلہ اور ذریعہ سمجھا گیا ہو، یہ جائز نہیں۔

سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلاً جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۝ فَنَسِيَ ۝ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلاً ۝ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝ (سورۃ طٰہٰ، رقم الآیات ۸۸ تا ۸۹)

ترجمہ: پس نکالا اس (سامری) نے ان (لوگوں) کے لئے ایک بچھڑا، جو جسم تھا، اس کی آواز تھی، پس کہا انہوں نے کہ یہ معبود ہے تمہارا، اور معبود ہے موسیٰ کا پس بھول گئے وہ (موسیٰ) کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے کہ نہیں لوٹا تا وہ (بچھڑا) ان کی طرف کسی قول کو، اور نہیں مالک ہے وہ (بچھڑا) ان کے لئے کسی ضرر کا اور نہ کسی نفع کا (سورہ طٰہٰ)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۷۵) [1]

ترجمہ: نذر (ومنت) تو وہ ہوتی ہے، جس کے ذریعہ سے اللہ عزوجل کی رضاء کو حاصل کیا جائے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ خلافِ شریعت نذر ومنت، جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہوتی ہو، وہ نذر، یا منت کہلائے جانے کے قابل نہیں۔

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهٗ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهٗ، فَقَالَ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

إِنِّیْ أَعْلَمُ أَنَّکَ حَجَرٌ، لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۵۹۷، کتاب الحج، باب ما ذکر فی الحجر الأسود)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اور اس کو بوسہ دیا، پھر فرمایا کہ بے شک میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے، اور نہ نفع، اور اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا، تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا، نعوذ باللہ! اس کی عبادت کرنے کے طور پر، اور اس کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر نہیں ہوتا، جیسا کہ غیر مسلم لوگ، پتھروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سنت کے طور پر ہوتا ہے، اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت نہ ہوتا، تو پھر حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی جائز نہ ہوتا، اور تعزیہ کے ساتھ اس طرح کا سلوک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، بلکہ خود تعزیہ بنانا بھی ثابت نہیں، اس لئے اس کے ساتھ بھی اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس کی حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صحیح، سچی اور مکمل نسبت ہو، مثلاً کوئی سواری ایسی ہو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ واقعتاً اسی پر سوار ہوئے ہوں، یا کوئی لباس، یا جوتا وغیرہ ایسا ہو کہ جس کو واقعتاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے استعمال فرمایا ہو، تو وہ چیز قابلِ محبت اور قابلِ احترام ہوگی، مگر کوئی غیر شرعی حرکت اس کے ساتھ کرنا جائز نہ ہوگا، لیکن جس چیز کو یہ نسبت حاصل نہ ہو، بلکہ وہ چیز کوئی اور ہو، یا اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا گیا ہو، اس کو یہ درجہ بھی حاصل نہیں ہوتا، پھر اس کے ساتھ غیر شرعی حرکت کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے، جیسا کہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی شبیہ بنا کر اس کے ساتھ اصل روضۂ اقدس کی طرح کا برتاؤ کرے، ظاہر ہے کہ وہ جائز نہیں ہوگا،

اور اگر اس طرح کی شبیہ کو سجدہ کرے، یا اس کے ساتھ اور کوئی اسی طرح کی حرکت کرے، تو یہ بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا، کیونکہ اس طرح کے افعال اصل روضۂ اقدس کے لئے بھی جائز نہیں، پھر تعزیہ کے ساتھ کس طرح سے ایسے کام جائز ہو سکتے ہیں۔

محرم کے دنوں میں اس انداز میں شہادتِ حسین کے قصے سننا، اور سنانا بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک منع ہیں کہ جس سے غم تازہ ہوتا ہو۔ [1]

البتہ محرم کے حوالہ سے ہونے والی قابلِ اصلاح باتوں کے لئے اگر حکمت کے ساتھ ان دنوں میں بھی وعظ، خطبات وبیانات کے ذریعے روشنی ڈالی جائے، تو نہ صرف جائز، بلکہ مفید ہے، جب کہ کوئی اور خرابی شامل نہ ہو، کیونکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حصہ ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول اور آداب کا لحاظ رکھا جائے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''محرم میں جو لوگ شہادت نامے پڑھتے ہیں، یہ مقصودِ حق کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ اس میں تجدیدِ غم ہے، اور حق تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ واقعۂ غم سے سبق حاصل کرکے، پھر اس کو کم کیا جائے، نہ یہ کہ ہر سال تازہ کیا جائے، اور سبق حاصل کرنے کے لئے اس کی اجمالی یاد، گو بلا قصد ہو کافی ہے، جس میں نہ تفصیلِ واقعات پڑھنے کی ضرورت ہے، نہ ماہِ محرم کی تخصیص کی ضرورت ہے، نہ سامانِ اظہار کی ضرورت ہے۔

اجمالی قصہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام مع اپنے خاندان کے میدانِ کربلا میں یزید کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے، اور جماعتِ یزید آپ کو بیعت پر مجبور کرتی تھی، آپ کے نزدیک یزید کو خلافت سے معزول کرنا واجب تھا، اسی کا سامان کرنے آپ کوفہ جا رہے تھے کہ وہاں جماعتِ یزید کا مقابلہ ہو گیا، اور جن لوگوں نے امداد کا وعدہ کیا تھا، وہ سب اپنی بات سے پھر گئے، آپ اپنی بات پر جمے رہے، آخر کار آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ دین کے کام میں اگر ایک شخص اپنے نزدیک حق پر ہو، تو اسے کسی کی مخالفت کا خوف نہ کرنا چاہئے، چاہے سارے مسلمان اس کا ساتھ چھوڑ دیں، اور کچھ لوگ جان وآبرو کے بھی درپے ہو جائیں، دین کے مقابلے میں اس کی پرواہ نہ کرنا چاہئے، آخر موت ایک دن آئے ہی گی، پھر دین پر جم کر آجائے تو اس سے کیا بہتر ہے'' (وعظ ''حقیقت الصبر''، مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت ج۹ ص۶۸، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رجب ۱۴۳۰ھ)

www.idaraghufran.org

بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (سورۃ النحل، رقم الآیۃ ۱۲۵)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ (یعنی دین) کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلائیے (سورۂ نحل)

پس ایسے طریقہ سے بچنا ضروری ہے، جس سے خواہ مخواہ غم تازہ اور دوبالا ہوتا ہو، اور بزدلی پیدا ہوتی ہو، جیسا کہ محرم کے دنوں میں شہادتِ حسین کے قصے اور مرثیے پڑھنے اور سننے اور منانے سے ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔[1]

(9)..... گناہوں کی مجالس اور مواقع میں شرکت وحاضری

اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جس مجلس میں غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کیا جائے، مثلاً نوحہ وماتم کیا جائے، تعزیہ کے ساتھ غیر شرعی حرکات کی جائیں، یا وہاں شہادت کے قصے اور مرثیے پڑھ کر غم کو دوبالا کیا جائے، یا غیر مستند واقعات بیان کیے جائیں، یا اس میں بے پردگی وغیرہ کا

---

[1] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ کربلا کے واقعہ کے وقت تو لوگوں کو غم پیش آیا تھا، لہٰذا اگر اب بھی ہر سال غم کیا جائے، تو کیا حرج ہے، اس کا جواب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ:

''قاعدہ ہے کہ ظہورِ حادثہ کے وقت طبعی غم بلا اختیار ہوا کرتا ہے، اور امرِ غیر اختیاری میں انسان معذور ہے، لیکن جب طبعی غم کی حد گزر جائے، اس کے بعد غم کو لے کر بیٹھنا یہ مذموم (بُرا) ہے، بس اب اس کی حکمتوں پر نظر کرنا چاہئے۔ اس فرق کو ایک مثال میں سمجھئے، مثلاً ایک شخص ڈاکٹر سے خود کہے کہ میرا آپریشن کردو، اس کے لئے وہ ڈاکٹر کو فیس بھی دیتا ہے، اس کی خوشامد بھی کرتا ہے، مگر آپریشن کے وقت اس کے منہ سے آہ اور چیخ بھی نکلتی ہے۔ کیا آپ اس شخص کو اس آہ پر کچھ ملامت کریں گے؟ ہرگز نہیں، آخر کیوں؟ محض اس وجہ سے کہ یہ غیر اختیاری بات ہے۔ بس اسی طرح یہاں (واقعۂ کربلا کے بارے میں) سمجھئے کہ گو وقتِ وقوع (یعنی اگرچہ اس واقعہ کے پیش آنے کے وقت) بھی اس واقعہ کی حکمتیں عُقلاء کے پیشِ نظر ہوتیں، مگر اس وقت غیر اختیاری غم بھی ساتھ ساتھ ہوتا، اور اس میں وہ معذور ہوتے، لیکن اب جو ہم رنج وصدمہ ظاہر کرتے ہیں یہ عقلی غم ہے، طبعی نہیں، اور اس کی ممانعت ہے۔ جیسے مثالِ مذکور میں آپریشن ختم ہونے، اور زخم کے اچھا ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص آپریشن کا غم کرتا رہے، اور ہر سال اس پر ماتم کیا کرے، تو اس کو یقیناً سب لوگ بے وقوف کہیں گے، اور اس رنج وغم میں اسے کوئی معذور نہ کہے گا، طبعی رنج وغم کی ایک حد ہوتی ہے جب وہ حد پوری ہوجائے پھر طبعی رنج نہ ہوگا'' (وعظ ''حقیقت الصبر''، مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت، ج۹ ص۷۳، ناشر: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت: رجب ۱۴۳۰ھ)

ارتکاب کیا جائے، اس طرح کی مجلس میں شرکت، یا اس طرح کی مجالس ومحافل کی زیارت کرنا درست نہیں، اور اس میں اس گناہ کا تعاون بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ تماش بینوں کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو اس طرح کی حرکات کرنے کا زیادہ موقع حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور نہ تعاون کرو تم ایک دوسرے کا گناہ پر اور عدوان (یعنی زیادتی) پر (سورہ مائدہ)

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ ،يُكْفَرُ بِهَا ، وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا ،فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهٖ ، إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُم(سورة النساء، رقم الآية ١٤٠)

ترجمہ: اور بے شک نازل کیا اس (اللہ) نے تم پر کتاب میں (یہ حکم) کہ جب سنو تم اللہ کی آیات کو کہ انکار کیا جاتا ہے ان (آیات) کا، اور استہزاء کیا جاتا ہے ان (آیات) کا، پس نہ بیٹھو تم ان (لوگوں) کے ساتھ، یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں وہ (لوگ) دوسری بات میں، بے شک تم اس وقت ان کے مثل ہو گے (سورہ نساء)

سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ آيَاتِنَا، فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ، وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ٦٨)

ترجمہ: اور جب دیکھیں آپ ان لوگوں کو جو مشغول ہوتے ہیں، وہ ہماری آیات میں، پس اعراض کیجئے آپ ان سے، یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں وہ دوسری

بات میں، اور اگر بھلا دے آپ کو شیطان، تو نہ بیٹھئے آپ یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ (سورہ انعام)

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (سورة الزخرف، رقم الآية ٨٣)

ترجمہ: پس چھوڑ دیجئے آپ ان کو، مشغول ہو جائیں وہ، اور کھیلیں وہ، یہاں تک ملاقات کرلیں کہ وہ اپنے اس دن سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے، ان سے (سورہ زخرف)

سورہ معارج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ (سورة المعارج، رقم الآية ٤٢)

ترجمہ: پس چھوڑ دیجئے آپ ان کو، ان کو بے ہودہ گوئی کرنے اور کھیلنے دیجیے، یہاں تک کہ ملاقات کرلیں وہ اپنے اس دن سے، جس کا وعدہ کیا جاتا ہے، ان سے (سورہ معارج)

سورہ مزمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا (سورة المزمل، رقم الآية ١٠)

ترجمہ: اور صبر کیجئے آپ ان باتوں پر جو کہتے ہیں وہ، اور چھوڑ دیجئے آپ ان کو اچھے طریقہ پر (سورہ مزمل)

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ ،وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ،

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ (سورة القصص، رقم الآية ٥٥)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں وہ (اللہ کے نیک بندے) لغو کو، تو اعراض کرتے ہیں وہ اس (لغو) سے، اور کہتے ہیں وہ کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، سلام ہو تم پر، نہیں پیچھے پڑتے ہم جاہلوں کے (سورہ قصص)

سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآية ٣)

ترجمہ: اور وہ لوگ (فلاح پانے والے) وہ ہیں، جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں (سورہ مومنون)

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ. إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (سورة بنى اسرائيل، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: اور نہ ٹھہریئے آپ، اس چیز پر کہ نہیں ہے آپ کے لئے اس کا کوئی علم، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا (بنی اسرائیل)

اس طرح کی آیات سے گناہ کے مواقع اور مجالس میں شرکت وحاضری اور ان کو دیکھنے، سننے سے دور رہنے اور بچنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] هجر مكان المعصية:

قال العلماء :مجالسة أهل المنكر لا تحل، وقال ابن خويز منداد :من خاض فى آيات الله تركت مجالسته وهجر، مؤمنا كان أو كافرا، واستدلوا بقوله تعالى :(وإذا رأيت الذين يخوضون فى آياتنا فأعرض عنهم حتى يخوضوا فى حديث غيره وإما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين . ولقوله تعالى :(وقد نزل عليكم فى الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره إنكم إذا مثلهم .

قال القرطبى :فدل بهذا على وجوب اجتناب أصحاب المعاصى إذا ظهر منهم منكر؛ لأن من لم يجتنبهم فقد رضى فعلهم، والرضا بالكفر كفر. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی وجہ سے شراب پینے کے مواقع سے بچنے کا کئی احادیث میں حکم آیا ہے، کیونکہ شراب نوشی بھی گناہ ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَقْعُدْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٤٦٥١) [1]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے کہ جس پر خمر (وشراب) پی جارہی ہو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الجصاص :وفی هذه الآية دلالة علی وجوب إنكار المنكر علی فاعله، وأن من إنكاره إظهار الكراهية إذا لم يمكنه إزالته وترک مجالسة فاعله والقيام عنه حتی ينتهی ويصير إلی حال غيرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲ ص ۱۷۶، مادة "هجر")

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ ای قم من عندهم ولا تجالسهم والمقصود التحذير عن دينهم ومجالستهم (التفسير المظهری، ج۳ص ۲۵۱، ۲۵۲، سورة الانعام، تحت رقم الآية ۶۸)

[1] وقوله :وقد نزل عليكم فی الكتاب أن إذا سمعتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتی يخوضوا فی حديث غيره إنكم إذا مثلهم، أی إنكم إذا ارتكبتم النهی بعد وصوله إليكم ورضيتم بالجلوس معهم فی المكان الذی يكفر فيه بآيات الله ويستهزأ وينتقص بها وأقررتموهم علی ذلک، فقد شاركتموهم فی الذی هم فيه، فلهذا قال تعالی :إنكم إذا مثلهم فی المأثم، كما جاء فی الحديث من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يجلس علی مائدة يدار عليها الخمر والذی أحيل عليه فی هذه الآية من النهی فی ذلک هو قوله تعالی فی سورة الأنعام، وهی مكية وإذا رأيت الذين يخوضون فی آياتنا فأعرض عنهم(تفسير ابنِ كثير، ج۲ ص۳۸۵، سورة النساء)

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره، وبعضه صحيح(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

الْخَمْرُ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۷۷۹، ج۴ص ۳۲۰، کتاب الأدب) [۱]

ترجمہ: اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر خمر (وشراب) کا دَور چل رہا ہو (حاکم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا يَقْعُدَنَّ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۵) [۲]

ترجمہ: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے کہ جس پر خمر (وشراب) کا دَور چل رہا ہو (مسند احمد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَطْعَمَيْنِ: اَلْجُلُوْسِ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ أَوْ يَأْكُلُ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلٰى بَطْنِهٖ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۱۷۱، ج۴ص ۱۴۳، کتاب الاطعمة) [۳]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے کھانوں کی جگہ سے منع فرمایا، ایک تو ایسے دسترخوان پر بیٹھنے سے کہ جس پر خمر (وشراب) پی جارہی ہو، دوسرے آدمی کے پیٹ کے بل اوندھا ہو کر کھانے سے (حاکم)

---

[۱] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه.
وقال الذهبی: علی شرط مسلم.

[۲] قال شعیب الارنؤوط:
حسن لغیره (حاشیة مسند احمد)

[۳] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه.
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

www.idaraghufran.org

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس کے علاوہ گناہ کی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے اس کے کچھ نہ کچھ بُرے اثرات انسان پر ضرور پڑتے ہیں، جس طرح سے اچھی مجالس اور مواقع میں حاضر ہونے سے کچھ نہ کچھ اچھے اثرات پڑتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيْرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيْهِ، أَوْ تَجِدُ رِيْحَهُ، وَكِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۱۰۱، كتاب البيوع، باب فی العطار وبيع المسک)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے، جیسے مشک والا اور لوہار کی بھٹی، پس مشک والے کے پاس سے تم بغیر فائدے کے واپس نہ ہوگے، یا تو اسے خریدو گے، یا اس کی خوشبو کو پاؤ گے، اور لوہار کی بھٹی تمہارے بدن کو، یا تمہارے کپڑے کو جلا دے گی، یا تم اس کی بدبو سونگھو گے (بخاری)

پھر بُرائی اور گناہ کے بارے میں یہ حکم ہے کہ کم از کم اس کو دل سے برا سمجھے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ

[1] عن مكحول الشامی، سمعت أبا هريرة، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقعد على مائدة يشرب عليها الخمر (مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۳۴۶۹)

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۴۹"۷۸" ج ۱ ص ۶۹، كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان الخ)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص منکر (گناہ وبُرائی) کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت وقدرت نہ ہو (جیسا کہ حکمرانوں کے علاوہ عوام کی حالت ہے) تو اپنی زبان سے بدل دے، اور اگر اس کی بھی طاقت وقدرت نہ ہو، تو اپنے دل سے بدل دے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰى مُنْكَرًا فَغَيَّرَهٗ بِيَدِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِيَدِهٖ، فَغَيَّرَهٗ بِلِسَانِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّغَيِّرَهٗ بِلِسَانِهٖ، فَغَيَّرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ بَرِءَ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (سنن النسائى، رقم الحديث ۵۰۰۹، كتاب الايمان وشرائعه، باب تفاضل اهل الايمان)

ترجمہ: جو شخص کسی منکر (وبرائی) کو دیکھے، پھر اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، تو وہ بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنے ہاتھ سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے، اور وہ اس منکر کو اپنی زبان سے بدل دے (یعنی زبان سے نہی عن المنکر کردے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا، اور جو شخص اپنی زبان سے اس کو بدلنے کی طاقت نہ رکھے، اور وہ اپنے دل سے اس منکر (وبرائی) کو بدل دے (یعنی دل سے اس منکر کو برا اور غلط سمجھے) تو وہ بھی بریٔ الذمہ ہوگیا، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (نسائی)

اور گناہ کی مجالس اور مواقع میں بلا عذر شریک ہونا، اسے پسند کرنے کی علامت ہے، جو کہ گناہ ہے۔

اور اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے کسی گناہ کے مقام پر موجود ہو، مثلاً وہ کسی کام سے وہاں گیا ہو، یا کوئی وہاں سرکاری سطح پر اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہو، لیکن وہ گناہ کو دل سے بُرا سمجھے، تو وہ گناہ سے بری ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيْئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا. وَقَالَ مَرَّةً أَنْكَرَهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۴۳۴۵، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے، تو جو شخص (کسی مجبوری سے) وہاں موجود ہو، مگر وہ اس کو ناپسند سمجھے، یا اس کا انکار کرے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود نہ ہو، اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو، لیکن اس گناہ کو پسند کرے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ وہاں موجود ہو (ابوداؤد)

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ گناہ کی مجالس میں شرکت ممنوع ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مروجہ نوحہ اور ماتم کا گناہ ہونا پہلے شرعی دلائل سے معلوم ہو چکا، لہٰذا اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اس طرح کی مجالس میں شرکت بھی ممنوع ہوگی، فقہائے کرام نے نوحہ خوانی کے سننے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، خواہ وہ براہِ راست سنا جائے، یا کسی واسطہ سے۔ [2]

اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گناہ والی مجلس میں صرف شرکت کی جائے، اور اگر وہاں جا کر خود

---

[1] قال شعیب الارنؤط:
إسناده حسن من أجل أبی بکر (حاشیة سنن ابی داود)

[2] د -الاستماع للنیاحة:
عن أبی سعید الخدری -رضی الله عنه -قال :لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم النائحة والمستمعة قال القاری :المراد بالمستمعة فی الحدیث هی التی تقصد السماع ویعجبها، کما أن المستمع للمغتاب یکون شریکا له فی الوزر، والمستمع لقاءر القرآن یکون شریکا له فی الأجر(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۲، ص۵۸، مادة "نیاحة" حرف النون)

www.idaraghufran.org

ان گناہوں میں بھی مبتلا ہوا جائے، تو اس کے ناجائز اور شدید گناہ ہونے میں شبہ نہیں۔

اور فقہائے کرام نے نوحہ اور مروجہ ماتم وغیرہ کرنے پر اجرت اور معاوضہ لینے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ [1]

ملحوظ رہے کہ فقہائے کرام نے مسلمانوں کے حکمران کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو نوحہ کرنے پر نصیحت کرے، اور بعض حضرات نے حکمران کے لئے اس عمل پر لوگوں، اور اس کی رعایا کو زجر وتعزیر کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ [2]

---

[1] هـ -الإجارة على النياحة وكسب النائحة :اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز الاستئجار على المعاصي، كاستئجار النائحة للنوح؛ لأنه استئجار على منفعة غير مقدورة الاستيفاء شرعا، فلا تصح الإجارة على النياحة، وتقع باطلة، ولا تستحق أجرة عليها، فإن أخذتها النائحة كانت كسبا محرما خبيثا، ويجب عليها أن ترده على أربابه إن علموا، وإلا وجب عليها التصدق به.

لكن الحنفية قصروا هذا الحكم على حالة اشتراط الأجرة في العقد، فإن أعطيت النائحة شيئا من غير شرط فهو لها، لكنهم قالوا :المعروف كالمشروط، فلا يحل لها ما تأخذه إذا كانت العادة جارية على إعطاء النوائح أجرا على نياحتهن من غير شرط، قال ابن عابدين :وهذا مما يتعين الأخذ به في زماننا لعلمهم أنهم لا يذهبون إلا بأجر.

ثم قال الحنفية :لا تحرم الإجارة على كتابة النوح؛ لأن الممنوع هو النوح نفسه لا كتابته.

وذهب الحنابلة إلى تحريم الإجارة على كتابة النوح؛ لأنها انتفاع بمحرم، فلا يجوز (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲،ص۵۸،مادة "نياحة"حرف النون)

(والمستمعة) أي :التي تقصد السماع ويعجبها، كما أن المستمع والمغتاب شريكان في الوزر، والمستمع والقارء مشتركان في الأجر(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۲۳۷،كتاب الجنائز،باب البكاء على الميت)

[2] ج -عقوبة النائحة:

لما كانت النياحة على الميت محرمة فإنه يجب على الإمام أو من يقوم مقامه عند جمهور العلماء أن يزجر عنها ويعاقب عليها بعقوبات تعزيرية، فقد روى عن عمر -رضى الله عنه " -أنه كان يضرب عليها بالعصا ويرمى بالحجارة ويحثى بالتراب " وروى الأوزاعي أن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه " -أمر بضرب نائحة، فضربت حتى بدا شعرها، فقيل له :يا أمير المؤمنين، إنه قد بدا شعرها، فقال :لا حرمة لها، إنما تأمر بالجزع وقد نهى الله عنه، وتنهى عن الصبر وقد أمر الله به، وتفتن الحي وتؤذى الميت، وتبيع عبرتها، وتبكى شجو غيرها، إنها لا تبكى على ميتكم، وإنما تبكى لأخذ دراهمكم .

ولكن بعض العلماء ذهبوا إلى أنه لا يعاقب بالضرب على النياحة، وإنما تمنع النائحة من الاستمرار،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ظاہر ہے کہ زجر وتعزیر حکومت کا کام ہے، اور عام انسانوں کو بشرطِ قدرت زبان سے حکمت ونرمی اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ نہی عن المنکر پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے، اور اس پر قدرت نہ ہو، یا کوئی فتنہ لازم آتا ہو، تو صرف دل سے گناہ سمجھنے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ [1]

آج کل بعض سنی لوگ زور زبردستی کر کے نوحہ، ماتم وغیرہ سے اہلِ تشیع کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر اس کے نتیجہ میں کئی قسم کے فسادات رونما ہوتے ہیں، اور جانی ومالی نقصانات سامنے آتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ طریقہ احادیث کی روشنی میں نامناسب طریقہ ہے، ایسی صورت میں اس گناہ کو دل سے برا سمجھنے، اور خود سے گناہ کرنے، اور اس طرح کی مجالس میں شرکت سے عملی طور پر بچنے پر اکتفاء کرنے میں ہی عافیت اور سلامتی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتنصح بعدم العود، وإلا نفيت من البلد ، واستدل القارى على عدم جواز الضرب بما روى ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه لما ماتت زينب (وفى رواية رقية) ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، بكت النساء ، فجعل عمر يضربهن بسوطه، فأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده، وقال :مهلا يا عمر، ثم قال :ابكين وإياكن ونعيق الشيطان، ثم قال :إنه مهما كان من العين والقلب فمن الله ومن الرحمة، وما كان من اليد واللسان فمن الشيطان ، قال القارى :فيه إشعار أنه لا يجوز الضرب على النياحة، بل ينبغى النصيحة، ولذلك أخذ بيده وقال له :(مهلا) ، أى أمهلهن . ونص ابن تيمية على وجوب النهى عن النياحة، فإن لم ترتدع النائحة وجب عقابها بما يزجرها؛ لأنها من المعاصى، ولما فيها من أذية الميت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲ص۵۷، ۵۸، مادة "نياحة"حرف النون)

[1] قال العلماء: الأمر بالمعروف باليد على الأمراء، وباللسان على العلماء، وبالقلب على الضعفاء، يعنى عوام الناس(تفسير القرطبى ج۴ص ۴۹،سوره آلِ عمران ، تحت رقم الآية ۲۱)

ينبغى لمن يتصدى لتغيير المنكر أن يأخذ نفسه بما يحمد قولا وفعلا، وأن يتحلى بمكارم الأخلاق حتى يكون عمله مقبولا، وقوله مسموعا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ص ۲۹۴، مادة "رفق")

[2] وقد قال العلماء رحمة الله عليهم إن التغيير باليد متعين على الأمراء وباللسان متعين على العلماء وبالقلب متعين على غيرهما، وما قالوه هو فى غالب الحال، وإلا فقد نجد كثيرا منه يتعين تغييره باليد على غير الأمير وغير العالم فضلا عنهما.

وإذا كان الأمر كذلك فينقسم التغيير بالنسبة إلى العالم قسمين: قسم يتغير باليد، وقسم يتغير باللسان، والشاذ النادر الذى يتعين عليه بالقلب.

وقد نقل ابن رشد – رحمه الله تعالى –فى البيان والتحصيل ما هذا لفظه إن الأمر بالمعروف والنهى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

احادیث میں صراحتاً بھی ایسے مواقع پر اسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کا حکم آیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- إِذْ ذَكَرَ الْفِتْنَةَ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوْا هٰكَذَا. وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ قَالَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ قَالَ اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ (سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۴۳۴۳، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۸۶۶؛ مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۸۷؛ معرفة الصحابه لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۳۵۹) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن المنكر واجب على كل مسلم بثلاثة شروط:

أحدها: أن يكون عارفا بالمعروف والمنكر؛ لأنه إن لم يكن عارفا بهما لم يصح له أمر ولا نهى إذ لا يأمن من أن ينهى عن المعروف ويأمر بالمنكر لجهله بحكمهما وتتميز كل منهما عن الآخر.

والثانى: أن لا يؤدى إنكاره المنكر إلى منكر أكبر منه مثل أن ينهاه عن شرب الخمر فيؤول نهيه عن ذلك إلى قتل نفس وما أشبه ذلك؛ لأنه إذا لم يأمن ذلك لم يجز له أمر ولا نهى.

والثالث: أن يعلم أو يغلب على ظنه أن إنكاره المنكر مزيل له، وأن أمره مؤثر ونافع؛ لأنه إذا لم يعلم ذلك ولا غلب على ظنه لم يجب عليه أمر ولا نهى.

فالشرطان: الأول والثانى مشترطان فى الجواز والشرط الثالث مشترط فى الوجوب فإذا عدم الشرط الأول والثانى لم يجز أن يأمر ولا ينهى، وإذا عدم الشرط الثالث ووجد الشرط الأول والثانى جاز له أن يأمر وينهى ولم يجب ذلك عليه (المدخل لابنِ الحاج، الجزء الاول ص ۷۰، ۷۱، فصل فى العالم وكيفية نيته)

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص :صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح .وهذا إسناد حسن من أجل يونس بن أبى إسحاق السبيعى، لكن الحديث صحيح بالأسناد السابق(حاشية سنن ابى داوٗد)

وقال ايضاً: إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح غير هلال بن خبّاب، فقد روى له أصحاب السنن، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے عہد (ومعاہدوں) کی خلاف ورزی ہو، اور لوگوں کی امانتوں کو ہلکا سمجھا جائے (یعنی اُن کی ادائیگی کی اہمیت دِلوں میں نہ رہے) اور لوگ اس طرح (ایک دوسرے میں خلط ملط) ہوجائیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں آپ کی طرف کھڑا ہوا، اور عرض کیا کہ ایسے وقت میں میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر کو لازم پکڑلو (یعنی اپنے گھر میں رہو) اور اپنی زبان کو اپنی ذات تک قابو میں رکھو، اور جو معروف (نیکی) دیکھو، اُسے اختیار کرو، اور جو منکَر (بُرا کام) دیکھو، اُسے چھوڑ دو، اور اپنے اوپر اپنی ذات کے معاملات لازم رکھو، اور عام لوگوں کے معاملات کو اپنے سے چھوڑ دو (یعنی دوسروں کے معاملات میں نہ پڑو) (ابوداؤد)

حضرت سحیم بن نوفل فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا اقْتَتَلَ الْمُصَلُّوْنَ قُلْتُ : وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ : وَكَيْفَ أَصْنَعُ، قَالَ : كُفِّ لِسَانَكَ وَأَخِفِّ مَكَانَكَ، وَعَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ ، وَلَا تَدَعْ مَا تَعْرِفُ لِمَا تُنْكِرُ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۸۶۰۵، کتاب الفتن، باب من کره الخروج فی الفتنة وتعوذ منها)

ترجمہ: تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جبکہ نمازی (یعنی دیندار لوگ) بھی ایک دوسرے کو قتل کریں گے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا ایسا بھی ہوگا؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب قتال

کریں گے، میں نے عرض کیا کہ (اگر میں وہ زمانہ پالوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اور اپنے مکان میں چُھپ جانا اور نیکی کے کام کرتے رہنا، اور کسی بُرائی کی وجہ سے کسی نیکی کو نہ چھوڑنا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيِ، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا، اِسْتَشْرَفَتْهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٩٥٩، باب ماجاء فى الفتن) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا) (ابنِ حبان)

معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں دوسروں سے اُلجھنا، اور ان کے معاملات میں پڑنا، مناسب طریقہ نہیں، بلکہ ایسے حالات میں سلامتی و عافیت والا راستہ یہ ہے کہ خود گناہوں سے بچتے ہوئے، ان سے علیٰحدگی اختیار کر کے اپنے گھروں میں رہیں، اور فتنوں کو جھانکیں بھی نہیں، یعنی ان کو دیکھنے سے پرہیز کریں۔

(10).....ایصالِ ثواب اور کھانا کھلانا و پانی پلانا

اسلام میں کسی کو کھلانے پلانے اور کسی زندہ یا فوت شدہ مسلمان کو نیک عمل کر کے ثواب

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

پہنچانے کی بڑی فضیلت ہے، جس میں کوئی شبہ نہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَيُّ الإِسْلَامِ خَيْرٌ؟ قَالَ :تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ

(صحيح البخاری، رقم الحديث ١٢، كتاب الايمان، باب: إطعام الطعام من الإسلام)

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کھانا کھلائیں، اور جان پہچان والے اور غیر جان پہچان والے کو سلام کریں (بخاری)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٤٨٥، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع) [1]

ترجمہ: اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور لوگوں کے سونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں) نماز پڑھو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (ترمذی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٧٨٤) [2]

ترجمہ: تم سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور صلہ رحمی کرو، اور لوگوں کے سونے کی

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھو، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (مسند احمد)

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، حَدِّثْنِيْ بِشَيْءٍ يُوْجِبُ لِيَ الْجَنَّةَ، قَالَ: يُوْجِبُ الْجَنَّةَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ (المعجم الكبير للطبرانی، ج ۲۲ ص ۱۸۰، رقم الحديث ۴۶۷) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی چیز بتا دیجئے، جو میرے لئے جنت کو واجب کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور سلام کا پھیلانا جنت کو واجب کرتا ہے (طبرانی)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرْفَةً يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى وَالنَّاسُ نِيَامٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۹۰۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے، جس کے اندر سے باہر کا حصہ، اور باہر سے اندر کا حصہ نظر آتا ہے، اللہ نے اس کو ان کے لئے تیار کر رکھا ہے، جو کھانا کھلاتا ہے، اور نرم بات کرتا ہے، اور پے در پے روزہ رکھتا ہے، اور لوگوں کے سوئے ہوئے ہونے کی حالت میں (یعنی رات کے وقت) نماز پڑھتا ہے (مسند احمد)

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني بإسنادين ورجال أحدهما ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۸۷۲، كتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام)

[2] قال شعيب الارنؤط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَكُوْنُوْا إِخْوَانًا، كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ص ۳۲۵۲،أبواب الأطعمة،باب إطعام الطعام) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سلام کو پھیلاؤ، اور کھانا کھلاؤ، اور بھائی بھائی ہو کر رہو، جس طرح تمہیں اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے (ابن ماجہ)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَأَطْيِبُوْا الْكَلَامَ(المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۹۴، رقم الحديث ۲۷۶۳) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابن ماجه)

[2] قال الالبانی: أطعموا الطعام، وأطيبوا الكلام ." رواه الطبرانی (۱/۲۷۵/۲)حدثنا القاسم بن محمد الدلال حدثنا مخول بن إبراهيم حدثنا كامل أبو العلاء عن عبد الله بن سليمان عن الحسن بن علی مرفوعا . قلت :وهذا إسناد ضعيف، الدلال هذا، ضعفه الدارقطنی، وذكره ابن حبان فی " الثقات "، وأخرج له الحاكم فی "المستدرک "، ومن فوقه ثقات غير عبد الله ابن سليمان فلم أعرفه .ثم رواه (۱/۲۹۴/۲)حدثنا أحمد بن عمرو القطرانی حدثنا زياد بن يحيی حدثنا أبو عتاب الدلال حدثنا عمرو بن ثابت حدثنی حبيب بن أبی ثابت عن الحسن مرفوعا قلت :وهذا إسناد ضعيف أيضا من أجل عمرو بن ثابت، فقد جزم بضعفه الحافظ وغيره وبقية رجاله ثقات، رجال مسلم غير القطرانی هذا فلم أجد له ترجمة، وحبيب مدلس وقد عنعنه . قلت :فلعل الحديث يتقوی بمجموع الطريقين، وهو قوی بما له من الشواهد، منها عن جابر قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم " :يمكنكم من الجنة، إطعام الطعام، يا بنی عبد المطلب، أطعموا الطعام وأطيبوا الكلام ."ذكره الهيثمی (۵/۱۷) وسقط من قلمه أو من الناسخ ذكر مخرجه، وقال " :وفيه عبد الله ابن محمد العبادی، ولم أعرفه، وبقية رجاله رجال الصحيح ."وعن مقدام بن شريح عن أبيه، عن جده قال " :قلت :يا رسول الله حدثنی بشیء يوجب لی الجنة، قال :يوجب الجنة إطعام الطعام، وإفشاء السلام "وفی رواية حسن الكلام ." قال الهيثمی " :رواه الطبرانی بإسنادين، ورجال أحدهما ثقات ."وعن أنس قال " :قال رجل للنبی صلی الله عليه وسلم علمنی عملا يدخلنی الجنة، قال : أطعم الطعام، وأفش السلام، وأطيب الكلام، وصل بالليل والناس نيام، تدخل الجنة بسلام ."قال: "رواه الطبرانی وفيه حفص بن أسلم وهو ضعيف "(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۴۶۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کھانا کھلاؤ، اور پاکیزہ کلام کرو (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُؤْمِنٍ: تَكْشِفُ عَنْهُ كَرْبًا، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخِي الْمُسْلِمِ فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ شَهْرَيْنِ فِي مَسْجِدٍ، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ، وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ، مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رِضًى، وَمَنْ مَشَى مَعَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى يُثْبِتَهَا لَهُ ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ، وَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ "(قضاء الحوائج لابنِ ابی الدنیا، رقم الحدیث ۳۶، باب فی قضاء الحوائج) [1]

ترجمہ: عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگوں میں اللہ کو سب سے زیادہ

---

[1] قال الالبانی:
أخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير(۲/۲۰۹/۳) "وابن عساكر فی "التاريخ (۱۸/۱/۲) "عن عبد الرحمن بن قيس الضبی أنبأنا سكين ابن أبی سراج أنبأنا عمرو بن دينار عن ابن عمر: " أن رجلا جاء إلى النبی صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله أی الناس أحب إلى الله وأی الأعمال أحب إلى الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " فذكره .وليس فيه الجملة التی بين المعكوفتين وليس عند ابن عساكر قوله: "ولأن أمشی " ...الخ.
قلت: وهذا إسناد ضعيف جدا سكين هذا اتهمه ابن حبان، فقال: " يروی الموضوعات ."وقال البخاری: " منكر الحديث ."وعبد الرحمن بن قيس الضبی مثله أو شر منه، قال الحافظ فی "التقريب " :"متروک، كذبه أبو زرعة وغيره ."
لكن قد جاء بإسناد خير من هذا، فرواه ابن أبی الدنيا فی "قضاء الحوائج(ص ۸۰ رقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

محبوب کون ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو، اور اللہ تعالیٰ کو اعمال میں سب سے زیادہ محبوب وہ خوشی ہے، جو آپ مومن کو پہنچائیں، جس سے آپ اس کی تکلیف کو دور کردیں، یا آپ اس کا قرض ادا کردیں، یا آپ اس کی بھوک کو دور کردیں، اور میں اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کسی ضرورت کے لئے چلوں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسجد میں دو مہینے کا اعتکاف کروں، اور جو شخص اپنے غصہ کو روکتا ہے، تو اللہ اس کے عیب کو چھپاتا ہے، اور جو شخص اپنے غصہ کو پیتا ہے، حالانکہ اگر وہ چاہے، تو اپنے غصہ پر عمل درآمد بھی کرسکتا ہے، تو اللہ اس کے دل کو رضا سے بھر دیتا ہے، اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کے لئے چلتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس ضرورت کو پورا کردیتا ہے، تو اللہ اس کے قدموں کو اس دن ثابت قدم رکھے گا، جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے، اور برے اخلاق عمل کو اس طرح سے خراب کردیتے ہیں، جس طرح سے سرکہ شہد کو خراب کردیتا ہے (ابنِ ابی الدنیا)

کھانا کھلانا ایک اصطلاح ہے، ورنہ اس میں دوسرے طریقوں سے کسی ضرورت مند کی مدد کرنا اور صدقہ خیرات کرنا بھی داخل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

۳۶) "وأبو إسحاق المزكي في "الفوائد المنتخبة (۱/۱۴۷/۲) "ببعضه – وابن عساكر(۱۱/۴۴۴/۱) من طرق عن بكر بن خنيس عن عبد الله بن دينار عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم (كذا قال ابن أبي الدنيا، وقال الآخران: عن عبد الله بن عمر – قال: قيل يا رسول الله من أحب الناس إلى الله " ...وفيه الزيادة.
قلت: وهذا إسناد حسن، فإن بكر بن خنيس صدوق له أغلاط كما قال الحافظ.وعبد الله بن دينار ثقة من رجال الشيخين .فثبت الحديث .والحمد لله تعالى(سلسلة الاحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ۹۰۶)

[1] (أفشوا السلام) أظهروه ودخل في عموم إفشائه من دخل مكانا ليس فيه أحد لقوله تعالى (فإذا دخلتم بيوتا فسلموا على أنفسكم) ذكره ابن حجر وفي الأدب بسند حسن عن ابن عمر يستحب إذا لم يكن بالبيت أحد أن يقول السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين (وأطعموا الطعام) قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيْئَةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۴۴۱) [1]

ترجمہ: اور صدقہ خطاؤں کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِءُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۳۳) [2]

ترجمہ: اور صدقہ خطاؤں کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

صدقہ سے متعلق اور بھی بے شمار حدیثیں اور فضیلتیں آئی ہیں۔

ان احادیث سے دوسروں کو کھانا کھلانے اور دوسروں کی ضرورت پوری کرنے اور صدقہ خیرات کرنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اسی طرح زندہ اور فوت شدہ مسلمانوں کی روحوں کو نیک عمل کر کے اس کا ثواب پہنچانا بھی شرعاً ثابت ہے، خواہ بدنی عبادت کر کے ہو، جیسا کہ تلاوت کر کے درود شریف، یا استغفار اور نماز وغیرہ پڑھ کر، یا طواف وغیرہ کر کے، یا مالی عبادت کر کے ہو، جیسا کہ صدقہ وخیرات کر کے، اور حج، یا عمرہ کر کے۔

لیکن شریعت نے دوسروں کی ضرورت پوری کرنے، اور اسی طرح ایصالِ ثواب کے لئے بڑی سہولت رکھی ہے کہ جس وقت بھی اور جو مسلمان بھی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق جب چاہے، یہ اعمال انجام دے سکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

العراقی المراد به هنا قدر زائد على الواجب فی الزكاة سواء فيه الصدقة والهدية والضيافة والأمر للندب وقد يجب (فيض القدير للمناوی، ج۲ ص۲۳، تحت رقم الحديث ۱۲۳۱، حرف الهمزة)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوی على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے بھی یہ اعمال کیے جاسکتے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

(1)..... ضرورت مندوں کو کسی بھی وقت کھانا کھلایا جاسکتا ہے، اور پانی پلایا جاسکتا ہے، اس کے لئے شریعت کی طرف سے خاص دس محرم کی قید نہیں لگائی گئی، لہٰذا اس کام کے لئے دس محرم کو خاص کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جب بھی کوئی بھوک یا پیاس میں مبتلاء اور ضرورت مند سامنے آئے، اس وقت حسبِ توفیق اس کی مدد کرنی چاہئے۔

لہٰذا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں محرم کے دنوں اور خاص کر نو، دس تاریخ میں سبیلیں لگانے اور کھانے پکانے اور کھلانے پلانے کی اتنی پابندی کرنا کہ خواہ گرمی ہو، یا سردی اور ضرورت ہو، یا نہ ہو، اور خواہ کھانے پینے والے غریب ہوں، یا امیر، بہرصورت اس کا اہتمام کرنا، اور دوسرے دنوں میں خواہ کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو، اس کا اہتمام نہ کرنا، صحیح طریقہ نہیں۔

(2)..... ہمیشہ خاص کھانا کھلانے اور پانی پلانے کو لازم اور ضروری نہیں سمجھنا چاہئے، بلکہ جب جس طرح کا ضرورت مند سامنے آئے، اس کا لحاظ کر کے اس کی مدد کرنی چاہئے، مثلاً جس کو لباس کی ضرورت ہو، اس کے لباس کا انتظام کیا جائے، جس کو سفر کے اخراجات کی ضرورت ہو، اس کے سفر کے اخراجات کا انتظام کیا جائے، جس کو دوا یا علاج کی ضرورت ہو، اس کی دوا کا انتظام کیا جائے، اور جس کو کھانے پینے کی ضرورت ہو، اس کی یہ ضرورت پوری کی جائے، پس تمام ضرورت کی چیزوں کو نظر انداز کر کے کھانے، پینے کو خاص کرنا درست نہیں۔

(3)..... عام حالات میں صدقہ نقدی کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں اخلاص بھی زیادہ ہے کہ چھپا کر دینا آسان ہے اور غریبوں کے لئے زیادہ مفید بھی ہے۔ کیونکہ غریبوں کی مختلف موقعوں پر مختلف ضرورتیں ہوتی ہیں، نقدی سے غریب اپنی ہر قسم کی ضرورت پوری کرسکتا ہے (مثلاً لباس کی ضرورت ہو تو پیسوں سے اس کو خرید سکتا ہے، دوا کی

ضرورت ہوتو وہ لے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ) اور اگر فی الحال اس کو ضرورت نہ ہو، تو اپنی آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھ سکتا ہے، اور اپنے بال بچوں کی بھی ہر قسم کی ضرورت پوری کر سکتا ہے، اور بال بچے اس کے پاس موجود نہ ہوں، تو دوسری جگہ ان کی ضرورت کے لئے یہ رقم بھیج سکتا ہے، اور کھانے کو خاص کرنے کی صورت میں غریبوں کی ان تمام ضروریات وسہولیات کا لحاظ نہیں ہوتا، اور نہ ہی ممکن ہے، اور صدقہ کا ایک صحیح طریقہ یہ ہے کہ غریبوں کی ضرورت کے مطابق ان کا تعاون کیا جائے، مثلاً مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ، ٹکٹ وغیرہ کا خرچ، بھوکے کو کھانا اور برہنہ کو لباس، جوتا، سردی میں بے سروسامان کو کمبل، رضائی اور گرم لباس وغیرہ، غرض یہ کہ صدقہ کرتے وقت غریب کی ضرورت پوری کرنے کا خیال رکھنا چاہیے۔

(4)..... صدقہ وخیرات کے اصل مستحق غریب لوگ ہیں، لہٰذا اس کھانے اور مشروب کو غریبوں میں تقسیم کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور بلا امتیاز ہر ایک کو شریک کرنے، اور اس سے بڑھ کر امیروں اور بڑے لوگوں، یا اپنے جاننے والوں کو خاص طور پر اس کھانے میں شریک کرنے اور ایک دعوت کا سماں بنانے سے بھی، پرہیز کرنا چاہئے، اصل مستحق کو کھلانے میں جہاں ایک طرف غریبوں کی رعایت ہے، اسی کے ساتھ اخلاص کا لحاظ بھی زیادہ ہے، اور اخلاص کی بڑی اہمیت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(5)..... ایصالِ ثواب کرنے، یا غریبوں کو کھلانے میں کسی خاص قسم کے کھانے پینے، مثلاً شربت، کھیچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ کو مخصوص اور لازم نہ سمجھا جائے، بلکہ حسبِ توفیق وحسبِ سہولت اعتدال والا راستہ ملحوظ رکھا جائے۔

(6)..... کسی کو کھانا کھلاتے، یا پانی پلاتے وقت یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ ہمارا یہ کھانا، یا پانی شربت وغیرہ بعینہٖ ان مرحومین کے پاس پہنچ رہا ہے، جن کو ثواب پہنچانے کے لئے ہم یہ عمل کر رہے ہیں، خاص طور پر شہدائے کربلا کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے، اور یہ شربت وکھانا ان کے پاس

پہنچ کر، ان کی بھوک پیاس بجھائے گا۔ [1]

کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ شہدائے کربلا شہادت کے بعد صدیاں گزرنے کے باوجود بھی بھوکے پیاسے ہیں۔

دوسرے یہ کہ خاص یہ شربت اور کھانا وغیرہ وہاں پہنچتا ہے۔

جبکہ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔

شہیدوں کے لئے شہادت کے بعد قرآن وسنت میں عمدہ اور اعلیٰ رزق دیئے جانے، اور اعلیٰ نعمتوں کے عطا فرمانے کا ذکر پایا جاتا ہے، جن کے مقابلہ میں یہاں کا شربت اور کھانا کوئی

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ محرم کے شربت میں بھی عوام کے عمل کا مبنیٰ یہی خیال ہے کہ شہداءِ کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے، اس لئے شربت پہنچانا چاہئے کہ پیاس بجھے، سو اول تو یہی سمجھنا غلط ہے کہ ان کو یہ شربت پہنچتا ہے، شربت ہرگز نہیں پہنچتا، دوسرے یہ عمل عقیدت کے بھی تو خلاف ہے، کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ حضرات ابھی تک پیاسے ہی ہیں۔ کیا ان کو جنت سے اب تک شربت بھی نہیں ملا، اور اب تک پیاسے ہیں، یہ اعتقاد آپ ہی کو مبارک ہو، ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ ان کو شہادت کے وقت ہی ان شاء اللہ شرابِ طہور کا وہ جام مل چکا ہے، جس سے پہلی بھی پیاس جاتی رہی اور آئندہ کی بھی جاتی رہی، اور اس اعتقادِ فاسد کا ایک مفسدہ یہ ہے کہ بعض دفعہ محرم کا مہینہ سردیوں میں آتا ہے تو اس وقت بھی شربت ہی پلایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت لوگ بیمار پڑ جاتے ہیں، کسی کو نمونیہ ہو جاتا ہے، خدا بچائے ایسی پابندیٔ رسم سے، اور غور کر کے دیکھا جاتا ہے کہ رسوم کی پابندی ہمیشہ بے سوچے سمجھے ہی ہوتی ہے (وعظ ''دار المسعود'' مشمولہ: خطباتِ حکیم الامت، ج ا ص ۹، مطبوعہ: اشرف المطابع، تھانہ بھون، انڈیا)

فان قال قائل لیس مبنا هذ العمل اعتقاد وصول هذ المشروب بعینه بل مبناه ماقاله بعض الصوفیة ان لکل عمل صورة مثالیة فی عالم الاخرة تناسب العمل وفسروا بذلک قوله تعالیٰ کلما رزقوا منهامن ثمرة رزقاقالوا هذاالذی رزقنا من قبل واتوابه متشابها ط ای اوتواجزاء العمل متشابها للعمل واذا کان کذلک فالتصدق بالمشروب وان لم یستلزم وصول هذابعینه ولکنه یستلزم وصول شئ من نعماء الجنة مناسبالهذا المشروب ومتشابها له وهذا لاقدح فیه ولابرده شئ من النصوص نعم لما کان اعتقاد العوام فی هذه المسئلة فاسدا یلزمنا منعهم من امثال هذه الاعمال واللہ اعلم، قلناان المناسبة مسلم لکنها موسومة الی اللہ تعالیٰ لاالیٰ رأینا فمن این لزم ان الماکول یناسب الماکول والمشروب یناسب المشروب بل ثبت بالحدیث ان اللبن المشروب یناسب العلم والدین الغیر المشروبین وهکذا فلایصح ماقاله هذاالقائل (حاشیه وعظ مذکور دارالمسعود ص ۹)

حیثیت نہیں رکھتا۔ [1]

علاوہ ازیں اللہ کے حضور جو چیز پیش کی جاتی ہے، بعینہٖ وہی نہیں پہنچتی، بلکہ اس کا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا ، وَلَا دِمَآئُهَا ، وَلٰـكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورة الحج رقم الآية ۳۷)

ترجمہ: ہرگز نہیں پہنچتا اللہ کو، ان (قربانیوں) کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن پہنچتا ہے اس (اللہ) کو تمہارا تقویٰ (سورہ حج)

(7)..... اس کھانے اور خاص کر محرم کی سبیل سے پینے کو دوسرے کھانوں اور مشروبات سے افضل نہ سمجھا جائے، کیونکہ یہ پہلے ذکر کیا جا چکا کہ اس کا دارومدار ضرورت پر ہے۔

(8)..... اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کے لئے نیک عمل کرنا ہو، تو ان کی روحوں کو ایصالِ ثواب کرنے کی نیت رکھی جائے، اور اس عمل کو اللہ کی رضا اور اللہ کی عبادت سمجھ کر انجام دیا جائے۔

بعض کم علم لوگ اس کے بجائے، خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر، اور ان کا قرب اور رضا حاصل کرنے کے لئے یہ عمل کرتے ہیں، جو کہ درست نہیں۔

(9)..... بعض لوگ یہ سمجھا کرتے ہیں کہ جس دن کسی کی وفات ہو، ہر سال اسی تاریخ کو اس

---

[1] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورة آلِ عمران، رقم الآيات ۱۶۹ الیٰ ۱۷۱)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الشهداء على بارق -نهر بباب الجنة -في قبة خضراء، يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۹۰)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کے لئے صدقہ، یا ایصالِ ثواب کرنا ضروری، یا کم از کم زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اس طرح کی کوئی بات شریعت کی طرف سے ثابت نہیں، بلکہ شریعت کی طرف اس سلسلہ میں بڑی سہولت رکھی گئی ہے، اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(10)..... ایصالِ ثواب کے لئے عمل میں اخلاص ضروری ہے، لہٰذا کھلانے، پلانے اور ایصالِ ثواب کے عمل کو ایسے طریقہ پر کرنا چاہئے، جس میں ریاکاری شامل نہ ہو۔

(11)..... ایصالِ ثواب اگر قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کی شکل میں ہو، تو اس میں بھی شریعت کی طرف سے کسی مخصوص دن کی قید نہیں لگائی گئی، لہٰذا اس کے لئے بھی کسی مخصوص دن کو لازم وضروری نہیں کرنا چاہئے۔

(12)..... کھانا وغیرہ تیار کرنے اور کھلانے میں یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ اس کی وجہ سے خوش ہو کر شہدائے کربلاء ہماری ضروریات وحاجات کو پورا کریں گے، اور ہماری مرادیں بَر لائیں گے، کیونکہ غیرُ اللہ کے ساتھ اس طرح کا عقیدہ رکھنا گناہ ہے، بلکہ اس میں ایمان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

نفع ونقصان کا مالک ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے، اور غیرُ اللہ کے ساتھ اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے قرآن وسنت میں جابجا منع کیا گیا ہے۔ [1]

---

[1] اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر، اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر ومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُھِل لغیر اللّٰہ بہٖ'' میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے، اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق حکم لکھا تھا، لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، تاہم اس کے قبول کرنے میں گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا قبول کرنے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تاآنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، اور دلائل کے لحاظ سے اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، البتہ اگر کوئی اس طرح کے مذکورہ عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ''ما اُھِل لغیر اللّٰہ بہٖ'' میں داخل ہو کر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔

وھل کراھة اخذه لکون ھذا المنذور داخلا فیما اھل به لغیر الله ام لوجه آخر، وعندی ان علة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(13)..... خاص دس محرم کو سبیل لگانے، اور شربت وغیرہ پلانے میں غیروں کے ساتھ تشبہ و مشابہت کا بھی اندیشہ ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر خاص دس محرم کو سبیل لگانے اور کھانا کھلانے سے بچنا چاہیے۔

(12).....زیارتِ قبور

ویسے تو مَرد حضرات کو منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے، قبرستان میں کسی وقت بھی چلے جانا، احادیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے سنت و مستحب عمل ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الكراهة ليس كونه مما اهل به لغير الله لما عرفت ان معناه ماذبح لغير الله وباسم غير الله فغير المذبوح خارج عنه سواء كان غير حيوان اوحيوانا قرب به الى قبر صالح لايقصد الذبح،.....

ويؤيد ماقلنا اطلاق البحر عليه لفظ السحت والحرام دون الميتة والنجس والسحت يطلق على الرشوة والربا وكل مالا يجوز كسبه وعلى المغصوب وغيره والكلام ليس فى ذلك وانما الكلام فى الحرمة التى تلحق الشيئ بما اهل لغير الله به حتى يكون ميتة بعد الذبح ،فكلام البحر لايدل على حدوث مثل تلك الحرمة فى مثل هذا المنذور فلم يكن معارضا لقول ابن تيمية ان هذا المال المنذور، إذا صرفه فى جنس تلك العبادة من المشروع، مثل أن يصرفه فى عمارة المساجد، أو الصالحين من فقراء المسلمين كان حسنا. اهـ.

فان المالك اى الناذر اذا صرفه فى غيرالمنذور كان ذلك تغييرا لنذره الاول الذى هو معصية فلا شك فى كون صرفه الى المشروع حسنا واما اذا لم يصرفه المالك بنفسه وصرفه غيره الى المصرف المشروع فلايجوز لبقاء الحرمة فيه لكونه سائبة لايملكها آخذها ومصرفها الفقراء المضطرون العاجزون عن الكسب. هذا ماظهر لى فى تحرير المقام والعلم عند الله الملك العلام ("البدر للخيرفى النذر للغير"، سلسلة النور، رمضان صفحة ٢٢ الى صفحة ٢٤، وذيقعدة صفحة ١٥، مطبوعة: تهانه بهون)

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ "غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم")

[1] فاتفقت نصوص الشافعي والأصحاب على أنه يستحب للرجال زيارة القبور وهو قول العلماء كافة نقل العبدرى فيه إجماع المسلمين ودليله مع الإجماع الأحاديث الصحيحة المشهورة (المجموع شرح المهذب ج٥، ص ٣١٠، كتاب الجنائز، باب التعزية والبكاء على الميت)

اتفق الفقهاء على أنه يندب زيارة القبور للرجال، لقول النبى صلى الله عليه وسلم :إنى كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فإنها تذكر الآخرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٢ص ٢٥٢ ،مادة "قبر")

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْھَا، فَإِنَّ فِیْ زِیَارَتِھَا تَذْکِرَۃً (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۲۳۵، کتاب الجنائز، باب فی زیارۃ القبور) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت ونصیحت کا سامان ہے (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنِّیْ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا، فَإِنَّ فِیْھَا عِبْرَۃً (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۱۳۲۹) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت میں عبرت کا سامان ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ، فَزُوْرُوْھَا، فَإِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا، وَتُذَکِّرُ الْآخِرَۃَ (سنن ابنِ ماجہ، رقم الحدیث ۱۵۷۱، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی زیارۃ القبور) [3]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح (حاشیۃ ابی داؤد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیۃ مسند احمد)

[3] قال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیرہ (حاشیۃ ابنِ ماجہ)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے (پہلے شرک وبت پرستی اور بدعات وغیرہ سے بچانے کے لئے) تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کردیا تھا، پس اب تم قبروں کی زیارت کرلیا کرو (اور اب تمہیں اس کی اجازت ہے) کیونکہ قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے، اور آخرت کو یاد دلاتی ہے (ابنِ ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ منکرات اور خرابیوں سے بچتے ہوئے قبروں پر حاضری جائز ہے، اور اس کا اہم مقصد دنیا کی بے رغبتی کا پیدا ہونا، اور موت، قبر وآخرت کو یاد کرنا، اور عبرت ونصیحت کا حاصل کرنا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ، كَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٥٤٧، كتاب الجنائز، باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں، تو کہنے والا یہ کہے کہ تم پر سلام ہو، مومنین اور مسلمین کے گھر والو! اور ہم بے شک ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت (یعنی تکلیف وعذاب سے سلامتی) کی دعاء کرتے ہیں (ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح (حاشية ابنِ ماجه)

اس حدیث سے مومن کی قبر پر اس کے لئے سلامتی کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيْعِ، فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا، مُؤَجَّلُوْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۹۷۴"۱۰۲"كتاب الجنائز،باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ان کے پاس رات کی باری ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع قبرستان جا کر یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ سلام ہو تم پر مومنین کی قوم کے گھر والو! اور تمہارے پاس کل تمہارے وعدے کی چیزیں آئیں گی، جس کی تمہارے لئے مدت مقرر کی گئی ہے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع قبرستان والوں کی مغفرت فرما دیجئے (مسلم)

اس حدیث سے قبرستان جا کر اہلِ قبور کے لئے مغفرت کی دعاء کا کرنا معلوم ہوا، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سب مومن قبرستان والوں کے لئے اجمالی دعاء بھی ایک ہی جملہ میں کافی ہو جاتی ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قَالَتْ:

---

[1] نسأل الله (لنا ولكم العافية) وهي الأمن من مكره (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۵ص ۲۲، تحت رقم الحديث ۴۵۸۳،باب استحباب زيارة القبور للرجال)

[2] (اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد) أى مقبرة المدينة، وفيه أن الدعوة الإجمالية على وجه العموم كافية (مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۲۵۸، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور)

قُلْتُ: كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ قُولِي: اَلسَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۹۷۴ "۱۰۳" كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها)

ترجمہ: پس جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع قبرستان آ کر ان کے لئے استغفار کریں (اس حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان تشریف لے گئے، اور مرحومین کے لئے مغفرت کی دعاء کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُن (قبرستان والوں کے لئے) کیا کہوں (یعنی کس طرح سے دعاء کروں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کہو، سلام ہو مومنین اور مسلمین کے گھر والوں پر، اور اللہ ہم سے پہلے جانے والوں اور بعد میں جانے والوں پر رحم (اور ان کی مغفرت) فرمائے، اور بے شک ہم ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں (مسلم)

اور مسند احمد کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ: بُعِثْتُ إِلٰى أَهْلِ الْبَقِيْعِ لِأُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۱۲) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مجھے بقیع قبرستان والوں کی طرف (اللہ کی جانب سے حکم دے کر) بھیجا گیا، تاکہ میں ان کے لئے استغفار کروں (مسند احمد)

ان احادیث سے قبرستان جا کر مومنوں کے لئے مغفرت وغیرہ کی دعاء کا کرنا ثابت ہوا۔ [۳]

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

[۳] اور ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کا حکم دے کر، زیارت کو ان کے لئے دعاء واستغفار بنانے کا حکم فرمایا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر جانے کا اصل مقصود عبرت حاصل کرنا، اور موت کو یاد کرنا ہے، اور اسی کی ساتھ مومنین کی مغفرت وغیرہ کی دعاء کرنا بھی ہے۔

پھر بعض فقہاء نے ہر ہفتہ میں کسی دن، اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن قبرستان جانے کو افضل قرار دیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن ثوبان، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها، واجعلوا زيارتكم لها صلاة، عليهم واستغفارا لهم، ونهيتكم عن أكل لحوم الأضاحي، بعد ثلاث فكلوا، منها وادخروا، ونهيتكم عما ينبذ في الدباء ، والحنتم، والمقير، فانتبذوا وانتفعوا بها(المعجم الكبير للطبراني، ج۲ ص ۹۴، رقم الحديث ۱۴۱۹)

مگر تحقیق کرنے پر اس حدیث کی سند غیر معمولی ضعیف معلوم ہوئی، جس کی سند کی پہلے تحقیق نہ ہوسکی تھی۔

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة الرحبي، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۴۳۰۷، باب زيارة القبور)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، ضعيف جدا(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۸۷، باب في الكبائر)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۰۱،باب في المعضلات والمشكلات)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني في الكبير، وفيه يزيد بن ربيعة، وهو متروك منكر الحديث(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۸۶،باب في العمل بالكتاب والسنة)

وقال ايضاً في حديث آخر:

رواه الطبراني، وفيه يزيد بن ربيعة وهو متروك نسب إلى الوضع، وقال ابن عدى :لا بأس به(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۲۴۹،باب في أئمة الظلم والجور وأئمة الضلالة)

[1] (قوله وبزيارة القبور) أى لا بأس بها، بل تندب كما في البحر عن المجتبى، فكان ينبغي التصريح به للأمر بها في الحديث المذكور كما في الإمداد، وتزار في كل أسبوع كما في مختارات النوازل .قال في شرح لباب المناسك إلا أن الأفضل يوم الجمعة والسبت والاثنين والخميس، فقد قال محمد بن واسع :الموتى يعلمون بزوارهم يوم الجمعة ويوما قبله ويوما بعده، فتحصل أن يوم الجمعة أفضل (رد المحتار، ج۲، ص ۲۴۲، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في زيارة القبور)

www.idaraghufran.org

لیکن خاص دس محرم کو قبرستان جانے کا شریعت میں حکم نہیں آیا، اور نہ ہی فقہائے کرام نے اس کا ذکر کیا ہے، اس لئے خاص دس محرم کو قبرستان جانے کو ضروری، یا زیادہ باعثِ فضیلت سمجھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح قبرستان جانے کا مقصود چونکہ موت کو یاد کرنا، اور مرحومین کے لئے دعاء واستغفار کرنا ہے، اس لئے وہاں ان ہی مقاصد کے لئے جانا چاہئے، اور وہاں جا کر غیر شرعی حرکات سے پرہیز کرنا چاہئے۔

آج کل بعض لوگ دس محرم کو خاص طور پر قبرستان جانے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی کے ساتھ وہاں جا کر قبروں پر پانی چھڑکنے اور مٹی گارے سے قبر کی لپائی کرنے، اور اس دن قبروں کو پختہ کرانے اور ان پر اگربتی لگانے اور چادریں ڈالنے اور پھول چڑھانے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ اولاً تو فقہائے کرام نے ان میں سے بیشتر چیزوں سے منع فرمایا ہے، اور دوسرے ان چیزوں کو دس محرم کے ساتھ خاص سمجھنا بھی شریعت میں ثابت نہیں، بلکہ اس کی پابندی کیے بغیر جب بھی موقع ہو، شریعت کے مطابق قبرستان جانا اور ضرورت کے موقعہ پر قبر پر مٹی ڈال دینا، یا مٹی کے گارے سے اس کو لیپ دینا، مٹی کو بٹھانے کے لئے ضرورت کے وقت پانی چھڑک دینا، سب جائز ہے۔

احادیث میں قبروں کو پختہ کرنے کی بھی ممانعت آئی ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يَّقْعُدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۹۷۰ "۹۴" كتاب الجنائز، باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اور اس کے اوپر بیٹھنے، اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

اس طرح کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [1]

اگر مردہ اچھی جگہ چلا گیا تو اس کو دنیا کی چیزوں اور عمارت کی ضرورت نہیں، اور اگر بُری جگہ چلا گیا، تو یہ چیزیں اور عمارتیں وہاں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کے مقابلہ میں نفع نہیں پہنچا سکتیں۔

اس لئے ان چیزوں کے بجائے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اور اپنے وقت اور اپنے مال کو اچھے مصارف میں خرچ کرنا چاہئے۔

اور خاص دس محرم کو قبر اور قبرستان پر کی جانے والی غیر شرعی حرکتوں سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] عن أبی سعید قال :نهی نبی الله صلی الله علیه وسلم أن یبنی علی القبور، أو یقعد علیها، أو یصلی علیها (مسند ابی یعلٰی، رقم الحدیث ۱۰۲۰)

قال حسین سلیم أسد الدارانی:

إسناده صحیح(حاشیة ابی یعلٰی)

www.idaraghufran.org

(خاتمہ)

چند سوالات اور اُن کے معتدل ومحقق جوابات

اب چند ایسے سوالوں کے جوابات معتدل انداز میں دیئے جاتے ہیں، جن میں عامۃُ الناس باہم اختلاف کرتے ہیں، اوران کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔

(1).....معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا، اور وہ غلط کردار کے مالک تھے، ان کا اسلام میں کوئی مقام نہیں، جبکہ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عظیم صحابی تھے، اورانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی، اور بڑی عظیم خدمات اسلام کے لئے انجام دیں، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:.....حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار اُن جلیلُ القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری کا شرف حاصل رہا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحیِ الٰہی لکھنے کی وجہ سے کاتبِ وحی کہا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا، اوراس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت ودیانت اور علم وفہم کی ضرورت تھی، وہ محتاجِ بیان نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وخدمت میں حاضری، کتابتِ وحی، امانت ودیانت اور دوسری پاکیزہ صفات کی وجہ سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے عظیم دعاء فرمائی تھی۔

چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ :اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۸۴۲، کتاب المناقب، باب مناقب معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ،مسند الشامیین للطبرانی رقم الحدیث ۳۳۴، معرفة الصحابة لابی نعیم رقم الحدیث ۴۶۳۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح دعاء فرمائی کہ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنادیجئے، اوران کے ذریعہ سے (لوگوں کو) ہدایت عطاء فرمائیے (ترمذی)

اس حدیث کی سند معتبر ہے، بعض اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کی سند کو دلائل کے ساتھ معتبر قرار دیا، اور ثابت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الترمذی:هذا حدیث حسن غریب.

[2] وقال الالبانی :اللهم اجعله هادیا مهدیا واهده واهد به .یعنی معاویة ."

أخرجه الترقفی فی "حدیثه(ق ۱/۴۵) "حدثنا أبو مسهر حدثنا سعید بن عبد العزیز عن ربیعة بن یزید عن عبد الرحمن بن أبی عمیرة المزنی – قال سعید: وکان من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال فی معاویة ...فذکره .ومن هذا الوجه أخرجه البخاری فی "التاریخ(۴/۱/۲۷) "والترمذی(۲/۳۱۶ــ بولاق)وابن عساکر فی "تاریخ دمشق (۱/ ۲/۱۳۳ و ۲/۲۴۳/۱۶) " وقال الترمذی: " حدیث حسن غریب ."

وأقول: رجاله کلهم ثقات رجال مسلم، فکان حقه أن یصحح، فلعل الترمذی اقتصر علی تحسینه لأن سعید بن عبد العزیز کان قد اختلط قبل موته، کما قال أبو مسهر وابن معین، لکن الظاهر أن هذا الحدیث تلقاه عنه أبو مسهر قبل اختلاطه، وإلا لم یروه عنه لو سمعه فی حالة اختلاطه، لاسیما وقد قال أبو حاتم: " کان أبو مسهر یقدم سعید بن عبد العزیز علی الأوزاعی ."

قلت: أفتراه یقدمه علی الإمام الأوزاعی وهو یروی عنه فی اختلاطه؟ ! .وقد تابعه جمع:

۱ ـ : رواه ابن محمد الدمشقی أخبرنا سعید أخبرنا ربیعة بن یزید سمعت عبد الرحمن بن أبی عمیرة المزنی یقول: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول فی معاویة بن أبی سفیان: فذکره. أخرجه البخاری فی "التاریخ "وابن عساکر.

۲ ـ :الولید بن مسلم مقرونا بمحمد بن مروان – ولعله مروان بن محمد – قالا: أخبرنا سعید بن عبد العزیز به مسلسلا بالسماع .أخرجه ابن عساکر، وأخرجه أحمد(۴/۲۱۶)عن الولید وحده.

۳ـ :عمر بن عبد الواحد عن سعید بن عبد العزیز به مسلسلا .أخرجه ابن عساکر.

۴ـ :محمد بن سلیمان الحرانی: أخبرنا سعید بن عبد العزیز به مصرحا بسماع عبد الرحمن بن أبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عميرة إياه من النبى صلى الله عليه وسلم .أخرجه ابن عساكر.

قلت: فهذه خمسة طرق عن سعيد بن عبد العزيز، وكلهم من ثقات الشاميين، ويبعد عادة أن يكونوا جميعا سمعوه منه بعد الاختلاط، وكأنه لذلك لم يعله الحافظ بالاختلاط، فقد قال فى ترجمة ابن أبى عميرة من "الإصابة " :"ليس للحديث علة إلا الاضطراب، فإن رواته ثقات، فقد رواه الوليد ابن مسلم وعمر بن عبد الواحد عن سعيد بن عبد العزيز مخالفا أبا مسهر فى شيخه، قالا: عن سعيد عن يونس بن ميسرة عن عبد الرحمن بن أبى عميرة أخرجه ابن شاهين من طريق محمود بن خالد عنهما ، وكذا أخرجه ابن قانع من طريق زيد بن أبى الزرقاء عن الوليد بن مسلم ."

قلت: رواية الوليد هذه أخرجها ابن عساكر أيضا من طريق أخرى عنه، لكن قد تقدمت الرواية عنه وعن عمر بن عبد الواحد على وفق رواية أبى مسهر، فهى أرجح من روايتهما المخالفة لروايته، لاسيما وقد تابعه عليها مروان بن محمد الدمشقى ومحمد بن سليمان الحرانى كما تقدم، ولذلك قال الحافظ ابن عساكر: " وقول الجماعة هو الصواب ."وإذا كان الأمر كذلك، فالاضطراب الذى ادعاه الحافظ ابن حجر إن سلم به، فليس من النوع الذى يضعف الحديث به، لأن وجوه الاضطراب ليست متساوية القوة، كما يعلم ذلك الخبير بعلم مصطلح الحديث .وبالجملة، فاختلاط سعيد بن عبد العزيز لا يخدج أيضا فى صحة الحديث .وأما قول ابن عبد البر فى الحديث ورواية ابن أبى عميرة: " لا تصح صحبته، ولا يثبت إسناد حديثه ."فهو وإن أقره الحافظ عليه فى " التهذيب "فقد رده فى "الإصابة "أحسن الرد متعجبا منه، فقد ساق له فى ترجمته عدة أحاديث مصرحا فيها بالسماع من النبى صلى الله عليه وسلم، ثم قال: " وهذه الأحاديث، وإن كان لا يخلوا إسناد منها من مقال، فمجموعها يثبت لعبد الرحمن الصحبة، فعجب من قول ابن عبد البر (فذكره) ، وتعقبه ابن فتحون وقال: لا أدرى ما هذا؟ فقد رواه مروان بن محمد الطاطرى وأبو مسهر، كلاهما عن ربيعة بن يزيد أنه سمع عبد الرحمن بن أبى عميرة أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:) ." قال الحافظ) : " وفات ابن فتحون أن يقول: هب أن هذا الحديث الذى أشار إليه ابن عبد البر ظهرت له فيه علة الانقطاع، فما يصنع فى بقية الأحاديث المصرحة بسماعه من النبى صلى الله عليه وسلم؟ ! فما الذى يصحح الصحبة زائدا على هذا، مع أنه ليس للحديث الأول علة إلا الاضطراب " ...إلخ كلامه المتقدم.

قلت: فلا جرم أن جزم بصحبته أبو حاتم وابن السكن، وذكره البخارى وابن سعد وابن البرقى وابن حبان وعبد الصمد بن سعيد فى "الصحابة "وأبو الحسن بن سميع فى الطبقة الأولى من " الصحابة "الذين نزلوا حمص، كما فى "الإصابة " لابن حجر، فالعجب منه كيف لم يذكر هذه الأقوال أو بعضها على الأقل فى "التهذيب "وهو الأرجح، وذكر فيه قول ابن عبد البر المتقدم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

الْكِتَابَ والْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ٢٢٧٨، كتاب المناقب، باب ما جاء فى معاوية) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حساب کا علم دیجئے اور ان کو (جہنم کے) عذاب سے بچا دیجئے (موارد)

یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے معتبر ہے، اور اس کو غیر معتبر کہنا اعتدال پر مبنی نہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو المرجوح! وهذا مما يرشد الباحث إلى أن مجال الاستدراک عليه وعلى غيره من العلماء مفتوح على قاعدة: كم ترک الأول للآخر! . ومما يرجح هذا القول إخراج الإمام أحمد لهذا الحديث فى "مسنده "كما تقدم، فإن ذلک يشعر العارف بأن ابن أبى عميرة صحابى عنده، وإلا لما أخرج له، لأنه يكون مرسلا لا مسندا .ثم إن للحديث طريقا أخرى، يرويه عمرو بن واقد عن يونس بن حلبس عن أبى إدريس الخولانى عن عمير بن سعد الأنصارى قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: فذكره.

أخرجه الترمذى وابن عساكر، وقال الترمذى: " حديث غريب، وعمرو بن واقد يضعف ."ثم رواه ابن عساكر عن الوليد بن سليمان عن عمر بن الخطاب مرفوعا به.

وقال: " الوليد بن سليمان لم يدرک عمر ."وبالجملة فالحديث صحيح، وهذه الطرق تزيده قوة على قوة(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩٦٩)

[1] قال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده حسن من أجل الحارث بن زياد، وقد فصلنا القول فيه عند الحديث المتقدم برقم(٨٨٢)وبينا أن يونس بن سيف الكلاعى ثقة عند هذا الحديث أيضاً (حاشية موارد الظمآن)

[2] قال الالبانى:(اللهم! علم معاوية الكتاب والحساب، وقه العذاب) .روى من حديث العرباض بن سارية، وعبد الله بن عباس، وعبد الرحمن ابن أبى عميرةالمزنى، ومسلمة بن مخلد، ومرسل شريح بن عبيد، ومرسل حريز بن عثمان .١- أما حديث العرباض؛ فيرويه يونس بن سيف عن الحارث بن زياد عن أبى رهم السمعى عن العرباض بن سارية السلمى قال: سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: ... فذكره .

أخرجه ابن خزيمة فى "صحيحه(١٩٣٨) "وابن حبان(٢٧٨٢)وأحمد(١٢٧/٤)وفى "فضائل الصحابة(١٧٤٨) "والبزار(٢٧٢٣)والفسوى فى "التاريخ(٣٤٥/٢) "والحسن بن عرفة فى "جزئه(١٢٢/٦١) "والطبرانى فى "المعجم الكبير(٦٢٨/٢٥١/١٨) " وابن عدى فى "الكامل (٤٠٦/٦)"ومن المخطوطات:أبو القاسم الكتانى فى "جزء من حديثه(ق٢/٤) "وفى مجلس البطاقة"أيضا (ق ١٨٨/١)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

نیز اور بھی کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وا بن بشران فی "الأمالی(ق ۱/۱۴) "وابن حمصة فی "جزء البطاقة (ق۲/۷۰)"وأبو طاهر الأنباری فی "مشیخته(ق ۱/۱۴۹) " وابن عساکرفی "تاریخ دمشق (۱۶/ ۶۸۲ و۶۸۳)"وأبو موسی المدینی فی "جزء من الأمالی(ق ۱/۲) "کلهم عن یونس به.

قلت: وهذا إسناد حسن فی الشواهد، رجاله ثقات, غیر الحارث بن زیاد؛ فإنه مجهول لم یوثقه غیر ابن حبان، ولم یذکر له راویا غیر یونس هذا، وعلیه؛ فقول الحافظ فیه: "لین الحدیث !" لیس علی الجادة.

ثم إنه لیس یخفی أن إخراج ابن خزیمة لحدیثه فی "الصحیح "یعنی أنه ثقة عنده، إلا أنه قد عرف بالتساهل فی التصحیح والتوثیق– کتلمیذه ابن حبان–، فلا أقل من أن یصلح للاستشهاد به، وهذا هو الذی مال إلیه من قوی هذا الحدیث کما یأتی.

ومع هذا؛ فقد خفی توثیق ابن حبان المذکور علی الهیثمی، فقال فی "مجمع الزوائد(۹/۳۵۶) " "رواه البزار وأحمد– فی حدیث طویل– والطبرانی، وفیه الحارث بن زیاد؛ولم أجد من وثقه، ولم یرو عنه غیر یونس بن سیف، وبقیة رجاله ثقات، وفی بعضهم خلاف ."(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۲۲۷)

[1] قال الالبانی:وأما حدیث ابن عباس؛ فیرویه عثمان بن عبد الرحمن الجمحی عن عطاء بن أبی رباح عن ابن عباس مرفوعاً به .أخرجه أبو جعفر الرزاز فی "حدیثه(۴/۹۹/۱) "وابن عدی(۵/۱۶۲)وا بن عساکر (۱۶/ ۶۸۳ ـ ۶۸۴)وقال: "وهو ضعیف ."

قلت: وعلته الجمحی هذا؛ فإنه مختلف فیه، وهو کما قال الذهبی فی "المیزان :" "صویلح ." وقال الحافظ فی "التقریب :" "لیس بالقوی ."

قلت: فمثله یستشهد به أیضا، فکأنه لذلک سکت عنه الحافظ ابن کثیرفی "البدایة(۸/۱۲۱) " ولم یضعفه(سلسلة الأحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۲۲۷)

[2] عن الحارث بن زیاد، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا لمعاویة فقال: اللهم علمه الکتاب والحساب، وقه العذاب(السنة،لابی بکر الخلال البغدادی، ج۲ ص۴۵۹، رقم الحدیث ۷۱۲،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

حدثنی شریح بن عبید، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا لمعاویة بن أبی سفیان اللهم علمه الکتاب، والحساب وقه العذاب(فضائل الصحابة ،للامام احمد بن حنبل،ج۲ص۹۱۴،رقم الحدیث ۱۷۴۹،فضائل معاویة بن أبی سفیان رضی الله عنهما)

عن حریز بن عثمان الرحبی، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم دعا لمعاویة فقال: اللهم علمه الکتاب والحساب، وقه العذاب(جزء الحسن بن عرفة العبدی البغدادی، ص۷۹،رقم الحدیث ۶۶)

اور یہ سندیں مجموعی طور پر معتبر ہیں۔ [1]

حضرت مسلمہ بن مخلد سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ :اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَمَكِّنْ لَهُ فِي الْبِلَادِ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۹ ص۴۳۹، رقم الحديث ۱۰۶۵، فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۷۵۰، الشريعة للآجری، رقم الحديث ۱۹۱۹) [2]

---

[1] قال الالبانی: وأما حديث عبد الرحمن بن أبی عميرة المزنی؛ فيرويه سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عنه به .أخرجه البخاری فی "التاريخ(۴/۱/۳۲۷) "وابن عساكر(۱۶/۶۸۴ - ۶۸۶)والذهبی فی "السير (۸/۳۸)

قلت: وهذا إسناد جيد عندی، وشاهد قوی، رجاله ثقات رجال مسلم؛ غير ابن أبی عميرة؛ وهو صحابی كما جاء مصرحا به فی بعض الطرق، وبلفظ: " اللهم! اجعله هاديا مهديا، واهده، واهد به ."وقد تقدم تخريجه برقم(۱۹۶۹)وحسنه الترمذی كما ذكرت ثمة؛ وكذلك حسنه الجوزقانی فی كتابه "الأباطيل(۱/۱۹۳) "

وقد أعل حديث الترجمة– من رواية ابن أبی عميرة– المعلق على "الإحسان (۱۶/۱۹۳)"بقوله: "ورجاله ثقات إلا أن سعيد بن عبد العزيز قد اختلط !" وقد غفل– كما هو شأن كل كاتب– أو تغافل عن كون الراوی لهذا الحديث عن سعيد إنما هو أبو مسهر– واسمه عبد الأعلى بن مسهر–، وأنه هو الذی رماه بالاختلاط، وأنه يستبعد منه– لفضله– أن يحدث عنه فيما سمعه منه فی حال اختلاطه، كما كنت ذكرت ذلك فيما تقدم.

وأضيف الآن فأقول:

وإن مما يؤيد ذلك: أن الإمام مسلما قد احتج فی "صحيحه "برواية أبی مسهر عن سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد، كما فی "تهذيب المزی "، وما أجد لهذا وجها إلا ما تقدم، أو أن اختلاطه كان ضيقا لا يضر، وهو الذی يكنی عنه بعضهم بأنه: " تغير"؛ وهو ما وصفه به الحافظ حمزة الكنانی، وهذا الوصف هو الذی يلتقی مع إطلاقات أئمة الجرح الثناء عليه، كقول أحمد: "ليس بالشام رجل أصح حديثا منه ."وقول ابن معين فيه:"حجة ."ونحوه كثير.

ولعل قول الحافظ الذهبی فی "السير(۳/۱۲۴)"عقب حديث العرباض: "وللحديث شاهد قوی ."أقول: لعل هذا القول منه هو ما ذكرته .والله أعلم (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۲۲۷)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی من طريق جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد وجبلة لم يسمع من مسلمة فهو مرسل ورجاله وثقوا وفيهم خلاف(مجمع الزوائد ، ج۹ص۳۵۷، تحت رقم الحديث ۱۵۹۱۹ ،باب ما جاء فی معاوية بن أبی سفيان رضی الله عنه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعاء فرمائی کہ اے اللہ معاویہ کو کتاب (یعنی قرآن مجید) اور حساب کا علم دیجئے، اور شہروں میں اس کے لئے قوت عطاء فرما دیجئے (طبرانی)

یہ حدیث بھی معتبر، اور دوسری کئی روایات کے مطابق ہے، اور مقبول دعاء پر مبنی ہے، کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ امارت میں بطورِ گورنر شام، اور بعد میں دورِ خلافت میں وسیع تر شہروں پر مستحکم امارت وحکومت قائم کی، جیسا کہ حضرت معاویہ کی حکومت کے بیان میں آگے آتا ہے۔ [1]

---

[1] قال الالبانی: وأما حديث مسلمة بن مخلد؛ فيرويه أبو هلال محمد بن سليم قال: ثنا جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد أو عن رجل عن مسلمة بن مخلد.

أنه رأى معاوية يأكل، فقال لعمرو بن العاص: إن ابن عمك هذا لمخضد، أما إني أقول هذا، وقد سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: ... فذكر الحديث؛ لكنه لم يذكر: " الحساب "، وقال مكانه: "ومكن له في البلاد."

أخرجه أحمد في "الفضائل(١٧٥٠) " وكذا ابن سعد كما في "البداية (٨/١٢١)" وليس في المجلدات المطبوعة، ولا في المجلد الذي طبع منه– حديثا– كمتمم–، وابن الجوزي في "العلل (١/٢٧٢) "وابن عساكر(١٦/٦٨٤)

وأعله ابن الجوزي بأبي هلال، وهو صدوق فيه لين كما في "التقريب ."وأعله الهيثمي بالانقطاع فقال(٨/٣٥٧): "رواه الطبراني من طريق جبلة بن عطية عن مسلمة بن مخلد، وجبلة لم يسمع من مسلمة؛ فهو مرسل، ورجاله وثقوا، وفيهم خلاف ."

قلت: والصواب إعلاله بالرجل الذي لم يسم، فهو مجهول، ولم يقع له ذكر في إسناد ابن الجوزي، وكذلك في طريق الطبراني فيما يظهر من كلام الهيثمي، والقسم الذي فيه مسلمة بن مخلد.

وجبلة هذا: الظاهر أنه ابن عطية الفلسطيني المترجم في "التهذيب "برواية جمع عنه، ومنهم الراسبي هذا، وبتوثيق ابن معين وابن حبان، ووثقه الذهبي أيضا في "الكاشف ."

وصنيعه في "الميزان "يدل على أنه يفرق بين الفلسطيني الموثق، وبين جبلة ابن عطية هذا؛ فإنه ذكره هكذا في "الميزان "غير منسوب، وقال: "لا يعرف، والخبر منكر بمرة، وهو من طريق ثقتين عن أبي هلال محمد بن سليم: حدثنا جبلة عن رجل " ...فذكر الحديث .وتعقبه الحافظ في "اللسان "، فقال: "ولعل الآفة في الحديث من الرجل المجهول، وأما جبلة؛ فنقل ابن أبي حاتم توثيقه عن ابن معين ." ...

٥ ـ :وأما مرسل شريح بن عبيد، فقال أحمد في "الفضائل (١٧٤٩) "ثنا أبو المغيرة قال: ثنا صفوان قال: حدثني شريح بن عبيد: أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – دعا لمعاوية بن أبي سفيان:" اللهم " ...الحديث بلفظ الترجمة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس کی تائید بعض دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ ابنِ ابی شیبہ نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ مُعَاوِيَةُ :مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخِلَافَةِ مُنْذُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: وهذا إسناد شامي مرسل صحيح، رجاله ثقات، وشريح بن عبيد: هو الحضرمي الحمصي تابعي ثقة، روى عن جمع من الصحابة، وأرسل عن آخرين .

وصفوان: هو ابن عمرو هو السكسكي الحمصي، وهو من رجال مسلم.

وأبو المغيرة: اسمه عبد القدوس بن الحجاج الخولاني الحمصي، من رجال الشيخين.

٦ ـ : وأما مرسل حريز بن عثمان؛ فقال الحسن بن عرفة في "جزئه (٦٦)"حدثنا شبابة بن سوار عن حريز بن عثمان أن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – دعا ...الحديث .ومن طريق الحسن: أخرجه ابن عساكر(١٦/٦٨٤)وهذا أيضا إسناد شامي مرسل صحيح؛ فإن الحسن بن عرفة ثقة من شيوخ الترمذي وابن ماجه.

وشبابة بن سوار: ثقة حافظ من رجال الشيخين.

وحريز بن عثمان: هو الرحبي الحمصي، وهو ثقة من رجال البخاري؛ ولكنه كان يبغض عليا أبغضه الله! ولذلك أورده ابن حبان في "الضعفاء(١/٢٦٨ ـ ٢٦٩) "وقال في "صحيحه -"بعد أن ساق حديث عقبة بن عامر في التشهد بعد الوضوء من طريقين عنه، أحدهما: عن أبي عثمان عن جبير بن نفير عنه(٣/٣٢٥ـ ٣٢٨/ ١٥٠ـ المؤسسة): "أبو عثمان هذا يشبه أن يكون حريز بن عثمان الرحبي، وإنما اعتمدنا على هذا الإسناد الأخير؛ لأن حريز بن عثمان ليس بشيء في الحديث !"

وأرى أن في موقف ابن حبان هذا من حريز– مع تواتر أقوال الأئمة في توثيقه تواترا عجيبا، نادرا ما نرى مثله في كثير من الثقات المعروفين مع وصف بعضهم إياه بالبغض المذكور آنفا– مبالغة ظاهرة، وهو قائم على مذهبه الذي أفصح عنه في مقدمة "ضعفائه(ص ٨١) ":" أن منهم المبتدع إذا كان داعية إلى بدعته ."

وهي مسألة طالما اختلفت فيها أقوال العلماء، كما هو مبسوط في "علم المصطلح "، والذي تحرر عندي فيها– ورأيت فحول العلماء عليها–: أن المبتدع إذا ثبتت عدالته وضبطه وثقته؛ فحديثه مقبول ما لم تكن بدعته مكفرة، ولم يكن حديثه مقويا لبدعته، والى هذا مال الحافظ في "شرح النخبة "تبعا للعلامة المحقق ابن دقيق العيد، وقد حكى كلامه في "مقدمة الفتح (ص٣٨٥)" وهو جيد ومهم جدا، فراجعه.

واذا عرفت هذا؛ فحديث عقبة ليس فيه ما يؤيد البدعة، وكذلك حديثنا، إنما هو في دعاء النبي – صلى الله عليه وسلم – لمعاوية– رضي الله عنه–، وهذا يقال فيما لو تفرد به حريز، فكيف وقد توبع من جمع كما تقدم؟!!

فلا غرابة إذن أن ذهب إلى تقويته من سبق ذكرهم من الحفاظ، ويمكن أن نلحق بهم الحافظ ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مُعَاوِيَةُ ، إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ (مصنف ابنِ ابی شیبہ، رقم الحدیث ۳۱۳۵۸، کِتاب الأمراء ،ما ذکر من حدیث الأمراء والدخول علیهم)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حکومت کی امید وتوقع میں اس وقت سے لگا رہا، جب سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تم حکومت کے مالک ہوئے، تو اچھے طریقہ پر حکومت کرنا (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت میں اسماعیل بن مہاجر نام کے راوی کچھ ضعیف ہیں، اور یہ روایت مرسل ہے۔ [1]

لیکن امام بیہقی نے اس کی تائید میں دوسری روایات موجود ہونے کا حکم لگایا ہے، جن میں ایک تو وہی حدیث ہے، جو اوپر ذکر کی گئی۔ [2]

اس کے علاوہ سعید بن عمرو بن سعید بن عاص سے مروی اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ:

يَا مُعَاوِيَةُ، إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ ، قَالَ: فَمَازِلْتُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عساكر؛ فإنه بعد أن ساق الأحاديث المتقدمة، وغيرها مما لا مجال بوجه لتقويتها، وروى بسنده الصحيح عن إسحاق بن راهويه أنه قال: "لا يصح عن النبى – صلى الله عليه وسلم – فى فضل معاوية بن أبى سفيان شىء "؛ عقب عليه بقوله: "وأصح ما روى فى فضل معاوية حديث أبى حمزة عن ابن عباس أنه كان كاتب النبى – صلى الله عليه وسلم –، فقد أخرجه مسلم فى "صحيحه "، وبعده حديث العرباض: " اللهم! علمه الكتاب " ...، وبعده حديث ابن أبى عميرة: " اللهم! اجعله هاديا مهديا (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۲۲۷)

[1] ابن مهاجر ضعيف، والخبر مرسل (سير أعلام النبلاء للذهبى ، ج۳، ص ۱۳۱ ،تبع الطبقه الاولىٰ ،الصحابة)

[2] إسماعيل بن إبراهيم هذا ضعيف عند أهل المعرفة بالحديث غير أن لهذا الحديث شواهد (دلائل النبوة ، ج٦، ص ۴۴٦ ،باب ما جاء فى إخباره بملك معاوية بن أبى سفيان)

أَظُنُّ أَنِّیْ مُبْتَلًی بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی ابْتُلِیْتُ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۹۳۳) [1]

ترجمہ: اے معاویہ! اگر تمہیں (حکومت کا) معاملہ حاصل ہوا، تو اللہ عزوجل سے ڈرنا، اور عدل وانصاف کرنا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں برابر یہ گمان کرتا رہا کہ مجھے اس (حکومت کے) عمل میں مبتلاء کیا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس (مذکورہ) ارشاد کی وجہ سے، یہاں تک کہ مجھے (اس حکومت کے معاملہ میں) مبتلاء کردیا گیا (مسند احمد)

اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَرْدَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَاوِیَۃَ ، فَقَالَ یَا مُعَاوِیَۃُ مَا یَلِیْنِیْ مِنْکَ ؟ قَالَ: بَطْنِیْ ، قَالَ: اَللّٰھُمَّ اِمْلَاہُ عِلْمًا وَّحِلْمًا (الشریعۃ للآجری، رقم الحدیث ۱۹۲۱، کتاب فضائل معاویۃ بن أبی سفیان رضی اللہ عنہ، باب ذکر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمعاویۃ رضی اللہ عنہ، التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۲۶۲۴) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے پیچھے

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: رجالہ ثقات رجال الصحیح غیر أن جد عمرو بن یحیی -وھو سعید بن عمرو بن سعید بن العاص -لم یتبین لنا سماعہ من معاویۃ، فقد ذکر البخاری فی "تاریخہ الکبیر" 3/496 سماعہ من عائشۃ وابن عمر وأبی ھریرۃ فحسب، وجزم الھیثمی فی "المجمع 5/186" بإرسالہ، وضعفہ الذھبی فی جملۃ ما ضعفہ من أحادیث فضائل معاویۃ فی "السیر 3/331"، فقال: ویُروی فی فضائل معاویۃ أشیاء ضعیفۃ تحتمل .وذکر منھا ھذا الحدیث (حاشیۃ مسند احمد)

[2] (اللھم املأہ علما زاد فیہ أبو مسھر :وحلما، قال صالح جزرۃ :لا یشتغل بوحشی ولا بأبیہ .بقیۃ :عن بحیر بن سعد، عن خالد بن معدان، عن جبیر بن نفیر :أن رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -کان یسیر ومعہ جماعۃ، فذکروا الشام، فقال رجل :کیف نستطیع الشام وفیہ الروم؟ قال : ومعاویۃ فی القوم -وبیدہ عصا -فضرب بھا کتف معاویۃ، وقال :(یکفیکم اللہ بھذا، ھذا مرسل، قوی .فھذہ أحادیث مقاربۃ (سیر اعلام النبلاء، ج۳، ص۱۲۷، تحت ترجمۃ "معاویۃ بن أبی سفیان صخر بن حرب الأموی" رقم الترجمۃ ۲۵)

بٹھا لیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاویہ! تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے جسم کے ساتھ مل رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرا پیٹ (اور سینہ آپ کے جسمِ مبارک کے ساتھ ملا ہوا ہے) یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی کہ اے اللہ! اس کو علم اور حلم سے بھر دیجئے (آجری)

ایک حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امین ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

حضرت امِ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: وَأَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَنْتِ فِيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ: أَنَا فِيْهِمْ؟ قَالَ: لَا.

قَالَ الْفِرْيَابِيُّ: وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ غَزَاهُ مُعَاوِيَةُ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

(الشريعة، للآجري، ج۵ ص ۲۴۴۰، رقم الحديث ۱۹۲۲، كتاب فضائل معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، باب ذكر دعاء النبي صلى الله عليه وسلم لمعاوية رضي الله عنه)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں غزوہ کرے گا، اس لشکر کے لوگوں پر (جنت کو) واجب کر دیا گیا، امِ حرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں بھی ان میں شامل ہوں گی،

---

[1] عن ابن عباس قال: جاء جبريل إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: يا محمد استوص معاوية، فإنه أمين على كتاب الله، ونعم الأمين هو (المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۳۹۰۲)

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه محمد بن فطر ولم أعرفه، وعلى بن سعيد الرازي فيه لين، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۲، باب ما جاء في معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی ان میں ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر، جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) کا غزوہ کرے گا، اس لشکر کے لوگوں کی مغفرت کردی جائے گی، امِ حرام نے عرض کیا کہ کیا میں بھی ان میں ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔

(اس حدیث کو روایت کرنے والے) فریابی کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (سمندر کا) پہلا غزوہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا (الشریعہ)

یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں بھی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت سہل بن حنظلیہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُيَيْنَةَ، والْأَقْرَعَ سَأَلَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةَ أَنْ يَّكْتُبَ بِهٖ لَهُمَا، فَفَعَلَ وَخَتَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَمَرَ بِدَفْعِهٖ إِلَيْهِمَا (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٢٥) [1]

ترجمہ: عیینہ، اور اقرع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو، ان دونوں کے متعلق لکھنے کا حکم دیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ لکھ دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مہر لگائی، اور اس تحریر کو ان دونوں حضرات کو دینے کا حکم فرمایا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: وَكَانَ كَاتِبَهٗ، فَسَعَيْتُ فَأَتَيْتُ مُعَاوِيَةَ،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير صحابيه فقد روى له أبو داود والنسائي (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

فَقُلْتُ: أَجِبْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ عَلٰى حَاجَةٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ۳۱۰۴) [1]

ترجمہ: تم میرے پاس معاویہ کو بلا کر لاؤ، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے، پس میں گیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور میں نے کہا کہ آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جایئے، انہیں آپ کی ضرورت ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ يَكْتُبُ لَهُ

(مسند ابی داؤد الطیالسی، ج۴ص ۴۶۴، رقم الحدیث ۲۸۶۹)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتابت کریں (ابوداؤد طیالسی)

اور ابوبکر آجری بغدادی نے ابوحمزہ قصاب سے روایت کیا ہے کہ:

سَمِعْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذْهَبْ فَادْعُ مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ كَاتِبَهُ (الشريعة، رقم الحديث ۱۹۳۷، ج۵ص ۲۴۵۳، كتاب فضائل معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، باب ذكر استكتاب النبي صلى الله عليه وسلم لمعاوية رحمه الله بأمر من الله عز وجل)

ترجمہ: میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاؤ اور معاویہ کو بلاؤ، اور معاویہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے (الشریعہ)

امام بزار نے یوسف بن موسیٰ سے، انہوں نے ابوغسان سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن حمید

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

سے، انہوں نے سلیمان اعمش سے، انہوں نے عمرو بن مرہ سے، انہوں نے عبد اللہ بن حارث سے، انہوں نے عبداللہ بن مالک زبیدی سے، اور انہوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ وَكَانَ كَاتِبَهٗ (مسند البزار، رقم الحديث ۲۴۹۱، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کی طرف پیغام بھیجا، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے (مسند بزار)

اس روایت کی سند حسن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَانَ يَكْتُبُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير للطبرانى، ج۱۳ ص ۵۵۴، رقم الحديث ۱۴۴۴۶) [1]

ترجمہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت کیا کرتے تھے (طبرانی)

ابوبکر بن خلال نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ارقم اور معاویہ رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے ذکر کیا۔ [2]

اور یہ ''کتابت'' اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی کی بھی کیا کرتے تھے، اور مختلف مقامات پر بھیجے جانے والے خطوط اور دعوت ناموں کی بھی کیا کرتے تھے، پس جو بعض روافض نے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان کو، اللہ کی وحی کی کتابت سے مستثنیٰ

---

[1] قال الهيثمى: رواه الطبرانى، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۴، باب ما جاء فى معاوية بن أبى سفيان رضى الله عنه)

[2] عن محمد بن جعفر بن الزبير، عن عبد الله بن الزبير، ذكر من كتب للنبى صلى الله عليه وسلم، فذكر عبد الله بن الأرقم، وذكر معاوية (السنة، لابى بكر الخَلَّال، رقم الحديث ۶۹۴، ذكر أبى عبد الرحمن معاوية بن أبى سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

www.idaraghufran.org

کر کے خط وکتابت تک محدود رکھنے کی کوشش کی ہے، یہ بے معنیٰ ہے، صحابہ وتابعین نے بھی آپ کو ''کاتبینِ وحی'' میں شمار کیا ہے۔

محدث ابوبکر محمد بن حسین آجری بغدادی نے ابوبکر بن شہریار قطان سے، انہوں نے فضل بن زیاد سے، انہوں نے رباح بن جراح موصلی سے روایت کیا ہے کہ:

سَمِعْتُ رَجُلًا، يَسْأَلُ الْمُعَافَى بْنَ عِمْرَانَ ،فَقَالَ: يَا أَبَا مَسْعُوْدٍ ،أَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ؟فَرَأَيْتُهُ غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا ،وَقَالَ: لَا يُقَاسُ بِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ، مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَاتِبُهُ وَصَاحِبُهُ وَصِهْرُهُ وَأَمِيْنُهُ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ،وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعُوْا لِيْ أَصْحَابِيْ وَأَصْهَارِيْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ (الشريعة ، ج۵ص ۲۴۶۶ ،رقم الحديث ۱۹۵۶ ، كتاب فضائل معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه،باب ذكر تواضع معاوية رحمه الله في خلافته)

ترجمہ: میں نے ایک آدمی کو سنا جس نے معافی بن عمران سے سوال کیا کہ اے ابومسعود! عمر بن عبدالعزیز کا، معاویہ بن ابی سفیان کے مقابلہ میں کیا رتبہ ہے؟ تو میں نے ابومسعود کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ شدید غصہ میں آگئے، اور فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کی ناپ تول نہیں کی جاسکتی، معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب، اور آپ کے صحابی، اور آپ کے سسرالی رشتہ دار، اور آپ کے امین ہیں، اللہ عزوجل کی وحی پر، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابۂ کرام، اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو چھوڑ دو (ان کے خلاف بے جا کلام مت کرو) پس جس نے ان کو سب وشتم کیا، تو اس پر اللہ اور فرشتوں، اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی (الشریعہ)

اس روایت کی سند معتبر ہے۔

اس کو ابوالقاسم ھبۃ اللہ الکائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور ابو مسعود موصلی، معافی بن عمران ازدی کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، جن کو ان کے شیخ امام سفیان ثوری نے یاقوت العلماء کہا ہے، ان سے امام بخاری، نسائی، ابو داود وغیرہ نے احادیث کو روایت کیا ہے، اور یہ عابد وثقہ شمار کئے جاتے ہیں۔ [2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن امِ حبیبہ (بنتِ ابی سفیان) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں، اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیوی کی طرف سے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری تھی۔ [3]

---

[1] أنبأ محمد بن رزق الله، قال: أنا أحمد بن عمر بن يحيى، قال: نا محمد بن أحمد بن أبى العوام، قال: نا رياح بن الجراح الموصلى، قال: سمعت رجلا سأل المعافى بن عمران، فقال: يا أبا مسعود أين عمر بن عبد العزيز من معاوية بن أبى سفيان؟ فغضب من ذلك غضبا شديدا، وقال: لا يقاس بأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أحد، معاوية صاحبه، وصهره، وكاتبه، وأمينه على وحى الله، وقال صلى الله عليه وسلم: دعوا لى أصحابى وأصهارى، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين (شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ج٨ص ١٥٣١، رقم الحديث ٢٧٨٥، سياق ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى فضائل أبى عبد الرحمن معاوية بن أبى سفيان رضى الله عنهما)

[2] المعافى بن عمران بن نفيل بن جابر بن جبلة، أبو مسعود الأزدى الموصلى الحافظ القدوة. شيخ أهل الموصل وعالمهم وزاهدهم. مولده بعد العشرين ومائة.....

وله ترجمة فى "تاريخ يزيد بن محمد الأزدى "فى بضع وعشرين ورقة، فقال: حدثنا موسى بن هارون الزيات قال: حدثنا أحمد بن عثمان قال: سمعت محمد بن داود الحدانى قال: حدثنا عيسى بن يونس قال: خرج علينا الأوزاعى، ونحن ببيروت أنا والمعافى بن عمران وموسى بن أعين، ومعه كتاب "السنن "لأبى حنيفة، فقال: لو كان هذا الخطأ فى أمة لأوسعهم خطأ. قال الأزدى: صنف المعافى فى الزهد، والسنن، والفتن، والأدب، وغير ذلك. وقال أحمد بن يونس: كان سفيان الثورى يقول: المعافى بن عمران ياقوتة العلماء. وقال بشر بن الحارث: إنى لأذكر المعافى اليوم فأنتفع بذكره، وأذكر رؤيته فأنتفع. وقال وكيع: حدثنا المعافى وكان من الثقات (تاريخ الإسلام، للذهبى، ج٤، ص ٩٧٦، وص ٩٧٧، رقم الترجمة ٣٥٤، حرف الميم)

[3] فأما أبو لهب فولد عتبة وعتيبة ومعتبا وبنات أمهم أم جميل بنت حرب بن أمية عمة معاوية بن أبى سفيان ونوفلا والمغيرة وربيعة وعبد شمس وأروى أعقبوا وأسلموا وأما الزبير بن عبد المطلب فكان شاعرا ولد عبد الله بن الزبير فأسلم ولم يعقب (البدء والتاريخ، للمطهر بن طاهر المقدسى، ج٥، ص ٦، الفصل السابع عشر فى صفة خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلقه وسيرته الخ، ذكر بنى أعمامه)

www.idaraghufran.org

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْتَبَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَرْقَمَ فَكَانَ يَكْتُبُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ، وَكَانَ يُجِيبُ عَنْهُ الْمُلُوكَ، فَبَلَغَ مِنْ أَمَانَتِهِ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُهُ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى بَعْضِ الْمُلُوكِ فَيَكْتُبَ، ثُمَّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَكْتُبَ وَيَخْتِمَ وَلَا يَقْرَأَهُ، لِأَمَانَتِهِ عِنْدَهُ، ثُمَّ اسْتَكْتَبَ أَيْضًا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ، وَيَكْتُبُ إِلَى الْمُلُوكِ أَيْضًا، وَكَانَ إِذَا غَابَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَرْقَمَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَاحْتَاجَ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى بَعْضِ أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ وَالْمُلُوكِ، أَوْ يَكْتُبَ لِإِنْسَانٍ كِتَابًا يُقْطِعَهُ، أَمَرَ جَعْفَرًا أَنْ يَكْتُبَ، وَقَدْ كَتَبَ لَهُ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَكَانَ زَيْدٌ وَالْمُغِيرَةُ وَمُعَاوِيَةُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ قَدْ سُمِّيَ مِنَ الْعَرَبِ

(السنن الكبرىٰ، للبيهقي، رقم الحديث ٢٠٤٠٥، كتاب آداب القاضي، باب اتخاذ الكتاب) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ارقم سے کتابت کرائی ہے، پس عبداللہ بن ارقم کتابت کیا کرتے تھے، اور وہ حکمرانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب تحریر کیا کرتے تھے، تو ان کی امانت اس حد تک پہنچ گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بعض حکمرانوں کے لئے مکتوب لکھنے کا حکم فرماتے تھے، جس کو وہ لکھ لیتے تھے، پھر ان کو حکم فرماتے کہ وہ لکھیں، اور مہر لگائیں، اور اس مکتوب کو پڑھتے نہیں تھے،

---

[1] قال ابن حجر العسقلاني: وعند البيهقي بسند حسن عن عبد الله بن الزبير أن النبي صلى الله عليه وسلم استكتب عبد الله بن الأرقم، فكان يكتب له إلى الملوك فبلغ من أمانته عنده أنه كان يأمره أن يكتب ويختم ولا يقرؤه، ثم استكتب زيد بن ثابت فكان يكتب الوحي، ويكتب إلى الملوك، وكان إذا غابا كتب جعفر بن أبي طالب وكتب له أيضا أحيانا جماعة من الصحابة (فتح الباري شرح صحيح البخاري، للعسقلاني، ج١٣ ص١٨٤، كتاب الأحكام، باب يستحب للكاتب أن يكون أمينا عاقلا)

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امانت پر بھروسہ تھا، پھر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) حضرت زید بن ثابت سے بھی کتابت کرائی، وہ بھی وحی لکھتے تھے، اور حکمرانوں کو مکتوبات بھی لکھتے تھے، اور جب حضرت عبداللہ بن ارقم اور زید بن ثابت موجود نہیں ہوتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض لشکروں کے امیروں اور حکمرانوں کو مکتوب لکھنے کی ضرورت ہوتی، یا کسی انسان کو کچھ دینے کے لئے کوئی مکتوب لکھنا چاہتے، تو حضرت جعفر کو لکھنے کا حکم فرماتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی کتابت کی ہے، اور حضرت زید، حضرت مغیرہ، حضرت معاویہ اور حضرت خالد بن سعید بن عاص وغیرہ بھی عرب کے کاتبوں میں معروف ہیں (بیہقی)

اس طرح کی حدیث کو امام طبرانی نے بھی ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

جَاءَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اِسْتَوْصِ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ أَمِيْنٌ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَنِعْمَ الْأَمِيْنُ هُوَ

(المعجم الاوسط، للطبرانی، رقم الحدیث ۳۹۰۲)

---

[1] عن محمد بن جعفر بن عبد الله بن الزبير، أن النبى صلى الله عليه وسلم استكتب عبد الله بن الأرقم، فكان يكتب إلى الملوك فبلغ من أمانته عنده أنه كان يكتب إلى بعض الملوك، فيكتب ثم يأمره أن يطبقه ثم يختم لا يقرأه لأمانته عنده، واستكتب أيضا زيد بن ثابت، فكان يكتب الوحى، ويكتب إلى الملوك أيضا، وكان إذا غاب عبد الله بن الأرقم وزيد بن ثابت، فاحتاج أن يكتب إلى بعض أمراء الأجناد والملوك، ويكتب لإنسان كتابا يقطعه أمر من حضر أن يكتب، وقد كتب له عمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان، وعلى بن أبى طالب، وزيد بن ثابت، والمغيرة بن شعبة، ومعاوية بن أبى سفيان، وخالد بن سعيد بن العاص رضى الله عنهم وغيرهم ممن قد سمى من العرب (المعجم الكبير للطبرانى، ج۵ ص۱۰۸، رقم الحديث ۴۷۴۸)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه سلمة بن الفضل الأبرش، ضعفه البخارى وابن المدينى وأبو زرعة، ووثقه ابن معين وأبو حاتم (مجمع الزوائد، رقم الحديث ۶۸۶، باب فى كتاب الوحى)

ترجمہ: جبریل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور فرمایا کہ اے محمد! آپ معاویہ کو وصیت کیجیے، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کا امین ہے، اور وہ بہت اچھا امین ہے (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کی سند میں محمد بن قطن کا مجھے تعارف نہیں، اور علی بن سعید رازی میں کچھ کمزوری ہے، اور باقی راوی صحیح ہیں۔ [1]

لیکن حافظ ذہبی نے علی بن سعید رازی کو ''حافظ، بارع'' کہا ہے۔ [2]

اور ابنِ عساکر نے محمد بن قطن کا تعارف کرایا ہے، اور ان پر جرح نہیں کی۔ [3]

اس لئے مذکورہ حدیث کو زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا جاسکتا ہے، لیکن حضرت معاویہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کتاب اللہ کا علم دیئے جانے، اور ان کے کاتبِ وحی ہونے کا حکم، دوسری روایت سے ثابت ہے۔

جلیلُ القدر تابعین حضرت مجاہد اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَصَّرَ مِنْ شَعَرِهِ بِمِشْقَصٍ، فَقُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا بَلَغَنَا هٰذَا إِلَّا عَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: مَا كَانَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] رواه الطبرانی فی الأوسط، وفیه محمد بن فطر ولم أعرفه، وعلی بن سعید الرازی فیه لین، وبقیة رجاله رجال الصحیح(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۵۹۲۲ ،باب ما جاء فی معاویة بن أبی سفیان -رضی الله عنه)

[2] علی بن سعید بن بشیر بن مهران الرازی: الحافظ البارع، أبو الحسن الرازی، علیک، نزیل مصر(سیر أعلام النبلاء ،ج۱۴،ص۱۴۵ ، رقم الترجمة ۸۰)

[3] محمد بن قطن الأذنی الصوفی حدث عن معلی الرفا وحکی عن الشافعی وأظنه لم یسمع منه روی عنه محمد بن جعفر المصیصی وعبد الله بن محمد بن سلیمان الدمشقی وأحمد بن أبی الجواری وموسی بن حبیب وأبو حمزة الصوفی أخبرنا أبو محمد بن الأکفانی ثنا عبد العزیز الکتانی أنبأنا تمام بن محمد أخبرنی أبو طالب علی بن الحسن بن إبراهیم بن سعد الحلبی قراءة علیه ثنا أبو العباس أحمد بن عیسی الوشاء بتنیس ثنا محمد بن جعفر المصیصی ثنا محمد بن قطن ثنا معلی الرفا الخ(تاریخ دمشق، ج۵۵،ص۱۰۶ ، رقم الترجمة ۶۹۲۳ ،حرف المیم)

وَسَلَّمَ مُتَّهَمًا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٨٦٣) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ نے خبر دی، کہ انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قینچی سے اپنے بال کاٹتے ہوئے دیکھا، ہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں یہ بات حضرت معاویہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں پہنچی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جھوٹی بات کہنے والے نہیں ہیں (مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمِيرِكُمْ هَذَا ،يَعْنِي مُعَاوِيَةَ

(مسند الشاميين للطبراني، ج ١ ص ١٦٨، رقم الحديث ٢٨٢) [2]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ، کسی اور کی نماز کو تمہارے اس امیر، یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہیں دیکھا (طبرانی)

اور ابنِ جریج سے روایت ہے کہ مجھے عتبہ بن محمد بن حارث نے خبر دی، ان کو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد عکرمہ نے خبر دی کہ:

وَفَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَكَانَا يَسْمُرَانِ حَتّٰى شَطْرِ اللَّيْلِ فَأَكْثَرَ قَالَ: فَشَهِدَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعَ مُعَاوِيَةَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل خُصَيف -وهو ابن عبد الرحمن الجزرى (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح غير قيس بن الحارث المذحجي، وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٩٢٠ ،باب ما جاء في معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه)

الْـمَقْصُوْرَةِ، فَلَمَّا فَرَغَ مُعَاوِيَةُ رَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا، وَأَنَا أَنْـظُـرُ إِلَيْهِ قَالَ: فَجِئْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ لَـهُ: أَلَا أَضْحَكُ مِنْ مُعَاوِيَةَ صَلَّى الْعِشَاءَ، ثُـمَّ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ لَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا؟ قَالَ: أَصَابَ أَيْ بُـنَـيَّ، لَيْـسَ أَحَـدٌ مِنَّا أَعْلَمُ مِنْ مُعَاوِيَةَ إِنَّمَا هِيَ وَاحِدَةٌ أَوْ خَمْسٌ أَوْ سَبْـعٌ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ، يُوْتِرُ بِمَا شَاءَ (الـمصنف لعبد الرزاق، رقم الحديث ۴۶۴۱، كتاب الصلاة، باب كم الوتر)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام کے علاقہ میں آئے، پھر دونوں نے آدھی رات، یا اس سے بھی زیادہ دیر تک گفتگو کی، پھر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، ایک رات معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محل کی مسجد میں عشاءِ آخر کی نماز میں شریک ہوئے، پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ، نماز سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے صرف ایک رکعت پڑھی، اس سے زیادہ نہیں پڑھی، اور میں ان کو دیکھ رہا تھا، عکرمہ کہتے ہیں کہ میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اور اُن سے کہا کہ کیا میں معاویہ پر تعجب نہ کروں کہ انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی، پھر ایک رکعت وتر پڑھی، اس سے زیادہ نہیں پڑھی، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! انہوں نے درست عمل کیا، ہم میں سے کوئی بھی معاویہ سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں، وتر یا تو ایک رکعت ہے، یا پانچ، یا سات، یا اس سے بھی زیادہ، ان میں سے جتنی چاہیں وتر کی نماز پڑھی جاسکتی ہے (عبدالرزاق)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے سینے کو علم وحلم سے بھرنے کی جو دعاء فرمائی تھی، یہ اسی کا اثر تھا۔

اور ابنِ ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ:

قَـالَ رَجُـلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ مُعَاوِيَةَ إِنَّـهُ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ، قَالَ:

أَحْسَنَ إِنَّهُ فَقِيْهٌ(سنن الدار قطنی،رقم الحدیث ۱۶۷۴، کتاب الوتر، ما یقرأ فی رکعات الوتر والقنوت فیه)

ترجمہ: ایک آدمی نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعجب نہیں کرتے، انہوں نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے بہت اچھا کیا، بے شک وہ فقیہ ہیں (دارقطنی)

اور ابنِ ابی ملیکہ سے ہی روایت ہے کہ:

قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنَّ مُعَاوِيَةَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ ،فَقَالَ: دَعُوْنَا مِنْ مُعَاوِيَةَ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۱ ص ۱۲۴ ،رقم الحدیث ۱۱۲۴۷)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے، تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ہمیں معاویہ کی طرف سے چھوڑ دو، کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے (طبرانی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی وتر کی ایک رکعت پڑھنا ثابت ہے۔ [1]

اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] حدثنا أبو اليمان: أخبرنا شعيب، عن الزهری قال: أخبرنی عبد الله بن ثعلبة بن صعير، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مسح عنه أنه رأى سعد بن أبی وقاص يوتر بركعة(صحيح البخاری،رقم الحديث ٦٣٥٦، كتاب الدعوات ، باب الدعاء للصبيان بالبركة ومسح رؤوسهم)

حدثنا أبو اليمان، حدثنا شعيب، عن الزهری حدثنی عبد الله بن ثعلبة بن صعير العذری قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد مسح وجهه زمن الفتح: أنه رأى سعد بن أبی وقاص – كان سعد قد شهد بدرا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بركعة واحدة بعد صلاة العشاء – يعنی العتمة – لا يزيد عليها حتى يقوم من جوف الليل (مسند احمد،رقم الحديث ٢٣٦٦٧)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاری(حاشية مسند احمد)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۴۲۴، تابع كتاب الصلاة، باب الوتر) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھی ہے (صحیح ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِيَةَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۲ ص ۳۸۷، رقم الحديث ۱۳۴۳۲) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، معاویہ سے زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کا مالک) کسی کو نہیں دیکھا (طبرانی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے حکومت کے معاملہ میں حضرت معاویہ کے اخلاق کا بلند ترین ہونا بھی مروی ہے، جیسا کہ آگے ان کی حکومت کے بیان میں آتا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَقِيْلَ: وَلَا أَبُوْكَ؟ قَالَ: أَبِيْ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْ مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ مُعَاوِيَةُ أَسْوَدَ مِنْهُ (السنة. لابی بكر الخَلَّال، ج۲ ص ۴۴۲، رقم الحديث ۶۸۰، ذكر أبی عبد الرحمن معاوية بن أبی سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، معاویہ سے زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کا مالک) کسی کو نہیں دیکھا، ابنِ عمر سے کہا گیا کہ کیا (معاویہ) آپ کے والد سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے؟ ابنِ عمر نے فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ، معاویہ سے بہتر ہیں، لیکن معاویہ ان سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے (السنہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الصحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفی رجاله خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۱، باب ما جاء فی معاوية بن أبی سفيان رضی الله عنه)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِيَةَ ، قِيْلَ: وَلَا أَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ: وَلَا أَبُوْ بَكْرٍ، قَدْ كَانَ أَبُوْ بَكْرٍ خَيْرًا مِّنْهُ، وَكَانَ أَسْوَدَ مِنْهُ قِيْلَ: وَلَا عُمَرُ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ عُمَرُ خَيْرًا مِّنْهُ وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَسْوَدَ مِنْهُ ، قِيْلَ: وَلَا عُثْمَانُ؟ قَالَ: وَاللّٰهِ إِنْ كَانَ عُثْمَانُ لَسَيِّدًا وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَسْوَدَ مِنْهُ (الآحاد والمثانی، لا بن أبی عاصم، رقم الحدیث ٥١٦، ومن ذکر معاویة بن أبی سفیان بن حرب بن أمیة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، معاویہ سے زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کا مالک) کسی کو نہیں دیکھا، ابنِ عمر سے کہا گیا کہ کیا ابوبکر سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے؟ ابنِ عمر نے فرمایا کہ بلاشبہ ابوبکر ان سے بہتر تھے، لیکن معاویہ ان سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے، کہا گیا کہ عمر سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے؟ ابنِ عمر نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! عمر اُن سے بہتر تھے، لیکن معاویہ ان سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے، کہا گیا کہ کیا عثمان سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے؟ ابنِ عمر نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! عثمان یقیناً سید وسردار تھے، لیکن معاویہ ان سے بھی زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کے مالک) تھے (السنہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں چاروں خلفائے راشدین، بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ وعنہم سے بھی زیادہ سخی وقائدانہ کردار کے مالک ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندی أنا أبو القاسم بن مسعدة أنا حمزة بن یوسف أنا أبو أحمد بن عدی نا داود بن إبراهیم أبو شیبة نا أحمد بن إبراهیم الدورقی نا نوح بن یزید المعلم نا إبراهیم بن سعد وکان من أصحاب إبراهیم بن سعد قال الدورقی قال لی یحیی بن معین اختلفت إلی نوح فی هذا الحدیث ثلاثین مرة فما حدثنی به حتی تحملت علیه عن محمد بن إسحاق عن نافع عن ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ''اَسوَد'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، امام احمد بن حنبل وغیرہ سے اس کے معنیٰ زیادہ سخی ہونے کے مروی ہیں۔

اور اس کے ایک معنیٰ زیادہ بڑے سید وقائدانہ کردار کے مالک ہونے کے، اور ایک معنیٰ نہایت حلیم وکریم ہونے کے آتے ہیں، اور ایک معنیٰ زیادہ فقیہ ہونے کے آتے ہیں، بعض نے اس قسم کے معنیٰ مراد لئے ہیں۔

اور مختلف روایات کے پیشِ نظر مذکورہ صفات میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امتیازی شان رکھتے تھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عمر قال ما رأيت أحدا كان أسود بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم من معاوية قلت هو كان أسود من أبي بكر قال أبو بكر كان خيرا منه وكان هو أسود منه قال قلت فهو كان أسود من عمر قال عمر والله كان خيرا منه وكان هو أسود منه قال قلت هو كان أسود من عثمان قال رحمة الله على عثمان عثمان كان خيرا منه وهو أسود من عثمان (تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج ۵۹، ص ۱۷۴، ذكر من اسمه معاوية)

[1] أخبرنا عبد الله بن أحمد، قال: سمعت أبي يقول في حديث ابن عمر: ما رأيت أحدا بعد النبي صلى الله عليه وسلم كان أسود من معاوية .قال: " تفسيره: أسخى منه ."قال أبو بكر الخلال: وقد روى هذا التفسير عن أحمد بن حنبل غير واحد ثقة، منهم: محمد بن المثنى صاحب بشر بن الحارث رحمه الله، والدورى حكاه عن بعض أصحابه، ولا أحسب إلا أنه سمعه من محمد بن المثنى، لأنهما جميعا رويا الحديث عن نوح بن يزيد.

حدثناه الدورى قال: ثنا نوح بن يزيد المؤدب قال: ثنا إبراهيم بن سعد، عن محمد بن إسحاق، عن نافع، عن ابن عمر قال: ما رأيت أحدا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم كان أسود من معاوية . قال: قلت: هو كان أسود من أبي بكر؟ قال: هو والله أخير منه، وهو والله كان أسود من أبي بكر ." قال: قلت: فهو كان أسود من عمر؟ قال: عمر والله كان أخير منه، وهو والله أسود من عمر ." قال: قلت: هو كان أسود من عثمان؟ قال: والله إن كان عثمان لسيدا، وهو كان أسود منه ."قال الدورى: قال بعض أصحابنا: قال أحمد بن حنبل: معنى أسودا أى أسخى.

قال: وأخبرني محمد بن مخلد بن حفص العطار، قال: حدثني محمد بن المثنى، قال: ثنا نوح بن يزيد بن سيار أبو محمد المؤدب، قال: وسأل أحمد بن حنبل عنه، فقال: اكتب منه، فإنه كان مؤدب إبراهيم بن سعد، وحج معه .قال: ثنا إبراهيم بن سعد، عن محمد بن إسحاق، عن نافع، عن عبد الله بن عمر قال: قلت: وهو كان أسود من أبي بكر؟ قال: أبو بكر أفضل منه، وكان هو أسود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور محمد بن سیرین سے حسن طریقہ پر روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ مُعَاوِيَةُ أَحْلَمَ النَّاسِ، قَالُوْا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَبُوْ بَكْرٍ؟ قَالَ: أَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْ مُعَاوِيَةَ، وَمُعَاوِيَةُ مِنْ أَحْلَمِ النَّاسِ، قَالُوْا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عُمَرُ؟ قَالَ: عُمَرُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

من أبی بکر .قال: قلت: أهو کان أسود من عمر؟ قال: عمر کان أفضل منه، وهو الله کان أسود من عمر .قال: قلت: هو کان أسود من عثمان؟ قال: والله إن کان عثمان لسیدا، ومعاویة والله کان أسود منه .قال: سألت أحمد بن محمد بن حنبل فقلت: یا أبا عبد الله، أیش معنی السید؟ قال: السید: الحلیم، والسید: المعطی، أعطی معاویة أهل المدینة عطایا ما أعطاها خلیفة کان قبله (السنة.لابی بکر الخَلَّال، ج۲ص ۴۴۱ الٰی ۴۴۲، رقم الحدیث ۶۷۸ ،وص ۶۷۹،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته)

وسمی الله تعالی یحیی سیدا وحصورا؛ أراد أنه فاق غیره عفة ونزاهة عن الذنوب .الفراء: السید الملک والسید الرئیس والسید السخی وسید العبد مولاه، والأنثی من کل ذلک بالهاء .وسید المرأة: زوجها(لسان العرب، ج۳ص ۲۲۹، فصل السین المهملة)

وکذلک "السید "أصله سیود اجتمعت یاء وواو وسبقت إحداهما بالسکون فقلبت الواو یاء وأدغمت .کما قیل میت وأصله میوت .والمادة فی السواد والسؤدد تدل علی الجمع واللون الأسود هو الجامع للبصر.

وقد قال الله تعالی:"وسیدا وحصورا"قال أکثر السلف (سیدا) حلیما وکذلک یروی عن الحسن. وسعید بن جبیر .وعکرمة وعطاء .وأبی الشعثاء والربیع بن أنس .ومقاتل وقال: أبو روق عن الضحاک أنه الحسن الخلق .وروی سالم عن سعید بن جبیر أنه التقی ولا یسود الرجل الناس حتی یکون فی نفسه مجتمع الخلق ثابتا .

وقال عبد الله بن عمر: ما رأیت بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أسود من معاویة فقیل له: ولا أبو بکر ولا عمر قال: کان أبو بکر وعمر خیرا منه وما رأیت بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أسود من معاویة .قال أحمد بن حنبل: یعنی به الحلیم أو قال: الکریم ولهذا قیل: إذا شئت یوما أن تسود قبیلة فبالحلم سد لا بالتسرع والشتم ولهذا فسر طائفة من السلف السید بأنه سید قومه فی الدین وقال ابن زید: هو الشریف وقال الزجاج: الذی یفوق قومه فی الخیر .وقال ابن الأنباری: السید هنا الرئیس والإمام فی الخیر وعن ابن عباس ومجاهد: هو الکریم علی ربه وعن سعید بن المسیب هو الفقیه العالم(مجموع الفتاویٰ، ج۱۷ص ۲۲۷،کتاب التفسیر،الجزء الرابع :تفسیر سورة الإخلاص والمعوذتین، قول السلف فی قوله تعالٰی :"وسیدا وحصورا")

خَيْرٌ مِّنْ مُعَاوِيَةَ، وَمُعَاوِيَةُ مِنْ أَحْلَمِ النَّاسِ (السنة.لابی بکر الخَلَّال، ج۲ص۴۴۳، رقم الحدیث ۶۸۱،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه،المنتقی من کتاب الطبقات،لابی عروبة الحرانی،ص۱۴۰)

ترجمہ: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاویہ سب لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم (تحمل مزاج والے اور بردبار) تھے، لوگوں نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن، کیا ابو بکر سے بھی زیادہ حلیم تھے، تو ابنِ عمر نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، معاویہ سے بہتر ہیں، لیکن معاویہ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے، لوگوں نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن، کیا عمر سے بھی زیادہ حلیم تھے، تو ابنِ عمر نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ، معاویہ سے بہتر ہیں، لیکن معاویہ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم تھے (السنہ والمنتقی)

اس طرح کی روایت عبدالملک بن عمیر سے بھی مروی ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے سینے کو علم وحلم سے بھرنے کی جو دعاء فرمائی تھی، یہ بھی اسی کا اثر تھا۔

محدث ابوبکر محمد بن حسین آجری فرماتے ہیں:

مُعَاوِيَةُ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَاتِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الْقُرْآنُ بِأَمْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، وَصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ دَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقِيَهِ الْعَذَابَ ، وَدَعَا لَهُ أَنْ يُّعَلِّمَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَيُمَكِّنَ لَهُ فِي الْبِلَادِ وَأَنْ يَّجْعَلَهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَأَرْدَفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

[1] أخبرني محمد بن علي، قال: ثنا الأثرم، قال: ثنا منجاب بن الحارث، قال: حدثني أبو عامر الأسدي، عن موسى بن عبد الملك بن عمير، عن أبيه، قال: كان معاوية بن أبي سفيان من أحلم الناس(السنة.لابی بکر الخَلَّال، ج۲ص۴۴۵،رقم الحدیث ۶۸۶،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

وَسَلَّمَ خَلْفَهُ فَقَالَ: مَا يَلِينِيْ مِنْكَ؟ قَالَ: بَطْنِيْ ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِمْلَأْهُ حِلْمًا وَعِلْمًا، وَأَعْلَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّكَ سَتَلْقَانِيْ فِيْ الْجَنَّةِ، وَصَاهَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ تَزَوَّجَ أُمَّ حَبِيْبَةَ أُخْتَ مُعَاوِيَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا ، فَصَارَتْ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَصَارَ هُوَ خَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ :"عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَّوَدَّةً" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَّا أَتَزَوَّجَ إِلٰى أَحَدٍ مِّنْ أُمَّتِيْ وَلَا يَتَزَوَّجَ إِلَيَّ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِيْ إِلَّا كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ، وَهُوَ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهُ" فَقَدْ ضَمِنَ اللّٰهُ الْكَرِيْمُ لَهُ أَنْ لَا يُخْزِيَهُ لِأَنَّهُ مِمَّنْ آمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَأْتِيْ مِنَ الْأَخْبَارِ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا قُلْتُ ، وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى (الشريعة، ج۵، ص ۲۴۳۱، كتاب فضائل معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں، اللہ عزوجل کی وحی کے، اور وہ قرآن ہے، اللہ عزوجل کے حکم سے، اور معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور وہ ہستی ہیں، جن کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعاء فرمائی کہ اللہ ان کو عذاب سے بچائے، اور ان کے لئے یہ دعاء فرمائی کہ اللہ، ان کو کتاب کا علم دے، اور ان کو شہروں میں قوت عطاء فرمائے، اور ان کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دہندہ بنائے، اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سوار کیا، پھر فرمایا کہ تمہارا کونسا حصہ مجھ سے ملا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ پیٹ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اس کو حلم، اور علم

سے بھر دیجئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اطلاع دی کہ تم مجھ سے جنت میں ملاقات کروگے۔

اوران سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سسرالی رشتہ منتخب فرمایا، اس طرح کہ معاویہ کی بہن، امِ حبیبہ (بنتِ ابی سفیان) رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا، اور یہ ام المومنین شمار ہوئیں، اور معاویہ رضی اللہ عنہ مومنوں کے ماموں شمار ہوئے، پھر اللہ عزوجل نے ان (معاویہ اوران کے والدین وبہن بھائیوں) کے متعلق سورہ ممتحنہ کی یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَّوَدَّةً"

"قریب ہے کہ اللہ کردے تمہارے، اور تمہارے دشمنوں کے درمیان، محبت کو"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے جس سے نکاح کروں گا، اور میری امت میں سے جو بھی مجھ سے نکاح کرے گا، تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

اور معاویہ ان افراد میں سے ہیں، جن کے متعلق اللہ عزوجل نے سورہ تحریم میں فرمایا کہ:

"يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ"

"اس دن اللہ، رسوا نہیں فرمائے گا، نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے"

پس اللہ کریم نے ان کے رسوا نہ کرنے کی ضمانت لے لی، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے ہیں، اور عنقریب وہ احادیث و روایات آتی ہیں، جو میری بتلائی ہوئی باتوں پر دلالت کرتی ہیں، اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ (الشریعہ)

ابو بکر بن خلال نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے متعلق مختلف روایات کو بیان کیا ہے، جن میں سے چند روایات کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔

امام احمد سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سسرالی رشتہ داری ہے، لوگوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا پریشانی لاحق ہے، ہم اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔ [1]

امام احمد سے ہی روایت ہے کہ حضرت معاویہ اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما، دونوں مومنین کے ماموں ہیں، دونوں کی بہنیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں داخل ہیں۔ [2]

امام احمد کے پاس کچھ لوگوں کی خبر پہنچی، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومنین کے ماموں کہنے سے منع کرتے تھے، تو امام احمد ان پر غصہ ہوئے، اور فرمایا کہ ان کو یہ کہنے میں کیا اعتراض ہے؟ یہ لوگ توبہ کرنے تک ظالم شمار ہوں گے۔ [3]

امام احمد کے بارے میں ہی مروی ہے کہ ان سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جو نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مومنین کا ماموں کہتا، اور نہ ہی ان کو کاتبِ وحی کہتا؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ یہ برا اور ردّی قول ہے، ایسے لوگوں سے دور رہا جائے، اور ان کی صحبت سے

---

[1] وأخبرنی عبد الملک بن عبد الحمید المیمونی، قال: قلت لأحمد بن حنبل: أليس قال النبی صلی الله علیه وسلم: کل صهر ونسب ینقطع إلا صهری ونسبی ؟ قال: " بلی، قلت: وهذه لمعاویة؟ قال: نعم، له صهر ونسب .قال: وسمعت ابن حنبل یقول: ما لهم ولمعاویة، نسأل الله العافیة(السنة،لابی بکر الخَلَّال، ج۲ ص ۴۳۲،رقم الحدیث ۶۵۴،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

[2] أخبرنی أحمد بن محمد بن مطر، وزکریا بن یحیی، أن أبا طالب حدثهم أنه سأل أبا عبد الله: أقول: معاویة خال المؤمنین؟ وابن عمر خال المؤمنین؟ قال: نعم، معاویة أخو أم حبیبة بنت أبی سفیان، زوج النبی صلی الله علیه وسلم ورحمهما، وابن عمر أخو حفصة زوج النبی صلی الله علیه وسلم ورحمهما، قلت: أقول: معاویة خال المؤمنین؟ قال: نعم "(السنة،لابی بکر الخَلَّال، ج۲ ص ۴۳۳،رقم الحدیث ۶۵۷،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

[3] أخبرنا أبو بکر المروذی، قال: سمعت هارون بن عبد الله، یقول لأبی عبد الله: جائنی کتاب من الرقة أن قوما قالوا: لا نقول: معاویة خال المؤمنین، فغضب وقال: ما اعتراضهم فی هذا الموضع، یجفون حتی یتوبوا(السنة،لابی بکر الخَلَّال، ج۲ ص ۳۳۴، رقم الحدیث ۶۵۸،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

اجتناب کیا جائے۔ [1]

امام احمد ہی سے ایک روایت میں مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں، یا عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ معاویہ افضل ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کر سکتے، جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی وہ افضل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کو سب سے بہتر قرار دیا ہے۔ [2]

ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا چاہا، تو اس کو علی بن عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ ایسا مت کرو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ [3]

بشر بن حارث سے روایت ہے کہ محدث ''معافی بن سلیمان'' سے معلوم کیا گیا کہ معاویہ افضل ہیں، یا عمر بن عبدالعزیز؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، عمر بن

---

[1] أخبرني محمد بن أبي هارون، ومحمد بن جعفر، أن أبا الحارث حدثهم قال: وجهنا رقعة إلى أبي عبد الله: ما تقول رحمك الله فيمن قال: لا أقول إن معاوية كاتب الوحي، ولا أقول إنه خال المؤمنين، فإنه أخذها بالسيف غصبا؟ قال أبو عبد الله: هذا قول سوء ردىء، يجانبون هؤلاء القوم، ولا يجالسون، ونبين أمرهم للناس(السنة،لابي بكر الخَلَّال، ج۲ ص۴۳۴،رقم الحديث ۶۵۹،ذكر أبي عبد الرحمن معاوية بن أبي سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

[2] وأخبرنا أبو بكر المروذي، قال: قلت لأبي عبد الله: أيهما أفضل: معاوية أو عمر بن عبد العزيز؟ فقال: معاوية أفضل، لسنا نقيس بأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم أحدا .قال النبي صلى الله عليه وسلم: خير الناس قرني الذين بعثت فيهم(السنة،لابي بكر الخَلَّال،ج۲ ص ۴۳۴، رقم الحديث ۶۶۰،ذكر أبي عبد الرحمن معاوية بن أبي سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

أخبرني عصمة بن عاصم، قال: ثنا حنبل، قال: سمعت أبا عبد الله وسئل: من أفضل: معاوية أو عمر بن عبد العزيز؟ قال: من رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير الناس قرني(السنة،لابي بكر الخَلَّال،ج۲ ص ۴۳۴، وص۴۳۵،رقم الحديث ۶۶۱، ذكر أبي عبد الرحمن معاوية بن أبي سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

[3] وأخبرني محمد، قال: ثنا أبو بكر الأثرم، قال: ثنا عبد الله بن عمر، قال: ثنا أبو المحياة التيمي، عن عمر بن بزيع، قال: سمعت علي بن عبد الله بن عباس وأنا أريد أن أسب معاوية فقال لي: مهلا، لا تسبه؛ فإنه صهر رسول الله صلى الله عليه وسلم (السنة،لابي بكر الخَلَّال،ج۲ ص۴۳۳،رقم الحديث ۶۵۶،ذكر أبي عبد الرحمن معاوية بن أبي سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

عبدالعزیز جیسے چھ سو افراد سے افضل ہیں۔ [1]

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل جیسی حالت میں صبح کرو، تو تم میں سے اکثر لوگ کہیں گے کہ یہ تو حضرت مہدی ہیں۔ [2]

اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھو، تو تم ان کو مہدی کہو گے۔ [3]

حضرت زہری سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سالہا سال عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ سیرت کو اختیار کیا، جس میں کوئی چیز کم نہیں کی۔ [4]

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیلُ القدر صحابۂ کرام میں داخل ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد صحابۂ کرام کے علاوہ کئی تابعینِ عظام سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وفضیلت ثابت ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود بعض لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی سخت باتیں کرتے ہیں، جس سے بہت سے مسلمانوں اور صحابۂ کرام سے محبت رکھنے والوں کی دل

---

[1] أخبرنی أبو بكر المروذی، قال: كتب إلينا على بن خشرم قال: سمعت بشر بن الحارث، يقول: سئل المعافى وأنا أسمع، أو سألته: معاوية أفضل أو عمر بن عبد العزيز؟، فقال: كان معاوية أفضل من ستمائة مثل عمر بن عبد العزيز (السنة، لابی بكر الخَلَّال، ج۲ ص۴۳۵، رقم الحديث ۶۶۴، ذكر أبی عبد الرحمن معاوية بن أبی سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

[2] أخبرنا محمد بن على، قال: ثنا أبو بكر الأثرم، قال: ثنا عمر بن جبلة، قال: ثنا محمد بن مروان، عن يونس، عن قتادة، قال: " لو أصبحتم فی مثل عمل معاوية لقال أكثركم: هذا المهدی " (السنة، لابی بكر الخَلَّال، ج۲ ص۴۳۷، وص۴۳۸، رقم الحديث ۶۶۸، ذكر أبی عبد الرحمن معاوية بن أبی سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

[3] أخبرنا محمد بن سليمان بن هشام، قال: ثنا أبو معاوية الضرير، عن الأعمش، عن مجاهد، قال: " لو رأيتم معاوية لقلتم: هذا المهدی " (السنة، لابی بكر الخَلَّال، رقم الحديث ۶۶۹، ج۲ ص۴۳۸، ذكر أبی عبد الرحمن معاوية بن أبی سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

[4] أخبرنا عبد الله بن محمد بن شاكر، قال: ثنا أبو أسامة، قال: ثنا حماد بن زيد، عن معمر، عن الزهری، قال: عمل معاوية بسيرة عمر بن الخطاب سنين لا يخرم منها شيئا (السنة، لابی بكر الخَلَّال، ج۲ ص۴۴۴، رقم الحديث ۶۸۳، ذكر أبی عبد الرحمن معاوية بن أبی سفيان وخلافته، رضوان الله عليه)

آزاری ہوتی ہے، اور پھر کئی قسم کے فتنے وفسادات رونما ہوتے ہیں۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام کے بارے میں بدزبانی سے منع فرمایا ہے، اور صحابۂ کرام کے زمانہ کو بہترین زمانہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ أَصْحَابِیْ، لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضاً، مَنْ أَحَبَّھُمْ، فَبِحُبِّیْ أَحَبَّھُمْ وَمَنْ أَبْغَضَھُمْ، فَبِبُغْضِیْ أَبْغَضَھُمْ، وَمَنْ آذَاھُمْ، فَقَدْ آذَانِیْ، وَمَنْ آذَانِیْ، فَقَدْ آذَی اللّٰہ، وَمَنْ آذَی اللّٰہَ، یُوْشِکُ أَنْ یَّأْخُذَہٗ (موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۲۲۸۴، کتاب المناقب، باب فضل أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بعدھم) [1]

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدّارانی : إسناده حسن، عبد الله بن عبد الرحمن ترجمه البخاری فی الکبیر ۵/ ۳۱ولم یورد فیه جرحا ولا تعدیلا، وتبعه علی ذلک ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعدیل ۹۴/۵"وقد روی عنه أکثر من واحد، وذکره ابن حبان فی الثقات 17 /5، وحسن الترمذی حدیثه. والحدیث فی الإحسان(۱۸۹/۹ برقم ۷۲۱۲)وعنده أکثر من تحریف.

وأخرجه أحمد۸۷/۴، وأبو نعیم فی "حلیة الأولیاء ۲۸۷/۸ "من طریق إبراهیم ابن سعد، بهذا الإسناد.

وأخرجه ابن عدی فی کامله ۴۸۵/۴من طریق أحمد بن إبراهیم الموصلی، وأخرجه العقیلی فی الضعفاء ۲۷۲/۲من طریق محرز بن عون، وأخرجه البخاری فی التاریخ ۱۳۱/۵ من طریق یحیی بن قزعة، إبراهیم بن مهدی، وأخرجه أحمد ۵۵/۵من طریق عبد الله بن عون الخراز، جمیعهم حدثنا إبراهیم بن سعد، به.

وأخرجه أحمد ۵۴/۵ ـ ۵۵، ۵۷،من طریق سعد بن إبراهیم (بن سعد بن إبراهیم ابن عبد الرحمن بن عوف)، حدثنا عبیدة بن أبی رائطة الحذاء التمیمی، حدثنی عبد الرحمن بن زیاد -أو عبد الرحمن بن عبد الله، عن عبد الله بن مغفل ...

ومن طریق أحمد السابقة أخرجه الخطیب فی "تاریخ بغداد ۱۲۳/۹ "

وأخرجه الترمذی فی المناقب(۳۸۶۱)باب :فیمن سب أصحاب النبی-صلی الله علیه وسلم-، من طریق محمد بن یحیی، أخبرنا یعقوب بن إبراهیم بن سعد، أخبرنا عبیدة بن أبی رائطة، به .ولکن قال" :عبد الرحمن بن زیاد."

وقال الترمذی" :هذا حدیث حسن، غریب لا نعرفه إلا من هذا الوجه."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم انہیں (اعتراضات کا) نشانہ مت بناؤ، جس نے ان سے سے محبت کی، تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی، اس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اس نے (گویا کہ) اللہ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ وانظر "تحفة الأشراف(۷/۱۷۷ ـ ۱۷۸ برقم ۹۶۶۲) "وجامع الأصول ۸/۵۵۳وابن كثير ۵/۵۱۴.

وقال المناوى فى "فيض القدير ۲/۹۸ "ووجه الوصية نحو البعدية، وخص الوعيد بها لما اطلع عليه مما سيكون بعده من ظهور البدع، وإيذاء بعضهم زعما منهم الحب لبعض آخر، وهذا من باهر معجزاته.

وقد كان فى حياته حريصا على حفظهم والشفقة عليهم .أخرج البيهقى، عن ابن مسعود :خرج علينا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فقال :(لا يبلغنى أحد منكم عن أحد من أصحابى شيئا، فإنى أحب أن أخرج إليكم وأنا سليم الصدر وإن تعرض إليهم ملحد، وكفر نعمة قد أنعم الله بها عليهم، فجهل منه وحرمان، وسوء فهم، وقلة إيمان، إذ لو لحقهم نقص، لم يبق فى الدين ساق قائمة، لأنهم النقلة إلينا، فإذا جرح النقلة، دخل فى الآيات والأحاديث التى بها ذهاب الأيام، وخراب الإسلام، إذ لا وحى بعد المصطفى -صلى الله عليه وسلم -وعدالة المبلغ شرط لصحة التبليغ."

عند أحمد ۴/۴۲۷، ومسلم(۲۵۳۵)، والنسائى۷/۱۷ ـ ۱۸، والبيهقى ۱۰/۱۲۳ زيادة :("ثم الذين يلونهم -"قال عمران :فلا أدرى أقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بعد قرنه مرتين أو ثلاثة -ثم يكون بعدهم قوم يشهدون ولا يستشهدون ويخونون ولا يتمنون (يؤتمنون)، وينذرون ولا يوفون، ويظهر فيهم السمن") .وهذا لفظ مسلم.

وقال الحافظ ابن حجر فى فتح البارى۷/۷ " وقع مثل هذا الشك فى حديث ابن مسعود، وأبى هريرة عند مسلم .وفى حديث بريدة عند أحمد، وجاء فى أكثر الطرق بغير شك، منها حديث النعمان بن بشير عند أحمد.

وعن مالك عند مسلم عن عائشة (قال رجل، يا رسول الله أى الناس خير؟ .قال :القرن الذى أنا فيه، ثم الثانى، ثم الثالث)

ووقع فى رواية الطبرانى، وسموية ما يفسر هذا السؤال، وهو ما أخرجاه من طريق بلال بن سعد بن تميم، عن أبيه قال :قلت :يا رسول الله، أى الناس خير، فقال :أنا وقرنى، فذكر مثله.

وللطيالسى من حديث عمر رفعه :(خير أمتى القرن الذين أنا منهم، ثم الثانى، ثم الثالث)

ووقع فى حديث جعدة بن هبيرة عند ابن أبى شيبة، والطبرانى إثبات القرن الرابع، ولفظه (خير الناس قرنى، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم الآخرون أردأ)ورجاله ثقات إلا أن جعدة مختلف فى صحبته والله أعلم" (حاشية موارد الظمآن)

کو ایذاء پہنچائی، اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے، تو قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے گا (موارد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيْفَهُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٦٧٣، كتاب اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم :لو كنت متخذا خليلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابہ کو سب وشتم (وگالم گلوچ) نہ کرو، پس اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے، تو وہ اُن (یعنی صحابہ) کے ایک مُد، بلکہ اس کے آدھے حصہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا (بخاری)

اس طرح کی ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

ایک مُد تقریباً چوتھائی صاع کے برابر ہوتا ہے، جس کا وزن ایک سیر سے بھی کم بنتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اتنی کم چیز کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب دوسروں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ خیرات سے بھی زیادہ ہونے کی وجہ صحابۂ کرام کا بلند مقام اور مرتبہ اور صحابۂ کرام کی نیتوں میں اخلاص کا زیادہ ہونا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً، خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١٦٢، ابواب السنة، باب فی فضائل اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم) [2]

---

[1] عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :لا تسبوا أصحابی، لا تسبوا أصحابی، فوالذی نفسی بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا، ما أدرک مد أحدهم، ولا نصيفه(صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٥٤٠"٢٢١")

[2] قال شعيب الارنؤوط:اسناده قوی(حاشية سنن ابنِ ماجه)

ترجمہ: تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو سب وشتم (وگالم گلوچ) مت کرو، پس اُن میں سے کسی کا ایک ساعت (اور ایک لمحہ عبادت کے لئے) کھڑا ہونا، تم میں سے کسی کے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۴۷۷۱) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو سبّ وشتم مت کرو، اللہ کی لعنت ہو، اس پر جو میرے صحابہ کو سب وشتم کرے (طبرانی)

اس طرح کی احادیث اور سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [2]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح غير علي بن سهل، وهو ثقة(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۱۶۴۲۹، باب ما جاء في حق الصحابة رضي الله عنهم والزجر عن سبهم)

[2] عن ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة، والناس أجمعين(المعجم الكبير للطبراني، ج۱۲ ص۱۴۲، رقم الحديث ۱۲۷۰۹)

عن عطاء، عن عبد الله بن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لعن الله من سب أصحابي(المعجم الكبير للطبراني، ج۱۲ ص۴۳۴، رقم الحديث ۱۳۵۸۸)

عن نافع، عن ابن عمر؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :من سب أصحابي فعليه لعنة الله(مسند البزار، رقم الحديث ۵۷۵۳)

عن أنس بن مالك، رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من سب أصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا(الدعاء للطبراني،رقم الحديث ۲۱۰۸)

عن عطاء، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من سب أصحابي فعليه لعنة الله(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ۳۳۰۸۶)

قال الالباني:و بالجملة، فالحديث بمجموع طرقه حسن عندي على أقل الدرجات .و الله أعلم. (سلسلة الاحاديث الصحيحة ،تحت رقم الحديث ۲۳۴۰)

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامِيْ فِيْكُمْ، فَقَالَ: اِسْتَوْصُوْا بِأَصْحَابِيْ خَيْرًا، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُوْ الْكَذِبُ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَبْتَدِءُ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُّسْأَلَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۴، سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۱۶۵، باب ما جاء فی لزوم الجماعة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اسی مقام پر کھڑے ہوئے تھے، جس مقام پر میں تمہارے درمیان ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میرے صحابۂ کرام کے متعلق خیر کی وصیت حاصل کرلو، پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تابعین) کے متعلق اور پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کے متعلق، پھر جھوٹ پھیل جائے گا، یہاں تک کہ ایک آدمی گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (مسند احمد، ترمذی)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ عُمَرُ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ مِثْلِ مَقَامِيْ هٰذَا، فَقَالَ: أَحْسِنُوْا إِلٰى أَصْحَابِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ يَحْلِفُ أَحَدُهُمْ عَلَى الْيَمِيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسْتَحْلَفَ عَلَيْهَا، وَيَشْهَدُ عَلَى الشَّهَادَةِ قَبْلَ أَنْ يُّسْتَشْهَدَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۷، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۲۹۲۹) [2]

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه وقد رواه ابن المبارک، عن محمد بن سوقة، وقد روی هذا الحديث من غير وجه عن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم.
وقال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اس جگہ کھڑے ہوکر یہ بات فرمائی تھی کہ تم میرے صحابہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا، پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تابعین) کے ساتھ، اور پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کے ساتھ، پھر ایسی قوم آئے گی کہ ان میں سے ایک آدمی قسم لئے بغیر قسم کھائے گا، اور گواہی دینے والا گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (مسند احمد، طبرانی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَامَ بِالْجَابِيَةِ خَطِيْبًا، فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْنَا مَقَامِيْ فِيْكُمْ فَقَالَ: أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ؛ فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتّٰى يَحْلِفَ الْإِنْسَانُ عَلَى الْيَمِيْنِ لَا يُسْأَلُهَا، وَيَشْهَدَ عَلَى الشَّهَادَةِ لَا يُسْأَلُهَا (مصنف عبدالرزاق، جامع معمر بن راشد، رقم الحديث ۲۰۷۱۰، باب لزوم الجماعة)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میری اسی جگہ کھڑے ہوئے تھے، اور فرمایا تھا کہ تم میرے صحابہ کا اکرام کرنا، کیونکہ بے شک وہ تم میں بہترین حضرات ہیں، پھر ان سے متصل آنے والے (یعنی تابعین) بہتر ہیں، اور پھر ان سے متصل آنے والے (یعنی تبع تابعین) بہتر ہیں، پھر اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا، یہاں تک کہ انسان قسم لئے بغیر حلف اٹھائے گا اور گواہی دینے والا گواہی طلب کئے بغیر گواہی دے گا (عبدالرزاق)

اس طرح کا مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے، جن سے صحابہ کا مقام واضح ہوتا ہے۔ [1]

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ: 728ھ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے متعلق ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

إيمان معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه -ثابت بالنقل المتواتر وإجماع أهل العلم على ذلك (مجموع الفتاویٰ، ج۴ص ۴۵۳، کتاب مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ایمان معاویة رضی الله عنه)

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا ایمان، نقلِ متواتر سے ثابت ہے، اور اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وأما إسلامه عام الفتح مع من ذكر فمتفق عليه بين العلماء ؛ سواء كان أسلم قبل ذلك أو لم يكن إسلامه إلا عام فتح مكة؛ ولكن بعض الكذابين زعم : أنه عير أباه بإسلامه وهذا كذب بالاتفاق من أهل العلم بالحديث (مجموع الفتاویٰ، ج۴، ص ۴۵۴، مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ایمان معاویة رضی الله عنه)

ترجمہ: اور جہاں تک ان (معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) کے فتح مکہ والے سال میں اسلام لانے کا تعلق ہے، جس کا پہلے ذکر کیا گیا، تو یہ علماء کے درمیان متفق علیہ بات ہے، خواہ وہ اس سے پہلے اسلام لے آئے ہوں، یا ان کا اسلام لانا، صرف فتحِ مکہ کے سال میں ہو، لیکن بعض کذاب اور جھوٹے لوگوں نے یہ گمان کرلیا کہ انہوں (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے اپنے والد (حضرت سفیان رضی اللہ عنہ) کو ان کے اسلام لانے پر عار دلائی تھی، لیکن یہ بات حدیث کے اہلِ علم

---

[1] عن ابن سليمان بن يسار، عن أبيه ، عن عمر بن الخطاب أنه خطب للناس بالجابية فقال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم كقيامي فيكم فقال: أكرموا أصحابي، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم، ثم يظهر الكذب حتى يشهد الرجل ولم يستشهد، ويحلف ولم يستحلف، ألا لا يخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشيطان، ألا ومن سرته بحبحة الجنة فليلزم الجماعة فإن الشيطان مع الفذ وهو من الاثنين أبعد، ألا ومن سرته حسنته وسائته سيئته فهو مؤمن (مسند الحميدی، رقم الحديث ۳۲، أحاديث عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم)

www.idaraghufran.org

حضرات کے اتفاق کے ساتھ جھوٹی ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وقد استعمل النبی صلی الله علیه وسلم "أبا سفیان "بن حرب -أبا معاویة -علی نجران نائبا له وتوفی النبی صلی الله علیه وسلم وأبو سفیان عامله علی نجران .وکان معاویة أحسن إسلاما من أبیه باتفاق أهل العلم کما أن أخاه "یزید بن أبی سفیان "کان أفضل منه ومن أبیه؛ ولهذا استعمله أبو بکر الصدیق رضی الله عنه علی قتال النصاری حین فتح الشام (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص ۴۵۴،مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ایمان معاویة رضی الله عنه)

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد) ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو نجران میں اپنا عامل ونائب مقرر فرمایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نجران کے عامل مقرر تھے۔ اور اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، کا اسلام ان کے والد سے زیادہ اچھا تھا، جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، اپنے بھائی (معاویہ) اور اپنے والد (ابوسفیان) سے افضل تھے، اور اسی وجہ سے ان (معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ) کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کے فتح ہونے کے وقت، نصاریٰ سے قتال کرنے کے لئے، نمائندہ بنا کر مقرر کیا تھا (اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نام کے بھائی، معاویہ کے بیٹے یزید بن معاویہ سے الگ شخصیت ہیں) (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وکان یزید بن أبی سفیان علی الشام؛ إلی أن ولی عمر؛ فمات یزید بن أبی سفیان؛ فاستعمل عمر معاویة مکان أخیه یزید بن أبی سفیان وبقی معاویة علی ولایته تمام خلافته وعمر ورعیته تشکره وتشکر سیرته فیهم وتوالیه

وتحبه لما رأوا من حلمه وعدله؛ حتى أنه لم يشكه منهم مشتك ولا تظلمه منهم متظلم. ويزيد بن معاوية ليس من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وإنما ولد فى خلافة عثمان؛ وإنما سماه يزيد باسم عمه من الصحابة .
وقد شهد معاوية؛ وأخوه يزيد؛ وسهيل بن عمرو؛ والحارث بن هشام وغيرهم من مسلمة الفتح مع النبى صلى الله عليه وسلم غزوة حنين؛ ودخلوا فى قوله تعالى (ثم أنزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين وأنزل جنودا لم تروها وعذب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين)
وكانوا من المؤمنين الذين أنزل الله سكينته عليهم مع النبى صلى الله عليه وسلم،وغزوة الطائف (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص ۴۵۷،و۴۵۸،مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ايمان معاوية رضى الله عنه)

ترجمہ: اور (معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی) یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، شام کے عامل مقرر تھے، یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت وحکومت قائم ہوگئی، پھر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کی جگہ عامل ونمائندہ مقرر فرمادیا، اور عمر رضی اللہ عنہ کی مکمل دورِ خلافت تک معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے عامل ونمائندے مقرر رہے، اور حضرت عمر اور ان کی رعایا، ان کی قدر کرتی رہی اور معاویہ کی اپنے متعلق سیرت وکردار کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتی رہی، اور ان سے دوستی اور محبت رکھتی رہی، کیونکہ ان کی رعایا نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم وتحمل اور ان کے عدل وانصاف کو ملاحظہ کرلیا تھا، یہاں تک کہ ان کی رعایا میں سے کسی شکوہ کرنے والے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظلم کی شکایت نہیں کی، اور ان میں سے کسی نے اپنے اوپر ظلم ہونے کا اظہار نہیں کیا۔

البتہ (معاویہ کا بیٹا) یزید بن معاویہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے نہیں، وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوا، اور اس کا نام ''یزید'' اس کے صحابی چچا (یزید بن ابی سفیان) کے نام پر رکھا گیا۔

جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے بھائی یزید بن ابی سفیان اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ھشام وغیرہم رضی اللہ عنہم، فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لانے والے حضرات ہیں (جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل وقید سے آزاد قرار دیا، اور اس بناء پر وہ طلقاء کہلاتے ہیں) یہ اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، اور وہ (سورہ توبہ میں مذکور) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں کہ:

"ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا، وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ"

(یعنی پھر نازل کیا اللہ نے اپنے سکینہ کو، اپنے رسول پر اور مومنین پر، اور نازل کیا اس نے ایسے "فرشتوں کے" لشکر کو، جس کو تم نہیں دیکھ رہے تھے، اور عذاب دیا، اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا، اور یہ جزاء ہے، کافروں کی)

پس یہ حضرات (معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم) ان مومنین میں سے تھے، جن کے اوپر اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سکینہ کو نازل فرمایا تھا (اور وہ اس فضیلت کے مستحق قرار پائے) اور غزوۂ طائف میں شریک ہوئے (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وهؤلاء المذكورون دخلوا فى قوله تعالى (لا يستوى منكم من أنفق من قبل الفتح وقاتل أولئك أعظم درجة من الذين أنفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى) فإن هؤلاء الطلقاء مسلمة الفتح :هم ممن أنفق من بعد الفتح وقاتل وقد وعدهم الله الحسنى فإنهم أنفقوا بحنين والطائف وقاتلوا فيهما رضى الله عنهم .وهم أيضا داخلون فيمن رضى الله عنهم حيث قال تعالى : (والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه) فإن السابقين هم الذين أسلموا قبل الحديبية كالذين بايعوه تحت الشجرة الذين أنزل الله فيهم :(لقد رضى الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة)

كانوا أكثر من ألف وأربعمائة وكلهم من أهل الجنة كما ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :(لا يدخل النار أحد بايع تحت الشجرة) " وكان فيهم حاطب بن أبى بلتعة وكانت له سيئات معروفة ،مثل مكاتبته للمشركين بأخبار النبى صلى الله عليه وسلم وإساء ته إلى مماليكه وقد ثبت فى الصحيح (أن مملوكه جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم فقال :والله يا رسول الله لا بد أن يدخل حاطب النار .فقال له النبى صلى الله عليه وسلم كذبت .إنه شهد بدرا والحديبية) ." وثبت فى الصحيح أنه (لما كتب إلى المشركين يخبرهم بمسير النبى صلى الله عليه وسلم إليهم أرسل على بن أبى طالب والزبير إلى المرأة التى كان معها الكتاب فأتيا بها فقال :ما هذا يا حاطب فقال :والله يا رسول الله ما فعلت ذلك ارتدادا عن دينى ولا رضيت بالكفر بعد الإسلام ولكن كنت امرأ ملصقا فى قريش لم أكن من أنفسهم وكان من معك من أصحابك لهم بمكة قرابات يحمون بها أهاليهم فأحببت إذ فاتنى ذلك أن أتخذ فيهم يدا يحمون بها قرابتى.

فقال عمر بن الخطاب :دعنى أضرب عنق هذا المنافق .فقال النبى صلى الله عليه وسلم إنه قد شهد بدرا وما يدريك أن الله قال :اعملوا ما شئتم قد غفرت لكم) . وفى هذا الحديث بيان أن الله يغفر لهؤلاء السابقين - كأهل بدر والحديبية -من الذنوب العظيمة بفضل سابقتهم وإيمانهم وجهادهم؛ ما لا يجوز لأحد أن يعاقبهم بها كما لم تجب معاقبة حاطب مما كان منه .وهذا مما يستدل به على أن ما جرى بين على وطلحة والزبير ونحوهم:فإنه إما أن يكون اجتهادا لا ذنب فيه فلا كلام .فقد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :(إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران وإذا اجتهد فأخطأ فله أجر) وإن كان هناك ذنب فقد ثبت أن هؤلاء رضى الله عنهم وغفر لهم ما فعلوه؛ فلا يضرهم ما وقع منهم من الذنوب إن كان قد وقع ذنب؛ بل إن وقع من أحدهم ذنب كان الله محاه بسبب قد وقع من الأسباب التى يمحص الله بها الذنوب، مثل أن يكون قد تاب فيتوب الله عليه أو كان له حسنات تمحو السيئات أو يكون قد كفر عنه ببلاء ابتلاه به.فإنه قد ثبت فى الصحيح عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :(ما يصيب المؤمن من نصب ولا وصب ولا هم ولا غم ولا حزن ولا أذى إلا كفر الله من خطاياه) ." وأما من بعد هؤلاء السابقين الأولين وهم الذين

أسلموا بعد الحديبية فهؤلاء دخلوا فی قوله تعالی (وكلا وعد الله الحسنی) وفی قوله تعالی (والذين اتبعوهم بإحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه) وقد أسلم قبل فتح مكة خالد بن الوليد وعمرو بن العاص وعثمان بن طلحة الحجبی وغيرهم.

وأسلم بعد الطلقاء أهل الطائف وكانوا آخر الناس إسلاما وكان منهم عثمان بن أبی العاص الثقفی الذی أمره النبی صلی الله عليه وسلم علی أهل الطائف وكان من خيار الصحابة؛ مع تأخر إسلامه.فقد يتأخر إسلام الرجل ويكون أفضل من بعض من تقدمه بالإسلام كما تأخر إسلام عمر فإنه يقال : إنه أسلم تمام الأربعين وكان ممن فضله الله علی كثير ممن أسلم قبله.

وكان عثمان وطلحة والزبير وسعد وعبد الرحمن بن عوف أسلموا قبل عمر علی يد أبی بكر وتقدمهم عمر (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص ۴۵۹،الیٰ ۴۶۲،مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ايمان معاوية رضی الله عنه)

ترجمہ: اور یہ حضرات جن کا ذکر کیا گیا (بشمول معاویہ، اوران کے بھائی، اوران کے والد کے) یہ اللہ تعالیٰ کے (سورہ حدید میں مذکور) اس قول میں بھی داخل ہیں کہ:

”لَا يَسْتَوِی مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ،أُولٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی“

(یعنی نہیں برابر ہوسکتا، تم میں سے وہ شخص جس نے خرچ کیا فتح (مکہ) سے پہلے، اور قتال کیا اس نے، یہ لوگ زیادہ عظیم درجہ رکھتے ہیں، ان لوگوں سے جنہوں نے خرچ کیا، اس کے بعد، اور قتال کیا، انہوں نے، اور ہر ایک کے لئے وعدہ کیا ہے، اللہ نے نہایت اچھا)

پس یہ طلقاء فتح مکہ کے موقع کے مسلمان، ان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں، جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا، اور قتال کیا، اوران سے اللہ نے بہترین وعدہ کیا، کیونکہ انہوں نے حنین اور طائف میں خرچ کیا، اوران دونوں مواقع میں قتال کیا۔

نیز یہ حضراتِ صحابہ ان حضرات میں بھی داخل ہیں، جن سے اللہ راضی ہوا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ توبہ میں) فرمایا کہ:

”وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ“

(یعنی اور سبقت لیجانے والے، پہلے لوگ مہاجرین اور انصار میں سے، اور وہ لوگ جنہوں نے اتباع کی ان کی، نیکیوں کے ساتھ، راضی ہے، اللہ ان سے، اور راضی ہیں، وہ اللہ سے)

پس سابقین تو وہ ہیں، جو حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے، جیسا کہ وہ حضرات جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، جن کے متعلق اللہ نے (سورہ فتح کی) یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ“

(یعنی یقیناً بلاشبہ راضی ہوگیا، اللہ مومنین سے جب بیعت کررہے تھے، وہ آپ سے درخت کے نیچے)

یہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے بیعت کرنے والے) حضرات چودہ سو سے زیادہ تھے، اور تمام کے تمام اہلِ جنت میں سے ہیں، جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک بھی وہ شخص داخل نہیں ہوگا، جس نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

اور ان حضرات میں حاطب بن ابی بلتعہ بھی تھے، جن کی کچھ برائیاں معروف تھیں، جیسا کہ ان کا مشرکین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں لکھ کر بھیجنا، اور ان کا اپنے غلاموں کے ساتھ برا سلوک کرنا، اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ ان کا غلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ضروری ہو چکا کہ

حاطب، جہنم میں داخل ہو، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا، بے شک وہ بدر اور حدیبیہ میں شامل ہوا ہے، اور صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ جب اس حاطب نے مشرکین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی طرف چلنے کا لکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب اور زبیر رضی اللہ عنہما کو اس عورت کو پکڑنے کے لئے بھیجا، جس کے پاس وہ تحریر تھی، پھر وہ دونوں اس عورت کو پکڑ کر لائے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حاطب! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نے یہ کام اپنے دین سے مرتد ہونے کے لئے نہیں کیا، اور نہ ہی میں اسلام لانے کے بعد، کفر سے راضی ہوا، لیکن میں ایسا آدمی ہوں کہ میں قریش کے ساتھ شامل ہو گیا ہوں، اور میں اصلاً ان میں سے نہیں ہوں، اور آپ کے ساتھ جو صحابہ ہیں، ان کے مکہ میں رشتہ دار ہیں، جو (وہاں پر موجود) ان کے گھر والوں کی حمایت کر سکتے ہیں، اس لئے میں نے یہ پسند کیا کہ اس سے پہلے کہ یہ موقع میرے ہاتھ سے نکلے، میں ان پر کوئی ایسا احسان کر دوں، جس کے نتیجہ میں مکہ کے لوگ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں۔

جس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اجازت دیجئے! میں اس منافق کی گردن اڑا دوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ بدر میں شریک ہوا ہے، اور آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ نے (بدر کے شرکاء کے لئے) یہ فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو، میں تمہاری مغفرت کر چکا ہوں۔

اور اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ نے ان سابقین، جیسا کہ بدر اور حدیبیہ کے شرکاء کے، بڑے گناہوں کی، ان کی سبقت کی فضیلت اور ان کے ایمان، اور ان کے جہاد کی وجہ سے مغفرت فرما دی ہے، اس لئے کسی کے لئے جائز نہیں کہ ان کا گناہوں کی وجہ سے مواخذہ کرے، جیسا کہ حاطب کی مذکورہ حرکات

کی وجہ سے مواخذہ نہیں ہوا، اور یہ ان دلائل میں سے ہے، جن سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور طلحہ اور زبیر وغیرہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف جاری ہوا، تو وہ اختلاف یا تو اجتہاد پر مبنی تھا (یعنی وہ اجتہادی اختلاف تھا، جس طرح مجتہدینِ عظام وفقہائے کرام کے مابین ہوتا ہے) جس میں کوئی گناہ نہیں، پس اس طرح کے اختلاف میں تو کوئی کلام نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث صحیح طور پر ثابت ہے کہ جب حاکم اجتہاد کرے، پھر وہ صواب (ودرست) موقف کو پالے، تو اس کو دو اجر وثواب حاصل ہوتے ہیں، اور جب وہ اجتہاد کر کے خطاء کا مرتکب ہو جائے، تو اس کو ایک اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تو یہ بات ثابت ہے کہ ان حضراتِ صحابہ سے اللہ راضی ہے، اور اللہ نے ان کے افعال کی مغفرت فرمادی، اس لئے ان حضراتِ صحابہ سے اگر کوئی گناہ واقع ہو جائے، وہ ان کو ضرر ونقصان نہیں پہنچائے گا، بلکہ اگر ان میں سے کسی سے کوئی گناہ واقع ہو جائے، تو اللہ اس کو معاف فرمادیتا ہے، ان اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے، جس کی بناء پر اللہ گناہ کو معاف فرمادیتا ہے، جیسا کہ توبہ کرلے، جس کو اللہ قبول فرمالے، یا اس کی ایسی نیکیاں ہوں، جو گناہوں کو مٹادیتی ہیں، یا اس کی آزمائشوں اور بلاؤں میں سے کسی آزمائش وبلاء کی وجہ سے اللہ اس گناہ کو معاف فرمادے۔

کیونکہ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مومن کو جو بھی کوئی تھکن اور مرض، اور فکر، اور غم، اور رنج، اور تکلیف پہنچتی ہے، تو اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرمادیتا ہے۔

اور جہاں تک ان سابقین اولین کے بعد والوں کا تعلق ہے، جو حدیبیہ کے بعد اسلام لائے، تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں داخل ہیں کہ:

"وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"

(یعنی ہر ایک کے لئے وعدہ کیا ہے، اللہ نے نہایت اچھا)

نیز یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی داخل ہیں کہ:

"وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"

(یعنی اور جنہوں نے اتباع کی سابقین کی ان کی نیکیوں کے ساتھ، راضی ہے، اللہ ان سے اور راضی ہیں، وہ اللہ سے)

اور فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید اور عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ حجبی وغیرہم اسلام لا چکے تھے۔

اور طلقاء (یعنی فتح مکہ کے موقع پر آزاد کئے جانے والے حضرات، جو اسلام لے آئے) کے بعد اہلِ طائف اسلام لائے، اور یہ سب سے آخر میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، اور ان حضرات میں عثمان بن ابی العاص ثقفی بھی ہیں، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ طائف پر امیر مقرر فرمایا، اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہترین صحابی ہیں، باوجودیکہ وہ بعد میں اسلام لائے۔

پس بعض اوقات کوئی آدمی بعد میں اسلام لاتا ہے، لیکن وہ اپنے سے پہلے اسلام لانے والے، بعض حضرات سے افضل ہوتا ہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لائے، اور کہا جاتا تھا کہ وہ چالیس کی تعداد پوری ہونے کے بعد اسلام لائے، لیکن اس کے باوجود، ان کو اللہ نے ان سے پہلے اسلام لانے والے بہت سے حضرات سے زیادہ فضیلت عطاء فرمائی۔

اور حضرت عثمان اور طلحہ اور زبیر اور سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت عمر سے پہلے، حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر اسلام لائے، لیکن ان سے حضرت عمر نے فضیلت میں پیش قدمی حاصل کر لی (مجموع الفتاویٰ)

اور پھر علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وهذه الخاصية لا تثبت لأحد غير الصحابة؛ ولو كانت أعمالهم أكثر من أعمال الواحد من أصحابه صلى الله عليه وسلم (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص ۴۶۵، كتاب مفصل اعتقاد السلف، سئل عن ايمان معاوية رضى الله عنه)

ترجمہ: اور یہ (صحابی) کی خصوصیت کسی غیر صحابی کے لئے ثابت نہیں، اگر چہ غیر صحابی کے اعمال، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے زیادہ کیوں نہ ہوں (مجموع الفتاویٰ)

اور آگے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

إذا تبين هذا؛ فمن المعلوم أن الطريق التى بها يعلم إيمان الواحد من الصحابة هى الطريق التى بها يعلم إيمان نظرائه والطريق التى تعلم بها صحبته هى الطريق التى يعلم بها صحبة أمثاله .فالطلقاء الذين أسلموا عام الفتح مثل :معاوية وأخيه يزيد وعكرمة بن أبى جهل، وصفوان بن أمية والحارث بن هشام؛ وسهيل بن عمرو.

وقد ثبت بالتواتر عند الخاصة إسلامهم وبقاؤهم على الإسلام إلى حين الموت .ومعاوية أظهر إسلاما من غيره فإنه تولى أربعين سنة؛ عشرين سنة نائبا لعمر وعثمان مع ما كان فى خلافة على رضى الله عنه وعشرين سنة مستوليا؛ وأنه تولى سنة ستين بعد موت النبى صلى الله عليه وسلم بخمسين سنة.

وسلم إليه الحسن بن على رضى الله عنهما الأمر عام أربعين الذى يقال له عام الجماعة؛ لاجتماع الكلمة وزوال الفتنة بين المسلمين .وهذا الذى فعله الحسن رضى الله عنه مما أثنى عليه النبى صلى الله عليه وسلم كما ثبت فى صحيح البخارى وغيره عن أبى بكر -رضى الله عنه -أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :(إن ابنى هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين) فجعل النبى صلى الله عليه وسلم مما أثنى به على ابنه الحسن ومدحه على أن أصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين من المسلمين وذلك حين سلم الأمر إلى معاوية وكان قد سار كل منهما إلى الآخر بعساكر عظيمة .فلما أثنى النبى صلى الله عليه وسلم على الحسن

بالإصلاح وترک القتال دل على أن الإصلاح بين تلک الطائفتين كان أحب إلى الله تعالى من فعله فدل على أن الاقتتال لم يكن مأمورا به.

ولو كان معاوية كافرا لم تكن تولية كافر وتسليم الأمر إليه مما يحبه الله ورسوله؛ بل دل الحديث على أن معاوية وأصحابه كانوا مؤمنين؛ كما كان الحسن وأصحابه مؤمنين؛ وأن الذى فعله الحسن كان محمودا عند الله تعالى محبوبا مرضيا له ولرسوله .

وهذا كما ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم فى الصحيحين من حديث أبى سعيد الخدرى أنه قال " :(تمرق مارقة على حين فرقة من الناس فتقتلهم أولى الطائفتين بالحق وفى لفظ فتقتلهم أدناهم إلى الحق) " فهذا الحديث الصحيح دليل على أن كلتا الطائفتين المقتتلتين -على وأصحابه ومعاوية وأصحابه -على حق وأن عليا وأصحابه كانوا أقرب إلى الحق من معاوية وأصحابه .فإن على بن أبى طالب هو الذى قاتل المارقين وهم " الخوارج الحرورية ،الذين كانوا من شيعة على ثم خرجوا عليه وكفروه وكفروا من والاه ونصبوا له العداوة وقاتلوه ومن معه .وهم الذين أخبر عنهم النبى صلى الله عليه وسلم فى الأحاديث الصحيحة المستفيضة؛ بل المتواترة حيث قال فيهم " :(يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم وقراء ته مع قراء تهم يقرء ون القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية أينما لقيتموهم فاقتلوهم فإن فى قتلهم أجرا عند الله يوم القيامة(مجموع الفتاوىٰ، ج، ۴، ص ۴۶۷ و ۴۶۸، كتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل : فى أن الطريقة التى يعلم بها إيمان الواحد من الصحابة الخ)

ترجمہ: جب یہ بات واضح ہوگئی،تو یہ بات بھی معلوم ہے کہ کسی ایک صحابی کے ایمان کو معلوم کرنے کا جو طریقہ ہے،وہ طریقہ وہی ہے جس سے اس جیسے دوسرے حضرات کے ایمان کا پتہ لگایا جاتا ہے،اور کسی کے صحابی ہونے کے معلوم ہونے کا طریقہ بھی وہی ہے،جس طریقہ سے اس جیسے دوسرے حضرات کے صحابی ہونے کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

پس وہ طلقاء،جو فتح مکہ کے سال میں اسلام لائے،جیسا کہ معاویہ،اوران کے

بھائی یزید بن ابی سفیان، اور عکرمہ بن ابی جہل، اور صفوان بن امیہ اور حارث بن ہشام، اور سہیل بن عمرو، وغیرہ، اور تواتر سے بطور خاص ان حضرات کا اسلام لانا، اور اپنی موت تک ان کا اسلام پر باقی رہنا ثابت ہے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام مذکورہ دوسرے حضرات کے مقابلہ میں زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ وہ چالیس سال تک حکمران رہے، بیس سال تک تو حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے نائب وامیر ہونے کی حیثیت سے، جس میں کچھ وقت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا بھی تھا، اور بیس سال تک خود حکمران رہے، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس سال بعد ساٹھ ہجری تک حکومت کی۔

اور چالیس ہجری میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف، حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے، اور مسلمانوں کے درمیان سے فتنہ واختلاف کو دور کرنے کے لئے حکومت کے معاملہ کو سپرد کردیا، جس کو ''عامُ الجماعة'' (یعنی وہ سال جس میں امت دوبارہ ایک قیادت پر جمع ہوئی) کہا جاتا ہے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ جو عمل کیا، اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف وتوصیف فرمائی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور عنقریب اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا''

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے (یعنی نواسے) حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف اس بناء پر فرمائی کہ ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا، اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا، جب حکومت کے معاملہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سپرد کیا گیا، اور ان دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف بڑے لشکر کے ساتھ نکل چکے تھے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کرانے، اور قتال کو ترک

کرانے پر تعریف فرمائی، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان اصلاح کا فعل، اللہ تعالیٰ کو پسند تھا، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کا باہمی قتال کرنے کا اللہ کی طرف سے حکم نہیں تھا، اور اگر معاویہ کافر ہوتے، تو کافر کو حکومت، سپرد کرنا، اور ان کی طرف حکومت کے معاملہ کو سپرد کرنا، ایسے فعل سے تعلق نہ رکھتا، جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے، بلکہ اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ معاویہ اور آپ کے ساتھی، مومن تھے، جس طرح کہ حضرت حسن اور ان کے ساتھی مومن تھے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا فعل، اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول کے نزدیک قابلِ تعریف، پسندیدہ، اور رضامندی والا تھا۔

اور یہ ایسا ہی جیسا کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''نکلنے والے (یعنی خوارج) نکلیں گے، لوگوں میں فرقت (واختلاف) کے وقت، پھر ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی'' اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ''ان (خوارج) کو ان میں حق کے زیادہ قریب والے لوگ قتل کریں گے''

پس یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں قتال کرنے والی جماعتیں، یعنی حضرت علی اور ان کے ساتھی، اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی، حق پر ہوں گے، لیکن حضرت علی اور ان کے ساتھی، معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے ہی مارقین، یعنی خوارج حروریہ (یعنی وہ خوارج جو حروراء سے نکلے) کو قتل کیا، جو پہلے حضرت علی سے محبت کرنے والے تھے، پھر انہوں نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا، اور ان کو کافر کہا، اور جو لوگ حضرت علی سے محبت رکھیں، ان کو بھی کافر کہا، اور انہوں نے

حضرت علی سے بھی عداوت قائم کی، اور حضرت علی، اور ان کے ساتھیوں سے قتال بھی کیا، اور یہی خوارج وہ لوگ ہیں، جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح، مستفیض، بلکہ متواتر احادیث میں یہ فرما کر خبر دی ہے کہ تم میں سے کوئی ان کی نماز کے مقابلے میں، اپنی نماز کو، اور ان کے روزہ کے مقابلے میں، اپنے روزہ کو، اور ان کی قرائت کے مقابلے میں اپنی قرائت کو حقیر سمجھے گا، وہ قرآن کی قرائت کریں گے، لیکن قرآن، ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح تیر، کمان سے نکل جاتا ہے، تم ان سے جہاں ملاقات کرو، ان کو قتل کردو، کیونکہ ان کے قتل میں اللہ کے نزدیک قیامت کے دن اجر حاصل ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ آگے فرماتے ہیں:

معاوية ثبت بالتواتر أنه أمره النبى صلى الله عليه وسلم كما أمر غيره وجاهد معه وكان أمينا عنده يكتب له الوحى وما اتهمه النبى صلى الله عليه وسلم فى كتابة الوحى .وولاه عمر بن الخطاب الذى كان من أخبر الناس بالرجال وقد ضرب الله الحق على لسانه وقلبه ولم يتهمه فى ولايته .وقد ولى رسول الله صلى الله عليه وسلم أباه أبا سفيان إلى أن مات النبى صلى الله عليه وسلم وهو على ولايته فمعاوية خير من أبيه وأحسن إسلاما من أبيه باتفاق المسلمين وإذا كان النبى صلى الله عليه وسلم ولى أباه فلأن تجوز ولايته بطريق الأولى والأحرى.

ولم يكن من أهل الردة قط ولا نسبه أحد من أهل العلم إلى الردة فالذين ينسبون هؤلاء إلى الردة هم الذين ينسبون أبا بكر وعمر وعثمان وعامة أهل بدر وأهل بيعة الرضوان وغيرهم من السابقين الأولين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان إلى ما لا يليق بهم.

والذين نسبوا هؤلاء إلى الردة يقول بعضهم :إنه مات ووجهه إلى الشرق والصليب على وجهه وهذا مما يعلم كل عاقل أنه من أعظم الكذب والفرية عليه (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص ۴۷۲و۴۷۳، كتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل : فى أن الطريقة التى يعلم بها إيمان الواحد من الصحابة الخ)

ترجمہ: معاویہ کے متعلق تواتر سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسی طرح امیر مقرر فرمایا، جس طرح دوسرے صحابہ کو امیر مقرر فرمایا، اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کیا، اور وہ امین تھے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کو لکھتے تھے، اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی لکھنے کے معاملہ میں کوئی تہمت نہیں لگائی، اور ان کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں شام سمیت کئی محاذ پر) امیر مقرر فرمایا، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، اور اللہ نے حضرت عمر کی زبان، اور دل پر حق کو بیان فرمایا تھا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے معاملہ میں کوئی تہمت نہیں لگائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات ہونے تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو (تاریخی روایات کے مطابق نجران کی) امارت سپرد کئے رکھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اس پر قائم تھے، پس معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں، اور ان کا اسلام اپنے والد کے اسلام سے بہتر ہے، جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو امارت سپرد کی، تو معاویہ کی امارت وحکومت بدرجہ اولیٰ واعلیٰ قبول کی جائے گی۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ، کبھی مرتد نہیں ہوئے (اہلُ السنۃ کے) اہلِ علم میں سے بھی کسی نے ان کو مرتد نہیں کہا، پس جو لوگ (جیسا کہ بعض شیعہ) ان حضراتِ صحابہ کو مرتد کہتے ہیں، وہی لوگ ابوبکر، عمر، عثمان، اور عام اہلِ بدر، واہلِ بیعتِ رضوان وغیرہ جیسے سابقین اولین، مہاجرین وانصار، اور ان کی نیکیوں میں اتباع کرنے والوں کی طرف بھی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں، جو ان کی شان کے لائق نہیں۔

اور جو لوگ ان معاویہ وغیرہ کی طرف کفر وارتداد کو منسوب کرتے ہیں، ان میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ معاویہ کی اس حال میں وفات ہوئی کہ ان کا چہرہ مشرق کی طرف تھا، اور ان کے چہرہ پر صلیب تھی، لیکن ہر عاقل یہ بات جان سکتا ہے کہ یہ معاویہ پر بہت بڑا جھوٹ، اور بہتان ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر علامہ ابنِ تیمیہ اس مفصل مضمون کے آخر میں فرماتے ہیں:

وأما قول القائل :إيمان معاوية كان نفاقا؛ فهو أيضا من الكذب المختلق. فإنه ليس فى علماء المسلمين من اتهم معاوية بالنفاق؛ بل العلماء متفقون على حسن إسلامه؛ وقد توقف بعضهم فى حسن إسلام أبى سفيان -أبيه - وأما معاوية؛ وأخوه يزيد فلم يتنازعوا فى حسن إسلامهما كما لم يتنازعوا فى حسن إسلام عكرمة بن أبى جهل وسهيل بن عمرو وصفوان بن أمية وأمثالهم من مسلمة الفتح وكيف يكون رجلا متوليا على المسلمين أربعين سنة نائبا ومستقلا يصلى بهم الصلوات الخمس ويخطب ويعظهم ويأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويقيم فيهم الحدود ويقسم بينهم فيأهم ومغانمهم وصدقاتهم ويحج بهم ومع هذا يخفى نفاقه عليهم كلهم؟ وفيهم من أعيان الصحابة جماعة كثيرة (مجموع الفتاویٰ، ج،۴،ص۴۷۷، كتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل : فى أن الطريقة التى يعلم بها إيمان الواحد من الصحابة الخ)

ترجمہ: اور جہاں تک یہ کہنے والے کے اس قول کا تعلق ہے کہ معاویہ کا ایمان، دراصل نفاق تھا، تو یہ بھی گھڑا ہوا جھوٹ ہے، کیونکہ علمائے مسلمین میں کوئی بھی ایسا نہیں، جس نے حضرت معاویہ پر نفاق کی تہمت لگائی ہو، بلکہ علماء، حضرت معاویہ کے حسنِ اسلام پر متفق ہیں، اور بعض نے معاویہ کے والد ابوسفیان کے اسلام پر توقف اختیار کیا ہے، لیکن جہاں تک حضرت معاویہ اور ان کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان کا تعلق ہے، تو ان دونوں کے حسنِ اسلام میں علمائے مسلمین کا کوئی اختلاف نہیں، جیسا کہ عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو، اور صفوان بن امیہ، اور ان جیسے دوسرے ان حضرات کے حسنِ اسلام میں اختلاف نہیں، جو فتح مکہ کے

سال اسلام لائے، اور ایک ایسا آدمی مسلمانوں پر چالیس سال تک، نائب اور مستقل طور پر کیسے حکمران رہ سکتا ہے، جو ان کو پانچ وقت کی نمازیں بھی پڑھاتا ہو، اور خطبہ بھی دیتا ہو، اور ان کو وعظ ونصیحت بھی کرتا ہو، اور ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتا ہو، اور ان کے درمیان، حدود وسزاؤں کو بھی قائم کرتا ہو، اور ان کے درمیان میں ان کے مالِ فئے اور مالِ غنیمت، اور ان کے صدقات کو بھی تقسیم کرتا ہو، اور ان کو حج بھی کراتا ہو، اور ان سب باتوں کے باوجود، ان سب مسلمانوں پر اس کا نفاق چھپا ہوا ہو، جبکہ ان لوگوں میں بنفسِ نفیس صحابۂ کرام کی بہت کثیر جماعت بھی موجود ہو (مجموع الفتاویٰ)

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ نے مذکورہ مضمون میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان، اور صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقام ومرتبہ اور فضیلت واہمیت کو بھی بیان کردیا، اور اس کے ضمن میں کئی شبہات کے جوابات بھی بیان فرمادیئے۔

اور شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ اپنی دوسری تالیف میں فرماتے ہیں:

وأما قول الرافضي :وسموه كاتب الوحي ولم يكتب له كلمةواحدة من الوحي ."

فهذا قول بلا حجة ولا علم ، فما الدليل على أنه لم يكتب له كلمة واحدة من الوحي ، وإنما كان يكتب له رسائل؟ .

وقوله " :إن كتاب الوحي كانوا بضعة عشر أخصهم وأقربهم إليه علي ."

فلا ريب أن عليا كان ممن يكتب له أيضا، كما كتب الصلح بينه وبين المشركين عام الحديبية .ولكن كان يكتب له أبو بكر وعمر أيضا، ويكتب له زيد بن ثابت (بلا ريب)ففي الصحيحين أن زيد بن ثابت لما نزلت :(لا يستوي القاعدون من المؤمنين) كتبها (له) وكتب له أبو بكر، وعمروعثمان، وعلي، وعامر بن فهيرة، وعبد الله بن الأرقم ، وأبي بن كعب، وثابت بن قيس، وخالد بن سعيد بن العاص، وحنظلة بن الربيع الأسدي، وزيد بن ثابت، ومعاوية، وشرحبيل بن حسنة -رضي الله عنهم.

وأما قوله " :إن معاوية لم يزل مشركا مدة كون النبي -صلى الله عليه

وسلم -مبعوثا .فيقال :لا ريب أن معاوية وأباه وأخاه وغيرهم أسلموا عام فتح مكة، قبل موت النبى -صلى الله عليه وسلم -بنحو من ثلاث سنين، فكيف يكون مشركا مدة المبعث . ومعاوية -رضى الله عنه -كان حين بعث النبى -صلى الله عليه وسلم -صغيرا، كانت هند ترقصه .ومعاوية -رضى الله عنه -أسلم مع مسلمة الفتح، مثل أخيه (يزيد، وسهيل بن عمرو) وصفوان (بن أمية) ، وعكرمة (بن أبى جهل) ، وأبى سفيان بن حرب.

وهؤلاء كانوا قبل إسلامهم أعظم كفرا ومحاربة للنبى -صلى الله عليه وسلم -من معاوية.

فصفوان وعكرمة وأبو سفيان كانوا مقدمين للكفار يوم أحد، رءوس الأحزاب فى غزوة الخندق، ومع هذا كان أبو سفيان وصفوان وعكرمة من أحسن الناس إسلاما، واستشهدوا -رضى الله عنهم -يوم اليرموك.

ومعاوية لم يعرف عنه قبل الإسلام أذى للنبى -صلى الله عليه وسلم لا بيد ولا بلسان، فإذا كان من هو أعظم معاداة للنبى -صلى الله عليه وسلم -من معاوية قد حسن إسلامه، وصار ممن يحب الله ورسوله، ويحبه الله ورسوله، فما المانع أن يكون معاوية -رضى الله عنه -كذلك؟ .

وكان من أحسن الناس سيرة فى ولايته، وهو ممن حسن إسلامه، ولولا محاربته لعلى -رضى الله عنه -وتوليه الملك، لم يذكره أحد إلا بخير، كما لم يذكر أمثاله إلا بخير .وهؤلاء مسلمة الفتح -معاوية ونحوه -قد شهدوا مع النبى -صلى الله عليه وسلم -عدة غزوات، كغزاة حنين والطائف وتبوك.فله من الإيمان بالله ورسوله والجهاد فى سبيله ما لأمثاله، فكيف يكون هؤلاء كفارا وقد صاروا مؤمنين مجاهدين تمام سنة ثمان وتسع وعشر، وبعض سنة إحدى عشرة؟.

فإن مكة فتحت باتفاق الناس فى شهر رمضان سنة ثمان من الهجرة، والنبى -صلى الله عليه وسلم -باتفاق الناس توفى فى شهر ربيع الأول سنة إحدى عشرة، والناس كلهم كانوا كفارا قبل إيمانهم بما جاء به النبى -صلى الله عليه وسلم -، وكان فيهم من هو أشد عداوة للنبى -صلى الله عليه وسلم -من معاوية وأسلم وحسن إسلامه، كأبى سفيان بن الحارث بن عبد المطلب ابن عم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -كان من أشد الناس بغضا للنبى -صلى الله عليه وسلم وهجاء له قبل الإسلام.

www.idaraghufran.org

وأما معاوية -رضى الله عنه -فكان أبوه شديد العداوة للنبى -صلى الله عليه وسلم -، وكذلك أمه حتى أسلمت، فقالت " :والله يا رسول الله ما كان على وجه الأرض أهل خباء أحب إلى أن يذلوا من أهل خبائك، وما أصبح اليوم على ظهر الأرض أهل خباء أحب إلى أن يعزوا من أهل خبائك "أخرجه البخارى . وفيهم أنزل الله تعالى :(عسى الله أن يجعل بينكم وبين الذين عاديتم منهم مودة والله قدير والله غفور رحيم) سورة الممتحنة .فإن الله جعل بين النبى -صلى الله عليه وسلم -وبين الذى عادوه، كأبى سفيان وهند وغيرهما، مودة، والله قدير على تبديل العداوة بالمودة، وهو غفور لهم بتوبتهم من الشرك، رحيم بالمؤمنين، وقد صاروا من المؤمنين (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴،ص۴۲۷،الٰی ۴۳۰، الفصل الثانی،الرد على مزاعم الرافضى عن معاوية رضى الله عنه "وسموه كاتب الوحى ولم يكتب له كلمة)

ترجمہ: اور جہاں تک رافضی کا یہ کہنے کا تعلق ہے کہ ان (اہلُ السنۃ) نے ان (معاویہ) کا نام ''کاتبِ وحی'' رکھا ہے، حالانکہ اس (معاویہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کا ایک کلمہ بھی نہیں لکھا؟

تو یہ قول دلیل اور علم کے بغیر ہے، اس کی کیا دلیل ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کا ایک کلمہ بھی نہیں لکھا، بس وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رسائل وخطوط لکھا کرتے تھے؟ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھنے کو وحی کے بجائے، رسائل اور خطوط لکھنے پر محمول کرنے کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ وحی بھی لکھا کرتے تھے)

اور رہا رافضی کا یہ کہنا کہ کاتبینِ وحی، دس سے زیادہ افراد تھے، جن میں سب سے زیادہ خاص الخاص، اور سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب، حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے؟

تو اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے وحی لکھا کرتے تھے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان میں حدیبیہ کے سال میں انہوں نے ہی صلح والی تحریر لکھی تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی وحی لکھا کرتے تھے، اور زید بن ثابت بھی بلاشبہ لکھا کرتے تھے، چنانچہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے کہ جب سورہ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زید بن ثابت نے لکھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابوبکر اور عمر اور عثمان، اور علی اور عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارقم، اور ابی بن کعب، اور ثابت بن قیس، اور خالد بن سعید بن عاص، اور حنظلہ بن ربیع اسدی اور زید بن ثابت اور معاویہ، اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم نے بھی لکھا۔

اور رہا یہ کہنا کہ معاویہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی مدت تک مشرک رہے؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاویہ اور ان کے والد، اور ان کے بھائی وغیرہ فتحِ مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً تین سال پہلے اسلام لائے، پس وہ کیسے مبعوث ہونے کی مدت میں مشرک ہو سکتے ہیں (یہ تین سال کا زمانہ بھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی مدت کا حصہ ہے)

اور معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداءِ بعثت کے وقت بچے تھے (ان کی والدہ) ہندہ، ان کو شعر (یعنی بچوں کی لوری) سنایا کرتی تھیں، اور معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں کے ساتھ تھے، اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان، اور سہیل بن عمرو اور صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل، اور ابو

سفیان بن حرب رضی اللہ عنہم کی طرح۔

اور یہ لوگ اسلام لانے سے پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کفر میں بہت بڑھے ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے والے تھے۔

چنانچہ صفوان اور عکرمہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہم، غزوۂ احد کے موقع پر کفار میں پیش پیش تھے، غزوۂ خندق میں تمام جماعتوں کے سردار تھے، لیکن اس کے باوجود ابوسفیان اور صفوان اور عکرمہ لوگوں میں اسلام کے اعتبار سے بہت اچھے شمار ہوئے، اور یہ یومِ یرموک میں شریک ہوئے، رضی اللہ عنہم۔

لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسلام لانے سے پہلے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا ذکر نہیں ملتا، نہ تو ہاتھ سے اور نہ ہی زبان سے، پس جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان افراد کا اسلام لانا بھی عمدہ وبہترین شمار ہوا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھنے والے تھے، اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے شمار ہوگئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرح کے عمدہ وبہترین اسلام میں کیا مانع ہے؟

اور معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی ولایت وحکومت کے بارے میں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اچھی سیرت کے مالک تھے، اور وہ ان افراد میں سے تھے، جن کا اسلام لانا احسن درجہ کا تھا، اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ نہ ہوتا، اور معاویہ کی حکومت نہ ہوتی، تو کوئی بھی ان کا ذکر، خیر کے بغیر نہ کرتا (ان دونوں باتوں کی وجہ سے بعض حضرات کی طرف سے ان کے متعلق طرح طرح سے کلام کیا گیا) اور معاویہ اور ان جیسے دوسرے حضرات فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں میں سے ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی غزوات میں شریک ہوئے، جیسا کہ غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک میں، پس ان

کے لئے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کا وہی اجر وثواب ہے، جو ان جیسے دوسرے حضرات کے لئے ہے، پس یہ حضرات کافر کیسے ہوسکتے ہیں، حالانکہ یہ حضرات (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہجرت کے) آٹھویں سال مکمل ہونے کے وقت، اور ہجرت کے نویں، اور دسویں مکمل سالوں میں اور گیارہویں سال کے کچھ حصہ میں مومن ومجاہد رہے، کیونکہ مکہ مکرمہ کے ہجرت کے آٹھویں سال کے ماہِ رمضان میں فتح ہونے پر سب لوگوں کا اتفاق ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے گیارہویں سال ربیع الاول میں ہوئی، اور (جو لوگ فتح مکہ سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے، وہ) سب لوگ، ایمان لانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار وکفر کرنے والے تھے، اور ان میں وہ لوگ بھی تھے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ شدید عداوت رکھتے تھے، اور وہ اسلام لے آئے، اور عمدہ اسلام والے شمار ہوئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، جو اسلام لانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض رکھنے اور ہجو (وتمسخر) کرنے والے تھے۔

اور جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو ان کے والد (ابوسفیان) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھنے والے تھے، اور اسی طرح سے حضرت معاویہ کی والدہ (ہند بنتِ عتبہ) بھی، تا آنکہ وہ اسلام لے آئیں، تب انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ یہ چیز پسند یہ تھی کہ آپ کے خیمے والے (یعنی آپ کے تابع اور اسلام لانے والے) ذلیل ہوں، لیکن آج مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی بات نہیں کہ آپ کے خیمے والے

(یعنی آپ کے تابع اور اسلام لانے والے) عزت وغلبہ پانے والے ہوں، اس کو بخاری نے روایت کیا۔

اوران کے متعلق، اللہ تعالیٰ نے سورہ ممتحنہ کی یہ آیت نازل فرمائی تھی کہ:

"عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَوَدَّةً ، وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

(یعنی قریب ہے کہ اللہ کردے تمہارے درمیان، اوران لوگوں کے درمیان کہ عداوت رکھتے ہوتم، ان میں سے مودت ومحبت کو، اور اللہ قدیر ہے، اوراللہ غفور الرحیم ہے)

پس (مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ) اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اورآپ سے عداوت رکھنے والوں، جیسا کہ ابوسفیان اوران کی بیوی ھند رضی اللہ عنہما (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ کے والدین) وغیرہ کے درمیان مودت ومحبت قائم فرمادی، اور اللہ عداوت کومودت ومحبت سے تبدیل کرنے پر قادر ہے، اوروہ ان کی شرک سے توبہ کی وجہ سے مغفرت کرنے والا ہے، مومنوں کے ساتھ رحیم ہے، اور یہ سب مومنین میں سے ہوگئے (منہاج السنہ)

اورعلامہ ابنِ تیمیہ اسی تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وفضائل معاوية في حسن السيرة والعدل والإحسان كثيرة .وفي الصحيح أن رجلا قال لابن عباس :هل لك في أمير المؤمنين معاوية؟ إنه أوتر بركعة ؟ قال :أصاب إنه فقيه .

وروى البغوي في معجمه بإسناده، ورواه ابن بطة من وجه آخر، كلاهما عن سعيد بن عبد العزيز، عن إسماعيل بن عبد الله بن أبي المهاجر، عن قيس بن الحارث، عن الصنابحي، عن أبي الدرداء قال :ما رأيت أحدا أشبه صلاة بصلاة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من إمامكم هذا .يعني معاوية.

فهذه شهادة الصحابة بفقهه ودينه، والشاهد بالفقه ابن عباس، وبحسن الصلاة أبو الدرداء ، وهما هما .والآثار الموافقة لهذا كثيرة .هذا.

ومعاوية ليس من السابقين الأولين، بل قد قيل :إنه من مسلمة الفتح . وقيل :أسلم قبل ذلک .وكان يعترف بأنه ليس من فضلاء الصحابة. وهذه سيرته مع عموم ولايته، فإنه كان في ولايته من خراسان إلى بلاد إفريقية بالمغرب، ومن قبرص إلى اليمن .ومعلوم بإجماع المسلمين أنه ليس قريبا من عثمان وعلي، فضلا عن أبي بكر وعمر .فكيف يشبه غير الصحابة بهم؟ وهل توجد سيرة أحد من الملوک مثل سيرة معاوية - رضي الله عنه (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج٦، ص ٢٣٥و ٢٣٦، الفصل الثاني ،العقوبة عن الذنوب في الآخرة تندفع بنحو عشرة أسباب)

ترجمہ: اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی حسنِ سیرت اور عدل وانصاف اور احسان ونیک کاموں کے فضائل بہت ہیں، اور صحیح میں یہ حدیث ہے کہ ایک آدمی نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ امیر المومنین معاویہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں، انہوں نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے؟ اس کے جواب میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا عمل درست ہے، بے شک وہ فقیہ ہیں۔

اور امام بغوی نے اپنی معجم میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس کو ابنِ بطہ نے بھی دوسری سند سے روایت کیا ہے، ان دونوں نے سعید بن عبد العزیز سے روایت کیا ہے، انہوں نے اسماعیل بن عبد اللہ بن ابی مہاجر سے، اور انہوں نے قیس بن حارث سے، اور انہوں نے صنابحی سے، اور انہوں نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے سب سے زیادہ مشابہ نماز، تمہارے اس امام، یعنی معاویہ کے علاوہ کسی کی نہیں دیکھی۔

پس یہ صحابہ کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے فقہ اور دین کی شہادت ہے، اور فقہ کی شہادت دینے والے ابنِ عباس ہیں، اور حسنِ نماز کی شہادت دینے والے ابو الدرداء ہیں، اور ان دونوں حضرات کا جو مقام ہے، وہ معلوم ہے، اور ان کے موافق بہت زیادہ آثار ہیں، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے۔

تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ سابقینِ اولین میں سے نہیں ہیں، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے اسلام لائے، اور وہ خود اس بات کا اعتراف فرماتے تھے کہ وہ فضلائے صحابہ میں سے نہیں ہیں، اور یہ ان کی سیرت ہے، باوجود ان کی ولایت وحکومت کے وسیع ہونے کے، کیونکہ ان کی حکومت کا دائرہ خراسان سے مغرب کے افریقی ممالک تک، اور قبرص سے یمن تک پھیلا ہوا تھا (اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاویہ کے لئے شہروں میں قوت واستحکام عطاء کئے جانے کی دعاء کا اثر تھا)

اور مسلمانوں کے اجماع کی رو سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ (یعنی معاویہ) حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے قریب درجہ کے نہیں تھے، چہ جائیکہ وہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کے قریب ہوں، پس دوسرے صحابہ، ان (چار خلفائے راشدین) کے مشابہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ لیکن کیا ملوکوں (اور بادشاہوں) میں سے کوئی ایک بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت جیسا پایا جاتا ہے؟ (ظاہر ہے کہ نہیں)

(منہاج السنہ)

اور شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

ولم يتول أحد من الملوك خيرا من معاوية فهو خير ملوك الإسلام، وسيرته خير من سيرة سائر الملوك بعده، وعلى آخر الخلفاء الراشدين الذين هم ولايتهم خلافة نبوة ورحمة، وكل من الخلفاء الأربعة رضى الله عنهم يشهد له بأنه من أفضل أولياء الله المتقين، بل هؤلاء الأربعة أفضل خلق الله بعد النبيين (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۷، ص ۴۵۳، الفصل الثالث، طرق يمكن سلوكها لمن لم تكن له معرفة بالأخبار)

ترجمہ: اور (اس امت میں) ملوکوں (وبادشاہوں) میں سے کوئی بھی معاویہ سے بہتر حکمران نہیں ہوا، پس وہ اسلامی بادشاہوں میں سب سے بہتر بادشاہ ہیں، اور

ان کی سیرت آپ کے بعد کے تمام بادشاہوں کی سیرت سے بہتر ہے، اور حضرت علی خلفائے راشدین میں سب سے آخری خلیفۂ راشد ہیں، جن کی ولایت ''خلافتِ نبوت ورحمت'' ہے، اور چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے شہادت دیتے ہیں، کہ وہ اللہ کے افضل، متقی اولیاء میں سے ہیں، اور چاروں خلفائے راشدین نبیوں کے بعد مخلوق میں سب سے افضل ہیں (منہاج السنہ)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اہمیت مسلّم ہے، اگرچہ ان کا درجہ خلفائے راشدین سے کم کیوں نہ ہو، اور ان کے خلاف معاندین کی طرف سے اعتراضات وریشہ دوانیاں کرنا، درست نہیں، اور اس سے کسی صحابی کے بجائے، خود دوسرے کی اپنی آخرت کا ہی نقصان ہوتا ہے۔

(2).....اختلافِ علی ومعاویہ، اور قتلِ خوارج کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلہ کے لئے آ گئی تھی، ان میں کونسی جماعت حق پر تھی، ہم نے سنا ہے کہ حضرت علی کی جماعت حق پر تھی، اور عمار رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق حضرت علی کی جماعت سے تھا، ان کو باغی جماعت کے قتل کرنے کا احادیث میں ذکر آیا ہے، ایسی صورت میں حضرت معاویہ کا حق پر ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جو خوارج تھے، ان کا کیا معاملہ تھا؟ اس سلسلہ میں صحیح ومعتدل رائے کیا ہے؟

جواب:.....حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور دونوں کے اپنے اپنے فضائل ہیں، وہ الگ بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور درجہ چوتھے خلیفۂ راشد ہونے، اور دیگر وجوہات کی بناء پر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے۔

اوران دونوں حضرات کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا تھا، وہ دونوں حضرات کی طرف سے نیک نیتی پر مبنی تھا، اور اجتہادی اختلاف تھا، جن میں کسی کو برا کہنا درست نہیں، البتہ ان دونوں کے اجتہادات میں دلائل کی رو سے راجح ومرجوح، اور صواب وخطاء کے اعتبار سے فرق کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک کسی کی شان میں بے ادبی وگستاخی کا ارتکاب نہ کیا جائے، جس طرح دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی باہم کئی مسائلِ شرعیہ میں اس طرح کے اجتہادی اختلافات کا معاملہ ہے۔

اور جس طرح کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مجتہدینِ عظام اور فقہائے کرام کے درمیان کئی طرح کے اجتہادی اختلافات رونما ہوئے، جو ان کی نیک نیتی اور اور اپنے اپنے اجتہادی دلائل پر مبنی ہیں، اور دلائل کی رو سے ان میں راجح ومرجوح اور صواب وخطاء کے احتمالات کو ترجیح دی جاتی ہے، لیکن کسی کو گناہ گار نہیں کہا جاتا۔

اسی طرح دلائلِ شرعیہ میں غور وفکر کرتے ہوئے اکثر اہلُ السنۃ والجماعۃ کی رائے یہ ہے کہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان رونما ہونے والے اختلاف وقتال کا معاملہ اجتہادی نوعیت کا تھا، اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف راجح وصواب اور حضرت معاویہ رضی اللہ کا موقف اجتہادی اعتبار سے مرجوح اور خطاء پر مبنی تھا، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی کی گنجائش پھر بھی نہیں۔

اوران دونوں حضراتِ صحابہ کی جماعتوں میں کچھ افراد ایسے تھے، جو حدود سے تجاوز کرتے تھے، اوران میں خوارج جیسے شر پسند بھی تھے، جنہوں نے بہت زیادہ بے اعتدالیوں کا ارتکاب کیا، جن کی نسبت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کرنا، درست نہیں، اور اگر کہیں ایسی بات ان حضراتِ صحابہ کی طرف منسوب پائی جاتی ہو، تو اس میں مناسب تاویل کرنے کا حکم ہے۔

اور مذکورہ حکم حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان رونما ہونے والے مخصوص اختلاف اور قتال کے متعلق ہے، جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے

’’خلافتِ راشدہ‘‘ میں داخل ہونے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبہ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بلند تر ہونے کی وجہ سے حضرت علی اور ان کی جماعت کو حق کے زیادہ قریب ہونے کا شرف حاصل ہے۔

جہاں تک اس سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کے بعد حضرت معاویہ کی قائم شدہ حکومت کا تعلق ہے، تو اس کو اجتہادی خطاء پر مبنی قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اس مخصوص اختلاف سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ ولایت (گورنری) مسلّمہ تھی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیس سالہ حکومت بھی مسلّمہ تھی، جس کو نہ صرف یہ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قبول کیا تھا، بلکہ ان کے اس فعل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی، تحسین بھی فرمادی تھی، اور ان کی حکومت کو حضرت حسین ودیگر قابلِ ذکر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قبول کرلیا تھا۔

پس بعض لوگوں کی طرف سے ایک مخصوص مسئلہ میں اجتہادی خطاء کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے دورِ ولایت وحکومت پر منطبق کرنا، اور ان کے چالیس سالہ دورِ ولایت وحکومت کو غلط ٹھہرانا، درست نہیں۔

اب اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات اور حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چند محققین کی عبارات نقل کی جائیں گی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ قَوْمًا يَكُوْنُوْنَ فِيْ أُمَّتِهٖ، يَخْرُجُوْنَ فِيْ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ، سِيْمَاهُمُ التَّحَالُقُ قَالَ: هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ، أَوْ مِنْ أَشَرِّ الْخَلْقِ، يَقْتُلُهُمْ أَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ إِلَى الْحَقِّ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۰۶۴ "۱۴۹" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں کچھ لوگوں کا ذکر فرمایا کہ وہ مسلمانوں میں فرقت واختلاف کے وقت نکلیں گے، جن کی علامت (ونشانی سَروں کے بال) مونڈنا ہوگی، جو مخلوق میں سب سے بدترین ہوں گے، ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی (صحیح مسلم)

اور صحیح مسلم میں ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٦٤ "١٥٠" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں فرقت واختلاف کے وقت ایک نکلنے والی (جماعت) نکلے گی، جس کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ اولیٰ (وقریب کہلائے جانے والی) جماعت قتل کرے گی (صحیح مسلم)

اور مسند احمد میں اس طرح سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ فِرْقَتَيْنِ فَيَمْرُقُ بَيْنَهُمَا مَارِقَةٌ تَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (مسند احمد، رقم الحديث ١١١٩٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت دو گروہوں میں تقسیم ہوجائے گی، پھر ان میں سے ایک نکلنے والی جماعت نکلے گی، جس کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ اولیٰ (وقریب کہلائے جانے والی) جماعت قتل کرے گی (مسند احمد)

اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَمَا إِنَّهُ سَتَمْرُقُ مَارِقَةٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ السَّهْمُ عَلٰى فَوْقِهِ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يُحْسِنُوْنَ الْقَوْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، فَمَنْ لَقِيَهُمْ فَلْيُقَاتِلْهُمْ، فَمَنْ قَتَلَهُمْ فَلَهُ أَفْضَلُ الْأَجْرِ، وَمَنْ قَتَلُوْهُ فَلَهُ أَفْضَلُ الشَّهَادَةِ، هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، بَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُمْ، يَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ (المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ۲۶۵۹، کتاب قتال أهل البغی وهو آخر الجهاد) [1]

ترجمہ: یاد رکھو کہ بے شک دین سے نکلنے والا (ایک گروہ) نکلے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طریقہ سے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، پھر یہ لوگ دین کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تیر واپس اپنی جگہ لوٹ کر نہ آجائے (یعنی ان کا دین کی طرف لوٹ کر آنا اسی طرح ناممکن ہوگا، جس طرح تیر کے چلنے کے بعد اپنی جگہ واپس آنا ممکن نہیں ہوتا) یہ لوگ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی باتیں (بظاہر) اچھی ہوں گی، اور فعل (یعنی عمل) بُرا ہوگا، پس جو شخص ان کے زمانہ کو پالے، تو اسے چاہئے کہ ان سے قتال کرے، اور جو شخص ان کو قتل کرے گا، تو اس کو افضل ترین اجر حاصل ہوگا، اور جس کو یہ لوگ قتل کریں گے، تو اس کو افضل شہادت

---

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح، ولم یخرجاه بهذه السیاقة، وعبد الملک بن أبی نضرة من أعز البصریین حدیثا، ولا أعلم أنی علوت له فی حدیث غیر هذا "
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.
وقال أبو حذیفة، نبیل بن منصور بن یعقوب بن سلطان البصارة الکویتی: أخرجه الحاکم (۱۵۴/۲) عن مکرم بن أحمد بن محمد بن مکرم القاضی ثنا أبو قِلابة عبد الملک بن محمد بن عبد الله الرقاشی ثنا أبو عتاب به. وقال: هذا حدیث صحیح"
قلت: إسناده حسن، سهل وعبد الملک صدوقان، والباقون ثقات (انیس الساری فی تخریج احادیث فتح الباری، ج۸ ص ۵۷۹۴، حرف الهاء)

حاصل ہوگی، یہ لوگ مخلوق میں بدترین ہوں گے، اللہ ان سے بَری ہے، ان کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی (حاکم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، وَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يُرَدَّ السَّهْمُ عَلٰى فَوْقِهٖ، وَهُمْ شِرَارُ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ، كَانَ أَوْلَى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ: اَلتَّحْلِيْقُ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۲۶۴۹، کتاب قتال أهل البغی وهو آخر الجهاد، سنن ابی داود، رقم الحدیث ۴۷۶۵، باب فی قتل الخوارج) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں اختلاف اور تفرقہ ہوگا، کچھ لوگ ہوں گے، جو بات اچھی کریں گے، لیکن فعل برا کریں گے، اور وہ قرآن کو پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم میں سے کوئی شخص ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر و کمتر سمجھے گا (وہ زبانی قول، اور قرآن پڑھنے، اور نماز، روزہ میں بظاہر تم سے زیادہ تیز اور نیک محسوس ہوں گے) لیکن وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اور پھر یہ لوگ (دین کی طرف) واپس نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ تیر (چلنے کے بعد) اپنی کمان میں

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده عن أنس صحیح (حاشیة سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

واپس آجائے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح تیر چلنے کے بعد اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آسکتا، یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہیں آئیں گے) یہ لوگ، ہر نر اور مادہ مخلوق میں سب سے زیادہ شریر ترین لوگ ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور اس شخص کے لے بھی خوشخبری ہے کہ جسے وہ قتل کریں (یعنی ان کو قتل کرنا بھی خوشخبری اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، اور جس شخص کو یہ لوگ قتل کریں گے، اس کی شہادت بھی بڑے اجر وثواب والی ہے) یہ لوگ کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) کی طرف دعوت دیتے ہوں گے (مثلاً قرآن مجید کی جہاد وقتال والی آیات پیش کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں سے قتال کرنے کی دعوت دیں گے) لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (کیونکہ وہ قرآن مجید کا غلط مطلب نکالیں گے) جو ان سے قتال کرے گا، وہ اللہ کا بہت مقرب ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان کی کیا نشانی ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ (سر کے بالوں، یا لوگوں کا) صفایا کرنا (حاکم، ابوداؤد)

حضرت زید بن وہب جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَلَّذِيْنَ سَارُوْا إِلَى الْخَوَارِجِ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ أُمَّتِيْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ، لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلٰى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلٰى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ، وَلَا صِيَامُكُمْ إِلٰى صِيَامِهِمْ بِشَيْءٍ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ، لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَوْ يَعْلَمُ الْجَيْشُ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ، مَا قُضِيَ لَهُمْ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، لَاتَّكِلُوْا عَنِ الْعَمَلِ، وَآيَةُ ذٰلِكَ أَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهُ عَضُدٌ، وَلَيْسَ لَهُ ذِرَاعٌ، عَلٰى رَأْسِ عَضُدِهٖ مِثْلُ حَلَمَةِ الثَّدْيِ، عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ فَتَذْهَبُوْنَ إِلٰى مُعَاوِيَةَ وَأَهْلِ الشَّامِ وَتَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِيْ ذَرَارِيِّكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَاللّٰهِ، إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَّكُوْنُوْا هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوْا الدَّمَ الْحَرَامَ، وَأَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ، فَسِيْرُوْا عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ١٠٦٦ "١٥٦" كتاب الزكاة ، باب التحريض على قتل الخوارج)

ترجمہ: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس لشکر کے لوگوں کے ساتھ تھے، جو خوارج کی طرف گئے تھے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ نکلیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، تمہارا قرآن کو پڑھنا، ان کے پڑھنے کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوگا، اور نہ تمہاری نماز، ان کی نماز کے مقابلہ میں کچھ ہوگی، اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ میں کچھ ہوں گے (وہ ان سب چیزوں میں تم سے بہت زیادہ آگے نظر آئیں گے)

وہ قرآن کو پڑھیں گے، اور یہ سمجھیں گے کہ قرآن، ان کے لئے ہے (یعنی ان کے نظریات وافکار قرآن کے مطابق ہیں) حالانکہ قرآن، ان کے خلاف ہوگا، ان کی نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی، وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے، جس طرح، تیر اپنے شکار سے (آر پار ہوکر) نکل جاتا ہے۔

اگر وہ لشکر جو ان کا مقابلہ کرے گا، یہ بات جان لے کہ ان کے لئے ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا فیصلہ (عظیم اجر وثواب کا) کیا گیا، تو وہ دوسرا عمل چھوڑ کر (ان کا مقابلہ کرنے کے عظیم اجر وثواب پر) توکل کر بیٹھیں۔

اوران کی علامت یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا، جس کا بازو تو ہوگا، لیکن کہنی نہ ہوگی، اس کے بازوں کے سِرے پر عورت کی چھاتی (پستان) کی گھنڈی جیسا نشان ہوگا، جس کے اردگرد سفید رنگ کے کچھ بالوں کا گچھا ہوگا۔

پس تم معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جاتے ہو، لیکن ان (خوارج) کو چھوڑ دیتے ہو، جو تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے مالوں میں فساد (اور اُدھم) مچائیں گے، اللہ کی قسم! میں امید کرتا ہوں کہ یہ وہ (خوارج) لوگ ہیں، کیونکہ انہوں نے حرام خون کو بہایا، اور لوگوں کی چراگاہ (فصلوں اور کاشتوں) کو غارت وبرباد کیا، پس تم اللہ کا نام لے کر (ان خوارج سے قتال کے لئے) چلو (مسلم)

اس طرح کی حدیث کو تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں ہے کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ ضِئْضِءِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٠٦٣ "١٤٣" كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم)

ترجمہ: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آدمی کی نسل سے ایسے

---

[1] عن زيد بن وهب، قال: لما خرجت الخوارج بالنهروان قام على فى أصحابه، فقال: إن هؤلاء القوم قد سفكوا الدم الحرام، وأغاروا فى سرح الناس، وهم أقرب العدو إليكم، وأن تسيروا إلى عدوكم أنا أخاف أن يخلفكم هؤلاء فى أعقابكم، إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " تخرج خارجة من أمتى، ليس صلاتكم إلى صلاتهم بشىء، ولا صيامكم إلى صيامهم بشىء، ولا قرائتكم إلى قرائتهم بشىء، يقرئون القرآن يحسبون أنه لهم وهو عليهم، لا يجاوز حناجرهم، يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية "(مسند احمد، رقم الحديث ٧٠٦)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية مسند احمد)

لوگ پیدا ہوں گے، جو قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا، وہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں (یعنی مشرکوں) کو چھوڑیں گے، اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں، جس طرح تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اگر میں ان کو پاتا تو انہیں قومِ عاد کی طرح (یعنی سب کو) قتل کرتا (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوارج کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے، اور مشرکوں اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔

حضرت انس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ اِخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ، قَوْمٌ يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ، وَيُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ، يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ، ثُمَّ لَا يَرْجِعُوْنَ حَتّٰى يَرْتَدَّ عَلٰى فُوْقِهٖ، هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ، طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ، يَدْعُوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ، وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ، مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ . قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا سِيْمَاهُمْ ؟ قَالَ: اَلتَّحْلِيْقُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۳۳۸، مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ۳۱۱۷، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۶۴۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور (ایسے وقت) ان میں ایک قوم ایسی نکلے گی، جو باتیں اچھی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده عن أنس صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

وقال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده صحيح (حاشية ابی يعلیٰ)

کریں گے، اور عمل برے کریں گے، وہ قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر و کمتر سمجھو گے (کیونکہ وہ بظاہر بڑی اچھی نماز پڑھیں گے، اور روزے رکھیں گے) وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے، جیسے تیر شکار سے آر پار ہو کر نکل جاتا ہے، اور پھر یہ لوگ (دین کی طرف) واپس نہیں لوٹیں گے، یہاں تک کہ تیر (چلنے کے بعد) اپنی کمان میں واپس آجائے (مطلب یہ ہے کہ جس طرح تیر چلنے کے بعد اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آسکتا، یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے)

یہ لوگ (انسانوں اور جانوروں میں) بدترین مخلوق ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور اس شخص کے لے بھی خوشخبری ہے کہ جسے وہ قتل کریں (یعنی ان کو قتل کرنا بھی خوشخبری اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے، اور جس شخص کو یہ لوگ قتل کریں گے، اس کی شہادت بھی بڑے اجر وثواب والی ہے)

وہ کتابُ اللہ (یعنی قرآن مجید) کی طرف دعوت دیتے ہوں گے (مثلاً قرآن مجید کی جہاد وقتال والی آیات پیش کر کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں سے قتال کرنے کی دعوت دیں گے) لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (کیونکہ وہ قرآن مجید کا غلط مطلب نکالیں گے) جو ان سے قتال کرے گا وہ اللہ کا بہت مقرب ہوگا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان کی علامت اور نشانی کیا ہوگی؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی علامت بال منڈوانا ہوگی (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے عبادت میں خوارج جیسی جدوجہد کرنے والا کسی دوسری قوم کو نہیں پایا، اوران کے چہروں کو سجدوں کے نشانات سے بھرا ہوا پایا۔ [1]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلافات ختم کرنے کے لئے دونوں کے درمیان میں خط وکتابت شروع ہوگئی تھی، اور ثالثوں کے ذریعہ مصالحت کی نوبت بھی آ گئی تھی، لیکن ہزاروں کی تعداد میں خوارج نے اس طرزِ عمل کو پسند نہیں کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سخت اختلاف کیا، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے قتال کرنا پڑا۔ [2]

---

[1] حدثنا إسحاق بن إبراهيم الدبرى، عن عبد الرزاق، ح وحدثنا على بن عبد العزيز، ثنا أبو حذيفة موسى بن مسعود، كلاهما عن عكرمة بن عمار، ثنا أبو زميل الحنفى، ثنا عبد الله بن عباس قال: لما اعتزلت حروراء، وكانوا فى دار على حدتهم، قلت لعلى: يا أمير المؤمنين، أبرد عن الصلاة؛ لعلى آتى هؤلاء القوم فأكلمهم، قال: فإنى أتخوفهم عليك، قال: قلت: كلا إن شاء الله، قال: فلبست أحسن ما أقدر عليه من هذه اليمانية، ثم دخلت عليهم وهم قائلون فى نحر الظهيرة، فدخلت على قوم لم أر قوما قط أشد اجتهادا منهم، أيديهم كأنها ثفن الإبل، ووجوههم معلبة من آثار السجود(المعجم الكبير للطبرانى، ج۱۰ ص۲۵۷،رقم الحديث ۱۰۵۹۸)

قال الهيثمى:رواه الطبرانى، وأحمد ببعضه، ورجالهما رجال الصحيح(مجمع الزوائد،رقم الحديث ۱۰۴۵۰،كتاب قتال أهل البغى،باب ما جاء فى الخوارج)

[2] عن عبيد الله بن عياض بن عمرو القارى، قال: جاء عبد الله بن شداد فدخل على عائشة، ونحن عندها جلوس، مرجعه من العراق ليالى قتل على، فقالت له: يا عبد الله بن شداد، هل أنت صادقى عما أسألك عنه؟ تحدثنى عن هؤلاء القوم الذين قتلهم على. قال: وما لى لا أصدقك؟ قالت: فحدثنى عن قصتهم .قال: فإن عليا لما كاتب معاوية، وحكم الحكمين، خرج عليه ثمانية آلاف من قراء الناس، فنزلوا بأرض يقال لها: حروراء، من جانب الكوفة، وإنهم عتبوا عليه فقالوا: انسلخت من قميص ألبسكه الله تعالى، واسم سماك الله تعالى به، ثم انطلقت فحكمت فى دين الله، فلا حكم إلا لله تعالى.فلما أن بلغ عليا ما عتبوا عليه، وفارقوه عليه، فأمر مؤذنا فأذن: أن لا يدخل على أمير المؤمنين إلا رجل قد حمل القرآن .فلما أن امتلات الدار من قراء الناس، دعا بمصحف إمام عظيم، فوضعه بين يديه، فجعل يصكه بيده ويقول: أيها المصحف،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ایک اور روایت میں بھی اسی طرح کی تفصیل مروی ہے، جس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُن کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیرت کو اختیار کیا، اور لوگوں کو حضرت

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

حدث الناس .فناداه الناس فقالوا: يا أمير المؤمنين، ما تسأل عنه إنما هو مداد فى ورق، ونحن نتكلم بما روينا منه، فماذا تريد؟ قال: أصحابكم هؤلاء الذين خرجوا، بينى وبينهم كتاب الله عز وجل، يقول الله تعالى فى كتابه فى امرأة ورجل:"وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما" فأمة محمد صلى الله عليه وسلم أعظم دما وحرمة من امرأة ورجل.

ونقموا على أن كاتبت معاوية: كتب على بن أبى طالب، وقد جائنا سهيل بن عمرو، ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالحديبية، حين صالح قومه قريشا، فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم: بسم الله الرحمن الرحيم .فقال سهيل: لا تكتب : بسم الله الرحمن الرحيم .فقال: " كيف نكتب؟ "فقال: اكتب: باسمك اللهم. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " فاكتب: محمد رسول الله "فقال: لو أعلم أنك رسول الله لم أخالفك .فكتب: هذا ما صالح محمد بن عبد الله قريشا .يقول الله تعالى فى كتابه:"لقد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر"فبعث إليهم على عبد الله بن عباس فخرجت معه، حتى إذا توسطنا عسكرهم، قام ابن الكواء يخطب الناس، فقال: يا حملة القرآن، إن هذا عبد الله بن عباس، فمن لم يكن يعرفه فأنا أعرفه من كتاب الله ما يعرفه به، هذا ممن نزل فيه وفى قومه: "قوم خصمون " فردوه إلى صاحبه، ولا تواضعوه كتاب الله .فقام خطباؤهم فقالوا: والله لنواضعنه كتاب الله، فإن جاء بحق نعرفه لنتبعنه، وإن جاء بباطل لنبكتنه بباطله . فواضعوا عبد الله الكتاب ثلاثة أيام، فرجع منهم أربعة آلاف كلهم تائب، فيهم ابن الكواء، حتى أدخلهم على على الكوفة، فبعث على إلى بقيتهم، فقال: قد كان من أمرنا وأمر الناس ما قد رأيتم، فقفوا حيث شئتم، حتى تجتمع أمة محمد صلى الله عليه وسلم، بيننا وبينكم أن لا تسفكوا دما حراما، أو تقطعوا سبيلا، أو تظلموا ذمة، فإنكم إن فعلتم فقد نبذنا إليكم الحرب على سواء، إن الله لا يحب الخائنين.

فقالت له عائشة: يا ابن شداد، فقد قتلهم! فقال: والله ما بعث إليهم حتى قطعوا السبيل، وسفكوا الدم، واستحلوا أهل الذمة .فقالت: آلله؟ قال: آلله الذى لا إله إلا هو لقد كان .قالت: فما شيء بلغنى عن أهل العراق يتحدثونه؟ يقولون: ذو الثدى، وذو الثدى. قال: قد رأيته، وقمت مع على عليه فى القتلى، فدعا الناس فقال: أتعرفون هذا؟ فما أكثر من جاء يقول: قد رأيته فى مسجد بنى فلان يصلى، ورأيته فى مسجد بنى فلان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے بھیجا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

يصلي، ولم يأتوا فيه بثبت يعرف إلا ذلك .قالت: فما قول على حين قام عليه كما يزعم أهل العراق؟ قال: سمعته يقول: صدق الله ورسوله .قالت: هل سمعت منه أنه قال غير ذلك؟ قال: اللهم لا .قالت: أجل، صدق الله ورسوله، يرحم الله عليا إنه كان من كلامه لا يرى شيئا يعجبه إلا قال: صدق الله ورسوله، فيذهب أهل العراق يكذبون عليه، ويزيدون عليه فى الحديث(مسند احمد،رقم الحديث ٦٥٦)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

[1] حدثنا ابن نمير ، قال : حدثنا عبد العزيز بن سياه ، قال : حدثنا حبيب بن أبى ثابت ، عن أبى وائل ، قال : أتيته ، فسألته عن هؤلاء القوم الذين قتلهم على ، قال : قلت: فيم فارقوه ، وفيم استحلوه ، وفيم دعاهم , وفيم فارقوه ، ثم استحل دمائهم ؟ قال : إنه لما استحر القتل فى أهل الشام بصفين ، اعتصم معاوية وأصحابه بجبل ، فقال عمرو بن العاص : أرسل إلى على بالمصحف , فلا والله لا يرده عليك ، قال : فجاء به رجل يحمله ينادى : بيننا وبينكم كتاب الله "ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يدعون إلى كتاب الله ليحكم بينهم ثم يتولى فريق منهم وهم معرضون"قال : فقال على: نعم ، بيننا وبينكم كتاب الله , أنا أولى به منكم .قال : فجائت الخوارج ، وكنا نسميهم يومئذ القراء ، قال : فجاؤوا بأسيافهم على عواتقهم ، فقالوا : يا أمير المؤمنين, ألا نمشى إلى هؤلاء القوم حتى يحكم الله بيننا وبينهم , فقام سهل بن حنيف ، فقال :يها الناس , اتهموا أنفسكم , لقد كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ، يوم الحديبية ، ولو نرى قتالا لقاتلنا , وذلك فى الصلح الذى كان بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين المشركين .فجاء عمر فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال : يا رسول الله , ألسنا على حق ، وهم على باطل ؟ قال : بلى ، قال : أليس قتلانا فى الجنة ، وقتلاهم فى النار ؟ قال : بلى ، قال : ففيم نعطى الدنية فى ديننا ، ونرجع ، ولما يحكم الله بيننا وبينهم ؟ فقال : يا ابن الخطاب , إنى رسول الله ، ولن يضيعنى الله أبدا .

قال : فانطلق عمر ، ولم يصبر متغيظا ، حتى أتى أبا بكر ، فقال : يا أبا بكر , ألسنا على حق ، وهم على باطل ؟ فقال : بلى ، قال : أليس قتلانا فى الجنة ، وقتلاهم فى النار ؟ قال : بلى ، قال : فعلام نعطى الدنية فى ديننا ونرجع ، ولما يحكم الله بيننا وبينهم ؟ فقال : يا ابن الخطاب ، إنه رسول الله ، ولن يضيعه الله أبدا .

قال : فنزل القرآن على محمد صلى الله عليه وسلم بالفتح , فأرسل إلى عمر ، فأقرأه إياه ، فقال : يا رسول الله , أو فتح هو ؟ قال : نعم , فطابت نفسه ورجع.

فقال على : أيها الناس , إن هذا فتح , فقبل على القضية ورجع , ورجع الناس .

ثم إنهم خرجوا بحروراء ، أولئك العصابة من الخوارج ، بضعة عشر ألفا , فأرسل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خوارج کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت نے قتل کیا تھا، اس لئے وہ جماعت حق کے زیادہ قریب تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلہ میں خوارج سے قتال کرنے کو ترجیح دی تھی۔

شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

قتال الخوارج مما أمر به صلى الله عليه وسلم ولذلک اتفق على قتالهم الصحابة والأئمة .وهؤلاء الخوارج لهم أسماء يقال لهم " :الحرورية " لأنهم خرجوا بمكان يقال له حروراء، ويقال لهم أهل النهروان :لأن عليا قاتلهم هناک ومن أصنافهم "الإباضية "أتباع عبد الله بن إباض و

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

إليهم يناشدهم الله , فأبوا عليه ، فأتاهم صعصعة بن صوحان ، فناشدهم الله ، وقال : علام تقاتلون خليفتكم ؟ قالوا : نخاف الفتنة ، قال : فلا تعجلوا ضلالة العام ، مخافة فتنة عام قابل ، فرجعوا ، فقالوا : نسير على ناحيتنا , فإن عليا قبل القضية , قاتلنا على ما قاتلناهم يوم صفين , وإن نقضها قاتلنا معه .فساروا حتى بلغوا النهروان , فافترقت منهم فرقة ، فجعلوا يهدون الناس قتلا ، فقال أصحابهم : ويلكم ، ما على هذا فارقنا عليا ، فبلغ عليا أمرهم ، فقام فخطب الناس ، فقال: ما ترون , أتسيرون إلى أهل الشام ، أم ترجعون إلى هؤلاء الذين خلفوا إلى ذراريكم ؟ فقالوا : لا , بل نرجع إليهم , فذكر أمرهم ، فحدث عنهم ما قال فيهم رسول الله صلى الله عليه وسلم : إن فرقة تخرج عند اختلاف من الناس ، تقتلهم أقرب الطائفتين بالحق , علامتهم رجل فيهم ، يده كثدى المرأة .فساروا حتى التقوا بالنهروان ، فاقتتلوا قتالا شديدا , فجعلت خيل على لا تقوم لهم ، فقام على ، فقال : أيها الناس ، إن كنتم إنما تقاتلون لى ، فوالله ما عندى ما أجزيكم به , وإن كنتم إنما تقاتلون لله ، فلا يكن هذا قتالكم , فحمل الناس حملة واحدة شديدة ، فانجلت الخيل عنهم وهم مكبون على وجوههم ، فقال على : اطلبوا الرجل فيهم ، قال : فطلب الناس ، فلم يجدوه ، حتى قال بعضهم : غرنا ابن أبى طالب من إخواننا حتى قتلناهم , فدمعت عين على ، قال : فدعا بدابته فركبها ، فانطلق حتى أتى وهدة فيها قتلى ، بعضهم على بعض ، فجعل يجر بأرجلهم ، حتى وجد الرجل تحتهم , فاجتروه ، فقال على : الله أكبر , وفرح الناس ورجعوا ، وقال على : لا أغزو العام , ورجع إلى الكوفة وقتل , واستخلف حسن ، فسار بسيرة أبيه ، ثم بعث بالبيعة إلى معاوية(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الحديث ۳۹۰۶۹،كتاب الجمل،ماذكر فى الخوارج،مسند ابى يعلٰى الموصلى،رقم الحديث ۴۷۳)

قال حسين سليم أسد الدارانى:رجاله ثقات(حاشية مسند ابى يعلىٰ الموصلى)

"الأزارقة "أتباع نافع بن الأزرق و "النجدات "أصحاب نجدة الحروری .وهم أول من كفر أهل القبلة بالذنوب بل بما يرونه هم من الذنوب واستحلوا دماء أهل القبلة بذلک فكانوا كما نعتهم النبی صلی الله عليه وسلم:يقتلون أهل الإسلام ويدعون أهل الأوثان.

وكفروا علی بن أبی طالب وعثمان بن عفان ومن والاهما وقتلوا علی بن أبی طالب مستحلين لقتله قتله عبد الرحمن بن ملجم المرادی منهم وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين فی العبادة لكن كانوا جهالا فارقوا السنة والجماعة؛ فقال هؤلاء :ما الناس إلا مؤمن أو كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترک جميع المحرمات؛ فمن لم يكن كذلک فهو كافر؛ مخلد فی النار .ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلک .فقالوا :إن عثمان وعليا ونحوهما حكموا بغير ما أنزل الله وظلموا فصاروا كفارا.ومذهب هؤلاء باطل بدلائل كثيرة من الكتاب والسنة. فلما شاع فی الأمة أمر "الخوارج "تكلمت الصحابة فيهم ورووا عن النبی صلی الله عليه وسلم الأحاديث فيهم وبينوا ما فی القرآن من الرد عليهم وظهرت بدعتهم فی العامة(مجموع الفتاوی،ج۷،ص ۴۸۱ الی ۴۸۴،کتاب الایمان الوسط، الخوارج اول من کفر اهل القبلة بالذنوب)

ترجمہ: خوارج سے قتال کرنا، ان چیزوں میں سے ہے، جن کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، اور اسی وجہ سے ان سے قتال کرنے پر صحابہ اور ائمہ کا اتفاق ہے، اور ان خوارج کے کئی نام ہیں، ان کو ''حرورية'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ (ابتداء میں) جس جگہ سے نکلے تھے، اس جگہ کو ''حروراء'' کہا جاتا تھا (اس نسبت سے ان کو حرورية کہا جانے لگا) اور ان خوارج کو ''اهلِ نهروان'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان خوارج سے، اس ''نهروان'' نام کے علاقہ میں قتال کیا تھا، اور ان خوارج کو ''اباضية'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ ''عبداللہ بن اباض'' نام کے شخص کی اتباع کرتے تھے، اور ان خوارج کو ''ازارقة'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ نافع بن ازرق نام کے شخص کی

اتباع کیا کرتے تھے، اور ان کو نجدات بھی کہا جاتا ہے، نجدہ حروری کے ساتھی ہونے کی وجہ سے (بعد میں مختلف اوقات میں نکلنے والے خوارج کو، دوسری نسبتوں سے ذکر کیا گیا، آج بھی مختلف علاقوں اور شخصوں کی وجہ سے خوارج مختلف ناموں سے منسوب ہیں) اور یہ خوارج ہی سب سے پہلے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اہلِ قبلہ (یعنی مسلمانوں) کو گناہوں کی وجہ سے کافر قرار دیا، بلکہ یہ خوارج جن چیزوں کو کفر خیال کرتے ہیں، وہ (کفر کے بجائے) گناہ ہیں، اور یہ خوارج، ان گناہوں کو کفر قرار دینے کی وجہ سے اہلِ قبلہ (یعنی مسلمانوں) کے خونوں کو حلال سمجھتے ہیں، پس یہ خوارج ایسے ہی ہیں، جس طرح سے ان کی صفات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ یہ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے، اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے (اور وہ کوئی تاویل کر کے مسلمانوں کو کافر قرار دیں گے، جیسا کہ آج کل بعض اسلامی قوانین اور حدود نافذ نہ کرنے، یا کافروں سے جہاد وقتال نہ کرنے، یا سیاسی جمہوری نظام کے رائج ہونے کی بناء پر حکمرانوں، یا عام مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کے خلاف مسلح جدوجہد اور گوریلا کارروائیاں، یا کھلی جنگ کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے اموال کو کافروں جیسا مالِ غنیمت سمجھ کر طرح طرح سے لوٹ مچائی، اور ڈاکہ زنی کا بازار گرم کرتے ہیں)

اور ان خوارج نے علی بن ابی طالب، اور عثمان بن عفان، اور ان سے محبت وہمدردی رکھنے والوں کو کافر کہا، اور حضرت علی بن ابی طالب کو قتل کیا، اور ان کے قتل کو حلال سمجھا، علی رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے قتل کیا، جو خوارج میں سے تھا، اور یہ اور دوسرے خوارج عبادت میں بہت محنت وجدوجہد کرتے تھے، لیکن وہ جاہل تھے، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ سے الگ ہوگئے تھے، اور یہ لوگ کہتے تھے کہ لوگ، یا تو مومن ہیں، یا کافر ہیں، اور مومن وہ ہے، جو تمام فرائض،

واجبات پر عمل کرے، اور تمام حرام کاموں کو چھوڑے، اور جو ایسا نہ کرے، وہ کافر ہے، ابدی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس فرد کو، جو اُن کی بات کی مخالفت کرے، اسی طرح کافر کہہ دیا، اور اس کے قتل کو حلال سمجھا۔

پھر انہوں نے کہا کہ (خلفائے راشدین) حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، اور ان جیسے حضرات نے اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلے کئے، اور انہوں نے ظلم کیا، جس کی وجہ سے یہ کافر ہو گئے۔

اور ان خوارج کا مذہب باطل ہے، جس کے کتابُ اللہ، اور سنتِ رسول اللہ سے بہت سارے دلائل ہیں۔

پھر جب امت میں خوارج کا معاملہ شدت اختیار کر گیا، تو صحابہ نے خوارج کے متعلق کلام کیا، اور ان خوارج کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو روایت کیا، اور قرآن میں، جو اِن خوارج کی تردید موجود ہے، اس کو بیان کیا، اور اس طرح ان کی (نظریاتی وعملی) بدعات عامۃ الناس میں ظاہر ہو گئیں (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ونعلم مع ذلک أن علی بن أبی طالب رضی الله عنه کان أفضل وأقرب إلی الحق من معاویة وممن قاتله معه لما ثبت فی الصحیحین عن أبی سعید الخدری -رضی الله عنه -عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال :(تمرق مارقة علی حین فرقة من المسلمین تقتلهم أدنی الطائفتین إلی الحق) . وفی هذا الحدیث دلیل علی أنه مع کل طائفة حق؛ وأن علیا رضی الله عنه أقرب إلی الحق .وأما الذین قعدوا عن القتال فی الفتنة؛ کسعد بن أبی وقاص وابن عمر وغیرهما رضی الله عنهم فاتبعوا النصوص التی سمعوها فی ذلک عن القتال فی الفتنة وعلی ذلک أکثر أهل الحدیث.

وکذلک "آل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم "لهم من الحقوق ما یجب رعایتها (مجموع الفتاویٰ، ج۳، ص۴۰۷، کتاب مجمل اعتقاد السلف ،فصل فی وجوب الاقتصاد والاعتدال فی امر الصحابة والقرابة)

ترجمہ: اور ہم اس کے باوجود یہ بات جانتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اور وہ لوگ جنہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ شامل ہوکر حضرت علی سے قتال کیا، ان کے مقابلہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے، کیونکہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ نکلنے والی ایک جماعت، مسلمانوں میں فرقہ واختلاف کے وقت نکلے گی، جس کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب جماعت قتل کرے گی۔

اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں سے دونوں جماعتوں کے ساتھ حق موجود ہے، اور علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب ہیں۔

جہاں تک ان حضرات کا تعلق ہے، جو اس فتنہ کے دور میں قتال سے الگ رہے، جیسا کہ سعد بن ابی وقاص اور ابنِ عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم، تو انہوں نے ان نصوص کی اتباع کی، جو انہوں نے اس سلسلہ میں فتنہ میں قتال سے متعلق سنی تھیں (جن میں دو مسلمانوں کے درمیان فتنہ واختلاف کے وقت الگ تھلگ رہنے کی ترغیب دی گئی ہے) اور اسی پر اکثر اہل الحدیث حضرات ہیں۔

اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ بیت کے ایسے حقوق ہیں، جن کی رعایت واجب ہے (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

قد ثبت بالنصوص الصحيحة أن عثمان وعليا وطلحة والزبير وعائشة من أهل الجنة .بل قد ثبت في الصحيح "(أنه لا يدخل النار أحد بايع تحت الشجرة) . وأبو موسى الأشعرى وعمرو بن العاص ومعاوية بن أبى سفيان هم من الصحابة ولهم فضائل ومحاسن .وما يحكى عنهم كثير منه كذب؛ والصدق منه إن كانوا فيه مجتهدين :فالمجتهد إذا أصاب فله أجران وإذا أخطأ فله أجر وخطؤه يغفر له.

وإن قدر أن لهم ذنوبا فالذنوب لا توجب دخول النار مطلقا إلا إذا انتفت الأسباب المانعة من ذلک وهی عشرة .منها - :التوبة ومنها الاستغفار ومنها الحسنات الماحية ومنها المصائب المكفرة ومنها شفاعة النبی صلی الله عليه وسلم ومنها شفاعة غيره ومنها دعاء المؤمنين ومنها ما يهدی للميت من الثواب والصدقة والعتق ومنها فتنة القبر ومنها أهوال القيامة.

وقد ثبت فی الصحيحين عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال " :(خير القرون القرن الذی بعثت فيه ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم) . وحينئذ فمن جزم فی واحد من هؤلاء بأن له ذنبا يدخل به النار قطعا فهو كاذب مفتر .فإنه لو قال ما لا علم له به لكان مبطلا فكيف إذا قال ما دلت الدلائل الكثيرة علی نقيضه؟ فمن تكلم فيما شجر بينهم -وقد نهی الله عنه :من ذمهم أو التعصب لبعضهم بالباطل -فهو ظالم معتد.

وقد ثبت فی الصحيح عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال " :(تمرق مارقة علی حين فرقة من المسلمين تقتلهم أولی الطائفتين بالحق) وقد ثبت عنه فی الصحيح أنه قال عن الحسن (إن ابنی هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين)وفی الصحيحين عن عمار أنه قال " :(تقتله الفئة الباغية)وقد قال تعالی فی القرآن :(وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما علی الأخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء إلی أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين) . فثبت بالكتاب والسنة وإجماع السلف علی أنهم مؤمنون مسلمون وأن علی بن أبی طالب والذين معه كانوا أولی بالحق من الطائفة المقاتلة له(مجموع الفتاویٰ، ج۴،ص ۴۳۱،الیٰ ۴۳۳، كتاب مفصل اعتقاد السلف)

ترجمہ: صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عثمان، اور حضرت علی اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اہلِ جنت میں سے ہیں، بلکہ صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا، جس نے درخت کے نیچے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) بیعت کی ہے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن عاص اور معاویہ بن ابی سفیان، یہ سب صحابہ میں سے ہیں، جن کے فضائل ومحاسن ہیں، اوران کے متعلق جو باتیں، نقل کی جاتی

ہیں، ان میں سے بہت سی جھوٹی ہیں، اور جو باتیں سچی ہیں، اگر وہ حضرات، ان باتوں میں مجتہد تھے، تو مجتہد، جب صواب کو پالے، تو اس کو دو اجر حاصل ہوتے ہیں، اور اگر خطاء کا مرتکب ہو، تو ایک اجر حاصل ہوتا ہے، اور اس کی خطاء معاف کی جاتی ہے۔

اور اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ ان کے کچھ گناہ تھے، تو گناہ علی الاطلاق جہنم میں داخلہ کا باعث نہیں ہوتے، مگر اسی صورت میں، جبکہ جہنم سے روکنے والے اسباب بھی موجود نہ ہوں، اور وہ اسباب دس ہیں، جن میں ایک توبہ ہے، اور ان میں دوسرا سبب استغفار ہے، اور ان میں تیسرا سبب گناہ مٹانے والی نیکیاں ہیں، اور ان میں چوتھا سبب گناہ معاف کرنے والے مصائب ہیں، اور ان میں پانچواں سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے، اور ان میں چھٹا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی شفاعت ہے، اور ان میں ساتواں سبب مومنین کی دعاء ہے، اور ان میں آٹھواں سبب میت کو پہنچنے والا ثواب، اور صدقہ اور غلام وباندی کو آزاد کرنا ہے (خواہ وہ دوسرے کی طرف سے ہو، یا میت کا انجام دیا ہوا صدقۂ جاریہ ہو) اور ان میں نواں سبب قبر کا فتنہ ہے، اور ان میں دسواں سبب قیامت کی ہولناکیاں ہیں۔

اور صحیح بخاری ومسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بہترین زمانہ وہ ہے، جس میں مجھے مبعوث کیا گیا، پھر ان لوگوں سے ملا ہوا زمانہ، اور پھر ان سے ملا ہوا زمانہ بہتر ہے۔

اور اس صورت میں صحابہ میں سے جس کے متعلق بھی کوئی شخص یہ گمان کرے گا کہ ان میں سے جس کے بھی گناہ ہوں گے، تو وہ قطعی طور پر جہنم میں داخل ہوگا، تو وہ جھوٹا، اور بہتان پرداز شخص ہوگا، کیونکہ وہ اگر بغیر علم کے یہ بات کہے گا، تو وہ باطل

ہوگی، اور یہ بات کیسے درست ہوسکتی ہے، جبکہ بہت سے دلائل اس کے برعکس موقف پر دلالت کرتے ہیں۔

اور جو شخص صحابہ کے مابین مشاجرات (واختلافات) کے متعلق کلام کرے گا، جبکہ اللہ نے صحابہ کی مذمت، یا ان میں سے کسی کے ساتھ باطل تعصب سے منع کیا ہے، تو وہ ظالم اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔

اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ ایک نکلنے والی جماعت، مسلمانوں میں فرقت واختلاف کے وقت نکلے گی، جن کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ فرمان بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں موجود ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور عنقریب اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان اصلاح (ومصالحت) کرائے گا، اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کو زیادتی کرنے والی جماعت قتل کرے گی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ ''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں باہم قتال کریں، تو تم ان دونوں کے درمیان مصالحت کرادو، پھر اگر ان میں سے کوئی ایک، دوسری پر زیادتی کرے، تو تم اس سے قتال کرو، جس نے زیادتی کی، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے، تو تم اصلاح کرادو ان دونوں کے درمیان میں، عدل کے ساتھ، اور انصاف کرو تم، بے شک اللہ پسند کرتا ہے، انصاف کرنے والوں کو''۔

پس کتاب وسنت اور اجماعِ سلف سے یہ ثابت ہے کہ وہ صحابہ مومن اور مسلم تھے، اور علی بن ابی طالب، اور آپ کے ساتھی، ان سے مقاتلہ کرنے والی جماعت

کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب تھے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وأما قوله " :(تقتلهم أولى الطائفتين بالحق) فهذا دليل على أن علياومن معه كان أولى بالحق إذ ذاک من الطائفة الأخرى وإذا كان الشخص أو الطائفة مرجوحا فى بعض الأحوال لم يمنع أن يكون قائما بأمر الله وأن يكون ظاهرا بالقيام بأمر الله عن طاعة الله ورسوله وقد يكون الفعل طاعة وغيره أطوع منه .وأما كون بعضهم باغيا فى بعض الأوقات؛ مع كون بغيه خطأ مغفورا أو ذنبا مغفورا :فهذا أيضا لا يمنع ما شهدت به النصوص

(مجموع الفتاوىٰ، ج۴،ص۴۴۷و ۴۴۸،كتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل: فى أعداء الخلفاء الراشدين والأئمة المهديين)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ان (خوارج) کو دو جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب والی جماعت قتل کرے گی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، حق کے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ وہ (یعنی معاویہ) دوسری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، اور جب کوئی شخص، یا جماعت، بعض احوال میں مرجوح ہو، تو اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کو قائم رکھنے والی ہو، اور یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر اللہ کے حکم کو ظاہر میں قائم کرنے والی ہو (یعنی اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو کسی جہت سے چھوڑا ہو، تو بظاہر کسی دوسری جہت سے اللہ کے حکم کی تعمیل کی خاطر ہی اس نے ایسا کیا ہو) اور بعض اوقات کوئی فعل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت تو ہوتا ہے، لیکن اس کے علاوہ فعل میں اللہ اور اس کے رسول کی زیادہ اطاعت ہوتی ہے، اور بعض لوگوں کا بعض اوقات باغی ہونا، باوجود ان کی بغاوت کے، ایسی خطاء ہوتی ہے، جو معاف کردی جاتی ہے، اور بعض اوقات گناہ بھی معاف کردیا جاتا ہے، پس یہ بھی اس بات میں مانع نہیں، جس کی نصوص گواہی دیتی ہے (یعنی نصوص میں مذکور کسی

فضیلت کا خطاء کار وگناہ گار ہونے کے باوجود بھی حصول ممکن ہوا کرتا ہے، کیونکہ وہ خطاء، یا گناہ من جانب اللہ معاف کردیا جاتا ہے)(مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم فی الصحیحین من حدیث أبی سعید الخدری أنه قال " :(تمرق مارقة علی حین فرقة من الناس فتقتلهم أولی الطائفتین بالحق وفی لفظ فتقتلهم أدناهم إلی الحق) " فهذا الحدیث الصحیح دلیل علی أن کلتا الطائفتین المقتتلتین -علی وأصحابه ومعاویة وأصحابه -علی حق وأن علیا وأصحابه کانوا أقرب إلی الحق من معاویة وأصحابه .فإن علی بن أبی طالب هو الذی قاتل المارقین وهم "الخوارج الحروریة (مجموع الفتاویٰ، ج۴،ص۴۶۷، کتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل فی ان الطریقة التی یعلم بها ایمان الواحد من الصحابة الخ)

ترجمہ: صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ نکلنے والی ایک (خوارج کی) جماعت لوگوں کی فرقت (واختلاف) کے وقت نکلے گی، جس کو دو جماعتوں میں حق کے زیادہ قریب جماعت قتل کرے گی، اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ان خوارج کو حق کے زیادہ قریب (جماعت) قتل کرے گی، پس یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں قتال کرنے والی جماعتیں، یعنی حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما اوران دونوں کے اصحاب حق پر تھے، لیکن حضرت علی اوران کے ساتھی، معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے مقابلہ میں حق کے زیادہ قریب تھے، کیونکہ حضرت علی بن ابی طالب نے مارقین، یعنی خوارج حروریہ کو قتل کیا تھا(مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وعلی أفضل منه وأعلی درجة، وهو أولی بالحق منه باتفاق الناس، وعسکر معاویة یعلمون أن علیا أفضل منه وأحق بالأمر .، ولا ینکر ذلک منهم إلا معاند أو من أعمی الهوی قلبه.

ولم يكن معاوية قبل تحكيم الحكمين يدعى الأمر لنفسه، ولا يتسمى بأمير المؤمنين، بل إنما ادعى ذلک بعد حكم الحكمين، وكان غير واحد من عسكر معاوية يقول له :لم ذا؟ تقاتل عليا وليس لک سابقته ولا فضله ولا صهره، وهو أولى بالأمر منک؟ فيعترف لهم معاوية بذلک.

لكن قاتلوا مع معاوية لظنهم أن عسكر على فيه ظلمة يعتدون عليهم كما اعتدوا على عثمان، وأنهم يقاتلونهم دفعا لصيالهم عليهم.

وقتال الصائل جائز، ولهذا لم يبدء وهم بالقتال حتى بدأهم أولئک .ولهذا قال الأشتر النخعى :إنهم ينصرون علينا لأنا نحن بدأناهم بدأناهم،وعلى - رضى الله عنه -كان عاجزا عن قهر الظلمة من العسكرين، ولم تكن أعوانه يوافقونه على ما يأمر به، وأعوان معاوية يوافقونه، وكان يرى أن القتال يحصل به المطلوب، فما حصل به إلا ضد المطلوب، وكان فى عسكر معاوية من يتهم عليا بأشياء من الظلم هو برىء منها ، وطالب الحق من عسكر معاوية يقول :لا يمكننا أن نبايع إلا من يعدل علينا ولا يظلمنا، ونحن إذا بايعنا عليا ظلمنا عسكره، كما ظلم عثمان .وعلى إما عاجز عن العدل علينا، أو غير فاعل لذلک، وليس علينا أن نبايع عاجزا عن العدل علينا ولا تاركا له .فأئمة السنة يعلمون أنه ما كان القتال مأمورا به :لا واجبا ولا مستحبا، ولكن يعذرون من اجتهد فأخطأ(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص۳۸۴، الفصل الثانى، مزاعم الرافضى عن معاوية رضى الله عنه والرد عليه)

ترجمہ: اور علی رضی اللہ عنہ، ان (معاویہ رضی اللہ عنہ) سے افضل، اور اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں، اور اُن (یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حق کے زیادہ قریب ہیں، جس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لوگ بھی یہ بات جانتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ، افضل، اور حکومت کے زیادہ حقدار ہیں، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے اس کا انکار صرف معاند، یا وہ شخص ہی کرسکتا تھا، جس کے دل کو خواہشِ نفس نے اندھا کردیا ہو۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ دو حکموں (یعنی ثالثوں) کے فیصلہ سے پہلے بھی اپنے لئے حکومت کا دعویٰ نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی امیر المومنین کے نام سے اپنے آپ کو موسوم کراتے تھے، بلکہ انہوں نے اس کا دعویٰ دو حکموں کے فیصلہ کے بعد کیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے کئی لوگ، حضرت معاویہ کو یہ کہتے تھے کہ تم علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیوں کرتے ہو، جبکہ تم نہ تو ان سے مقدم ہو، نہ ان سے افضل ہو، اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہو (تمہارے مقابلہ میں یہ تمام اوصاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہیں) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تمہارے مقابلہ میں حکومت کے زیادہ حقدار ہیں، جس کو سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس کا اعتراف کرتے تھے۔

لیکن ان لوگوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو کر اس گمان سے قتال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ظالم (وخوارج) لوگ تھے، جو ان پر زیادتی کرتے تھے، جیسا کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی زیادتی کی تھی، اور یہ لوگ ان سے اپنے اوپر حملوں کے دفاع کی غرض سے قتال کرتے تھے۔

اور حملہ آور سے قتال جائز ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے ان (ظالموں) سے خود ابتداء میں قتال نہیں کیا، جب تک کہ ان ظالموں نے ان (معاویہ کے ساتھیوں) کے ساتھ ظلم کی ابتداء نہیں کی۔

اور اسی وجہ سے اشتر نخعی نے کہا کہ یہ لوگ ہمارے خلاف اس لئے مدد کرتے ہیں کہ ہم نے ان سے ابتداء کی ہے، ہم نے ان سے ابتداء کی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر میں ظالموں کے قہر وغلبہ سے عاجز آ گئے تھے، اور آپ کے مدد گار، آپ کے حکم کی موافقت وتعمیل نہیں کرتے تھے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدد

گار، معاویہ رضی اللہ عنہ کی موافقت وتعمیل کرتے تھے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قتال سے مطلوب حاصل ہوگا، لیکن نتیجہ مطلوب کے برعکس نکلا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بعض ظلم والی ایسی چیزوں کی تہمت لگایا کرتے تھے، جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بَری تھے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے طالبِ حق یہ کہتے تھے کہ ہم صرف ایسے شخص کے ہاتھ پر ہی بیعت کریں گے، جو ہمارے ساتھ عدل کرے گا، اور ہم پر ظلم نہ ہونے دے گا، اور ہم اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلیں گے، تو ان کا لشکر ہم پر ظلم کرے گا، جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا، اور علی رضی اللہ عنہ، یا تو ہمارے ساتھ عدل کرنے سے عاجز ہیں، یا وہ اس عدل کو نہیں کر پائیں گے، اور ہم پر یہ چیز واجب نہیں کہ ہم اس سے بیعت کریں، جو ہمارے ساتھ عدل کرنے سے عاجز ہو، یا اس عدل کو بجانہ لاسکتا ہو۔

پس ائمۂ سنت یہ بات جانتے ہیں کہ اس موقع پر نہ تو قتال کا حکم تھا، نہ ہی قتال واجب، یا مستحب تھا، لیکن جس نے اجتہادی خطاء کی، تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا (منہاج السنہ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے آگے چل کر فرمایا کہ:

''باغی شخص، یا باغی جماعت بعض اوقات تاویل کرنے والی ہوتی ہے، جو کسی دلیل سے اپنے آپ کو حق پر سمجھتی ہے، اور بعض اوقات جان بوجھ کر اور اپنے آپ کو باغی سمجھ کر بغاوت کرتی ہے، اور بعض اوقات باغی جماعت کسی شبہ اور شہوت سے مرکب ہوتی ہے، لیکن بہر صورت اس کی وجہ سے اہلُ السنۃ کے نزدیک اس جماعت کے ایمان میں ردوقدح درست نہیں ہوتی، کیونکہ اہلُ السنۃ کے نزدیک

حضرت معاویہ، اوران سے اونچے درجہ کا صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں، چہ جائیکہ وہ ایسی اجتہادی خطاء سے معصوم ہو، جو گناہ بھی نہیں، بلکہ اہلُ السنۃ کے نزدیک گناہ کے عذاب سے حفاظت ونجات کے کئی اسباب ہیں، جیسے توبہ، اور استغفار، اور گناہوں کو مٹانے والی نیکیاں اور مصائب وغیرہ وغیرہ، اوراس کا بعض روایات سے ثبوت بھی ملتا ہے''۔ انتھٰی۔ [1]

پھراس ضمن میں علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ:

وأما الرافضی فإذا قدح فی معاویة -رضی الله عنه -بأنه کان باغیا ظالما، قال له الناصبی :وعلی أیضا کان باغیا ظالما لما قاتل المسلمین علی إمارته، وبدأهم بالقتال، وصال علیهم، وسفک دماء الأمة بغیر فائدة لهم

(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴،ص ۳۸۹،الفصل الثانی، مزاعم الرافضی عن معاویة رضی الله عنه والرد علیه)

ترجمہ: اور رافضی جب حضرت معاویہ کی شان میں ردوقدح کرتا ہے کہ معاویہ باغی ظالم تھے، تواس کے ردِعمل میں ناصبی کہتا ہے کہ حضرت علی بھی باغی ظالم تھے،

---

[1] وأما قوله " :وقاتل علیا وهو عندهم رابع الخلفاء إمام حق، وکل من قاتل إمام حق فهو باغ ظالم ، فیقال له :أولا :الباغی قد یکون متأولا معتقدا أنه علی حق، وقد یکون متعمدا یعلم أنه باغ، وقد یکون بغیه مرکبا من شبهة وشهوة ، وهو الغالب .وعلی کل تقدیر فهذا لا یقدح فیما علیه أهل السنة ;فإنهم لا ینزهون معاویة ولا من هو أفضل منه من الذنوب، فضلا عن تنزیههم عن الخطأ فی الاجتهاد، بل یقولون :إن الذنوب لها أسباب تدفع عقوبتها من التوبة والاستغفار، والحسنات الماحیة، والمصائب المکفرة، وغیر ذلک .وهذا أمر یعم الصحابة وغیرهم .والحکایة المعروفة عن المسور بن مخرمة، وکان من خیار صغار الصحابة، لما أتی معاویة، وخلا به، وطلب منه أن یخبره بجمیع ما ینقمه علیه ، فذکر له المسور جمیع ما ینقمه علیه . .فقال :ومع هذا یا مسور ألک سیئات؟ قال :نعم .قال :أترجو أن یغفرها الله؟ قال :نعم .قال :فما جعلک أرجی لرحمة الله منی ؟ وإنی مع ذلک والله ما خیرت بین الله وبین غیره إلا اخترت الله علی غیره، ووالله لما ألیه من الجهاد وإقامة الحدود والأمر بالمعروف والنهی عن المنکر أفضل من عملک، وأناعلی دین یقبل من أهله الحسنات، ویتجاوز لهم عن السیئات، فما جعلک أرجی لرحمة الله منی؟ قال المسور بن مخرمة :فخصمنی .أو کما قال(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴، ص ۳۸۴ الٰی ۳۸۶، الفصل الثانی ،مزاعم الرافضی عن معاویة رضی الله عنه والرد علیه)

کیونکہ انہوں نے اپنے دورِ امارت وخلافت میں مسلمانوں سے قتال کیا، اوران سے قتال کی ابتداء کی، اوران پر چڑھائی کی، اورامت کا بغیر کسی فائدہ کے خون بہایا (حالانکہ یہ دونوں غلطی پر ہیں) (منہاج السنہ)

پھراسی ضمن میں علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ:

والصحابة الذين لم يقاتلوا معه كانوا يعتقدون أن ترك القتال خير من القتال، أو أنه معصية، فلم يجب عليهم موافقته في ذلك.

والذين قاتلوه لا يخلو :إما أن يكونوا عصاة، أو مجتهدين مخطئين، أو مصيبين .وعلى كل تقدير فهذا لا يقدح في إيمانهم ولا يمنعهم الجنة.

فإن الله تعالى قال :(وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين) ،إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون) ، فسماهم إخوة ووصفهم بأنهم مؤمنون، مع وجود الاقتتال بينهم، والبغي من بعضهم على بعض.فمن قاتل عليا :فإن كان باغيا فليس ذلك بمخرجه من الإيمان، ولا بموجب له النيران، ولا مانع له من الجنان ;فإن البغي إذا كان بتأويل كان صاحبه مجتهدا.

ولهذا اتفق أهل السنة على أنه لا تفسق واحدة من الطائفتين، وإن قالوا في إحداهما :إنهم كانوا بغاة؛ لأنهم كانوا متأولين مجتهدين، والمجتهد المخطء لا يكفر ولا يفسق. وإن تعمد البغي فهو ذنب من الذنوب، والذنوب يرفع عقابها بأسباب متعددة :كالتوبة، والحسنات الماحية، والمصائب المكفرة، وشفاعة النبي -صلى الله عليه وسلم -، ودعاء المؤمنين وغير ذلك (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص۳۹۳، و۳۹۴، الفصل الثاني، مزاعم الرافضي عن معاوية رضي الله عنه والرد عليه)

ترجمہ: اورجن صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہوکر قتال نہیں کیا، تو وہ یہ نظریہ رکھتے تھے کہ قتال کوترک کرنا، اس کوکرنے سے بہتر ہے، یا قتال کرنا، گناہ ہے، تو ان صحابہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قتال کرنے

میں موافقت واجب نہیں تھی۔

اور جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو کر قتال کیا، تو وہ ان حالات سے خارج نہیں کہ یا تو ان کو گناہ گار سمجھا جائے، یا مجتہدِ مخطئ سمجھا جائے، یا مجتہدِ مصیب سمجھا جائے، اور ان میں سے کوئی بھی صورت فرض کر لی جائے، تو یہ نہ تو ان کے ایمان میں ردوقدح کا باعث ہے، اور نہ ہی ان کے جنّتی ہونے میں مانع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ ''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں باہم قتال کریں، تو تم ان دونوں کے درمیان مصالحت کرادو، پھر اگر ان میں سے کوئی ایک، دوسری پر زیادتی کرے، تو تم اس سے قتال کرو، جس نے زیادتی کی، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ لوٹ آئے، تو تم اصلاح کرادو ان دونوں کے درمیان میں، عدل کے ساتھ، اور انصاف کرو تم، بے شک اللہ پسند کرتا ہے، انصاف کرنے والوں کو۔

بس سب مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان میں اصلاح (ومصالحت) کرادیا کرو، اور تم اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے''

پس اللہ نے ان (مومنین) کے باہم قتال کرنے، اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے کا بھائی فرمایا ہے، اور ان کو مومن ہونے کی صفت کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔

پس جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا، تو اگر وہ باغی وزیادتی کرنے والا تھا، تو یہ اس کو ایمان سے خارج کرنے والی چیز نہیں، اور نہ ہی اس کے لئے جہنم کو واجب کرنے والی چیز ہے، اور اس کے لئے جنت سے کوئی چیز مانع نہیں، کیونکہ بغاوت، جب تاویل کی بنیاد پر ہو، تو اس کا مرتکب مجتہد ہوتا ہے۔

اور اسی وجہ سے اہلُ السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ دونوں (علی ومعاویہ رضی

اللہ عنہما کی) جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو بھی فاسق قرار نہیں دیا جائے گا، اگرچہ انہوں نے ان میں سے ایک جماعت کو باغی کیوں نہ کہا ہو، کیونکہ وہ تاویل کرنے والے مجتہد تھے، اور اجتہاد کرنے والا خطاء کار نہ تو کافر ہوتا، اور نہ ہی فاسق ہوتا۔

اور اگر کوئی جان بوجھ کر بغاوت کا مرتکب ہو، تب بھی یہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، اور گناہوں کا عذاب کئی اسباب کی وجہ سے اٹھالیا جاتا ہے، جیسا کہ توبہ کی وجہ سے، اور گناہ کو مٹانے والی نیکیوں کی وجہ سے، اور گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب کی وجہ سے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے، اور مومنوں کی دعاء کی وجہ سے (اور ہزاروں سالوں سے مومنین کی طرف سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں دعاؤں کا سلسلہ جاری وساری ہے، اور ان کی دینی خدمات اور احادیثِ نبوی کی اشاعت کا ثواب بھی برابر جاری ہے) اور اس کے علاوہ بھی دوسرے اسباب کی وجہ سے (منہاج السنہ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے اسی کتاب میں یہ بھی فرمایا کہ:

ومما يبين ذلک أن معاوية قد أجمع الناس عليه بعد موت علي، وصار أميرا علی جميع المسلمين، ومع هذا فلم يقتل قتلة عثمان الذين كانوا قد بقوا بل روی عنه أنه لما قدم المدينة حاجا فسمع الصوت فی دار عثمان " :يا أمير المؤمنيناه، يا أمير المؤمنيناه ، فقال :ما هذا؟ قالوا :بنت عثمان تندب عثمان .فصرف الناس، ثم ذهب إليها فقال :يا ابنة عم إن الناس قد بذلوا لنا الطاعة علی كره، وبذلنا لهم حلما علی غيظ، فإن رددنا حلمنا ردوا طاعتهم؛ ولأن تكونی بنت أمير المؤمنين خير من أن تكونی واحدة من عرض الناس، فلا أسمعنک بعد اليوم ذكرت عثمان.

فمعاوية -رضی الله عنه -، الذی يقول المنتصر له :إنه كان مصيبا فی قتال علی، لأنه كان طالبا لقتل قتلة عثمان، لما تمكن وأجمع الناس عليه لم يقتل قتلة عثمان .فإن كان قتلهم واجبا، وهو مقدور له، كان فعله بدون قتال

المسلمين أولى من أن يقاتل عليا وأصحابه لأجل ذلک، ولو قتل معاوية قتلة عثمان لم يقع من الفتنة أكثر مما وقع ليالى صفين .وإن كان معاوية معذورا فى كونه لم يقتل قتلة عثمان إما لعجزه عن ذلک، أو لما يفضى إليه ذلک من الفتنة وتفريق الكلمة وضعف سلطانه، فعلى أولى أن يكون معذورا أكثر من معاوية، إذ كانت الفتنة وتفريق الكلمة وضعف سلطانه بقتل القتلة لو سعى فى ذلک أشد (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص۴۰۷، الٰى ۴۰۹، الفصل الثانى، مزاعم الرافضى عن معاوية رضى الله عنه والرد عليه)

ترجمہ: اور اس (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتلینِ عثمان کو قتل نہ کرنے میں معذور شمار ہونے) کی وضاحت اس سے بھی ہوتی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سب لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ پر مجتمع ومتفق ہوگئے تھے، اور وہ تمام مسلمانوں کے امیر بن گئے تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے ان قاتلینِ عثمان کو قتل نہیں کیا، جو باقی رہ گئے تھے، بلکہ یہ مروی ہے کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر مدینہ میں تشریف لائے، تو انہوں نے حضرت عثمان کے گھر میں آواز سنی کہ اے امیر المومنین، اے امیر المومنین! تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی عثمان کو پکار رہی ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ہٹایا، اور پھر اس عورت کے پاس گئے، اور فرمایا کہ اے میرے چچا کی بیٹی! لوگوں نے ناپسندیدہ ہونے کے باوجود ہماری اطاعت کو قبول کرلیا ہے، اور ہم نے غصہ کے باوجود ان کے لئے حلم ونرمی کو برداشت کرلیا ہے، پس اگر ہم اپنے حلم ونرمی کو واپس کھینچ لیں گے، تو وہ ہماری اطاعت سے پھر جائیں گے، اور تم امیر المومنین کی بیٹی بن جاؤ، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم لوگوں میں بے سہارا ہوکر رہ جاؤ (اور وہ تم پر چڑھائی کردیں) تو میں تم سے آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر نہ سنوں۔

پس معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف داری کرنے والا، جو یہ کہتا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنے میں مصیب (درست رائے رکھنے والے) تھے، کیونکہ وہ حضرت عثمان کے قاتلین کے قتل کا مطالبہ کرتے تھے، تو جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت حاصل ہوگئی، تو انہوں نے حضرت عثمان کے قاتلین کو قتل کیوں نہیں کیا، پس اگر ان کو قتل کرنا واجب ہوتا، جس پر معاویہ قادر بھی تھے، تو معاویہ کا ان قاتلینِ عثمان کو بغیر مسلمانوں کو قتل کرنے کے قتل کرنا، اس سے بہتر ہوتا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے اس بنیاد پر قتال کریں، اور اگر معاویہ قاتلینِ عثمان کو قتل کرتے، تو اتنا زیادہ فتنہ واقع نہ ہوتا، جتنا فتنہ صفین کی راتوں میں واقع ہوا، اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ، قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرنے میں معذور تھے، یا تو اس وجہ سے کہ ان کو اس کی قدرت نہیں تھی، یا وہ فتنہ اور باہمی اختلاف وخون ریزی، اور حکمرانی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معذور تھے، تو علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ معذور تھے، کیونکہ وہ اگر قاتلینِ عثمان کو قتل کرنے کی سعی کرتے، تو فتنہ وانتشار، اور حکمرانی کا ضعف زیادہ شدید ہوتا (منہاج السنہ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ نے اسی کتاب میں یہ بھی فرمایا کہ:

''عربی زبان میں ''بغی'' کا لفظ (جس کو ہماری زبان میں بغاوت کہا جاتا ہے) جب بولا جاتا ہے، تو اس سے ظلم، مراد ہوا کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ بقرہ اور سورہ حجرات میں اس کا ذکر ہے، اور اسی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والی جماعت کو ''باغیہ'' اور (اس باغی جماعت کا) حضرت عمار کو جہنم کی طرف دعوت دینے، اور حضرت عمار کے اس باغی جماعت کو جنت کی طرف دعوت دینے والے ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

اور اس حدیث میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی برائی بیان نہیں کی گئی، بلکہ ان کی تعریف ومدح بیان کی گئی ہے، اور اگر ان کو قتل کرنے والے ''مصیب'' ہوتے، تو حضرت عمار کی مدح وتعریف نہ کی جاتی، اور حضرت عمار کو قتل کرنے والی جماعت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ کے مطالبہ کی وجہ سے، مدح وتعریف کی مستحق نہیں کہلائے گی، اور اسی طرح حضرت عمار کو قتل کرنے والی جماعت، اس وجہ سے بھی مدح وتعریف کی مستحق نہیں کہلائے گی کہ اس کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس جماعت سے تھا، جو تاویل کرنے والی جماعت تھی، کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی تاویل بظاہر فاسد ہے، کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی نسبت خاص ان کو قتل کرنے والوں کی طرف ہی کی جائے گی، حضرت معاویہ اور ان کی پوری جماعت کی طرف نہیں کی جائے گی، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قتل کرنے کا حکم ثابت نہیں، بلکہ اس کی نفی ثابت ہے۔

اور اہلِ علم حضرات کے حضرت عمار کو باغی جماعت کے قتل کرنے کی حدیث میں تین اقوال ہیں۔

بعض اہلِ علم حضرات کا قول یہ ہے کہ باغی جماعت کے حضرت عمار کو قتل کرنے، اور خاص کر جنت وجہنم کی دعوت دینے کے الفاظ پر مشتمل حدیث ضعیف ہے (جس کی وجہ سے بعض حضرات نے اس کو غیر معتمد کہا ہے) [1]

---

[1] عن أبي نضرة، عن أبي سعيد قال: أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المسجد، فجعلنا ننقل لبنة لبنة، وكان عمار ينقل لبنتين لبنتين، فتترب رأسه، قال: فحدثني أصحابي، ولم أسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه جعل ينفض رأسه، ويقول: " ويحك يا ابن سمية، تقتلك الفئة الباغية(مسند احمد،رقم الحديث ١١٠١١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

اور بعض اہلِ علم حضرات کا قول یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے باغی ہونے کی دلیل ہے، لیکن یہ باغی ہونا، تاویل کی بناء پر تھا، اس لئے نہ تو ان کو کافر قرار دیا جائے گا، اور نہ ہی فاسق قرار دیا جائے گا۔

لیکن کسی کے محض باغی ہونے کی وجہ سے ابتداءً قتال جائز، یا واجب نہیں ہوجاتا، بلکہ پہلے اصلاحِ احوال کی کوشش کی جایا کرتی ہے، جس میں کچھ تفصیل ہے۔

حدیثِ قتلِ عمار کے متعلق اہلِ علم کا تیسرا قول یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قاتل باغی جماعت ہے، جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قتال کرنا درست نہیں تھا، اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت کی مخالفت جائز تھی، اگرچہ محض اس بنیاد پر حضرت علی کو ان سے قتل کرنے کا حکم نہیں تھا، نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ان سے قتال کرنا فرض تھا، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ قریب تھی، لیکن اس کے باوجود دونوں قتال کرنے والی جماعتیں، متاول تھیں، مومن اور مسلمان تھیں، ان دونوں کے لئے مغفرت و رحمت کی دعاء کی جائے گی، جس کی دلیل سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ کا تمام مومنین سابقین کے لئے دعاء کرنے کا حکم ہے"۔ انتھیٰ۔ [1]

---

[1] ولفظ البغى إذا أطلق فهو الظلم، كما قال تعالى سورة الحجرات وقال سورة البقرة.
وأيضا فإن النبى -صلى الله عليه وسلم -ذكر هذا لما كانوا ينقلون اللبن لبناء المسجد، وكانوا ينقلون لبنة لبنة، وكان عمار ينقل لبنتين لبنتين فقال النبى -صلى الله عليه وسلم " :-ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار . "
وهذا ليس فيه ذم لعمار، بل مدح له .ولو كان القاتلون له مصيبين فى قتله لم يكن مدحا له، وليس فى كونهم يطلبون دم عثمان ما يوجب مدحه .وكذلك من تأول قاتله ،بأنهم الطائفة التى قاتل معها، فتأويله ظاهر الفساد، ويلزمهم ما ألزمهم إياه على، وهو أن يكون النبى -صلى الله عليه وسلم - وأصحابه قد قتلوا كل من قتل معهم فى الغزو، كحمزة وغيره .وقد يقال :فلان قتل فلانا، إذا أمره بأمر كان فيه حتفه، ولكن هذا مع القرينة، لا يقال عند الإطلاق، بل القاتل عند الإطلاق الذى قتله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے اسی کتاب میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

”حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کے ساتھ قتال کیا، لیکن ان دونوں جماعتوں میں قتال کو پسند کرنے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

دون الذی أمره .ثم هذا يقال لمن أمر غيره، وعمار لم يأمره أحد بقتال أصحاب معاوية، بل (هو) كان من أحرص الناس على قتالهم، وأشدهم رغبة فى ذلک، وكان حرصه على ذلک أعظم من حرص غيره، وكان هو يحض عليا وغيره على قتالهم.

ولهذا لم يذهب أحد من أهل العلم الذين تذكر مقالاتهم إلى هذا التأويل، بل أهل العلم فى هذا الحديث على ثلاثة أقوال :فطائفة ضعفته لما روى عندها بأسانيد ليست ثابتة عندهم، ولكن رواه أهل الصحيح :رواه البخارى كما تقدم من حديث أبى سعيد :ورواه مسلم من غير وجه من حديث الحسن عن أمه عن أم سلمة (-رضى الله عنها -، ومن حديث) أبى سعيد.عن أبى قتادة وغيره.

ومنهم من قال :هذا دليل على أن معاوية وأصحابه بغاة، وأن قتال على لهم قتال أهل العدل لأهل البغى، لكنهم بغاة متأولون لا يكفرون ولا يفسقون.

ولكن يقال :ليس فى مجرد كونهم بغاة ما يوجب الأمر بقتالهم ;فإن الله لم يأمر بقتال كل با غ، بل ولا أمر بقتال البغاة ابتداء ، ولكن قال :(وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين -إنما المؤمنون إخوة فأصلحوا بين أخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون) سورة الحجرات، فلم يأمر بقتال البغاة ابتداء ، بل أمر إذا اقتتلت طائفتان من المؤمنين أن يصلح بينهما .وهذا يتناول ما إذا كانتا باغيتين أو إحداهما باغية.

ثم قال :(فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله) وقوله :(فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التى تبغى) قد يقال :المراد به البغى بعد الإصلاح، ولكن هذا خلاف ظاهر القرآن ;فإن قوله :(بغت إحداهما على الأخرى) يتناول الطائفتين المقتتلتين، سواء أصلح بينهما أو لم يصلح .كما أن الأمر بالإصلاح يتناول المقتتلتين مطلقا ;فليس فى القرآن أمر بقتال الباغى ابتداء ، لكن أمر إذا اقتتلت طائفتان أن يصلح بينهما، وأنه إن بغت إحداهما على الأخرى بعد القتال أن تقاتل حتى تفىء .وهذا يكون إذا لم تجب إلى الإصلاح بينهما، وإلا فإذا أجابت إلى الإصلاح بينهما لم تقاتل، فلو قوتلت ثم فاء ت إلى الإصلاح لم تقاتل، لقوله تعالى: (فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين) فأمر بعد القتال إلى أن تفىء أن يصلح بينهما بالعدل وأن يقسط.

وقتال الفتنة لا يقع فيه هذا، وذلک قد يكون لأن الله لم يأمر بالقتال ابتداء ، ولكن أمر *إذا اقتتلوا وبغت إحداهما على الأخرى بقتال الفئة الباغية .وقد تكون الآية أمرا بالإصلاح .

وقتال الباغية جميعا لم يأمر بأحدهما، وقد تكون الطائفة باغية ابتداء ، لكن لما بغت أمر بقتالها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

والے اکثر افراد، وہ تھے، جو نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات مانتے تھے، اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات مانتے تھے، اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما اکثر قتال کرنے والوں کو خون کرنے سے منع فرماتے تھے، لیکن جو حالات پیدا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وحينئذ لم يكن المقاتل لها قادرا لعدم الأعوان أو لغير ذلك، وقد يكون عاجزا ابتداء عن قتال الفئة الباغية، أو عاجزا عن قتال تفيء فيه إلى أمر الله، فليس كل من كان قادرا على القتال كان قادرا على قتال يفيء فيه إلى أمر الله، وإذا كان عاجزا عن قتالها حتى تفيء إلى أمر الله، لم يكن مأمورا بقتالها :لا أمر إيجاب ولا أمر استحباب، ولكن قد يظن أنه قادرعلى ذلك، فتبين له فى آخر الأمر أنه لم يكن قادرا .فهذا من الاجتهاد الذى يثاب صاحبه على حسن القصد وفعل ما أمر، وإن أخطأ فيكون له فيه أجر، ليس من الاجتهاد الذى يكون له فيه أجران ;فإن هذا إنما يكون إذا وافق حكم الله فى الباطن. كما قال النبى صلى الله عليه وسلم " :إذا اجتهد الحاكم فأخطأ فله أجر، وإذا اجتهد فأصاب فله أجران.

.ومن الاجتهاد أن يكون ولى الأمر -أو نائبه -مخيرا بين أمرين فأكثر. ، تخيير تحر للإصلاح، لا تخيير شهوة، كما يخير الإمام فى الأسرى بين القتل والاسترقاق .والمن والفداء عند أكثر العلماء . فإن قوله تعالى :(فإما منا بعد وإما فداء) ليس بمنسوخ .وكذلك تخيير من نزل العدو على حكمه، كما نزل بنو قريظة على حكم النبى -صلى الله عليه وسلم -، فسأله حلفاؤهم من الأوس أن يمن عليهم كما من على بنى النضير حلفاء الخزرج، فقال النبى -صلى الله عليه وسلم " :-ألا ترضون أن أحكم فيهم.سعد بن معاذ سيد الأوس؟ "فرضيت الأوس بذلك، فأرسل النبى -صلى الله عليه وسلم -خلف سعد بن معاذ، فجاء وهو راكب، وكان متمرضا من أثر جرح به فى المسجد، وبنو قريظة شرقى المدينة بينهم نصف نهار،أو نحو ذلك، فلما أقبل سعد -رضى الله عنه -قال النبى -صلى الله عليه وسلم " :-قوموا إلى سيدكم "فقاموا وأقاربه فى الطريق يسألونه أن يمن عليهم، ويذكرونه بمعاونتهم،ونصرهم له فى الجاهلية، فلما دنا قال :لقد آن لسعد أن لا تأخذه فى الله لومة لائم، فأمره النبى -صلى الله عليه وسلم -أن يحكم فيهم، فحكم بأن تقتل مقاتلتهم وتسبى ذراريهم وتغنم أموالهم .فقال النبى -صلى الله عليه وسلم " :-لقد حكمت فيهم بحكم الله من فوق سبع سماوات ."والحديث ثابت فى الصحيحين.وفى الحديث الذى رواه مسلم فى صحيحه عن بريدة عن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال " :إذا حاصرت أهل حصن فسألوك أن تنزلهم على حكم الله فلا تنزلهم على حكم الله ;فإنك لا تدرى ما حكم الله فيهم،ولكن أنزلهم على حكمك وحكم أصحابك .

فدل هذان الحديثان (الصحيحان) على أن لله حكما معينا فيما يكون ولى الأمر مخيرا فيه تخيير مصلحة، وإن كان لو حكم بغير ذلك نفذ حكمه فى الظاهر، فما كان من باب القتال فهو أولى أن يكون أحد الأمرين أحب إلى الله ورسوله :إما فعله وإما تركه، ويتبين ذلك بالمصلحة والمفسدة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ہو چکے تھے، وہ دونوں طرف کی جماعتوں پر غالب آ چکے تھے، اور جب فتنہ پھیل جاتا ہے، تو حکماء وعقلاء بھی اس کی آگ کو بجھانے سے عاجز آ جایا کرتے ہیں، اور دونوں طرف کی جماعتوں میں اشتر نخعی، اور ھاشم بن عتبہ، اور عبدالرحمٰن بن

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فما كان وجوده خيرا من عدمه لما حصل فيه من المصلحة الراجحة فى الدين، فهذا مما يأمر الله به أمر إيجاب أو استحباب، وما كان عدمه خيرا من وجوده، فليس بواجب ولا مستحب، وإن كان فاعله مجتهدا مأجورا على اجتهاده. والقتال إنما يكون لطائفة ممتنعة، فلو بغت ثم أجابت إلى الصلح بالعدل لم تكن ممتنعة، فلم يجز قتالها. ولو كانت باغية، وقد أمر بقتال الباغية إلى أن تفىء إلى أمر الله، أى ترجع، ثم قال: (فإن فاء ت فأصلحوا بينهما بالعدل) فأمر بالإصلاح بعد قتال الفئة الباغية، كما أمر بالإصلاح إذا اقتتلتا ابتداء، وقد قالت عائشة -رضى الله عنها- لما وقعت الفتنة": ترك الناس العمل بهذه الآية." وهو كما قالت; فإنهما لما اقتتلتا لم يصلح بينهما، ولو قدر أنه قوتلت الباغية، فلم تقاتل حتى تفىء إلى أمر الله، ثم أصلح بينهما بالعدل -والله تعالى أمر بالقتال إلى الفىء، ثم الإصلاح، لم يأمر بقتال مجرد، بل قال: (فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء إلى أمر الله) - وما حصل قتال حتى تفىء إلى أمر الله، فإن كان ذلك مقدورا فما وقع، وإن كان معجوزا عنه لم يكن مأمورا به. وعجز المسلمين يوم أحد عن القتال الذى يقتضى انتصارهم كان بترك طاعة الرسول وذنوبهم، وكذلك التولى يوم حنين كان من الذنوب. يبين ذلك أنه لو قدر أن طائفة بغت على طائفة، وأمكن دفع البغى بلا قتال، لم يجز القتال، فلو اندفع البغى بوعظ، أو فتيا، أو أمر بمعروف لم يجز القتال، ولو اندفع البغى بقتل واحد مقدور عليه، أو إقامة حد أو تعزيز، مثل قطع سارق وقتل محارب وحد قاذف لم يجز القتال. وكثيرا ما تثور الفتنة إذا ظلم بعض طائفة، لطائفة أخرى، فإذا أمكن استيفاء حق المظلوم بلا قتال لم يجز القتال.

وليس فى الآية أن كل من امتنع من مبايعة إمام عادل يجب قتاله بمجرد ذلك، وإن سمى باغيا لترك طاعة الإمام، فليس كل من ترك طاعة الإمام يقاتل. والصديق قاتل مانعى الزكاة لكونهم امتنعوا عن أدائها بالكلية، فقوتلوا بالكتاب والسنة، وإلا فلو أقروا بأدائها، وقالوا: لا نؤديها إليك، لم يجز قتالهم عند أكثر العلماء. وأولئك لم يكونوا كذلك.

ولهذا كان القول الثالث فى هذا الحديث -حديث عمار- إن قاتل عمار طائفة باغية، ليس لهم أن يقاتلوا عليا، ولا يمتنعوا عن مبايعته وطاعته، وإن لم يكن على مأمورا بقتالهم، ولا كان فرضا عليه قتالهم لمجرد امتناعهم عن طاعته، مع كونهم ملتزمين شرائع الإسلام، وإن كان كل من المقتتلتين متأولين مسلمين مؤمنين، وكلهم يستغفر لهم ويترحم عليهم، عملا بقوله تعالى: (والذين جاء وا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رء وف رحيم) سورة الحشر (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص ۴۱۸، الى ۴۲۶، الفصل الثانى، مزاعم الرافضى عن معاوية رضى الله عنه والرد عليه)

www.idaraghufran.org

خالد، اور ابواعور سلمی وغیرہ جیسے افراد تھے، جو قتال پر ابھارا کرتے تھے، ان میں کچھ لوگ ایسے تھے، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حد درجہ حمایت کرتے تھے، اور کچھ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نفرت کرتے تھے، اور کچھ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرتے تھے، اور کچھ لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے قتال کرنے کی بنیاد، خاص معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات نہیں تھی، بلکہ دوسری وجوہات تھیں، اور فتنہ کے حالات کے قتال کے مقاصد ونظریات جاہلیت کے قتال کی طرح ہیں، جن کو ضبط کرنا مشکل ہوا کرتا ہے۔

اور جہاں تک ایک دوسرے کی طرف سے لعن، طعن کئے جانے کا تعلق ہے، تو یہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ قتال کرنے کی طرح واقع ہوا، چنانچہ ایک جماعت کے افراد، دوسری جماعت کے بڑوں پر اپنی دعاء میں لعن، طعن کرتے تھے، اور یہ بات معلوم ہے کہ ہاتھ سے قتال کرنا، زبان سے لعن طعن کرنے سے بڑی چیز ہے، اور قتال اور لعن طعن کا معاملہ برابر ہے، خواہ وہ اجتہادِ صواب، یا خطاء کی بنیاد پر ہو، جس میں گناہ نہیں، یا گناہ کی بنیاد پر ہو، کیونکہ اللہ کی مغفرت ورحمت کو توبہ، اور گناہ مٹانے والی نیکیوں اور گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب وغیرہ سے حاصل کرلیا جاتا ہے، اس لئے، خواہ قتال کا معاملہ ہو، یا لعن طعن کا، ان میں سے کسی چیز کی وجہ سے صحابیت کا شرف وفضیلت ختم نہیں ہوتی''۔ انتھٰی۔ [1]

---

[1] وأما قوله " :إن معاوية قتل جمعا كثيرا من خيار الصحابة .

فيقال :الذين قتلوا قتلوامن الطائفتين ;قتل هؤلاء من هؤلاء ، وهؤلاء من هؤلاء .وأكثر الذين كانوا يختارون القتال من الطائفتين لم يكونوا يطيعون لا عليا ولا معاوية، وكان على ومعاوية -رضى الله عنهما -أطلب لكف الدماء من أكثر المقتتلين، لكن غلبا فيما وقع .والفتنة إذا ثارت عجز الحكماء عن إطفاء نارها، وكان فى العسكرين مثل الأشتر النخعى، وهاشم بن عتبة (المرقال) وعبد الرحمن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے اسی کتاب میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''علی رضی اللہ عنہ سے بیشتر مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی، جن میں سے اکثر مدینہ منورہ کے لوگ تھے۔

اور عثمان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے امامت پر بیعت نہیں کی تھی، اور نہ ہی اس وقت تک کسی نے ان سے امامت پر بیعت کی تھی، جب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا (صفین میں) قتال ہوا، اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس وقت تک امیر المومنین نام رکھا جاتا تھا، اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ نے حَکَمین (ابوموسیٰ اشعری، وعمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) کے فیصلہ سے پہلے حکومت کا دعویٰ کیا تھا، جبکہ علی رضی اللہ عنہ کو ان کی خلافت کے زمانہ میں امیر المومنین کہا جاتا تھا''۔ انتھیٰ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بن خالد بن الوليد، وأبى الأعور السلمى، ونحوهم من المحرضين على القتال :قوم ينتصرون لعثمان غاية الانتصار، وقوم ينفرون عنه، (وقوم ينتصرون لعلى، وقوم ينفرون عنه)

ثم قتال أصحاب معاوية معه لم يكن لخصوص معاوية، بل كان لأسباب أخرى .وقتال الفتنة مثل قتال الجاهلية لا تنضبط مقاصد أهله واعتقاداتهم، كما قال الزهرى " :وقعت الفتنة وأصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -متوافرون، فأجمعوا أن كل دم أو مال أو فرج) أصيب بتأويل القرآن فإنه هدر :أنزلوهم منزلة الجاهلية ."

وأما ما ذكره من لعن على، فإن التلاعن وقع من الطائفتين كما وقعت المحاربة، وكان هؤلاء يلعنون رءوس هؤلاء فى دعائهم، وهؤلاء يلعنون رءوس هؤلاء فى دعائهم .وقيل :إن كل طائفة كانت تقنت على الأخرى .والقتال باليد أعظم من التلاعن باللسان، وهذا كله سواء كان ذنبا أو اجتهادا : مخطئا أو مصيبا، فإن مغفرة الله ورحمته تتناول ذلك بالتوبة والحسنات الماحية والمصائب المكفرة وغير ذلك(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص۴۶۸، وص ۴۶۹، الفصل الثانى، الرافضة يعظمون الأمر على من قاتل عليا ويمدحون من قتل عثمان)

[1] وعلى بايعه كثير من المسلمين، وأكثرهم بالمدينة على أنه أمير المؤمنين .ولم يبايع طلحة والزبير أحد على ذلك، ولا طلب أحد منهما ذلك، ولا دعا إلى نفسه، فإنهما -رضى الله عنهما - كانا أفضل وأجل قدرا من أن يفعلا مثل ذلك.وكذلك معاوية لم يبايعه أحد لما مات عثمان على الإمامة، ولا حين كان يقاتل عليا بايعه أحد على الإمامة، ولا تسمى بأمير المؤمنين، ولا سماه أحد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی سلسلۂ کلام کے دوران آگے علامہ ابنِ تیمیہ نے فرمایا کہ:

”مقصود یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے ان کے مقابلہ میں دوسرے کی حکومت کے لئے قتال نہیں کیا، اور نہ ہی یہ دعوت دی کہ علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کی حکومت کے ماتحت داخل ہوا جائے، پھر جب قرآن کو اٹھالیا گیا، اور لوگوں نے تحکیم (یعنی اختلاف کو ختم کرنے کے لئے حَکَم بنانے) کی دعوت دی، اور اس پر اتفاق کرلیا، اور اگلے سال جمع ہوئے، اور دونوں حَکَم (حضرت ابوموسیٰ اشعری وحضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما) علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کو معزول کرنے، اور معاملہ مسلمانوں کی شوریٰ کے سپرد کرنے، اور ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حکومت دینے کی طرف مائل ہوئے، تو اس کی وجہ سے عبداللہ بن عمر غصہ ہوئے، اور دونوں حَکَمین کا اتفاق، معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیر المومنین کے عہدہ سے معزول کرنے پر نہیں تھا، کیونکہ وہ تو اس سے پہلے امیر المومنین تھے ہی نہیں، بلکہ حَکَمین کی طرف سے ان کو شام کی ولایت سے معزول کیا گیا تھا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے دو خلفائے راشدین عمر وعثمان رضی اللہ عنہما نے شام کا والی مقرر کیا تھا، اور میں اس وقت تک اس عہدہ پر باقی رہوں گا، جب تک سب لوگ امام پر متفق نہیں ہوجاتے۔

(حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو اپنے عہدوں سے، اور عمرو بن عاص نے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا لیکن حضرت معاویہ کو اپنے عہدہ سے معزول نہ کیا، بلکہ ان کو برقرار رکھا)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بذلک، ولا ادعی معاویة ولایة قبل حکم الحکمین .وعلی یسمی نفسه أمیر المؤمنین فی مدة خلافته، والمسلمون معه(منهاج السنة النبویة، ج٦، ص ٣٣٠، الفصل الثانی،فصل نقل الرافضی عن الشهرستانی ما ذکره من التنازع الذی وقع بین الصحابة فی مرض النبی علیه السلام)

اور دل سے حَـکَـمین اپنے اپنے صاحبان کو اپنے عہدوں پر باقی رکھنا چاہتے تھے، پھر جب ان دونوں حَـکَـمین کے دل کی بات ظاہر ہوگئی، تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا، اتفاق نہ ہوا، لیکن اس کے بعد قتال نہیں ہوا (یعنی حَـکَـمین کے اس فیصلہ واختلاف کے بعد حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما، اور ان کے اصحاب کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوئی، جنگِ صفین پہلے ہوچکی تھی، اس کے بعد ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ اہل کہا تھا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے)''۔ انتھٰی۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرمایا کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے قتال کا حکم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احادیث اور مسلمانوں کے اتفاق سے ثابت ہے۔

لیکن ''یومِ صفین'' وغیرہ کے موقع پر (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے

---

[1] والمقصود أن عليا لم يقاتله أحد على إمامة غيره، ولا دعاه إلى أن يكون تحت ولاية غيره، ثم إنه لما رفعت المصاحف ودعوا إلى التحكيم واتفقوا على ذلك وأجمعوا فى العام القابل، واتفق الحكمان على عزل على ومعاوية، وأن يكون الأمر شورى بين المسلمين، وقال أحد الحكمين ": هذا عزل صاحبه، وأنا لم أعزل صاحبى "ومال أبو موسى إلى تولية عبد الله بن عمر، فغضب عبد الله لذلك، ولم يكن اتفاقهما على عزل معاوية عن كونه أمير المؤمنين، فإنه لم يكن قبل هذا أمير المؤمنين بل عزله عن ولايته على الشام ;فإنه كان يقول :أنا ولانى الخليفتان عمر وعثمان، فأنا باق على ولايتى حتى يجتمع الناس على الإمام .فاتفق الحكمان على أن يعزل على عن إمرة المؤمنين، ومعاوية عن إمرة الشام .وكان مقصود أحدهما إبقاء صاحبه، ولم يظهر ما فى نفسه .فلما أظهر ما فى نفسه تفرق الناس عن غير اتفاق ولم يقع بعد هذا قتال.فلو قدر أن معاوية فى هذا الحال صار يدعى أصحابه أنه أمير المؤمنين دون على، فلم يمكنهم أن يقولوا :إن عليا بعد ذلك قوتل على إمامة معاوية .فتبين أن عليا لم يقاتله أحد على أن يكون غيره إماما وهو مطيع له، فإن الذين كانوا يستحقون الإمامة أبو بكر وعمر وعثمان، وكان هو أتقى لله من أن يخرج عليهم بقول أو فعل، بل عثمان كان على هو أول من بايعه قبل جمهور الناس .وأما معاوية فكان المسلمون أعلم وأعدل من أن يقولوا لعلى :بايع معاوية، بل يقولوا له : بايع طلحة والزبير، وهما من أهل الشورى(منهاج السنة النبوية، ج٦، ص٣٣٤و٣٣٥، الفصل الثانى، فصل نقل الرافضى عن الشهرستانى ما ذكره من التنازع الذى وقع بين الصحابة فى مرض النبى عليه السلام)

www.idaraghufran.org

ساتھ) قتال کرنے پر صحابۂ رضی اللہ عنہم کا بھی اتفاق نہیں، بلکہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے روکا تھا، جیسا کہ سعد بن ابی وقاص اور محمد بن سلمہ اور اسامہ بن زید اور عبداللہ بن عمر (اور دیگر پچاسوں جلیلُ القدر صحابۂ کرام) رضی اللہ عنہم نے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دونوں (حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) کے لشکروں میں کوئی بھی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مثل نہیں تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں جماعتوں کے درمیان قتال کرنا پسند نہیں تھا، بلکہ صلح کیا جانا پسند تھا، اسی لئے صحیح بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی موجود ہے کہ ''میرا یہ بیٹا (حسن بن علی رضی اللہ عنہ) سردار ہے، اور عنقریب، اللہ اس کے ذریعہ سے مومنوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا''

پھر اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اہلِ عراق اور اہلِ شام کے درمیان صلح کرادی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس عمل پر فضیلت بیان فرمائی، جس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت کے معاملات معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیئے تھے، پس اگر خلافت وحکومت کو ترک نہ کرنے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کے مقابلہ میں قتال کا حکم ہوتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس قتال کو ترک کرنے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف وفضیلت بیان نہ فرماتے، پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن کا عمل، اللہ اور اس کے رسول کا پسندیدہ تھا۔

اس کے علاوہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی قتال کے ترک کرنے کا مشورہ دیتے رہے۔

حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی دونوں جماعتیں شرعی احکام کی پابندی کرتی

تھیں، لیکن بعض پیش آمدہ حالات وشبہات کے باعث قتال کی نوبت آئی''۔

انتہٰی۔ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی ہونے

---

[1] فقتال على للخوارج ثابت بالنصوص الصريحة عن النبى صلى الله عليه وسلم باتفاق المسلمين وأما القتال "يوم صفين "ونحوه فلم يتفق عليه الصحابة؛ بل صد عنه أكابر الصحابة؛ مثل سعد بن أبى وقاص ومحمد بن مسلمة وأسامة بن زيد وعبد الله بن عمر وغيرهم .ولم يكن بعد على بن أبى طالب فى العسكرين مثل سعد بن أبى وقاص .والأحاديث الصحيحة عن النبى صلى الله عليه وسلم تقتضى أنه كان يجب الإصلاح بين تينك الطائفتين؛ لا الاقتتال بينهما كما ثبت عنه فى صحيح البخارى أنه خطب الناس والجيش معه فقال :(إن ابنى هذا سيد وسيصلح الله به بين طائفتين عظيمتين من المؤمنين) فأصلح الله بالحسن بين أهل العراق وأهل الشام :فجعل النبى صلى الله عليه وسلم الإصلاح به من فضائل الحسن مع أن الحسن نزل عن الأمر وسلم الأمر إلى معاوية .فلو كان القتال هو المأمور به دون ترك الخلافة ومصالحة معاوية لم يمدحه النبى صلى الله عليه وسلم على ترك ما أمر به وفعل ما لم يؤمر به ولا مدحه على ترك الأولى وفعل الأدنى. فعلم أن الذى فعله الحسن هو الذى كان يحبه الله ورسوله؛ لا القتال .وقد ثبت فى الصحيح أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يضعه وأسامة على فخذيه ويقول :(اللهم إنى أحبهما فأحبهما وأحب من يحبهما) وقد ظهر أثر محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهما بكراهتهما القتال فى الفتنة؛ فإن أسامة امتنع عن القتال مع واحدة من الطائفتين .

وكذلك الحسن كان دائما يشير على على بأنه لا يقاتل ولما صار الأمر إليه فعل ما كان يشير به على أبيه .رضى الله عنهم أجمعين .وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم فى الصحيح أنه قال :(تمرق مارقة على حين فرقة من المسلمين تقتلهم أولى الطائفتين بالحق) فهذه المارقة هم الخوارج وقاتلهم على بن أبى طالب .وهذا يصدقه بقية الأحاديث التى فيها الأمر بقتال الخوارج وتبين أن قتلهم مما يحبه الله ورسوله وأن الذين قاتلوهم مع على أولى بالحق من معاوية وأصحابه مع كونهم أولى بالحق .فلم يأمر النبى صلى الله عليه وسلم بالقتال لواحدة من الطائفتين كما أمر بقتال الخوارج؛ بل مدح الإصلاح بينهما .وقد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم من كراهة القتال فى الفتن والتحذير منها .من الأحاديث الصحيحة ما ليس هذا موضعه كقوله :(ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشى والماشى خير من الساعى) وقال :(يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر يفر بدينه من الفتن)

فالفتن مثل الحروب التى تكون بين ملوك المسلمين وطوائف المسلمين مع أن كل واحدة من الطائفتين ملتزمة لشرائع الإسلام .مثل ما كان أهل الجمل وصفين؛ وإنما اقتتلوا لشبه وأمور عرضت(مجموع الفتاوىٰ، ج۲۸،ص ۵۴۹،الیٰ ۵۵۱،كتاب الفقه، الجزء الثامن: الجهاد، التفريق بين قتال اهل البغى والمرتدين ومانعى الزكاة)

کے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی کلام نہیں کرتے تھے، اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اس کی وجہ معلوم کی، تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختلف فضائل کا ذکر کیا، جس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکیر نہیں کی، جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث میں تصریح موجود ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ثم بتقدير أن يكون "البغى "بغير تأويل :يكون ذنبا، والذنوب تزول عقوبتها بأسباب متعددة :بالحسنات الماحية، والمصائب المكفرة، وغير ذلك .ثم (إن عمارا تقتله الفئة الباغية) ليس نصا فى أن هذا اللفظ لمعاوية وأصحابه؛ بل يمكن أنه أريد به تلك العصابة التى حملت عليه حتى قتلته، وهى طائفة من العسكر، ومن رضى بقتل عمار كان حكمه حكمها .ومن المعلوم أنه كان فى العسكر من لم يرض بقتل عمار :كعبد

---

[1] حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا محمد بن سنان القزاز، ثنا عبيد الله بن عبد المجيد الحنفى، وأخبرنى أحمد بن جعفر القطيعى، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثنى أبى، ثنا أبو بكر الحنفى، ثنا بكير بن مسمار قال: سمعت عامر بن سعد يقول: قال معاوية لسعد بن أبى وقاص رضى الله عنهما: ما يمنعك أن تسب ابن أبى طالب؟ قال: فقال: لا أسب ما ذكرت ثلاثا قالهن له رسول الله صلى الله عليه وسلم، لأن تكون لى واحدة منهن أحب إلى من حمر النعم، قال له معاوية: ما هن يا أبا إسحاق؟ قال: لا أسبه ما ذكرت حين نزل عليه الوحى فأخذ عليا وابنيه وفاطمة فأدخلهم تحت ثوبه، ثم قال: رب، إن هؤلاء أهل بيتى ولا أسبه ما ذكرت حين خلفه فى غزوة تبوك غزاها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له على: خلفتنى مع الصبيان والنساء، قال: ألا ترضى أن تكون منى بمنزلة هارون من موسى، إلا أنه لا نبوة بعدى ولا أسبه ما ذكرت يوم خيبر، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لأعطين هذه الراية رجلا يحب الله ورسوله، ويفتح الله على يديه فتطاولنا لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: أين على؟ قالوا: هو أرمد، فقال: ادعوه فدعوه فبصق فى وجهه، ثم أعطاه الراية، ففتح الله عليه، قال: فلا والله ما ذكره معاوية بحرف حتى خرج من المدينة(المستدرک للحاكم،رقم الحديث ۴۵۷۵)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة، وقد اتفقا جميعا على إخراج حديث المؤاخاة وحديث الراية.

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط مسلم فقط.

اللہ بن عمرو بن العاص، وغیرہ؛ بل کل الناس کانوا منکرین لقتل عمار، حتی معاویة، وعمرو (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۳۵، ص۷۶، و۷۷، کتاب قتال أهل البغی، تاویل ان عمارا تقتله الفئة الباغیة)

ترجمہ: پھر اگر اس بات کو فرض کرلیا جائے کہ وہ جماعت تاویل کے بغیر ''باغی'' تھی، تو بھی یہ بغاوت گناہ ہوگی (کفر نہیں ہوگی، اور تاویل کی صورت میں گناہ بھی نہ ہوگی) اور گناہوں کی سزائیں، متعدد وجوہات کی بناء پر زائل ہوجایا کرتی ہیں، گناہوں کو مٹانے والی نیکیوں سے بھی، اور گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب سے بھی، اور اس کے علاوہ کئی دوسری چیزوں (جیسے توبہ واستغفار) سے بھی، پھر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت کے قتل کرنے کی حدیث اس بارے میں صریح نہیں کہ یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے ہوں، بلکہ ممکن ہے کہ اس سے وہ جماعت مراد ہو، جس نے ان کے قتل پر ابھارا، پھر ان کو قتل کردیا، اور وہ لشکر کی ایک جماعت تھی، اور جو شخص عمار رضی اللہ عنہ کے قتل سے خوش ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے، جو عمار کے قتل پر راضی نہیں تھے، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص وغیرہ، بلکہ سب لوگ ہی عمار کے قتل پر نکیر کرتے تھے، یہاں تک کہ معاویہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی (مجموع الفتاویٰ)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والی جماعت کے باغی ہونے کی حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو ان لوگوں نے ہی قتل کیا، جو اِن کو ہمارے سامنے (مقابلہ کے لیے) لائے۔ [1]

---

[1] عن عبد الله بن الحارث، قال: إنی لأساير عبد الله بن عمرو بن العاص ومعاوية، فقال عبد الله بن عمرو لعمرو: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " تقتله الفئة الباغية "يعنی عمارا، فقال عمرو لمعاوية: اسمع ما يقول هذا، فحدثه، فقال: أنحن قتلناه؟ إنما قتله من جاء به(مسند احمد، رقم الحديث ٦٩٢٦)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بعض دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا سبب، ان کو مقابلہ پر لانے والوں کو سمجھتے تھے۔ [1]

ممکن ہے کہ حضرت معاویہ کی جماعت میں کچھ شر پسندوں نے، حضرت عمار کو قتل کر کے، حضرت معاویہ کو اسی طرح بتلایا ہو۔

اور عبداللہ بن عمرو بن عاص، اور ان کے والد رضی اللہ عنہما، کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے تھا، اور ان سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو باغی جماعت کے قتل کرنے، اور حضرت عمار کے قاتل کے لئے جہنم کی وعید کی حدیث ثابت ہے، لیکن ان ہی سے عملی طور پر قتال کرنے والی جماعت کا مراد ہونا، اور عمار کے قاتل کے لئے جہنم کی وعید کا خاص حضرت عمار کے قاتل کے حق میں ہونا، مروی ہے۔

---

[1] عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم، عن أبيه، قال: لما قتل عمار بن ياسر دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص، فقال: قتل عمار، وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " تقتله الفئة الباغية ."فقام عمرو بن العاص فزعا يرجع حتى دخل على معاوية، فقال له معاوية: ما شأنک؟ قال: قتل عمار .فقال معاوية: قد قتل عمار، فماذا؟! قال عمرو: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " تقتله الفئة الباغية ."فقال له معاوية: دحضت في بولک، أونحن قتلناه؟ إنما قتله علي وأصحابه، جاؤوا به حتى ألقوه بين رماحنا .أو قال: بين سيوفنا(مسند احمد،رقم الحديث ١٧٧٧٨)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

عن أبي بكر بن محمد بن عمر بن حزم، عن أبيه، قال :لما قتل عمار بن ياسر رضي الله عنه، دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص، فقال :قتل عمار، وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :تقتله الفئة الباغية فقام عمرو بن العاص فزعا حتى دخل على معاوية، فقال له معاوية :ما شأنک؟ قال :قتل عمار، فقال معاوية :قتل عمار فماذا؟ فقال عمرو :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :تقتله الفئة الباغية فقال له معاوية :دحضت في بولک، أو نحن قتلناه، إنما قتله علي وأصحابه، جاء وا به حتى ألقوه بين رماحنا -أو قال :بين سيوفنا (المسدرک للحاكم،رقم الحديث ٢٦٦٣، كتاب قتال أهل البغي)

قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بهذه السياقة وقال الذهبي في التلخيص:على شرط البخاري ومسلم

چنانچہ حنظلہ بن خویلد سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: تَقْتُلُہُ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ، فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ: أَلَا تُغْنِیْ عَنَّا مَجْنُوْنَکَ یَا عَمْرُو؟ فَمَا بَالُکَ مَعَنَا؟ قَالَ: إِنَّ أَبِیْ شَکَانِیْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَطِعْ أَبَاکَ مَا دَامَ حَیًّا، وَلَا تَعْصِہِ، فَأَنَا مَعَکُمْ وَلَسْتُ أُقَاتِلُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۹۲۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ان (عمار رضی اللہ عنہ) کو باغی جماعت قتل کرے گی، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا اے عمرو! تم اپنے مجنون (بیٹے، یعنی عبداللہ بن عمرو) سے ہمیں معاف نہیں رکھو گے، پھر تم ہمارے ساتھ کیوں ہو؟ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تک تمہارے والد حیات ہیں، تم ان کی اطاعت کرتے رہنا، اور ان کی نافرمانی مت کرنا، اور میں تمہارے ساتھ ہوں، لیکن میں قتال نہیں کرتا (اس لئے میں عمار کو قتل کرنے والی جماعت میں داخل نہیں ہوں) (مسند احمد)

اور ابو غادیہ سے روایت ہے کہ:

قُتِلَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ فَأُخْبِرَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: إِنَّ قَاتِلَہُ، وَسَالِبَہُ فِی النَّارِ، فَقِیْلَ لِعَمْرٍو: فَإِنَّکَ ھُوَ ذَا تُقَاتِلُہُ، قَالَ: إِنَّمَا قَالَ: قَاتِلَہُ، وَسَالِبَہُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۷۷۶) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی من أجل کلثوم بن جبر، وأما أبو حفص متابعه (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا، تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی گئی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کا قاتل وسالب جہنمی ہے۔

اس پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ پھر تو تم بھی ان کو قتل کرنے والے ہو (کیونکہ تمہارا تعلق قاتلین کی جماعت سے ہے) تو اس کے جواب میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ عمار کا قاتل وسالب (یعنی یہ وعید خاص ان کے قاتل وسالب کے لئے ہے) (مسند احمد)

یہ واقعہ دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خبر دینے والے شخص کا نام عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، اور ان کے والد رضی اللہ عنہما کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے تھا، اور یہ دونوں یکے بعد دیگرے مصر کے عامل و گورنر مقرر ہوئے۔

اگر عمار کے قتل کرنے پر عذابِ جہنم کی وعید سے حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بری ہیں، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بری ہیں، اور یہ وعید ان کو قتل کرنے والے خاص فرد، اور ان افراد کے لئے ہے، جنہوں نے حضرت عمار کو قتل کیا، اور اس پر ابھارا، ان ہی کو دوسری روایت میں ''جماعت'' کہہ دیا گیا، جس سے

---

[1] حدثنا عبد الرزاق، قال: حدثنا معمر، عن ابن طاووس، عن أبی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، عن أبیه، قال: لما قتل عمار بن یاسر دخل عمرو بن حزم علی عمرو بن العاص، فقال: قتل عمار، وقد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " تقتله الفئة الباغیة ."فقام عمرو بن العاص فزعا یرجع حتی دخل علی معاویة، فقال له معاویة: ما شأنک؟ قال: قتل عمار .فقال معاویة: قد قتل عمار، فماذا؟! قال عمرو: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: " تقتله الفئة الباغیة ."فقال له معاویة: دحضت فی بولک، أونحن قتلناه؟ إنما قتله علی وأصحابه، جاؤوا به حتی ألقوه بین رماحنا .أو قال: بین سیوفنا(مسند احمد،رقم الحدیث ۱۷۷۷۸)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح .ابن طاووس :هو عبد الله(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حضرت معاویہ وغیرہ خارج ہیں۔

پس اگر چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کو علی رضی اللہ کی جماعت کے مقابلہ میں مجتہدِ خاطی وباغی قرار دیا جائے، تو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی قرار دینا، راجح نہ کہلائے گا، خاص کر جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے گناہوں کے معافی کے ان دس اسباب کو ملحوظ رکھا جائے، جس کا پہلے ذکر گزرا۔

اور کسی جماعت کے باغی ہونے پر اس کے تمام افراد کے ناری ہونے کا حکم لگانا بھی، راجح نہیں کہلائے گا۔

اسی بات کی تائید حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی بعض روایات، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کئی روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ریاح بن حارث سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ إِلٰى جَنْبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِصِفِّيْنَ ، وَرُكْبَتِيْ تَمَسُّ رُكْبَتَهُ ، فَقَالَ رَجُلٌ: كَفَرَ أَهْلُ الشَّامِ ، فَقَالَ عَمَّارٌ: لَا تَقُوْلُوْا ذٰلِكَ نَبِيُّنَا وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ ، وَقِبْلَتُنَا وَقِبْلَتُهُمْ وَاحِدَةٌ ، وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ مَفْتُوْنُوْنَ جَارُوْا عَنِ الْحَقِّ ، فَحَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نُقَاتِلَهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا إِلَيْهِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۸۹۹۶ ، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: میں صفین میں عمار بن یاسر کے برابر میں تھا، اور میری ایڑی ان کی ایڑی سے لگ رہی تھی، تو ایک آدمی نے کہا کہ اہلِ شام نے کفر اختیار کیا ہے، تو عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم یہ بات مت کہو، ہمارا اور ان کا نبی ایک ہے، اور ہمارا قبلہ اور ان کا قبلہ ایک ہے، لیکن یہ لوگ فتنہ میں مبتلاء ہوگئے ہیں، جو حق سے ظلم کی طرف آ گئے ہیں، اس لئے ہم پر حق ہوگیا کہ ہم ان سے قتال کریں، یہاں تک کہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں (ابنِ ابی شیبہ)

ابو جعفر سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَلِيٌّ إِذَا أُتِيَ بِأَسِيرٍ يَوْمَ صِفِّيْنَ أَخَذَ دَابَّتَهُ وَسِلَاحَهُ ، وَأَخَذَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَعُوْدَ ، وَخَلّٰى سَبِيْلَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۳۹۰۱۴، کتاب الجمل ،باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قیدی صفین کے دن لایا جاتا تھا،تو اس کی سواری اور اس کے اسلحہ کو لے لیا کرتے تھے،اور اس سے یہ عہد لے لیتے تھے کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا،اور اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

یزید بن بلال سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ مَعَ عَلِيٍّ صِفِّيْنَ ، فَكَانَ إِذَا أُتِيَ بِالْأَسِيْرِ، قَالَ: لَنْ أَقْتُلَكَ صَبْرًا ، إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ،وَكَانَ يَأْخُذُ سِلَاحَهُ وَيُحَلِّفُهُ ، لَا يُقَاتِلُهُ ، وَيُعْطِيْهِ أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۳۹۰۱۶، کتاب الجمل ،باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین میں شریک تھا،پس جب کسی قیدی کو لایا جاتا تھا،تو حضرت علی فرماتے تھے کہ میں تجھے قید کر کے قتل نہیں کروں گا،میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، اس شخص سے اسلحہ کو لے لیا کرتے تھے،اور اس کو قسم دیا کرتے تھے کہ وہ ان سے قتال نہیں کرے گا،اور اس کو چار درہم بھی دیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

عبداللہ بن عروہ سے روایت ہے کہ مجھے صفین میں حاضر ہونے والے ایک آدمی نے خبر دی کہ:

رَأَيْتُ عَلِيًّا خَرَجَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ اللَّيَالِيْ ، فَنَظَرَ إِلٰى أَهْلِ الشَّامِ ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهُمْ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۳۹۰۲۰، کتاب الجمل ،باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: میں نے علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ان دنوں کی بعض راتوں میں نکلے اور

اہلِ شام کی طرف نظر کر کے فرمایا کہ اے اللہ! میری اور ان کی مغفرت فرما دیجئے (ابنِ ابی شیبہ)

اور یزید بن اصم سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ عَلِیٌّ عَنْ قَتْلٰی یَوْمِ صِفِّیْنَ ، فَقَالَ: قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِی الْجَنَّةِ ، وَیَصِیْرُ الْأَمْرُ إِلَیَّ وَإِلٰی مُعَاوِیَةَ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰۳۵، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صفین کے دن کے مقتولین کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اور ان کے مقتولین، جنت میں ہیں، اور معاملہ میری اور معاویہ کی طرف ہو جائے گا (ابنِ ابی شیبہ)

سلیمان بن مہران سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ عَلِیًّا یَقُوْلُ یَوْمَ صِفِّیْنَ وَهُوَ عَاضٌّ عَلٰی شَفَتِهٖ: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ الْأَمْرَ یَکُوْنُ هٰکَذَا مَا خَرَجْتُ ، اِذْهَبْ یَا أَبَا مُوْسٰی فَاحْکُمْ وَلَوْ حزَّ عُنُقِیْ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰۰۷، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: مجھ سے اس شخص نے بیان کیا، جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صفین کے دن (نادم ہونے کی حالت میں) اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے، یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں یہ جان لیتا کہ نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی، تو میں نہ نکلتا، اے ابوموسیٰ! تم جاؤ، اور فیصلہ کرو، اگرچہ میری گردن اڑا دی جائے (ابنِ ابی شیبہ)

اور ابوصالح سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِیًّا ، قَالَ لِأَبِیْ مُوْسٰی: احْکُمْ وَلَوْ تحزُّ عُنُقِی (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۳۹۰۰۸، کتاب الجمل، باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم فیصلہ کرو، اگرچہ میری گردن اڑادی جائے (ابنِ ابی شیبہ)

حارث سے روایت ہے کہ:

لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّيْنَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا ، فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا، وَحَدَّثَ بِأَحَادِيْثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا ، فَقَالَ فِيْمَا يَقُوْلُ: أَيُّهَا النَّاسُ ، لَا تَكْرَهُوْا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ ، وَاللّٰهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوْهُ لَقَدْ رَأَيْتُمَ الرُّؤُوْسَ تَنْزُوْ مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،رقم الحدیث ۳۹۰۰۹ ، کتاب الجمل ،باب ما ذکر فی صفین)

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس لوٹے، تو یہ جان لیا کہ وہ کبھی بھی غلبہ نہیں پاسکیں گے، پھر آپ نے چند ایسی باتیں کیں، جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے، اور چند ایسی احادیث بیان کیں، جو پہلے بیان نہیں کیا کرتے تھے، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو! تم معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، اللہ کی قسم! اگر تم معاویہ کو کھودو گے، تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر، اپنے دھڑوں سے حنظل (نامی پھل) کی طرح الگ ہوجائیں گے (ابنِ ابی شیبہ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ''رافضہ وناصبہ'' کے مقابلہ میں ''اہلُ السنۃ'' کے معتدل مسلک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفق أهل السنة والجماعة على رعاية حقوق الصحابة والقرابة وتبرءوا من الناصبة الذين يكفرون على بن أبى طالب ويفسقونه وينتقصون بحرمة أهل البيت؛ مثل من كان يعاديهم على الملك أو يعرض عن حقوقهم الواجبة أو يغلو فى تعظيم يزيد بن معاوية بغير الحق .وتبرءوا من الرافضة الذين يطعنون على الصحابة وجمهور المؤمنين؛ ويكفرون عامة صالحى أهل القبلة (مجموع الفتاویٰ، ج۲۸، ص ۴۹۲، وص ۴۹۳، کتاب الفقه، الجزء الثامن: الجهاد)

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ اس بات پر متفق ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام وقرابت داروں کے حقوق کی رعایت واجب ہے۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ، ان ''ناصبہ'' سے برائت ظاہر کرتے ہیں، جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کافر، اور فاسق قرار دیتے ہیں، اور اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وعزت پامال کرتے ہیں، جس طرح سے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ ان لوگوں سے بھی برائت ظاہر کرتے ہیں، جو حضرت علی اور اہلِ بیت سے حکومت کی وجہ سے عداوت رکھتے ہیں، یا ان کے واجبی حقوق سے اعراض کرتے ہیں، یا یزید بن معاویہ کی تعظیم میں ناحق غلو کرتے ہیں۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ، ان ''رافضہ'' سے بھی برائت ظاہر کرتے ہیں، جو جمہور صحابہ اور جمہور مومنین پر طعن کرتے، اور اکثر نیک صالح اہلِ قبلہ کو کافر قرار دیتے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ ہی فرماتے ہیں:

من لعن أحدا من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم -کمعاویة بن أبی سفیان، وعمرو بن العاص ونحوهما؛ ومن هو أفضل من هؤلاء :کأبی موسی الأشعری، وأبی هریرة، ونحوهما؛ أو من هو أفضل من هؤلاء کطلحة، والزبیر، وعثمان، وعلی بن أبی طالب، أو أبی بکر الصدیق، وعمر، أو عائشة أم المؤمنین، وغیر هؤلاء من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم -فإنه مستحق للعقوبة البلیغة باتفاق أئمة الدین(مجموع الفتاویٰ، ج۳۵، ص۵۸، کتاب قتال أهل البغی،عمن یلعن "معاویة "فماذا یجب علیه؟)

ترجمہ: جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام، جیسا کہ معاویہ بن ابی سفیان، اور عمرو بن عاص، وغیرہ رضی اللہ عنہم پر، اور جو ان سے افضل ہیں، جیسا کہ ابو موسیٰ اشعری، اور ابو ہریرہ وغیرہ پر، یا جو ان سے بھی افضل ہیں، جیسا کہ طلحہ اور زبیر اور عثمان، اور علی بن ابی طالب، یا ابو بکر صدیق، اور عمر رضی اللہ عنہم، یا ام المومنین

عائشہ رضی اللہ عنہا، اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر لعنت کرے، تو وہ ائمہ دین کے اتفاق سے سخت سزاء کا مستحق ہوگا (مجموع الفتاویٰ)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان قتال واختلاف کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حق کے زیادہ قریب تھے، لیکن اس کے باوجود حضرت معاویہ اوران کے اصحاب کو برا بھلا کہنا درست نہیں۔

اور بعض کتب میں جو حضرت معاویہ کو امامِ جائر لکھا گیا ہے۔ [1]

تو اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج مراد ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلوں میں جور وظلم مراد نہیں، نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف جور کی نسبت اس صورت میں درست ہوسکتی ہے، جب یہ بات ثابت ہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قضاء کے امور حضرت حسن کے ان کو تسلیم کرنے سے پہلے سپرد کئے گئے تھے، لیکن حضرت حسن کے تسلیم کرنے کے بعد ان کی طرف یہ نسبت درست نہیں۔ [2]

---

[1] يجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل "لأن الصحابة رضى الله عنهم تقلدوه من معاوية رضى الله عنه والحق كان بيد على رضى الله عنه فى نوبته، والتابعين تقلدوه من الحجاج وكان جائزا إلا إذا كان لا يمكنه من القضاء بحق لأن المقصود لا يحصل بالتقلد، بخلاف ما إذا كان يمكنه(الهداية فى شرح بداية المبتدى، ج٣،ص ١٠٢ ،كتاب أدب القاضى)

[2] قوله(ويجوز التقلد من السلطان الجائر كما يجوز من العادل لأن الصحابة -رضى الله عنهم -تقلدوه من معاوية -رضى الله عنه -والحق كان بيد على -رضى الله عنه -فى نوبته، والتابعين تقلدوا من الحجاج) هذا تصريح بجور معاوية، والمراد فى خروجه لا فى أقضيته، ثم إنما يتم إذا ثبت أنه ولى القضاء قبل تسليم الحسن له، وأما بعد تسليمه فلا، ويسمى ذلك العام عام الجماعة، واستقضى معاوية أبا الدرداء بالشام وبها مات، وكان معاوية -رضى الله عنه -استشاره فيمن يولى بعده فأشار عليه بفضالة بن عبيد الأنصارى فولاه الشام بعده .وقوله فى نوبته :نوبة على التى ذكرها المصنف هى كونه رابعا بعد عثمان، وقيد بنوبته احترازا عن قول الروافض إنه كان أحق بها فى سائر النوب حتى من أبى بكر -رضى الله عنه -، وإنما كان الحق معه فى تلك النوبة لصحة بيعته وانعقادها فكان على الحق فى قتال أهل الجمل وقتال معاوية بصفين .وقوله -عليه الصلاة والسلام -لعمار ستقتلك الفئة الباغية وقد قتله أصحاب معاوية يصرح بأنهم بغاة، "ولقد أظهرت عائشة -رضى الله عنها -الندم كما أخرجه ابن عبد البر فى الاستيعاب قال :قالت -رضى الله عنها -لابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات بیان کی جا چکی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج تاویل اور اجتہادی خطاء پر مبنی تھا، جس میں بظاہر وہ جماعت اگرچہ باغی ہو، لیکن تاویل کی وجہ سے گناہ گار نہیں تھی۔

اور اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی وہ صحیح حدیث ہے، جو پہلے ذکر کی گئی، جس سے دونوں جماعتوں کا حق پر ہونا، اور حضرت علی کی جماعت کا حق کے زیادہ قریب ہونا واضح ہوتا ہے۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جو مسلمانوں کا باہم جمل وصفین وغیرہ کے عنوان سے قتال ہوا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت کے برخلاف دوسرے امام وخلیفہ کو نصب کرنے کی بناء پر نہیں تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عمر :یا أبا عبد الرحمن ما منعک أن تنهانی عن مسیری؟ قال :رأیت رجلا غلب علیک :یعنی ابن الزبیر، فقالت :أما والله لو نهیتنی ما خرجت (فتح القدیر، ج۷، ص۲۶۳، کتاب ادب القاضی)

(قوله ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر ومن أهل البغی) ؛ لأن الصحابة -رضی الله تعالی عنهم -تقلدوه من معاویة، والحق کان بید علی -رضی الله تعالی عنهما -فی نوبته والتابعین تقلدوه من الحجاج وکان جائرا أفسق أهل زمانه هکذا قال أصحابنا وفی فتح القدیر، وهذا تصریح بجور معاویة، والمراد فی خروجه لا فی أقضیته، ثم إنما یتم إذا ثبت أنه ولی القضاة قبل تسلیم الحسن -رضی الله عنه -له، وأما بعد تسلیمه فلا، ویسمی ذلک العام عام الجماعة (البحر الرائق، ج۶، ص۲۹۸، کتاب القضاء)

(و) من السلطان (الجائر) أی :الظالم لأن الصحابة رضی الله تعالی عنهم تقلدوه من معاویة فی نوبة علی، قال فی (الفتح) :وهذا تصریح بجور والمراد فی خروجه لا فی أقضیته، ثم إن ما یتم إذا ثبت أنه ولی القضاء قبل تسلیم الحسن له (النهر الفائق، ج۳، ص۶۰۳، کتاب القضاء)

[1] وأیضا فالقتال الذی کان فی زمن علی لم یکن علی الإمامة، فإن أهل الجمل وصفین والنهروان لم یقاتلوا علی نصب إمام غیر علی، ولا کان معاویة یقول :أنا الإمام دون علی، ولا قال ذلک طلحة والزبیر.

فلم یکن أحد ممن قاتل علیا قبل الحکمین نصب إماما یقاتل علی طاعته، فلم یکن شیء من هذا القتال علی قاعدة من قواعد الإمامة المنازع فیها، لم یکن أحد من المقاتلین یقاتل طعنا فی خلافة الثلاثة، ولا ادعاء للنص علی غیرهم، ولا طعنا فی جواز خلافة علی(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۶، ص۳۲۷، الفصل الثانی، قال الرافضی الخلاف الرابع فی الإمامة)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد، اور حضرت حسن کی مصالحت کے بعد حضرت معاویہ کی حکومت مسلّمہ تھی۔

اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سلطانِ جائر کہنا راجح نہیں۔

اور پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ جنگِ صفین کے بعد جب تک حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف کے قضیہ کے لئے مقرر کردہ حَکَمین کے فیصلہ ''یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو، اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے صرف حضرت علی کو اپنے عہدہ سے معزول کرنے'' کے بعد لوگوں میں حکومت کے معاملہ میں اختلاف پیدا ہوگیا، لیکن اس کے بعد دونوں فریقوں میں جنگ نہیں ہوئی۔ [1]

اور بعض روایات کے مطابق اسی موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی دوسرے، اور اس کے والد کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ مستحق قرار دیا تھا، جس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی نظر میں اس وقت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت وامارت مسلمہ نہیں رہی تھی، اور وہ حضرت علی وابنِ عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی فضیلت کو اپنے درجہ پر رکھتے ہوئے، موجودہ اختلاف وانتشار کو ختم کرنے کے لئے اپنے آپ کو زیادہ اہل سمجھتے تھے۔

اس قسم کی روایات سے بعض اہلِ علم حضرات کو کئی قسم کے شبہات واشکالات پیدا ہوتے ہیں،

---

[1] قوله: (فلما تفرق الناس . .) ، أى: بعد أن اختلف الحكمان وهما أبو موسى الأشعرى وكان حكما من جهة على، رضى الله تعالى عنه، وعمرو بن العاص وكان حكما من جهة معاوية، وقصة التحكيم طويلة بيناها فى (تاريخنا الكبير) والحاصل أن القوم اتفقوا على الحكمين المذكورين، ثم قال عمرو بن العاص لأبى موسى الأشعرى: قم فأعلم الناس بما اتفقنا عليه، فخطب أبو موسى الناس ثم قال: أيها الناس! إنا قد نظرنا فى هذه الأمة فلم نر أمرا أصلح لها ولا ألم لشعثها من رأى اتفقت أنا وعمرو عليه، وهو أنا نخلع عليا ومعاوية ونترك الأمر شورى ونستقبل للأمة هذا الأمر فيولوا عليهم من أحبوه، وإنى قد خلعت عليا ومعاوية، ثم تنحى وجاء عمرو فقام مقامه، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: هذا قد قال ما سمعتم، وأنه قد خلع صاحبه، وإنى قد خلعته كما خلعه، وأثبت صاحبى معاوية، فإنه ولى عثمان بن عفان والمطالب بدمه وهو أحق الناس، فلما انفصل الأمر على هذا خطب معاوية إلخ(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۱۷، ص۱۸۵، كتاب المغازى، باب غزوة الخندق وهى الأحزاب)

اس لئے ان روایات اوران کی بقدرِ ضرورت توضیح ذکر کی جاتی ہے۔

امام بخاری نے سالم، اور عکرمہ بن خالد کی دوسندوں کو جمع کر کے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِّيْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: اِلْحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ، وَأَخْشٰى أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اِحْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ. فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيْهِ. قَالَ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِيْ، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُوْلَ: أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيْتُ أَنْ أَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّيْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ، قَالَ حَبِيْبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۱۰۸، كتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب)

ترجمہ: میں (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس (مشورہ کے لئے) گیا، اوراس وقت ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا (غالباً انہوں نے اسی وقت غسل کیا تھا) میں نے کہا کہ لوگوں کے جو حالات تھے، وہ تم دیکھ رہی ہو، اور مجھے حکومت کے معاملہ میں کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔

حضرت حفصہ نے فرمایا کہ تم جا کر (لوگوں سے) ملو، کیونکہ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں، اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے یہاں رکے رہنے سے لوگوں میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت حفصہ نے ابنِ عمر کو نہیں چھوڑا، تا آنکہ وہ چلے گئے۔

پھر جب لوگ متفرق ہو گئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، اور کہا کہ اگر کوئی اس خلافت کے معاملہ میں کچھ کلام کرنا چاہتا ہے، تو ہمارے سامنے آئے، ہم حکومت کے معاملہ میں اس سے اور اس کے والد سے زیادہ حق دار ہیں۔

حبیب بن مسلمہ نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ نے ان (معاویہ رضی اللہ عنہ) کو جواب نہیں دیا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ کے جواب میں فرمایا کہ پھر میں نے اپنے کپڑے کو کھولا، اور میں نے چاہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہوں کہ اس معاملہ میں تم سے اور تمہارے والد (ابوسفیان) سے زیادہ حق دار وہ ہیں، جنہوں نے اسلام کی خاطر تم سے، اور تمہارے والد سے (اسلام لانے سے پہلے خندق اور احد میں) جنگ کی تھی، مگر مجھے ایسا کلمہ کہنے سے خوف لاحق ہوا، جو اجتماعیت کے مابین تفریق پیدا کرے، اور خون ریزی کا باعث بنے، اور میری طرف سے اس کلمہ کو، دوسرے معنیٰ پر محمول کیا جائے (جو میرے مقصود کے خلاف ہو) پھر میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا، جو اللہ نے جنت کی شکلوں میں تیار کر رکھی ہیں (اور میں خاموش رہا) حبیب بن مسلمہ نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ (اللہ کی طرف سے) آپ کی حفاظت کر لی گئی، اور آپ کو بچا لیا گیا (یعنی آپ کو اللہ کی طرف سے صواب طریقہ کو اختیار کر کے، خطاء، قتل وخون ریزی کا سبب بننے سے محفوظ رکھا گیا) (بخاری)

اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں اس چیز کا ذکر ہے کہ ''اگر کوئی اس خلافت کے معاملہ میں کچھ کلام کرنا چاہتا ہے، تو ہمارے سامنے آئے، ہم حکومت کے معاملہ میں اس سے اور اس کے والد سے زیادہ حق دار ہیں''

لیکن اس روایت میں کسی مخصوص شخص اور اس کے والد کا نام مذکور نہیں۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے کونسی شخصیت مراد تھی؟ اور اس کا مطلب کیا تھا؟ اس میں اختلاف ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اور مصنف عبد الرزاق میں عکرمہ بن خالد کی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت مندرجہ ذیل طریقہ پر ہے:

فَقَامَ مُعَاوِيَةُ عَشِيَّةً فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ، فَلْيُطْلِعْ لِيْ قَرْنَهُ، فَوَاللّٰهِ لَا يَطْلُعُ فِيْهِ أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ أَحَقَّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيْهِ ،قَالَ: يُعَرِّضُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ،فَأَطْلَقْتُ حَبْوَتِيْ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْمَ إِلَيْهِ فَأَقُوْلَ ، يَتَكَلَّمُ فِيْهِ رِجَالٌ قَاتِلُوْكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ خَشِيْتُ أَنْ أَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيْهِ الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيْهِ عَلٰى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ .

قَالَ: فَلَمَّا انْطَلَقْتُ إِلٰى مَنْزِلِيْ أَتَانِيْ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ ،فَقَالَ: مَا الَّذِيْ مَنَعَكَ أَنْ تَتَكَلَّمَ حِيْنَ سَمِعْتَ الرَّجُلَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ ،فَقُلْتُ لَهُ: لَقَدْ أَرَدْتُّ ذٰلِكَ ثُمَّ خَشِيْتُ أَنْ أَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ، وَتُسْفَكُ فِيْهَا الدِّمَاءُ، وَأُحْمَلُ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِ رَأْيٍ، فَكَانَ مَا وَعَدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْجِنَانِ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ، فَقَالَ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ، فَإِنَّكَ عُصِمْتَ، وَحُفِظْتَ مِمَّا خِفْتَ عُرَّتَهُ (مصنف عبد الرزاق،تحت رقم الحديث ۹۷۷۰، كتاب المغازى،، غزوة ذات السلاسل وخبر على ومعاوية)

ترجمہ: پھر معاویہ رضی اللہ عنہ، عشاء کے وقت کھڑے ہوئے، پھر اللہ کی شایانِ

شان، حمد وثناء کی، پھر فرمایا کہ اما بعد! پس جو اس حکومت کے معاملہ میں کلام کرنا چاہتا ہے، تو وہ میرے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے، پس اللہ کی قسم! جو بھی کوئی اس معاملہ میں سامنے آئے گا، تو میں اس سے اور اس کے والد سے زیادہ اس (حکومت) کا حق دار ہوں گا، ابنِ عمر نے فرمایا کہ معاویہ، عبداللہ بن عمر کی تعریض وکنایہ کررہے تھے، عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے کپڑے کو کھولا، پس میں نے ارادہ کیا کہ ان کی طرف کھڑے ہوکر کہوں کہ اس کے متعلق وہ لوگ کلام کریں گے، جنہوں نے آپ سے اور آپ کے والد سے اسلام کی خاطر قتال کیا تھا، پھر مجھے خوف لاحق ہوا کہ میں ایسا کلمہ کہوں، جو اجتماعیت میں تفریق وانتشار پیدا کرے، اور خون بہنے کا سبب بنے، اور اس میں میری رائے کے خلاف پر محمول کیا جائے (اور میرے مقصود کے خلاف معنیٰ مراد لئے جائیں) پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنتوں میں جو وعدہ فرما رکھا ہے، وہ مجھے اس (معاویہ کے مقابلہ میں، دوسرے کی، یا اپنی اہلیت کو جتلانے) سے زیادہ محبوب ہے۔

ابنِ عمر کہتے ہیں کہ جب میں اپنے گھر چلا گیا، تو میرے پاس حبیب بن مسلمہ آئے، اور انہوں نے کہا کہ تمہیں کلام کرنے سے کیا مانع پیش آیا (یعنی تم نے جواب کیوں نہیں دیا) جب تم نے ان صاحب (یعنی معاویہ) کو کلام کرتے ہوئے سنا؟ تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے یہ (یعنی مذکورہ خیال کردہ کلام کرنے) کا ارادہ کیا تھا، پھر مجھے ڈر ہوا کہ ایسا کلمہ کہوں جو اجتماعیت کو پارہ پارہ کرے، اور اس کلمہ کی وجہ سے خون بہایا جائے، اور اس کلمہ کو میری رائے (ومقصود) کے خلاف پر محمول کیا جائے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنتوں میں جو وعدہ فرما رکھا ہے، وہ مجھے اس سب سے زیادہ محبوب ہے، جس کے جواب میں حبیب بن مسلمہ نے، عبداللہ بن عمر سے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، پس بے

شک تمہیں بچالیا گیا، اور تمہاری حفاظت کرلی گئی، اس برائی سے جس کا تم نے خوف کیا تھا (عبدالرزاق)

اس روایت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے کلام سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی تعریض وکنایہ ہونے کا ذکر ہے، ساتھ ہی اسلام کی خاطر قتال کرنے والے لوگوں کا ذکر ہے، جن میں عبداللہ بن عمر بھی داخل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

نیز عبدالرزاق نے عکرمہ بن خالد سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح بیان کی ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ وَنَوْسَاتُهَا تَنْطِفُ، فَقُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، وَلَمْ يُجْعَلْ حَلِيٌّ مِّنَ الْأَمْرِ شَيْءٍ ،قَالَتْ: فَالْحَقْ بِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ، وَالَّذِيْ أَخْشٰى أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ اِحْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ ،فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى يَذْهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ الْحَكَمَانِ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ: مَنْ كَانَ مُتَكَلِّمًا فَلْيُطْلِعْ قَرْنَهٗ (المصنف، لعبد الرزاق، رقم الحديث ۹۷۷۹، كتاب المغازى، غزوة القادسية وغيرها)

ترجمہ: میں (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس (مشورہ کے لئے) گیا، اور اس وقت ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا (غالباً انہوں نے اسی وقت غسل کیا تھا) میں نے کہا کہ لوگوں کے حالات تم دیکھ رہی ہو، اور مجھے حکومت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں دی گئی (نہ مجھ سے اس معاملہ میں مشورہ کیا گیا) حضرت حفصہ نے فرمایا کہ تم جاکر (لوگوں سے) ملو، کیونکہ وہ تمہارا انتظار کررہے ہیں، اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے یہاں رکے رہنے سے لوگوں میں اختلاف نہ پیدا ہوجائے۔ حضرت حفصہ نے (اپنے بھائی) ابنِ عمر کو نہیں چھوڑا، تاآنکہ وہ چلے گئے۔ پھر جب دونوں حَکَمین (ابوموسیٰ وعمرو بن عاص) میں تفرق پیدا

ہوگیا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کوئی اس خلافت کے معاملہ میں کچھ کلام کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہمارے سامنے آئے (عبدالرزاق)

اس روایت میں حَکَمین کے معاملہ کا ذکر ہے، جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ یہ واقعہ جنگِ صفین کے بعد اس وقت کا ہے، جب حَکَمین کی طرف سے حضرت علی وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کو اپنے اپنے مناصب وعہدوں سے معزول کرنا طے پایا تھا۔

لیکن اس روایت میں حضرت معاویہ کی طرف سے اپنے آپ کے حکومت کا زیادہ مستحق ہونے کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ صرف اتنا ذکر ہے کہ ”اگر کوئی اس خلافت کے معاملہ میں کچھ کلام کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہمارے سامنے آئے“

اور ابنِ ابی شیبہ نے ابو معاویہ سے، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے، اور انہوں نے ھذیل بن شرحبیل اودی سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ: خَطَبَهُمْ مُعَاوِيَةُ ،فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّكُمْ جِئْتُمْ فَبَايَعْتُمُونِي طَائِعِينَ وَلَوْ بَايَعْتُمْ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجْدَعًا لَجِئْتُ حَتّٰى أُبَايِعَهُ مَعَكُمْ ، فَلَمَّا نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ ، قَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: تَدْرِي أَيَّ شَيْءٍ جِئْتَ بِهِ الْيَوْمَ زَعَمْت أَنَّ النَّاسَ بَايَعُوكَ طَائِعِينَ ، وَلَوْ بَايَعُوا عَبْدًا حَبَشِيًّا لَجِئْتَ حَتّٰى تُبَايِعَهُ مَعَهُمْ ،قَالَ: فَنَدِمَ فَعَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ،فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ ، وَهَلْ كَانَ أَحَدٌ أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنِّي ، وَهَلْ هُوَ أَحَدٌ أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنِّي ،قَالَ: وَابْنُ عُمَرَ جَالِسٌ ، قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْكَ مَنْ ضَرَبَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ ، ثُمَّ خِفْتُ أَنْ تَكُونَ كَلِمَتِي فَسَادًا وَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ ، فَهَوَّنَ عَلَيَّ مَا أَقُولُ (مصنف ابنِ ابی شیبہ، رقم الحدیث ۳۸۴۷۶، کتاب الفتن، من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ منھا)

ترجمہ: ھذیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ

دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو! بے شک تم میرے پاس خوشی سے بیعت کرنے آئے ہو، اور اگر تم ہاتھ، پاؤں کٹے، حبشی غلام سے بھی بیعت کرو، تو میں بھی تمہارے ساتھ جا کر اس سے بیعت کرلوں گا، پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترے، تو ان سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ آج تم نے کیا کردیا، تم سمجھتے ہو کہ لوگ تم سے خوشی کے ساتھ بیعت کرلیں گے، اور اگر وہ حبشی غلام سے بھی بیعت کریں، تو کیا تم بھی ان کے ساتھ جا کر اس غلام سے بیعت کرلوگے، ہذیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ پھر حضرت معاویہ کو (اپنی سابقہ بات پر) ندامت ہوئی، پھر وہ دوبارہ منبر پر آئے، اور فرمایا کہ کیا کوئی اس حکومت کے معاملہ کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے، اور کیا کوئی اس حکومت کے معاملہ کا مجھ سے زیادہ حق دار ہے؟

ھذیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ اس موقع پر، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، ھذیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ یہ کہوں کہ اس حکومت کے معاملہ کے تم سے زیادہ حق دار وہ (افراد بشمول میرے) ہیں، جنہوں نے تم کو اور تمہارے والد (ابوسفیان) کو اسلام کی خاطر (خندق اور احد میں) ضرب لگائی تھی، پھر مجھے خوف لاحق ہوا کہ میرا کلمہ فساد کا باعث بنے گا، اور میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا، جو اللہ نے جنت کی شکلوں میں تیار کر رکھی ہیں، جس کے نتیجہ میں مجھے یہ کلمہ کہنا ہلکا معلوم ہوا (ابنِ ابی شیبہ)

ابوبکر محمد بن قاسم بن محمد بن بشار، انباری نے بھی ابنِ ابی شیبہ سے اس واقعہ کو روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا محمد، ثنا أبو بكر، ثنا موسى بن محمد الخياط، ثنا عثمان ابن أبي شيبة، ثنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن حبيب بن أبي ثابت، عن هذيل بن شرحبيل، قال: خطب الناس معاوية، فقال: لو بايع الناس عبدا مجدعا لتبعتهم، ولو لم يبايعوني برضاهم ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف اپنے آپ کے حکومت کے زیادہ مستحق واہل ہونے کا ذکر ہے، اور اس روایت میں کسی کے والد سے زیادہ مستحق واہل ہونے کا ذکر نہیں۔

اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اسماعیل بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوایوب سے بھی اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

نُبِّئْتُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: مَنْ أَحَقُّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنَّا، وَمَنْ يُّنَازِعُنَا فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ؟ قَالَ: فَهَمَمْتُ أَنْ أَقُوْلَ: اَلَّذِيْنَ قَاتَلُوْكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَخَشِيْتُ أَنْ يَّكُوْنَ فِيْ قَوْلِيْ هٰذَا هِرَاقَةُ الدِّمَاءِ، وَأَنْ يُّحْمَلَ قَوْلِيْ عَلٰى غَيْرِ الَّذِيْ أَرَدْتُ، وَذَكَرْتُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْجِنَانِ (سنن سعيد بن منصور، رقم الحديث ۲۹۷۷، كتاب الجهاد، باب جامع الشهادة)

ترجمہ: مجھے یہ خبر دی گئی کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے سے زیادہ اس (حکومت) کے معاملہ کا کون حق دار ہے، اور کون ہے جو ہم سے اس (حکومت کے) معاملہ میں نزاع کرے؟ ابنِ عمر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہوا کہ یہ کہوں کہ وہ لوگ زیادہ مستحق ہیں، جنہوں نے تم سے اور تمہارے والد سے، اسلام کی خاطر قتال کیا تھا، پھر مجھے ڈر ہوا کہ اس بارے میں میرا قول خون خرابے کا باعث بنے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أكرهتهم؛ ثم نزل .فقال له عمرو بن العاص: قد قلت قولا ينبغي أن تأمله .فرجع إلى المنبر، فقال: ما بقي أحد أحق بالخلافة مني؛ ومن أحق بالخلافة مني؟.
وعبد الله بن عمر حاضر، قال: فأردت أن أقول: أحق بالخلافة منك من ضربك وأباك على الإسلام؛ ثم خفت أن تكون الكلمة فسادا، وذكرت ما وعد الله أهل الجنان، فهان علي ما قال(مجلس من أمالي ابن الأنباري، ص۲۵، رقم الحديث ۸)

گا، اور میرے قول کو میرے مقصود کے خلاف پر محمول کیا جائے گا، اور میں نے اللہ کے پاس جنتوں میں موجود نعمتوں کو یاد کیا (اس لئے میں خاموش رہا) (سنن سعید بن منصور)

اس روایت میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف اپنے آپ کے حکومت کے زیادہ مستحق واہل ہونے کا ذکر ہے، اور اس روایت میں بھی کسی کے والد سے زیادہ مستحق واہل ہونے کا ذکر نہیں۔

اور ابنِ اعرابی نے محمد بن حسن کی سند سے، عوام بن حوشب سے، انہوں نے جبلہ بن سحیم سے، انہوں نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

لَمَّا كَانَ أَمْرُ الْحَكَمَيْنِ قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ: إِنَّهُ لَا يَجْمُلُ بِكَ إِلَّا الصُّلْحُ، يُصْلِحُ اللّٰهُ بِكَ بَيْنَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، أَنْتَ صِهْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: فَخَرَجْتُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَقَدِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يُوَلُّوْنِيْ، فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ فَظَنَّ أَنِّيْ قَدِمْتُ لِذٰلِكَ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ جَسِيْمٍ، فَجَعَلَ يَقُوْلُ: مَنْ ثَمَّ ذَكَرَ كَلِمَةَ هٰذَا الْأَمْرِ مَنْ يَّرْجُوْ هٰذَا الْأَمْرَ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ: مَنْ ضَرَبَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى أَدْخَلَكُمَا فِيْهِ كَرْهًا، ثُمَّ ذَكَرْتُ الْجَنَّةَ وَنَعِيْمَهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهُ

(معجم لابن الاعرابی، ج۲ ص ۸۰۰، رقم الحدیث ۱۶۴۰، باب الدال)

ترجمہ: جب حکمین (ابوموسیٰ اشعری وعمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے فیصلہ) کا معاملہ ہوا، تو مجھے (میری بہن، اور ام المومنین) حضرت حفصہ نے فرمایا کہ تمہیں صرف صلح کرنا ہی زیب دیتا ہے، اور اللہ تمہارے ذریعہ اس امت میں صلح کرائے گا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہو، اور عمر بن خطاب کے بیٹے ہو، ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں باہر نکلا، اور ان لوگوں کے پاس پہنچا، اور وہ سب لوگ اس بات پر مجتمع اور متفق ہو چکے تھے کہ مجھے حکومت

سپرد کریں، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ سرخ اور موٹے اونٹ پر سوار ہوکر نکلے، اور انہوں نے سمجھا کہ میں اس حکومت کو حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کون ہے وہ، جو اس موقع پر اس (حکومت کے) معاملہ میں کوئی کلمہ ذکر کرے، کون ہے، جو اس (حکومت کے) معاملہ کی امید رکھتا ہے، تو میں نے ارادہ کیا کہ یہ کہوں کہ کون ہیں وہ، جنہوں نے تمہیں، اور تمہارے والد کو اسلام کی خاطر ضرب لگائی تھی، یہاں تک کہ تم دونوں کو مجبوراً اسلام میں داخل کردیا تھا، پھر میں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو یاد کیا، اور میں نے اپنا ارادہ واپس لوٹالیا (اور خاموش رہا) (معجم ابنِ اعرابی)

ابنِ عساکر نے بھی جبلہ بن سحیم کے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس واقعہ کو روایت کیا ہے۔ [1]

اس روایت میں حَکَمین کے معاملہ کا ذکر ہے، اور یہ بھی ذکر ہے کہ کچھ لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کرنے پر متفق ہوگئے تھے، جس کے بعد حضرت معاویہ کے صرف یہ کہنے کا ذکر ہے کہ ”کون ہے وہ، جو اس موقع پر اس (حکومت کے) معاملہ میں کوئی کلمہ ذکر کرے، کون ہے، جو اس (حکومت کے) معاملہ کی امید رکھتا ہے؟“

لیکن اس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے آپ کو کسی دوسرے، یا اس کے

---

[1] أخبرنا أبو طالب علی بن عبد الرحمن أنبأ أبو الحسن علی بن الحسن الخلعی انا أبو محمد بن النحاس أنبأ أبو سعید بن الأعرابی نا أبو یحیی زکریا بن یحیی الناقد نبأ صالح بن عبد الله الترمذی نا محمد بن الحسن عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحیم عن ابن عمر قال لما کان أمر الحکمین قالت لی حفصة إنه لا یجمل بک إلا الصلح یصلح الله بک بین هذه الأمة أنت صهر رسول الله (صلی الله علیه وسلم) وابن عمر بن الخطاب قال فخرجت فانتهیت إلیهم وقد اجتمعوا علی أن یولونی فخرج معاویة فظن أنی قدمت لذلک علی جمل أحمر جسیم فجعل یقول من ثم ذکر کلمة هذا الأمر من یرجو هذا الأمر فأردت أن أقول من ضربک وأباک علی الإسلام حتی أدخلکما فیه کرها ثم ذکرت الجنة ونعیمها فانصرفت عنه(تاریخ دمشق،لابن عساکر، ج ۳۱، ص ۱۸۲، تحت ترجمة ”عبد الله بن عمر بن الخطاب“رقم الترجمة ۲۳۴۱، حرف العین)

والد سے زیادہ حکومت کے حق دار ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔

اب اگر بعض لوگوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امارت وحکومت سپرد کرنے کی تجویز پر اختلاف ہوسکتا ہے، تو ان حضرات پر بھی اعتراض ہونا چاہیے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو امارت وحکومت سپرد کرنے کی تجویز دی، کیونکہ یقیناً ان دونوں شخصیات کا درجہ وفضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کم تھی۔

اور امام طبرانی نے اسلم بن سہل واسطی سے، انہوں نے وہب بن بقیہ سے، جو محمد بن حسن مری کے بیٹے ہیں، اور انہوں نے عوام بن حوشب سے، اور انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے، اور انہوں نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ اِجْتَمَعَ فِيْهِ عَلِيٌّ وَمُعَاوِيَةُ بِدُوْمَةِ الْجَنْدَلِ، قَالَتْ لِيْ حَفْصَةُ: إِنَّهُ لَا يَجْمُلُ بِكَ أَنْ تَتَخَلَّفَ عَنْ صُلْحٍ يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ بَيْنَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْتَ صِهْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَابْنُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ، فَأَقْبَلَ يَوْمَئِذٍ مُعَاوِيَةُ عَلٰى بُخْتِيْ عَظِيْمٍ، فَقَالَ :مَنْ يَّطْمَعُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ أَوْ يَرْجُوْهُ أَوْ يَمُدُّ إِلَيْهِ عُنُقَهُ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَمَا حَدَّثْتُ نَفْسِيْ بِالدُّنْيَا قَبْلَ يَوْمِئِذٍ، فَهَمَمْتُ أَنْ أَقُوْلَ: يَطْمَعُ فِيْهِ مَنْ ضَرَبَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى أَدْخَلَكُمَا فِيْهِ، فَذَكَرْتُ الْجَنَّةَ وَنَعِيْمَهَا فَأَعْرَضْتُ عَنْهُ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۳ ص ۱۵۱، رقم الحديث ۱۳۸۳۴)

ترجمہ: جب وہ دن تھا، جس میں حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما ”دومۃ الجندل“ کے مقام پر جمع ہوئے، تو مجھے (میری بہن، اور ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم اس صلح سے پیچھے رہ

جاؤ، جس کے ذریعہ اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درمیان صلح کرادے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہو، اور عمر بن خطاب کے بیٹے ہو۔

پھر اس دن معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے بختی اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لائے، اور فرمایا کہ کون ہے، جو اس (حکومت کے) معاملہ کی طمع رکھتا ہے، یا اس (حکومت کے) معاملہ کی امید رکھتا ہے، یا اس (حکومت کے) معاملہ کی طرف اپنی گردن دراز کرنا چاہتا ہے؟ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن سے پہلے میرے نفس میں دنیا کا خیال نہیں گذرا تھا (جو اس دن خیال گذرا) پھر مجھے خیال ہوا کہ میں کہوں کہ اس (حکومت کے) معاملہ میں وہ شخص طمع رکھتا ہے (یعنی میں خود) جس نے تمہیں، اور تمہارے والد کو اسلام کی خاطر ضرب لگائی تھی، یہاں تک کہ تم دونوں کو اسلام میں داخل کر دیا تھا، پھر میں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو یاد کیا، اور میں نے یہ کہنے سے اعراض کیا (اور خاموش رہا) (طبرانی)

اس روایت میں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکومت کا اپنے آپ کو کسی دوسرے، یا اس کے والد سے زیادہ حق دار ہونے کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ صرف اتنا ذکر ہے کہ ''کون ہے، جو اس (حکومت کے) معاملہ کی طمع رکھتا ہے، یا اس (حکومت کے) معاملہ کی امید رکھتا ہے، یا اس (حکومت کے) معاملہ کی طرف اپنی گردن دراز کرنا چاہتا ہے؟''

اور مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ اسلام کی خاطر معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے قتال کرنے والوں میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو شامل سمجھا تھا۔

علامہ ہیثمی نے ''مجمعُ الزوائد'' میں فرمایا کہ اس کی سند کے راوی معتبر ہیں، لیکن راجح یہ ہے کہ اس میں حسن بن علی کی صلح مراد ہے، اور راوی کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ''دومةُ الجندل'' کے مقام پر جمع ہونے والے دن کا واقعہ ہے۔ [1]

---

[1] رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله ثقات والظاهر أنه أراد صلح الحسن بن علی، ووهم الراوی (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۰۷۵، باب فی الصلح)

اس روایت میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے آپ کے کسی کے والد سے زیادہ مستحق ہونے کا ذکر نہیں۔

البتہ اس بات کا ذکر ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حکومت کا اہل کہنا چاہا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بعض جہات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت کا رشتہ، کئی دوسرے اکابر صحابہ سے زیادہ تھا، اگرچہ دوسرے حضرات کی فضیلت زیادہ کیوں نہ ہو۔ [1]

حضرت معاویہ وابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ سے متعلق روایات کے الفاظ اور انداز میں فرق واختلاف کے پیشِ نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا تعلق حضرت معاویہ وعلی رضی اللہ عنہما کے مابین پیدا شدہ اختلاف میں تحکیم وحکم بنانے، اور ان کے فیصلہ کرنے کے بعد کا ہے، بعض روایات کے الفاظ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اور بظاہر یہی راجح اور کئی روایات کے موافق ہے۔

جبکہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ اس اجتماع سے متعلق ہے، جس میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی تھی۔

اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ اپنے دورِ حکومت میں اس وقت دیا تھا، جب اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا چاہتے تھے۔

اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی بات کا تعلق، جنگِ صفین کے بعد تحکیم کے زمانہ سے ہے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطبہ، اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا

---

[1] قوله :(فلنحن أحق به منه، ومن أبيه) واعلم أن قرابة الخلفاء بالنبى صلى الله عليه وسلم على عكس ترتيب الخلافة، فعلى كان أقربهم على عكس أبى بكر، ومعاوية أقرب بالنبى صلى الله عليه وسلم من عمر (فيض البارى على صحيح البخارى، ج۵، ص۵۷، باب غزوة الخندق، وهى الأحزاب)

تعلق معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے زمانہ سے ہے، اور بعض راویوں نے دونوں واقعات کو ایک جگہ جمع وخلط کر کے بیان کر دیا ہے۔ [1]

پھر بعض روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حکومت کے معاملہ میں کلام کرنے والے، یا اس کی امید رکھنے والے کو سامنے آنے کے کہنے کا ذکر ہے، اپنے آپ کے زیادہ مستحق واہل ہونے کا سرے سے ذکر ہی نہیں، اور بعض روایات میں اُس کے اور اس کے والد سے زیادہ اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ حق دار کہنے کا ذکر ہے، لیکن کئی دوسری روایات میں کسی کے والد کا سرے سے ذکر ہی نہیں، اور بعض روایات میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے، ان کی اپنی ذات سے تعریض وکنایہ ہونے کی تصریح ہے، والد کے کنایہ ہونے کا ان میں بھی ذکر نہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں اپنی تعریض وکنایہ کو سمجھا تھا، اپنے والد عمر رضی اللہ عنہ کی تعریض وکنایہ کو نہیں سمجھا تھا۔

اس لئے بعض محققین نے فرمایا کہ عربی زبان میں اس طرح کے موقع پر باپ کا اضافہ کر کے کوئی بات کہنا دراصل ایک محاورہ ہے، جیسا کہ اردو زبان میں کہا جاتا ہے کہ ''کسی کا باپ بھی

---

[1] ورود معاوية المدينة سنة ست وخمسين .فقد ذكر ابن الأثير فى الكامل أن معاوية أرسل إلى معظم الصحابة بالمدينة ليحضروا عنده .فلعله لم يرسل إلى ابن عمر فذلک معنى قوله :فلم يجعل لى من الأمر شيء ، ومعنى قول حفصة له :الحق بهم فإنهم ينتظرونک.

لكن يعكر على هذا أن وفاة حفصة -رضى الله عنه -كانت سنة خمس وأربعين، وقيل :سنة إحدى وأربعين، أى قبل سنة ورود معاوية المدينة .فيحتمل أن ما جرى بين حفصة وأخيها وقع فى صفين يوم التحكيم فإن ابن عمر حضر يومئذ كما فى ابن الأثير، وذلک سنة سبع وثلاثين من الهجرة؛ وأن أقول ابن عمر :فحللت حبوتى وهممت أن أقول ... إلخ، وقع عام ستة وخمسين بعد وفاة حفصة .فيظهر أن راوى هذا الخبر خلط بين خبرين أو خلط رواية راويين، وأن البخارى ساق رواية الخبر كما سمعها؛ لأن مقصده من تخريجه هذا الخبر هنا ما فيه من فضيلة ابن عمر -رضى الله عنه -، فإن الشارح العينى قال :إن ذكر هذا الخبر هنا لا مناسبة له وهو استطراد(النظر الفسيح عند مضائق الأنظار فى الجامع الصحيح،لمحمد الطاهر ابن عاشور،ص ۱۴۰، كتاب المغازى،باب غزوة الخندق)

مجھے اس کام سے نہیں روک سکتا، یا کسی کے باپ کی بھی میرے خلاف یہ جرائت نہیں'' اور اس طرح کے کلمات دراصل مدِ مقابل کو دبانے اور اس پر رعب واثر ڈالنے کے لئے بولے جاتے ہیں، جن سے حقیقت میں باپ سے تعارض مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اس کی اولاد سے تعارض مقصود ہوتا ہے، جو حاضر ہو، بالخصوص جبکہ کسی کا باپ وہاں موجود بھی نہ ہو، اسی لئے معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کسی کا نام لئے بغیر کہی تھی کہ جو اس حکومت کا اپنے آپ کو مستحق سمجھتا ہے، وہ ہمارے سامنے برآمد ہو، اور یہ بات معلوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا اس وقت وہاں ظاہر ہونا ممکن نہیں تھا، جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر، عمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت وامارت کے مقابلہ میں کبھی اپنے آپ کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا، اور حَکَمین کے فیصلہ سے قبل، علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھی اس طرح کا دعویٰ نہیں کیا، اور ہمارے نزدیک یہ توجیہ ہی راجح ہے، جس میں تمام روایات میں تطبیق اور قابلِ ذکر شبہات کا ازالہ بھی ہوجاتا ہے۔

ابوالمظفر یحییٰ بن ہبیرہ شیبانی (المتوفیٰ: 560ھ) ''الافصاح عن معانی الصحاح'' میں صحیح بخاری کی روایت کے متعلق عمدہ کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ''بظاہر یہ حدیث اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس حدیث کا ابتدائی حصہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شوریٰ سے متعلق ہے، کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یہ فرمادیا تھا کہ تمہارے ساتھ عبداللہ بن عمر شریک ہوں گے، لیکن ان کے لئے حکومت سے کچھ حصہ نہیں ہوگا (جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں تصریح ہے)[1]
> اور اس طرح یہ حدیث اپنے دونوں حصوں کے ساتھ دو حالتوں پر مشتمل ہوگی۔

---

[1] عن عمرو بن ميمون، قال :رأيت عمر بن الخطاب رضى الله عنه.....فقالوا :أوص يا أمير المؤمنين استخلف، قال :ما أجد أحدا أحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر، أو الرهط، الذين توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنهم راض، فسمى عليا، وعثمان، والزبير، وطلحة، وسعدا، وعبد الرحمن، وقال :يشهدكم عبد الله بن عمر، وليس له من الأمر شيء -كهيئة التعزية له(صحيح البخارى،رقم الحديث ٣٧٠٠، كتاب فضائل الصحابة، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان رضى الله عنه)

www.idaraghufran.org

پہلی حالت وہ ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد شوریٰ سے متعلق جاری ہوئی۔

اور دوسری حالت وہ ہے، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جاری ہوئی، اور ان دونوں کے درمیان دور کا فاصلہ ہے۔

جہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس بات کا تعلق ہے کہ ''جو کوئی اس حکومت کے معاملہ میں کلام کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہمارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے، یقیناً ہم اس حکومت کے اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں'' تو یہ ایسا قول ہے، جس سے مد مقابل کے کلام کو دبایا جاتا ہے، تاکہ وہ کوئی واہیات بات نہ کرے، جس سے فتنے ابھر پڑیں (اس قول سے درحقیقت کسی کے غیر حاضر والد سے معارضہ پیشِ نظر نہیں ہوتا) اور یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا، جس تک ان کے علم کی انتہاء ہوئی (کہ مذکورہ حالات پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ کو زیادہ اولیٰ ومقدم سمجھتے تھے)

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہنا چاہا تھا، وہ بھی ان کا اجتہاد تھا، اور ابنِ عمر نے ہجرت وعبادت اور ایمان میں فاضل کو مقدم سمجھا تھا۔

لیکن ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول کو فتنہ کو ابھارنے، اور جھگڑے وغیرہ کا ذریعہ ہونا سمجھ کر، اور فتنہ کی وجہ سے حق کو چھوڑنے پر حاصل ہونے والی جنت کی نعمتوں کی خاطر سکوت اختیار کیا (اور اس طرح کے موقع پر مجتہد کو اپنا اجتہاد ترک کرنا، جائز ہے، جس کی احادیث میں فضیلت آئی ہے) [1]

---

[1] عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم–صلى الله عليه وسلم: " أنا زعيم ببيت في ربض الجنة، لمن ترك المراء وإن كان محقا، وببيت في وسط الجنة لـمن ترك الكذب وإن كان مازحا، وببيت في أعلى الجنة لمن حسن خلقه "(سنن ابی داود، رقم الحديث ۴۸۰۰، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

اسی لئے حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ آپ کی حفاظت وعصمت کرلی گئی، یعنی اللہ کی طرف سے آپ کو خطاء، اور فتنہ کا باعث بننے والی بات سے محفوظ کرلیا گیا۔

اور حدیث کے یہ الفاظ کہ جب لوگ متفرق ہوگئے، ان کا مطلب یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں، کیونکہ اس وقت تک حفصہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں، کیونکہ ان کی وفات حضرت معاویہ کو حکومت ملنے کے بعد، پینتالیس ہجری میں ہوئی''۔انتھٰی۔ [1]

ابوالمظفر ابنِ ہبیرہ، پانچویں، چھٹی صدی کے امام، عالم وعادل اور نہایت محقق ومعتبر شخصیت ہیں، جن کی حافظ ذہبی وغیرہ جیسے حضرات نے تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] ظاهر هذا الحديث يقتضى أن أوله :هو شرح ما جرى فى شورى عمر رضى الله عنه؛ لأن عمر قال :ليشهدكم عبد الله بن عمر؛ وليس له من الأمر شيء ، فيكون هذا الحديث مشتملا بطرفيه على ذكر حالتين:

إحداهما :جرت فى الشورى بعد موت عمر رضى الله عنه.

والأخرى :جرت فى زمن معاوية، وبينهما بون بعيد.

فأما قول معاوية :(من كان يريد أن يتكلم فى هذا الأمر فليطلع لنا قرنه، فلنحن أحق به منه ومن أبيه)فإنه قول يحمل منه على صيال دون كلمة المسلمين لئلا نقول قولا واهيا، فتنبض نوابض الفتنة، وكان ذلك اجتهاده الذى انتهى إليه علمه.

وقول ابن عمر: (فهممت أن أقول: أحق بهذا الأمر منك، من قاتلك وأباك على الإسلام) فإنه قال أيضا قولا أدى إليه اجتهاده مستندا إلى أصل من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم من تقديم الفاضل فى الإمامة حتى انتهى ذلك إلى أن قال: (فأقدمهم هجرة) .فيكون ما هم به ابن عمر عن اجتهاد أيضا إلا أنه حيث خاف أن يؤدى قوله ذلك إلى إثارة فتنة استعان على نفسه فى ترك المراء ممن يرى أنه محق بتذكيرها ما أعد الله فى الجنة حتى سكنت .ولهذا قال له حبيب بن مسلمة: (حفظت وعصمت) يعنى أن الله تعالى عصمه من الخطأ، وحفظه من قول يثير فتنة .

وقوله: (فلما تفرق الناس) أى فى زمن معاوية على أن حفصة قد أدركت زمن معاوية، فإنها ماتت سنة خمس وأربعين وهى بنت ستين سنة(الإفصاح عن معانى الصحاح، ج۴،ص ۲۰۶،مسند عبد الله بن عمر، الحديث الثامن)

[2] ابن هبيرة أبو المظفر يحيى بن محمد الشيبانى .

الوزير الكامل، الإمام، العالم، العادل، عون الدين، يمين الخلافة، أبو المظفر يحيى بن محمد بن هبيرة بن سعيد بن الحسن بن جهم الشيبانى، الدورى، العراقى، الحنبلى، صاحب التصانيف.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ابنِ ملقن نے بخاری کی روایت کے ذیل میں فرمایا کہ:

''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے، کیونکہ وہ پہلے (صفین وغیرہ میں) اختلاف دیکھ چکے تھے، پس ان کو حضرت حفصہ نے اس بات پر متنبہ کیا کہ ان کے پیچھے رہنے سے لوگوں میں اختلاف ہوگا، پھر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کے حکومت کا زیادہ حق دار ہونے کا اظہار اس وقت کیا تھا، جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت حسن نے بیعت کر لی تھی (پس حضرت حفصہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کی اس بات کا تعلق، علی رضی اللہ عنہ کی حیات کے بجائے، ان کی وفات کے بعد، معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیعت کے وقت سے ہے، اور اس وقت حضرت حفصہ حیات تھیں)

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حکومت کے لئے زیادہ افضل وہ حضرات ہیں، جو مہاجرین میں سے سابقینِ اولین، اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا (جبکہ حضرت معاویہ بعد میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں میں سے تھے) لیکن جب ابنِ عمر کو اختلاف وانتشار کا خوف لاحق ہوا، تو

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مولده: بقرية بنى أوقر من الدور - أحد أعمال العراق – فى سنة تسع وتسعين وأربع مائة.
ودخل بغداد فى صباه، وطلب العلم، وجالس الفقهاء، وتفقه بأبى الحسين ابن القاضى أبى يعلى والأدباء، وسمع الحديث، وتلا بالسبع، وشارک فى علوم الإسلام، ومهر فى اللغة، وكان يعرف المذهب والعربية والعروض، سلفيا أثريا، ثم إنه أمضه الفقر، فتعرض للكتابة، وتقدم وترقى، وصار مشارف الخزانة، ثم ولى ديوان الزمام للمقتفى لأمر الله، ثم وزر له فى سنة 544، واستمر، ووزر من بعده لابنه المستنجد.
وكان دينا، خيرا، متعبدا، عاقلا، وقورا، متواضعا، جزل الرأى، بارا بالعلماء، مكبا مع أعباء الوزارة على العلم وتدوينه، كبير الشأن، حسنة الزمان(سير اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۴۲۶، رقم الترجمة ۲۸۲)

www.idaraghufran.org

اس رائے کو ترک کردیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی''۔انتھیٰ۔ [1]

اور شمس الدین برماوی نے فرمایا کہ:

''ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے، چونکہ وہ پہلے اختلاف کو دیکھ چکے تھے، تو ان کو حفصہ رضی اللہ عنہا نے متنبہ کیا، پھر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

اور معاویہ اور ابوسفیان، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے، اور عمرو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، اس سے پہلے ان سے قتال کیا کرتے تھے''۔انتھیٰ۔ [2]

یہی بات علامہ کرمانی نے بھی فرمائی ہے۔ [3]

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ کی تشریح کے ذیل میں مفصل کلام کیا ہے کہ حَکَمین کی طرف سے مخصوص فیصلہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن وحسین، اور ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں اپنے آپ کے حکومت

---

[1] وكأن ابن عمر أراد التخلف عن البيعة لمعاوية؛ لما تقدم من الاختلاف، فنبهته حفصة أن تخلفه يوجب الاختلاف، فخرج وبايع.
ولعل معاوية تأول فى قوله :نحن أحق بهذا الأمر، إذ بايع له الحسن، وسلم له وقد بويع الحسن، وأجمع عليه أكثر الناس.
وذهب ابن عمر إلى أن الأفضل أن يلى السابقون الأولون من المهاجرين والذين أنفقوا من قبل الفتح، ثم خشى أن تؤول كلمته إلى ما لا يريده، فكف(التوضيح لشرح الجامع الصحيح،لابن الملقن، ج ۲۱،ص ۲۳۴، وص ۲۳۵، كتاب المغازى،باب غزوة الخندق وهى الأحزاب)

[2] وكأن ابن عمر أراد التخلف عن البيعة لمعاوية لما تقدم من الاختلاف، فنبهته حفصة على أن تخلفه يوجب الاختلاف، فخرج وبايع -رضى الله عنه-
(وأباك)؛ أى :أبا سفيان، وذلك لأن معاوية وأباه أسلما يوم الفتح، وكان عمر وعبد الله قبل ذلك يقاتلانهما على الإسلام(اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح، ج ۱۱،ص ۱۷۳، كتاب المغازى، باب غزوة الخندق)

[3] (و) أباك (أى أبا سفيان وذلك لان معاوية وأباه اسلما يوم الفتح وكان عمر وعبد الله بن عمر رضى الله عنهما يقاتلانهما على الاسلام(الكواكب الدرارى فى شرح صحيح البخارى، للكرمانى، ج ۱۶،ص ۳۴، كتاب المغازى،باب غزوة الخندق)

کے زیادہ مستحق ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے خندق اور احد میں شامل ہونے والے لوگوں، بشمول خود، اس حکومت کا زیادہ مستحق ہونے کا کہنا چاہا تھا، لیکن بعد میں اختلاف، اور فتنہ وخون ریزی سے بچنے کے لئے سکوت اختیار کیا تھا، اور دونوں حضرات کی آراء میں یہ اختلاف اپنی اپنی معقول وجوہات پر مبنی تھا۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر نے فرمایا کہ:

''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میرے لئے اس معاملے میں کوئی اختیار نہیں رکھا گیا (نہ مجھ سے مشاورت کی گئی) اس کا مطلب یہ تھا کہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو صفین کے قتال کے معاملہ میں لوگوں کے اجتماع کے وقت حکومت کے معاملہ میں اختلاف ہوا، تو مجھے اس معاملہ میں فیصلہ وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں دی گئی، جس پر انہوں نے اپنی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، جس پر انہوں نے ان کو لوگوں کے پاس جا کر فتنہ وانتشار کو ختم کرا کر صلح کرانے کا مشورہ دیا۔

اور جو یہ فرمایا کہ جب لوگوں میں تفریق واختلاف پیدا ہوا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب صفین کے بعد دونوں حکموں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا، جیسا کہ عبد الرزاق کی روایت میں تصریح ہے، اور دو حکموں میں سے ایک تو علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے، اور دوسرے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔

اور جن حضرات نے اس اختلاف سے معاویہ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے مابین، اختلاف کو مراد لیا ہے، اس کی تردید عبد الرزاق کی روایت کرتی ہے۔

اور اس مطلب کو مراد لینے کی صورت میں، کلام کی مراد یہ ہوگی کہ حضرت حفصہ نے ابنِ عمر کو اس وقت تک نہیں چھوڑا، جب تک وہ دونوں حَکَمین کے پاس

نہیں چلے گئے۔

پھر جب کے میں اختلاف ہوا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، الخ۔

اور ابنِ جوزی نے جو یہ بات کہی ہے کہ ''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ مجھے کوئی اختیار و ذمہ داری نہیں دی گئی'' اس سے مراد یہ تھا کہ میرے والد نے خلافت کے معاملہ کو چھ افراد کی شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا، اور مجھے حکومت کا کوئی عہدہ نہیں دیا گیا تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو حالت پیش آئی تھی، اس کی حکایت ہے۔

اور اس روایت میں جو یہ فرمایا گیا کہ پھر جب لوگوں میں تفریق واختلاف پیدا ہوا، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، تو یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس زمانہ کی ہے، جب انہوں نے اپنے بیٹے، یزید کو اپنے بعد ولی عہد بنانا چاہا تھا''

تو ابنِ جوزی کی یہ بات بعید ترین ہے، جس کی انہوں نے کوئی مستند دلیل پیش نہیں کی۔

اور معتمد بات وہی ہے، جو عبدالرزاق کی روایت میں ہے، جس کی تائید حبیب بن ابی ثابت کی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ میں یہ فرمایا تھا کہ جو اس حکومت کے معاملہ میں کلام کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہمارے سامنے اس بات بات کا اظہار کرے، اس کا مطلب یہ تھا کہ جو کوئی اس حکومت کی خواہش رکھتا ہے، تو وہ ہمارے سامنے ظاہر کر دے، اور اس کو چھپائے نہیں، جس کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ اس سے علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جن کو ان کے بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے والد سے کنایہ کیا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جن کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کنایہ کیا، لیکن یہ قول بعید ہے، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ، تو عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم میں بہت مبالغہ کیا کرتے تھے، اور حبیب بن ابی ثابت کی روایت میں ہے کہ مجھے اس دن سے پہلے دنیا کی طمع کا خیال پیدا نہیں ہوا تھا۔

اور حبیب بن مسلمہ یعنی ابنِ مالک فہری کے والد بھی صحابی ہیں، اور یہ خود بھی چھوٹے صحابی ہیں، ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے بھیجا تھا، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا تھا، پھر یہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، جن کو روم کے غزوہ میں امیر بنایا گیا، ان کی حضرت معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں وفات ہوئی۔

اور عبدالرزاق کی روایت میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ صراحت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ابنِ عمر کی تعریض مقصود تھی (نہ کہ ان کے والد کی، والد کا ذکر کئی دوسری روایات میں بھی نہیں، اور بعض حضرات کے بقول بعض روایات میں والد کا ذکر تہدیداً وضمناً ہے، اور یہی راجح بھی ہے، جیسا کہ گذرا)

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہنا چاہا تھا کہ تمہارے مقابلہ میں وہ لوگ حکومت کے زیادہ حق دار ہیں، جنہوں نے تم سے اور تمہارے والد سے اسلام کے بارے میں قتال کیا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ احد اور خندق کے دن قتال کیا تھا، اور اس قتال میں علی رضی اللہ عنہ اور وہ تمام مہاجر شامل تھے، جو ان غزوات میں شریک ہوئے، جن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں، جس کی توضیح حبیب بن ابی ثابت کی روایت کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے، جس میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ مجھے اس دن سے پہلے دنیا کی طمع کا خیال نہیں ہوا تھا (یعنی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ مستحق کہنا چاہتے تھے)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے معاملہ میں رائے یہ تھی کہ اس میں وہ شخص مقدم ہے، جو قوت وطاقت اور رائے، اور معرفت میں افضل ہو، اس شخص کے مقابلہ میں جو اسلام اور دین اور عبادت میں افضل ہو، اسی بنیاد پر انہوں نے اپنے آپ کو زیادہ حق دار کہا۔

اور ان کے مقابلہ میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے برخلاف تھی کہ وہ اسلام اور دین اور عبادت میں غیر افضل سے بیعت نہیں کریں گے، مگر اسی صورت میں جبکہ انہیں ایسے شخص کی بیعت نہ کرنے سے فتنہ کا خوف ہو، اور اسی وجہ سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بعد پہلے معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی، پھر ان کے بیٹے یزید سے بھی بیعت کر لی، اور اپنے بیٹے کو یزید کی بیعت کے توڑنے سے بھی منع کیا، جیسا کہ فتن کے بیان میں آئے گا، اور یزید کے بعد عبد الملک بن مروان سے بھی بیعت کی۔

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میرے کلام کو دوسرے معنیٰ پر محمول نہ کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میری مراد کے علاوہ کوئی اور معنیٰ مراد نہ لیے جائیں، جیسا کہ سعید بن منصور کی ابوایوب کی منقطع روایت میں توضیح آئی ہے۔

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ مجھے جنت کی نعمتوں کا یاد آ گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے صبر کیا، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی (دنیا کی حکومت کو چھوڑ کر آخرت وجنت کی نعمتوں کو اختیار کیا) اس پر حاصل ہونے والی جنتوں کی نعمتیں، یاد کر کے میں نے اپنے آپ کے حکومت کا زیادہ حق دار ہونے کے الفاظ زبان سے اداء نہیں کئے۔

اور حبیب بن مسلمہ نے جو یہ فرمایا کہ تم محفوظ رہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اس بارے میں صواب ودرست رائے کو ترجیح دی، اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ

حبیب بن مسلمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے" انتھٰی۔ [1]

[1] قوله قد كان من أمر الناس ما ترين فلم يجعل لى من الأمر شيء مراده بذلك ما وقع بين على ومعاوية من القتال فى صفين يوم اجتماع الناس على الحكومة بينهم فيما اختلفوا فيه فراسلوا بقايا الصحابة من الحرمين وغيرهما وتواعدوا على الاجتماع لينظروا فى ذلك فشاور بن عمر أخته فى التوجه إليهم أو عدمه فأشارت عليه باللحاق بهم خشية أن ينشأ من غيبته اختلاف يفضى إلى استمرار الفتنة .

قوله فلما تفرق الناس أى بعد أن اختلف الحكمان وهما أبو موسى الأشعرى وكان من قبل على وعمرو بن العاص وكان من قبل معاوية ووقع فى رواية عبد الرزاق عن معمر فى هذا الحديث فلما تفرق الحكمان وهو يفسر المراد ويعين أن القصة كانت بصفين وجوز بعضهم أن يكون المراد الاجتماع الأخير الذى كان بين معاوية والحسن بن على. ورواية عبد الرزاق ترده.

وعلى هذا تقدير الكلام فلم تدعه حتى ذهب إليهم فى المكان الذى فيه الحكمان فحضر معهم فلما تفرقوا خطب معاوية إلخ.

وأبعد من ذلك قول بن الجوزى فى كشف المشكل أشار بذلك إلى جعل عمر الخلافة شورى فى ستة ولم يجعل له من الأمر شيئا فأمرته باللحاق قال وهذا حكاية الحال التى جرت قبل، وأما قوله فلما تفرق الناس خطب معاوية كان هذا فى زمن معاوية لما أراد أن يجعل ابنه يزيد ولى عهده كذا قال ولم يأت له بمستند .

والمعتمد ما صرح به فى رواية عبد الرزاق. ثم وجدت فى رواية حبيب بن أبى ثابت عن بن عمر قال لما كان فى اليوم الذى اجتمع فيه معاوية بدومة الجندل قالت حفصة إنه لا يجمل بك أن تتخلف عن صلح يصلح الله به بين أمة محمد وأنت صهر رسول الله وبن عمر بن الخطاب قال فأقبل معاوية يومئذ على بختى عظيم فقال من يطمع فى هذا الأمر أو يرجوه أو يمد إليه عنقه الحديث أخرجه الطبرانى.

قوله أن يتكلم فى هذا الأمر أى الخلافة قوله فليطلع لنا قرنه بفتح القاف قال بن التين يحتمل أن يريد بدعته كما جاء فى الخبر الآخر كلما نجم قرن أى طلع قرن ويحتمل أن يكون المعنى فليبد لنا صفحة وجهه والقرن من شأنه أن يكون فى الوجه .والمعنى فليظهر لنا نفسه ولا يخفيها قيل أراد عليا وعرض بالحسن والحسين.

وقيل أراد عمر وعرض بابنه عبد الله وفيه بعد لأن معاوية كان يبالغ فى تعظيم عمر ووقع فى رواية حبيب بن أبى ثابت أيضا قال بن عمر ما حدثت نفسى بالدنيا قبل يومئذ أردت أن أقول له يطمع فيه من ضربك وأباك على الإسلام حتى أدخلكما فيه فذكرت الجنة فأعرضت عنه ومن هنا يظهر مناسبة إدخال هذه القصة فى غزوة الخندق لأن أبا سفيان كان قائد الأحزاب يومئذ.

قوله قال حبيب بن مسلمة أى بن مالك الفهرى صحابى صغير ولأبيه صحبة وكان قد سكن الشام وأرسله معاوية فى عسكر لنصر عثمان فقتل عثمان قبل أن يصل فرجع فكان مع معاوية وولاه غزوة الروم فكان يقال له حبيب الروم لكثرة دخوله عليهم ومات فى خلافة معاوية .

قوله فهلا أجبته أى هلا أجبت معاوية عن تلك المقالة فأعلمه بن عمر بالذى منعه عن ذلك قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دیگر روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حکومت کے معاملہ میں اپنے آپ کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں زیادہ حق دار سمجھتے تھے، جس کے ان کے پاس مختلف دلائل تھے، اگرچہ بعض حضرات کو ان کی رائے سے اختلاف بھی تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ حللت حبوتی إلخ ووقع فی روایة عبد الرزاق عند قوله فلنحن أحق به منه ومن أبیه یعرض بابن عمر فعرف بهذه الزیادة مناسبة قول حبیب بن مسلمة لابن عمر هلا أجبته والحبوة بضم المهملة وسکون الموحدة ثوب یلقی علی الظهر ویربط طرفاه علی الساقین بعد ضمهما .

قوله من قاتلک وأباک علی الإسلام یعنی یوم أحد ویوم الخندق ویدخل فی هذه المقاتلة علی وجمیع من شهدها من المهاجرین ومنهم عبد الله بن عمر ومن هنا تظهر مناسبة إدخال هذه القصة فی غزوة الخندق لأن أبا سفیان والد معاویة کان رأس الأحزاب یومئذ ووقع فی روایة حبیب بن أبی ثابت أیضا قال بن عمر فما حدثت نفسی بالدنیا قبل یومئذ أردت أن أقول له یطمع فیه من قاتلک وأباک علی الإسلام حتی أدخلکما فیه فذکرت الجنة فأعرضت عنه .

وکان رأی معاویة فی الخلافة تقدیم الفاضل فی القوة والرأی والمعرفة علی الفاضل فی السبق إلی الإسلام والدین والعبادة فلهذا أطلق أنه أحق .

ورأی بن عمر بخلاف ذلک وأنه لا یبایع المفضول إلا إذا خشی الفتنة ولهذا بایع بعد ذلک معاویة ثم ابنه یزید ونهی بنیه عن نقض بیعته کما سیأتی فی الفتن وبایع بعد ذلک لعبد الملک بن مروان .

قوله ویحمل عنی غیر ذلک أی غیر ما أردت ووقع فی روایة منقطعة عند سعید بن منصور أخرجها عن إسماعیل بن إبراهیم عن أیوب قال نبئت أن بن عمر لما قال معاویة من أحق بهذا الأمر منا ومن ینازعنا فهممت أن أقول الذین قاتلوک وأباک علی الإسلام فخشیت أن یکون فی قولی هراقة الدماء وأن یحمل قولی علی غیر الذی أردت.

قوله فذکرت ما أعد الله فی الجنان أی لمن صبر وآثر الآخرة علی الدنیا.

قوله قال حبیب أی بن مسلمة المذکور حفظت وعصمت بضم أولهما أی أنه صوب رأیه فی ذلک وقد قدمنا أن حبیب بن مسلمة المذکور کان من أصحاب معاویة(فتح الباری،لابنِ حجر، ج۷، ص۴۰۳، وص۴۰۴، کتاب المغازی،قوله باب غزوة الخندق)

[1] قال أبو بکر: فحدثنی أبو بکر بن عیاش، ثنا معروف بن خربوذ المکی، قال: بینا عبد الله بن عباس جالس فی المسجد، ونحن بین یدیه إذ أقبل معاویة فجلس إلیه، فأعرض عنه ابن عباس، فقال له معاویة: " ما لی أراک معرضا؟ ألست تعلم أنی أحق بهذا الأمر من ابن عمک؟ قال: لم؟ لأنه کان مسلما، وکنت کافرا، لا، ولکنی ابن عم عثمان ."قال: فإن عمی خیر من ابن عمک .قال: إن عثمان قتل مظلوما .قال: – وعندهما ابن عمر – فقال ابن عباس: فإن هذا والله أحق بالأمر منک ، فقال معاویة: إن عمر قتله کافر وعثمان قتله مسلم ، فقال ابن عباس: ذاک والله أدحض لحجتکَ(المستدرک للحاکم، ج۳،ص۵۳۰، تحت رقم الحدیث ،کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم،ذکر مناقب عقبة بن عامر أبی عمرو الجهنی رضی الله عنه)

تاہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں سمجھتے تھے۔

ابنِ عساکر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مغیرہ سے روایت کیا ہے کہ:

لما جاء قتل علی إلی معاویة جعل یبکی ویسترجع فقالت له امرأته تبکی علیه وقد کنت تقاتله فقال لها ویحک إنک لا تدرین ما فقد الناس من الفضل والفقه والعلم (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۹، ص ۱۴۲، تحت ترجمة: "معاویة بن صخر ابی سفیان" رقم الترجمة ۷۵۱۰، حرف المیم)

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور "**انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**" پڑھنے لگے، جس پر ان کی بیوی نے کہا کہ تم ان کے فوت ہونے پر رو رہے ہو، حالانکہ تم ان سے قتال کرتے تھے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ تمہارا ناس ہو، تم نہیں جانتی، لوگ (حضرت علی کی وفات کی وجہ سے کتنے) فضل اور فقہ اور علم سے محروم ہو گئے (ابنِ عساکر)

بعض دوسری روایات سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور اپنے مقابل قتال کرنے والے دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق احترام ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو نصر أحمد بن موسی بن عبد الوهاب الطحان وأحمد بن محمد بن عبد الوهاب بن طاوان الواسطیان قالا :حدثنا القاضی أبو الفرج أحمد بن علی بن جعفر بن محمد بن المعلی الخیوطی الواسطی قال :حدثنا أبو الطیب عبد الله بن محمد بن الفرج الواسطی قال :حدثنا محمد بن یونس، حدثنا محمد بن الحسن بن سعد عن أبیه قال :قال لی معاویة :أتحب علیاً؟ قال :فقلت: وکیف لا أحبه وقد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:أنت منی بمنزلة هارون من موسی إلا أنه لا نبی بعدی(مناقب أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب لابن المغازلی،رقم الحدیث ۴۸، ص۷۸، قوله صلی الله علیه وسلم:أنت منی بمنزلة هارون من موسی)

أخبرنا أبو محمد بن الأکفانی أنا أبو الحسن بن صصری قرائة ح وأخبرنا أبو محمد طاهر بن سهل أنا أبو الحسن إجازة نا أبو منصور طاهر بن العباس بن منصور نا عبید الله بن محمد بن أحمد بن جعفر نا إسحاق بن محمد بن إسحاق السوسی نا إبراهیم بن عیسی نا مأمون بن أحمد السلمی نا أحمد بن عبد الله الشیبانی أنا الفرات بن السائب عن میمون بن مهران عن ابن عباس قال کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم وعند أبو بکر وعمر وعثمان ومعاویة إذا أقبل علی بن أبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ زیادہ راجح بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ مستحق قرار نہیں دیا تھا، بلکہ حَکَمین کی طرف سے فیصلہ کے بعد، بعض حضرات کے بقول علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں، اپنے آپ کو، اور بعض حضرات کے بقول ابنِ عمر اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو حکومت کا زیادہ اہل کہا تھا، اور والد کا ذکر مقصوداً نہیں تھا، بلکہ تہدید وتنبیہ کے طور پر تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں اس وقت موجود اختلاف وخون ریزی پر قابو پانے اور مسلمانوں کی حکومت کو مستحکم بنانے کے لئے اپنے آپ کو زیادہ قوی واہل سمجھتے تھے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے تحکیم کے بعد اپنے آپ کے حکومت کے زیادہ اہل ہونے کا مسلمانوں کے اہلِ حل وعقد کے سامنے صرف اظہارِ رائے کیا تھا، اپنے آپ کے حکمران ہو چکنے کا دعویٰ نہیں کیا تھا، اور رائے دینے کا ان کو حق حاصل تھا، جس کے بعد ان کی باقاعدہ امارت وحکومت قائم ہونے کے لئے بیعت ضروری تھی، جو اپنے وقت میں وجود پذیر ہوئی، جس میں عبداللہ بن عمر، حسن وحسین رضی اللہ عنہم سب شریک ہوئے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مصالحت کے نتیجہ میں ہی ان

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

طالب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمعاوية أتحب عليا يا معاوية قال معاوية أى والله الذى لا إله إلا هو إنى لأحبه فى الله حبا شديدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنها ستكون بينكم هنيهة قال معاوية ما يكون بعد ذلك يا رسول الله فقال النبى صلى الله عليه وسلم عفو الله ورضوانه والدخول إلى الجنة قال معاوية رضينا بقضاء الله فعند ذلك نزلت هذه الآية "ولو شاء الله ما اقتتلوا ولكن الله يفعل ما يريد "(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۹، ص ۱۳۹،وص ۱۴۰،تحت ترجمة:" معاوية بن صخر ابى سفيان"رقم الترجمة ۷۵۱۰، حرف الميم)

حدثنى عبد الله بن المبارک، عن سليمان بن المغيرة، عن حميد بن هلال، عن أبى بردة، قال: دخلت على معاوية حيث اصابته قرحته، فقال: هلم يا بن أخى، نحوى فانظر، فنظرت فإذا هى قد سبرت، فقلت: ليس عليک بأس يا أمير المؤمنين، فدخل يزيد فقال معاوية: إن وليت من أمر الناس شيئا فاستوص بهذا، فإن أباه كان لى خليلا أو نحو ذلک من القول غير أنى رأيت فى القتال ما لم يره(تاريخ الامم والملوک،لا بى جعفر الطبرى، ج۵،ص ۳۳۲، سنة ستين،ذكر عهد معاويه ،ذكر بعض ما حضرنا من ذكر أخباره وسيره)

کی عمومی حکومت وامارت واقع ہوئی۔

اور تحکیم کے موقع پر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان لوگوں کو، جو حضرت معاویہ اوران کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے پہلے اسلام لے آئے تھے، بشمول حضرت علی اوراپنے آپ کو زیادہ مستحق سمجھا تھا، لیکن ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے، علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اختلاف اور خون ریزی سے بچنے، اور جنت کی عظیم نعمتوں کے حصول کی خاطر سکوت کو ترجیح دی تھی، اور بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو قبول کرلیا تھا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، سابقین مہاجرین، عبادت گذاروں کو، بعد میں اسلام لانے والوں کے مقابلہ میں حکومت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے، بشرطیکہ فتنہ وفساد لازم نہ آئے، یہی وجہ ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو بیس سال تک قبول کئے رکھا، ان کی حکومت کی تعریف فرمائی، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کو سب سے زیادہ حلیم، اور چاروں خلفائے راشدین، اوراپنے والد سے بھی زیادہ سخی وقائدانہ کردار کا حامل قرار دیا، جیسا کہ روایات میں ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کو علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد کے زمانہ پر، جب ان کے لئے بیعت کی گئی، یا جب انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا، اس زمانہ پر محمول کیا ہے۔

اور بعض حضرات کے بقول یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب حکمؓ (ابوموسیٰ) نے شام کی ولایت وگورنری سے معزول کیا، تو انہوں نے اس علاقہ کی ولایت کا اپنے اوراپنے خاندان کے لئے زیادہ حق دار ہونا مراد لیا ہو، کیونکہ پہلے ابوسفیان رضی اللہ عنہ، اور پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی، اور پھر اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالترتیب شام کی ولایتِ حکومت حاصل رہی، اور ممکن ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اس سے امارتِ عامہ وحکومتِ عامہ کے مراد ہونے کو سمجھے ہوں، چونکہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کلام کیا ہی نہیں تھا، اور نہ ہی ان کا مقصود وہ تھا، جس کو لے کر آج کل طرح طرح کے

اعتراضات کئے جاتے ہیں، اس لئے بات زیادہ منقح ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

اور تمام روایات اور ان کے مختلف الفاظ ومطالب کو سامنے رکھ کر ہمیں یہ بات راجح معلوم ہوئی کہ جنگِ صفین، اور حَکَمین کے فیصلہ کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا تھا، اور اس چیز کا اظہار کیا تھا کہ مجھے میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حکومت کے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں ملا تھا، اور اب بھی کوئی اختیار نہیں ملا، جس پر حضرت حفصہ نے ان کو مصالحانہ کردار اداء کرنے کا حکم فرمایا تھا، اور اس موقع پر بہت سے اصحابِ شوریٰ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تجویز یہ تھی کہ حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی معزولی کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حکومت سپرد کردی جائے، اور اس موقع پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتنہ وفساد پر قابو پانے اور جمعیت کو محفوظ رکھنے کے لئے حکومت کا عبداللہ بن عمر، ودیگر حضرات کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زیادہ اہل سمجھا تھا، جس میں والد سے زیادہ اہل ہونے کا ذکر، تہدید وتنبیہ کے طور پر خاص محاورہ کی بنیاد پر کہا تھا، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں دوسروں، اور اپنے آپ کے زیادہ اہل ہونے کا اظہار کرنے کا تقاضا ہوا تھا، لیکن انہوں نے فتنہ وفساد کو دبانے، اور آخرت کی عظیم نعمتوں کی خاطر سکوت اختیار کیا تھا، اور مصالحانہ کردار اداء کیا تھا۔

بہرحال جب یہ بات مسلمہ اور طے شدہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے کلام کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب نہ دے کر خود جنت کی عظیم نعمتوں کو ترجیح دی تھی، اور کلام کرنے کی صورت میں ان کے مقصود کے خلاف دوسرے معنیٰ مراد لیے جانے، اور فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ تھا، تو آج ان کے کلام نہ کرنے کی صورت میں بھی ان کی ان ہی روایات سے اس طرح کے فتنہ وفساد پر مبنی، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مقصود کے برخلاف معانی کو مراد لینا، اور اپنے آپ کو جنت کی عظیم نعمتوں سے محروم کرنا اور اس سے بڑھ کر حضرت معاویہ، یا کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص وعیب جوئی کرنا، کیونکر درست قرار دیا جاسکتا ہے، جو کہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے کلام نہ کرنے، اور خاموش رہنے کے مقصود، اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو قبول کرنے، ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے، اور ان کی حکومت کی تعریف وتوصیف کرنے جیسے تمام امور کے یکسر خلاف ہے۔

ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایات کو بنیاد بنا کر مذکورہ مفاسد میں مبتلاء ہونے والا اپنی ہی آخرت وعاقبت کا نقصان کرے گا، اور برے خمیازہ کو بھگتے گا، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے طرزِ عمل، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور ان کی حکومت کو قبول کرنے کے فعل پر عنداللہ سرخرو ہوں گے، اور عظیم اجر وثواب کے مستحق قرار پائیں گے، اور ان کی روایات سے غلط مطلب نکالنے والے سے برائت فرمادیں گے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عظیم درجات کے مستحق قرار پائیں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے ان کا ولی سمجھتے تھے، جس کی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی تائید مروی ہے، اور مقتول کے ولی کو یہ استحقاق حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص لے، یا اس کو معاف کرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منصب سنبھالنے کے وقت، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف سے شام کی ولایت وامارت کے عہدہ پر مقرر تھے، اور ابھی تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شام کی ولایت وامارت پر راضی نہیں تھے، اور ان سے اپنے لئے بیعت کا مطالبہ کررہے تھے۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ پہلے حضرت عثمان

---

[1] وذكر ابن سعد أن عثمان لما قتل وبويع على أشار ابن عباس عليه أن يقر معاوية على الشام حتى يأخذ له البيعة ثم يفعل فيه ما شاء، فامتنع .فبلغ ذلک معاوية فقال: والله لا ألي له شيئا أبدا. فلما فرغ على من أهل الجمل أرسل جرير بن عبد الله البجلى إلى معاوية يدعوه إلى الدخول فيما دخل فيه الناس فامتنع، فأرسل أبا مسلم كما تقدم فلم ينتظم الأمر، وسار على فى الجنود إلى جهة معاوية، فالتقيا بصفين فى العشر الأول من المحرم(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٣، ص٨٦، كتاب الفتن،باب بلا ترجمة بعد باب خروج النار)

www.idaraghufran.org

رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے خون کا بدلہ لیں، تب وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، جس میں ان کے ساتھ شام کے لوگ بھی تھے۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں شام کے لوگوں سے مشاورت کی، اور اپنی رائے ظاہر کی کہ مجھے پہلے امیر المومنین عمر بن خطاب، اور پھر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف سے شام کے علاقہ کا حکمران مقرر کیا گیا تھا، اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ولی اور ان کا چچازاد بھائی ہوں، اور ان کے قتل کے بدلہ کا طالب ہوں، جس پر اہلِ شام نے بھی یہی مطالبہ کیا، اور اس کی بابت حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور حضرت عثمان کے قاتلین سے بدلہ لینے کے لئے اپنی جانی ومالی قربانی پیش کرنے کا عہد کیا۔ [2]

---

[1] أخبرنا أبو عبد الله البلخي أنا أحمد بن الحسن بن خيرون أنا الحسن بن أحمد بن إبراهيم أنا أحمد بن إسحاق الطيبي نا أبو إسحاق إبراهيم بن الحسين نا أبو سعيد يحيى ابن سليمان الجعفي نا نصر بن مزاحم نا عمر بن سعد الأسدي عن نمير بن وعلة عن عامر الشعبي أن عليا بعد قدومه الكوفة نزع جرير بن عبد الله البجلي عن همدان فأقبل جرير حتى قدم الكوفة على علي بن أبي طالب فبايعه ثم إن عليا أراد أن يبعث إلى معاوية بالشام رسولا وكتابا فقال له جرير يا أمير المؤمنين ابعثني إليه فإنه لم يزل لي مستنصحا وودا فآتيه فأدعوه على أن يسلم هذا الأمر لك ويجامعك على الحق وأن يكون أميرا من أمرائك وعاملا من عمالك ما عمل بطاعة الله واتبع ما في كتاب الله وأدعو أهل الشام إلى طاعتك وولايتك فإن جلهم قومي وقد رجوت ألا يعصوني فقال له الأشتر لا تبعثه ولا تصدقه فوالله إني لأظن هواه هواهم ونيته نيتهم فقال له دعه حتى ننظر ما يرجع به إلينا فبعثه علي إلى معاوية فقال له حين أراد أن يوجهه إن حولي من قد علمت من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من أهل الدين والرأي وقد اخترتك عليهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم فيك من خير ذي يمن فائت معاوية بكتابي فإن دخل فيما دخل فيه المسلمون وإلا فانبذ إليه على سواء وأعلمه أني لا أرضى به أميرا وإن العامة لا ترضى به خليفة(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۹، ص ۱۲۷،تحت ترجمة:" معاوية بن صخر ابي سفيان"رقم الترجمة ۷۵۱۰، حرف الميم)

[2] (فقال معاوية).....أيها الناس قد علمتم أني خليفة أمير المؤمنين عمر بن الخطاب وأني خليفة أمير المؤمنين عثمان عليكم وأني لم أقم رجلا منكم على خزاية قط وأني ولي عثمان وابن عمه وقد قال الله في كتابه "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا "وقد علمتم أنه قتل مظلوما وأنا أحب أن تعلموني ذات أنفسكم في قتل عثمان فقال أهل الشام بأجمعهم بل نطلب بدمه فأجابوه إلى ذلك وبايعوه ووثقوا له أن يبذلوا في ذلك أنفسهم وأموالهم أو يدركوا بثأره أو يفنى الله أرواحهم قبل ذلك(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۵۹،ص ۱۲۹، وص ۱۳۰،تحت ترجمة:" معاوية بن صخر ابي سفيان"رقم الترجمة ۷۵۱۰، حرف الميم)

ابنِ عساکر نے یعلیٰ بن عبید حنفی کے والد سے روایت کیا ہے کہ:

جاء أبو مسلم الخولانی وأناس معه إلی معاویة فقالوا له أنت تنازع علیا أم أنت مثله فقال معاویة لا والله إنی لأعلم أن علیا أفضل منی وأنه لأحق بالأمر منی ولکن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما وأنا ابن عمه وإنما أطلب بدم عثمان فائتوه فقولوا له فلیدفع إلی قتلة عثمان وأسلم له فأتوا علیا فکلموه بذلک فلم یدفعهم إلیه (تاریخِ دمشق لابنِ عساکر، ج۵۹، ص۱۳۲، تحت ترجمة: "معاویة بن صخر ابی سفیان" رقم الترجمة ۷۵۱۰، حرف المیم)

ترجمہ: ابو مسلم خولانی چند ساتھیوں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نزاع کرتے ہیں، کیا آپ ان کے مثل ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ، مجھ سے افضل ہیں، اور وہ میرے مقابلہ میں حکومت کے زیادہ مستحق ہیں؟ لیکن کیا تم یہ نہیں جانتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا ہے، اور میں ان کا چچازاد بھائی ہوں، اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ طلب کر رہا ہوں، تو تم اس مطالبہ کو پورا کرو، اور حضرت علی سے کہو کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو پکڑ کر ان کے حوالہ کر دیں، پھر ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر اس کے متعلق گفتگو کی، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے قاتلین کو حضرت معاویہ کے حوالہ نہیں کیا (ابنِ عساکر)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے اس روایت کی سند کو عمدہ کہا ہے۔ [1]

---

[1] وقد ذکر یحیی بن سلیمان الجعفی أحد شیوخ البخاری فی کتاب صفین فی تألیفه بسند جید، عن أبی مسلم الخولانی، أنه قال لمعاویة: أنت تنازع علیا فی الخلافة أو أنت مثله؟ قال: لا، وإنی لأعلم أنه أفضل منی وأحق بالأمر، ولکن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوما وأنا ابن عمه ووليه أطلب بدمه؟ فأتوا علیا فقولوا له یدفع لنا قتلة عثمان، فأتوه فکلموه فقال: یدخل فی البیعة ویحاکمهم إلی، فامتنع معاویة فسار علی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

قرآن مجید کی سورہ اسراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (سورة، الاسراء، رقم الآية ۳۳)

ترجمہ: اور مت قتل کرو تم اس جان کو جس کو حرام کر دیا ہے اللہ نے، مگر حق کے ساتھ ہی، اور جس کو قتل کیا گیا مظلوم طریقہ پر، تو یقیناً کر دیا ہم نے اس (مقتول) کے ولی کے لئے تسلط (وغلبہ، قاتل پر) پس نہ زیادتی کرے وہ قتل میں، بے شک اس کی مدد کی جائے گی (سورہ اسراء)

سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں عظیم مفسر ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

وقوله :ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا أى سلطة على القاتل، فإنه بالخيار فيه إن شاء قتله قودا، وإن شاء عفا عنه على الدية، وإن شاء عفا عنه مجانا، كما ثبتت السنة بذلك، وقد أخذ الإمام الحبر ابن عباس من عموم هذه الآية الكريمة ولاية معاوية السلطنة أنه سيملك لأنه كان ولى عثمان، وقد قتل مظلوما رضى الله عنه، وكان معاوية يطالب عليا رضى الله عنه أن يسلمه قتلته حتى يقتص منهم، لأنه أموى، وكان على رضى الله عنه يستمهله فى الأمر حتى يتمكن ويفعل ذلك، ويطلب على من معاوية أن يسلمه الشام فيأبى معاوية ذلك، حتى يسلمه القتلة، وأبى أن يبايع عليا هو وأهل الشام، ثم مع المطاولة تمكن معاوية وصار الأمر إليه، كما قاله ابن عباس واستنبطه من هذه الآية الكريمة، وهذا من الأمر العجب.

وقد روى ذلك الطبرانى فى معجمه حيث قال :حدثنا يحيى بن عبد

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فى الجيوش من العراق حتى نزل بصفين، وسار معاوية حتى نزل هناك، وذلك فى ذى الحجة سنة ست وثلاثين، فتراسلوا فلم يتم لهم أمر، فوقع القتال إلى أن قتل من الفريقين فيما ذكر ابن أبى خيثمة فى تاريخه نحو سبعين ألفا .وقيل: كانوا أكثر من ذلك، ويقال: كان بينهم أكثر من سبعين زحفا(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳، ص۸۶، كتاب الفتن، باب بلا ترجمة بعد باب خروج النار)

www.idaraghufran.org

الباقی، حدثنا أبو عمیر بن النحاس، حدثنا ضمرة بن ربیعة عن ابن شوذب عن مطر الوراق، عن زهدم الجرمی قال :کنا فی سمر ابن عباس فقال :إنی محدثکم بحدیث لیس بسر ولا علانیة، إنه لما کان من أمر هذا الرجل ما کان یعنی عثمان، قلت لعلی :اعتزل فلو کنت فی جحر طلبت حتی تستخرج فعصانی، وایم الله لیتأمرن علیکم معاویة، وذلک أن الله یقول : ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل الآیة، ولیحملنکم قریش علی سنة فارس والروم، ولیقیمن علیکم النصاری والیهود والمجوس، فمن أخذ منکم یومئذ بما یعرف نجا، ومن ترک- وأنتم تارکون -کنتم کقرن من القرون هلک فیمن هلک(تفسیر ابنِ کثیر، ج۵، ص۶۷، وص۶۸، سورة الإسراء)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

”وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا“

”اور جس کو قتل کیا گیا مظلوم طریقہ پر، تو یقیناً کر دیا ہم نے اس (مقتول) کے ولی کے لئے تسلط“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے مقتول کے ولی کو قاتل پر غلبہ عطاء کر دیا ہے، پس اس کو اس قاتل کے معاملہ میں اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے، تو اس کو بدلہ میں قتل کرے، اور اگر وہ چاہے تو اس کے قتل کو دیت لے کر معاف کرے، اور اگر وہ چاہے، تو اس کو کچھ لئے بغیر ویسے ہی معاف کر دے، جیسا کہ حدیث سے یہ حکم ثابت ہے۔

اور امامِ حبر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیتِ کریمہ کے عموم سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے تسلط وغلبہ کو اخذ کیا ہے کہ وہ عنقریب حکومت کے مالک ہو جائیں گے، کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ولی تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلین کو ان

کے حوالہ کریں، تاکہ وہ ان سے بدلہ لے سکیں، کیونکہ حضرت عثمان ''اموی'' (یعنی بنو امیہ سے تعلق رکھتے) تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں مہلت چاہتے تھے، تاکہ وہ اس (قاتل) پر غلبہ وقدرت پاسکیں، اور پھر یہ عمل سر انجام دیں، اور حضرت علی کا حضرت معاویہ سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ شام کے علاقہ کو ان کے حوالہ کریں، جس کا حضرت معاویہ نے انکار کیا، تاوقتیکہ قاتلینِ عثمان کو ان کے حوالہ کیا جائے، اور حضرت معاویہ، اور علاقۂ شام کے لوگوں نے اس کے بغیر علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے منع کیا۔

پھر جب معاملہ طول پکڑ گیا، تو حضرت معاویہ کو قدرت وغلبہ حاصل ہوگیا، اور ان کو حکومت مل گئی، جیسا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمادیا تھا، اور انہوں نے مذکورہ آیت ہی سے استدلال کیا تھا (جو بعد میں سچ ثابت ہوا) اور یہ عجیب معاملہ ہے۔

اور اس کو امام طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ہم سے یحییٰ بن عبدالباقی نے حدیث بیان بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابوعمیر بن نحاس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ضمرہ بن ربیعہ نے حدیث بیان کی، ابنِ شوذب سے، انہوں نے مطر وراق سے، اور انہوں نے زہدم جرمی سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے رات کے وقت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ گفتگو فرمارہے تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک میں تمہیں ایسی بات بیان کرتا ہوں، جو نہ تو خفیہ ہے، اور نہ ہی علانیہ ہے، وہ یہ ہے کہ جب ان صاحب، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ (یعنی ان کی شہادت اور ان کے قاتلین سے قصاص میں اختلاف) پیش آیا، تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اپنے آپ کو معزول کرلیجئے، پھر اگر تم کسی سوراخ میں بھی ہوئے، تو تمہیں ڈھونڈ

کر وہاں سے نکال لیا جائے گا، لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی، اور اللہ کی قسم! تم پر ضرور معاویہ حکمران بن کر رہیں گے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ فرماتا ہے کہ ''اور جس کو قتل کیا گیا مظلوم طریقہ پر، تو یقیناً کر دیا ہم نے اس (مقتول) کے ولی کے لئے تسلط (وغلبہ، قاتل پر) پس نہ زیادتی کرے وہ قتل میں'' (آخر آیت تک)

اور قریش ضرور تمہیں فارس اور روم کے طریقہ پر ابھاریں گے، اور ضرور تم پر نصاریٰ اور یہودی اور مجوسی غلبہ حاصل کر لیں گے، پس اس وقت تم میں سے جو شخص معروف (یعنی اچھے) عمل کو اختیار کر لے گا، تو وہ نجات پالے گا، اور جس نے (اچھے عمل کو) چھوڑ دیا، اور تم چھوڑ کر رہو گے، تو تم زمانوں میں سے کسی زمانہ کی طرح ہو جاؤ گے، جس میں ہلاک ہونے والا ہلاک ہو جائے گا (تفسیر ابنِ کثیر)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو ابنِ کثیر نے ذکر کیا ہے، یہ طبرانی میں موجود ہے۔ [1]

اور علامہ ہیثمی نے طبرانی کی روایت کی سند کے راویوں کے متعلق فرمایا کہ مجھے ان کی معرفت حاصل نہیں۔ [2]

---

[1] حدثنا يحيى بن عبد الباقي الأذني، ثنا أبو عمير بن النحاس، ثنا ضمرة بن ربيعة، عن ابن شوذب، عن مطر الوراق، عن زهدم الجرمي قال: كنا في سمر ابن عباس، فقال: "إني محدثكم بحديث ليس بسر ولا علانية: إنه لما كان من أمر هذا الرجل ما كان – يعني عثمان – قلت لعلي: اعتزل؛ فلو كنت في جحر طلبت حتى تستخرج، فعصاني، وايم الله ليتأمرن عليكم معاوية، وذلك أن الله عز وجل يقول "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف في القتل إنه كان منصورا "ولتحملنكم قريش على سنة فارس والروم، وليتمنن عليكم النصارى واليهود والمجوس، فمن أخذ منكم يومئذ بما يعرف نجا، ومن ترك، وأنتم تاركون، كنتم كقرن من القرون فيمن هلك " (المعجم الكبير، للطبراني، رقم الحديث ۱۰۶۱۳، ج۱۰ ص۲۶۳)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه من لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۰۳۳، باب فيما كان في الجمل وصفين وغيرهما)

لیکن ہم تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس روایت کے تمام راوی معتبر ہیں۔ [1]

اس کے علاوہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت دوسری سندوں کے ساتھ بھی مروی ہے۔

چنانچہ اس کو عبدالرزاق نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

اور اس کو ابنِ ابی عاصم نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ [3]

اور ابنِ شبہ نے بھی تاریخِ مدینہ میں روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] چنانچہ مطر وراق، اور زہدم جرمی تو مسلم کے رجال میں سے ہیں، اور دوسرے راوی بھی غیر معتمد نہیں۔

وحدثنا شيبان بن فروخ، حدثنا الصعق يعنى ابن حزن، حدثنا مطر الوراق، حدثنا زهدم الجرمى، قال :دخلت على أبى موسى وهو يأكل لحم دجاج، وساق الحديث بنحو حديثهم وزاد فيه، قال :إنى والله ما نسيتها(صحيح مسلم، رقم الحديث ١٦٤٩ "٣" كتاب الايمان،باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها، أن يأتى الذى هو خير، ويكفر عن يمينه)

[2] أخبرنا عبد الرزاق، قال أخبرنا معمر، عن أيوب، عن أبى قلابة، عن زهدم، قال: كنا عند ابن عباس يوما فقال: والله لأحدثنكم بحديث ما هو بسر ولا علانية، ما هو بسر فأكتمكموه، ولا علانية فأخطب به، وإنه لما وثب على عثمان فقتل، قلت لابن أبى طالب: اجتنب هذا الأمر فستكفاه، فعصانى وما أراه يظفر، وايم الله ليظهرن عليكم ابن أبى سفيان، لأن الله قال:"ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا"وايم الله لتسيرن فيكم قريش بسيرة فارس والروم قال: قلنا: فما تأمرنا يا ابن عباس إن أدركنا ذلك؟ قال: من أخذ منكم بما يعرف نجا، ومن ترك وأنتم تاركون كان كبعض هذه القرون التى هلكت (مصنف عبد الرزاق،رقم الحديث ٢٠٩٦٩، الجامع ـ معمر بن راشد،باب مقتل عثمان)

[3] حدثنا أبو شرحبيل عيسى بن خالد الحمصى، نا أبو اليمان، نا إسماعيل بن عياش، عن محمد بن إسحاق، عن ابن شوذب، عن أبى التياح، عن زهدم الجرمى، قال: إنى لفى سمار ابن عباس، إذ قال: " وايم الله ليتأمرن عليك معاوية، قضى الله تعالى فى كتابه: "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف فى القتل إنه كان منصورا"(الآحاد والمثانى لابنِ ابى عاصم،رقم الحديث ٥٢٣،ج ١ ص ٣٨١،ومن ذكر معاوية بن أبى سفيان بن حرب بن أمية بن عبد شمس أبو عبد الرحمن رضى الله عنه)

[4] حدثنا موسى بن إسماعيل، قال :حدثنا الصعق بن حزن، قال :سمعت قتادة، يقول :حدثنا زهدم الجرمى، قال :قال ابن عباس رضى الله عنهما :لأحدثنكم حديثا ما هو بسر ولا علانية، أما أنا فلا أسره دونكم وأما أنتم فلا أحب أن تعلنوه، لما قتل عثمان رضى الله عنه قلت لعلى رضى الله عنه :اعتزل هذا الأمر، قال " :ألاقى استقداما فيه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ابنِ عساکر نے بھی اس کو تاریخِ دمشق میں روایت کیا ہے۔ [1]

اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فرمانا یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص کے ولی ہیں، اس لئے پہلے قاتلینِ عثمان کو ان کے حوالہ کیا جانا چاہیے، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطالبہ یہ تھا کہ معاویہ اور ان کے شام کے علاقہ کے ساتھی، ان کی بیعت کریں، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وايم الله ليظهرن عليه معاوية تصديق قول الله"ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا" وايم الله لتحملنكم قريش على فارس والروم، فإن تكونوا قوما تكفرون وإلا تهلكوا وتكونوا كقرن من القرون هلك ".

حدثنا موسى بن إسماعيل، قال :حدثنا حماد بن زيد، عن أبى التياح، عن غالب عن زهدم، قال :قال ابن عباس رضى الله عنهما :لأحدثكم حديثا ما أدرى أحديث سر هو أم حديث علانية، إنى قلت لعلى رضى الله عنه لما قتل عثمان رضى الله عنه :اركب رواحلك فالحق بمكة، فإن الناس سيتبعونك ولا يجدون منك بدا .فعصانى، وايم الله ليظهرن عليه معاوية، لأن الله قضى من قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا، ثم لتملكنكم قريش ولتركبن بكم سنة فارس والروم، فمن أخذ بما يعرف نجا ومن ترك -وأنتم تاركون -كان كقرن من القرون هلك "قال :فقلت لابن عباس رضى الله عنهما....فقال :إنى أحدثكم بحديث ليس بسر ولا علانية إنه لما كان من أمر هذا الرجل، وكان يعنى عثمان رضى الله عنه، قلت لعلى رضى الله عنه :اعتزل، فلو كنت فى جحر لطلبت حتى تستخرج، وايم الله ليؤمرن عليكم معاوية لأن الله يقول"ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف فى القتل إنه كان منصورا"(تاريخ المدينة لابنِ شبة، ج۴، ص۱۲۵۵، أخبار عثمان بن عفان رضى الله عنه،قول حذيفة رضى الله عنه)

[1] أخبرنا أبو محمد بن الأكفانى وابن السمرقندى وأبو تراب حيدرة بن أحمد قالوا أنا عبد العزيز بن أحمد أنا أبو محمد بن أبى نصر نا أبو بكر أحمد بن محمد بن فطيس نا أبو عبد الملك القرشى نا محمد بن عائذ نا مروان بن محمد عن ضمرة حدثنى عبد الله بن شوذب حدثنى زهدم الجرمى قال كنت فى سمر ابن عباس فقال لأحدثكم حديثا ليس بسر ولا علانية إنه لما كان من أمر هذا الرجل ما كان يعنى عثمان قلت لعلى اعتزل هذا الأمر فوالله لو كنت فى جحر لأتاك الناس حتى يبايعوك فعصانى وأيم الله ليتأمرن عليه معاوية ذلك بأن الله يقول "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا فلا يسرف فى القتل إنه كان منصورا "(تاريخِ دمشق لابنِ عساكر، ج۳۹، ص۴۷۷، تحت ترجمة :"عثمان بن عفان بن أبى العاص بن أمية بن عبد شمس" رقم الترجمة ۴۶۱۹، حرف العين)

www.idaraghufran.org

اللہ عنہ کے ولی ہونے، اوران کی حکومت وغلبہ کی پہلے ہی پیش گوئی کردی تھی۔ [1]

بہرحال مذکورہ اختلاف کے نتیجہ میں حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے درمیان 37 ہجری کوصفر کے مہینے میں ''صفین'' کے مقام پر جنگ واقع ہوئی، اس مقام کی وجہ سے اس کو''جنگِ صفین'' کہا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] قال الله تعالى: "ولا تقتلوا النفس التى حرم الله إلا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا" هذه الآية نظر فيها ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فاستنبط منها أن معاوية سيحكم؛ لأنه رضى الله عنه وأرضاه لما قتل عثمان اتفق المسلمون على أن عثمان قتل ظلما، فجاء معاوية رضى الله عنه وأرضاه، وكان واليا على الشام يطالب عليا بقتلة عثمان وعلى يقول: القضية الآن ليست قضية قتلة عثمان، القضية أن تقر لى بالخلافة، وبعد ذلك نتكلم عن قتلة عثمان، ومعاوية يقول: لا أقر لك بالخلافة ولا أدخل فى الطاعة حتى تسلمنى قتلة عثمان؛ لأن معاوية يجتمع مع عثمان فى جده أمية، فجاء ابن عباس ترجمان القرآن لـ على، وقال له: اخرج من هذه الأمر، يعنى: لا توافق على الخلاف واذهب إلى مالك فى ينبع، فإنك لو دخلت فى جحر ضب لطلبتك العرب؛ فإن العرب ستدور دورتها ثم ترجع إليك وتسلمك الخلافة لكن بقدر الله عصى على ابن عباس ولم يأخذ برأيه، ليمضى قدر الله، فلما رفض على قال ابن عباس: إذا أقسم بالله ليملكن معاوية، قال الله جل وعلا: ((ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا)) ومعاوية ولى لـ عثمان(تأملات قرآنية،لصالح بن عوّاد بن صالح المغامسى "دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية" رقم الدرس ١٩، ص٧،تأملات فى سورة الإسراء ،وقفة مع قول الله تعالى:ولا تقتلوا النفس التى حرم الله إلا بالحق)

[2] وكان سبب تقاتل الطائفتين ما أخرجه يعقوب بن سفيان بسند جيد عن الزهرى قال :لما بلغ معاوية غلبة على على أهل الجمل دعا إلى الطلب بدم عثمان -رضى الله عنه -فأجابه أهل الشأم فسار إليه على -رضى الله عنه -فالتقيا بصفين .وذكر يحيى بن سليمان الجعفى أحد شيوخ البخارى فى كتاب صفين من تأليفه بسند جيد عن أبى مسلم الخولانى أنه قال لمعاوية :أأنت تنازع عليا فى الخلافة أو أنت مثله؟ قال :لا وإنى لأعلم أنه أفضل منى وأحق بالأمر، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان -رضى الله عنه -قتل مظلوما وأنا ابن عمه ووليه أطلب بدمه فأتوا عليا فقولوا له يدفع لنا قتلة عثمان فأتوه فكلموه فقال :يدخل فى البيعة ويحاكمهم إلى فامتنع معاوية -رضى الله عنه -فسار على والجيوش من العراق حتى نزلوا صفين، وصار معاوية حتى نزل هناك، وذلك فى ذى الحجة سنة ست وثلاثين فتراسلوا فلم يتم لهم أمر، فوقع القتال إلى أن قتل من الفريقين من قتل، وعند ابن سعد أنهم اقتتلوا فى غرة صفر فلما كاد أهل الشأم أن يغلبوا رفعوا المصاحف بمشورة عمرو بن العاص ودعوا إلى ما فيها فآل الأمر إلى الحكمين فجرى ما جرى من اختلافهما واستبداد معاوية بملك الشام واشتغال على بالخوارج(إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج١٠، ص٢٠٥، كتاب الفتن،باب بلا ترجمة بعد باب خروج النار)

اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت، حق کے زیادہ قریب تھی۔ [1]

جنگِ صفین کے ایک سال بعد تحکیم، یعنی حکم بنانے کا فیصلہ ہوا، اور اڑتیس، یا انتالیس ہجری میں اہلِ شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اسی دوران ماہِ رمضان 40 ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔ [2]

---

[1] فقتل عثمان، رضی الله عنه، وتفرق الجمع من هذه البلبلة العظمى وبويع لأحق خلق الله بالإمامة بعده، وهو على ابن أبى طالب، رضى الله عنه، فطلب من معاوية عقد البيعة فقال له: أبرز عن نفسک قتلة عثمان فنحن أولياؤه وحينئذ نبايعک، وقال على: بايع واحضر واطلب حقک تبلغ إليه .ووقف الصحابة على هذا الخلاف، على يطلب عقد البيعة وجمع الكلمة ويقع التناصف بعد ذلک فى الحقوق، ومعاوية فى أولياء عثمان يطلبون التبرى من قتلة عثمان وحينئذ يعقدون البيعة .وصار من الصحابة فى كل طريق فريق وتبارزوا وتقاتلوا ونشأت الحرب واستوفى الله تعالى وعده وأنجز أمره، ولم يكن أحد من الطائفتن فى باطل وإنما كان على مرتبة من الحق، وجانب على عندنا أقوى فيه، ولذلک قال صلى الله عليه وسلم، وذكر الخوارج (يخرجون على حين فرقة من الناس يقتلهم أدنى الطائفتن إلى الحق)فبين عليه السلام أن كل أحد منهم كان يجتذب طرف الحق وعلى كان أدنى إليه(القبس فى شرح موطأ مالک بن أنس،ص ۵۹۳،كتاب الجهاد)

[2] وقال عمر إذ دخل الشام، ورأى معاوية :هذا كسرى العرب، وكان قد تلقاه معاوية فى موكب عظيم، فلما دنا منه قال له :أنت صاحب الموكب العظيم؟ قال :نعم يا أمير المؤمنين قال: مع ما يبلغنى من وقوف ذوى الحاجات ببابک !قال :مع ما يبلغک من ذلک .قال :ولم تفعل هذا؟ قال:نحن بأرض جواسيس العدو بها كثيرة .فيجب أن نظهر من عز السلطان ما نرهبهم به، فإن أمرتنى فعلت، وإن نهيتنى انتهيت .فقال عمر لمعاوية:

ما أسألک عن شىء إلا تركتنى فى مثل رواجب الضرس، إن كان ما قلت حقا إنه لرأى أريب، وإن كان باطلا إنه لخدعة أديب .قال :فمرنى يا أمير المؤمنين.

قال :لا آمرک ولا أنهاک .فقال عمرو :يا أمير المؤمنين، ما أحسن ما صدرالفتى عما أوردته فيه ! قال :لحسن مصادره وموارده جشمناه ما جشمناه.

وذم معاوية عند عمر يوما، فقال :دعونا من ذم فتى قريش من يضحک فى الغضب، ولا ينال ما عنده إلا على الرضا، ولا يؤخذ ما فوق رأسه إلا من تحت قدميه .روى جبلة بن سحيم، عن ابن عمر، قال :ما رأيت أحدا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم أسود من معاوية .فقيل له :فأبو بكر، وعمر، وعثمان، وعلى !فقال :كانوا والله خيرا من معاوية، وكان معاوية أسود منهم .وقيل لنافع: ما بال ابن عمر بايع معاوية .ولم يبايع عليا؟ فقال :كان ابن عمر يعطى يدا فى فرقة، ولا يمنعها من جماعة، ولم يبايع معاوية حتى اجتمعوا عليه..

قال أبو عمر:كان معاوية أميرا بالشام نحو عشرين سنة، وخليفة مثل ذلک، كان من خلافة عمر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کوفہ کی جامع مسجد میں، سترہ رمضان بروز جمعۃ المبارک سَن چالیس ہجری میں نماز فجر کے وقت افتراء پرداز ''عبد الرحمٰن ابن ملجم'' نے قاتلانہ حملہ کیا، جس کا تعلق خوارج سے تھا، اس کے حملہ سے آپ رضی اللہ عنہ انیس رمضان المبارک کو شہید ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جنازہ، ان کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں ہی دفن کیا گیا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کو خفیہ رکھا گیا، کیونکہ خارجیوں کی طرف سے آپ کی قبر و نعش کی بے حرمتی کرنے کا ڈر تھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أميرا نحو أربعة أعوام، وخلافة عثمان كلها -اثنتي عشرة سنة، وبايع له أهل الشام خاصة بالخلافة سنة ثمان أو تسع وثلاثين، واجتمع الناس عليه حين بايع له الحسن بن علي وجماعة ممن معه، وذلك في ربيع أو جمادى سنة إحدى وأربعين، فيسمى عام الجماعة(الاستيعاب في معرفة الأصحاب،لابن عبد البر القرطبي،ج۳،ص۱۴۱۷و۱۴۱۸، باب معاوية ،تحت ترجمة "معاويه بن ابی سفيان" رقم الترجمة ۲۴۳۵)

[1] والمقصود أن عليا رضي الله عنه لما مات صلى عليه ابنه الحسن فكبر عليه تسع تكبيرات ودفن بدار الإمارة بالكوفة خوفا عليه من الخوارج أن ينبشوا عن جثته، هذا هو المشهور ومن قال إنه حمل على راحلته فذهبت به فلا يدرى أين ذهب فقد أخطأ وتكلف مالا علم له به ولا يسيغه عقل ولا شرع، وما يعتقده كثير من جهلة الروافض من أن قبره بمشهد النجف فلا دليل على ذلك ولا أصل له، ويقال إنما ذاك قبر المغيرة بن شعبة، حكاه الخطيب البغدادي عن أبي نعيم الحافظ عن أبي بكر الطلحي، عن محمد بن عبد الله الحضرمي الحافظ، عن مطر أنه قال :لو علمت الشيعة قبر هذا الذي يعظمونه بالنجف لرجموه بالحجارة، هذا قبر المغيرة بن شعبة.

قال الواقدي :حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة عن إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة قال : سألت أبا جعفر محمد بن علي الباقر كم كان سن علي يوم قتل؟ قال :ثلاثا وستين سنة.

قلت :أين دفن؟ قال :دفن بالكوفة ليلا وقد غبي عن دفنه، وفي رواية عن جعفر الصادق أنه كان عمره ثمان وخمسين سنة، وقد قيل إن عليا دفن قبلي المسجد الجامع من الكوفة.

قاله الواقدي، والمشهور بدار الإمارة.

وقد حكى الخطيب البغدادي عن أبي نعيم الفضل بن دكين، أن الحسن والحسين حولاه فنقلاه إلى المدينة فدفناه بالبقيع عند قبر فاطمة، وقيل إنهم لما حملوه على البعير ضل منهم فأخذته طء يظنونه مالا فلما رأوا أن الذي في الصندوق ميت ولم يعرفوه دفنوا الصندوق بما فيه فلا يعلم أحد أين قبره، حكاه الخطيب أيضا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی، اور سب مسلمانوں کا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر اتفاق ہوا، اور اختلافات کا خاتمہ ہوا۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اپنے دورِ حکومت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص نہ لینے کی وجہ پیچھے ذکر کی جا چکی ہے، نیز یہ بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ولی سمجھتے تھے، اور اصولی اعتبار سے مقتول کے ولی کو حسبِ منشاء، قصاص لینے، یا معاف کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ،

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى الحافظ ابن عساكر عن الحسن قال :دفنت عليا فى حجرة من دور آل جعدة.

وعن عبد الملك بن عمير قال :لما حفر خالد بن عبد الله أساس دار ابنه يزيد استخرجوا شيخا مدفونا أبيض الرأس واللحية كأنما دفن بالأمس فهم بإحراقه ثم صرفه الله عن ذلك فاستدعى بقباطى فلفه فيها وطيبه وتركه مكانه.

قالوا وذلك المكان بحذاء باب الوراقين مما يلى قبلة المسجد فى بيت إسكاف وما يكاد يقر فى ذلك الموضع أحد إلا انتقل منه.

وعن جعفر بن محمد الصادق :قال :صلى على على ليلا ودفن بالكوفة وعمى موضع قبره ولكنه عند قصر الإمارة.

وقال ابن الكلبى :شهد دفنه فى الليل الحسن والحسين وابن الحنفية وعبد الله بن جعفر وغيرهم من أهل بيتهم فدفنوه فى ظاهر الكوفة وعموا قبره خيفة عليه من الخوارج وغيرهم، وحاصل الأمر أن عليا قتل يوم الجمعة سحرا وذلك لسبع عشرة خلت من رمضان من سنة أربعين وقيل إنه قتل فى ربيع الأول والأول هو الأصح الأشهر والله أعلم.

ودفن بالكوفة عن ثلاث وستين سنة وصححه الواقدى وابن جرير وغير واحد، وقيل عن خمس وستين وقيل عن ثمان وستين سنة رضى الله عنه.

وكانت خلافته أربع سنين وتسعة أشهر(البداية والنهاية، ج٧،ص ٣٦٥، وص ٣٦٦،سنة أربعين من الهجرة،ذكر مقتل أمير المؤمنين على بن أبى طالب وما ورد من الأحاديث النبوية من الأخبار بمقتله وكيفيته،صفة مقتله رضى الله عنه)

[1] قال أبو عمر :روى عنه من الصحابة طائفة وجماعة من التابعين بالحجاز والشام والعراق .قال الأوزاعى :أدركت خلافة معاوية جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينتزعوا يدا من طاعة ولا فارقوا جماعة(الاستيعاب فى معرفة الأصحاب،لابن عبد البر القرطبى، ج٣، ص ١٤٢٠، باب معاوية ،تحت ترجمة "معاويه بن ابى سفيان" رقم الترجمة ٢٤٣٥)

برحق خلیفۂ راشد تھے، جس کی وجہ سے ان کی مخالفت بظاہر بغاوت کے زمرہ میں آتی تھی، جو دلیل اور تاویل کی بنیاد پر تھی، اور حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کے مابین جو قتال ہوا، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ قریب تھی، اور دونوں جماعتوں کے پاس اس قتال، اور ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کے لئے شرعی تاویل ودلیل موجود تھی، جس کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ تھے، اور بہت سی چیزوں میں حدود سے تجاوز کرنے میں براہِ راست حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کا عمل ودخل نہیں تھا، بلکہ ان کی جماعتوں اور لشکروں میں شامل دوسرے افراد کا دخل وعمل زیادہ تھا، جس پر حضرت علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کو متہم کرنا، اور ان کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنا درست نہیں، یہ کارروائی خارجی، بعض ناصبی ورافضی، یا دوسرے متشددین ومتعصبین کی طرف سے کی گئی، اور اس کو شہرت دے کر، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ جہنمی، اور ملعون وغیرہ جیسے الزامات سے متہم کرنے کی کوشش کی گئی، جس سے جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا دامن پاک ہے، جیسا کہ جنگِ صفین کے موقع پر بھی باہم اختلاف وقتال کرنے والے صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم وعنہن پر بھی اس طرح کے الزامات واتہامات کی گنجائش نہیں۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگِ جمل میں اپنے مقابل مقتولین کے متعلق جنتی ہونے کی تصریح مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن أبی حبیبة، مولی طلحة، قال: دخلت علی علی مع عمر بن طلحة بعدما فرغ من أصحاب الجمل، قال: فرحب به وأدناه، قال: " إنی لأرجو أن یجعلنی الله وأباک من الذین، قال الله عز وجل: "ونزعنا ما فی صدورهم من غل إخوانا علی سرر متقابلین" (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ٥٦١٣، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

حدثنا وکیع، عن أبان بن عبد الله البجلی، عن نعیم بن أبی هند عن ربعی بن حراش، قال: قال علی: إنی لأرجو أن أکون أنا وطلحة والزبیر ممن، قال الله: "ونزعنا ما فی صدورهم من غل" (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ٣٨٩٧٦، کتاب الجمل، باب فی فی مسیر عائشة وعلی وطلحة والزبیر رضی الله عنهم)

(3).....حضرت معاویہ کی حکومت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: کہا جاتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ملوکیت وبادشاہت کی بنیاد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رکھی، اور انہوں نے خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو چھوڑ دیا، اور عیش وعشرت اور ٹھاٹھ باٹھ کو شروع کردیا، جس کے بعد بنوامیہ کے جتنے بھی حکمران آئے، وہ ظالم وجابر تھے، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:.....اہلُ السنۃ کے نزدیک ''خلافتِ راشدہ'' وہ ہے، جس کا تمام ملکی اور ملّی نظام ''منہاجِ نبوت'' پر ہو، اور ''خلیفۂ راشد'' وہ ہے جو علم اور عملِ صالح اور پرہیزگاری وتقویٰ میں نبی کا نمونہ ہو، ظاہر میں حکمران اور باطن میں اعلیٰ درجہ کا ولی ہو، اور اس کی ولایت نبی کی نبوت کا عکس ہو۔

اھلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اصطلاحی معنٰی میں ''خلفاءِ راشدین'' چار ہیں (یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس معنٰی کے اعتبار سے اصطلاحی معنٰی میں ''خلفاءِ راشدین'' میں شامل نہیں ہیں۔

خلافتِ راشدہ سے ہٹ کر جو حکومت ہو، اس کو خلافت بھی کہہ سکتے ہیں، اور امامت بھی کہہ سکتے ہیں۔

اور جب شوریٰ کے مقابلہ میں امیر وحکمران کا اثر ورسوخ غالب ہو، تو اس کو ''ملوکیت وباشاہت'' کہتے ہیں، جس کا ظالمانہ، یا غیر منصفانہ ہونا، ضروری نہیں، بلکہ وہ عدل وانصاف پر بھی مبنی ہوسکتی ہے۔

پھر اگر اس حکومت میں عدل وانصاف اور امانت ودیانت غالب ہو، تو یہ ''حکومتِ عادلہ'' کہلاتی ہے، اور اس کو ''خلافتِ عادلہ'' بھی کہہ سکتے ہیں، اور ''امامتِ عادلہ'' بھی کہہ سکتے

ہیں، اور ''ملوکیتِ عادلہ'' بھی کہہ سکتے ہیں، اور اگر اس حکومت میں ظلم وجور اور ناانصافی غالب ہو، تو اس کو ''حکومتِ جائرہ'' اور ''خلافتِ جائرہ'' کہہ سکتے ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ''خلافتِ راشدہ'' تو نہیں تھی، البتہ ''حکومتِ عادلہ'' تھی، اس کو بعض حضرات نے ''خلافتِ عادلہ'' کا نام دیا، اور بعض حضرات نے ''امامتِ عادلہ'' کا نام دیا، اور بعض نے ''ملوکیتِ عادلہ'' کا نام دیا ہے۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اور خلفائے راشدین کی حکومتوں میں تقویٰ اور فسق کا فرق نہ تھا، اور یہ فرق فسق ومعصیت اور ظلم وجور کی حد تک نہیں پہنچا تھا، یعنی یہ فرق ایسا نہیں تھا کہ ایک طرف تقویٰ ہو اور دوسری طرف فسق وفجور ہو، یا ایک طرف عدل وانصاف ہو، اور دوسری طرف ظلم وجور ہو، بلکہ یہ فرق ''عزیمت ورخصت'' کا ''تقویٰ ومباحات'' کا ''احتیاط وتوسع'' کا اور ''اصابتِ رائے وقصورِ اجتہاد'' کا تھا۔

بعض لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلفائے راشدین کی شورائی خلافت کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ''ملوکیت'' کا نام دے دیا، اور بعض لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ یہ فرق فسق وفجور کی حد تک نہیں پہنچا تھا، اسے ''خلافت'' ہی قرار دیا، مگر اصطلاحی معنٰی میں خلافتِ راشدہ کو مراد نہیں لیا۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بنوامیہ کے سلسلہ کے کئی حکمران آتے رہے، جن میں نیک وصالح اور گناہ گار وعاصی بھی تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پایہ کا کوئی طاقت ور منصِف حکمران ''بنوامیہ'' میں نہیں آیا۔

اس لئے بنوامیہ کے جس حکمران کا جیسا کردار تھا، وہ اسی درجہ کا حکمران تھا، کسی ایک کی وجہ سے سب پر یکساں حکم لگانا، یا ایک کی برائی واچھائی کو دوسرے کے سر ڈالنا درست نہیں۔

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمالی جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اِسْتَرْعَاهُمْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۴۵۵، كتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بنی إسرائيل)

ترجمہ: بنی اسرائیل میں انبیاء (اپنی امت کی) نگرانی وانتظامات کیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا وصال ہوجاتا، تو دوسرا اس کا جانشین ہوجاتا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفاء (وحکمران) ہوں گے، جو کہ کثرت سے ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے ہر ایک (خلیفہ وحکمران) کی بیعت پوری کرنا اور انہیں ان کا حق (جو تم پر ہے) دیتے رہنا (یعنی ان کی شرعی اور جائز معاملات میں اطاعت وپیروی کرنا) اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جن (رعایا) پر حکمران بنایا ہے، اللہ ہی ان کے (معاملات کے) بارے میں ان حکمرانوں سے باز پرس کرے گا (اگر انہوں نے رعایا پر ظلم کیا ہوگا، تو اللہ ان سے مؤاخذہ فرمائے گا، تم سے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا) (بخاری)

اس حدیث میں کثرت سے جن خلفاء کے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے سب حکمران مراد ہیں، خاص خلفائے راشدین مراد نہیں۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۶۴۶، كتاب السنة، باب فی الخلفاء) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبوت کی خلافت تیس سال ہوگی، پھر اللہ حکومت، یا اپنی حکومت جس کو چاہے گا، عطاء فرمادے گا (ابوداؤد)

اس حدیث میں نبوت کی خلافت کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے عام حکومت کے بجائے، خلافتِ راشدہ کا وہ مخصوص مفہوم مراد ہے، جس کو اہلُ السنۃ نے ترجیح دی ہے۔

اور مسند احمد میں حضرت سعید بن جہمان سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ سَفِیْنَةُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَلْخِلَافَةُ فِیْ أُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْکًا بَعْدَ ذٰلِکَ. ثُمَّ قَالَ لِیْ سَفِیْنَةُ: أَمْسِکْ خِلَافَةَ أَبِیْ بَکْرٍ، وَخِلَافَةَ عُمَرَ، وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ، وَأَمْسِکْ خِلَافَةَ عَلِیٍّ، قَالَ: فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِیْنَ سَنَةً، ثُمَّ نَظَرْتُ بَعْدَ ذٰلِکَ فِی الْخُلَفَاءِ، فَلَمْ أَجِدْهُ یَتَّفِقُ لَهُمْ ثَلَاثُوْنَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۹۲۸) [1]

ترجمہ: مجھ سے سفینہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی، پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ پھر مجھے سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر کی خلافت، اور عمر کی خلافت اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کے عرصہ کو محفوظ رکھو، اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عرصے کو بھی محفوظ رکھو، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اس کو تیس سال پر مشتمل پایا، پھر میں نے اس کے بعد خلفاء پر نظر کی، تو میں نے ان کے لئے تیس سال پورا ہوتا ہوا نہیں پایا (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کے زمانہ سے، تیس سال کچھ کم بنتے ہیں، الّا یہ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو بھی شامل کیا جائے۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشیة مسند احمد)

اور صحیح ابنِ حبان میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا، قَالَ: أَمْسِكْ خِلَافَةَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَنَتَيْنِ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَشْرًا، وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سِتًّا (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٩٤٣، كتاب إخباره صلى الله عليه وسلم عن مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين، مناقب الصحابة رضى الله عنهم أجمعين) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔

سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال شمار کرو، اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دس سال شمار کرو، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بارہ سال شمار کرو، اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو (حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو شامل کرکے) چھ سال شمار کرو (ابنِ حبان)

اور صحیح ابنِ حبان ہی میں حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْخِلَافَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، وَسَائِرُهُمْ مُلُوْكٌ، وَالْخُلَفَاءُ وَالْمُلُوْكُ اِثْنَا عَشَرَ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٦٥٧، تابع كتاب التاريخ، باب إخباره صلى الله عليه وسلم عما يكون فى أمته من الفتن والحوادث) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت تیس سال ہوگی، اور پھر سارے بادشاہ ہوں گے، اور خلفاء اور بادشاہ بارہ ہوں گے (ابنِ حبان)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

اور ابوداود طیالسی نے سعید بن جہمان سے، اور انہوں نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلْخِلَافَةُ فِيْ أُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكٌ، ثُمَّ قَالَ سَفِيْنَةُ: أَمْسِكْ، خِلَافَةُ أَبِيْ بَكْرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ، وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ، ثُمَّ خِلَافَةُ عَلِيٍّ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِيْنَ، قُلْتُ: فَمُعَاوِيَةُ؟ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوْكِ (مسند أبی داود الطیالسی، رقم الحدیث ۱۲۰۳، وسفینة مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم)

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی، پھر سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ابو بکر وعمر کی خلافت کو بارہ سال اور چھ مہینے شمار کرو، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بارہ سال اور چھ ماہ شمار کرو، پھر علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تیس سال کی تکمیل سمجھو۔

سعید بن جہمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا کیا بنے گا، تو حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو پہلے بادشاہ ہیں (ابوداود طیالسی)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خود بھی اپنے متعلق پہلا بادشاہ ہونا مروی ہے۔

چنانچہ ابنِ ابی شیبہ نے ابنِ ابی غنیۃ سے اور انہوں نے مدینہ کے ایک شیخ سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ مُعَاوِيَةُ: أَنَا أَوَّلُ الْمُلُوْكِ (مصنف ابنِ ابی شیبه، رقم الحدیث ۳۱۳۵۷، کِتاب الأمراء، ما ذکِر مِن حدِیثِ الأمراءِ والدّخولِ علیهِم)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ ہوں (ابنِ ابی شیبہ)

www.idaraghufran.org

اس روایت کی سند میں مدینہ کے شیخ کے راوی کا نام مذکور نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں جو یہ فرمایا کہ تیس سال کے بعد بادشاہت ہوگی، تو اس امت میں پہلی بادشاہت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہے، جس کی مذکورہ احادیث وروایات میں برائی بیان نہیں کی گئی، البتہ خلافتِ راشدہ سے کم درجہ کی ہونا واضح طور پر معلوم ہوگیا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَیْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَۃً بَلِیْغَۃً، ذَرَفَتْ لَھَا الْأَعْیُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْھَا الْقُلُوْبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوْا :یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَأَنَّ ھٰذِہٖ مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا .قَالَ أُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَإِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا،فَإِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ یَرٰی بَعْدِیْ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا، فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ(مسند احمد،رقم الحدیث ۱۷۱۴۴) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر انتہائی مؤثر وعظ فرمایا، جس سے آنکھیں نمدار ہوگئیں، اور دل ڈر گئے، ہم نے، یا صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! گویا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کا وعظ ہے، لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور (امیر کی بات) سننے، اور فرمانبرداری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، پس بلاشبہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا، تو وہ میرے بعد بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، جو ہدایت یافتہ ہیں (مسند احمد)

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح(حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس حدیث میں خلفائے راشدین کا مصداق چاروں خلفاء ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَّلُ هٰذَا الْأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا وَّرَحْمَةً، ثُمَّ يَكُوْنُ إِمَارَةً وَّرَحْمَةً، ثُمَّ يَتَكَادَمُوْنَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ، وَإِنَّ أَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ (المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱۱ ص ۸۸، رقم الحديث ۱۱۱۳۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس (اللہ کے) حکم کی ابتداء نبوت ورحمت سے ہوئی، پھر اس کے بعد خلافت ورحمت ہوگی، پھر اس کے بعد بادشاہت ورحمت ہوگی، پھر اس کے بعد امارت ورحمت ہوگی، پھر اس کے بعد حکومت کے معاملہ میں لوگ ایک دوسرے کے خلاف گدھوں کی طرح چڑھ دوڑیں گے، تو ایسی صورت میں تم جہاد کو لازم پکڑ لینا، اور تمہارا افضل جہاد سرحدوں کی حفاظت ہوگا، اور تمہاری افضل سرحد عسقلان ہوگی (طبرانی)

اس حدیث میں خلافت ورحمت کے بعد، بادشاہت ورحمت، اور امارت ورحمت کا ذکر ہے، اور اس رحمت کے مصداق میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت بھی داخل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل، اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ بَدَأَ رَحْمَةً وَنُبُوَّةً، ثُمَّ يَكُوْنُ رَحْمَةً وَّخِلَافَةً، ثُمَّ كَائِنًا مُلْكًا عَضُوْضًا، ثُمَّ كَائِنًا عُتُوًّا وَجَبَرِيَّةً، وَفَسَادًا فِي الْأَرْضِ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْرَ، وَالْفُرُوْجَ، وَالْخُمُوْرَ يُرْزَقُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَيُنْصَرُوْنَ حَتّٰى يَلْقَوُا

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، رقم الحديث ۸۹۶۴، باب كيف بدأت الإمامة وما تصير إليه والخلافة والملك)

اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱ ص ۱۵۶، رقم الحدیث ۳۶۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے اس دین کی ابتداء، رحمت ونبوت سے فرمائی، پھر (دَورِ نبوت کے بعد) خلافت ورحمت کا دَور ہوگا، اس کے بعد کاٹنے (اور قتل کرنے) والی بادشاہت ہوگی، اس کے بعد خالص آمریت، جبر واستبداد اور زمین میں فساد کا دور آئے گا، یہ لوگ ریشم، اور عورتوں کی شرم گاہوں، اور شراب کو حلال کرلیں گے اور اس کے باوجود انہیں رزق بھی ملتا رہے گا، اور ان کی مدد بھی ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوں گے (پھر حساب وکتاب ہوگا) (طبرانی)

ممکن ہے کہ کاٹنے والی بادشاہت سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد کی بادشاہت ہو، اور اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو مراد لیا جائے، تو کاٹنے سے اس قتال کو مراد لیا جاسکتا ہے، جو حضرت معاویہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان صفین کے موقع پر پیش آیا، جس کی تاویل پہلے گذر چکی ہے، اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں، جو خلافت ورحمت والی حکومت کے فوری بعد، ظلم وجبر والی حکومت مراد ہونے پر دلالت کرتا ہو۔

اور آمریت وجبریت اور فساد وگناہ والی حکومت کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ہرگز نہیں ہوسکتی، بلکہ ان کے بعد کی بعض حکومتیں مراد ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا إِذَا شَاءَ، أَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ، فَتَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ تَکُوْنَ، ثُمَّ یَرْفَعُھَا إِذَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ یَّرْفَعَھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا، فَیَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ أَنْ یَّکُوْنَ، ثُمَّ

[1] قال سعد بن ناصر بن عبد العزیز الشّثری: ھذا حدیث حسن (حاشیہ المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ، ج ۹، ص ۵۷۴، رقم الحدیث ۲۰۹۲ "۱" کتاب الخلافۃ والإمارۃ)

www.idaraghufran.org

يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ سَكَتَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٤٠٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں نبوت اس وقت تک رہے گی، جب تک اللہ اس کو رکھنا چاہے گا، پھر اس کو جب چاہے گا (نبی کے وصال کی شکل میں) اٹھالے گا، پھر نبوت کی منہاج پر خلافت ہوگی، وہ اس وقت تک رہے گی، جب تک اللہ اس کو قائم رکھنا چاہے گا، پھر اس کو اللہ جب چاہے گا، اٹھالے گا، پھر اس کے بعد کاٹنے (وقتل کرنے) والی بادشاہت ہوگی (لیکن اس میں جبریت نہ ہوگی) جو اس وقت تک رہے گی، جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ جب چاہے گا، اس کو اٹھالے گا، پھر اس کے بعد جبریت والی بادشاہت ہوگی، جو اس وقت تک رہے گی، جب تک اللہ چاہے گا، پھر اللہ جب چاہے گا، اس کو اٹھالے گا، پھر خلافت علیٰ منہاج النبوت ہوگی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے (مسند احمد)

اس حدیث میں جو آخر میں خلافت کے نبوت کی منہاج پر ہونے کا ذکر کیا گیا، اس سے قبل از قیامت عیسیٰ علیہ السلام، اور حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی خلافت وحکومت، مراد ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث وروایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے خلافتِ راشدہ سے کم درجہ کی اور بادشاہت پر مشتمل ہونا معلوم ہوتا ہے، اور بعض روایات سے رحمت والی بادشاہت کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] (على منهاج نبوة") أى: من كمال عدالة، والمراد بها: زمن عيسى -عليه الصلاة والسلام- والمهدى رحمه الله (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٨، ص ٧٥ ٣٣، كتاب الرقاق، باب التحذير من الفتن)

عبدالرحمٰن بن عبدربِ کعبہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ بَايَعَ إِمَامًا، فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ، وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ، فَلْيُطِعْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ، فَاضْرِبُوْا رَقَبَةَ الْآخَرِ، قُلْتُ: أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ، وَوَعَاهُ قَلْبِيْ، قُلْتُ: هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَّفْعَلَ وَنَفْعَلَ، قَالَ: أَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ، وَاعْصِهِ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۲۴۸، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلها) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حکمران کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اس سے قلبی معاہدہ واقرار کرلیا، تو حتی الامکان اس کی اطاعت کرے پس اگر کوئی دوسرا (حکمران) اس سے منازعت کرے، تو اس دوسرے کی گردن مار ڈالو۔ عبدالرحمٰن بن عبد کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے، اور اس کو میرے دل نے محفوظ کیا ہے، میں نے کہا کہ یہ آپ کے چچا کے بیٹے معاویہ ہمیں اس طرح اور اس طرح کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ (تو ہم کیا کریں) تو عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی اطاعت والے کاموں میں ان کی بات مانو، اور اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں ان کی بات مت مانو (ابوداؤد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داود)

www.idaraghufran.org

عبدالرحمٰن بن عبد کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارندوں کی طرف سے ہمیں ایسی باتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ہماری نظر میں خلافِ شریعت ہوتی ہیں، جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مقابلہ میں جان ومال کو استعمال کرنا، یا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں سرکاری سطح پر صدقات کے وصول کرنے پر یہ شکایت ہوئی، بعض روایات میں اسی قسم کی چیزوں کو مالی وجانی ظلم کرنے سے تعبیر کیا گیا، جس کے جواب میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مذکورہ جواب دیا۔ [1]

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں پہلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مصر کا عامل وگورنر مقرر کیا تھا، پھر ان کے انتقال کے بعد، ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔

مذکورہ حدیث ان ہی سے مروی ہے، اور اس سے پہلے بھی مذکورہ دونوں حضرات کی حدیثیں عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے سلسلہ میں گذر چکی ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ، وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ، فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مسند أحمد، رقم الحديث ١١٣٤٠) [2]

---

[1] وما ذكره عبد الرحمن عن معاوية إغياء فى الكلام على حسب ظنه وتأويله، وإلا فمعاوية ـ رضى الله عنه ـ لم يعرف من حاله ولا من سيرته شيء مما قاله له، وإنما هذا كما قالت طائفة من الأعراب :إن ناسا من المصدقين يظلموننا -فسموا أخذ الصدقة ظلما حسب ما وقع لهم(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،للقرطبى، ج۴،ص۵۳، كتاب الامارة والبيعة،باب الأمر بالوفاء ببيعة الأول ويضرب عنق الآخر)

أى يأمرنا بمنازعة على -رضى الله عنه -ومقاتلته مع أن عليا -رضى الله عنه -هو الأول، ومعاوية هو الآخر الذى قام منازعا(بذل المجهود فى حل سنن أبى داؤد، ج۱۲،ص۲۸۱،أول كتاب الفتن والملاحم)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے نااہل لوگ آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور (نفسانی) شہوتوں کو پورا کریں گے، پھر عنقریب وہ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے (مسند احمد)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات 78 سال کی عمر میں ساٹھ (60) ہجری میں رجب کے مہینے میں دمشق شہر میں ہوئی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے گیارہویں سال ربیع الاول میں ہوئی۔

اگر مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ساٹھ سال مراد لئے جائیں، تو بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے بعد کا عرصہ بنتا ہے، اور اگر ہجرت سے ساٹھ سال مراد لئے جائیں، تو بھی یہ زمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت کے بعد کا بنتا ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُوْنَ ذَوِي الْحَاجَةِ، وَالْخَلَّةِ، وَالْمَسْكَنَةِ إِلَّا أَغْلَقَ اللّٰهُ أَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ، وَحَاجَتِهٖ، وَمَسْكَنَتِهٖ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۳۳۲، ابواب الاحکام، باب ما جاء فی إمام الرعیة، مسند احمد رقم الحدیث ۱۸۰۳۳) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے فرمایا کہ جو حکمران بھی (اپنی رعایا کے) حاجتمندوں، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازے کو بند کر دیتا ہے، تو اللہ اس کی حاجت، ضرورت اور مسکنت کے لئے آسمانوں

---

[1] قال الترمذی: وفی الباب عن ابن عمر: حدیث عمرو بن مرة حدیث غریب، وقد روی هذا الحدیث من غیر هذا الوجه وعمرو بن مرة الجهنی یکنی أبا مریم (حواله بالا)
وقال شعیب الارنؤوط: صحیح لغیره (حاشیة مسند احمد)

کے دروازے بند کر دیتا ہے، تو (یہ حدیث سُن کر) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ حکومت میں) ایک شخص کو لوگوں کی حاجات (وضروریات) معلوم کرنے کے لیے مقرر کر دیا (ترمذی، ومسند احمد)

اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر عمل اور اپنی حکومت میں عدل کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَلْحَسَنَ، فَصَعِدَ بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٦٢٩، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حسن بن علی کو لے کر نکلے، پھر ان کو لے کر منبر پر چڑھے، پھر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا (بخاری)

اور مسند احمد میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ، فَإِذَا سَجَدَ وَثَبَ الْحَسَنُ عَلٰى ظَهْرِهٖ، وَعَلٰى عُنُقِهٖ، فَيَرْفَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفْعًا رَفِيْقًا لِئَلَّا يُصْرَعَ، قَالَ: فَعَلَ ذٰلِكَ غَيْرَ مَرَّةٍ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَ بِالْحَسَنِ شَيْئًا مَا رَأَيْنَاكَ صَنَعْتَهٗ، قَالَ: إِنَّهٗ رَيْحَانَتِيْ مِنَ الدُّنْيَا، وَإِنَّ اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ، وَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٥١٦) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ سجدے میں جاتے، تو حسن، کود کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت، اور آپ کی گردن پر سوار ہو جاتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آہستہ سے اٹھاتے، تاکہ وہ گر نہ جائیں، یہ عمل کئی مرتبہ کیا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے حسن کے ساتھ جو آپ کے طرزِ عمل کو دیکھا، یہ ہم نے پہلے نہیں دیکھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یہ میری دنیا میں عمدہ خوشبو ہے، اور بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور قریب ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا (مسند احمد)

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ:

اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنِّيْ لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّيْ حَتّٰى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ: أَيْ عَمْرُو إِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ، وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ مَنْ لِيْ بِأُمُوْرِ النَّاسِ مَنْ لِيْ بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِيْ بِضَيْعَتِهِمْ. فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ، فَقَالَ: اِذْهَبَا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ، فَاعْرِضَا عَلَيْهِ، وَقُوْلَا لَهُ: وَاطْلُبَا إِلَيْهِ، فَأَتَيَاهُ، فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا، وَقَالَا لَهُ: فَطَلَبَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: إِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِيْ دِمَائِهَا.

قَالَا: فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا، وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ

قَالَ: فَمَنْ لِیْ بِھٰذَا، قَالَا: نَحْنُ لَکَ بِہٖ، فَمَا سَأَلَھُمَا شَیْئًا إِلَّا قَالَا: نَحْنُ لَکَ بِہٖ، فَصَالَحَہٗ.

فَقَالَ الْحَسَنُ: وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَکْرَۃَ یَقُوْلُ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ إِلٰی جَنْبِہٖ، وَھُوَ یُقْبِلُ عَلَی النَّاسِ مَرَّۃً، وَعَلَیْہِ أُخْرٰی وَیَقُوْلُ: إِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ أَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۷۰۴، کتاب الصلح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی رضی اللہ عنہما ابنی ھذا سید الخ)

ترجمہ: اللہ کی قسم! حسن بن علی رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک میں ایسی فوج دیکھ رہا ہوں، جو پیٹھ نہیں پھیرے گی، جب تک اس طرح کے لوگ اپنے مقابل کو قتل نہ کرلیں۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے، اور اللہ کی قسم! اُن دونوں (یعنی معاویہ وعمرو میں معاویہ) بہتر آدمی تھے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ان لوگوں نے ان لوگوں کو اور اس طرف کے لوگوں نے اس طرف کے لوگوں کو قتل کردیا، تو (سب بڑوں کے ختم ہوجانے کی وجہ سے) لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال میرے ساتھ کون کرے گا؟ کون ان کی بیویوں کی میرے ساتھ نگرانی کرے گا؟ کون ان کی جائیداد کا میرے ساتھ انتظام کرے گا؟

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس قریش کے دو آدمی جو بنی عبد شمس میں سے تھے، یعنی ''عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز (رضی اللہ عنہما)'' کو بھیجا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دونوں ان

صاحب (حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ، اوران پر صلح پیش کرو اوران سے گفتگو کر کے ان کو صلح کی طرف بلاؤ، پھر یہ دونوں ان (حضرت حسن بن علی) کے پاس آئے، گفتگو کی اور صلح چاہی، تو ان دونوں کو جواب میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں، اور ہم اس مال سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں، اور یہ لوگ اپنے خونوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

ان دونوں افراد نے کہا کہ وہ (یعنی معاویہ) آپ کے سامنے اس طرح اور اس طرح صلح پیش کر رہے ہیں اور آپ سے اسی کے طالب اور خواہاں ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میرے لئے اس (صلح) کی ذمہ داری کون لے گا؟ ان دونوں افراد نے کہا کہ ہم آپ کے لئے اس کی ذمہ داری لیں گے۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے جو بھی سوال کیا، تو ان دونوں نے کہا کہ ہم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔

پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان (معاویہ رضی اللہ عنہ) سے صلح کر لی۔

حسن کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف رخ کرتے اور کبھی ان (حسن بن علی) کی طرف رخ کرتے، اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا (بخاری)

مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت حسن بصری کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے حکمران بننے کے بعد ایک سینگی (یعنی پچھنے، یا حجامہ کے خون

کے جمع ہونے والے سینگ) میں آنے والی مقدار کے برابر بھی خون نہیں بہایا گیا۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اختیارِ حکومت ملنے کے بعد، قتل وقتال کا خاتمہ ہوگیا، اور امن وامان قائم ہوگیا۔

حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَوْ نَظَرْتُمْ مَا بَيْنَ جَابَرْسَ إِلٰى جَابَلْقَ مَا وَجَدْتُمْ رَجُلًا جَدُّهُ نَبِيٌّ غَيْرِيْ وَأَخِيْ، وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْتَمِعُوْا عَلٰى مُعَاوِيَةَ: وَإِنْ أَدْرِيْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ

(المعجم الكبير، للطبرانی، ج۳ص۸۷، رقم الحديث ۲۷۴۸) [2]

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مشرق سے مغرب کے درمیان نظر ڈالو گے، تو تم کسی آدمی کو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا ''نانا'' نبی ہو، لیکن بے شک میری رائے یہ ہے کہ تم معاویہ رضی اللہ عنہ پر جمع ہوجاؤ (پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ:)

وَإِنْ أَدْرِيْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ (سورة الانبياء، رقم الآية ۱۱۱)

اور میں نہیں جانتا، شاید کہ یہ امر تمہارے لئے آزمائش ہو، اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کا سامان ہو (طبرانی)

---

[1] حدثنا هاشم، حدثنا المبارک، حدثنا الحسن، حدثنا أبو بكرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بالناس، وكان الحسن بن علي رضي الله عنهما يثب على ظهره إذا سجد، ففعل ذلک غير مرة، فقالوا له: والله إنک لتفعل بهذا شيئا ما رأيناک تفعله بأحد .قال المبارک: فذكر شيئا، ثم قال: " إن ابني هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين من المسلمين ."فقال الحسن: فوالله والله، بعد أن ولي لم يهرق في خلافته ملء محجمة من دم (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۴۴۸)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۰۷۳، كتاب الاحكام، باب في الصلح)

امام احمد بن حنبل نے حضرت انس بن سیرین سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَوْمَ كَلَّمَ مُعَاوِيَةَ مَا بَيْنَ جَابِرْسَ وَجَابِلْقَ: رَجُلٌ جَدُّهُ نَبِيٌّ غَيْرِيْ وَإِنِّيْ رَأَيْتُ أَنْ أُصْلِحَ بَيْنَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ أَحَقَّهُمْ بِذَاكَ أَلَا إِنَّا قَدْ بَايَعْنَا مُعَاوِيَةَ وَلَا أَدْرِيْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ (فضائل الصحابة، لأحمد بن محمد بن حنبل، ج۲ ص ۷۶۹، رقم الحديث ۱۳۵۵، فضائل الحسن، والحسين رضى الله عنهما)

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے، اس دن جب معاویہ رضی اللہ عنہ سے (صلح کے متعلق) گفتگو کی، فرمایا کہ مشرق سے مغرب کے درمیان میرے (اور میرے بھائی کے) علاوہ کسی آدمی کا نانا نبی نہیں، لیکن بے شک میری رائے یہ ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درمیان صلح کرادوں، اور میں اس (بیعت وحکومت) کا ان سب سے زیادہ حق دار تھا، لیکن ہم نے معاویہ سے بیعت کرلی ہے، اور میں نہیں جانتا، شاید کہ یہ امر تمہارے لئے آزمائش ہو، اور ایک مدت تک فائدہ اٹھانے کا سامان ہو (طبرانی)

ایک روایت میں یہ بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ میں نے اس امت کی اصلاح اور خون بہنے سے بچنے کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أبو خليفة، ثنا على بن المدينى، ثنا سفيان، عن مجالد، عن الشعبى، قال: شهدت الحسن بن على رضى الله عنه بالنخيلة حين صالحه معاوية رضى الله عنه، فقال له معاوية: إذا كان ذا فقم فتكلم، وأخبر الناس أنك قد سلمت هذا الأمر لى .وربما قال سفيان: أخبر الناس بهذا الأمر الذى تركته لى .فقام فخطب على المنبر، فحمد الله وأثنى عليه – قال الشعبى: وأنا أسمع – ثم قال: " أما بعد، فإن أكيس الكيس التقى، وإن أحمق الحمق الفجور، وإن هذا الأمر الذى اختلفت فيه أنا ومعاوية إما كان حقا لى تركته لمعاوية إرادة صلاح هذه الأمة، وحقن دمائهم، أو يكون حقا كان لامرء أحق به منى، ففعلت ذلك،"وإن أدرى لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين"(المعجم الكبير، للطبرانى، ج۳ص ۲۶، رقم الحديث ۲۵۵۹)

قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الكبير، وفيه مجالد بن سعيد، وفيه كلام، وقد وثق، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۰۷۴، كتاب الاحكام، باب فى الصلح)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی، جب صلح ہونے کے بعد خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن کو کلام کرنے کے لئے کہا تھا، اور آخر میں سورہ انبیاء کی وہ آیت تلاوت کی تھی، جس کے الفاظ گذشتہ روایت میں گذرے۔ [1]

اور امام بیہقی نے سفیان ثوری سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے جو حدیث روایت کی ہے، اس میں سفیان ثوری کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے دو مسلمانوں کی جماعتوں میں صلح کرانے کی جو پیش گوئی فرمائی تھی، یہ ہمارے لئے بہت خوش کن ہے کہ دونوں جماعتوں کو مسلمان فرمایا گیا ہے، اور حضرت حسن نے اپنے حق سے دستبرداری، مسلمانوں کی اصلاح اور خون بہنے سے بچنے کے لئے اختیار فرمائی تھی۔ [2]

ابنِ ابی شیبہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے

---

[1] وأخبرنا أبو الحسين، أخبرنا عبد الله، حدثنا يعقوب، حدثنا الحجاج بن أبى منيع، حدثنا جدى، عن الزهرى، فذكر قصة فى خطبة معاوية، قال :ثم قال :قم يا حسن فكلم الناس ,فقام حسن فتشهد فى بديهة أمر لم يرو فيه ,ثم قال :أما بعد ,أيها الناس إن الله هداكم بأولنا وحقن دماء كم بآخرنا ,وإن لهذا الأمر مدة ,والدنيا دول، وإن الله تعالى قال لنبيه عليه السلام :(قل إن أدرى أقريب أم بعيد ما توعدون إنه يعلم الجهر من القول ويعلم ما تكتمون وإن أدرى لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين)(دلائل النبوة للبيهقى، ج٦،ص ۴۴۴،باب ما جاء فى إخباره بسيادة ابن ابنته الحسن بن على بن أبى طالب ,وإصلاحه بين فئتين عظيمتين من المسلمين ،فكان كما أخبر)

[2] حدثنا الحميدى، ثنا سفيان، ثنا إسرائيل أبو موسى قال: سمعت الحسن قال: سمعت أبا بكرة يقول: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن بن على معه إلى جنبه وهو يلتفت إلى الناس مرة وإليه مرة ويقول: إن ابنى هذا سيد ولعل الله يصلح به بين فئتين من المسلمين .قال سفيان: قوله فئتين من المسلمين يعجبنا جدا، قال الشيخ: وإنما أعجبهم لأن النبى صلى الله عليه وسلم سماهما جميعا مسلمين، وهذا خبر من رسول الله صلى الله عليه وسلم بما كان من الحسن بن على بعد وفاة على فى تسليمه الأمر إلى معاوية بن أبى سفيان، وقال فى خطبته: أيها الناس، إن الله هداكم بأولنا وحقن دمائكم بآخرنا، وإن هذا الأمر الذى اختلفت فيه أنا ومعاوية ما هو حق لامرء كان أحق به منى بل حق لى تركته لمعاوية إرادة إصلاح المسلمين وحقن دمائهم بل وإن أدرى لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين(الاعتقاد ،للبيهقى،ص ۳۷۶،باب استخلاف أبى الحسن على بن أبى طالب بن عبد المطلب بن هاشم رضى الله عنه)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے کے واقعہ کو روایت کیا ہے۔ [1]

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خود بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف تھا۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَمُصُّ لِسَانَهُ ،أَوْ قَالَ: شَفَتَهُ، يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،وَإِنَّهُ لَنْ يُعَذَّبَ لِسَانٌ ،أَوْ شَفَتَانِ مَصَّهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٦٨٤٨) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حسن بن علی صلوات اللہ علیہ کی زبان، یا ہونٹوں کو چوس رہے تھے، اور بے شک اس زبان، یا ہونٹوں کو ہرگز عذاب نہیں ہوسکتا، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوسا ہو (مسند احمد)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما سے خوش گوار تعلقات قائم رہے، اور حضرت معاویہ، ان دونوں حضرات کو ھدایا وتحائف ارسال کیا کرتے تھے، جن کو یہ دونوں حضرات قبول کرلیا کرتے تھے۔ [3]

---

[1] حدثنا أبو أسامة ، قال : حدثنا هشام ، عن أبيه ، قال : كان قيس بن سعد بن عبادة مع على على مقدمته ومعه خمسة آلاف قد حلقوا رؤوسهم بعد ما مات على ، فلما دخل الحسن فى بيعة معاوية أبى قيس أن يدخل ، فقال : لأصحابه : ما شئتم ، إن شئتم جالدت بكم أبدا حتى يموت الأعجل ، وإن شئتم أخذت لكم أمانا ، فقالوا : خذ لنا , فأخذ لهم أن لهم كذا وكذا ، وأن لا يعاقبوا بشىء ، وأنى رجل منهم ، ولم يأخذ لنفسه خاصة شيئا ، فلما ارتحل نحو المدينة ومضى بأصحابه جعل ينحر لهم كل يوم جزورا حتى بلغ(مصنف ابنِ ابى شيبه،رقم الحديث ٣٨٤٧٧،كتاب الفتن،من كره الخروج فى الفتنة وتعوذ منها)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

[3] حدثنا حاتم بن إسماعيل ، عن جعفر بن يحيى ، عن أبيه ، أن الحسن والحسين كانا يقبلان جوائز معاوية(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الحديث ٢٠٧٠٢،كتاب البيوع والأقضية، من رخص فى جوائز الأمراء والعمال)

معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کرنے، اور ان کو حکومت کے اُمور سپرد کرنے کا عمل، اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں امت کے لئے خون بہنے سے حفاظت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پسندیدہ تھا، اسی لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں امت مجتمع ہوگئی، اور قتل وقتال کا خاتمہ ہوگیا، اور اسلامی سرحدوں کا دائرہ وسیع تر ہوگیا۔

امام طبرانی نے حسین بن اسحاق تستری سے، انہوں نے ہشام بن عمار سے، انہوں نے عبد اللہ بن یزید بکری سے، انہوں نے کثیر بن زید سے، انہوں نے مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے، اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِيَةَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱۲ ص ۳۸۷، رقم الحديث ۱۳۴۳۲)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی کو سخی (یا قائدانہ کردار کا مالک) نہیں دیکھا (طبرانی)

اس روایت کی سند حسن ہے، جس کی تائید دوسری سندوں سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جبلہ بن سحیم، اور نافع کی سندوں سے بھی مروی ہے، جس میں خلفائے راشدین کے حضرت معاویہ سے افضل ہونے، لیکن حضرت معاویہ کی سخاوت ان سے بھی افضل ہونے کا ذکر ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفی رجاله خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۹۲۱، باب ما جاء فی معاوية بن أبی سفيان -رضی الله عنه)

[2] حدثنا إبراهيم بن الجنيد، حدثنا إسحاق بن إبراهيم، حدثنا هشيم، حدثنا العوام، عن جبلة بن سحيم، عن ابن عمر، رضی الله عنهما قال: " ما رأيت أحدا كان أسود من معاوية بن أبی سفيان قال: قلت: ولا عمر؟ قال: كان عمر خيرا من معاوية، وكان معاوية رضی الله عنه أسود منه " (مكارم الاخلاق، للخرائطی، رقم الحديث ۵۴۴، جماع أبواب الرفق بالمملوكين، باب ذكر السؤدد وشريطته)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے کسی کو بھی حکومت کے معاملہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ با اخلاق نہیں دیکھا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أخبرنی محمد بن مخلد، قال: حدثنی أبو منصور بن داود بن طوق الصغانی، قال: ثنا سعید بن منصور، قال: ثنا هشیم، عن العوام بن حوشب، عن جبلة بن سحیم، قال: سمعت ابن عمر، یقول: "ما رأیت بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم أسود من معاویة، فقیل: ولا أبوک؟ قال: أبی عمر رحمه الله خیر من معاویة، وکان معاویة أسود منه "(السنة لابی بکر الخلال، ج۲ ص ۴۴۲،رقم الحدیث ۶۸۰،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

أنا عبید الله بن أحمد، قال: أنا أحمد بن علی بن العلاء، قال: زیاد بن أیوب، قال: نا أبو سفیان الحمیدی، قال: نا العوام بن حوشب، عن جبلة بن سحیم، قال: قال ابن عمر : ما رأیت رجلا بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم کان أسود من معاویة .فقال له رجل: ولا عمر؟ فقال: عمر کان خیرا منه، وکان هو أسود منه(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة،لأبی القاسم اللالکائی،رقم الحدیث ۲۷۸۱،سیاق ما روی عن النبی صلی الله علیه وسلم فی فضائل أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان رضی الله عنهما)

حدثنا هدیة بن عبد الوهاب المروزی، نا یحیی بن یزید، نا إبراهیم بن سعد، عن محمد بن إسحاق، عن نافع، عن ابن عمر رضی الله عنه، قال: ما رأیت أحدا بعد رسول الله أسود من معاویة ، قیل: ولا أبو بکر؟ قال: ولا أبو بکر، قد کان أبو بکر خیرا منه، وکان أسود منه قیل: ولا عمر؟ قال: والله لقد کان عمر خیرا منه ولکنه کان أسود منه .قیل: ولا عثمان؟ قال: والله إن کان عثمان لسیدا ولکنه کان أسود منه(الآحاد والمثانی،لابنِ ابی عاصم،رقم الحدیث ۵۱۶،ومن ذکر معاویة بن أبی سفیان بن حرب بن أمیة)

[1] عن همام بن منبه، قال: سمعت ابن عباس، یقول: ما رأیت رجلا کان أخلق للملک من معاویة، إن کان الناس لیردون منه علی وادی الرحب ولم یکن کالضیق الحصیص، الضجر المتغضب .سألت أحمد بن یحیی ثعلب عن حدیث ابن عباس: لم یکن معاویة کالضیق الحصیص ، فقال: یضبط الأمور، قلت لثعلب: یکون أنه یعنی لم یکن ضیق الخلق؟ قال: یکون فی الخلق وغیره إلا أنه فی المال أکثر، ورأیت ما یغلب علی ثعلب فی قوله: إنه یضبط الأمور(السنة،لابی بکر الخَلَّال، ج۲ ص ۴۴۰،رقم الحدیث ۶۷۷،ذکر أبی عبد الرحمن معاویة بن أبی سفیان وخلافته، رضوان الله علیه)

عن همام بن منبه، قال: سمعت ابن عباس، یقول: ما رأیت رجلا کان أخلق للملک من معاویة، کان الناس یردون بیته علی أرجاء واد لیس بالضیق الحصر العصعص المتعصب یعنی ابن الزبیرِ (المصنف ،لعبد الرزاق،الجامع ـ معمر بن راشد،رقم الحدیث ۲۰۹۸۵،باب ذکر الحسن رضی الله عنه)

عن همام، قال: سمعت ابن عباس، یقول: ما رأیت رجلا کان أخلق للملک من معاویة کان الناس یردون منه علی أرجاء واد رحب لیس کالضیق الحصر المتغضب یعنی ابن الزبیر(الأمالی فی آثار الصحابة للحافظ الصنعانی،ص ۷۴،رقم الحدیث ۹۷)

اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں ہے۔ [1]

اور سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے، وہ ایوب بن ابی تیمیہ سے، اور وہ ابو قلابہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ كَعْبٌ: لَنْ يَّمْلِكَ أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَا مَلَكَ مُعَاوِيَةُ (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج٦ ص ٢٠، تحت ترجمة "معاوية بن أبي سفيان"، تحت ترجمة: "معاوية بن أبي سفيان بن حرب بن أمية" تاريخ دمشق لابنِ عساكر، ج ٥٩، ص ١٧٦، تحت ترجمة: "معاوية بن صخر أبي سفيان" رقم الترجمة ٧٥١٠)

ترجمہ: کعب احبار نے فرمایا کہ اس امت کا کوئی بھی شخص، اس چیز کا مالک نہیں ہوسکتا، جس کے معاویہ مالک ہوں گے (ابنِ سعد، ابنِ عساکر)

حافظ ذہبی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: توفي كعب قبل أن يستخلف معاوية، وصدق كعب فيما نقله، فإن معاوية بقي خليفة عشرين سنة، لا ينازعه أحد الأمر في الأرض (تاريخ الاسلام للذهبي، ج٢، ص ٥٤٥، تحت ترجمة "معاوية بن أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية" رقم الترجمة ٩٥، حرف الميم)

---

[1] عن ابن جريج، قال: أخبرني عتبة بن محمد بن الحارث، أن كريبا مولى ابن عباس أخبره: أنه رأى معاوية صلى العشاء، ثم أوتر بركعة واحدة ولم يزد عليها، فأخبر ابن عباس، فقال: أصاب، أي بني، ليس أحد منا أعلم من معاوية، هي واحدة أو خمس أو سبع، إلى أكثر من ذلك، الوتر ما شاء (مسند الشافعي - ترتيب سنجر، رقم الحديث ٣٩٤، ج ١، ص ٣٤٧، باب انواع الوتر)

عن ابن جريج قال: أخبرني عتبة بن محمد بن الحارث أن عكرمة مولى ابن عباس أخبره قال: وفد ابن عباس على معاوية بالشام قال: فشهد ابن عباس مع معاوية العشاء فلما فرغ معاوية ركع ركعة واحدة، ثم لم يزد عليها قال: فجئت ابن عباس فقلت له: ألا أضحكك من معاوية، صلى العشاء، ثم أوتر بركعة لم يزد عليها، قال: أصاب أي بني، ليس أحد أعلم من معاوية، إنما هي واحدة، أو خمس، أو سبع، أو أكثر من ذلك، يوتر بما شاء (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف، لابن المنذر، ج٥ ص ١٨٢، رقم الحديث ٢٦٥٥، كتاب الوتر، ذكر إباحة الوتر بسبع ركعات، أو بتسع، وصفة الجلوس إذا أوتر بسبع أو بتسع)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ کعب احبار، معاویہ رضی اللہ عنہ کی (مستقل) حکومت کے قائم ہونے سے پہلے فوت ہوگئے، اور کعب احبار نے پیشگی جو بات فرمائی، وہ سچ ثابت ہوئی، کیونکہ معاویہ کی حکومت بیس سال تک باقی رہی، جن سے حکومت کے معاملہ میں روئے زمین پر کسی نے منازعت نہیں کی (تاریخ اسلام)

اور محدثِ کبیر امام ابونعیم اصبہانی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أسلم قبيل الفتح، وقيل: عام القضية وهو ابن ثماني عشرة، وعده ابن عباس من الفقهاء قال: كان فقيها، توفي للنصف من رجب سنة ستين، وله نحو من ثمانين سنة، وقيل: ثمان وسبعين..... كان حليما وقورا فصيحا، ولي العمالة من قبل الخلفاء عشرين سنة، واستولى على الإمارة بعد قتل علي رضي الله عنهم عشرين سنة، فكانت الجماعة عليه عشرين سنة: من سنة أربعين ، إلى سنة ستين، فلما نزل به الموت قال: ليتني كنت رجلا من قريش بذي طوى، وأني لم أل من هذا الأمر شيئا ، وكان يقول: لا حلم إلا بالتجربة ، وقال ابن عباس: ما رأيت رجلا أخلق للملك من معاوية، لم يكن بالضيق الحصر ، وقال ابن عمر: ما رأيت أحدا كان أسود من معاوية

(معرفة الصحابة، ج۵، ص ۲۴۹۶، وص۲۴۹۷، باب الميم، من اسمه معاوية)

ترجمہ: یہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ قضیہ کے سال (یعنی سَن سات ہجری) میں اسلام لائے، جس وقت یہ اٹھارہ سال کے تھے، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو فقہائے صحابہ میں سے کہا، اور فرمایا کہ یہ فقیہ تھے، اور ان کی وفات سَن ساٹھ ہجری میں نصف رجب کو ہوئی، جب ان کی عمر اسی سال کے قریب تھی، اور ایک قول اٹھتر سال کی عمر کا ہے..... یہ (اخلاق وعادات میں) نہایت حلم اور وقار والے، اور (گفتگو میں) فصیح تھے، ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی طرف سے بیس سال تک عامل وگورنر کے عہدہ پر رکھا گیا، اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بیس سال تک

حکمران رہے، اور امتِ مسلمہ ان پر بیس سال تک جمع رہی، سَن چالیس ہجری سے، سَن ساٹھ ہجری تک، پھر انہوں نے اپنی موت کے وقت فرمایا کہ کاش کہ میں مکہ کی وادیِ طویٰ کے قریش کا ایک عام آدمی ہوتا، اور مجھے اس حکومت کی کوئی ذمہ داری نہ ملی ہوتی، اور معاویہ رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حلم وبردباری صرف تجربہ سے حاصل ہوتی ہے، اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حکومت کے معاملہ میں کوئی آدمی معاویہ سے زیادہ بااخلاق نہیں دیکھا، یہ تنگی کرنے والے بخیل نہیں تھے، اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی آدمی کو معاویہ سے زیادہ سخی (یا قائدانہ کردار کا مالک) نہیں دیکھا (معرفۃ الصحابہ)

اور شیخ الاسلام علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

واتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة وهو أول الملوك؛ كان ملكه ملكا ورحمة كما جاء فى الحديث :يكون الملك نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملك ورحمة ثم ملك وجبرية ثم ملك عضوض"

وكان فى ملكه من الرحمة والحلم ونفع المسلمين ما يعلم أنه كان خيرا من ملك غيره .وأما من قبله فكانوا خلفاء نبوة فإنه قد ثبت عنه النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :تكون خلافة النبوة ثلاثين سنة ثم تصير ملكا.

وكان أبو بكر وعمر وعثمان وعلى رضى الله عنهم هم الخلفاء الراشدون والأئمة المهديون الذين قال فيهم النبى صلى الله عليه وسلم"عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى "(مجموع الفتاویٰ، ج۴، ص۴۷۸، و۴۷۹، کتاب مفصل اعتقاد السلف، فصل فی ان الطریقة التی یعلم بها ایمان الواحد من الصحابة الخ)

ترجمہ: اور علماء کا اس بات میں اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اس امت کے ملوکوں (وبادشاہوں) میں سب سے افضل ہیں، کیونکہ ان سے پہلے چار شخصیات تو ''خلفاءِ نبوت'' تھے، اور حضرت معاویہ ملوکوں (وبادشاہوں) میں

پہلے ہیں، آپ کی ملوکیت ''ملوکیت ورحمت'' تھی، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ پہلے'' حکومتِ نبوت'' ہوگی، پھر''خلافت ورحمت'' ہوگی، پھر''ملوکیت ورحمت'' (یعنی رحمت والی بادشاہت) ہوگی، پھر''ملوکیتِ جبریت'' (یعنی جبری بادشاہت) ہوگی، پھر ملوکیتِ عضوض'' (یعنی مارکاٹ کرنے والی حکومت وبادشاہت) ہوگی۔

اور حضرت معاویہ کی حکومت میں رحمت اور حلم، اور مسلمانوں کے لیے ایسا نفع تھا، جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ دوسرے ملوکوں (وبادشاہوں) سے بہتر تھی۔

اور جہاں تک آپ سے پہلے حضرات کا تعلق ہے، تو وہ ''خلفاءِ نبوت'' تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے کہ ''خلافتِ نبوت'' تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔

اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم، خلفاءِ راشدین، اور ائمہ مہدیین تھے، جن کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم پر میری سنت، اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے، میرے بعد (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فلما ذهبت دولة الخلفاء الراشدين وصار ملكا ظهر النقص فى الأمراء فلا بد أن يظهر أيضا فى أهل العلم والدين فحدث فى آخر خلافة على بدعتا الخوارج والرافضة إذ هى متعلقة بالإمامة والخلافة وتوابع ذلك من الأعمال والأحكام الشرعية .وكان ملك "معاوية "ملكا ورحمة فلما ذهب معاوية -رحمة الله عليه -وجاء ت إمارة "يزيد "وجرت فيها فتنة قتل الحسين "بالعراق وفتنة أهل "الحرة "بالمدينة وحصروا مكة لما قام عبد الله بن الزبير.

ثم مات يزيد وتفرقت الأمة :ابن الزبير بالحجاز وبنو الحكم بالشام ووثب المختار بن أبى عبيد وغيره بالعراق .وذلك فى أواخر عصر الصحابة وقد بقى فيهم مثل عبد الله بن عباس وعبد الله بن عمر وجابر بن عبد الله وأبى

سعید الخدری وغیرھم حدثت "بدعة القدرية والمرجئة "فردھا بقایا الصحابة کابن عباس وابن عمر وجابر وواثلة بن الأسقع وغیرھم رضی الله عنھم مع ما کانوا یردونه ھم وغیرھم من بدعة الخوارج والروافض (مجموع الفتاویٰ، ج ۱۰، ص ۳۵۶و۳۵۷، کتاب علم السلوک، فصل فی فساد الناس بفساد الخلافة وظھور النفاق)

ترجمہ: پھر جب خلفائے راشدین کی حکومت چلی گئی، اور ملک وبادشاہت آ گئی، تو امراء وحکمرانوں میں کمزوری ظاہر ہوگئی، تو لازماً ''اہلِ علم واہلِ دین'' میں بھی کمزوری ظاہر ہوگئی۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری وقت میں خوارج وروافض کی بدعات ظاہر ہوگئیں، کیونکہ ان بدعات کا تعلق ''امامت وخلافت'' اوران کے تابع اعمال واحکامِ شرعیہ سے ہے۔

اور حضرت معاویہ کی حکومت ''باشاہت ورحمت'' تھی، پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چلے گئے، اور یزید کی امارت آ گئی، تو عراق میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل وشہادت کا فتنہ رونما ہوا، اور مدینہ منورہ میں ''فتنہ حرہ'' رونما ہوا، اور انہوں نے مکہ میں عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا۔

پھر جب یزید کی وفات ہوگئی، اور امت منتشر ہوگئی، عبد اللہ بن زبیر ''حجاز'' میں، اور بنوحکم ''شام'' میں، اور مختار بن ابی عبید وغیرہ ''عراق'' میں ہوگئے۔

اور یہ صحابہ کا آخری دور تھا، اور اس وقت ان لوگوں میں ''عبداللہ بن عباس، اور عبداللہ بن عمر، اور جابر بن عبداللہ، اور ابوسعید خدری وغیرہم رضی اللہ عنہم جیسے حضرات باقی رہ گئے، تو ''قدریہ ومرجئہ'' کی بدعات ظاہر ہوگئیں، جن کی باقی ماندہ صحابہ، جیسے ابنِ عباس، اور ابنِ عمر اور جابر اور واثلہ بن اسقع وغیرہم رضی اللہ عنہم نے تردید کی، ساتھ ہی یہ حضرات اور دیگر حضرات ''خوارج وروافض کی بدعات'' کی بھی تردید کرتے تھے (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفی: 728ھ) ''منهاجُ السنة النبوية'' میں فرماتے ہیں کہ:

دعوى كون جميع الخلفاء كانوا مشتغلين بماذكره من الخمور والفجور كذب عليهم .والحكايات المنقولة فى ذلك فيها ما هو كذب، وقد علم أن فيهم العدل الزاهد كعمر بن عبد العزيز والمهدى بالله ، وأكثرهم لم يكن مظهرا لهذه المنكرات من خلفاء بنى أمية، وبنى العباس، وإن كان أحدهم قد يبتلى ببعض الذنوب، وقد يكون تاب منها.

وقد يكون له حسنات كثيرة تمحو تلك السيئات، وقد يبتلى بمصائب تكفر عنه خطاياه.

ففى الجملة الملوك حسناتهم كبار وسيئاتهم كبار ، والواحد من هؤلاء وإن كان له ذنوب ومعاص لا تكون لآحاد المؤمنين، فلهم من الحسنات ما ليس لآحاد المسلمين من الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وإقامة الحدود وجهاد العدو وإيصال كثير من الحقوق إلى مستحقيها ومنع كثير من الظلم وإقامة كثير من العدل.

ونحن لا نقول :إنهم كانوا سالمين من المظالم والذنوب، كما لا نقول :إن أكثر المسلمين كانوا سالمين من ذلك، لكن نقول :وجود الظلم والمعاصى من بعض المسلمين وولاة أمورهم وعامتهم، لا يمنع أن يشارك فيما يعمله من طاعة الله.

وأهل السنة لا يأمرون بموافقة ولاة الأمور إلا فى طاعة الله لا فى معصيته.

ولا ضرر على من وافق رجلا فى طاعة الله إذا انفرد ذلك عنه بمعصية لم يشركه فيها، كما أن الرجل إذا حج مع الناس، فوقف معهم وطاف، لم يضره كون بعض الحجاج له مظالم وذنوب ينفرد بها، وكذلك إذا شهد مع الناس الجمعة والجماعة ومجالس العلم وغزا معهم، لم يضره أن يكون بعض المشاركين له فى ذلك له ذنوب يختص بها، فولاة الأمور بمنزلة غيرهم، يشاركون فيما يفعلونه من طاعة الله، ولا يشاركون فيما يفعلونه من معصية الله.

وهذه كانت سيرة أئمة أهل البيت مع غيرهم (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص۱۱۲، الى ۱۱۴، الفصل الثانى، كلام الرافضى على عصمة الأئمة والرد عليه)

ترجمہ: تمام خلفاء (سابقین) کے مذکورہ گناہوں، یعنی شراب اور فجور میں مبتلاء ہونے کا دعویٰ، ان پر جھوٹا بہتان ہے، اوران کے متعلق جو واقعات اس سلسلہ میں نقل کئے جاتے ہیں، وہ جھوٹ پر مبنی ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ ان خلفاء وحکمرانوں میں ''عادل وزاہد'' بھی پائے جاتے ہیں، جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز، اور مہدی باللہ، اوران حکمرانوں میں اکثر حضرات ان منکرات کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے، خواہ بنوامیہ کے حکمران ہوں، یا بنوعباس کے حکمران ہوں، اگر چہ ان میں سے کوئی ایک بعض اوقات، بعض گناہوں میں مبتلاء ہوجاتا تھا، اور بعض اوقات ان گناہوں سے توبہ بھی کرلیا کرتا تھا، اور بعض اوقات اس کی بہت زیادہ نیکیاں ہوتی تھیں، جو ان سیئات کو مٹادیتی تھیں، اور بعض اوقات وہ ایسے مصائب میں مبتلاء ہوجاتا تھا، جو اس کے گناہوں کے کفارہ کا سبب بن جاتے تھے۔

بہرحال حکمرانوں وبادشاہوں کی نیکیاں بھی بڑی ہوتی ہیں، اوران کی برائیاں بھی بڑی ہوتی ہیں، اوران میں سے کسی حکمران کے اگر گناہ ومعاصی، ایسے ہوتے ہیں، جو عام مسلمانوں کے نہیں ہوتے، توان حکمرانوں کی نیکیاں بھی اس درجہ کی ہوتی ہیں، جو عام مسلمانوں کی نہیں ہوتیں، جیسا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور حدود کا قائم کرنا، دشمنوں سے جہاد کرنا، اور بہت سے مستحقین کو ان کے حقوق پہنچانا، اور بہت سے مظالم کی روک تھام کرنا، اور بہت سے لوگوں کو عدل وانصاف فراہم کرنا، وغیرہ۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ (حکمران) مظالم اور گناہوں سے پاک تھے، جس طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ اکثر مسلمان بھی ان مظالم وگناہوں سے پاک تھے، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں اور حکمرانوں، اور عام لوگوں میں ظلم اور گناہوں کا وجود، اس بات سے مانع نہیں کہ اس کو اللہ کی اطاعت والے اعمال میں شریک

کیا جائے، اور اہلُ السنۃ، حکمرانوں کی صرف اللہ کی اطاعت والے کاموں میں ہی موافقت کا حکم فرماتے ہیں، گناہوں والے کاموں میں موافقت کا حکم نہیں فرماتے۔

اور اس بات میں کوئی نقصان نہیں کہ کسی آدمی کی اللہ کی اطاعت والے کاموں میں موافقت کی جائے، جب وہ خود گناہ کرے، جس کے گناہ میں شرکت نہ کی جائے، جیسا کہ کوئی آدمی جب لوگوں کے ساتھ حج کرے، پھر ان کے ساتھ وقوف کرے، اور طواف کرے، تو اس میں کوئی نقصان نہیں کہ بعض حجاج کے مظالم، اور گناہ ہوں، جو وہ خود گناہ کرے، اور اسی طرح سے جب لوگوں کے ساتھ جمعہ، اور دوسری نمازوں کی جماعت میں اور علم کی مجالس میں شریک ہو، اور دوسروں کے ساتھ جہاد کرے، تو اس کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، جب بعض شرکاء کے اپنے گناہ ہوں، پس حکمرانوں کے امور بھی دوسروں کی طرح ہیں، جن کے ساتھ اللہ کی اطاعت والے کاموں میں شرکت کی جائے گی، اور اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں شرکت نہیں کی جائے گی۔

اور یہی سیرت اہلِ بیت کے ائمہ کی دوسروں کے ساتھ تھی (منہاجُ السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ''منهاجُ السنة النبوية'' میں ہی فرماتے ہیں کہ:

ومن تعصبهم وجهلهم أنهم يبغضون بنى أمية كلهم لكون بعضهم كان ممن يبغض عليا.

وقد كان فى بنى أمية قوم صالحون ماتوا قبل الفتنة، وكان بنو أمية أكثر القبائل عمالا للنبى صلى الله عليه وسلم -، فإنه لما فتح مكة استعمل عليها عتاب بن أسيد بن أبى العيص بن أمية ، واستعمل خالد بن سعيد بن العاص بن أمية، وأخويه أبان بن سعيد وسعيد بن سعيد على أعمال أخر، واستعمل أبا سفيان بن حرب بن أمية على نجران أو ابنه يزيد، ومات وهو عليها ، وصاهر (نبى الله -صلى الله عليه وسلم -) ببناته الثلاثة لبنى أمية، فزوج أكبر بناته زينب بأبى العاص بن الربيع بن أمية بن عبد شمس ،

وحمد صهره لما أراد على أن يتزوج ببنت أبى جهل، فذكر صهرا له من بنى (أمية) بن عبد شمس فأثنى عليه فى مصاهرته، وقال " :حدثنى فصدقنى ، ووعدنى فوفى لى "وزوج ابنتيه لعثمان بن عفان، واحدة بعد واحدة، وقال " :لو كانت عندنا ثالثة لزوجناها عثمان "

وكذلك من جهلهم وتعصبهم أنهم يبغضون أهل الشام؛ لكونهم كان فيهم أولا من يبغض عليا.

ومعلوم أن مكة كان فيها كفار ومؤمنون، وكذلك المدينة كان فيها مؤمنون ومنافقون ، والشام فى هذه الأعصار لم يبق فيه من يتظاهر ببغض على، ولكن لفرط جهلهم يسحبون ذيل البغض .

وكذلك من جهلهم أنهم يذمون من ينتفع بشىء من آثار بنى أمية، كالشرب من نهر يزيد، ويزيد لم يحفره (ولكن وسعه)وكالصلاة فى جامع بناه بنو أمية .

ومن المعلوم أن النبى -صلى الله عليه وسلم -كان يصلى إلى الكعبة التى بناها المشركون، وكان يسكن فى المساكن التى بنوها، وكان يشرب من (ماء) الآبار التى حفروها، ويلبس (من) الثياب التى نسجوها، ويعامل بالدراهم التى ضربوها .فإذا كان ينتفع بمساكنهم وملابسهم، والمياه التى أنبطوها ، والمساجد التى بنوها، فكيف بأهل القبلة؟ . !

فلو فرض أن يزيد كان كافرا وحفر نهرا، لم يكره الشرب منه بإجماع المسلمين، ولكن لفرط تعصبهم كرهوا ما يضاف إلى من يبغضونه (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴،ص ۱۴۴،الیٰ ص۱۴۷، الفصل الثانى، كلام الرافضى على وجوب اتباع مذهب الإمامية لأنهم لم يذهبوا إلى التعصب فى غير الحق بخلاف غيرهم)

ترجمہ: اوران (روافض) کے تعصب اور جہالت میں سے یہ چیز بھی ہے کہ وہ تمام بنوامیہ سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ بنوامیہ میں سے بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حالانکہ بنوامیہ میں نیک صالح لوگ بھی تھے، جوفتنہ سے پہلے ہی فوت ہوگئے تھے، اور بنوامیہ کے اکثر قبائل میں سے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملین (وگورنر) تھے،

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا، تو اس پر ''عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیۃ'' کو عامل (وگورنر) مقرر کیا، اور ''خالد بن سعید بن العاص بن امیۃ'' اور ان کے دو بھائیوں ''ابان بن سعید'' اور ''سعید بن سعید'' کو دوسرے علاقوں میں عامل مقرر کیا، اور ''ابوسفیان بن حرب بن امیۃ'' یا ان کے بیٹے ''یزید'' کو مقامِ ''نجران'' پر عامل مقرر کیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو وہ اسی علاقے پر عامل تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین بیٹیوں کا نکاح بنوامیہ سے کیا، چنانچہ اپنی سب سے بڑی بیٹی ''زینب رضی اللہ عنہا'' کا نکاح ''ابوالعاص بن ربیع بن امیۃ بن عبدِ شمس'' سے کیا، اور ان کے سسرالی رشتہ کی تعریف فرمائی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا، تو بنوامیہ بن عبدِ شمس سے سسرالی رشتہ کا ذکر کیا، اور اس رشتہ کی تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی، تو سچی بات کی، اور مجھ سے جو وعدہ کیا، تو اس کو پورا کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے یکے بعد دیگرے کیا، اور فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی، تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔

اور اسی طریقے سے اہلِ روافض کے جہل اور تعصب میں سے یہ چیز بھی ہے کہ وہ اہلِ شام سے بغض رکھتے ہیں، کیونکہ اہلِ شام میں پہلے ایسے لوگ تھے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔

حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ میں کافر، اور مومن سب ہی تھے، اور اسی طرح سے مدینہ منورہ میں مومن اور منافق دونوں قسم کے لوگ تھے، اور بعد کے زمانوں میں ''شام'' کے اندر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہا تھا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کا اظہار کرتا ہو، لیکن روافض اپنی شدتِ جہالت کی وجہ سے بغض

کے دامن کو گھسیٹتے ہیں۔

اور اسی طرح ان روافض کی جہالت میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اس شخص کو مذموم اور برا سمجھتے ہیں، جو بنوامیہ کے آثار و باقیات میں سے کسی چیز کے ذریعے انتفاع کرتا ہے، جیسا کہ ''یزید'' کی نہر سے پانی پینا، حالانکہ یزید نے اس نہر کو نہیں کھدوایا تھا، بلکہ اس نے تو اس نہر کی صرف توسیع کی تھی، اور جیسا کہ روافض، بنوامیۃ کی تعمیر کردہ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کو مذموم اور برا سمجھتے ہیں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کعبہ کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے، جس کی تعمیر مشرکین نے کی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن مکانوں میں سکونت اختیار کیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے تعمیر کیا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن چشموں اور تالابوں کا پانی پیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے کھودا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کپڑوں کو پہنا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے بُنا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دراہم (اور سکّوں) کے ساتھ معاملات کیا کرتے تھے، جن کو مشرکین نے تیار کیا تھا، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے مکانوں اور لباسوں اور اُن کے تیار شدہ چشموں و تالابوں، اور ان کی تعمیر کردہ مسجدوں سے انتفاع حاصل کیا کرتے تھے، تو اہلِ قبلہ (اور مسلمانوں) کی اشیاء سے کیونکر انتفاع جائز نہ ہوگا؟

پس اگر یہ بات فرض کرلی جائے کہ یزید کافر تھا، تو بھی اس نہر سے پینا، مسلمانوں کے اجماع کی رُو سے مکروہ نہیں ہوگا، لیکن روافض کے شدتِ تعصب کی وجہ سے، وہ لوگ اُن چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں، جن کی نسبت اُن لوگوں کی طرف ہو، جن سے یہ بغض رکھتے ہیں (جیسا کہ حضرت معاویہ، یزید اور اہلِ شام و بنوامیہ) (منہاج السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ مذکورہ تالیف میں ہی فرماتے ہیں کہ:

خلفاء بنی أمية وبنی العباس مسلمون ظاهرا وباطنا، وذنوبهم من جنس

ذنوب المسلمين، ليسوا كفارا منافقين (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۴، ص ۵۱۹، الفصل الثانى، كلام الرافضى على يوم مقتل الحسين رضى الله عنه والرد عليه)

ترجمہ: بنوامیہ، اور بنوعباس کے خلفاء، ظاہر وباطن کے اعتبار سے مسلمان تھے، اور ان کے گناہ، دوسرے مسلمانوں کے گناہوں کی جنس سے ہی تعلق رکھتے ہیں، وہ کفار ومنافق نہیں تھے (منہاج السنہ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ مذکورہ تالیف میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

والخلفاء الثلاثة فتحوا الأمصار، وأظهروا الدين فى مشارق الأرض ومغاربها، ولم يكن معهم رافضى.

بل بنو أمية بعدهم، مع انحراف كثير منهم عن على وسب بعضهم له، غلبوا على مدائن الإسلام كلها، من مشرق الأرض إلى مغربها، وكان الإسلام فى زمنهم أعز منه فيما بعد ذلك بكثير، ولم ينتظم بعد انقراض دولتهم العامة لما جاء تهم الدولة العباسية، صار إلى الغرب عبد الرحمن بن هشام الداخل إلى المغرب، الذى يسمى صقر قريش، واستولى هو -ومن بعده- على بلاد الغرب، وأظهروا الإسلام فيها وأقاموه وقمعوا من يليهم من الكفار، وكانت لهم من السياسة فى الدين والدنيا ما هو معروف عند الناس (منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية، ج۶، ص ۴۱۹، ۴۲۰، الفصل الثالث، المنهج الاول، الرد على المقدمة الأولى وهى قوله لا بد من إمام معصوم)

ترجمہ: اور خلفائے ثلاثہ نے مختلف شہروں کو فتح کیا، اور دین کو زمین کے مشرق اور مغرب تک غالب کردیا، لیکن ان کے ساتھ کوئی رافضی نہیں تھا۔

بلکہ خلفائے ثلاثہ کے بعد بنوامیہ نے ”باوجویکہ اُن میں سے بہت سے لوگوں نے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کرلیا تھا، اور بعض تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب وشتم بھی کرتے تھے“ بنوامیہ نے تمام اسلام کے شہروں پر، زمین کے مشرق سے مغرب تک، غلبہ حاصل کرلیا تھا، اور ان کے زمانہ میں اسلام مابعد کے زمانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ عزت وشرافت والا شمار ہوتا تھا، اور بنوامیہ کی

عام حکومت ختم ہونے کے بعد وہ نظم وضبط قائم نہیں رہ سکا، جب ''دولتِ عباسیہ'' کا زمانہ آیا، تو ''عبدالرحمٰن بن ہشام الداخل'' مغرب کے علاقہ کی طرف چلے گئے، اس مغرب کو ''صقرِ قریش'' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اور وہ اور ان کے بعد کے حضرات ''مغرب'' کے شہروں پر غالب رہے، اور ان میں اسلام کو غالب اور قائم کیا، اور اپنے قریب کے کفار کا قلع قمع کیا، اور بنوامیہ کی دین اور دنیا میں سیاست، لوگوں کے نزدیک معروف ومشہور تھی (منہاج السنۃ)

پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو ظالمانہ وجابرانہ قرار دینا، اعتدال پر مبنی نہیں۔

اور اسی طرح محض بنوامیہ ہونے کی بنیاد پر بنوامیہ کے تمام حکمرانوں کو برا بھلا کہنا بھی درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(4)..... یزید کی شخصیت اور ولی عہدی کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں اپنا ولی عہد (یعنی جانشین) اپنے بیٹے یزید کو مقرر کردیا، اور یزید کے مقابلہ میں اچھے لوگوں کو نظر انداز کردیا، اور غلط جانشینی کا آغاز کردیا، جبکہ دوسرے صحابہ نے یزید کی مخالفت کی، اور پھر یزید کی حکومت میں کربلاء کا واقعہ پیش آیا، جس کی ذمہ داری حضرت معاویہ پر عائد ہوتی ہے، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:..... یزید کی ولی عہدی اور خلافت کا مسئلہ ہمارے زمانے میں بڑی نازک صورت اختیار کرگیا ہے، اور اس مسئلے پر بحث ومباحثہ کی گرم بازاری نے مسلمانوں میں دو ایسے گروہ پیدا کردیئے ہیں، جو افراط وتفریط (یعنی کمی اور زیادتی) کا شکار ہوکر راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں۔

ایک گروہ وہ ہے جو یزید کے فسق وفجور کو بنیاد بنا کر جلیل القدر صحابۂ کرام حضرت معاویہ اور

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما وغیرہ پر طرح طرح کے الزامات عائد کر رہا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے، جو یزید کو فرشتہ قرار دے کر حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقتدار کی ہوس، جاہ طلبی اور انتشار پسندی کا مجرم بنا رہا ہے، اور جمہور سلف ومحققینِ اہلُ السنۃ نے اعتدال ومیانہ روی کا جو راستہ اختیار کیا تھا، وہ بحث ومباحثہ کے جوش وخروش اور مناظرے کے جذبہ میں دونوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔

اس افراط وتفریط کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام کے نیک نیتی والے باہمی اختلافات کو موجودہ زمانے کی سیاسی پارٹیوں کے اختلافات پر قیاس کرلیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں کسی ایک فریق، یا جماعت کے برحق اور نیک نیت ہونے کا فیصلہ کرتے ہوئے، اوراس کے حق میں دلائل قائم کرتے وقت، دوسرے فریق اور دوسری جماعت کے صحیح موقف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

یزید کے متعلق عام لوگوں کے ذہنوں میں جو ناپسندیدہ تصویر بسی ہوئی ہے، وہ زیادہ تر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کی حکومت کے دور میں رونما ہونے والے چند واقعات کی وجہ سے ہے۔

ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں یزید نے بعض کارنامے ایسے انجام دیئے تھے، جن کے تناظر میں اس کو ولی عہد بنانے کا تصور ناممکن نہیں تھا۔

اور مختلف روایات کے پیشِ نظر راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے کسی کو ولی عہد نہیں بنایا تھا، البتہ مختلف مواقع پر اپنا رجحان مختلف حضرات کی طرف ظاہر کیا تھا، پھر مختلف حضرات سے مشاورت اور غور وفکر کے بعد آخر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوگئی تھی کہ لوگ یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، لیکن انہوں نے اس کے لئے کسی پر جبر نہیں کیا، اوران کو معلوم تھا کہ یزید کی حکمرانی کے لئے حجاز کے علاوہ سب علاقوں کے لوگوں کی طرف سے ماحول سازگار موجود ہے، اور دوسرے افراد کے حق میں اس وسیع حکومت کے معاملہ پر لوگوں کو متفق

کرنے، اور امت کو خون وخرابہ سے بچانے کا راستہ یزید کو حکومت سپرد کرنے میں ہی پایا جاتا ہے، اس لئے انہوں نے اپنی زندگی میں نہایت غور وفکر، اور مشاورت کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔

ابنِ عساکر نے عبد الملک بن عمیر سے اور انہوں نے قبیصہ بن جابر کی سند سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بعد حکومت وخلافت کے متعلق سوال کیا گیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ نے، قریش کے کریم ''سعید بن عاص'' کا نام ذکر کیا۔ [1]

اور ابنِ عساکر کی ایک اور روایت میں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے سعید بن عاص کو اپنا کریم کہنے کا ذکر ہے۔ [2]

اور ابنِ عساکر نے ہی عبد الملک بن عمیر سے اور انہوں نے قبیصہ بن جابر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب ان کے بعد حکومت وخلافت کے مستحق کا معلوم کیا گیا، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی افراد کے نام ذکر کئے تھے، جن میں ایک قریش کے کریم ''سعید بن عاص'' دوسرے قریش کے نوجوان ''ابنِ عامر'' تیسرے ''حسن بن علی'' اور چوتھے ''مروان بن حکم'' اور ان حضرات کے الگ الگ اوصاف بھی بیان کئے تھے۔ [3]

---

[1] أخبرنا أبو محمد بن الأكفاني نا عبد العزيز الكتاني أنا أبو محمد بن أبي نصر أنا أبو الميمون نا أبو زرعة حدثني أحمد بن شبويه نا سليمان بن صالح حدثني عبد الله بن المبارك عن جرير بن حازم عن عبد الملك بن عمير عن قبيصة بن جابر عن معاوية لما سأله من ترى لهذا الأمر بعدك يعني الخلافة قال أما كريمة قريش فسعيد بن العاص (تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج ۲۱، ص ۱۱۷ و ۱۱۸ "حرف السين" تحت الترجمة: سعيد بن العاص ابن أبي أحيحة سعيد بن العاص بن أمية بن عبد شمس أبو عثمان ويقال أبو عبد الرحمن الأموي)

[2] أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندي أنا أبو الحسين بن النقور وأبو القاسم بن البسري قالا أنا أبو طاهر المخلص نا أحمد بن نصر بن بحير نا علي بن عثمان بن نفيل نا أبو مسهر نا سعيد قال قال معاوية لكل قوم كريم وكريمنا سعيد بن العاص (تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج ۲۱، ص ۱۱۸ "حرف السين" تحت ترجمة: "سعيد بن العاص ابن أبي أحيحة سعيد بن العاص بن أمية بن عبد شمس أبو عثمان ويقال أبو عبد الرحمن الأموي")

[3] أخبرنا أبو البركات الأنماطي أنا أبو الفضل بن خيرون أنا أبو القاسم بن بشران أنا أبو علي بن الصواف نا محمد بن عثمان نا أبي نا محمد بن الحسن الأسدي نا جرير بن حازم عن عبد الملك بن عمير عن قبيصة بن جابر قال بعثني زياد إلى معاوية في حوائج فلما فرغت منها قلت له

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حیات تھے۔

اور محمد بن سیرین سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

لَمَّا أَرَادَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَّسْتَخْلِفَ يَزِيْدَ بَعَثَ إِلٰى عَامِلِ الْمَدِيْنَةِ أَنْ أَفِدْ إِلَيَّ مَنْ شَاءَ، قَالَ: فَوَفَدَ إِلَيْهِ عَمْرُو بْنُ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، فَاسْتَأْذَنَ، فَجَاءَ حَاجِبُ مُعَاوِيَةَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: هٰذَا عَمْرٌو قَدْ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِهِمْ إِلَيَّ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، جَاءَ يَطْلُبُ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

يا أمير المؤمنين كلما جئت له فقد فرغت منه وبقيت لي حاجة أصدرها في مصادرها قال وما هي فقد قلت من لهذه الأمة بعدك فقال وما أنت من ذاك ولم يا أمير المؤمنين فوالله إني لقريب القرابة عظيم الشرف ناصح الجيب واد الصدر فسكت ساعة ثم قال بين أربعة من بني عبد مناف كريمة قريش سعيد بن العاص وفتى قريش حياء ودهاء وسخاء عبد الله بن عامر وأما الحسن بن علي فرجل سيد كريم وأما القارء لكتاب الله الفقيه في دين الله الشديد في حدود الله فمروان بن الحكم وأما رجل نفسه فعبد الله بن عمر وأما رجل يرد الشريعة مع دواهي السباع ويروغ روغان الثعلب فعبد الله بن الزبير (تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج ۲۱، ص ۱۱۸ "حرف السين" تحت الترجمة: سعيد بن العاص ابن أبي أحيحة سعيد بن العاص بن أمية بن عبد شمس أبو عثمان ويقال أبو عبد الرحمن الأموي)

أنبأنا أبو محمد عبد الله بن منصور بن هبة الله بن الموصلي أنا أبو الحسين بن الطيوري أنا عبد العزيز بن علي الأزجي أنا عبد الرحمن بن عمر بن أحمد بن جمة الخلال أنا محمد بن أحمد بن يعقوب بن شيبة نا جدي نا أبو سلمة التبوذكي نا جرير بن حازم قال سمعت عبد الملك يعني ابن عمير عن قبيصة بن جابر قال بعثني زياد إلى معاوية في حوائج فلما قضاها وفرغ منها قلت يا أمير المؤمنين كل ما جئت له قد قضيته له وقد بقيت لي حاجة فاحذرها مصدرها قال ما هي قلت لمن هذا الأمر من بعدك قال فيم أنت من ذاك قلت ولم فوالله إني لقريب القرابة عظيم الشرف واد الصدر فسكت ساعة ثم والى بين أربعة رهط من بني عبد مناف فقال كريمة قريش سعيد بن العاص وفتى قريش حياء ودماثة وسخاء فابن عامر وأما الحسن بن علي فرجل سخي رقيق كريم وأما القارء لكتاب الله الفقيه في دين الله الشديد في حدود الله فمروان بن الحكم وأما رجل نفسه فعبد الله بن عمر وأما الذي برد الشريعة مع الدواهي السباع ويروغ روغان الثعلب فابن الزبير (تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج ۵۷، ص ۲۳۸، و ۲۳۹ "حرف الميم" تحت ترجمة: "مروان بن الحكم بن أبي العاص بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف أبو عبد الملك" رقم الترجمة ۷۳۱۲)

مَعْرُوْفَکَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَلْيَكْتُبْ مَا شَاءَ فَأَعْطِهِ مَا سَأَلَكَ، وَلَا أَرَاهُ، قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ الْحَاجِبُ، فَقَالَ: مَا حَاجَتُكَ؟ أُكْتُبْ مَا شِئْتَ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ أَجِيْءُ إِلٰى بَابِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَأُحْجَبُ عَنْهُ؟ أُحِبُّ أَنْ أَلْقَاهُ، فَأُكَلِّمَهُ.

فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْحَاجِبِ: عِدْهُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ فَلْيَجِيْءْ، قَالَ: فَلَمَّا صَلّٰى مُعَاوِيَةُ الْغَدَاةَ أَمَرَ بِسَرِيْرٍ، فَجُعِلَ فِيْ إِيوَانٍ لَهُ، ثُمَّ أَخْرَجَ النَّاسَ عَنْهُ، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ أَحَدٌ إِلَّا كُرْسِيٌّ وُضِعَ لِعَمْرٍو، فَجَاءَ عَمْرٌو، فَاسْتَأْذَنَ، فَأُذِنَ لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْكُرْسِيِّ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: حَاجَتَكَ، قَالَ: فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: لَعَمْرِي لَقَدْ أَصْبَحَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَاسِطَ الْحَسَبِ فِيْ قُرَيْشٍ، غَنِيًّا عَنِ الْمَالِ، غَنِيًّا إِلَّا عَنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَسْتَرْعِ عَبْدًا رَعِيَّةً إِلَّا وَهُوَ سَائِلُهُ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَيْفَ صَنَعَ فِيْهَا.

وَإِنِّيْ أُذَكِّرُكَ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِيْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ تَسْتَخْلِفُ عَلَيْهَا.

قَالَ: فَأَخَذَ مُعَاوِيَةَ رَبْوَةٌ وَنَفَسٌ فِيْ غَدَاةٍ قَرٍّ حَتّٰى عَرِقَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ الْعَرَقَ عَنْ وَجْهِهٖ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفَاقَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّكَ اِمْرُؤٌ نَاصِحٌ، قُلْتَ بِرَأْيِكَ، بَالِغٌ مَا بَلَغَ، وَإِنَّهُ لَمْ يَبْقَ إِلَّا اِبْنِيْ وَأَبْنَاؤُهُمْ، وَابْنِيْ أَحَقُّ مِنْ أَبْنَائِهِمْ. حَاجَتَكَ، قَالَ: مَا لِيْ حَاجَةٌ، قَالَ: ثُمَّ قَالَ لَهُ أُخْوَةٌ: إِنَّمَا جِئْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ نَضْرِبُ أَكْبَادَهَا مِنْ أَجْلِ كَلِمَاتٍ؟ قَالَ: مَا جِئْتُ إِلَا لِكَلِمَاتٍ، قَالَ: فَأَمَرَ لَهُمْ

بِجَوَائِزِهِمْ، قَالَ: وَخَرَّجَ لِعَمْرٍو مِثْلَهُ (مسند ابی یعلٰی الموصلی، رقم الحدیث ۷۱۷۴، حدیث عمرو بن حزم) [1]

ترجمہ: جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا، تو مدینہ کے عامل (وگورنر) کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ میری طرف جس کو وہ چاہیں بھیج دیں، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف، عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ آئے، جنہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دربان نے آ کر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ عمرو آئے ہیں، جو آنے کی اجازت لے رہے ہیں، معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے پاس کس وجہ سے آئے ہیں، دربان نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ آپ سے اچھی چیز کو طلب کرنے کے لئے آئے ہیں، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو، تو وہ جو چاہتے ہیں لکھ دیں، پھر ان کے سوال کے مطابق ان کو دے دو، اور میں ان کو نہیں دیکھوں گا، پھر دربان نے ان کو جا کر کہا کہ آپ کی جو ضرورت ہے، وہ جو چاہیں آپ لکھ دیں، عمرو بن حزم نے کہا کہ سبحان اللہ! میں امیر المومنین کے دروازہ پر آیا ہوں، پھر میں ان سے روک دیا جاؤں؟ میں ان سے ملاقات کر کے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربان سے کہا کہ ان کو فلاں فلاں دن، فجر کی نماز کے بعد آنے کا وعدہ کرلو۔

پھر جب مقررہ وقت پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھ لی، تو تخت لگانے کا حکم فرمایا، جو ان کے لئے ایوان میں لگا دیا گیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: رجاله ثقات (حاشیة مسند ابی یعلٰی)
وقال الهیثمی: رواه أبو یعلی، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۲۰۷۸، باب فیما کان من أمر ابن الزبیر، ویزید بن معاویة، واستخلاف أبیه له، وأیام الحرة، وغیر ذلک)

اپنے پاس سے باہر نکال دیا، اور آپ کے پاس سوائے ایک کرسی کے اور کچھ باقی نہ رہا، جو عمرو بن حزم کے لئے بچھائی گئی تھی۔

پھر عمرو بن حزم آئے، اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی گئی، پھر انہوں نے سلام کیا، پھر کسی پر بیٹھ گئے، پھر ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنی ضرورت بیان کیجئے، اس پر عمرو بن حزم نے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر کہا کہ یزید بن معاویہ، قریش میں اوسط حسب کے مالک ہیں، مال سے بے نیاز ہیں، بے نیاز ہیں سوائے ہر خیر کے (یعنی وہ خیر سے محروم ہیں) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ، جس بندہ کو کسی رعیت کا نگران بناتا ہے، تو وہ اس کے متعلق قیامت کے دن سوال کرے گا کہ اس نے اس رعیت کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا۔

اور اے معاویہ! میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں، جس کو تم اس امت پر خلیفہ بناؤ گے۔

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ کا (گھبراہٹ سے) بہت تیز سانس پھول گیا، یہاں تک کہ صبح کے ٹھنڈے وقت میں پسینہ آ گیا، اور انہوں نے اپنے چہرہ سے تین مرتبہ پسینہ کو صاف کیا، پھر ان کو افاقہ ہوا، اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اما بعد! بے شک تم نصیحت اور خیر خواہی کرنے والے آدمی ہو، آپ نے اپنی رائے دے دی ہے، جتنی بھی بلیغ وعمدہ طریقہ سے دے سکتے تھے، اور بے شک میرا بیٹا، اور ان لوگوں کے بیٹوں کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا، اور میرا بیٹا، ان کے بیٹوں کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہے۔

آپ کی کوئی ضرورت ہو، تو بتایئے، عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری کوئی ضرورت نہیں، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ سے، ان (عمرو بن حزم) کے رفقاء

نے کہا کہ ہم مدینہ منورہ سے لمبا سفر کر کے صرف چند کلمات کہنے کے لئے آئے تھے، عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی صرف چند کلمات کے لئے ہی آیا ہوں۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو تحائف پیش کئے، اور عمرو بن حزم کو بھی اسی طرح کے تحائف دیئے (ابویعلیٰ)

اس واقعہ کو عبدالرزاق نے بھی اپنے امالی میں کچھ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، جس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس، عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بھائی عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کے آنے کا ذکر ہے۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دوسروں کی رائے سننے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور امت کی ذمہ داری کی فکر کے ان کے ذہن پر اثر ہونے کا اندازہ مذکورہ واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے، جس طرح بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ہوا، اور ان کی رائے کو اجتہادی خطاء قرار دیا جاسکتا ہے، جس میں مجتہد کے پاس بھی کوئی شرعی دلیل ہوا کرتی ہے، اور اس طرح کی خطاء پر وہ گناہ گار نہیں ہوا

---

[1] أخبرنا أبو علي إسماعيل، ثنا أحمد، ثنا عبد الرزاق، أنا معمر، عن أيوب، عن ابن سيرين، قال: لما بعث معاوية بنفقة ابنه يزيد إلى المدينة كتب إليهم: إنه ليس عليكم أمير فمن أحب أن يقدم على فليفعل قال: فخرج عمرو وعمارة ابنا حازم فدخل عليه عمرو فقال: يا معاوية إنه كان لمن قبلك بنون فلم يصنعوا كما صنعت وإنما ابنك فتى من فتيان قريش .فقال: مه .فبكى معاوية ثم عرق فأراح وقال: إنما أنت رجل قلت برأيك بالغا ما بلغ، وإنما هو ابنى وأبناؤهم فابنى أحب إلى من أبنائهم، ارفع حاجتك .قال: ما لى حاجة فلقيه أخوه عمارة فأخبره الخبر فقال عمارة: إنا لله، ألهذا جئنا نضرب أكبادها من المدينة؟ قال: فإنه ليكلمه إذ جاء رسول معاوية إلى عمارة: ارفع حاجتك وحاجة أخيك قال: ففعل فقضاها(الأمالى فى آثار الصحابة للحافظ الصنعانى، ص ۹۹ ،رقم الحديث ۱۵۱ ، من احكام الإمامة)

ن ق: عمارة بن حزم، بن زيد بن لوذان الأنصارى النجارى، أبو عبد الله .أحد من شهد بدرا، ذهب بصره، وبقى إلى خلافة معاوية(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۲ ،ص۵۲۳، رقم الترجمة ۴۷)

کرتا، بلکہ ایک اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرعی دلیل یہی تھی کہ ان کے دورِ خلافت کی وسیع باگ دوڑ کو سنبھالنے اور اس پر حجاز کے علاوہ، جمِ غفیر کے اتفاق کے لئے دوسری شخصیت ان کی نظر میں نہیں تھی، جس کا دوسری روایات میں بھی ذکر ہے۔

اور امام بیہقی نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ، بَعَثَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ، فَلَمَّا دَعَا مُعَاوِيَةُ إِلٰى بَيْعَةِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: أَتَرَوْنَ هٰذَا أَرَادَ؟ إِنَّ دِيْنِيْ إِذًا عِنْدِيْ لَرَخِيْصٌ، زَادَ فِيْهِ غَيْرُهُ: فَلَمَّا مَاتَ مُعَاوِيَةُ وَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى يَزِيْدَ بَايَعَهُ (السنن الكبرى، للبيهقي، رقم الحديث ١٦٧١٠، كتاب قتال اهل البغي، باب إثم الغادر للبر والفاجر)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے، پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت کے لئے دعوت دی، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے (پیغام لانے والے لوگوں سے) کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ معاویہ نے یہ ارادہ کیا ہے؟ بے شک میرا دین اس صورت میں میرے نزدیک بہت کمزور ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، اور لوگ یزید پر جمع ہوگئے، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کرلی (بیہقی)

اس طرح کا واقعہ کچھ اضافہ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے متعلق بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أبو زكريا يحيى بن محمد العنبرى، ثنا محمد بن النضر بن سلمة الجارودى، ثنا الزبير بن بكار، حدثنى إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف، عن أبيه، عن جده، قال: بعث معاوية إلى عبد الرحمن بن أبى بكر الصديق رضى الله عنهما بمائة ألف درهم بعد أن أبى البيعة ليزيد بن معاوية، فردها عبد الرحمن وأبى أن يأخذها وقال: أبيع دينى بدنياى، وخرج إلى مكة حتى مات بها (المستدرک للحاكم، رقم الحديث ٦٠١٥، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، ذكر مناقب عبد الرحمن بن أبى بكر الصديق رضى الله عنهما)

www.idaraghufran.org

لیکن اس کی سند معتبر نہیں۔ [1]

ابنِ ابی شیبہ نے وکیع سے، انہوں نے سفیان ثوری سے، اور انہوں نے محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ:

بَلَغَ اِبْنَ عُمَرَ أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ بُوْيِعَ لَهُ، قَالَ: إِنْ كَانَ خَيْرًا رَضِيْنَا، وَإِنْ كَانَ شَرًّا صَبَرْنَا (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ٣١٢١٦، كتاب الأمراء، ما ذكر من حديث الأمراء والدخول عليهم)

ترجمہ: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید بن معاویہ کے لئے بیعت لی جارہی ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر خیر ہوئی، تو ہم اس پر راضی ہوں گے، اور اگر شر ہوا، تو ہم صبر کریں گے (ابنِ ابی شیبہ)

اور خلیفہ بن خیاط نے صحیح سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن مہدی سے، انہوں نے سفیان ثوری سے، اور انہوں نے محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: حِيْنَ بُوْيِعَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، إِنْ كَانَ خَيْرًا رَضِيْنَا، وَإِنْ كَانَ بَلَاءً صَبَرْنَا (تاريخ خليفة بن خياط، ص٢١٧، سنة إحدى وخمسين، أخذ البيعة ليزيد بن معاوية)

---

[1] قال الذهبی: إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز الزهری المدنی.
عن أبيه، واه. قال ابن عدی: عامة حديثه مناكير. وقال البخاری: سكتوا عنه، وبمشورته جلد مالک، حدثنا عنه إبراهيم بن المنذر (ميزان الاعتدال فی نقد الرجال، ج١ ص٥٦، رقم الترجمة ١٨٦، حرف الالف)
وقال محمد بن حبان: إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف الزهری كنيته أبو إسحاق من أهل المدينة وهو الذی يقال له بن أبی ثابت يروی عن أبيه روی عنه إبراهيم بن المنذر الحزام تفرد بأشياء لا تعرف حتی خرج من حد الاحتجاج به علی قلة تيقظه فی الحفظ والإتقان (المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين، ج١ ص١١٤، باب الالف)
محمد بن عبد العزيز بن عمر بن عبد الرحمن بن عوف الزهری القرشی. يروی عن أبيه والزهری روی عنه ابنه إبراهيم بن محمد بن عبد العزيز كان ممن يروی عن الثقات المعضلات وإذا انفرد أتی بالطامات عن أقوام أثبات حتی سقط الاحتجاج به وهو الذی جلد بمشورته مالک بن أنس (المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين لابنِ حبان، ج٢، ص٢٦٣، و٢٦٤، باب الالف)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت لئے جانے کے وقت فرمایا کہ اگر خیر ہوئی، تو ہم اس پر راضی ہوں گے، اور بلا ومصیبت ہوئی، تو ہم صبر کریں گے (تاریخ خلیفہ)

اس روایت کو دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خود کو بیعتِ یزید سے آزاد رکھا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اس کا مطالبہ واصرار نہیں کیا، اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ابنِ عمر نے جب مصلحت سمجھی، تو یزید کے ہاتھ پر بیعت کرلی، پھر اس کو توڑنے سے منع کیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور ابونعیم اصبہانی نے معتبر سند کے ساتھ ابنِ شہاب زہری سے، انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ مُعَاوِيَةَ، أُخْبِرَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ خَرَجُوْا مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَائِذِيْنَ بِالْكَعْبَةِ مِنْ بَيْعَةِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ مَكَّةَ تَلَقَّاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ بِالتَّنْعِيْمِ فَضَاحَكَهُ مُعَاوِيَةُ وَسَأَلَهُ عَنِ الْأَمْوَالِ، وَلَمْ يَعْرِضْ بِشَيْءٍ مِنَ الْأَمْرِ الَّذِيْ بَلَغَهُ، ثُمَّ لَقِيَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ فَتَفَاوَضَا مَعَهُ فِيْ أَمْرِ يَزِيْدَ، ثُمَّ دَعَا مُعَاوِيَةُ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهُ: هٰذَا صَنِيْعُكَ أَنْتَ، اِسْتَزْلَلْتَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، وَسَنَنْتَ هٰذَا الْأَمْرَ، وَإِنَّمَا أَنْتَ ثَعْلَبٌ رَوَّاغٌ لَا تَخْرُجُ مِنْ جُحْرٍ إِلَّا دَخَلْتَ فِيْ

---

[1] حدثنا محمد بن عبد الله، قال: حدثنا وهب بن مسرة، قال: حدثنا محمد بن وضاح، عن الصمادحي، عن ابن مهدي، قال: حدثنا سفيان، عن محمد بن المنكدر، قال: لما بويع ليزيد بن معاوية ذكر ذلك لابن عمر فقال: إن كان خيرا رضينا وإن كان شرا صبرنا (السنن الواردة في الفتن، رقم الحديث ١٤٥، باب النهي عن الخروج على الأئمة والأمراء وخلعهم وسبهم والطعن عليهم وما جاء من التغليظ في ذلك)

آخَرَ، فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ: لَيْسَ بِيْ شِقَاقٌ، وَلٰكِنْ أَكْرَهُ أَنْ أُبَايِعَ رَجُلَيْنِ، أَيُّكُمَا أُطِيْعُ بَعْدَ أَنْ أُعْطِيَكُمَا الْعُهُوْدَ وَالْمَوَاثِيْقَ؟ فَإِنْ كُنْتَ مَلَلْتَ الْإِمَارَةَ فَبَايِعْ لِيَزِيْدَ، فَنَحْنُ نُبَايِعُهُ مَعَكَ فَقَامَ مُعَاوِيَةُ حِيْنَ أَبَوْا عَلَيْهِ فَقَالَ: أَلَا إِنَّ حَدِيْثَ النَّاسِ ذَاتُ غَوْرٍ، وَقَدْ كَانَ بَلَغَنِيْ عَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ أَحَادِيْثَ وَجَدْتُهَا كَذِبًا، وَقَدْ سَمِعُوْا وَأَطَاعُوْا وَدَخَلُوْا فِيْ صُلْحِ مَا دَخَلَتْ فِيْهِ الْأُمَّةُ (حلية الأولياء ،لابی نُعيم الأصبهانی، ج ۱، ص ۳۳۰، و ص ۳۳۱،تحت ترجمة: "عبد الله بن الزبير")

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کو (سفرِ حج کے دوران، پہلے مدینہ منورہ پہنچنے پر) اطلاع دی گئی کہ عبداللہ بن عمر، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، یزید بن معاویہ کی بیعت سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ سے نکل کر کعبہ میں پناہ لینے کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے، تو ان سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مقامِ تنعیم میں ملاقات کی، تو ان سے معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہنسی مذاق کیا، اور اموال کے متعلق معلوم کیا، اور ان سے کسی ایسی بات کے متعلق تعرض نہیں کیا، جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تھی، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، تو ان دونوں حضرات نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید کے بارے میں مذاکرہ کیا، پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ یہ تمہارا کام ہے، تم نے ان دونوں حضرات (عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما) کو بہکا دیا ہے، اور تم نے اس امر (یعنی اختلاف) کی بنیاد ڈالی ہے، اور بس تم دھوکہ باز لومڑی کی طرح ہو، تم ایک سوراخ سے نکلتے ہی دوسرے سوراخ میں

داخل ہوجاتے ہو،اس کے جواب میں عبد اللہ بن زبیر نے کہا کہ مجھے کوئی اختلاف نہیں ہے،لیکن میں اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں کہ دو افراد سے بیعت کروں، میں تم دونوں کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے بعد کس کی اطاعت کروں گا،اوراگر آپ حکومت سے اکتا گئے ہوں،تو پھر یزید کے لئے بیعت کرلو۔

پس ہم آپ کے ساتھ اس (یزید) سے بیعت کرلیں گے، پھر جب انہوں نے انکار کردیا،تو معاویہ کھڑے ہوگئے،اور فرمایا کہ لوگوں کی بات غور وفکر طلب ہے، اور مجھے ان لوگوں کی طرف سے جو باتیں پہنچی تھیں، میں نے ان باتوں کو جھوٹا پایا ہے، حالانکہ یہ حضرات سنتے اور اطاعت کرتے ہیں،اوراس صلح میں داخل ہوچکے ہیں،جس میں امت داخل ہوچکی ہے(ابونعیم)

اورابو عمرو خلیفۃ بن خیاط بصری (المتوفیٰ:240ہجری) نے ''تاریخِ خلیفہ'' میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کے لئے بیعت لینے کا بیان کرتے ہوئے اپنی سند کے ساتھ، وہب بن جریر سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے نعمان بن راشد سے اور انہوں نے زہری سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ذکوان سے ایک لمبی روایت کو بیان کیا ہے،جس میں کچھ الفاظ کا فرق ہے،اوراس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس میں نعمان بن راشد نام کے راوی کا حافظہ کمزور ہے۔

اس تفصیلی روایت میں ہے کہ:

''جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کے لئے لوگوں سے مشاورت اور اجتماعیت کی کوشش شروع کی،تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے،اس دوران ابنِ عمر،اورابنِ زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم مدینہ سے نکل گئے (اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے) پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ تشریف لاکر منبر پر خطبہ دیا،اور اللہ کی حمد وثناء کی، پھر اپنے بیٹے یزید کے

متعلق ذکر کیا کہ اس کے علاوہ اور کون حکومت کا زیادہ حق دار ہوسکتا ہے؟

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے، یہاں پہنچ کر طواف کیا، اور اپنی رہائش گاہ میں جا کر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور تشہد پڑھ کر فرمایا کہ امابعد! اے ابنِ عمر بے شک تم مجھ سے یہ بات بیان کیا کرتے تھے کہ تمہیں ایک رات بھی ایسی گذارنا پسند نہیں کہ تمہارے اوپر، امیر وحکمران نہ ہو، اور میں تمہیں مسلمانوں کی جماعت میں توڑ پیدا کرنے، اور ان کے درمیان فساد پیدا کرنے کی کوشش کرنے سے ڈراتا ہوں، یہ سن کر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا کہ امابعد! پس بے شک تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں، جن کے بیٹے بھی تھے، تمہارا بیٹا، ان کے بیٹوں سے بہتر نہیں، لیکن انہوں نے اپنے بیٹوں میں وہ چیز نہیں دیکھی، جو آپ نے اپنے بیٹے میں دیکھ لی، ان خلفاء نے مسلمانوں کو خود اپنے علم کی روشنی میں خلیفہ کو اختیار کرنے کو ترجیح دی، اور میں نہ تو مسلمانوں کی جماعت میں توڑ پیدا کروں گا، اور نہ ان کے درمیان فساد پیدا کروں گا، اور میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں، جب وہ کسی چیز پر جمع ہوں گے، تو میں بھی ان میں سے ایک آدمی ہوؤں گا، جس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، جس کے بعد ابنِ عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا، پھر تشہد پڑھ کر اپنی گفتگو کو شروع کیا، جس پر انہوں نے کہا کہ آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہم یزید کے معاملہ میں اپنے اختیار سے دستبردار ہوجائیں، تو ہم ایسا نہیں کریں گے، اس لئے آپ اس معاملہ کو مسلمانوں کی شوریٰ کو سپرد کردو، ورنہ ہم آپ کے فیصلہ کو فوراً رد کردیں گے۔

یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ سے اس کی مشیت کے مطابق مدد کی دعاء کی اور

ان کو فرمایا کہ تم زیادہ شور مت کرو، اور اہلِ شام کے لوگوں سے احتیاط رکھو، مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھ سے پہلے ہی آپ کے پاس نہ پہنچ جائیں، اور مجھے شام کو خبر دی جائے کہ تم بیعت کر چکے ہو، بہر حال تم کو جو بہتر معلوم ہو، وہ اختیار کر لینا۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور فرمایا کہ اے ابنِ زبیر تمہارا کردار خداع باز لومڑی کی طرح ہے، جو ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہو جاتی ہے، اور شاید تم ہی نے ابنِ عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھڑکایا ہے، جس پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ خود حکومت کرنے سے اکتا چکے ہو، تو اس سے الگ ہو جایئے، اور اپنے بیٹے کو آگے کر دیجیے، ہم اس سے بیعت کر لیں گے، جب ہم آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سے بیعت کر لیں گے، تو ہم تم میں سے کس کی بات سنیں گے، اور کس کی اطاعت کریں گے، اس لئے ہم ایک وقت میں دو افراد سے بیعت نہیں کر سکتے، پھر وہ اٹھ کر چلے گئے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی رہائش گاہ سے چلے گئے۔

اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر آ کر خطبہ دیا اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی، اور (اہلِ شام کی تسلی کے لئے) فرمایا کہ ہم نے لوگوں کی باتوں کو سن لیا، اور عیب لگانے والے لوگوں نے گمان کیا کہ ابنِ عمر اور ابنِ زبیر، اور ابنِ ابی بکر صدیق نے یزید کی بیعت نہیں کی، حالانکہ وہ سن چکے ہیں، اور اطاعت کر چکے ہیں، اور یزید کے لئے بیعت کر چکے ہیں۔

یہ سن کر اہلِ شام نے کہا کہ ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے، جب تک وہ سب لوگوں کے سامنے بیعت نہ کر لیں، ورنہ ہم ان کی گردن اڑا دیں گے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ایسا مت کرنا، لوگ قریش کی طرف برے کام میں جلد بازی نہ کریں، میں آج کے بعد کسی سے یہ بات نہ سنوں۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

پھر لوگوں نے آپس میں کہا کہ ابنِ عمر، اور ابنِ زبیر اور ابنِ ابی بکر نے بیعت کر لی ہے۔

لیکن ان حضرات نے یزید کی بیعت سے انکار کیا، اور لوگ کہتے رہے کہ نہیں تم بیعت کر چکے ہو، یہاں تک کہ معاویہ رضی اللہ عنہ واپس شام چلے گئے"۔

انتھٰی۔ [1]

---

[1] حدثنا وهب بن جرير بن حازم قال حدثنى أبى قال نا النعمان بن راشد عن الزهرى عن ذكوان مولى عائشة قال لما أجمع معاوية أن يبايع لابنه يزيد حج فقدم مكة فى نحو من ألف رجل فلما دنا من المدينة خرج ابن عمر وابن الزبير وعبد الرحمن بن أبى بكر فلما قدم معاوية المدينة صعد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم ذكر ابنه يزيد فقال من أحق بهذا الأمر منه ثم ارتحل فقدم مكة فقضى طوافه ودخل منزله فبعث إلى ابن عمر فتشهد وقال أما بعد يا بن عمر فإنک قد كنت تحدثنى أنک لا تحب أن تبيت ليلة سوداء ليس عليک أمير وإنى أحذرک أن تشق عصا المسلمين وأن تسعى فى فساد ذات بينهم فلما سكت تكلم بن عمر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال أما بعد فإنه قد كانت قبلک خلفاء لهم أبناء ليس ابنک بخير من أبنائهم فلم يروا فى أبنائهم ما رأيت أنت فى ابنک ولكنهم اختاروا للمسلمين حيث علموا الخيار وإنک تحذرنى أن أشق عصا المسلمين وأن أسعى فى فساد ذات بينهم ولم أكن لأفعل،إنما أنا رجل من المسلمين فإذا اجتمعوا على أمر فإنما أنا رجل منهم فقال يرحمک الله فخرج ابن عمر وأرسل إلى عبد الرحمن بن أبى بكر فتشهد وأخذ فى الكلام فقطع عليه كلامه فقال إنک والله لوددت أنا وكلناک فى أمر ابنک إلى الله وإنا والله لانفعل والله لتردن هذا الأمر شورى فى المسلمين أو لنعيدنها عليک جذعة ثم وثب فقام فقال معاوية اللهم اكفنيه بم شئت ثم قال على رسلک أيها الرجل لا تشرفن بأهل الشام فإنى أخاف أن يسبقونى بنفسک حتى أخبر العشية أنک قد بايعت ثم كن بعد ذلک على ما بدا لک من أمرک ثم أرسل إلى ابن الزبير فقال يا بن الزبير إنما أنت ثعلب رواغ كلما خرج من جحر دخل آخر وإنک عمدت إلى هذين الرجلين فنفخت فى مناخرهما وحملتهما على غير رأيهما فتكلم ابن الزبير فقال إن كنت قد مللت الإمارة فاعتزلها وهلم ابنک فلنبايعه أرأيت إذا بايعنا ابنک معک لأيكما نسمع لأيكما نطيع لا نجمع البيعة لكما والله أبدا.ثم قام. فراح معاوية فصعد المنبر فحمد الله وأثنى عليه ثم قال إنا وجدنا أحاديث الناس. وذوات عوار زعموا أن ابن عمر وابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس روایت کے دوسرے راوی تو صحیح ہیں، لیکن نعمان بن راشد اگرچہ صدوق ہیں، مگر ان کا حافظہ کمزور ہے، جس کی وجہ سے اس روایت کے الفاظ میں تقدیم وتاخیر، یا کمی زیادتی کا امکان پایا جاتا ہے۔

اور ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ:

لَمْ يُبَايِعِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَلَا حُسَيْنٌ وَلَا ابْنُ عُمَرَ لِيَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فِيْ حَيَاةِ مُعَاوِيَةَ، فَتَرَكَهُمْ مُعَاوِيَةُ (السنة،لابی بکر الخلّال، ج۳ص ۵۲۰،رقم الحدیث ۸۴۴،ذکر الفتن من بنی أمیة وغیرهم)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں، یزید بن معاویہ کے لئے نہ تو عبداللہ بن زبیر نے بیعت کی، نہ ہی حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، اور نہ ہی ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چھوڑ دیا (السنہ لابی بکر خلال)

ابنِ سعد نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یزید سے بیعت نہ کرنے کی روایت کو نقل کیا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الزبیر وابن أبی بکر الصدیق لم یبایعوا یزیدو قد سمعوا وأطاعوا وبایعوا له فقال أهل الشام لا والله لا نرضی حتی یبایعوا علی رؤوس الناس وإلا ضربنا أعناقهم فقال مه سبحان الله ما أسرع الناس إلی قریش بالسوء لا أسمع هذه المقالة من أحد بعد الیوم ثم نزل فقال الناس بایع ابن عمر وابن الزبیر وابن أبی بکر ویقولون لا والله ما بایعنا ویقول الناس بلی لقد بایعتم وارتحل معاویة فلحق بالشام (تاریخ خلیفة بن خیاط، ص۲۱۳،و۲۱۴،سنة إحدی وخمسین،أخذ البیعة لیزید بن معاویة)

[۲] قال محمد بن سعد وأخبرنا علی بن محمد عن یحیی بن إسماعیل بن أبی المهاجر عن أبیه وعن لوط بن یحیی الغامدی عن محمد بن بشیر الهمذانی وغیره وعن محمد بن الحجاج عن عبد الملک بن عمیر وعن وهارون بن عیسی عن یونس بن أبی إسحاق عن أبیه وعن یحیی بن زکریا بن أبی زائدة عن مجالد عن الشعبی قال ابن سعد وغیر هؤلاء أیضا قد حدثنی فی هذا الحدیث بطائفة فکتبت جوامع حدیثهم فی مقتل الحسین رحمة الله علیه ورضوانه وصلواته وبرکاته قالوا لما بایع معاویة بن أبی سفیان الناس لیزید بن معاویة کان حسین بن علی بن أبی طالب ممن لم یبایع له .الخ(تاریخ دمشق،لابنِ عساکر، ج۱۴، ص۲۰۴ و ۲۰۵ "حرف الحاء"تحت ترجمة:"الحسین بن علی بن أبی طالب ابن عبد المطلب "۱۵۶۶)

www.idaraghufran.org

بعض دوسری روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کو حجاز کا عامل مقرر کیا تھا، جو لوگوں کو یزید کی معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بیعت لینے کی دعوت دیتا تھا، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اس موقع پر مروان سے اختلاف کیا تھا۔ [1]

اور جو بعض روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو ابنِ عمر اور چند دیگر حضرات کو ڈرانے، دھمکانے اور جان سے مارنے کی دھمکی دے کر یزید کے لئے بیعت لینے کا ذکر ہے، تو ان کی سند معتبر نہیں۔

اور بعض روایات میں خود ہی اس کی تردید بھی موجود ہے۔ [2]

---

[1] عن یوسف بن ماھک قال: کان مروان علی الحجاز، استعمله معاویة، فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویة لکی یبایع له بعد أبیه، فقال له عبد الرحمن بن أبی بکر شیئا، فقال: خذوه، فدخل بیت عائشة فلم یقدروا(صحیح البخاری،رقم الحدیث۴۸۲۷، کتاب تفسیر القرآن، سورة حم الاحقاف)

قال ابن إسحاق: وحدثنی عبد الله بن أبی بکر، عن یحیی بن عبد الله بن عبد الرحمن، أن عمارة بن عمرو بن حزم قال:فضرب الدهر من ضربة حتی إذا کانت ولایة معاویة بن أبی سفیان، وأمر مروان بن الحکم علی المدینة(صحیح ابنِ خزیمة،رقم الحدیث ۲۲۷۸، کتاب الزکاة، باب ذکر الخبر المفسر للفظة المجملة التی ذکرتها)

قال الأعظمی :إسناده حسن(حاشیة صحیح ابنِ خزیمة)

قوله کان مروان علی الحجاز أی أمیرا علی المدینة من قبل معاویة وأخرج الإسماعیلی والنسائی من طریق محمد بن زیاد هو الجمحی قال کان مروان عاملا علی المدینة قوله استعمله معاویة فخطب فجعل یذکر یزید بن معاویة لکی یبایع له فی روایة الإسماعیلی من الطریق المذکورة فأراد معاویة أن یستخلف یزید یعنی ابنه فکتب إلی مروان بذلک فجمع مروان الناس فخطبهم فذکر یزید ودعا إلی بیعته وقال إن الله أری أمیر المؤمنین فی یزید رأیا حسنا وإن یستخلفه فقد استخلف أبو بکر وعمر (فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج۸،ص۵۷۶، کتاب التفسیر،قوله سورة حم الزخرف،باب والذی قال لوالدیه أف لکما أتعداننی أن أخرج إلی قوله أساطیر الأولین)

[2] وحدثنا وهب قال حدثنی أبی عن أیوب عن نافع قال خطب معاویة فذکر ابن عمر فقال والله لیبایعن أو لأقتلنه .فخرج عبد الله بن عبد الله بن عمر إلی أبیه فأخبره وسار إلی مکة ثلاثا فلما أخبره بکی ابن عمر فبلغ الخبر عبد الله بن صفوان فدخل علی ابن عمر فقال أخطب هذا بکذا قال نعم فقال ما ترید أترید قتاله فقال یا بن صفوان الصبر خیر من ذلک فقال ابن صفوان والله لئن أراد ذلک لأقاتلنه فقدم معاویة مکة فنزل ذا طوی فخرج إلیه عبد الله بن صفوان فقال أنت الذی تزعم أنک تقتل ابن عمر إن لم یبایع لابنک فقال أنا أقتل ابن عمر إنی والله لا أقتله(تاریخ خلیفة بن خیاط،ص۲۱۴،و۲۱۵،سنة إحدی وخمسین،أخذ البیعة لیزید بن معاویة)

ابنِ جریر طبری نے اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنی وفات کے بعد یزید کے ولی عہد ہونے کی وصیت کی، اور مزید روایات بھی اپنی سند کے ساتھ اس طرح کی ذکر کی ہیں، جن کی اسناد میں اعضال وابہام موجود ہے، اور اس طرح کی روایات کو بعض حضرات نے بالمعنیٰ بھی ذکر کر دیا ہے، جن سے بعض باتیں خلافِ معتدل اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، اس لئے اس قسم کی روایات کو صحیح روایات کے مقابلہ میں ترجیح دیا جانا راجح معلوم نہ ہوسکا۔ [1]

---

[1] حدثنی الحارث قال حدثنا علی قال لما مات زیاد دعا معاویة بکتاب فقرأه علی الناس باستخلاف یزید إن حدث به حدث الموت فیزید ولی عهد فاستوثق له الناس علی البیعة لیزید غیر خمسة نفر.

فحدثنی یعقوب بن إبراهیم قال حدثنا إسماعیل بن إبراهیم قال حدثنا ابن عون قال حدثنی رجل بنخلة قال بایع الناس لیزید بن معاویة غیر الحسین بن علی وابن عمر وابن الزبیر وعبد الرحمن بن أبی بکر وابن عباس فلما قدم معاویة أرسل إلی الحسین بن علی فقال یا ابن أخی قد استوثق الناس لهذا الامر غیر خمسة نفر من قریش أنت تقودهم یا ابن أخی فما إربک إلی الخلاف قال أنا أقودهم قال نعم أنت تقودهم قال فأرسل إلیهم فإن بایعوا کنت رجلا منهم وإلا لم تکن عجلت علی بأمر قال وتفعل قال نعم قال فأخذ علیه ألا یخبر بحدیثهم أحدا قال فالتوی علیه ثم أعطاه ذلک فخرج وقد أقعد له ابن الزبیر رجلا بالطریق قال یقول لک أخوک ابن الزبیر ما کان فلم یزل به حتی استخرج منه شیئا ثم أرسل بعده إلی ابن الزبیر فقال له قد استوثق الناس لهذاالامر غیر خمسة نفر من قریش أنت تقودهم یا ابن اخی فما إربک إلی الخلاف قال أنا أقودهم قال نعم أنت تقودهم قال فأرسل إلیهم فإن بایعوا کنت رجلا منهم وإلا لم تکن عجلت علی بأمر قال وتفعل قال نعم قال فأخذ علیه ألا یخبر بحدیثهم أحدا قال یا أمیر المؤمنین نحن فی حرم الله عز وجل وعهد الله سبحانه ثقیل فأبی علیه وخرج ثم أرسل بعده إلی ابن عمر فکلمه بکلام هو ألین من کلام صاحبه فقال إنی أرهب أن أدع أمة محمد بعدی کالضأن لا راعی لها وقد استوثق الناس لهذا الامر غیر خمسة نفر من قریش أنت تقودهم فما إربک إلی الخلاف قال هل لک فی أمر یذهب الذم ویحقن الدم وتدرک به حاجتک قال وددت قال تبرز سریرک ثم أجیء فأبایعک علی أنی أدخل بعدک فیما یجتمع علیه الامة فوالله لو أن الامة اجتمعت بعدک علی عبد حبشی لدخلت فیما تدخل فیه الامة قال وتفعل قال نعم ثم خرج فأتی منزله فأطبق بابه وجعل الناس یجیئون فلا یأذن لهم فأرسل إلی عبد الرحمن بن أبی بکر فقال یا ابن أبی بکر بأیة ید أو رجل تقدم علی معصیتی قال أرجو أن یکون ذلک خیرا لی فقال والله لقد هممت أن أقتلک قال لو فعلت لاتبعک الله به لعنة فی الدنیا وأدخلک به فی الآخرة النار قال ولم یذکر ابن عباس(تاریخ الطبری لابن جریر الطبری، ج۵، ص ۳۰۳ و ۳۰۴،سنة ست وخمسین،ذکر خبر البیعه لیزید بولایة العهد)

اس لئے ہر قسم کی روایت اوراس میں مذکور ہر مضمون کی تصدیق وتائید نہیں کی جاسکتی۔

اور مختلف صحیح تاریخی روایات کی روشنی میں ہمارا رجحان اس طرف ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ شام کی طرف سے اس بات کو جان لیا تھا کہ وہ سخت جنگ جو، اور غصہ والے لوگ ہیں، اور وہ حکومت کو شام سے حجاز کی طرف منتقل ہونے پر راضی نہیں تھے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور، اور جنگِ صفین میں ان سب حالات کا مشاہدہ کر چکے تھے، اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد امت دوبارہ کسی بڑی جنگ، اور خون وخرابہ سے دوچار ہو، اس لئے وہ اپنی موجودگی میں اس قضیہ کو حل کرنا چاہتے تھے، اور وہ پہلے دوسرے افراد کو حکومت سپرد کئے جانے کا رجحان رکھتے تھے، لیکن وقت کے ساتھ ان کا مختلف وجوہات، اور معروضی حالات کی بناء پر یزید کی طرف رجحان ہوا، جس پر انہوں نے خود اپنی زندگی میں اس کے متعلق اہلِ حل وعقد سے مشاورت کا اہتمام کیا، نہایت بردباری اور تحمل کے ساتھ دوسروں کی رائے کو سنا، ان کو پورا پورا موقع فراہم کیا، اور ان کی رائے کا احترام کیا، اور ان کی رائے پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، اگرچہ وہ آپ کی رائے کے صریح خلاف کیوں نہ ہو، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلیم ہونے کی علامت ہے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے امت کا اتحاد واتفاق پیشِ نظر تھا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ پہلے کی طرح امت کا خون بہایا جائے، کیونکہ انہوں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مصالحت کے بعد بیس سال کا عرصہ امت کو متحد رکھ کر گذارا تھا، اور اس رائے سے اگرچہ بعض صحابہ کو اختلاف تھا، لیکن بعض صحابہ کی بھی یہی رائے تھی، جو حضرت معاویہ کی تھی۔

چنانچہ امام بخاری نے ''تاریخِ کبیر'' میں حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی یُسَیْرٍ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اِسْتُخْلِفَ یَزِیْدُ ،فَقَالَ أَتَقُوْلُوْنَ أَنَّ یَزِیْدَ لَیْسَ بِخَیْرِ أُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ وَأَنَا أَقُوْلُ ذٰلِکَ وَلٰکِنْ لَأَنْ یَّجْمَعَ اللّٰہُ أُمَّۃَ

مُحَمَّدٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَفَرَّقَ، قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْتِيكَ مِنَ الْحَيَاءِ إِلَّا خَيْرٌ (التاريخ الكبير، رقم الترجمة ، ٣٥٦٦، باب الياء، من اسمه يسير)

ترجمہ: ہم یزید کو خلیفہ بنائے جانے کے وقت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے یسیر نامی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم یہ کہتے ہو کہ یزید، امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہتر نہیں ہے؟ اور میں بھی یہی کہتا ہوں، لیکن اللہ، امتِ محمدیہ کو جمع رکھے، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ وہ تفرقہ واختلاف میں پڑے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے پاس حیاء، صرف خیر کو ہی لاتی ہے (تاریخِ کبیر)

اس حدیث کو ابنِ سعد نے بھی کچھ اضافہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

اور اس کو خلیفہ بن خیاط نے بھی معتبر سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال: أخبرنا يحيى بن حماد قال: حدثنا أبو عوانة عن داود بن عبد الله عن حميد بن عبد الرحمن قال: دخلنا على أسير رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حين استخلف يزيد بن معاوية .قال: يقولون إن يزيد ليس بخير أمة محمد ولا أفقهها فقها ولا أعظمها فيها شرفا وأنا أقول ذلك ولكن والله لأن تجتمع أمة محمد صلى الله عليه وسلم أحب إلى من أن تفرق. أرأيتكم بابا لو دخل فيه أمة محمد صلى الله عليه وسلم وسعهم أكان يعجز عن رجل واحد لو دخل فيه؟ قال: قلنا: لا .قال: أرأيتكم لو أن أمة محمد صلى الله عليه وسلم قال: كل رجل منهم لا أهريق دم أخي ولا آخذ ماله أكان هذا يسعهم؟ قال: قلنا: نعم.قال: فذلك ما أقول لكم .ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:، لا يأتيك من الحياء إلا خير (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج٧، ص٤٧ "الطبقة التاسعة" أسير صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم)

[2] وحدثنا عبد الرحمن قال نا أبو عوانة عن داود بن عبد الله الأودى عن حميد بن عبد الرحمن قال دخلنا على رجل من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حين استخلف يزيد بن معاوية فقال أتقولون إن يزيد ليس بخير أمة محمد لا أفقه فيها فقها ولا أعظمها فيها شرفا قلنا نعم قال وأنا أقول ذلك .ولكن والله لئن تجتمع أمة محمد أحب إلى من أن تفترق أرأيتم بابا لو دخل فيه أمة محمد وسعهم أكان يعجز عن رجل واحد لو دخل فيه قلنا لا قال أرأيتم لو أن أمة محمد قال كل رجل منهم لا أهريق دم أخي ولا آخذ ماله أكان هذا يسعهم قلنا نعم قال فذلك ما أقول لكم ثم قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اہلِ شام یزید کے بعد بھی حکومت کے شام سے حجاز کی طرف منتقل ہونے پر راضی نہیں تھے، اور وہ اس کے لئے بہت سخت موقف رکھتے تھے، جس کا بعض دوسری روایات میں ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

اس کے بعد سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول ہیں، جن کے طرزِ عمل سے علمی طور پر اختلاف کرتے ہوئے اس کو اجتہادی خطاء تو کہا جاسکتا ہے، لیکن ان پر نکیر اور ان کی تحقیر کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی، یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد یزید کے خلیفہ بن جانے کے باوجود، معتبر سند کے ساتھ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں اس قسم کی کسی گستاخی کا ثبوت نہیں ملتا، جس قسم کی گستاخی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل پر نادان اور غیر اہلُ السنۃ کی طرف سے ملتا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل کے بعد بھی ان کے صحابی ہونے اور دوسرے اعمالِ صالحہ کے فضائل اپنی جگہ بدستور موجود ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر اس وقت بھی ایک اجر حاصل ہوتا ہے، جب اس کا اجتہاد خطاء پر مبنی ہو۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يأتيك من الحياء إلا خير (تاريخ خليفة بن خياط، ص ٢١٧، سنة إحدى وخمسين، أخذ البيعة ليزيد بن معاوية)

وقال حميد بن عبد الرحمن :دخلنا على بشير، وكان صحابيا، حين استخلف يزيد فقال :يقولون إنا يزيد ليس بخير أمة محمد صلى الله عليه وسلم، وأنا أقول ذلك، ولكن لأن يجمع الله أمة محمد أحب إلى من أن تفترق (تاريخ الإسلام، للذهبي، ج٢، ص ٢٦٩، سنة ستين، بيعة يزيد)

[1] حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، ثنا يحيى بن معين، ثنا حجاج بن محمد، عن أبي معشر قال " :لما مات معاوية بن يزيد بايع أهل الشام كلهم ابن الزبير إلا أهل الأردن، فلما رأى ذلك رءوس بني أمية وناس من أهل الشام من أشرافهم، وفيهم روح بن زنباع الجذامي، قال بعضهم لبعض :إن الملك كان فينا أهل الشام فينقل ذلك إلى الحجاز لا نرضى بذلك (المعجم الكبير، للطبراني، ج٥ ص ٨٠، رقم الحديث ٤٦٤٠)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وإسناده منقطع (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٠٩٠، باب فيما كان من أمر ابن الزبير، ويزيد بن معاوية، واستخلاف أبيه له، وأيام الحرة، وغير ذلك)

www.idaraghufran.org

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے سیاسی، واجتماعی حالات کا مشاہدہ کرتے ہوئے، اور یزید کی حربی صلاحیتوں پر نظر کرتے ہوئے یہ رائے قائم فرمائی تھی، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں یزید کو مختلف معرکوں میں امیر بنا کر اس کی ان صلاحیتوں کا مشاہدہ کر چکے تھے، اور بعض اوقات یہ صلاحیتیں، دوسرے نیک صالح شخص کے مقابلہ میں راجح قرار دیئے جانے کی گنجائش رکھ سکتی ہیں، جس کے متعلق محققین اہلُ السنۃ کی تصریحات موجود ہیں۔

اس لئے اہلُ السنۃ والجماعۃ کے موقف کو چھوڑ کر، ذرا ذرا سی باتوں پر ایک دوسرے کے اوپر ناصبی، خارجی ورافضی، اور یزیدی وغیرہ ہونے کی تہمتیں لگانا، درست نہیں۔

اب اس سلسلہ میں چند حوالہ جات وتصریحات نقل کی جاتی ہیں۔

علامہ ابنِ خلدون (المتوفیٰ: 808ھ) نے مقدمہ ابنِ خلدون میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کو ولی عہد بنانے اور اس کے خلافت کا اہل ہونے کے مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ حکومت کی اہلیت میں امت کے دینی ودنیوی مصالح کو پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کے لئے حکمران کو اپنے بعد اپنی نظر میں حسبِ مصلحت تجویز دینے، اور کسی کی تقرری کرنے کا بھی اختیار حاصل ہوتا ہے، جس کے جائز ہونے میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں، چنانچہ ابوبکر صدیق، اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں بھی اس سلسلہ میں حسبِ حال تجاویز روبہ عمل لائی گئیں۔

اور امام وحکمران کو اپنی اولاد وغیر اولاد، ہر ایک کے لئے اپنی طرف سے دیانت دارانہ تجویز دینے کا استحقاق حاصل ہے۔

اور یہ تجویز مختلف ادوار واشخاص کی حیثیت سے مختلف ہوسکتی ہے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیٹے کی تجویز کے متعلق مختلف طریقوں سے مشاورت کا اہتمام کیا گیا، اور دوسروں کے مشوروں کو سنا گیا، اور مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی تجویز سے اتفاق بھی کیا، اور بعض نے سکوت رکھا، سوائے چند مشہور

صحابہ رضی اللہ عنہم کے، جن کا اختلاف مشہور ومعروف ہے، اور جنہوں نے اختلاف کیا، ان کے اختلاف کی وجہ بھی معتبر روایات میں مذکور ہے، جس سے ظاہر ہے کہ یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا تھا، جس پر کسی فریق کو مطعون نہیں کیا جاسکتا۔ [1]

---

[1] اعلم أنا قدمنا الكلام فى الإمامة ومشروعيتها لما فيها من المصلحة وأن حقيقتها للنظر فى مصالح الأمة لدينهم ودنياهم فهو وليهم والأمين عليهم ينظر لهم ذلک فى حياته ويتبع ذلک أن ينظر لهم بعد مماته ويقيم لهم من يتولى أمورهم كما كان هو يتولاها ويثقون بنظره لهم فى ذلک كما وثقوا به فيما قبل وقد عرف ذلک من الشرع بإجماع الأمة على جوازه وانعقاده إذ وقع بعهد أبى بكر رضى الله عنه لعمر بمحضر من الصحابة وأجازوه وأوجبوا على أنفسهم به طاعة عمر رضى الله عنه وعنهم .

وكذلک عهد عمر فى الشورى إلى الستة بقية العشرة وجعل لهم أن يختاروا للمسلمين ففوض بعضهم إلى بعض حتى أفضى ذلک إلى عبد الرحمن بن عوف فاجتهد وناظر المسلمين فوجدهم متفقين على عثمان وعلى على فآثر عثمان بالبيعة على ذلک لموافقته إياه على لزوم الاقتداء بالشيخين فى كل ما يعن دون اجتهاده فانعقد أمر عثمان لذلک وأوجبوا طاعته والملأ من الصحابة حاضرون للأولى والثانية ولم ينكره أحد منهم فدل على أنهم متفقون على صحة هذا العهد عارفون بمشروعيته.

والإجماع حجة كما عرف ولا يتهم الإمام فى هذا الأمر وإن عهد إلى أبيه أو ابنه لأنه مأمون على النظر لهم فى حياته فأولى أن لا يحتمل فيها تبعة بعد مماته خلافا لمن قال باتهامه فى الولد والوالد أو لمن خصص التهمة بالولد دون الوالد فإنه بعيد عن الظنة فى ذلک كله لا سيما إذا كانت هناک داعية تدعو إليه من إيثار مصلحة أو توقع مفسدة فتنتفى الظنة فى ذلک رأسا كما وقع فى عهد معاوية لابنه يزيد وإن كان فعل معاوية مع وفاق الناس له حجة فى الباب والذى دعا معاوية لإيثار ابنه يزيد بالعهد دون من سواه إنما هو مراعاة المصلحة فى اجتماع الناس واتفاق أهوائهم باتفاق أهل الحل والعقد عليه حينئذ من بنى أمية إذ بنو أمية يومئذ لا يرضون سواهم وهم عصابة قريش وأهل الملة أجمع وأهل الغلب منهم فآثره بذلک دون غيره ممن يظن أنه أولى بها وعدل عن الفاضل إلى المفضول حرصا على الاتفاق واجتماع الأهواء الذى شأنه أهم عند الشارع .

وإن كان لا يظن بمعاوية غير هذا فعدالته وصحبته مانعة من سوى ذلک وحضور أكابر الصحابة لذلک وسكوتهم عنه دليل على انتفاء الريب فيه فليسوا ممن يأخذهم فى الحق هوادة وليس معاوية ممن تأخذه العزة فى قبول الحق فإنهم كلهم أجل من ذلک وعدالتهم مانعة منه وفرار عبد الله بن عمر من ذلک إنما هو محمول على تورعه من الدخول فى شىء من الأمور مباحا كان أو محظورا كما هو معروف عنه ولم يبق فى المخالفة لهذا العهد الذى اتفق عليه الجمهور إلا ابن الزبير وندور المخالف معروف ثم إنه وقع مثل ذلک من بعد معاوية من الخلفاء الذين كانوا يتحرون الحق ويعملون به مثل عبد الملک وسليمان من بنى أمية والسفاح والمنصور والمهدى والرشيد من بنى العباس وأمثالهم ممن عرفت عدالتهم وحسن رأيهم للمسلمين والنظر لهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے بعد علامہ ابنِ خلدون نے چند قابلِ توجہ باتوں پر بھی روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یزید میں بعض قابلِ اصلاح چیزیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات میں بھی پائی جاتی تھیں، جن کی اصلاح کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متوجہ کیا کرتے تھے، پھر بعد میں جب زیادہ قابلِ نکیر چیزیں سامنے آئیں، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف رونما ہوا، بعض نے اس کے خلاف خروج کو ترجیح دی، بعض نے صبر کو ترجیح دی، اور یزید کے خلاف خروج کو فتنہ کا باعث سمجھا، جس میں ان کا باہم اختلاف، اجتہادی نوعیت کا تھا، اور سب کے مقاصد نیک تھے، اس لئے ان میں سے کسی پر نکیر نہیں کی جاسکتی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ ولا يعاب عليهم إيثار أبنائهم وإخوانهم وخروجهم عن سنن الخلفاء الأربعة فى ذلک فشأنهم غير شأن أولئک الخلفاء فإنهم كانوا على حين لم تحدث طبيعة الملک وكان الوازع دينيا فعند كل أحد وازع من نفسه فعهدوا إلى من يرتضيه الدين فقط وآثروه على غيره ووكلوا كل من يسمو إلى ذلک إلى وازعه .

وأما من بعدهم من لدن معاوية فكانت العصبية قد أشرفت على غايتها من الملک والوازع الدينى قد ضعف واحتيج إلى الوازع السلطانى والعصبانى فلو عهد إلى غير من ترتضيه العصبية لردت ذلک العهد وانتفض أمره سريعا وصارت الجماعة إلى الفرقة والاختلاف.

سأل رجل عليا رضى الله عنه: ما بال المسلمين اختلفوا عليک ولم يختلفوا على أبى بكر وعمر؟ فقال: لأن أبا بكر وعمر كانا واليين على مثلى وأنا اليوم وال على مثلک يشير إلى وازع الدين أفلا ترى إلى المأمون لما عهد إلى على بن موسى بن جعفر الصادق وسماه الرضا كيف أنكرت العباسية ذلک ونقضوا بيعته وبايعوا لعمه إبراهيم بن المهدى وظهر من الهرج والخلاف وانقطاع السبل وتعدد الثوار والخوارج ما كاد أن يصطلم الأمر حتى بادر المأمون من خراسان إلى بغداد ورد أمرهم لمعاهده فلا بد من اعتبار ذلک فى العهد فالعصور تختلف باختلاف ما يحدث فيها من الأمور والقبائل والعصبيات وتختلف باختلاف المصالح ولكل واحد منها حكم يخصه لطفا من الله بعباده وأما أن يكون القصد بالعهد حفظ التراث على الأبناء فليس من المقاصد الدينية إذ هو أمر من الله يخص به من يشاء من عباده ينبغى أن تحسن فيه النية ما أمكن خوفا من العبث بالمناصب الدينية والملک لله يؤتيه من يشاء(تاريخ ابن خلدون، ج ا ص ۲۶۲ الٰی ۲۶۴، مقدمة المؤلف، الكتاب الاول، الباب الثالث،الفصل الثلاثون فى ولاية العهد)

[1] وعرض هنا أمور تدعو الضرورة إلى بيان الحق فيها:

فالأول منها ما حدث فى يزيد من الفسق أيام خلافته.فإياک أن تظن بمعاوية رضى الله عنه أنه علم ذلک من يزيد فإنه أعدل من ذلک وأفضل بل كان يعذله أيام حياته فى سماع الغناء وينهاه عنه وهو أقل من ذلک وكانت مذاهبهم فيه مختلفة ولما حدث فى يزيد ما حدث من الفسق اختلف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر علامہ ابنِ خلدون نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکومت وخلافت کے عہد کا جو دعویٰ شیعہ کرتے ہیں، اور وصیت لکھنے کے قرطاس کے واقعہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کی بابت پیش کرتے ہیں، وہ اہلُ السنۃ کے نزدیک صحیح نہیں۔

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے اپنے دورِ حکومت میں اپنے بعد جس طریقہ کو مناسب سمجھا، انہوں نے اس کے مطابق عمل کیا، لیکن اس کے بعد جس طرح کے حالات کا تقاضا ہو، اس کے مطابق عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، ہمیشہ خلفائے راشدین والے طریقہ کو اختیار کرنا ہر ایک پر فرض نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الصحابة حينئذ فى شأنه فمنهم من رأى الخروج عليه ونقض بيعته من أجل ذلك كما فعل الحسين وعبد الله بن الزبير رضى الله عنهما ومن اتبعهما فى ذلك ومنهم من أباه لما فيه من إثارة الفتنة وكثرة القتل مع العجز عن الوفاء به لأن شوكة يزيد يومئذ هى عصابة بنى أمية وجمهور أهل الحل والعقد من قريش وتستتبع عصبية مضر أجمع وهى أعظم من كل شوكة ولا تطاق مقاومتهم فأقصروا عن يزيد بسبب ذلك وأقاموا على الدعاء بهدايته والراحة منه وهذا كان شأن جمهور المسلمين والكل مجتهدون ولا ينكر على أحد من الفريقين فمقاصدهم فى البر وتحرى الحق معروفة وفقنا الله للاقتداء بهم(تاريخ ابن خلدون، ج ا ص ۲۶۴، وص ۲۶۵، مقدمة المؤلف، الكتاب الاول، الباب الثالث، الفصل الثلاثون فى ولاية العهد)

[1] والأمر الثانى هو شأن العهد مع النبى صلى الله عليه وسلم وما تدعيه الشيعة من وصيته لعلى رضى الله عنه وهو أمر لم يصح ولا نقله أحد من أئمة النقل.

والذى وقع فى الصحيح من طلب الدواة والقرطاس ليكتب الوصية وأن عمر منع من ذلك فدليل واضح على أنه لم يقع .

وكذا قول عمر رضى الله عنه حين طعن وسئل فى العهد فقال: إن أعهد فقد عهد من هو خير منى يعنى أبا بكر وإن أترك فقد ترك من هو خير منى يعنى النبى صلى الله عليه وسلم لم يعهد وكذلك قول على للعباس رضى الله عنهما حين دعاه للدخول إلى النبى صلى الله عليه وسلم يسألانه عن شأنهما فى العهد فأبى على من ذلك وقال إنه إن منعنا منها فلا نطمع فيها آخر الدهر وهذا دليل على أن عليا علم أنه لم يوص ولا عهد إلى أحد وشبهة الإمامية فى ذلك إنما هى كون الإمامة من أركان الدين كما يزعمون وليس كذلك وإنما هى من المصالح العامة المفوضة إلى نظر الخلق ولو كانت من أركان الدين لكان شأنها شأن الصلاة ولكان يستخلف فيها كما استخلف أبا بكر فى الصلاة ولكان يشتهر كما اشتهر أمر الصلاة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پھر علامہ ابنِ خلدون نے فرمایا کہ بہت سے جنگی اور سیاسی امور میں صحابہ وتابعین کا اجتہادی اختلاف رونما ہوا، جس میں کسی فریق کی طرف برائی کی نسبت کرنا درست نہیں ہوا کرتا، جیسا کہ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین کئی اختلافات رونما ہوئے، جن میں جنگِ جمل بھی داخل ہے۔

اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ، اس موقعہ پر دیگر صحابہ کا اختلاف پہلے اختلافات سے زیادہ بڑا اختلاف شمار نہیں ہوتا کہ اس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

واحتجاج الصحابة على خلافة أبى بكر بقياسها على الصلاة فى قولهم ارتضاه رسول الله صلى الله عليه وسلم لديننا أفلا نرضاه لدنيانا دليل على أن الوصية لم تقع.

ويدل ذلك أيضا على أن أمر الإمامة والعهد بها لم يكن مهما كما هو اليوم وشأن العصبية المراعاة فى الاجتماع والافتراق فى مجارى العادة لم يكن يومئذ بذلك الاعتبار لأن أمر الدين والإسلام كان كله بخوارق العادة من تأليف القلوب عليه واستماتة الناس دونه وذلك من أجل الأحوال التى كانوا يشاهدونها فى حضور الملائكة لنصرهم وتردد خبر السماء بينهم وتجدد خطاب الله فى كل حادثة تتلى عليهم فلم يحتج إلى مراعاة العصبية لما شمل الناس من صبغة الانقياد والإذعان وما يستفزهم من تتابع المعجزات الخارقة والأحوال الإلهية الواقعة والملائكة المترددة التى وجموا منها ودهشوا من تتابعها.

فكان أمر الخلافة والملك والعهد والعصبية وسائر هذه الأنواع مندرجا فى ذلك القبيل كما وقع فلما انحصر ذلك المدد بذهاب تلك المعجزات ثم بفناء القرون الذين شاهدوها فاستحالت تلك الصبغة قليلا قليلا وذهبت الخوارق وصار الحكم للعادة كما كان فاعتبر أمر العصبية ومجارى العوائد فيما ينشأ عنها من المصالح والمفاسد وأصبح الملك والخلافة والعهد بهما مهما من المهمات الأكيدة كما زعموا ولم يكن ذلك من قبل .

فانظر كيف كانت الخلافة لعهد النبى صلى الله عليه وسلم غير مهمة فلم يعهد فيها ثم تدرجت الأهمية زمان الخلافة بعض الشىء بما دعت الضرورة إليه فى الحماية والجهاد وشأن الردة والفتوحات فكانوا بالخيار فى الفعل والترك كما ذكرناه عن عمر رضى الله عنه ثم صارت اليوم من أهم الأمور للإلفة على الحماية والقيام بالمصالح فاعتبرت فيها العصبية التى هى سر الوازع عن الفرقة والتخاذل ومنشأ الاجتماع والتوافق الكفيل بمقاصد الشريعة وأحكامها(تاريخ ابن خلدون، ج ا ص ٢٦٥،وص ٢٦٦، مقدمة المؤلف، الكتاب الاول، الباب الثالث،الفصل الثلاثون فى ولاية العهد)

طعن وتشنیع کا باعث سمجھا جائے۔ [1]

---

[1] والأمر الثالث شأن الحروب الواقعة فی الإسلام بین الصحابة والتابعین:
فاعلم أن اختلافهم إنما یقع فی الأمور الدینیة وینشأ عن الاجتهاد فی الأدلة الصحیحة والمدارک المعتبرة والمجتهدون إذا اختلفوا فإن قلنا إن الحق فی المسائل الاجتهادیة واحد من الطرفین ومن لم یصادفه فهو مخطء فإن جهته لا تتعین بإجماع فیبقی الکل علی احتمال الإصابة ولا یتعین المخطء منها والتأثیم مدفوع عن الکل إجماعا وإن قلنا إن الکل حق وإن کل مجتهد مصیب فأحری بنفی الخطإ والتأثیم وغایة الخلاف الذی بین الصحابة والتابعین أنه خلاف اجتهادی فی مسائل دینیة ظنیة وهذا حکمه والذی وقع من ذلک فی الإسلام إنما هو واقعة علی مع معاویة ومع الزبیر وعائشة وطلحة وواقعة الحسین مع یزید وواقعة ابن الزبیر مع عبد الملک فأما واقعة علی فإن الناس کانوا عند مقتل عثمان مفترقین فی الأمصار فلم یشهدوا بیعة علی والذین شهدوا فمنهم من بایع ومنهم من توقف حتی یجتمع الناس ویتفقوا علی إمام کسعد وسعید وابن عمر وأسامة بن زید والمغیرة بن شعبة وعبد الله بن سلام وقدامة بن مظعون وأبی سعید الخدری وکعب بن مالک والنعمان بن بشیر وحسان بن ثابت ومسلمة بن مخلد وفضالة بن عبید وأمثالهم من أکابر الصحابة والذین کانوا فی الأمصار عدلوا عن بیعته أیضا إلی الطلب بدم عثمان وترکوا الأمر فوضی حتی یکون شوری بین المسلمین لمن یولونه وظنوا بعلی هوادة فی السکوت عن نصر عثمان من قاتله لا فی الممالأة علیه فحاش لله من ذلک.
ولقد کان معاویة إذا صرح بملامته إنما یوجهها علیه فی سکوته فقط ثم اختلفوا بعد ذلک فرأی علی أن بیعته قد انعقدت ولزمت من تأخر عنها باجتماع من اجتمع علیها بالمدینة دار النبی صلی الله علیه وسلم وموطن الصحابة وأرجأ الأمر فی المطالبة بدم عثمان إلی اجتماع الناس واتفاق الکلمة فیتمکن حینئذ من ذلک ورأی الآخرون أن بیعته لم تنعقد لافتراق الصحابة أهل الحل والعقد بالآفاق ولم یحضر إلا قلیل ولا تکون البیعة إلا باتفاق أهل الحل والعقد ولا تلزم بعقد من تولاها من غیرهم أو من القلیل منهم وإن المسلمین حینئذ فوضی فیطالبون أولا بدم عثمان ثم یجتمعون علی إمام وذهب إلی هذا معاویة وعمرو بن العاص وأم المؤمنین عائشة والزبیر وابنه عبد الله وطلحة وابنه محمد وسعد وسعید والنعمان بن بشیر ومعاویة بن خدیج ومن کان علی رأیهم من الصحابة الذین تخلفوا عن بیعة علی بالمدینة کما ذکرنا إلا أن أهل العصر الثانی من بعدهم اتفقوا علی انعقاد بیعة علی ولزومها للمسلمین أجمعین وتصویب رأیه فیما ذهب إلیه وتعیین الخطإ من جهة معاویة ومن کان علی رأیه وخصوصا طلحة والزبیر لانتقاضهما علی علی بعد البیعة له فیما نقل مع دفع التأثیم عن کل من الفریقین کالشأن فی المجتهدین وصار ذلک إجماعا من أهل العصر الثانی علی أحد قولی أهل العصر الأول کما هو معروف.
ولقد سئل علی رضی الله عنه عن قتلی الجمل وصفین فقال: والذی نفسی بیده لا یموتن أحد من هؤلاء وقلبه نقی إلا دخل الجنة یشیر إلی الفریقین نقله الطبری وغیره فلا یقعن عندک ریب فی عدالة أحد منهم ولا قدح فی شیء من ذلک فهم من علمت وأقوالهم وأفعالهم إنما هی عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابہ وصحابیات کا باہمی اختلاف ذات وپات سے بالاتر اور نیک نیتی پر مبنی تھا، اسی لئے جب

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ المستندات وعدالتهم مفروغ منها عند أهل السنة إلا قولا للمعتزلة فيمن قاتل عليا لم يلتفت إليه أحد من أهل الحق ولا عرج عليه .

وإذا نظرت بعين الإنصاف عذرت الناس أجمعين فى شأن الاختلاف فى عثمان واختلاف الصحابة من بعد وعلمت أنها كانت فتنة ابتلى الله بها الأمة بينما المسلمون قد أذهب الله عدوهم وملكهم أرضهم وديارهم ونزلوا الأمصار على حدودهم بالبصرة والكوفة والشام ومصر وكان أكثر العرب الذين نزلوا هذه الأمصار جفاة لم يستكثروا من صحبة النبى صلى الله عليه وسلم ولا ارتاضوا بخلقه مع ما كان فيهم من الجاهلية من الجفاء والعصبية والتفاخر والبعد عن سكينة الإيمان وإذا بهم عند استفحال الدولة قد أصبحوا فى ملكة المهاجرين والأنصار من قريش وكنانة وثقيف وهذيل وأهل الحجاز ويثرب السابقين الأولين إلى الإيمان فاستنكفوا من ذلك وغصوا به لما يرون لأنفسهم من التقدم بأنسابهم وكثرتهم ومصادمة فارس والروم مثل قبائل بكر بن وائل وعبد القيس بن ربيعة وقبائل كندة والأزد من اليمن وتميم وقيس من مضر فصاروا إلى الغض من قريش والأنفة عليهم، والتمريض فى طاعتهم والتعلل فى ذلك بالتظلم منهم والاستعداء عليهم والطعن فيهم بالعجز عن السوية والعدل فى القسم عن السوية وفشت المقالة بذلك وانتهت إلى المدينة وهم من علمت فأعظموه وأبلغوه عثمان فبعث إلى الأمصار من يكشف له الخبر .

بعث ابن عمر ومحمد بن مسلمة وأسامة بن زيد وأمثالهم فلم ينكروا على الأمراء شيئا ولا رأوا عليهم طعنا وأدوا ذلك كما علموه فلم ينقطع الطعن من أهل الأمصار وما زالت الشناعات تنمو ورمى الوليد بن عقبة وهو على الكوفة بشرب الخمر وشهد عليه جماعة منهم وحده عثمان وعزله ثم جاء إلى المدينة من أهل الأمصار يسألون عزل العمال وشكوا إلى عائشة وعلى والزبير وطلحة وعزل لهم عثمان بعض العمال فلم تنقطع بذلك ألسنتهم بل وفد سعيد بن العاصى وهو على الكوفة فلما رجع اعترضوه بالطريق وردوه معزولا ثم انتقل الخلاف بين عثمان ومن معه من الصحابة بالمدينة ونقموا عليه امتناعه من العزل فأبى إلا أن يكون على جرحة [1]ثم نقلوا النكير إلى غير ذلك من أفعاله وهو متمسك بالاجتهاد وهم أيضا كذلك ثم تجمع قوم من الغوغاء وجائوا إلى المدينة يظهرون طلب النصفة من عثمان وهم يضمرون خلاف ذلك من قتله وفيهم من البصرة والكوفة ومصر وقام معهم فى ذلك على وعائشة والزبير وطلحة وغيرهم يحاولون تسكين الأمور ورجوع عثمان إلى رأيهم وعزل لهم عامل مصر فانصرفوا قليلا ثم رجعوا وقد لبسوا بكتاب مدلس يزعمون أنهم لقوة فى يد حامله إلى عامل مصر بأن يقتلهم وحلف عثمان على ذلك فقالوا مكنا من مروان فإنه كاتبك فحلف مروان فقال ليس فى الحكم أكثر من هذا فحاصروه بداره ثم بيتوه على حين غفلة من الناس وقتلوه وانفتح باب الفتنة فلكل من هؤلاء عذر فيما وقع وكلهم كانوا مهتمين بأمر الدين ولا يضيعون شيئا من تعلقاته.

ثم نظروا بعد هذا الواقع واجتهدوا والله مطلع على أحوالهم وعالم بهم ونحن لا نظن بهم إلا خيرا لما شهدت به أحوالهم ومقالات الصادق فيهم (تاريخ ابن خلدون، ج ا ص ٢٦٦ الٰى ٢٦٩، مقدمة المؤلف، الكتاب الاول، الباب الثالث،الفصل الثلاثون فى ولاية العهد)

ان کو اپنی خطاء کا احساس ہو جاتا تھا، تو فوراً رجوع کرلیا کرتے تھے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ وصحابیات کے مابین رونما ہونے والے بعض اختلافات کا اجمالی طور پر اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشگی بتلا دیا گیا تھا، جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے، ان میں ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق بھی ہے۔

چنانچہ قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ:

لَمَّا أَقْبَلَتْ عَائِشَةُ بَلَغَتْ مِيَاهَ بَنِيْ عَامِرٍ لَيْلًا نَبَحَتِ الْكِلَابُ، قَالَتْ: أَيُّ مَاءٍ هٰذَا؟ قَالُوا: مَاءُ الْحَوْأَبِ قَالَتْ: مَا أَظُنُّنِيْ إِلَّا أَنِّي رَاجِعَةٌ فَقَالَ بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعَهَا: بَلْ تَقْدَمِيْنَ فَيَرَاكِ الْمُسْلِمُوْنَ، فَيُصْلِحُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا ذَاتَ يَوْمٍ: كَيْفَ بِإِحْدَاكُنَّ تَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ؟ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۲۵۴) [1]

ترجمہ: جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت بنو عامر کے چشموں کے قریب پہنچیں، تو وہاں کتے بھونکنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ کون سا چشمہ ہے؟ لوگوں نے بتایا مقامِ ''حوأب'' کا چشمہ ہے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اب میں یہیں سے واپس جاؤں گی، ان کے کسی ہمراہی نے کہا کہ آپ چلتی رہیں، مسلمان آپ کو دیکھیں گے، تو ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کے درمیان صلح کروادے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک عورت کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی، جس پر مقامِ ''حوأب'' کے کتے بھونکیں گے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسَائِهٖ: لَيْتَ شِعْرِىْ، أَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْأَدْبَبِ، تَخْرُجُ فَيَنْبَحُهَا كِلَابُ حَوْأَبٍ، يُقْتَلُ عَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَتْلٰى كَثِيْرٌ، ثُمَّ تَنْجُوْ بَعْدَ مَا كَادَتْ (كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ٣٢٧٣، كتاب الفتن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ تم میں سے کونسی عورت، لمبے بالوں والے جمل (یعنی اونٹ) والی ہے، جو نکلے گی، پھر اس کو مقامِ ''حوأب'' کے کتے بھونکیں گے، اس عورت کے دائیں، اور بائیں طرف، بہت سے قتل کئے ہوئے مقتولین موجود ہوں گے، پھر وہ (عورت قتل ہونے سے) نجات پا جائے گی، بعد اس کے کہ وہ (قتل ہونے کے) قریب ہوگی (بزار)

بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سننے، یا یاد آنے اور وہاں سے واپس لوٹنے کے بعد اپنے وہاں جانے پر ملال بھی ہوا تھا۔

چنانچہ عبداللہ بن بن عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ:

قَالَتْ عَائِشَةُ: وَدِدْتُ أَنِّىْ كُنْتُ غُصْنًا رَطْبًا وَلَمْ أَسِرْ مَسِيْرِىْ هٰذَا

(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ٣٨٩٧٣، كتاب الجمل، فی مسير عائشة وعلی وطلحة والزبير رضی الله عنهم)

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں چاہتی ہوں کہ کاش میں تر شاخ ہوتی،

---

[1] قال الهيثمی: رواه البزار، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٢٠٢٦، باب فيما كان فی الجمل وصفين وغيرهما)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری: قلت: تقدم الكلام على رواة هذا الحديث وأنهم كلهم ثقات، وقد صرح بذلك الهيثمی والحافظ ابن حجر والبوصيری رحمهم الله، وعلى ذلك فالسند صحيح. فلا وجه عندی لقول أبی حاتم: أنه منكر، إلّا إن كان يعنی به أنه حديث غريب فرد، ويؤيده قوله عقبة: (لا يروى من طريق غيره) وإن أراد التضعيف، فلا وجه له (حاشية المطَالبُ العَاليَةُ، ج١٨، ص١٢٤، تحت رقم الحديث ٤٤٠٠، كتاب الفتن، باب وقعة الجمل)

اور میں اس جگہ چل کر نہ جاتی (ابنِ ابی شیبہ)

اس طرح کی روایات دوسری سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

اور اس قسم کے واقعات سے بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ وصحابیات کو جب اللہ اور اس کے رسول کا حکم معلوم ہو جاتا تھا، تو وہ اس پر عمل پیرا ہونے میں کوتاہی نہ کرتے تھے، اور اس کے سامنے اپنے اجتہاد کو بھی نظر انداز کر دیا کرتے تھے، اور اجتہادی خطاء پر گناہ نہیں ہوتا، اور اگر کوئی گناہ بھی ہو، تو وہ توبہ، اور اعمالِ صالحہ وغیرہ سے معاف کر دیا جاتا ہے۔

پس اگر کسی کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل میں خطاء محسوس ہوتی ہو، تب بھی اس خطاء کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کا ارتکاب کرنا، جائز نہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کو ولی عہد بنانے کی روایات کو تسلیم کرنے کی صورت میں شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

یہ امور تسلیم بھی کر لیے جائیں، تو غایت مافی الباب ایک خطاء کا ارتکاب معلوم ہوتا ہے، جو کہ انسانی کمزوریوں میں سے ایک کمزوری ہے، جس سے کوئی مقرب، یا

---

[1] كتب إلى أبو عبد الله محمد بن أحمد بن إبراهيم الرازى أخبرنا أبو محمد عبد الرحمن بن أبى الحسن بن إبراهيم أنبأ سهل بن بشر قالا أنا أبو الحسن محمد بن الحسين بن محمد بن الطفال أنا القاضى أبو الطاهر محمد بن أحمد بن عبد الله نا محمد بن عبدوس هو ابن كامل نا سليمان بن عمر الرقى نا إسماعيل بن علية عن أبى سفيان بن العلاء أخى أبى عمرو بن العلاء عن ابن أبى عتيق قال قالت عائشة لابن عمر ما منعک أن تنهانى عن مسيرى قال رأيت رجلا قد استولى على أمرک وظننت أنک تخالفيه يعنى ابن الزبير قالت أما أنک لو نهيتنى ما خرجت قال وكانت تقول إذا مر ابن عمر فأرونيه فإذا مر قيل لها هذا ابن عمر فلا تزال تنظر إليه(تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج ۳۱،ص ۱۱۰،تحت ترجمة:"عبد الله بن عمر بن الخطاب" رقم الترجمة ۳۴۲۱، حرف العين)

[2] حدثنا محمد بن بشار: حدثنا غندر: حدثنا شعبة، عن الحكم: سمعت أبا وائل قال: لما بعث على عمارا والحسن إلى الكوفة ليستنفرهم، خطب عمار فقال: إنى لأعلم أنها زوجته فى الدنيا والآخرة، ولكن الله ابتلاكم لتتبعوه أو إياها(صحيح البخارى،رقم الحديث ۳۷۷۲، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل عائشة رضى الله عنها)

ولی خالی نہیں ہوسکتا، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان سے معصوم ہیں۔

اس کمزوری کا مرکز نہ صرف محبتِ اولاد ہے، بلکہ یہ تجربہ اور ظنِ قوی بھی ہے کہ امتِ مسلمہ کے اس وسیع احاطے کو بجز ایسی قاہر ہستی اور ایسے منتظم اور مادی قوت والے شخص کے، موجودہ قریش میں سے کوئی سنبھال نہیں سکتا تھا۔

بنی ہاشم اور دیگر اشخاص میں اگرچہ ایسی بے مثال ہستیاں موجود ہیں، جو کہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے آفتاب ہیں، مگر یہ امر، اتنے بڑے مہم کام کے لیے کافی نہیں، ورنہ سفکِ دماء اور اضاعۃِ اموال، اور فساد فی الارض پیدا ہوگا، اس لیے اھونُ البلیتین کو اختیار کرنا لازم ہے، ادھر تنافسِ خانگی بھی رنگ لاتا ہے۔

بہرحال صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے متعلق حسنِ ظن، جس کے لیے نصوصِ متعددہ وارِد ہیں، کسی حال میں چھوڑا نہیں جاسکتا، خود یزید کے متعلق بھی تاریخی روایات، مبالغہ اور آپس کے تخالف سے خالی نہیں ہیں۔

واللّٰہ اعلم بالسرائر

(مکتوباتِ شیخ الاسلام، ج۱، ص۲۶۸، مکتوب نمبر: ۸۸، بعنوان ''''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کیوں ولی عہد بنایا؟'' مرتبہ: نجم الدین اصلاحی، مطبوعہ: مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، سنِ طباعت: 1952ء)

اور حافظ ابنِ کثیر اپنی مشہور کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' میں روم سے قتال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال عمير :فحدثتنا أم حرام أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجبوا، قالت أم حرام :فقلت: يا رسول الله أنا فيهم ؟ قال :أنت فيهم، قالت :ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم :أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، قلت :أنا فيهم يا رسول الله ؟ قال :لا.....

وفيه من دلائل النبوة ثلاث إحداها الإخبار عن الغزوة الأولى في البحر وقد

كانت فى سنة سبع وعشرين مع معاوية بن أبى سفيان حين غزا قبرص وهو نائب الشام عن عثمان بن عفان، وكانت معهم أم حرام بنت ملحان هذه صحبة زوجها عبادة بن الصامت.....

والغزوة الثانية غزوة قسطنطينية مع أول جيش غزاها، وكان أميرها يزيد بن معاوية بن أبى سفيان، وذلك فى سنة ثنتين وخمسين، وكان معهم أبو أيوب، خالد بن زيد الأنصارى، فمات هنالك رضى الله عنه وأرضاه، ولم تكن هذه المرأة معهم، لأنها كانت قد توفيت قبل ذلك فى الغزوة الأولى. فهذا الحديث فيه ثلاث آيات من دلائل النبوة، الإخبار عن الغزوتين، والإخبار عن المرأة بأنها من الأولين وليست من الآخرين، وكذلك وقع

(البداية والنهاية، ج٦، ص ٢٢٢و٢٢٣، كتاب دلائل النبوة ،باب ما قيل فى قتال الروم)

ترجمہ: عمیر کہتے ہیں کہ پس ہم سے امِ حرام رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر کا غزوہ کرے گا، ان کے لئے (جنت کو) واجب کردیا گیا، امِ حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی ان میں ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی ان میں ہوگی، امِ حرام کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر، جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) کا غزوہ کرے گا، ان کی مغفرت کردی جائے گی، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔.....

اور اس حدیث میں نبوت کی تین دلیلیں ہیں، پہلی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر میں ہونے والے پہلے غزوہ کی پیشگی خبر دی ہے، اور یہ سن ستائیس ہجری میں، معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ واقع ہوا، جب انہوں نے قبرص میں جہاد کیا تھا، اور حضرت معاویہ اس وقت شام میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے نائب تھے، اور امِ حرام بنتِ ملحان رضی اللہ عنہا بھی، اپنے شوہر

عبادہ بن صامت کے ساتھ اس غزوہ میں شریک تھیں۔.....

اور دوسرا غزوہ قسطنطنیہ کا جو پہلے لشکر کے ساتھ ہوا، اُس کا امیر یزید بن معاویہ بن ابی سفیان تھا، اور یہ غزوہ سن باون ہجری میں ہوا تھا، اور اس غزوہ کے شرکاء میں ابو ایوب انصاری، خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے، جو وہیں پر فوت ہوگئے، رضی اللّٰہ عنہ وارضاہ۔

اور یہ خاتون (امِ حرام) اس غزوہ کے شرکاء میں نہیں تھیں، کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی غزوہ کے موقع پر فوت ہوگئی تھیں۔

پس یہ حدیث نبوت کی تین دلیلوں پر مشتمل ہے، دو غزوات کی خبر دینے پر، اور اس عورت کے دو غزووں میں سے پہلے میں شریک ہونے، اور دوسرے میں شریک نہ ہونے کی خبر دینے پر، اور اسی طرح سے یہ واقعات واقع ہوئے (بدایہ)

اور حافظ ابنِ کثیر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

أبو أيوب الأنصارى الخزرجى شهد بدرا والعقبة والمشاهد كلها، وشهد مع على قتال الحرورية، وفى داره كان نزول رسول الله صلى الله عليه وسلم حين قدم المدينة فأقام عنده شهرا حتى بنى المسجد ومساكنه حوله، ثم تحول إليها، وقد كان أبو أيوب أنزل رسول الله فى أسفل داره ثم تحرج من أن يعلو فوقه، فسأل من رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يصعد إلى العلو ويكون هو وأم أيوب فى السفل فأجابه.....

وكانت وفاته ببلاد الروم قريبا من سور قسطنطينية من هذه السنة، وقيل فى التى قبلها، وقيل فى التى بعدها .وكان فى جيش يزيد بن معاوية، وإليه أوصى، وهو الذى صلى عليه .وقد قال الإمام أحمد :حدثنا عثمان ثنا همام ثنا أبو عاصم عن رجل من أهل مكة أن يزيد بن معاوية كان أميرا على الجيش الذى غزا فيه أبو أيوب، فدخل عليه عند الموت فقال له :إذا أنا مت فاقرءوا على الناس منى السلام (البداية والنهاية، ج۸، ص۵۸و۵۹، ثم دخلت سنة ثنتين وخمسين، ذكر من توفى فيها من الأعيان خالد بن زيد بن كليب)

ترجمہ: ابوایوب انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، بدر اور عقبہ، اور تمام غزوات میں

شریک ہوئے، اور علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حروریہ (خوارج) کے خلاف قتال میں بھی شریک ہوئے، اور ان ہی کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ آمد کے وقت اترے تھے، اور ان کے پاس ایک ماہ قیام فرمایا تھا، یہاں تک کہ مسجد اور اس کے اردگرد مکانات بنائے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان گھروں کی طرف منتقل ہوگئے تھے، اور ابوایوب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنے گھر کے نیچے والے حصہ میں ٹھہرایا تھا، پھر اس کے اوپر چڑھنے میں تنگی (وبے ادبی) محسوس کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے اوپر، اور ان کے اور امِ ایوب (یعنی اپنی بیوی) کے نیچے منتقل ہونے سے متعلق پوچھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو منظور فرمالیا۔.....

اور ان (ابوایوب انصاری) کی وفات روم کے شہر میں قسطنطنیہ کی دیوار کے قریب اسی سال (باون ہجری) میں ہوئی، اور ایک قول اس سال سے پہلے، اور ایک قول اس کے بعد (فوت ہونے) کا ہے، اور وہ یزید بن معاویہ کے لشکر میں تھے، اور اس (یزید) کو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی، اور یزید نے ہی ابوایوب انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔

اور امام احمد نے عثمان سے، انہوں نے ہمام سے، انہوں عاصم سے، انہوں نے مکہ کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ اس لشکر کا امیر تھا، جس میں ابوایوب نے غزوہ کیا، پھر ابوایوب کی موت کے وقت یزید ان کے پاس داخل ہوا، تو انہوں نے یزید سے کہا کہ جب میں فوت ہوجاؤں، تو لوگوں سے میرا اسلام کہنا (البدایۃ)

نیز حافظ ابنِ کثیر اسی تالیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وقد كان معاوية لما صالح الحسن عهد للحسن بالأمر من بعده، فلما مات الحسن قوى أمر يزيد عند معاوية، ورأى أنه لذلك أهلا، وذاك من شدة

محبة الوالد لولده، ولما كان يتوسم فيه من النجابة الدنيوية، وسيما أولاد الملوك ومعرفتهم بالحروب وترتيب الملك والقيام بأبهته، وكان ظن أن لا يقوم أحد من أبناء الصحابة في هذا المعنى، ولهذا قال لعبد الله بن عمر فيما خاطبه به :إني خفت أن أذر الرعية من بعدى كالغنم المطيرة ليس لها راع، فقال له ابن عمر :إذا بايعه الناس كلهم بايعته ولو كان عبدا مجدع الأطراف(البداية والنهاية، ج۸، ص ۸۰، ثم دخلت سنة ست وخمسين)

ترجمہ: اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی، تو اپنے بعد حکومت ان ہی کو سپرد کرنے کا عہد کیا تھا، لیکن جب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، تو معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بعد حکومت یزید کو سپرد کرنے کی طرف رجحان قوی ہوگیا، اور انہوں نے یزید کو اس کا اہل سمجھا، اور یہ والد کی اولاد سے شدتِ محبت، اور اس میں دنیوی نجابت، اور بطور خاص بادشاہوں کی اولاد کی خصوصیت، اور ان کی فنونِ حرب سے معرفت، اور سلطنت وحکومت کے انتظام وانصرام، اور اس کے قیام وبقاء کی وجہ سے تھا۔

اور حضرت معاویہ کا گمان یہ تھا کہ دیگر صحابہ کی اولاد میں سے کسی میں اس قسم کی صلاحیت موجود نہیں، اور اسی لئے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے اپنے بعد خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر ریوڑ کی طرح چھوڑ کر نہ چلا جاؤں، جس کا کوئی چرواہا (یعنی نگران وحکمران) نہ ہو، جس کے جواب میں ان کو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب دوسرے سب لوگ یزید سے بیعت کریں گے، تو میں بھی بیعت کرلوں گا، اگرچہ ہاتھ پاؤں کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو (البدایہ والنہایہ)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمران کے سر پر موجود ہونے کی اہمیت کو خود بھی سنا تھا، اس لئے ان پر اپنی زندگی میں ہی یزید سے بیعت کے لئے رضامندی کی فکر غالب آ گئی تھی۔

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ إِمَامٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (السنة لابن ابی عاصم، رقم الحدیث ۱۰۵۷) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں مَرا کہ اُس پر کوئی امام نہ تھا، تو وہ جاہلیت کی موت مَرا (ابن ابی عاصم)

اور مذکورہ عبارت میں ہاتھ پاؤں کٹے غلام کی اطاعت کا جو ذکر کیا گیا، اس کا بھی صحیح حدیث میں ذکر موجود ہے۔ [2]

اور حافظ ابنِ کثیر اسی کتاب میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

فكانت المارقة الخوارج، وقتلهم علي وأصحابه، ثم قتل علي ،فاستقل معاوية بالأمر سنة إحدى وأربعين، وكان يغزو الروم في كل سنة مرتين، مرة في الصيف ومرة في الشتاء ، ويأمر رجلا من قومه فيحج بالناس، وحج هو سنة خمسين، وحج ابنه يزيد سنة إحدى وخمسين .وفيها أوفى التي بعدها أغزاه بلاد الروم ،فسار معه خلق كثير من كبراء الصحابة حتى حاصر القسطنطينية، وقد ثبت في الصحيح :أول جيش يغزو القسطنطينية مغفور لهم(البداية والنهاية، ج۸، ص۱۲۷ ،سنة ستين من الهجرة النبوية، ترجمة معاوية رضي الله عنه وذكر شيء من أيامه ودولته وما ورد في مناقبه وفضائله رحمه الله)

ترجمہ: پس مارقہ، دراصل خوارج تھے، جن کو علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی۔

پھر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی حکومت میں سَن اکتالیس ہجری میں مستقل ہوگئے، اور وہ ہر سال میں دو مرتبہ روم سے جہاد کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں

---

[1] قال الالبانی: إسناده حسن(ظلال الجنة في تخريج السنة)

[2] عن عبد الله بن الصامت، عن أبي ذر، قال :إن خليلي أوصاني أن أسمع وأطيع، وإن كان عبدا مجدع الأطراف(صحيح مسلم،رقم الحديث ۶۴۸"۲۴۰"كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب كراهية تأخير الصلاة عن وقتها المختار، وما يفعله المأموم إذا أخرها الإمام)

اور ایک مرتبہ سردی کے موسم میں، اور اپنے میں سے کسی آدمی کو لوگوں کے حج کے لئے امیر بنایا کرتے تھے، اور آپ نے سن پچاس ہجری میں حج کیا، اور سن اکیاون ہجری میں ان کے بیٹے یزید نے حج کیا، اور اس سال، یا اس سے اگلے سال یزید نے ملکِ روم سے جہاد کیا، جس میں بہت سے بڑے بڑے صحابہ نے شرکت کی، یہاں تک کہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا، اور صحیح حدیث میں ہے کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ سے جہاد کرے گا، اس لشکر کے لوگوں کی مغفرت کردی جائے گی (البدایہ والنہایہ)

اور حافظ ابنِ کثیر اسی کتاب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے قصہ میں فرماتے ہیں:

ولما توفی الحسن کان الحسین یفد إلی معاویة فی کل عام فیعطیه ویکرمه.

وقد کان فی الجیش الذین غزوا القسطنطینیة مع ابن معاویة یزید، فی سنة إحدی وخمسین.

ولما أخذت البیعة لیزید فی حیاة معاویة کان الحسین ممن امتنع من مبایعته هو وابن الزبیر وعبد الرحمن بن أبی بکر وابن عمر وابن عباس.

ثم مات ابن أبی بکر وهو مصمم علی ذلک، فلما مات معاویة سنة ستین وبویع لیزید، بایع ابن عمر وابن عباس.

وصمم علی المخالفة الحسین وابن الزبیر، وخرجا من المدینة فارین إلی مکة فأقاما بها (البدایة والنهایة، ج۸، ص ۱۵۱، سنة ستین من الهجرة النبویة، قصة الحسین بن علی وسبب خروجه من مکة فی طلب الإمارة وکیفیة مقتله)

ترجمہ: اور جب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیارت (وملاقات) کے لئے ہر سال جایا کرتے تھے، اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو عطیہ دیا کرتے تھے، اور ان کا اکرام کیا کرتے تھے۔

اور جس لشکر نے قسطنطنیہ میں غزوہ کیا تھا، اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے، یزید کے ساتھ وہ بھی شریک تھے، سن اکیاون ہجری میں۔

اور جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید کے لئے بیعت لی گئی، تو حضرت حسین، اور عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور ابنِ عمر اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا تھا۔

پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی تو وفات ہوگئی، اور وہ اپنے اسی بیعت نہ کرنے کے ارادہ پر قائم تھے۔

پھر جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی سن ساٹھ ہجری میں وفات ہوگئی، اور یزید کے لئے بیعت لی جانے لگی، تو ابنِ عمر وابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یزید سے بیعت کرلی۔

اور حضرت حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیعتِ یزید کی مخالفت پر قائم رہے، اور یہ دونوں مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ میں آکر مقیم ہوگئے (البدایۃ)

اور حافظ ابنِ کثیر اسی کتاب میں ''یزید بن معاویہ'' کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وقد كان يزيد أول من غزى مدينة قسطنطينية فى سنة تسع وأربعين فى قول يعقوب بن سفيان.

وقال خليفة بن خياط :سنة خمسين .ثم حج بالناس فى تلك السنة بعد مرجعه من هذه الغزوة من أرض الروم .وقد ثبت فى الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :أول جيش يغزو مدينة قيصر مغفور لهم وهو الجيش الثانى الذى رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منامه عند أم حرام فقالت :ادع الله أن يجعلنى منهم، فقال :أنت من الأولين .يعنى جيش معاوية حين غزا قبرص، ففتحها فى سنة سبع وعشرين أيام عثمان بن عفان، وكانت معهم أم حرام فماتت لك بقبرص، ثم كان أمير الجيش الثانى ابنه يزيد بن معاوية، ولم تدرك أم حرام جيش يزيد هذا .وهذا من أعظم دلائل النبوة (البداية والنهاية، ج٨، ص ٢٢٩، ثم دخلت سنة أربع وستين، ترجمة يزيد بن معاوية)

ترجمہ: اور یزید بن معاویہ نے قسطنطنیہ کا پہلا غزوہ سَن انتالیس ہجری میں کیا، یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق، اور خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق سَن

پچاس ہجری میں کیا (اور اکیاون، یا باون ہجری کا بھی قول ہے) پھر یزید نے لوگوں کے ساتھ اسی سال روم کی زمین سے مذکورہ غزوہ سے واپس آ کر حج کیا اور حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر سے غزوہ کرے گا، اس لشکر کے لوگوں کی مغفرت کردی جائے گی، اور یہ وہ دوسرا لشکر ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امِ حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں خواب میں دیکھا تھا، جس پر انہوں نے کہا تھا کہ آپ دعاء کردیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل کردے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم ان دونوں میں سے پہلے افراد میں سے ہو (جو سمندر میں غزوہ کریں گے، اور ان کے لئے مغفرت سے بھی بڑی فضیلت، جنت واجب ہونے کی ہے)

جو معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا، جب انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قبرص سے سَن ستائیس ہجری میں غزوہ کیا تھا، اور اس کو فتح کرلیا تھا، اور اس لشکر کے ساتھ امِ حرام بھی تھیں، جو قبرص میں فوت ہوگئی تھیں، پھر دوسرے لشکر کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید بن معاویہ تھا، اور امِ حرام نے یزید کے اس لشکر کو نہیں پایا، اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عظیم دلائل میں سے ہے (جس میں بیان کی گئی، آئندہ کی خبر، اسی طرح پوری ہوکر رہی) (البدایہ والنہایہ)

اور مشہور مورخ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذُری (المتوفیٰ: 279ھ) لکھتے ہیں:

أبو أيوب خالد ابن زيد بن كليب النجاري .شهد بدرا .ومات بأرض الروم سنة اثنتين وخمسين، عام غزا يزيد بن معاوية .فصلى عليه يزيد، ودفنه في أصل سور القسطنطينية .وعليه نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد انتقاله من قباء (أنساب الأشراف، ج ١، ص ٢٤٢، أمر العقبة الأولى، تسمية السبعين الذين بايعوا عند العقبة، ومن الخزرج بن حارثة، من بني النجار بن ثعلبة)

ترجمہ: ابوایوب بن زید بن کلیب نجاری، بدر میں شریک ہوئے، اور سن باون

ہجری میں روم کی زمین میں فوت ہوئے (اس زمانہ میں قسطنطنیہ، دراصل روم کا حصہ تھا، اور آج قسطنطنیہ کا نام استنبول ہے) اس سال جب یزید بن معاویہ نے غزوہ کیا تھا، اور ان کا جنازہ یزید نے پڑھایا، اور انہیں قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے دفن کیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے منتقل ہونے کے وقت انہی کے پاس ٹھہرے تھے (انساب الاشراف)

علامہ ابنِ تیمیہ (المتوفیٰ: 728ھ) اپنی تالیف ''منہاج السنہ'' میں فرماتے ہیں:

وإذا قيل :إن معاوية -رضى الله عنه -استخلف يزيد، وبسبب ولايته فعل هذا .قيل :استخلافه إن كان جائزا لم يضره ما فعل، وإن لم يكن جائزا فذاك ذنب مستقل ولو لم يقتل الحسين .وهو مع ذلك كان من أحرص الناس على إكرام الحسين -رضى الله عنه -وصيانة حرمته، فضلا عن دمه، فمع هذا القصد والاجتهاد لا يضاف إليه فعل أهل الفساد(منهاج السنة النبوية، ج۴،ص۴۷۳، الفصل الثاني، الرافضة يعظمون الأمر على من قاتل عليا ويمدحون من قتل عثمان)

ترجمہ: اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا، اور اپنی حکومت کی وجہ سے ایسا کیا؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان کا خلیفہ بنانا، اگر جائز عمل تھا، تو حضرت معاویہ کے اس فعل میں کوئی نقصان واعتراض والی بات نہیں۔

اور اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل جائز نہیں تھا، تو یہ مستقل گناہ ہے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو انہوں نے قتل نہیں کیا تھا، بلکہ وہ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اکرام واحترام کرنے میں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حریص تھے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے بڑھ کر اُن کی حرمت وعزت کے احترام کے بھی دوسروں سے زیادہ حریص تھے، پس اس قصد واجتہاد کے ساتھ ان کی طرف دوسرے فسادیوں کے فعل کو منسوب نہیں کیا جاسکتا (منہاج السنہ)

مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی طرف سے اپنے بعد یزید کو خلافت کا اہل سمجھنا، اگر جائز کام تھا، تو اعتراض والی کوئی بات نہیں، اور اگر دوسرے کی نظر میں گناہ تھا، تو بھی حضرت معاویہ اپنے نزدیک اجتہادی طور پر خطاء کے مرتکب تھے، جو ان کے حق میں گناہ کے بجائے، ایک اجر کا باعث تھا، اور اگر بالفرض آخری درجہ میں اس کو گناہ بھی فرض کرلیا جائے، تو گناہ تو اللہ کی طرف سے عام آدمی کا بھی معاف ہوسکتا ہے، صحابی کے معاف نہ ہونے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں، جیسا کہ پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کے مسئلہ میں گذرا۔

مذکورہ کتاب ہی میں علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وأما علماء أهل السنة الذين لهم قول يحكى فليس فيهم من يعتقد أن يزيد وأمثاله من الخلفاء الراشدين والأئمة المهديين ، كأبى بكر وعمر وعثمان وعلى -رضى الله عنهم -بل أهل السنة يقولون بالحديث الذى فى السنن : "خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم تصير ملكا .

وإن أراد باعتقادهم إمامة يزيد، أنهم يعتقدون أنه كان ملك جمهور المسلمين وخليفتهم فى زمانه صاحب السيف، كما كان أمثاله من خلفاء بنى أمية وبنى العباس، فهذا أمر معلوم لكل أحد، ومن نازع فى هذا كان مكابرا ;فإن يزيد بويع بعد موت أبيه معاوية، وصار متوليا على أهل الشام ومصر والعراق وخراسان وغير ذلك من بلاد المسلمين.

والحسين -رضى الله عنه -استشهد يوم عاشوراء سنة إحدى وستين، وهى أول سنة فى ملك يزيد .والحسين استشهد قبل أن يتولى على شىء من البلاد .ثم إن ابن الزبير لما جرى بينه وبين يزيد ما جرى من الفتنة، واتبعه من اتبعه من أهل مكة والحجاز وغيرهما، وكان إظهاره طلب الأمر لنفسه بعد موت يزيد، فإنه حينئذ تسمى بأمير المؤمنين، وبايعه عامة أهل الأمصار إلا أهل الشام .ولهذا إنما تعد ولايته من بعد موت يزيد، وأما فى حياة يزيد فإنه امتنع عن مبايعته أولا، ثم بذل المبايعة له، فلم يرض يزيد إلا بأن يأتيه أسيرا، فجرت بينهما فتنة، وأرسل إليه يزيد من حاصره بمكة، فمات يزيد وهو محصور (منهاج السنة النبوية ،ج،ص۴،ص ۵۲۲و۵۲۳،الفصل الثانى، كلام الرافضى على يوم مقتل الحسين رضى الله عنه والرد عليه)

ترجمہ: اور علمائے اہلُ السنۃ میں سے جن کے قول کو نقل کیا جاتا ہے، تو ان میں کوئی بھی ایسا نہیں، جو یزید اور ان جیسے لوگوں کو خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین میں سے شمار کرتا ہو، جیسا کہ ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم، بلکہ اہلُ السنۃ تو سنن کی اس حدیث کے مطابق قول رکھتے ہیں، جس میں خلافتِ نبوت کو تیس سال، اور پھر بادشاہت ہونے کا بتایا گیا ہے۔

اور اگر اہلُ السنۃ کے عقیدہ سے یہ مراد ہو کہ وہ یزید کی حکومت کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ جمہور مسلمین کا بادشاہ اور اپنے زمانہ میں ان کا ایسا حکمران تھا، جو تلوار باز (قوت وغلبہ رکھنے والا حکمران) تھا، جیسا کہ بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمران تھے، تو یہ ہر ایک کو معلوم ہے، اور جو اس کا انکار کرے گا، تو یہ مکابرہ کہلائے گا، کیونکہ یزید سے (باقاعدہ حکمران ہونے کی) بیعت اس کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہوئی، پھر وہ (یزید) اہلِ شام اور مصر اور عراق اور خراسان وغیرہ جیسے مسلمانوں کے علاقوں کا حکمران کہلایا۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عاشوراء کے دن سَن اکسٹھ ہجری میں شہید کر دیا گیا، جو کہ یزید کی حکومت کا پہلا سال تھا۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حکمران بننے سے پہلے ہی شہید کر دیا گیا کہ وہ کسی شہر کا حکمران بنتے۔

پھر ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ اور یزید کے درمیان فتنہ برپا ہوا، اور ابنِ زبیر کی مکہ اور حجاز وغیرہ کے ان لوگوں نے اتباع کی، جنہوں نے بھی، اور ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنے لئے حکومت کو طلب کرنے کا اظہار، یزید کی موت کے بعد کیا گیا، پس اس وقت ان کا نام امیر المومنین رکھا گیا، اور ان سے اکثر شہروں کے لوگوں نے بیعت کر لی، سوائے اہلِ شام کے، اور اس وجہ سے ابنِ زبیر کی حکومت کو یزید کی موت کے بعد شمار کیا جاتا ہے، جہاں تک یزید کی زندگی کا تعلق ہے، تو

انہوں نے شروع میں اس کی بیعت سے انکار کردیا تھا، پھر انہوں نے یزید کی بیعت پر رضامندی ظاہر کردی تھی، لیکن یزید اس پر راضی نہیں ہوا، سوائے اس کے کہ وہ اس کے پاس قیدی بن کر جائیں، جس کے نتیجہ میں ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ اور یزید کے مابین فتنہ جاری ہوا، اور یزید نے ان کی طرف ایسے شخص کو بھیجا، جس نے ان کا مکہ میں محاصرہ کرلیا، پھر یزید کی موت واقع ہوگئی، اور ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ مکہ ہی میں محصور تھے (منہاج السنہ)

اور اسی کتاب میں ایک مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وأما ما فعله بأهل الحرة، فإنهم لما خلعوه وأخرجوا نوابه وعشيرته ، أرسل إليهم مرة بعد مرة يطلب الطاعة، فامتنعوا، فأرسل إليهم مسلم بن عقبة المرى، وأمره إذا ظهر عليهم أن يبيح المدينة ثلاثة أيام . وهذا هو الذى عظم إنكار الناس له من فعل يزيد .ولهذا قيل لأحمد :أتكتب الحديث عن يزيد؟ قال :لا ولا كرامة .أوليس هو الذى فعل بأهل المدينة ما فعل؟ .

لكن لم يقتل جميع الأشراف، ولا بلغ عدد القتلى عشرة آلاف،ولا وصلت الدماء إلى قبر النبى -صلى الله عليه وسلم -ولا إلى الروضة، ولا كان القتل فى المسجد.

وأما الكعبة فإن الله شرفها وعظمها وجعلها محرمة، فلم يمكن الله أحدا من إهانتها لا قبل الإسلام ولا بعده، بل لما قصدها أهل الفيل عاقبهم الله العقوبة المشهورة (منهاج السنة النبوية ،ج،ص ۴،ص ۵۷۵، وص ۵۷۶،الفصل الثانى، مزاعم الرافضى عن يزيد بن معاوية)

ترجمہ: اور اس (یزید) نے جو کچھ اہلِ حرہ کے ساتھ کیا، تو وہ اس وقت کیا، جب انہوں نے یزید کی بیعت کو توڑ دیا، اور اس کے کارندوں اور مدد گاروں کو وہاں (مدینہ منورہ) سے نکال دیا، جن کی طرف اس نے یکے بعد دیگرے، اطاعت طلب کرنے کا پیغام بھیجا، جس پر انہوں نے انکار کیا، پھر اس نے ان کی طرف مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا، اور اس کو یزید نے حکم دیا کہ جب وہ ان پر غلبہ

حاصل کرلے، تو وہ مدینہ کو تین دن تک (خون بہانے کے لیے) مباح کردے، اور یہ یزید کا وہ عظیم فعل ہے، جس پر لوگوں کی طرف سے نکیر کی گئی، اور اسی وجہ سے امام احمد سے معلوم کیا گیا کہ کیا آپ یزید سے حدیث کو لکھتے ہو؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ نہیں، اور اس کو کوئی اکرام واحترام حاصل نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے، جس نے مدینہ والوں کے ساتھ وہ کچھ کیا، جو بھی کیا؟

لیکن اس (یزید) نے تمام اشراف کو قتل نہیں کیا، نہ ہی مقتولین کی تعداد دس ہزار کو پہنچی (جیسا کہ کہا جاتا ہے) اور نہ ہی (مقتولین کا) خون، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تک پہنچا، اور نہ ہی روضہ تک پہنچا، اور نہ ہی مسجد میں قتل کیا گیا (جیسا کہ اس طرح کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں)

اور جہاں تک کعبہ شریف کا تعلق ہے، تو بے شک اللہ نے اس کو شرف وعظمت بخشی ہے، اور اس کو حرم بنادیا ہے، پس اللہ نے کسی کو اس کی اہانت کی قدرت نہیں دی، نہ تو اسلام سے پہلے، اور نہ اسلام کے بعد، بلکہ جب اصحابِ فیل نے کعبہ کا قصد کیا، تو اللہ نے ان کو ایسا عذاب دیا جو مشہور عذاب ہے (منہاج السنہ)

اور اسی کتاب میں علامہ ابنِ تیمیہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

وأما ملوک المسلمین، من بنی أمیة وبنی العباس (ونوابهم) ، فلا ریب أن أحدا منهم لم یقصد إهانة الکعبة :لا نائب یزید، ولا نائب عبد الملک الحجاج بن یوسف، ولا غیرهما .بل کل المسلمین کانوا معظمین للکعبة ، وإنما کان مقصودهم حصار ابن الزبیر .والضرب بالمنجنیق کان له لا للکعبة، ویزید لم یهدم الکعبة، ولم یقصد إحراقها :لا هو ولا نوابه باتفاق المسلمین .ولکن ابن الزبیر هدمها (تعظیما لها) ، لقصد إعادتها وبنائها علی الوجه الذی وصفه رسول الله -صلی الله علیه وسلم -لعائشة -رضی الله عنها -وکانت النار قد أصابت بعض ستائرها فتفجر بعض الحجارة

(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴، ص۵۷۷، الفصل الثانی، مزاعم الرافضی عن یزید بن معاویة)

ترجمہ: اور جہاں تک بنوامیہ، اور بنوعباس کے مسلمان حکمرانوں، اور ان کے نائب گورنروں کا تعلق ہے، تو اس میں شک نہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی کعبہ کی اہانت کا قصد نہیں کیا، نہ تو یزید کے نائب نے اور نہ ہی عبدالملک کے نائب، حجاج بن یوسف نے قصد کیا، اور نہ ہی ان کے علاوہ نے کیا، بلکہ تمام مسلمان، کعبہ کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور ان کا مقصود عبدُ اللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنا تھا، اور منجنیق کو عبداللہ بن زبیر کے لئے نصب کیا گیا تھا، کعبہ کے لئے نصب نہیں کیا گیا تھا، اور یزید نے کعبہ کو منہدم نہیں کیا تھا، اور نہ ہی اس نے کعبہ کو جلانے کا قصد کیا تھا، نہ تو یزید نے اور نہ ہی یزید کے جانشینوں نے، اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

البتہ عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کو اس کی تعظیم کے لئے منہدم کیا تھا، تاکہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کریں، اور اس کی بنیادیں، اس طریقہ پر رکھیں، جس طریقہ کی صفت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان فرمائی تھی، اور آگ، کعبہ کے پردے کے کچھ حصہ کو پہنچ گئی تھی، جس سے کعبہ کے بعض پتھر متاثر ہوگئے تھے (منہاج)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں یزید کی بحث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ولهذا كان الذى عليه معتقد أهل السنة وأئمة الأمة أنه لا يسب ولا يحب قال صالح بن أحمد بن حنبل "قلت لأبى :إن قوما يقولون :إنهم يحبون يزيد .قال :يا بنى وهل يحب يزيد أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقلت :يا أبت فلماذا لا تلعنه؟ قال :يا بنى ومتى رأيت أباك يلعن أحدا؟ .

وروى عنه قيل له :أتكتب الحديث عن يزيد بن معاوية؟ فقال :لا، ولا كرامة أوليس هو الذى فعل بأهل المدينة ما فعل؟ .

فيزيد عند علماء أئمة المسلمين ملك من الملوك .لا يحبونه محبة الصالحين وأولياء الله؛ ولا يسبونه، فإنهم لا يحبون لعنة المسلم المعين..... ومع هذا فطائفة من أهل السنة يجيزون لعنه لإنهم يعتقدون أنه فعل من الظلم ما يجوز لعن فاعله .وطائفة أخرى ترى محبته لأنه مسلم تولى على عهد الصحابة؛ وبايعه الصحابة .ويقولون :لم يصح عنه ما نقل عنه وكانت له محاسن أو كان مجتهدا فيما فعله .

والصواب هو ما عليه الأئمة :من أنه لا يخص بمحبة ولا يلعن.

ومع هذا فإن كان فاسقا أو ظالما فالله يغفر للفاسق والظالم لا سيما إذا أتى بحسنات عظيمة .وقد روى البخاري في صحيحه عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :(أول جيش يغزو القسطنطينية مغفور له) وأول جيش غزاها كان أميرهم يزيد بن معاوية وكان معه أبو أيوب الأنصاري رضي الله عنه .وقد يشتبه يزيد بن معاوية بعمه يزيد بن أبي سفيان فإن يزيد بن أبي سفيان كان من الصحابة..... فالواجب الاقتصار في ذلك، والإعراض عن ذكر يزيد بن معاوية وامتحان المسلمين به فإن هذا من البدع المخالفة لأهل السنة والجماعة فإنه بسبب ذلك اعتقد قوم من الجهال أن يزيد بن معاوية من الصحابة وأنه من أكابر الصالحين وأئمة العدل وهو خطأ بيّن (مجموع الفتاوى، ج۳،ص ۴۱۳و۴۱۴، كتاب مجمل اعتقاد السلف، اعدل الاقوال في يزيد بن معاوية)

ترجمہ: اوراسی وجہ سے جواہلُ السنۃ اورائمہ امت کا عقیدہ ہے، وہ یہ ہے کہ نہ تو اس (یزید) کوسب وشتم کیا جائے، اور نہ اس سے محبت رکھی جائے، صالح بن احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل) سے کہا ایک قوم کہتی ہے کہ وہ یزید سے محبت رکھتی ہے، تو امام احمد نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے، کیا کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا یزید سے محبت رکھ سکتا ہے، پھر میں نے کہا کہ اے میرے والد! آپ یزید پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے، تو امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے والد کو کسی پر لعنت بھیجتے ہوئے دیکھا ہے؟

اوران ہی سے مروی ہے کہ امام احمد سے کہا گیا کہ کیا آپ یزید بن معاویہ سے حدیث کو لکھتے ہو، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، اور اس کو کوئی احترام حاصل نہیں، کیا یہ وہی نہیں، جس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ وہ کچھ کیا، جو بھی کیا؟

پس علمائے ائمہ مسلمین کے نزدیک یزید، بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا، وہ نہ اس سے نیک لوگوں اور اولیاء اللہ کی طرح کی محبت کرتے ہیں، اور نہ اس کو برا بھلا کہتے ہیں، کیونکہ وہ متعین مسلم پر لعنت کو پسند نہیں کرتے.....لیکن اس کے باوجود

اہلُ السنۃ کی ایک جماعت لعنت کو جائز قرار دیتی ہے، کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق یزید نے ایسا ظلم کیا، جس کے فاعل پر لعنت جائز ہے، اور ایک دوسری جماعت، اس سے محبت رکھتی ہے، کیونکہ وہ مسلمان تھا، جو صحابہ کے دور میں حکمران بنا، اور اس سے صحابہ نے بیعت کی، اور یہ جماعت کہتی ہے کہ یزید کے بارے میں جو کچھ منقول ہے، وہ صحیح نہیں، اور اس کے کئی اچھے اعمال تھے، اور جو کچھ اس نے کیا، اس میں وہ مجتہد تھا۔

لیکن درست بات وہی ہے، جس پر ائمہ ہیں کہ وہ اس کو نہ محبت کے ساتھ خاص کرتے، اور نہ لعنت کرتے۔

لیکن اس کے باوجود اگر وہ فاسق، یا ظالم تھا، تو اللہ فاسق اور ظالم کی مغفرت فرما دیتا ہے، خاص کر جب وہ بڑی بڑی نیکیاں کرے، اور بخاری نے اپنی صحیح میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ سے غزوہ کرے گا، اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور پہلا لشکر جس نے قسطنطنیہ کا غزوہ کیا، اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، اور بعض اوقات یزید بن معاویہ کا اس کے چچا یزید بن ابی سفیان کے ساتھ اشتباہ ہو جاتا ہے، لیکن یزید بن ابی سفیان صحابہ میں سے تھے..... پس واجب ہے کہ اسی پر اکتفاء کیا جائے، اور یزید بن معاویہ کے ذکر کرنے، اور مسلمانوں کو اس کے امتحان میں ڈالنے سے بچا جائے، کیونکہ یہ بدعت ہے، جو اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مخالف ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے کچھ جاہل لوگ، یزید بن معاویہ کو صحابہ میں شمار کرنے لگتے ہیں، اور اس کو بڑے نیک صالح لوگوں اور ائمہ عدل میں سے سمجھتے ہیں، جو کہ واضح خطاء ہے (مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فلا ینبغی لأحد أن یشهد لواحد بعینه أنه فی النار لإمکان أن یتوب أو یغفر

لـه الـله بحسنات ماحية أو مصائب مكفرة أو شفاعة مقبولة أو يعفو الله عنه أو غير ذلک .فهكذا الواحد من الملوک أو غير الملوک وإن كان صدر مـنه ما هو ظلم فإن ذلک لا يوجب أن نلعنه ونشهد له بالنار .ومن دخل فی ذلک كـان مـن أهـل البـدع والـضـلال؛ فـكيف إذا كـان لـلرجل حسنات عظيمة يرجى له بها المغفرة مع ظلمه كما ثبت فی صحيح البخاری عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال " :(أول جيش يغزو قسطنطينية مغفور له) " وأول جيش غزاها كان أميرهم "يزيد بن معاوية "وكان معه فـی الغزاة أبو أيوب الأنصاری وتوفی هناک وقبره هناک إلى الآن .ولهذا كان المقتصدون من أئمة السلف يقولون فی يزيد وأمثاله :إنا لا نسبهم ولا نـحبهـم أی لا نحب ما صدر منهم من ظلم .والشـخـص الواحد يجتمع فيه حسـنـات وسيئـات وطـاعـات ومـعـاص وبـر وفجور وشر فيثيبه الله على حسـنـاتـه ويـعـاقـبـه عـلى سيئاته إن شاء أو يغفر له ويحب ما فعله من الخير ويبغض ما فعله من الشر .فـأما من كانت سيئاته صغائر فقد وافقت المعتزلة على أن الله يغفرها .وأمـا صاحب الكبيرة فسلف الأمة وأئمتها وسائر أهل السـنة والـجـماعة لا يشهدون له بالنار بل يجوزون أن الله يغفر له كما قال تعالى :(إن الله لا يغفر أن يشرک به ويغفر ما دون ذلک لمن يشاء) فهذه فـی حـق مـن لـم يشـرک فإنه قيدها بالمشيئة وأما قوله تعالى (قل يا عبادی الـذيـن أسـرفـوا عـلى أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جـميعا) فهـذا فـی حق من تاب ولذلک أطلق وعم (مـجـموع الفتاوی،لا بن تيـمية، ج۴،ص۴۷۵، كتاب مفصل الاعتقاد،فصل :فـی أن الـطريق التی بها يعلم إيمان الواحد من الصحابة)

ترجمہ: پس کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی متعین شخص کے جہنمی ہونے کی گواہی دے، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس نے توبہ کرلی ہو، یا اللہ، اس کی گناہوں کو مٹانے والی، نیکیوں، یا کفارہ کرنے والے مصائب، یا مقبول شفاعت کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادے، یا اللہ اس کو معاف کردے، وغیر ذٰلک۔ پس یہ حکم کسی بادشاہ، یا غیر بادشاہ سب کے ساتھ ہے، اگرچہ اس کی طرف سے کوئی ظلم صادر ہوا ہو، تو یہ اس پر ہماری طرف سے لعنت کرنے، یا اس کے جہنمی

ہونے کی گواہی دینے کو ثابت نہیں کرتا، اور جو ایسا کرے گا، وہ اہلِ بدعت وضلال میں داخل ہو جائے گا، پس جب کسی شخص کی عظیم نیکیاں بھی ہوں، جن کی وجہ سے ظلم کے ساتھ مغفرت کی امید بھی کی جاسکتی ہو، اس پر لعنت اور اس کے لیے جہنم کی گواہی کیسے جائز ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ سے غزوہ کرے گا، اس کی مغفرت کردی جائے گی، اور پہلا لشکر جس نے قسطنطنیہ سے غزوہ کیا، ان کا امیر یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ غزوہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو وہاں ہی فوت ہوئے، اور ان کی قبر اَب تک وہیں پر ہے۔

اور اسی وجہ سے ائمۂ سلف میں سے معتدل حضرات کا ''یزید'' اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں یہ قول ہے کہ بے شک ہم نہ تو اُن کو سب وشتم کرتے، اور نہ ان سے محبت رکھتے، محبت نہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں سے، جو ظلم وغیرہ کا صدور ہوا، اُن افعال سے محبت نہیں رکھتے، اور ایک شخص میں اچھائیاں اور برائیاں اور نیکیاں اور گناہ اور بھلائیاں اور فسق وفجور اور شر کی باتیں جمع ہوسکتی ہیں، پس اللہ اُس شخص کو اس کی اچھائیوں پر ثواب عطاء فرماتا ہے، اور اس کی برائیوں پر اگر چاہے، تو سزا دیتا ہے، یا اُس کی مغفرت فرمادیتا ہے، اور جو اُس نے خیر کے کام کیے، اس کو اللہ پسند فرماتا ہے، اور جو شر کے کام کیے، اس کو ناپسند فرماتا ہے، پس جس شخص کی برائیاں صغیرہ درجہ کی ہوں، تو (اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ) معتزلہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اُن برائیوں کو معاف فرمادے گا، اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کے مرتکب کا تعلق ہے، تو سلف امت اور ائمۂ امت اور تمام اہلُ السنۃ والجماعۃ اُس شخص کے لیے جہنم کی گواہی نہیں دیتے، بلکہ اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اللہ اُس کی مغفرت فرمادے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ ’’إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشـــاء ‘‘(یعنی ’’بے شک اللہ نہیں مغفرت فرمائے گا، اس بات کی کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور مغفرت فرمادے گا اس کے علاوہ کی، جس کے لیے چاہے‘‘) پس یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو شرک نہ کرے، کیونکہ اللہ نے اس کی مغفرت کو اپنی مشیّت کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ ’’قل يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله .إن الله يغفر الذنوب جميعا‘‘(یعنی ’’آپ فرمادیجیے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، تم مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ مغفرت فرمادے گا تمام گناہوں کی‘‘) تو یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو توبہ کرلے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کی مغفرت کو مطلق اور عام بیان فرمایا ہے (جس میں صغیرہ وکبیرہ گناہ کی قید نہیں لگائی) (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اسی سلسلے میں مزید فرماتے ہیں کہ:

افترق الناس فى "يزيد "بن معاوية بن أبى سفيان ثلاث فرق :طرفان ووسط.

فأحد الطرفين قالوا :إنه كان كافرا منافقا وأنه سعى فى قتل سبط رسول الله تشفيا من رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتقاما منه وأخذا بثأر جده عتبة وأخى جده شيبة وخاله الوليد بن عتبة وغيرهم ممن قتلهم أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم بيد على بن أبى طالب وغيره يوم بدر وغيرها.....

وهذا القول سهل على الرافضة الذين يكفرون أبا بكر وعمر وعثمان؛ فتكفير يزيد أسهل بكثير.

والطرف الثانى يظنون أنه كان رجلا صالحا وإمام عدل وأنه كان من " الصحابة "الذين ولدوا على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وحمله على يديه وبرك عليه وربما فضله بعضهم على أبى بكر وعمر .وربما جعله

بعضهم نبيا ويقولون عن "الشيخ عدى "أو حسن المقتول -كذبا عليه - إن سبعين وليا صرفت وجوههم عن القبلة لتوقفهم فى يزيد .

وهذا قول غالية العدوية والأكراد ونحوهم من الضلال .فإن الشيخ عديا كان من بنى أمية وكان رجلا صالحا عابدا فاضلا ولم يحفظ عنه أنه دعاهم إلا إلى السنة التى يقولها غيره كالشيخ "أبى الفرج "المقدسى فإن عقيدته موافقة لعقيدته؛ لكن زادوا فى السنة أشياء كذب وضلال من الأحاديث الموضوعة والتشبيه الباطل والغلو فى الشيخ عدى وفى يزيد والغلو فى ذم الرافضة بأنه لا تقبل لهم توبة وأشياء أخر .

وكلا القولين ظاهر البطلان عند من له أدنى عقل وعلم بالأمور وسير المتقدمين؛ ولهذا لا ينسب إلى أحد من أهل العلم المعروفين بالسنة ولا إلى ذى عقل من العقلاء الذين لهم رأى وخبرة.

والقول الثالث :أنه كان ملكا من ملوك المسلمين له حسنات وسيئات ولم يولد إلا فى خلافة عثمان ولم يكن كافرا؛ ولكن جرى بسببه ما جرى من مصرع "الحسين "وفعل ما فعل بأهل الحرة ولم يكن صاحبا ولا من أولياء الله الصالحين .

وهذا قول عامة أهل العقل والعلم والسنة والجماعة .

ثم افترقوا ثلاث فرق :فرقة لعنته وفرقة أحبته وفرقة لا تسبه ولا تحبه وهذا هو المنصوص عن الإمام أحمد وعليه المقتصدون من أصحابه وغيرهم من جميع المسلمين (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية ،ج۴،ص ۴۸۱،الیٰ ص ۴۸۳،كتاب مفصل الاعتقاد، فصل :افترق الناس فى "يزيد "بن معاوية بن أبى سفيان)

ترجمہ: ’’یزید بن معاویہ بن ابی سفیان‘‘ کے متعلق لوگوں کے تین فرقے ہیں، دو فرقے افراط، یا تفریط میں مبتلا ہیں، اور ایک فرقہ اعتدال پر قائم ہے۔

پس دو فرقوں میں سے ایک فرقے کا قول تو یہ ہے کہ ’’یزید‘‘ کافر، منافق تھا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل کرنے کی کوشش، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھڑاس نکالنے کے لیے، اور اُن سے انتقام لینے کے لیے، اور اپنے دادا ’’عتبہ‘‘ اور اپنے دادا کے بھائی ’’شیبہ‘‘ اور اپنے ماموں ’’ولید بن عتبہ‘‘

وغیرہ کا بدلہ لینے کے لیے کی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے علی بن ابی طالب وغیرہ کے ہاتھوں، بدر وغیرہ کے موقع پر قتل ہوئے تھے۔.....

اور یہ قول رافضیوں کے اُن لوگوں کو کرنا آسان ہے، جو حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، تو یزید کی تکفیر اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ سہل ہے۔

اور دوسرے فرقے کا گمان یہ ہے کہ ''یزید'' نیک شخص اور عادل امام تھا، اور وہ ان صحابۂ کرام میں سے تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، اور اس کو (پیدائش کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، اور اس کے لیے برکت کی دعاء کی، اور ان میں سے بعض لوگ بسا اوقات یزید کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض تو کسی وقت یزید کو نبی کا درجہ بھی دے دیتے ہیں، اور وہ ''شیخ عدی'' یا ''حسن مقتول'' کے حوالہ سے اُن کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ستر (70) ولیوں کا چہرہ قبلہ سے اس بناء پر پھر گیا کہ انہوں نے یزید کے بارے میں توقف اختیار کیا تھا۔

اور یہ ''عدویة'' اور ''أکراد'' وغیرہ گمراہ فرقوں کے غالی لوگوں کا قول ہے، کیونکہ ''شیخ عدی'' بنوامیہ میں سے تھے، اور وہ نیک، صالح، عابد، فاضل شخص تھے، اور ان کے متعلق یہ بات معتبر طریقے سے ثابت نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو دعوت دی ہو، مگر اسی سنت کی طرف، جس کی طرف اُن کے علاوہ حضرات نے دعوت دی، جیسا کہ ''شیخ ابوالفرج مقدسی'' پس اُن کا عقیدہ، ان کے موافق ہے، لیکن لوگوں نے سنت میں جھوٹی باتوں کو اور گمراہ کن موضوع احادیث کو زیادہ کردیا، اور باطل تشبیہ اور شیخ عدی کے متعلق غلو کو، اور یزید کے متعلق بھی غلو کو داخل کردیا، اور رافضیوں کی مذمت میں بھی غلو کو داخل کردیا کہ ان کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی، اور بعض دوسری چیزوں کو بھی داخل کردیا۔

اور مذکورہ دونوں قولوں کا اُس شخص کے سامنے باطل ہونا، بالکل ظاہر ہے، جس کو

ادنیٰ عقل اور معاملات کا ادنیٰ علم اور متقدمین کی سیرت سے واقفیت حاصل ہو، اور اسی وجہ سے یہ قول سنت کے ساتھ معروف اہلِ علم میں سے کسی کی طرف بھی منسوب نہیں، اور نہ ان عقلاء میں سے کسی صاحبِ عقل کی طرف منسوب ہے، جن کی رائے اور خبر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ''یزید'' مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران تھا، جس کی نیکیاں بھی تھیں، اور برائیاں بھی تھیں، اور اس کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہی ہوئی، اور وہ کافر نہیں تھا، لیکن اس کے سبب سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مہم جاری ہوئی، اور اس کے سبب اہلِ حرۃ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، وہ ہوا، اور وہ نہ تو صحابی تھا، اور نہ اللہ کے اولیائے صالحین میں سے تھا۔

اور یہی قول اکثر اہلِ عقل واہلِ علم اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا ہے۔

پھر اس کے بعد تین فرقے ہوگئے، ایک فرقہ یزید پر لعنت کرتا ہے، اور ایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے، اور ایک فرقہ نہ اس پر سب وشتم کرتا، اور نہ اس سے محبت رکھتا، امام احمد سے بھی اسی بات کی تصریح منقول ہے، اور امام احمد اور دیگر تمام مسلمین کے اصحاب میں سے معتدل حضرات کا یہی طرزِ عمل ہے (مجموع الفتاویٰ)

مذکورہ عبارات میں یزید بن معاویہ کی امارت میں قسطنطنیہ کے غزوہ میں ابوایوب انصاری کی شرکت کا ذکر کئی سندوں سے ثابت ہے۔

چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں ابوظبیان کی سند سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا أسود بن عامر، أخبرنا أبو بكر، عن الأعمش، عن أبي ظبيان قال: غزا أبو أيوب مع يزيد بن معاوية قال: فقال: إذا أنا مت فأدخلوني أرض العدو فادفنوني تحت أقدامكم حيث تلقون العدو .قال: ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة "(مسند احمد،رقم الحديث ۲۳۵۹۴)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح بمجموع طرقه كما سلف عند الروايتين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مسند احمد کی ایک اور روایت میں بھی اس کا ذکر ہے۔ [1]

اور ابنِ سیرین کی سند سے بھی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یزید بن معاویہ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کا ذکر آیا ہے۔ [2]

اور محمد بن عمر کی سند سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ [3]

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمر، عثمان اور معاویہ

---

[1] حدثنا عفان حدثنا همام ، حدثنا عاصم، عن رجل، من أهل مكة: أن يزيد بن معاوية كان أميرا على الجيش الذى غزا فيه أبو أيوب، فدخل عليه عند الموت، فقال له أبو أيوب: إذا مت فاقرؤوا على الناس منى السلام، فأخبروهم أنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " من مات لا يشرك بالله شيئا، جعله الله فى الجنة "، ولينطلقوا بى فليبعدوا بى فى أرض الروم ما استطاعوا .فحدث الناس لما مات أبو أيوب، فاستلأم الناس، وانطلقوا بجنازته(مسند احمد،رقم الحديث ۲۳۵۲۳)
قال شعيب الارنؤوط:صحيح بمجموع طرقه(حاشية مسند احمد)

[2] عن معمر، عن أيوب، عن ابن سيرين قال: كان أبو أيوب الأنصارى يغزو مع يزيد بن معاوية فمرض وهو معه، فدخل عليه يزيد يعوده، فقال له: حاجتك؟ قال: إذا أنا مت فسر بى فى أرض العدو ما استطعت، ثم ادفنى قال: فلما مات سار به حتى أوغل فى أرض الروم يوما أو بعض يوم، ثم نزل فدفنه(مصنف لعبد الرزاق،رقم الحديث ۹۶۰۸، كتاب الجهاد، باب الغزو مع كل أمير)
أخبرنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار، ثنا إسماعيل بن إسحاق القاضى، ثنا مسدد، ثنا ابن علية، ثنا أيوب، عن محمد بن سيرين، قال: شهد أبو أيوب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بدرا، ثم لم يتخلف عن غزاة المسلمين إلا هو فيها إلا عاما واحدا، فإنه استعمل على الجيش رجل شاب فقعد ذلك العام، فجعل بعد ذلك يتلهف ويقول: ما على من استعمل فمرض وعلى الجيش يزيد بن معاوية فدخل عليه يعوده فقال: ما حاجتك؟ فقال: حاجتى إذا أنا مت فاركب، ثم اسع فى أرض العدو ما وجدت مساغا، فإذا لم تجد مساغا، فادفنى ثم ارجع .قال: وكان أبو أيوب يقول: قال الله عز وجل:"انفروا خفافا وثقالا"فلا أجدنى إلا خفيفا أو ثقيلا (المستدرک للحاكم،رقم الحديث ۵۹۳۰، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، ذكر مناقب أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه)

[3] حدثنا أبو عبد الله الأصبهانى، ثنا محمد بن عبد الله بن رستة، ثنا سليمان بن داود، ثنا محمد بن عمر، قال: آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أبى أيوب، وبين مصعب بن عمير، وشهد أبو أيوب بدرا، وأحدا، والخندق والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتوفى عام غزا يزيد بن معاوية القسطنطينية فى خلافة أبيه معاوية سنة اثنتين وخمسين، وقبره بأصل حصن القسطنطينية بأرض الروم فيما ذكر يتعاهدون قبره، ويزورونه ويستسقون به إذا قحطوا(المستدرک للحاكم،رقم الحديث ۵۹۲۹، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، ذكر مناقب أبى أيوب الأنصارى رضى الله عنه)

www.idaraghufran.org

رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں غزوہ سے پیچھے نہیں رہے، اور وہ یزید بن معاویہ کے غزوہ میں قسطنطنیہ کے علاقہ میں فوت ہوئے۔ [1]

جہاں تک سمندری غزوہ اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ کے غزوہ سے متعلق حدیث کا تعلق ہے، وہ بھی معتبر اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ [2]

چونکہ موجودہ دور میں اس حدیث کے معنیٰ ومطلب میں کئی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، اس لئے اس حدیث کے متن کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی خالہ امِ حرام رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيْبًا مِّنِّيْ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ: مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: أُنَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ يَرْكَبُوْنَ هٰذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا، فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا، فَقَالَتْ: اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، فَقَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ، فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا، أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِيْنَ، فَنَزَلُوا الشَّأْمَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَصَرَعَتْهَا، فَمَاتَتْ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۷۹۹، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل من یصرع فی سبیل الله فمات فهو منهم)

---

[1] أخبرنا ابن الفضل قال: أنبأنا عبد الله بن جعفر قال: نبأنا یعقوب بن سفیان قال نا صفوان بن صالح قال: حدثنا الولید قال: نا ابن جابر: أن أبا أیوب لم یقعد عن الغزو فی زمان عمر وعثمان ومعاویة، وأنه توفی فی غزاة یزید بن معاویة بالقسطنطینیة (تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۶۵، تحت ترجمة "أبو أیوب الأنصاری الخزرجی" رقم الترجمة ۷)

[2] مطابقته للترجمة فی قوله: (یغزون البحر) لأن المراد من غزو البحر هو قتال الروم الساکنین من وراء البحر الملح، وفی قوله: (یغزون مدینة قیصر) لأن المراد بها القسطنطینیة، والمشهور عندهم أنها تسمی: اصطنبول (عمدة القاری، ج ۱۴، ص ۱۹۸، کتاب الجهاد والسیر، باب ما قیل فی قتال الروم)

ترجمہ: ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں قریب میں سو رہے تھے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، تو میں نے عرض کیا کہ آپ کو کس وجہ سے ہنسی آئی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ (خواب میں) میرے سامنے پیش کئے گئے، جو اس سبز دریا میں کشتی پر تخت نشین بادشاہوں کی طرح سوار تھے۔

امِ حرام نے عرض کیا کہ، آپ اللہ سے دعاء کیجئے، کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء کردی۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سو گئے، پھر پہلے کی طرح مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، پھر امِ حرام نے پہلے کی طرح دعاء کی درخواست کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کی طرح جواب دیا، پھر امِ حرام نے عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعاء کیجئے، کہ وہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پہلے لوگوں میں سے ہو۔

پھر امِ حرام رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ساتھ مسلمانوں کے پہلی مرتبہ سمندر میں سوار ہو کر غزوہ کرنے کے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلیں، پھر جب وہ لوگ قافلہ کے ساتھ اپنے غزوہ سے واپس لوٹ رہے تھے، تو شام کے علاقہ میں اترے، پھر سواری کو ان کے قریب کیا گیا، تا کہ یہ اس پر سوار ہوں، پھر اس سے یہ گر پڑیں، اور فوت ہو گئیں (صحیح بخاری)

یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔ [1]

---

[1] عن أنس بن مالک، عن أم حرام أنها قالت: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم قائلا في بيتي، إذ استيقظ وهو يضحک، فقلت: بأبي أنت وأمي، ما يضحکک؟ فقال: "عرض علي ناس من أمتي، يرکبون ظهر هذا البحر، کالملوک على الأسرة "، فقلت: ادع الله أن يجعلني منهم، قال: " اللهم اجعلها منهم ."ثم نام أيضا، فاستيقظ وهو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں دونوں لشکروں کا تو ذکر ہے، لیکن ان لشکر والوں کی کسی مخصوص و متعین فضیلت کا ذکر نہیں، البتہ اندازِ بیان سے ان دونوں لشکروں کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے، جو ان کے مومن ہونے اور مزید فضیلت کا بھی باعث ہو سکتی ہے، اور ان لشکروں میں ہر شریک اپنے عمل واہلیت کے بقدر فضیلت کا مستحق ہوگا، اگر صحابی ہو، تو اپنے درجہ کے مطابق، اور غیر صحابی ہو، تو اپنی حیثیت کے مطابق۔

لیکن دوسری روایت میں ان دونوں لشکروں کی توضیح اور ان کی فضیلت کی تقسیم کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری میں عمیر بن اسود عنسی سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ ،وَهُـوَ نَازِلٌ فِيْ سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَـاءٍ لَـهُ،وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ،قَـالَ:عُـمَيْرٌ، فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ:أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِـيَّ صَـلَّى اللّٰـهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ:أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَـحْرَ قَدْ أَوْجَبُوْا، قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ:قُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا فِيْهِمْ؟قَالَ: أَنْـتِ فِيْهِمْ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِيْ يَـغْزُوْنَ مَدِيْنَةَ قَيْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ، فَقُلْتُ:أَنَا فِيْهِمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟قَالَ: لَا (صحيح البخاری،رقم الحديث ۲۹۲۴، كتاب الجهاد والسير)

ترجمہ: وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جو کہ اس وقت مقامِ حمص کے علاقہ میں، اپنی عمارت میں تھے، اور ان کے ساتھ، ان کی بیوی امِ حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ يضحک، فقلت: بأبی وأمی، ما يضحکک؟ قال: " عرض علی ناس من أمتی، يرکبون هذا البحر، کالملوک علی الأسرة ."فقلت: ادع الله أن يجعلنی منهم، قال: " أنت من الأولين ."فغزت مع عبادة بن الصامت، وکان زوجها، فوقصتها بغلة لها شهباء، فوقعت، فماتت(مسند احمد،رقم الحديث ۲۷۰۳۲) قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح علی شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلا لشکر سمندر میں جنگ کرے گا، جن کے لئے (جنت) واجب کردی گئی ہے۔

ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں بھی ان میں شامل ہوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان میں ہوگی۔

ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) سے جنگ کرے گا، ان کی مغفرت کردی جائے گی، میں نے عرض کیا کہ کیا اے اللہ کے رسول! میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (صحیح بخاری)

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی عبداللہ بن صامت سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [1]

اور اس حدیث کو امام آجری نے بھی روایت کیا ہے، جس کے آخر میں فریابی کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ ان میں سے پہلا غزوہ، معاویہ رضی اللہ عنہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کیا تھا۔ [2]

---

[1] عن خالد بن معدان، حدثنی عمیر بن الأسود، قال :أتیت عبد الله بن الصامت وهو نازل فی بناء له ومعه امرأته أم حرام، فحدثتنا أم حرام، أنها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم، یقول :أول جیش من أمتی یغزون البحر قد أوجبوا قالت :قلت :یا رسول الله أنا فیهم؟ قال :إنک فیهم ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :أول أمتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم قلت :یا رسول الله أنا فیهم؟ قال :لا(المستدرک للحاکم،رقم الحدیث ٨٦٦٨، کتاب الفتن والملاحم)

قال الحاکم: هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری، ولم یخرجاه "

وقال الذهبی فی التلخیص:علی شرط البخاری ومسلم.

[2] عن خالد بن معدان ,عن عمرو بن الأسود ,أنه حدثه أنه أتاه عبادة بن الصامت وهو بساحل حمص ,ومعه امرأته أم حرام؛ قال عمرو :فحدثتنا أم حرام أنها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول :أول جیش من أمتی یغزون البحر قد أوجبوا .قالت أم حرام :وأنا فیهم یا رسول الله؟ . قال :أنت فیهم ,ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :أول جیش من أمتی یغزون مدینة قیصر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

امام بیہقی اور دیگر کئی محققین نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت میں شمار کیا ہے۔

اور اس حدیث میں پہلے سمندری غزوہ کے شرکاء کے لئے جنت کے واجب ہونے کی تصریح ہے، اور اس کا مصداق یزید کے بجائے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اس غزوہ میں شرکاء ہیں، جن میں امِ حرام رضی اللہ عنہا بھی داخل ہیں۔

اور جب مذکورہ حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ثابت ہوگئی، تو ان کا جنتی ہونا بھی معلوم ہوگیا۔

جبکہ دوسرے غزوہ کے شرکاء کے لئے جنت واجب ہونے کے بجائے، مغفرت کئے جانے کا ذکر ہے، اور مغفرت کی فضیلت کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، اور یہ چیز مومن کے ساتھ خاص ہے، اور یزید کے بارے میں جمہور اہلُ السنۃ کا موقف بھی یہی ہے کہ وہ کافر نہیں، بلکہ مومن ہے، اگرچہ ظالم وفاسق ہو، اس لئے مذکورہ حدیث جمہور اہلُ السنۃ کے موقف کے خلاف نہیں۔

اور اس حیثیت سے مذکورہ حدیث کے معنیٰ میں کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اور حافظ ابنِ کثیر اور علامہ ابنِ تیمیہ کی گذشتہ عبارات کا مطلب بھی یہی ہے۔

البتہ جو حضرات یزید کو کافر ومرتد قرار دیتے ہیں، وہ اس حدیث میں دوسری تاویل کو اختیار کرتے ہیں۔

اور شرک کے علاوہ ہر گناہ کو اللہ نے اپنی مشیت پر معاف کرنے کا قرآن مجید میں مغفرت کے اسی لفظ کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے، جس لفظ کا قیصر کے شہر قسطنطنیہ کے پہلے غزوہ میں شرکاء

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

مغفور لهم .قالت أم حرام :أنا فيهم؟ .قال :لا قال الفريابى :وكان أول من غزاه معاوية فى زمن عثمان بن عفان رحمة الله عليهما(الشريعة،للآجرى، ج۵ص ۲۴۴۰،رقم الحديث ۱۹۲۲، كتاب فضائل معاوية بن أبى سفيان رضى الله عنه،باب ذكر دعاء النبى صلى الله عليه وسلم لمعاوية رضى الله عنه)

کے لئے وعدہ فرمایا ہے، اور شرک کرنے والے پر جنت کے حرام ہونے کا بھی قرآن مجید میں صاف ذکر آیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ .وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا (سورة النساء، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں مغفرت کرے گا، اس کی کہ شرک کیا جائے، اس کے ساتھ، اور مغفرت کردے گا، اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا وہ۔

اور جس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ، تو یقیناً افتراء پردازی کا اس نے عظیم گناہ کیا (سورہ نساء)

اور قرآن مجید کی سورہ نساء میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ. وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا (سورة النساء، رقم الآية ۱۱۶)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں مغفرت کرے گا، اس کی کہ شرک کیا جائے، اس کے ساتھ، اور مغفرت کردے گا، اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا وہ اور جس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ، تو یقیناً گمراہ ہوگیا وہ، بعید ترین گمراہ (سورہ نساء)

اور قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ،وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ (سورة المائدة، رقم الآية ۷۲)

ترجمہ: جو شرک کرے گا، اللہ کے ساتھ، پس یقیناً حرام کردیا اللہ نے اس پر جنت کو، اور اس کا ٹھکانا، جہنم ہے، اور نہیں ہیں، ظالموں کے لئے کوئی، مددگار (سورہ مائدہ)

اور یزید کے مومن ہونے اور کافر نہ ہونے کے جہاں دوسرے دلائل ہیں، وہاں صحابہ کرام کی طرف سے اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا بھی ایک دلیل ہے، بطور خاص حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کے بعد اس کو توڑنے سے منع کرنے کی روایت اس کی دلیل ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد، حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

لَمَّا خَلَعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، جَمَعَ اِبْنُ عُمَرَ، حَشَمَهُ وَوَلَدَهُ، فَقَالَ: إِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،وَإِنَّا قَدْ بَايَعْنَا هٰذَا الرَّجُلَ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَإِنِّيْ لَا أَعْلَمُ غَدْرًا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ يُّبَايَعَ رَجُلٌ عَلٰى بَيْعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُنْصَبُ لَهُ الْقِتَالُ، وَإِنِّيْ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِّنْكُمْ خَلَعَهُ، وَلَا بَايَعَ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِلَّا كَانَتِ الْفَيْصَلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۷۱۱۱، كتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شيئا، ثم خرج فقال بخلافه)

ترجمہ: جب مدینہ کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اور گھر والوں کو جمع کیا، پھر فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دغاباز اور عہد شکن کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور بے شک ہم نے اس آدمی سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کر لی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کوئی زیادہ بڑا دھوکہ ہو، اس بات سے کہ کسی آدمی سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر بیعت کی جائے، پھر (بیعت توڑ کر) اس کے لئے قتال قائم کیا جائے، اور تم میں سے مجھے جس کا بھی یہ معلوم ہوا کہ اس نے اس معاملہ میں بیعت کر کے اس کو توڑ دیا ہے، تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہے گا (بخاری)

اس طرح کی حدیث کو شیخین کی شرط کی سند پر امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

اور اس کی وجہ وہ احادیث ہیں، جن میں فاسق کے خلاف خروج سے منع کیا گیا ہے، تا آنکہ کفرِ بواح کا مشاہدہ نہ کرلیا جائے، اور مذکورہ حضرات نے یزید بن معاویہ میں کفرِ بواح کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

حضرت جنادہ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْنَا عَلٰی عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، وَهُوَ مَرِيْضٌ، قُلْنَا : أَصْلَحَكَ اللّٰهُ، حَدِّثْ بِحَدِيْثٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهٖ، سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ، فَقَالَ فِيْمَا أَخَذَ عَلَيْنَا : أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِيْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهٗ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٧٠٥٥، ٧٠٥٦، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم :سترون بعدی أمورا تنكرونها، صحيح مسلم، رقم الحديث ١٧٠٩ "٤٢" باب وجوب طاعة الأمراء فی غير معصية، وتحريمها فی المعصية)

ترجمہ: ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور وہ بیمار تھے، ہم نے عرض کیا کہ اللہ آپ کو تن درست کرے، ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، جس سے اللہ نے

---

[1] عن نافع قال: لما خلع الناس يزيد بن معاوية جمع ابن عمر بنيه وأهله، ثم تشهد، ثم قال: أما بعد، فإنا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله، وإنی سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: " إن الغادر ينصب له لواء يوم القيامة يقال: هذه غدرة فلان "، وإن من أعظم الغدر أن لا يكون الإشراك بالله تعالى، أن يبايع رجل رجلا على بيع الله ورسوله، ثم ينكث بيعته، فلا يخلعن أحد منكم يزيد، ولا يشرفن أحد منكم فی هذا الأمر، فيكون صيلم بينی وبينه (مسند احمد، رقم الحديث ٥٠٨٨)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

آپ کو خاص نفع عطا فرمایا ہو، تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور جن چیزوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے بیعت کی وہ یہ تھے کہ ہم (حاکم وحکمران کی) بات سننے اور اطاعت کرنے (اور کہنا ماننے) کی پابندی کریں گے اپنی خوشی اور ناخوشی میں، تنگی اور آسانی میں اور ہم پر (دوسرے حکمرانوں یا لوگوں کو) ترجیح دیئے جانے میں، اور اس بات پر کہ ہم حکام سے جھگڑا نہ کریں گے، سوائے اس کے کہ ہم واضح طور پر کفر دیکھیں، جس کی تمہارے پاس اس کے کفر ہونے پر اللہ کی طرف سے کوئی برھان (یعنی مضبوط دلیل) موجود ہو (بخاری، مسلم)

اور اسی بنیاد پر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے یزید کی حکمرانی کے پختہ ہو جانے کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے یزید کے خلاف خروج کو ناپسند کیا تھا، جس کا بعض روایات میں ذکر ہے۔ [1]

---

[1] عن الزهری، أخبرنی حمزة بن عبد الله بن عمر، أنه بينما هو جالس مع عبد الله بن عمر إذ جائه رجل من أهل العراق فقال: يا أبا عبد الرحمن، إنی والله لقد حرصت أن أتسمت بسمتک، وأقتدی بک فی أمر فرقة الناس، وأعتزل الشر ما استطعت، وإنی أقرأ آية من كتاب الله محكمة قد أخذت بقلبی فأخبرنی عنها، أرأيت قول الله تبارک وتعالی: } وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء إلی أمر الله فإن فائت فأصلحوا بينهما بالعدل وأقسطوا إن الله يحب المقسطين {أخبرنی عن هذه الآية؟ فقال عبد الله: وما لک ولذاک؟ انصرف عنی .فانطلق حتی توارى عنا سواده، أقبل علينا عبد الله بن عمر فقال: ما وجدت فی نفسی فی شء من أمر هذه الأمة ما وجدت فی نفسی أنی لم أقاتل هذه الفئة الباغية كما أمرنی الله عز وجل .زاد القطان فی روايته: قال حمزة: فقلنا له: ومن ترى الفئة الباغية؟ قال ابن عمر: ابن الزبير بغی على هؤلاء القوم؛ فأخرجهم من ديارهم ونكث عهدهم.
ففی قول عبد الله بن عمر هذا دلالة على جواز استعمال الآية فی قتال الفئة الباغية (السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ١٦٧٨٤، كتاب قتال اهل البغی، باب ما جاء فی قتال أهل البغی والخوارج)
عن الزهری قال أخبرنی حمزة بن عبد الله بن عمر أنه بينما هو جالس مع عبد الله بن عمر إذ جاء ه رجل من أهل العراق فقال له يا أبا عبد الرحمن إنی والله لو حرصت على أن أسمت سمتک وأقتدی بک فی أمر فرقة الناس فأعتزل الشر ما استطعت وإنی أقرأ آية من كتاب الله محكمة فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے، یزید کے دورِ خلافت میں تو اس کی بیعت نہیں توڑی، پھر یزید کی وفات کے کئی سال بعد جب ۷۳ ہجری میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، اس وقت بھی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا تھا۔

چنانچہ اسود بن شیبان سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ نَوْفَلٍ، رَأَیْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ عَلٰی عَقَبَۃِ الْمَدِیْنَۃِ، قَالَ: فَجَعَلَتْ قُرَیْشٌ تَمُرُّ عَلَیْہِ، وَالنَّاسُ حَتّٰی مَرَّ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ، فَوَقَفَ عَلَیْہِ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ، أَبَا خُبَیْبٍ! اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَبَا خُبَیْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَبَا خُبَیْبٍ! أَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ أَنْھَاکَ عَنْ ھٰذَا، أَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ أَنْھَاکَ عَنْ ھٰذَا. أَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ أَنْھَاکَ عَنْ ھٰذَا. أَمَا وَاللّٰہِ إِنْ کُنْتَ، مَا عَلِمْتُ، صَوَّامًا، قَوَّامًا، وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴۵ "۲۲۹"، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، باب ذکر کذاب ثقیف ومبیرھا)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أخذت بقلبی فأخبرنی عنها أرأیت قول الله عز وجل "وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا" الآیة اخبرنی عن هذه الآیة فقال له عبد الله بن عمر ما لک ولذلک انصرف عنی فقام الرجل وانطلق حتی توارى منا سواده أقبل علینا عبد الله بن عمر فقال ما وجدت فی نفسی شء من أمر هذه الآیة ما وجدت فی نفسی من أن أقاتل هذه الفئة الباغیة کما أمرنی الله فقال حمزة فقلنا له ومن ترى الفئة الباغیة قال ابن عمر ابن الزبیر بغی علی هؤلاء القوم فأخرجهم من دیارهم ونکث عهدهم(تاریخ دمشق،لابن عساکر، ج ۳۱،ص ۱۹۳، تحت ترجمة "عبد الله بن عمر بن الخطاب" رقم الترجمة ۳۴۲۱،حرف العین)

وفی هذا الحدیث وجوب طاعة الإمام الذی انعقدت له البیعة، والمنع من الخروج علیه ولوجار فی حکمه وأنه لا ینخلع بالفسق، وقد وقع فی نسخة شعیب بن أبی حمزة، عن الزهری، عن حمزة بن عبد الله بن عمر عن أبیه فی قصة الرجل الذی سأله عن قول الله تعالی:"وإن طائفتان من المؤمنین اقتتلوا"الآیة أن ابن عمر قال: ما وجدت فی نفسی فی شیء من أمر هذه الأمة ما وجدت فی نفسی أنی لم أقاتل هذه الفئة الباغیة کما أمر الله زاد یعقوب بن سفیان فی تاریخه من وجه آخر عن الزهری: قال حمزة فقلنا له: ومن ترى الفئة الباغیة؟ قال: ابن الزبیر بغی علی هؤلاء القوم – یعنی بنی أمیة – فأخرجهم من دیارهم ونکث عهدهم(فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۷۱، ۷۲،کتاب الفتن، باب إذا قال عند قوم شیئا ثم خرج فقال بخلافه)

ترجمہ: حضرت ابونوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی ایک گھاٹی پر (سولی لٹکتے ہوئے) دیکھا (جن کو حجاج ثقفی نے قتل کیا تھا) حضرت ابونوفل کہتے ہیں کہ قریشی اور دوسرے لوگ بھی اس طرف سے گزرتے تھے، یہاں تک کہ جب حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے، تو وہاں پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے ابوخبیب! تجھ پر سلام ہو۔ اے ابوخبیب! تجھ پر سلام ہو، اے ابوخبیب! تجھ پر سلام ہو۔ یادرکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے (جس کے سبب یہ نوبت آئی) روکا کرتا تھا۔ یادرکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے روکا کرتا تھا۔ یادرکھو، اللہ کی قسم! میں آپ کو اس چیز سے روکا کرتا تھا۔ بہرحال اللہ کی قسم! میرے علم میں آپ بہت روزے رکھنے، اور رات کو عبادت کرنے، اور بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے (مسلم)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار اسی لئے کیا تھا کہ وہ ان کے نزدیک مسلمانوں کے خون بہنے کا باعث تھا۔ [1]

اور بعض روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر، اور عروہ بن زبیر اور مصعب بن زبیر، اور عبداللہ بن زبیر، کعبہ کے قریب جمع ہوئے، اور ان سب نے اللہ سے اپنی اپنی تمنا کا اظہار کیا، عبداللہ بن زبیر نے حجاز کی خلافت کی، اور مصعب نے عراق کی امارت، اور مخصوص

---

[1] حدثنا ابن المبارک، عن کھمس، عن أبی الأزھر الضبعی، عن أبی العالیة، أن عبد الله بن الزبیر، وعبد الله بن صفوان، کانا فی الحجر، فمر بھما ابن عمر، فبعثا إلیه فأتاھما، فقال له عبد الله بن صفوان: ما یمنعک أبا عبد الرحمن أن تبایع أمیر المؤمنین، یعنی ابن الزبیر، وقد بایع له أھل العروض، وأھل العراق، وعامة أھل الشام؟ فقال: لا والله، لا أبایعکم وأنتم واضعوا سیوفکم علی عواتقکم یصیب أحدکم من دماء المسلمین (الفتن،لنعیم بن حماد، ج ا ص ا ٦ ا ،رقم الحدیث ٢ ا ٤،العصمة من الفتن، وما یستحب فیھا من الکف والإمساک عن القتال، والعزلة فیھا، وما یکرہ من الاستشراف لھا)

عورت سے نکاح کی، اور عروہ نے علم کی اشاعت کی، اور ابنِ عمر نے اپنی مغفرت کی تمنا ظاہر کی تھی۔ [1]

یہ بات یاد رہے کہ مدینہ منورہ میں ''واقعہ حرہ'' یزید بن معاویہ کے دور میں سانحۂ کربلا کے بعد پیش آیا تھا، جس میں مدینہ منورہ پر شامی افواج نے چڑھائی کی تھی، یہ افسوسناک واقعہ سَن

---

[1] حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا أحمد بن زيد بن الحريش، ثنا أبو حاتم السجستانی، ثنا الأصمعی، ثنا عبد الرحمن بن أبی الزناد، عن أبيه، قال: اجتمع فی الحجر مصعب وعروة وعبد الله بن الزبير وعبد الله بن عمر، فقالوا: تمنوا، فقال عبد الله بن الزبير: أما أنا فأتمنی الخلافة، وقال عروة: أما أنا فأتمنی أن يؤخذ عنی العلم، وقال مصعب: أما أنا فأتمنی إمرة العراق، والجمع بين عائشة بنت طلحة وسكينة بنت الحسين، وقال عبد الله بن عمر: أما أنا فأتمنی المغفرة قال: فنالوا كلهم ما تمنوا، ولعل ابن عمر قد غفر له "(حلية الأولياء،لابی نعيم الاصبهانی،ج ۱، ص ۳۰۹، تحت ترجمة:''عبد الله بن عمر بن الخطاب'')

أخبرنا علی بن محمد، أنا الحسين، ثنا عبد الله، قال: حدثنی أبو بكر، أحمد بن عبد الأعلی الشيبانی، قال: ثنا إسماعيل بن أبان العامری، قال: ثنا سفيان الثوری، عن طارق بن عبد العزيز، عن الشعبی، قال : لقد رأيت عجبا، كنا بفناء الكعبة وعبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير ومصعب بن الزبير وعبد الملک بن مروان، فقال القوم بعد أن فرغوا من حديثهم: ليقم كل واحد منهم فليأخذ بالركن اليمانی ويسأل الله تعالی حاجته فإنه يعطی من سعة، قم يا عبد الله بن الزبير فإنک أول من ولد فی الهجرة، فقام فأخذ بالركن اليمانی ثم قال: اللهم إنک عظيم ترجی لكل عظيم، أسألک بحرمة وجهک وحرمة عرشک وحرمة نبيک صلی الله عليه وسلم أن لا تميتنی من الدنيا حتی تولينی الحجاز ويسلم علی بالخلافة، وجاء حتی جلس فقالوا: قم يا مصعب بن الزبير، فقام حتی أخذ بالركن اليمانی فقال: اللهم إنک رب كل شیء وإليک مصير كل شیء، أسألک بقدرتک علی كل شیء أن لا تميتنی من الدنيا حتی تولينی العراق وتزوجنی سكينة بنت الحسين، وجاء حتی جلس قالوا: قم يا عبد الملک بن مروان، فقام فأخذ الركن اليمانی فقال: اللهم رب السموات السبع والأرضين السبع ورب الأرض ذات النبت بعد القفر أسألک بما سألک عبادک المطيعون لأمرک، وأسألک بحرمة وجهک، وأسألک بحقک علی جميع خلقک، وبحق الطائفين حول بيتک أن لا تميتنی من الدنيا حتی تولينی شرق الأرض وغربها، ولا ينازعنی أحد إلا أتيت برأسه، ثم جاء حتی جلس، ثم قالوا: قم يا عبد الله بن عمر، فقام حتی أخذ بالركن اليمانی فقال: اللهم إنک رحمن رحيم أسألک برحمتک التی سبقت غضبک، وأسألک بقدرتک علی جميع خلقک أن لا تميتنی من الدنيا حتی توجب لی الجنة، قال الشعبی: فما ذهبت عيناى من الدنيا حتی رأيت كل رجل منهم قد أعطی ما سأل، وبشر عبد الله بن عمر بالجنة ورئيت له(كرامات الأولياء للالكائی، ج۹ ص ۱۵۰ ،رقم الحديث ۹۳ ،سياق ما روی من كرامات عبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير وأخيه مصعب رضی الله عنهم)

تریسٹھ 63 ہجری میں پیش آیا تھا، جس کو ''واقعۂ حرہ'' کہا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ میں ''واقعہ حرہ'' دراصل ''مسلم بن عقبہ مری'' کی قیادت میں پیش آیا تھا، اس دوران عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے بچ نکل کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے تھے، جس کے لئے یزید کے دورِ حکومت میں عبداللہ بن زبیر کے لئے مکہ کا محاصرہ کیا گیا تھا، جو دو ماہ کے لگ بھگ جاری رہا تھا، اس دوران جب یزید کی موت واقع ہوئی، تو مکہ کا محاصرہ اٹھا لیا گیا تھا۔

پھر یزید بن معاویہ کی وفات کے بعد عبدالملک کے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف کے ذریعہ دوبارہ مکہ کا محاصرہ کیا گیا تھا، اور حرمِ مکہ کی حرمت کے خلاف اقدامات کئے گئے تھے، اور اس دوران ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت وقوع پذیر ہوئی، جس کا روایات میں ذکر ملتا ہے، جن میں سے بعض روایات کی سندوں میں کمزوری کا احتمال موجود ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا علی بن المبارک الصنعانی، قال: ثنا زید بن المبارک، قال: حدثنی عبد الملک بن عبد الرحمن الذماری، قال: ثنا أحمد بن محمد بن سعید، "أن معاویة، لما حضره الموت، قال لیزید بن معاویة: قد وطأت لک البلاد وفرشت لک الناس، ولست أخاف علیک إلا أهل الحجاز، فإن رابک منهم ریب، فوجه إلیهم مسلم بن عقبة المری، فإنی قد جربته غیر مرة، فلم أجد له مثلا لطاعته ونصحته، فلما جاء یزید بن معاویة خلاف ابن الزبیر، ودعاؤه إلی نفسه دعا مسلم بن عقبة المری وقد أصابه فالج، فقال: إن أمیر المؤمنین عهد إلی فی مرضه إن رابنی من أهل الحجاز شیء أن أوجهک إلیهم، وقد رابنی، فقال: إنی کما ظن أمیر المؤمنین، اعقد لی وعبء الجیوش، قال: فورد المدینة فأباحها ثلاثا، ثم دعاهم إلی بیعة یزید علی أنهم أعبد قن فی طاعة الله ومعصیته، فأجابوه إلی ذلک إلا رجل واحد من قریش أمه أم ولد، فقال له: بایع لیزید علی أنک عبد فی طاعة الله ومعصیته، قال: لا، بل فی طاعة الله، فأبی أن یقبل ذلک منه وقتله، فأقسمت أمه قسما لئن أمکنها الله من مسلم حیا أو میتا أن تحرقه بالنار، قال: فلما خرج مسلم بن عقبة من المدینة، اشتدت علته فمات، فخرجت أم القرشی بأعبد لها إلی قبر مسلم، فأمرت به أن تنبش من عند رأسه، فلما وصلوا إلیه إذا ثعبان قد التوی علی عنقه قابضا بأرنبة أنفه یمصها، قال: فکاع القوم عنه، وقالوا: یا مولاتنا انصرفی، فقد کفاک الله شره وأخبروها الخبر، قالت: لا، أو أوفی لله بما وعدته، ثم قالت: انبشوا لی من عند الرجلین، فنبشوا فإذا الثعبان لاو ذنبه برجلیه، قال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ماہِ جمادی الاولیٰ، سَن تہتر (73) ہجری میں ہوئی۔ جبکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ماہِ رجب، سَن ساٹھ (60) ہجری میں ہوچکی تھی، بلکہ یزید بن معاویہ کی وفات بھی ماہِ ربیع الاول، سَن چونسٹھ (64) ہجری میں ہوچکی تھی۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

فتنحت، فصلت ركعتين، ثم قالت: اللـه إن كنت تعلم أني إنما غضبت على مسلم بن عقبة اليوم لک، فخل بيني وبينه، قال: ثم تناولت عودا فمضت إلى ذنب الثعبان فحركته فانسل من مؤخر رأسه، فخرج من القبر، ثم أمرت به فأخرج من القبر وأحرق بالنار "(المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۳ ص ۹۰، رقم الحديث ۲۲۷)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه عبد الملک بن عبد الرحمن الذماری، ضعفه أبو زرعة، ووثقه ابن حبان وغيره، وابن رمانة لم أعرفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۰۸۰، باب فيما كان من أمر ابن الزبير، ويزيد بن معاوية، واستخلاف أبيه له، وأيام الحرة، وغير ذلک)

أخبرنی أبو عبد الله محمد بن علی بن عبد الحميد الصنعانی بمكة حرسها الله تعالى، ثنا علی بن المبارک الصنعانی، ثنا عبد الملک بن عبد الرحمن الذماری، ثنا القاسم بن معن، عن هشام بن عروة، عن أبيه قال :لما مات معاوية رضی الله عنه تثاقل عبد الله بن الزبير عن طاعة يزيد بن معاوية، وأظهر شتمه، فبلغ ذلک يزيد، فأرسل أن يؤتی به، فقيل لابن الزبير :يصنع لک أغلالا من ذهب فتسدل عليها الثوب، وتبر قسمه والصلح أجمل، فقال :لا أبر الله قسمه ، ثم قال :(البحر البسيط)

ولا ألين لغير الحق أنملة ...حتى يلين لضرس الماضغ الحجر

ثم قال :والله لضربة بسيف فی عز أحب إلی من ضربة بسوط فی ذل ، ثم دعا إلی نفسه، وأظهر الخلاف ليزيد بن معاوية فوجه إليه يزيد بن معاوية مسلم بن عقبة المزنی فی جيش أهل الشام، وأمره بقتال أهل المدينة، فإذا فرغ من ذلک سار إلی مكة، قال: فدخل مسلم بن عقبة المدينة، وهرب منه يومئذ بقايا أصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم، وعبث فيها وأسرف فی القتل، ثم خرج منها، فلما كان فی بعض الطريق إلی مكة مات واستخلف حصين بن نمير الكندی وقال له :يا برذعة الحمار، احذر خدائع قريش، ولا تعاملهم إلا بالنفاق، ثم القطاف، فمضی حصين حتی ورد مكة فقاتل بها ابن الزبير أياما(المستدرک للحاكم، رقم الحديث ۶۳۳۸، كتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، ذكر عبد الله بن الزبير بن العوام رضی الله عنهما)

ورواه الطبرانی فی المعجم الكبير مطولا من هذا.

قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه عبد الملک بن عبد الرحمن الذماری، وثقه ابن حبان وغيره، وضعفه أبو زرعة وغيره(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۰۸۳، باب فيما كان من أمر ابن الزبير، ويزيد بن معاوية، واستخلاف أبيه له، وأيام الحرة، وغير ذلک)

www.idaraghufran.org

اور جہاں تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تعلق ہے، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ماہِ محرم، سَن اکسٹھ (61) ہجری میں یزید کی حکومت کے ابتدائی ادوار میں ہوئی، جس پر کلام آگے آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دیانت داری اور نیک نیتی کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ ان کا بیٹا یزید خلافت کا اہل ہے، اور اس وقت یزید کو ولی عہد بنا دینے میں ہی مصلحت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نیک نیتی کے ساتھ خلافت کا اہل سمجھ کر اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا تھا، نہ کہ صرف اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے، اور بہت سے علماء کے نزدیک ولی عہد بنانے کی حیثیت شرعاً ایک تجویز کی سی ہوتی ہے، خلیفہ کی وفات کے بعد امت کے اربابِ حل وعقد کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ چاہیں، تو ولی عہد ہی کو خلیفہ بنائیں، اور چاہیں، تو باہمی مشورے سے کسی اور کو خلیفہ مقرر کر دیں۔

اور اگر اس ماحول کو پیشِ نظر رکھا جائے، جس میں یزید کی خلافت منعقد ہو رہی تھی، تو بلاشبہ یہ رائے قائم کرنے کی بھی گنجائش تھی کہ موجودہ حالات میں یزید، دوسرے صلحائے امت کے مقابلہ میں خلافت کا اہل نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ جس ماحول میں حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے جلیلُ القدر، صلحائے امت اور اکابر موجود ہوں، اس ماحول میں یزید کو خلافت کے لئے نااہل یا غیر موزوں سمجھنا کچھ بعید نہیں ہے، یہ زمانہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بڑے بڑے تابعین کا تھا، امت میں خیر وصلاح کا دور دورہ تھا، ایسے حالات میں خلافت کے لئے عدالت وتقویٰ کے جس بلند معیار کی ضرورت تھی، ظاہر ہے کہ یزید اس پر پورا نہیں اترتا تھا، اسی لئے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نامزدگی کی مخالفت کی۔

اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ وہ تھا، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے صحابہ کے مقابلے میں یزید کو خلافت کے لئے بہتر تو نہیں سمجھتا تھا، لیکن اس خیال سے اس کی خلافت کو گوارا کرنے کا تصور رکھتا تھا کہ امت میں افتراق وانتشار برپا نہ ہو، اور خونریزی لازم نہ آئے۔

پس یزید کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مذکورہ اختلاف بھی درحقیقت رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، اور اس معاملے میں کسی کو بھی مطعون نہیں کیا جاسکتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو محض اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے نہیں، بلکہ اسے خلافت کا اہل سمجھنے کی وجہ سے ولی عہد بنانا چاہتے تھے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت دیانتداری کے ساتھ ان کی ہمنوا تھی اور وہ چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس کی مخالفت کی تھی، وہ کسی ذاتی عناد یا حرصِ اقتدار کی وجہ سے مخالفت نہیں کررہے تھے، بلکہ وہ دیانت داری سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید دوسرے حضرات کے مقابلہ میں خلافت کا اہل نہیں ہے۔

اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہما کی رائے واقعہ کے لحاظ سے سو فیصد درست تھی، بلکہ یہ کہنے کی بھی گنجائش ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ اجتہادی خطاء تھی، جس پر مجتہد گناہ گار نہیں ہوتا، اور مذکورہ بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کی رائے کسی ذاتی مفاد پر نہیں، بلکہ دیانت داری پر مبنی تھی، اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ امانت کے ساتھ اور شرعی جواز کی حدود میں رہ کر کیا جس پر وہ گناہ گار نہیں، کیونکہ مجتہد کو اس کی اجتہادی خطاء پر گناہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا ہے، اور اس کی خطاء معاف ہوتی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(5)..... حضرت حسین اور واقعۂ کربلا کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: کربلاء کے میدان میں کیا کیا حالات پیش آئے تھے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ یزید کی حکومت کے خلاف کیوں نکلے تھے، اور وہ کس لئے کربلا کے میدان میں گئے، کیا یہ

خودکشی میں داخل نہیں، بصورتِ دیگر یزید نے ظالمانہ طریقہ پر ان کو قتل کیوں کیا؟ اور ہمارے لئے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب :..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید کو ولی عہد بنانے کے متعلق تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے، اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کوئی بے حرمتی والا طرزِ عمل اختیار نہیں کیا تھا۔

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، اور وہ یزید کو اس کا اہل بھی نہیں سمجھتے تھے۔

دوسری طرف حضرت علی، حضرت معاویہ، اور حسن رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی عراق وکوفہ کے بہت سے لوگ ان حضرات کے ساتھ دھوکہ بازی وایذاء رسانی کا ارتکاب کر چکے تھے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو وہ برابر اپنے پاس بلاتے رہے، اور خط وکتابت کرتے رہے، وہ لوگ نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت سے خوش تھے، اور نہ یزید کی حکومت پر راضی تھے۔

حضرت حسن نے تو ان کی دعوت پر کان نہیں دھرے، اور ان کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں وصال ہوگیا، حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کی حکومت قائم ہوئی، تو کوفہ کے ہزاروں افراد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے کی دعوت دی، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کا اظہار کیا، جس کے بعد حضرت حسین نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا، حضرت حسین کو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم، ودیگر حضرات نے کوفہ وعراق جانے سے منع کیا، لیکن وہ بہرحال نیک نیتی اور امت کی فلاح وخیر خواہی کا جذبہ لے کر نکلے، پھر ان کو بلانے والوں نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا، ان کا ساتھ نہیں دیا، جس کے نتیجہ میں ان کی اور ان کے ساتھیوں اور اہلِ بیت کی ظالمانہ طریقہ پر شہادت کا سانحۂ کربلا پیش آ کر رہا، جو اسلام کی تاریخ میں غیر معمولی دردناک واقعہ ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ کرلی جائیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ توضیح ذکر کی جائے گی۔

ہم نے آنے والے صفحات میں زیادہ تر محدثین، اور ثقہ حضرات کی روایات کو منتخب کیا ہے، اور محدثین کے مقابلہ میں مورخین نے واقعہ کربلا سے متعلق کئی باتیں اور روایتیں ایسی نقل کردی ہیں، جن کی معتبر احادیث وروایات اور اسناد سے تائید نہیں ہوتی، یا پھر وہ محدثین کی نقل کردہ معتبر ومستند روایات کے خلاف ہیں، جن سے آگاہی بہت ضروری ہے۔

نیز واقعہ کربلاء، اور یزید بن معاویہ سے متعلق بہت سی روایات، ابن الکلبی، ابومنذر ہشام بن محمد بن سائب کی سند سے مروی ہیں، اور یہ شخص کوفہ کے غالی شیعہ، اور رافضہ میں سے ہے، اور یہ ابومخنف وغیرہ سے روایت کرتا ہے، اس کو محدثین نے ''متروک'' کہا ہے۔ [1]

---

[1] ابن الكلبى أبو المنذر هشام بن محمد بن السائب *
العلامة، الأخبارى، النسابة الأوحد، أبو المنذر هشام ابن الأخبارى الباهر محمد بن السائب بن بشر الكلبى، الكوفى، الشيعى، أحد المتروكين كأبيه.روى عن أبيه كثيرا.
وعن :مجالد، وأبى مخنف لوط، وطائفة.حدث عنه :ابنه؛ العباس، ومحمد بن سعد، وخليفة بن خياط، وابن أبى السرى العسقلانى، وأحمد بن المقدام العجلى .قال أحمد بن حنبل :إنما كان صاحب سمر ونسب، ما ظننت أن أحدا يحدث عنه .وقال الدارقطنى، وغيره :متروك الحديث (سير أعلام النبلاء ،للذهبى، ج١٠ ،ص ١٠١ ، رقم الترجمة ٣،تابع الطبقة العاشرة)
هشام بن محمد بن السائب أبو المنذر الكلبى من أهل الكوفة يروى عن أبيه ومعروف مولى سليمان والعراقيين العجائب والأخبار التى لا أصول لها روى عنه شباب العصفرى وعلى بن حرب الموصلى وعبد الله بن الضحاك الهدادى وكان غاليا فى التشيع أخباره فى الأغلوطات أشهر من أن يحتاج إلى الإغراق فى وصفها(المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين،لابن حبان، ج٣،ص ٩١، باب الهاء)
هشام بن محمد بن السائب الكلبى، أبو المنذر الاخبارى النسابة العلامة.روى عن أبيه أبى النضر الكلبى المفسر، وعن مجاهد، وحدث عنه جماعة .قال أحمد بن حنبل :إنما كان صاحب سمر ونسب، ما ظننت أن أحدا يحدث عنه .وقال الدارقطنى وغيره :متروك.وقال ابن عساكر: رافضى، ليس بثقة(ميزان الاعتدال للذهبى، ج٤،ص ٣٠٤، رقم الترجمة ٩٢٣٧، حرف الحاء)
هشام بن محمد بن السائب الكلبى أبوالمنذر الأخبارى النسابة العلامة .روى عن أبيه أبى النضر الكلبى المفسر وعن مجالد.وحدث عنه جماعة.قال أحمد بن حنبل :إنما كان صاحب سمر ونسب ما ظننت أن أحدا يحدث عنه .وقال الدارقطنى، وغيره :متروك.وقال ابن عساكر :رافضى ليس بثقة(لسان الميزان،للعسقلانى، ج٨،ص ٣٣٨، رقم الترجمة ٨٢٦٨، حرف الهاء،من اسمه هشام)

اور اسی طرح اس سلسلہ میں کئی روایات ''ابومخنف'' نام کے راوی سے مروی ہیں، جس کا اصل نام ''لوط بن یحییٰ کوفی'' ہے، اور محدثین نے اس شخص کو رافضی اخباری کہا ہے، محدثین میں سے کسی نے اس کی توثیق نہیں کی، بلکہ اس کو ''شیعی محترق، متروک، ہالک، ساقط'' وغیرہ، اور مجہول راویوں سے روافض کے حق میں روایات کرنے، اخبارِ مکروہہ کو بیان کرنے والا ہونا، قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] لوط بن يحيى، أبو مخنف الكوفى الرافضى الأخبارى، صاحب هاتيک التصانيف.
يروى عن الصقعب بن زهير، ومجالد بن سعيد، وجابر بن يزيد الجعفى، وطوائف من المجهولين، وعنه على بن محمد المدائنى، وعبد الرحمن بن مغراء، وغير واحد.قال ابن معين: ليس بثقة.وقال أبو حاتم: متروک الحديث.وقال الدارقطنى: أخبارى ضعيف.قلت: توفى سنة سبع وخمسين ومائة(تاريخ الإسلام للذهبى،ج۴،ص ۱۸۹ ،الوفيات، رقم الترجمة ۳۱۳،حرف اللام)
أبو مخنف لوط بن يحيى الكوفى :صاحب تصانيف وتواريخ .روى عن :جابر الجعفى، ومجالد بن سعيد، وصقعب بن زهير، وطائفة من المجهولين.وعنه :عبد الرحمن بن مغراء ، وعلى بن محمد المدائنى.قال يحيى بن معين :ليس بثقة.وقال أبو حاتم :متروک الحديث .وقال الدارقطنى : أخبارى ضعيف .قلت :توفى سنة سبع وخمسين ومائة، وهو من بابة سيف بن عمر التميمى، صاحب (الردة) ، وعبد الله بن عياش المنتوف ، وعوانة بن الحكم (سير أعلام النبلاء ، للذهبى،ج۷،ص ۳۰۱، وص ۳۰۲، رقم الترجمة ۹۴،الطبقة السابعة)
لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخبارى تالف، لا يوثق به.تركه أبو حاتم وغيره.وقال الدارقطنى: ضعيف.وقال ابن معين :ليس بثقة.وقال -مرة :ليس بشىء.وقال ابن عدى :شيعى محترق، صاحب أخبارهم .قلت :روى عن الصعق بن زهير، وجابر الجعفى، ومجالد.روى عنه المدائنى، وعبد الرحمن بن مغراء .مات قبل السبعين ومائة(ميزان الاعتدال للذهبى،ج۳،ص ۴۱۹، وص ۴۲۰، رقم الترجمة ۶۹۹۲،حرف اللام)
أبو مخنف .اسمه لوط بن يحيى .هالک.قد ذكر (ميزان الاعتدال،للذهبى،ج۴،ص ۵۷۱، رقم الترجمة ۱۰۵۸۶ ،باب الكنى)
لوط بن يحيى أبو مخنف ساقط تركه أبو حاتم وقال الدارقطنى ضعيف(المغنى فى الضعفاء ، للذهبى،ج۲،ص ۵۳۵، رقم الترجمة ۵۱۲۱،حرف اللام)
أبو مخنف هو لوط بن يحيى هالک(المغنى فى الضعفاء ،للذهبى،ج۲،ص ۸۰۷، رقم الترجمة ۷۷۱۹،باب الكنى)
لوط بن يحيى أبو مخنف .أخبارى تالف لا يوثق به.تركه أبو حاتم، وغيره.وقال الدارقطنى: ضعيف.وقال ابن معين :ليس بثقة.وقال مرة :ليس بشىء .
وقال ابن عدى :شيعى محترق صاحب أخبارهم.قلت :روى عن الصقعب عن زهير وجابر الجعفى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اسی طرح مرشد باللہ، یحییٰ بن حسین شجری (المتوفیٰ: 499ہجری) کی طرف منسوب ''ترتیب الأمالی الخمیسیة'' میں بھی بعض روایات مجہول اور غیر معتبر راویوں سے نقل کی گئی ہیں، جبکہ یحییٰ بن حسین شجری، دیلم کے ائمہ زیدیہ میں سے ہیں، اس لئے مذکورہ کتاب کی وہ روایات بھی معتبر معلوم نہ ہوسکیں، جن کی معتبر ومستند روایات سے تائید نہیں ہوتی۔

اور شیعہ ورافضہ کی حضرت معاویہ اور یزید، بلکہ بنوامیہ سے بے جا بغض وعداوت مخفی نہیں۔

طبری، ابنِ عساکر، شجری اور دیگر مورخین نے مذکورہ راویوں کی کئی روایات کو ذکر کیا ہے، جو بعد کے حضرات کی کتابوں میں بھی نقل کی جاتی رہی ہیں، اردو کتابوں میں بھی اس طرح کی روایات کی کمی نہیں، اور ہم نے بھی پہلے اعتماد کی بنیاد پر بعض روایات سے ثابت شدہ اور عربی واردو کتب میں نقل کردہ بعض چیزوں کو بیان کیا تھا، لیکن اب تحقیق کے بعد ان کو حذف کردیا ہے۔

اس لئے اب ہم اس سلسلہ میں چند روایات کو ذکر کرتے ہیں، جس کے ضمن میں بقدرِ ضرورت ان کی سندوں پر بھی کلام کردیا گیا ہے، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چند محققین کے حوالہ جات بھی پیش کریں گے، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نوجوان جنتیوں کے سردار ہونے جیسے فضائل کا ذکر، آگے سوال نمبر 6 کے جواب میں آتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

ومجالد ,روی عنه المدائنی وعبد الرحمن بن مغراء ومات قبل السبعین ومئة .انتهی.وقال أبو عبید الآجری :سألت أبا داود عنه فنفض یده وقال :أحد یسأل عن هذا؟ .!وذکره العقیلی فی الضعفاء (لسان المیزان،للعسقلانی،ج٦،ص ٤٣٠، وص ٤٣١، رقم الترجمة ٦٢٤٨،حرف اللام)

لوط بن یحیی أبو مخنف کوفی.حدثنا محمد بن أحمد بن حماد، حدثنا عباس، عن یحیی، قال أبومخنف لیس بشیء.وهذا الذی قاله ابن معین یوافقه علیه الأئمة فإن لوط بن یحیی معروف بکنیته وباسمه.حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحین، ولا یبعد منه أن یتناولهم، وهو شاعی محترق صاحب أخبارهم وإنما وصفته لا یستغنی عن ذکر حدیثه فإنی لا أعلم له من الأحادیث المسندة ما أذکره وإنما له من الأخبار المکروه الذی لا أستحب ذکره(الکامل فی ضعفاء الرجال،لابنِ عدی،ج٧،ص ٢٤١، رقم الترجمة ١٦٢١)

فَقَالَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُ اِبْنَكَ هٰذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْتُلُوْنَهٗ وَهُمْ مُؤْمِنُوْنَ بِيْ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَقْتُلُوْنَهٗ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۸ص۲۸۵، رقم الحديث ۸۰۹۶) [1]

ترجمہ: تو حضرت جبریل امین نے فرمایا کہ آپ کی امت عنقریب آپ کے اس بیٹے (حسین بن علی) کو قتل کردے گی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ اس کو قتل کردیں گے، اور وہ مجھ پر ایمان بھی رکھتے ہوں گے؟ تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ جی ہاں! وہ لوگ اس کو قتل کردیں گے (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امین کے ذریعہ پیشگی یہ بتلا دیا گیا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی طرف سے قتل کیا جائے گا، اور یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ ان کے قاتلین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے ہوں گے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَيُقْتَلَنَّ الْحُسَيْنُ ظُلْمًا، وَإِنِّيْ لَاَعْرِفُ تُرْبَةَ الْأَرْضِ الَّتِيْ يُقْتَلُ فِيْهَا، قَرِيْبًا مِّنَ النَّهْرَيْنِ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۳۱۳۳۳، كتاب الأمراء، باب ما ذكر من حديث الأمراء والدخول عليهم، المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص۱۱۰، رقم الحديث ۲۸۲۴) [2]

ترجمہ: ضرور بالضرور حسین کو ظلماً قتل کیا جائے گا، اور میں اس زمین کی مٹی کو

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله موثقون، وفی بعضهم ضعف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۱۲، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)
وقال الذهبی: إسناده حسن (سير أعلام النبلاء، ج۳ص۲۸۹، ومن صغار الصحابة، تحت ترجمة "الحسين الشهيد أبو عبد الله بن علی بن أبی طالب" رقم الترجمة ۴۸)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۲۴، كتاب المناقب، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

پہچانتا ہوں، جس میں ان کو قتل کیا جائے گا، وہ دو نہروں کے قریب ہے (ابنِ ابی شیبہ، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا، ظلم پر مبنی تھا، جن کے قاتلین سخت گناہ گار ہیں۔

اور عمارہ بن یحییٰ بن خالد بن عرفطہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا عِنْدَ خَالِدِ بْنِ عُرْفُطَةَ يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَنَا خَالِدٌ: هٰذَا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّكُمْ سَتُبْتَلَوْنَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۴ص ۱۹۲، رقم الحديث ۴۱۱۱)

ترجمہ: ہم خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، جس دن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، تو ہمیں خالد بن عرفطہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سنا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک تم کو میرے بعد، میرے اہلِ بیت کے بارے میں آزمائش میں مبتلاء کیا جائے گا (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کے راویوں کو معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

لیکن بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کی سند کو ضعیف کہا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَنَامِ بِنِصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مَعَهُ قَارُوْرَةٌ فِيْهَا دَمٌ يَلْتَقِطُهُ أَوْ يَتَتَبَّعُ فِيْهَا شَيْئًا قَالَ: قُلْتُ:

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، والبزار، ورجال الطبرانی رجال الصحيح غير عمارة، وعمارة وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۴۲، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا ؟ قَالَ: دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهٖ لَمْ أَزَلْ أَتَتَبَّعُهُ مُنْذُ الْيَوْمَ، قَالَ عَمَّارٌ: فَحَفِظْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ فَوَجَدْنَاهُ قُتِلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ

(مسند أحمد، رقم الحديث ٢١٦٥) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ٹھیک دوپہر کے وقت گرد وغبار سے آلودہ حالت میں دیکھا، آپ کے پاس ایک شیشی تھی، جس میں خون تھا، جس کو آپ لے رہے تھے، یا اس میں کسی چیز کو تلاش کر رہے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حسین اور آپ کے ساتھیوں کا خون ہے، میں پورے دن سے اس کو تلاش کرتا رہا ہوں، حضرت عمار (راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے اس دن کو یاد رکھا، پھر ہم نے حضرت حسین کو (کربلا کے سانحہ کے موقع پر) اسی (خواب نظر آنے والے) دن قتل ہوتے ہوئے پایا (کہ بعد میں معلوم ہونے پر شہادتِ حسین کا وہی خواب والا دن بنتا تھا) (مسند احمد)

اس طرح کی کئی دوسری احادیث باب نمبر 3 میں گذر چکی ہیں۔

اور امام طبرانی نے محمد بن عبد اللہ حضرمی سے، انہوں نے عبد اللہ بن حکم بن ابی زیاد سے، انہوں نے ابو اسامہ سے، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن اصم سے، اور انہوں نے یزید بن اصم سے روایت کیا ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ الْحَسَنِ، وَجَارِيَةٌ تَحُتُّ شَيْئًا مِنَ الْحِنَّاءِ عَنْ أَظْفَارِهٖ، فَجَاءَتْهُ إِضْبَارَةٌ مِنْ كُتُبٍ، فَقَالَ: يَا جَارِيَةُ هَاتِ الْمِخْضَبَ، فَصَبَّ فِيْهِ مَاءً، وَأَلْقَى الْكُتُبَ فِي الْمَاءِ، فَلَمْ يَفْتَحْ مِنْهَا شَيْئًا، وَلَمْ يَنْظُرْ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، مِمَّنْ هٰذِهِ الْكُتُبُ؟ قَالَ: مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ،

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

مِنْ قَوْمٍ لَا يَرْجِعُوْنَ إِلٰى حَقٍّ، وَلَا يُقْصِرُوْنَ عَنْ بَاطِلٍ، أَمَا إِنِّيْ لَسْتُ أَخْشَاهُمْ عَلٰى نَفْسِيْ، وَلٰكِنِّيْ أَخْشَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَأَشَارَ إِلَى الْحُسَيْنِ (المعجم الكبير، للطبرانی، ج۳ص ۷۰، رقم الحديث ۲۶۹۱)

ترجمہ: میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا، اور ایک لڑکی اپنے ناخنوں سے مہندی کو کھرچ رہی تھی، پھر وہ لڑکی حسن رضی اللہ عنہ کے پاس خطوط کی پٹاری لے کر آئی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طشت لے آؤ، پھر حسن رضی اللہ عنہ نے طشت میں پانی ڈالا، اور خطوط کو اس میں ڈال دیا، اور ان خطوط میں سے کسی خط کو بھی نہیں کھولا، اور نہ ہی اس کو دیکھا، میں نے کہا کہ اے ابو محمد! یہ خطوط کس کی طرف سے ہیں، تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عراق والوں کی طرف سے ہیں، جو ایسے لوگ ہیں کہ کبھی حق کی طرف واپس نہیں لوٹتے، اور نہ باطل میں کوئی کمی چھوڑتے، بے شک میں اپنے اوپر ان لوگوں سے خوف نہیں رکھتا، لیکن ان لوگوں کا اس شخص پر خوف رکھتا ہوں، اور حضرت حسن نے (یہ فرماتے ہوئے) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا (طبرانی)

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کے راویوں کو ثقہ و معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

اور اس واقعہ کو یعقوب بن سفیان فسوی نے بھی کچھ اختصار کے ساتھ معتبر سند سے روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن الحكم بن أبی زياد وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۴۵۷، باب النهی عن حب الخوارج والركون إليهم)

[2] حدثنا ابو بكر ثنا سفيان حدثنی عبد الله بن أخی يزيد عن يزيد الأصم قال: أتيت الحسن بن علی فأتی بضارة كتب وأنا عنده، فما فض منها خاتما ولا نظر فی عنوانه حتی قال: يا جارية هات المخضب. قال: فجاءت المخضب فيه ماء، فأخذ تلك الكتب فغسلها فی الماء. قال: فقلت: يا أبا محمد كتب من هذه؟ قال: هذه كتب قوم لا يرجعون إلی حق، ولا يقصرون عن باطل، كتب أهل العراق - وربما قال لا ينزعون عن باطل (المعرفة والتاريخ، ج۲، ص ۷۵۶، تتمة تراجم الرجال، ما جاء فی الكوفة)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ عراق کی طرف سے حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کی زندگی میں ہی خطوط آنا شروع ہو گئے تھے، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اہلِ عراق کی دھوکہ دہی کو سمجھ چکے تھے، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ان کی طرف سے دھوکہ کھانے کا خوف رکھتے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو اپنی زندگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت کے معاملات سپرد کر کے اس قضیہ سے الگ ہو چکے تھے، جس کے بعد بیس سال تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہایت تدبر اور عدل کے ساتھ مضبوط اور وسیع تر اسلامی حکومت قائم رکھی، اور فتنہ وفسادات کی روک تھام کے لئے موثر حکمتِ عملی کو بروئے کار لائے رکھا، اور امت کو مجتمع رکھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعد بھی اسی استحکام کو قائم رکھنا چاہتے تھے، جس کے لئے انہوں نے اپنی نظر میں یزید کو اس کا اہل سمجھا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید کا دورِ حکومت شروع ہوا، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق وکوفہ کے لوگوں کی طرف سے اپنے یہاں بلانے کا سلسلہ مزید تیز ہو گیا، اور انہوں نے وہاں جانے کا عزم کیا، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا پہلے سے محسوس کیا گیا مذکورہ خدشہ درست ثابت ہوا۔

اور ابنِ عساکر نے مختلف حضرات کی سندوں سے جمع کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے واقعہ کے ذیل میں روایت کیا ہے کہ:

لما بايع معاوية بن أبي سفيان الناس ليزيد بن معاوية كان حسين بن علي بن أبي طالب ممن لم يبايع له وكان أهل الكوفة يكتبون إلى حسين بن علي يدعونه إلى الخروج إليهم في خلافة معاوية كل ذلك يأبى. فقدم منهم قوم إلى محمد بن الحنفية فطلبوا إليه أن يخرج معهم فأبى وجاء إلى الحسين فأخبره بما عرضوا عليه وقال إن القوم إنما يريدون أن يأكلوا بنا ويشيطوا دماء نا فأقام حسين على ما هو عليه من الهموم مرة يريد أن يسير إليهم ومرة يجمع الإقامة .

فجاء ہ أبو سعید الخدری فقال یا أبا عبد اللہ إنی لکم ناصح وإنی علیکم مشفق وقد بلغنی أنہ کاتبک قوم من شیعتکم بالکوفة یدعونک إلی الخروج إلیھم فلا تخرج فإنی سمعت أباک یقول بالکوفة واللہ لقد مللتھم وأبغضتھم وملونی وأبغضونی وما بلوت منھم وفاء ومن فاز بھم فاز بالسھم الأخیب واللہ مالھم ثبات،ولا عزم أمر ولا صبر علی السیف.

قال وقدم المسیب بن نجبة الفزاری وعدة معہ إلی الحسین بعد وفاة الحسن فدعوہ إلی خلع معاویة وقالوا قد علمنا رأیک ورأی أخیک فقال إنی أرجو أن یعطی اللہ أخی علی نیتہ فی حبہ الکف وأن یعطینی علی نیتی فی حبی جھاد الظالمین.

وکتب مروان بن الحکم إلی معاویة إنی لست آمن أن یکون حسین مرصدا للفتنة وأظن یومکم من حسین طویلا فکتب معاویة إلی الحسین إن من أعطی اللہ صفقة یمینہ وعھدہ لجدیر بالوفاء وقد أنبئت أن قوما من أھل الکوفة قد دعوک إلی الشقاق وأھل العراق من قد جربت قد أفسدوا علی أبیک وأخیک فاتق اللہ واذکر المیثاق فإنک متی تکدنی أکدک (تاریخ دمشق،لابنِ عساکر، ج۱۴،ص۲۰۵، وص۲۰۶،تحت ترجمة:"الحسین بن علی بن أبی طالب" رقم الترجمة ۱۵۶۶، حرف الحاء)

ترجمہ: جب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لی،تو حسین بن علی بن ابی طالب،ان لوگوں میں سے تھے،جنہوں نے یزید کے لئے بیعت نہیں کی تھی،اور اہلِ کوفہ،حسین بن علی کو لکھ کر اپنی طرف نکلنے کی،معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہی دعوت دیتے رہتے تھے،ہر مرتبہ وہ انکار کردیتے تھے،پھر ایک مرتبہ کوفہ کے کچھ لوگ محمد بن حنفیہ کے پاس آئے،اوران کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی،مگر انہوں نے انکار کردیا،اور محمد بن حنفیہ نے حضرت حسین کے پاس آکر ان لوگوں کی طرف سے دعوت کا ذکر کیا،اور کہا کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں کھا جائیں،اور ہمارے خون کو بہائیں،تو حسین رضی اللہ عنہ پہلی حالت پر غمگین رہے،بعض اوقات ان کے پاس جانے کا

ارادہ کرتے، اور بعض اوقات یہیں قیام رکھنے کا ارادہ کرتے۔

پھر ان (حسین رضی اللہ عنہ) کے پاس ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور کہا کہ اے ابو عبد اللہ! میں تم کو نصیحت کرنے والا ہوں، اور میں تم پر شفقت کرنے والا ہوں، اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تمہارے کوفہ کے کچھ شیعہ لوگ، تمہیں اپنی طرف نکلنے کی دعوت دے رہے ہیں، پس تم ان کی طرف مت نکلنا، بے شک میں نے تمہارے والد کو کوفہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! میں ان (کوفہ کے) لوگوں سے اکتا چکا ہوں، اور ان کے بغض کو پہچان چکا ہوں، اور یہ مجھ کو پسند نہیں کرتے، اور مجھ سے بغض رکھتے ہیں، اور میں نے ان سے وفاداری نہ ہونے کا تجربہ کرلیا ہے، اور جو بھی ان کے ذریعہ کامیاب ہوگا، تو وہ بدترین حصہ سے ہی کامیاب ہوگا، اللہ کی قسم! ان میں کوئی پائیداری وٹھہراؤ نہیں، اور نہ ہی کسی کام میں ارادہ کی پختگی ہے، اور نہ ہی تلوار پر صبر ہے (یعنی جنگ میں صبر نہیں رکھتے)

راوی کہتے ہیں کہ مسیّب بن نجبہ فزاری، اور اس کے ساتھ چند لوگ حضرت حسن کی وفات کے بعد حضرت حسین کے پاس آئے، اور ان کو معاویہ کی بیعت کو توڑنے کی دعوت دینے لگے، اور کہنے لگے کہ ہمیں آپ کی، اور آپ کے بھائی کی رائے معلوم ہے، حضرت حسین نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ میرے بھائی کو اس کے (مقابلہ سے) رکنے کی نیت پر اجر عطاء فرمائے گا، اور مجھے بھی میرے ظالموں سے جہاد کی محبت کی نیت پر اجر عطاء فرمائے گا۔

اور مروان بن حکم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں اس سے مطمئن نہیں ہوں کہ حسین، فتنہ کے انتظار میں ہے، اور میں گمان کرتا ہوں کہ تمہارا معاملہ حسین سے طویل چلے گا، جس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جس

نے اللہ کے لئے اپنے داہنے ہاتھ کا معاہدہ دے دیا (یعنی اللہ کے لئے بیعت کرلی) تو وہ عہد وفاداری کے زیادہ لائق ہے، اور میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ کوفہ کے کچھ لوگ تمہیں اختلاف کی دعوت دے رہے ہیں، اور عراق کے لوگوں کو تم آزما چکے ہو کہ انہوں نے تمہارے والد، اور بھائی کے ساتھ کیا کچھ فساد برپا کیا، پس تم اللہ سے ڈرو، اور عہد و پیمان (جو حضرت معاویہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان ہوا تھا، اس) کو یاد رکھو، پس تم جب مجھے تاکید کروگے، تو میں تمہیں تاکید کروں گا (یعنی ہر ایک اپنے عہد و پیمان کی پاسداری کرکے ایک دوسرے کی تائید اور ایک دوسرے کو مضبوط کرے گا) (ابنِ عساکر)

ابنِ عساکر میں کربلا سے متعلق مذکور بعض روایات کی اسناد میں ابومخنف، لوط بن یحییٰ جیسے رافضی اور غالی شیعہ موجود ہیں، جن کو محدثین نے متروک و مجروح قرار دیا ہے، جیسا کہ پیچھے گذرا۔

اور ابوحنیفہ دینوری (المتوفیٰ: 281 ہجری) اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فكتب الى معاويه يعلمه ان رجالا من اهل العراق قدموا على الحسين بن على رضى الله عنهما، وهم مقيمون عنده يختلفون اليه، فاكتب الى بالذى ترى.

فكتب اليه معاويه :لا تعرض للحسين فى شىء ، فقد بايعنا، وليس بناقض بيعتنا ولا مخفر ذمتنا.

وكتب الى الحسين :اما بعد، فقد انتهت الى امور عنك لست بها حريا،لان من اعطى صفقه يمينه جدير بالوفاء ، فاعلم رحمك الله انى متى أنكرك تستنكرنى، ومتى تكدنى اكدك، فلا يستفزنك السفهاء الذين يحبون الفتنة والسلام.

فكتب اليه الحسين رضى الله عنه :ما اريد حربك، ولا الخلاف عليك.قالوا :ولم ير الحسن ولا الحسين طول حياه معاوية منه سوءا فى أنفسهما ولا مكروها، ولا قطع عنهما شيئا مما كان شرط لهما، ولا تغير لهما عن بر (الأخبار الطوال، ص ۲۲۴، و ۲۲۵، خلافة بنى امية، بين معاويه وعمرو بن العاص)

ترجمہ: پھر (مدینہ کے گورنر) مروان نے معاویہ کو لکھا، جس میں معاویہ کو مطلع کیا کہ عراق کے لوگ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس آئے ہوئے ہیں، اور وہ ان کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں، ان کو (آپ سے) اختلاف کے لئے آمادہ کر رہے ہیں، تو آپ مجھے اپنی رائے سے آگاہ کیجئے؟

اس کے جواب میں مروان کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم حسین کی کسی چیز میں چھیڑ چھاڑ مت کرنا، بلاشبہ وہ ہم سے بیعت کر چکے ہیں، اور وہ نہ تو ہماری بیعت کو توڑنے والے ہیں، اور نہ ہی ہمارے ذمہ (یعنی باہمی کئے گئے عہد و پیمان) کو نظر انداز کرنے والے ہیں (اس لئے تم ان کی طرف سے بے فکر رہو)

اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ امابعد! بلاشبہ میری طرف آپ کے بارے میں ایسی باتیں پہنچی ہیں، جن سے تم آزاد نہیں ہو سکتے، کیونکہ جس نے اپنے دائیں ہاتھ کو دے دیا (یعنی بیعت کر لی) اس کی وفاداری ضروری ہے، اور اللہ تم پر رحم فرمائے، یہ بات جان لینی چاہیے کہ میں جب تم پر نکیر کروں گا (یعنی تمہیں غلط ٹھہراؤں گا) تو تم مجھ پر نکیر کرو گے (یعنی تم مجھے غلط ٹھہراؤ گے) اور جب مجھے تم تاکید کرو گے، تو میں تمہیں تاکید کروں گا (یعنی جب تم عہد و پیمان کی پاسداری کرو گے، تو میں بھی کروں گا، اور اس طرح ایک دوسرے کو تقویت پہنچائیں گے) اس لئے تمہیں وہ لوگ بھڑکانے نہ پائیں، جو فتنہ وفساد کو پسند کرتے ہیں، والسلام۔

جس کے جواب میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو، حسین رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں تمہارے مقابلہ کا ارادہ نہیں رکھتا، اور نہ ہی میں تمہارے مقابلہ میں اختلاف کا ارادہ رکھتا۔

علماء کہتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی لمبی زندگی تک معاویہ کی طرف سے اپنے متعلق نہ تو کوئی بری حرکت دیکھی، اور نہ کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی، اور نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے طے شدہ شرطوں میں سے کسی شرط کو توڑا، اور نہ ہی ان دونوں حضرات سے حسنِ سلوک میں کوئی تبدیلی پیدا کی (اخبارِ طوال)

ابوحنیفہ دینوری نے اسی کتاب میں حضرت معاویہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے درمیان طے شدہ شرائط کا بھی ذکر کیا ہے، جن کی معاویہ رضی اللہ عنہ نے تاحیات پاسداری کی۔ [1]

اور ابنِ ابی نعیم سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَنْ مُحْرِمٍ قَتَلَ ذُبَابًا، فَقَالَ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ مُحْرِمٍ قَتَلَ ذُبَابًا وَقَدْ قَتَلْتُمْ اِبْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُمَا رَيْحَانَتَيَّ مِنَ الدُّنْيَا (مسند احمد، رقم الحديث ٦٤٠٦) [2]

ترجمہ: میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ عراق کے لوگوں میں سے ایک آدمی نے ان سے احرام کی حالت میں مکھی کو مارنے کے متعلق سوال کیا، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ تم مجھ سے احرام کی حالت میں مکھی کو مارنے کے متعلق سوال کرتے ہو، جبکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کردیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دونوں (حضرت حسن وحسین) دنیا میں میری عمدہ خوشبو ہیں (مسند احمد)

---

[1] ولما راى الحسن من اصحابه الفشل ارسل الى عبد الله بن عامر بشرائط اشترطها على معاويه على ان يسلم له الخلافه، وكانت الشرائط :الا يأخذ أحدا من اهل العراق بإحنة، وان يؤمن الأسود والأحمر، ويحتمل ما يكون من هفواتهم، ويجعل له خراج الاهواز مسلما فى كل عام، ويحمل الى أخيه الحسين بن على فى كل عام الفى الف، ويفضل بنى هاشم فى العطاء والصلات على بنى عبد شمس(الأخبار الطوال،ص٢١٨،خلافة بنى امية،مبايعة معاويه بالخلافة)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، اہلِ عراق کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں ظالم سمجھتے تھے، اور وہ اہلِ عراق کو دھوکہ باز بھی سمجھتے تھے، اور اہلِ عراق کے متعلق یہی موقف حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بھی تھا، جیسا کہ گذرا، اور اسی لئے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو عراق والوں کی دعوت پر ان کے پاس جانے سے روکا تھا۔

چنانچہ امام بزار نے اسماعیل بن ابی حارث سے، انہوں نے شبابہ بن سوار سے، انہوں نے یحییٰ بن اسماعیل سے، اور انہوں نے امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ:

لَمَّا أَرَادَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍ أَنْ يَّخْرُجَ إِلَى الْعِرَاقِ، أَرَادَ أَنْ يَلْقٰى اِبْنَ عُمَرَ، فَسَأَلَ عَنْهُ،فَقِيْلَ لَهُ:إِنَّهُ فِيْ أَرْضٍ لَهُ، فَأَتَاهُ لِيُوَدِّعَهُ، فَقَالَ لَهُ: إِنِّيْ أُرِيْدُ الْعِرَاقَ،فَقَالَ:لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:خُيِّرْتُ بَيْنَ أَنْ أَكُوْنَ نَبِيًّا مَلِكًا ،أَوْ نَبِيًّا عَبْدًا، فَقِيْلَ لِيْ: تَوَاضَعْ، فَاخْتَرْتُ أَنْ أَكُوْنَ نَبِيًّا عَبْدًا، وَإِنَّكَ بِضْعَةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا تَخْرُجْ،قَالَ:فَأَبٰى، فَوَدَّعَهُ، فَقَالَ: أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ مِنْ مَقْتُوْلٍ (كشف الاستار عن زوائد البزار،رقم الحديث ٢٦٤٣، كتاب علاماة النبوة، مناقب الحسين) [1]

ترجمہ: جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف جانے کا ارادہ کیا، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا ارادہ کیا، پھر ابنِ عمر کے متعلق معلوم کیا، تو ان کو جواب میں بتایا گیا کہ وہ تو اپنی زمین میں ہیں، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ان کے پاس آئے، تاکہ وہ ان کو رخصت کریں، پھر انہوں نے ابنِ عمر سے کہا کہ میں

[1] قال الهيثمي:رواه البزار، والطبراني في الأوسط، ورجال البزار ثقات(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٥١٣٠ ،باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)
وقال العراقي:وكذا رواه البزار بنحوه وإسنادهما حسن(تخريج أحاديث الإحياء ،ج٥،ص ١٠٢)

عراق جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں کہا کہ تم ایسا نہ کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''مجھے یہ اختیار دیا گیا تھا کہ یا تو میں نبی بادشاہ ہو جاؤں، یا میں نبی عبد ہو جاؤں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم تواضع اختیار کرو، تو میں نے نبی عبد ہونے کو اختیار کیا''

اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے ہو، تو تم (عراق) نہ جاؤ، لیکن حضرت حسین نے اس سے انکار کیا، تو ان کو ابنِ عمر نے رخصت کیا، اور کہا کہ میں تمہیں مقتول ہونے سے اللہ کی حفاظت و پناہ میں دیتا ہوں (بزار)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے جس حدیث کا ذکر فرمایا، وہ حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَلَسَ جِبْرِيْلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ، فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ: إِنَّ هٰذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ، قَبْلَ السَّاعَةِ، فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ: يَامُحَمَّدُ، أَرْسَلَنِيْ إِلَيْكَ رَبُّكَ، أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ، أَوْ عَبْدًا رَسُوْلًا؟ قَالَ جِبْرِيْلُ: تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ: بَلْ عَبْدًا رَسُوْلًا (مسند احمد، رقم الحديث ٧١٦٠) [1]

ترجمہ: جبریل امین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تشریف فرما ہوئے، پھر انہوں نے آسمان کی طرف نظر ڈالی، تو ایک فرشتہ نازل ہو رہا تھا، پھر جبریل نے فرمایا کہ اس فرشتہ کو جس دن سے پیدا کیا گیا، اس سے لے کر قیامت سے پہلے تک نازل نہیں ہوا، پھر جب وہ نازل ہوا، تو اس نے کہا کہ اے محمد! مجھے آپ کی طرف آپ کے رب نے بھیجا ہے، کیا وہ تمہیں ''نبی بادشاہ'' بنائے، یا ''بندہ رسول'' بنائے،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جبریل نے فرمایا کہ اے محمد! اپنے رب کے لئے تواضع اختیار کرنا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرا رب ''بندہ رسول'' بنادے (مسند احمد)

نیز اس طرح کی حدیث مزید سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے نبوت وعبدیت کی صفت کو اختیار فرمایا، اور نبوت وحکومت کی صفت کو اختیار نہیں فرمایا، اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی، اپنی اسی اختیار کردہ صفت کے مطابق گذاری، جس میں آپ کی ذات میں حکمرانوں والی کوئی شان وشوکت ظاہر نہیں ہوئی، اور نبوت وعبدیت کی کوئی صفت متاثر نہیں ہوئی، اسی صفت کے تابع رکھتے ہوئے، آپ نے وہ تمام کام انجام دے دیئے، جو روئے زمین پر بڑے بڑے بادشاہ وحکمران انجام نہیں دے سکے، اور نہ دے سکتے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کی نبوت کے معجزات میں سے عظیم معجزہ ہے۔

اور امام طبرانی نے احمد بن قاسم سے، انہوں نے سعید بن سلیمان سے، انہوں نے یحییٰ بن اسماعیل بن سالم سے، اور انہوں نے امام شعبی سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

قَالَ: لَمَّا أَرَادَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخُرُوْجَ إِلَى الْعِرَاقِ، قَالَ لَهُ اِبْنُ عُمَرَ: لَا تَخْرُجْ، فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ، وَإِنَّكَ لَنْ تَنَالَهَا أَنْتَ، وَلَا أَحَدٌ مِنْ وَلَدِكَ، فَلَمَّا أَبٰى إِلَّا الْخُرُوْجَ، قَالَ لَهُ اِبْنُ عُمَرَ: أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ مِنْ مَقْتُوْلٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۹۷)

ترجمہ: جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا، تو ان کو

---

[1] عن محمد بن عبد الله بن عباس، قال: كان ابن عباس يحدث، أن الله، تبارك وتعالى أرسل إلى نبيه صلى الله عليه وسلم ملكا من الملائكة، ومعه جبريل، فقال الملك: إن الله يخيرك بين أن تكون عبدا نبيا، وبين أن تكون ملكا، فالتفت رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى جبريل كالمستشير، فأشار جبريل بيده أن تواضع، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بل أكون عبدا نبيا، قال: فما أكل بعد تلك الكلمة طعاما متكئا " (السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحديث ٦٧١٠، كتاب الوليمة، باب الأكل متكئا)

www.idaraghufran.org

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مت نکلو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار فرمایا، اور بے شک نہ تو تم اس دنیا (اور حکومت) کو ہرگز پاسکتے، اور نہ کوئی آپ کی اولاد میں سے پاسکتا، پھر جب انہوں نے انکار کیا، اور خروج کو ہی اختیار کیا، تو پھر ان سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی امان میں دیتا ہوں، مقتول ہونے سے (طبرانی)

اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَأُخْبِرَ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدْ تَوَجَّهَ إِلَى الْعِرَاقِ فَلَحِقَهُ عَلٰى مَسِيْرَةِ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ،فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيْدُ؟ قَالَ: اَلْعِرَاقَ ،وَمَعَهُ طُومَيْرٌ وَكُتُبٌ ،فَقَالَ: لَا تَأْتِهِمْ ،فَقَالَ: هٰذِهٖ كُتُبُهُمْ وَبَيْعَتُهُمْ ،فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ خَيَّرَ نَبِيَّهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ الْآخِرَةِ فَاخْتَارَ الْآخِرَةَ وَلَمْ يُرِدِ الدُّنْيَا، وَإِنَّكُمْ بَضْعَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يَلِيهَا أَحَدٌ مِّنْكُمْ أَبَدًا وَمَا صَرَفَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْكُمْ إِلَّا لِلَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ، فَارْجِعُوْا فَأَبٰى ،وَقَالَ: هٰذِهٖ كُتُبُهُمْ وَبَيْعَتُهُمْ ،قَالَ: فَاعْتَنَقَهُ اِبْنُ عُمَرَ ، وَقَالَ: أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ مِنْ قَتِيْلٍ (دلائل النبوة للبيهقي، ج٦، ص ٤٧١، باب ما روى في إخباره بقتل ابن ابنته أبي عبد الله الحسين)

ترجمہ: ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں آئے، تو انہیں خبر دی گئی کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ عراق کی طرف نکل چکے ہیں، تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے دو، یا تین دن کی مسافت کا سفر کرکے، ان سے جا کر ملے، اور فرمایا کہ کہ تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ عراق، اور حضرت حسین کے ساتھ خطوط، اور مکتوبات تھے، تو ابنِ عمر نے کہا کہ تم ان کے پاس مت جاؤ،

حضرت حسین نے کہا کہ یہ ان عراق والوں کے خطوط اور ان کے بیعت نامے ہیں، تو ابنِ عمر نے کہا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار فرمایا، اور دنیا کو نہیں چاہا، اور بے شک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے ہو، اور اللہ اس دنیا کو تم میں سے کبھی کسی کو بھی نہیں دے گا، اور اللہ عزوجل تم سے اسی چیز کو دور کرے گا، جس کے دور ہونے میں تمہارے لئے خیر ہوگی، پس تم لوٹ جاؤ، لیکن حضرت حسین نے لوٹنے سے انکار کیا، اور یہی کہا کہ یہ ان کے خطوط اور بیعت نامے ہیں، امام شعبی کہتے ہیں کہ پھر ان سے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے معانقہ کیا، اور کہا کہ میں تمہیں قتل ہونے سے اللہ کی امان میں دیتا ہوں (بیہقی)

اس واقعہ کو ابنِ اعرابی نے بھی روایت کیا ہے، اور اس روایت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کا بھی ذکر ہے۔ [1]

اور امام شعبی کا حضراتِ حسنین اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت ہے، اس لئے اس کی سند پر منقطع ہونے کا حکم لگانا راجح نہیں۔ [2]

---

[1] نا أبو جعفر يحيى بن جعفر بن عبد الله بن الزبرقان قال: نا شبابة بن سوار، نا يحيى بن إسماعيل بن سالم الأسدى قال: سمعت الشعبى، يحدث عن ابن عمر، أنه كان بماله، فبلغه أن الحسين بن على قد توجه إلى العراق، فلحقه على مسيرة ثلاثة ليالى فقال: أين تريد؟ فقال: العراق، وإذا معه طوابير وكتب، فقال: هذه كتبهم وبيعتهم، فقال: لا تأتهم، فأبى قال: إنى محدثك حديثا: إن جبريل أتى النبى صلى الله عليه فخيره بين الدنيا والآخرة، فاختار الآخرة ولم يرد الدنيا، وإنكم بضعة من رسول الله صلى الله عليه وسلم، لا يليها أحد منكم أبدا، وما صرفها الله عنكم إلا للذى هو خير لكم .فأبى أن يرجع، فاعتنقه ابن عمر وبكى وقال: أستودعك الله من قتيل(معجم لابن الاعرابى،رقم الحديث ۲۴۰۹، باب ى)

[2] حدثنا شعبة، عن توبة العنبرى، قال :قال لى الشعبى أرأيت حديث الحسن عن النبى صلى الله عليه وسلم؟ وقاعدت ابن عمر قريبا، من سنتين أو سنة ونصف(صحيح البخارى،رقم الحديث ۷۲۶۷، كتاب اخبار الآحاد، باب خبر المرأة الواحدة)

حدثنا شعبة، عن توبة العنبرى، سمع الشعبى، سمع ابن عمر(صحيح مسلم،رقم الحديث ۱۹۴۴"۴۲")

اور ابنِ سعد نے موسیٰ بن اسماعیل سے، انہوں نے معاویہ بن عبد الکریم سے، انہوں نے مروان اصفر سے اور انہوں نے فرزدق بن غالب سے روایت کیا ہے کہ:

لما خرج الحسين بن علي رضي الله عنه .لقيت عبد الله بن عمرو فقلت له :إن هذا الرجل قد خرج فما ترى؟ قال :أرى أن تخرج معه فإنك إن أردت دنيا أصبتها وإن أردت آخرة أصبتها .قال :فرحلت نحوه .فلما كنت في بعض الطريق بلغني قتله .فرجعت إلى عبد الله بن عمرو فقلت : أين ما قلت لي؟قال :كان رأيا رأيته (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج٦، ص ٤٣٠، تحت ترجمة "الحسين بن علي رضي الله عنهما"مقتل الحسين بن علي صلوات الله عليهما وسلامه)

ترجمہ: جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نکلے، تو میں نے عبداللہ بن عمرو (بن عاص) رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور میں نے کہا کہ یہ شخص نکل گئے ہیں، جس پر آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میری رائے ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ نکلو، کیونکہ اگر تم دنیا کو چاہو گے، تو وہ تمہیں مل جائے گی، اور اگر تم آخرت کو چاہو گے، تو وہ تم کو مل جائے گی (یعنی حکومت حاصل ہوگئی، تو دنیا مل جائے گی، اور شہادت کی صورت میں، آخرت مل جائے گی) فرزدق بن غالب کہتے ہیں کہ پھر میں ان کی طرف چل پڑا، اور میں جب راستہ میں ہی تھا، تو مجھے حضرت حسین کے قتل ہونے کی خبر ملی، پھر میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ کر آیا، اور میں نے کہا کہ آپ کی وہ بات کہاں گئی، جو آپ نے مجھ سے کہی تھی؟ تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میری ایک رائے تھی (ابنِ سعد)

فرزدق بن غالب مشہور شاعر ہے۔ [1]

---

[1] فرزدق بن غالب، أبو فراس، الشاعر، المجاشعي، التميمي.يعد في البصريين. سمع عبد الله بن عمر، وأبا هريرة.روى عنه :مروان الأصفر، وابن أبي نجيح، وخالد، وابنه لبطة(التاريخ الكبير،للبخاري، ج٧،ص ١٣٩ ، رقم الترجمة ٦٢٢،باب الفاء)

فرزدق بن غالب الشاعر أبو فراس المجاشعي التميمي روى عن أبي هريرة وعبد الله بن عمر وأبي

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

امام طبرانی نے علی بن عبدالعزیز سے، انہوں نے اسحاق سے، انہوں نے سفیان سے، انہوں نے ابراہیم بن میسرہ سے، اور انہوں نے حضرت طاووس سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اِسْتَأْذَنَنِیْ حُسَیْنٌ فِی الْخُرُوْجِ، فَقُلْتُ: لَوْلَا أَنْ یُّزْرِیَ ذٰلِکَ بِیْ أَوْ بِکَ لَشَبَکْتُ بِیَدِیْ فِیْ رَأْسِکَ، قَالَ: فَکَانَ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ أَنْ قَالَ: لَأَنْ أُقْتَلَ بِمَکَانِ کَذَا وَکَذَا أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ أَنْ یُّسْتَحَلَّ بِیْ حَرَمُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، قَالَ: فَذٰلِکَ الَّذِیْ سَلّٰی بِنَفْسِیْ عَنْہُ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج۳ص ۱۱۹، رقم الحدیث ۲۸۵۹) [1]

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حسین رضی اللہ عنہ نے (عراق کی طرف) نکلنے کی اجازت طلب کی، تو میں نے کہا کہ اگر مجھے (تم کو زبردستی روکنے پر) ملامت کا خوف نہ ہوتا، تو میں اپنے ہاتھ سے تمہارے سر کو پکڑ لیتا (یعنی زبردستی تمہیں روک لیتا) ابنِ عباس کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھے جو جواب دیا، وہ یہ تھا کہ مجھے فلاں فلاں جگہ میں قتل کر دیا جائے، تو یہ مجھے اس چیز سے زیادہ پسند ہے کہ میری وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کے حرم (یعنی حرمین شریفین) کو حلال کیا جائے (یعنی مکہ و مدینہ میں خون بہایا جائے) ابنِ عباس کہتے ہیں کہ پس اس بات سے میرے نفس کو حسین کی طرف سے تسلی ہوئی (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

سعید الخدری روی عنہ مروان الاصفر وابن ابی نجیح وخالد الحذاء والحجاج بن الحجاج والصعق بن ثابت وابنہ لبطۃ سمعت أبی یقول ذلک، نا عبد الرحمن قال قرأت علی أبی قال سمعت ھشام بن عبید اللہ قال حدثنی من ذکر عن محمد بن اسحاق انہ قال الفرزدق بن غالب الشاعر اسمہ ھمام وھو ابن غالب بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلۃ بن زید مناۃ ابن تمیم (الجرح والتعدیل، لابنِ ابی حاتم، ج۷، ص۹۳، رقم الترجمۃ ۵۲۸، باب تسمیۃ من روی عنہ العلم ممن ابتداء حروف اسمہ علی الفاء)

[1] قال الھیثمی:

رواہ الطبرانی، ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۵۱۳۱، باب مناقب الحسین بن علی علیھما السلام)

www.idaraghufran.org

اس روایت کو ابنِ ابی شیبہ نے بھی تھوڑے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

ابنِ ابی شیبہ نے ابوالاحوص سے، انہوں نے عبیداللہ بن شریک سے، اور انہوں نے بشر بن غالب اسدی سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ: لَقِیَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الزُّبَیْرِ اَلْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ بِمَکَّۃَ، فَقَالَ: یَا أَبَا عَبْدِاللّٰہِ، بَلَغَنِیْ أَنَّکَ تُرِیْدُ الْعِرَاقَ، قَالَ: أَجَلْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّھُمْ قَتَلَۃُ أَبِیْکَ، اَلطَّاعِنُوْنَ فِیْ بَطْنِ أَخِیْکَ، وَإِنْ أَتَیْتَھُمْ قَتَلُوْکَ

(مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۳۸۵۱۵، کتاب الفتن، من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ منھا)

ترجمہ: عبداللہ بن زبیر نے حضرت حسین بن علی سے مکہ میں ملاقات کی، تو انہوں نے حسین سے کہا کہ اے ابوعبداللہ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، حسین نے جواب میں کہا جی ہاں! عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ ایسا نہ کرو، کیونکہ وہ (اہلِ عراق) آپ کے والد کے قاتل ہیں، آپ کے بھائی کے پیٹ میں نیزہ گھونپنے والے ہیں، اور اگر تم ان کے پاس جاؤ گے، تو وہ تمہیں قتل کردیں گے (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اس کو ابوشیخ اصبہانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] عن ابن طاووس، عن أبیہ، قال: قال ابن عباس: جائنی حسین یستشیرنی فی الخروج إلی ما ھاھنا یعنی العراق، فقلت: لولا أن یزروا بی وبک لشبثت یدی فی شعرک، إلی أین تخرج؟ إلی قوم قتلوا أباک وطعنوا أخاک، فکان الذی سخا بنفسی عنہ أن قال لی: إن ھذا الحرم یستحل برجل، ولأن أقتل فی أرض کذا وکذا غیر أنہ یباعدہ أحب إلی من أن أکون أنا ھو (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۳۸۵۱۹، کتاب الفتن، من کرہ الخروج فی الفتنۃ وتعوذ منھا)

[2] حدثنا أبو حامد محمود بن أحمد بن الفرج، قال: ثنا محمد بن المنذر البغدادی، سنۃ اثنتین وثلاثین ومائتین قال: ثنا سفیان، عن عبد اللہ بن شریک العامری، عن بشر بن غالب الأسدی، أن ابن الزبیر لحق الحسین بن علی، فقال: أین ترید؟ قال: العراق، قال: ھم الذین قتلوا أباک، وطعنوا أخاک، وأنا أری أنھم قاتلوک (طبقات المحدثین بأصبھان لأبی الشیخ الأصبھانی، ج۲ ص۱۸۶، تحت ترجمۃ "محمد بن المنذر البغدادی" الطبقۃ الخامسۃ)

اور بعض حضرات نے بشر بن غالب اسدی کو مجہول کہا ہے، لیکن ابنِ حبان نے ان کو ثقہ کہا ہے، اور بعض نے ان کو جرح کے بغیر ذکر کیا ہے۔ [1]

اور اس کو ابنِ عساکر نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

معلوم ہوا کہ عراق کے لوگ دھوکہ باز تھے، جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

ابنِ عساکر نے ابو غالب بن بنا، بغدادی حنبلی سے، انہوں نے ابو الغنائم بن مامون بغدادی سے، انہوں نے ابو القاسم بن حبابہ بغدادی سے، انہوں نے ابو القاسم بغوی بغدادی سے، انہوں نے علی بن مسلم بن سعید طوسی سے، انہوں نے نوح بن یزید مؤدب سے، انہوں نے

---

[1] بشر بن غالب الأسدی روی عن الحسین بن علی وأبی هریرة روی عنه عبد الله بن شریک وابن أشوع ویزید بن أبی زیاد سمعت أبی یقول ذلک(الجرح والتعدیل،لابنِ ابی حاتم،ج۲،ص ۳۶۳، رقم الترجمة ۱۳۹۴"۲"باب الباء)

بشر بن غالب الأسدی :قال فی المیزان، عن الزهر :قال الأزدی :مجهول .قلت :وذکره ابن حبان فی الثقات، وقال :بشر بن غالب الأسدی یروی عن الحسین بن علی، روی عنه ابن أشوع، وعبد الله بن شریک، وهو بشر بن غالب بن حُنارة بن سفیان بن وهب بن کعب بن مالک بن رُوینة بن والبة بن الحارث بن ثعلبة بن دودان ابن أسد بن خزیمة .قلت :وروی له أبو جعفر الطحاوی.

بشر بن غالب الکوفی :روی عنه الأعمش .قال الأزدی :متروک الحدیث .کذا ذکره فی المیزان، وذکره ابن الجوزی فی جملة الضعفاء ، ولیس له روایة فی الکتاب، ذکرناه لیفرق بینه وبین بشر بن غالب الأسدی المذکور(مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار،لبدر الدین العینی،ج۱،ص ۹۹، رقم الترجمة ۲۱۴،حرف الباء)

[2] أخبرنا أبو الحسین محمد بن محمد بن الفراء وأبو غالب أحمد وأبو عبد الله یحیی ابنا الحسن قالوا أنا أبو جعفر بن المسلمة أنا محمد بن عبد الرحمن بن العباس أنا أحمد بن سلیمان نا الزبیر بن بکار حدثنی عمی مصعب بن عبد الله أخبرنی من سمع هشام بن یوسف الصنعانی یقول عن معمر قال وسمعت رجلا یحدث عن الحسین بن علی قال سمعته یقول لعبد الله بن الزبیر ائتنی بیعة أربعین ألفا یحلفون لی بالطلاق والعتاق من أهل الکوفة أو قال من أهل العراق فقال له عبد الله بن الزبیر أتخرج إلی قوم قتلوا أباک وأخرجوا أخاک قال أبو یوسف فسألت معمرا عن الرجل فقال هو ثقة قال الزبیر قال عمی وزعم بعض الناس أن عبد الله بن العباس هو الذی قال هذا(تاریخ دمشق،لابنِ عساکر،ج۱۴،ص ۲۰۳،تحت ترجمة:"الحسین بن علی" رقم الترجمة ۱۵۶۶، حرف الحاء)

ابراہیم بن سعد سے، اور انہوں نے محمد بن مسور سے اور انہوں نے یزید بن ابراہیم تستری، ابوسعید بصری سے، نیز ابنِ عساکر نے ایک اور سند سے قرین بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ:

أنه كان عند عمر بن سعد وأن عمر لقى الحسين بن على فقال له يا ابن عم اخترمنى إحدى ثلاث خلال إما أن ترجع إلى حيث جئت. وإما أن تأخذ إلى أى بلاد شئت .وإما أن تنطلق معى إلى يزيد يدى فى يدك والله لا ينالك شء إلا نالنى فقال له وصلتك رحم لا حاجة لى فى شء مما عرضت على قال ثم انصرف عنه فقال له عمر بن سعد أما والله لا أقاتلك فقال بالله تعلم. فقتل وإن عمر لمستنقع فى الفرات (تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج۴۵، ص ۵۲و۵۳، تحت ترجمة "عمر بن سعد بن أبى وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳، حرف العين)

ترجمہ: وہ عمر بن سعد کے پاس تھے، اور عمر بن سعد نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، اور ان کو کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے، میری طرف سے تین باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو، یا تو تم جہاں سے واپس آئے ہو، وہیں لوٹ کر چلے جاؤ، یا جس شہر میں تم چاہو، وہاں چلے جاؤ، اور یا تم میرے ساتھ یزید کے پاس چلو، میرا ہاتھ، تمہارے ہاتھ میں ہوگا، اللہ کی قسم! تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اگر پہنچا، تو مجھے ہی پہنچے گا۔

اس کے جواب میں حضرت حسین نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ تمہیں صلہ رحمی کا ثواب پہنچے، مجھے ان میں سے کسی چیز کی حاجت نہیں، جو تم نے مجھے پیش کیں، پھر عمر بن سعد، حسین رضی اللہ عنہ کے پاس سے واپس لوٹ گئے، پھر ان کو عمر بن سعد نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، حضرت حسین نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو، پھر حضرت حسین کو قتل کردیا گیا، اور اس (حضرت حسین کے قتال کے) وقت عمر بن سعد نہرِ فرات میں غسل کررہا تھا (ابنِ عساکر)

اس روایت کی سند معتبر ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں یہ تجاویز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کرنے کا ذکر ہے، اور بیشتر متاخرین نے بھی ان کو نقل کیا ہے، لیکن ہمیں تحقیق کرنے کے بعد ان کی سند کا معتبر ہونا ثابت نہیں ہوسکا، ان روایات کی سند میں ''ابن الکلبی، ابومنذر ہشام بن محمد بن سائب، اور ابومخنف لوط بن یحییٰ کوفی'' جیسے غیر معتبر رافضی راوی موجود ہیں، جن کی حالت کا پہلے ذکر کیا گیا۔ [2]

---

[1] أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو الغنائم بن المأمون أنا أبو القاسم بن حبابة أنا أبو القاسم البغوی حدثنی علی بن مسلم بن سعید الطوسی نا نوح بن یزید(المودب) نا إبراهیم بن سعد أخبرنی محمد بن مسور.

عن یزید بن إبراهیم أنه کان عند عمر بن سعد وأن عمر لقی الحسین بن علی فقال له یا ابن عم اخترمنی إحدی ثلاث خلال إما أن ترجع إلی حیث جئت. وإما أن تأخذ إلی أی بلاد شئت .وإما أن تنطلق معی إلی یزید یدی فی یدک والله لا ینالک شء إلا نالنی فقال له وصلتک رحم لا حاجة لی فی شء مما عرضت علی قال ثم انصرف عنه فقال له عمر بن سعد أما والله لا أقاتلک فقال بالله تعلم. فقتل وإن عمر لمستنقع فی الفرات کذا قال.

وأخبرنا أبو القاسم هبة الله بن عبد الله أنا أبو بکر الخطیب أنا أبو نعیم الحافظ نا إبراهیم بن محمد بن یحیی المزکی نا محمد بن إسحاق السراج نا عبید الله بن سعد بن إبراهیم نا نوح بن یزید المؤدب نا إبراهیم بن سعد حدثنی محمد بن المسور نا إبراهیم بن عبد الرحمن بن عوف عن قرین بن إبراهیم أنه کان عند عمر بن سعد فذکر نحوه.

قال الخطیب قرین بن إبراهیم وذکر بعض أهل العلم أنه ابن عبد الرحمن بن عوف ولیس ذلک صحیحا(تاریخ دمشق،لابنِ عساکر، ج۴۵،ص ۵۲و۵۳، تحت ترجمة "عمر بن سعد بن أبی وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳،حرف العین)

محمد بن مسور.عن قرین بن إبراهیم، سمع عمر بن سعد قال لحسین بن علی: اختر إحدی ثلاث: أما أن ترجع، قال: فأنا مع عمر نغتسل بالفرات، إذ قیل: قتل الحسین، علیه السلام.

قاله نوح المؤدب، حدثنا إبراهیم بن سعد، عنه .أراه ابن إبراهیم بن عبد الرحمن(التاریخ الکبیر، للبخاری، ج ۱،ص ۲۴۲، رقم الترجمة ۷۶۸،المحمدون)

[2] قال أبو مخنف وأما ما حدثنا به المجالد بن سعید والصقعب بن زهیر الأزدی وغیرهما من المحدثین فهو ما علیه جماعة المحدثین قالوا إنه قال اختاروا منی خصالا ثلاثا إما أن أرجع إلی المکان الذی أقبلت منه وإما أن أضع یدی فی ید یزید بن معاویة فیری فیما بینی وبینه رأیه وإما أن تسیرونی إلی أی ثغر من ثغور المسلمین شئتم فأکون رجلا من أهله لی ما لهم وعلی ما علیهم .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے حضرت حسین نے مذکورہ تجاویز کو قبول نہیں کیا تھا، اور عمر بن سعد حضرت حسین کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن بعد میں جب عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے سخت حکم ملا، تو قتال کی نوبت آئی، جس کی تفصیل دوسری روایات میں آئی ہے۔

اور ابنِ عساکر نے ابو غالب بن بنا سے، انہوں نے ابو غنائم بن مامون سے، انہوں نے ابوالقاسم بن حبابہ سے، انہوں نے ابو القاسم بغوی سے، انہوں نے محمد بن عبد الملک بن زنجویہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ حمیدی سے، انہوں نے سفیان ثوری سے، اور انہوں نے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أبو مخنف فأما عبدالرحمن بن جندب فحدثنی عن عقبة بن سمعان قال صحبت حسينا فخرجت معه من المدينة إلى مكة ومن مكة إلى العراق ولم أفارقه حتى قتل وليس من مخاطبته الناس كلمة بالمدينة ولا بمكة ولا فی الطريق ولا بالعراق ولا فی عسكر إلى يوم مقتله إلا وقد سمعتها ألا والله ما أعطاهم ما يتذاكر الناس وما يزعمون من أن يضع يده فی يد يزيد بن معاوية ولا أن يسيروه إلى ثغر من ثغور المسلمين ولكنه قال دعونی فلأذهب فی هذه الارض العريضة حتى ننظر ما يصير امر الناس .

قال أبو مخنف حدثنی المجالد بن سعيد الهمدانی والصقعب بن زهير أنهما كانا التقيا مرارا ثلاثاأو أربعا حسين وعمر بن سعد قال فكتب عمر بن سعد إلى عبيدالله بن زياد أما بعد فإن الله قد أطفأ النائرة وجمع الكلمة وأصلح أمر الأمة هذا حسين قد أعطانی أن يرجع إلى المكان الذی منه أتى أو أن نسيره إلى أی ثغر من ثغور المسلمين شئنا فيكون رجلا من المسلمين له ما لهم وعليه ما عليهم أو أن يأتی يزيد أمير المؤمنين فيضع يده فی يده فيری فيما بينه وبينه رأيه وفی هذا لكم رضا وللأمة صلاح قال فلما قرأ عبيدالله الكتاب قال هذا كتاب رجل ناصح لأميره مشفق على قومه نعم قد قبلت قال فقام إليه شمر بن ذی الجوشن فقال أتقبل هذا منه وقد نزل بأرضک إلى جنبک والله لئن رحل من بلدک ولم يضع يده فی يدک ليكونن أولى بالقوة والعزة ولتكونن أولى بالضعف والعجز فلا تعطه هذه المنزلة فإنها من الوهن ولكن لينزل على حكمک هو وأصحابه فإن عاقبت فأنت ولی العقوبة وإن غفرت كان ذلک لک والله لقد بلغنی أن حسينا وعمر بن سعد يجلسان بين العسكرين فيتحدثان عامة الليل فقال له ابن زياد نعم ما رأيت الرأی رأيک .

قال أبو مخنف فحدثنی سليمان بن أبی راشد عن حميد بن مسلم قال ثم إن عبيدالله بن زياد دعا شمر بن ذی الجوشن فقال له اخرج بهذا الكتاب إلى عمر بن سعد فليعرض على الحسين وأصحابه النزول على حكمی فإن فعلوا فليبعث بهم إلی سلما وإن هم أبوا فليقاتلهم فإن فعل فاسمع له وأطع وإن هو أبی فقاتلهم فأنت أمير الناس وثب عليه فاضرب عنقه وابعث إلی برأسه (تاريخ الطبری، ج۵، ص۴۱۳، ۴۱۴، ثم دخلت سنة إحدی وستين ،مقتل الحسين رضوان الله عليه)

سالم بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ:

قال عمر بن سعد للحسين إن قوما من السفهاء يزعمون أني أقتلك فقال حسين ليسوا بسفهاء ولكنهم حلماء ثم قال والله إنه ليقر بعيني أنك لا تأكل بر العراق بعدي إلا قليلا (تاريخ دمشق، لابنِ عساكر، ج۴۵، ص۴۹، حرف العين، تحت ترجمة: "عمر بن سعد بن أبي وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

ترجمہ: عمر بن سعد نے حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بے وقوف لوگوں میں سے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں گا، جس پر حضرت حسین نے فرمایا کہ وہ لوگ بے وقوف نہیں ہیں، بلکہ عقل مند ہیں، پھر حضرت حسین نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! یقیناً میری آنکھیں (شہادت کے بعد) ٹھنڈی ہوں گی، بے شک تو میرے بعد عراق کا جو (غلہ) بہت تھوڑا ہی کھا سکے گا (ابنِ عساکر)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین کو عمر بن سعد کی قیادت میں اپنے قتل ہونے کا پہلے سے خدشہ تھا۔

ابوجعفر طبری نے حسین بن نصر سے، انہوں نے ابوربیعہ سے، انہوں نے ابوعوانہ سے، انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے، اور اسی طرح ایک اور سند کے ساتھ ابوجعفر طبری نے محمد بن عمار رازی سے، اور انہوں نے سعید بن سلیمان سے، اور انہوں نے عباد بن عوام سے، اور انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ:

حدثني سعد بن عبيدة، قال: إنا لمستنقعون في الماء مع عمر بن سعد، إذ أتاه رجل فساره وقال له: قد بعث إليك ابن زياد جويرية بن بدر التميمي، وأمره إن لم تقاتل القوم أن يضرب عنقك، قال: فوثب إلى فرسه فركبه، ثم دعا سلاحه فلبسه، وإنه على فرسه، فنهض بالناس إليهم فقاتلوهم، فجيء برأس الحسين إلى ابن زياد، فوضع بين يديه، فجعل ينكت بقضيبه، ويقول: إن أبا عبد الله قد كان شمط، قال: وجيء بنسائه وبناته وأهله، وكان أحسن شيء صنعه أن أمر لهن بمنزل في مكان معتزل، وأجرى عليهن رزقا، وأمر لهن بنفقة وكسوة (تاريخ الطبري، ج۵، ص۳۹۳، سنة ستين، ذكر مسير الحسين الى الكوفه)

ترجمہ: مجھ سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ ہم عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں نہار ہے تھے کہ اچانک ان کے پاس ایک آدمی آیا، اور آ کر ان کو خاموشی سے کہا کہ ابنِ زیاد نے تمہارے پاس ''جویریہ بن بدر تمیمی'' کو بھیجا ہے، اور اس کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تم ان لوگوں (حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں) کے ساتھ قتال نہ کرو، تو وہ تمہیں قتل کر دے، سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر عمر بن سعد کود کر اپنے گھوڑے کی طرف گیا، اور اس پر سوار ہوا، پھر اپنے اسلحہ کو منگایا، اور اس کو پہنا، اور اس نے اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہونے کی حالت میں لوگوں کو ان کی طرف چلنے کے لئے اٹھایا، پھر ان لوگوں نے ان حضرات (حسین اور ان کے ساتھیوں) سے قتال کیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ کا سر، عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا، پھر اس نے اس میں اپنی چھڑی چبھائی اور کہا کہ ابو عبد اللہ کے بال کچھ سفید ہو گئے تھے۔

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کی عورتوں، اور بیٹیوں، اور گھر والوں کو بھی لایا گیا، اور عبید اللہ بن زیاد نے سب سے اچھا کام یہ کیا کہ ان خواتین کو الگ مکان میں ٹھہرانے کا حکم دیا، اور ان کو کھانا پینا فراہم کیا، اور ان کے لئے اخراجات اور لباس فراہم کرنے کا حکم دیا (تاریخ طبری)

مذکورہ دونوں روایتوں کی سند کے راوی معتبر ہیں، اور ان میں انقطاع بھی نہیں پایا جاتا، بلکہ یہ روایات موصول طریقہ پر مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کرنے کا عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے حکم ہوا تھا، پھر حضرت حسین کے شہید ہو جانے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے اہلِ خانہ اور خواتین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تھا۔

اور ابو زرعہ دمشقی (المتوفیٰ: 281ہجری) نے سعید بن سلیمان ضبی سے، انہوں نے عباد بن

عوام بن عمر سے، اور انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ سَعْدُ بْنُ عُبَیْدَةَ قَالَ: إِنَّا لَمُسْتَنْقِعُوْنَ فِی الْفُرَاتِ مَعَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَسَارَّهُ، فَقَالَ: قَدْ بَعَثَ إِلَیْکَ اِبْنُ زِیَادٍ حُوَیْزَةَ بْنَ بَدْرٍ التَّمِیْمِیَّ، وَأَمَرَهُ ،إِنْ أَنْتَ لَمْ تُقَاتِلْ ،أَنْ یَّضْرِبَ عُنُقَکَ ،فَخَرَجَ فَوَثَبَ عَلٰی فَرَسِهٖ ثُمَّ دَعَا بِسِلَاحِهٖ، وَهُوَ عَلٰی فَرَسِهٖ، ثُمَّ سَارَ إِلَیْهِمْ، فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰی قَتَلَهُمْ.

قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَیْدَةَ: وَإِنِّیْ لَأَنْظُرُ إِلَیْهِمْ، وَإِنَّهُمْ لَمِائَةُ رُجُلٍ، أَوْ قَرِیْبٌ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ، فِیْهِمْ مَنْ صُلْبِ عَلِیٍّ خَمْسَةٌ أَوْ سَبْعَةٌ، وَعَشَرَةٌ مِّنَ الْهَاشُمِیِّیْنَ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ، حَلِیْفٌ لَهُمْ، وَرَجُلٌ مِنْ بَنِیْ کِنَانَةَ، حَلِیْفٌ لَهُمْ (تاریخ أبی زرعة الدمشقی، ص۶۲۷، التاسع من التاریخ)

ترجمہ: مجھ سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ ہم نہرِ فرات میں عمر بن سعد کے ساتھ غسل کررہے تھے کہ اچانک عمر بن سعد کے پاس ایک آدمی نے آکر آہستہ سے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے تمہاری طرف حویزہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے، اور اس کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تم قتال نہیں کرتے، تو وہ تمہاری گردن اڑادے، تو عمر بن سعد فوراً اچھل کر اپنے گھوڑے پر بیٹھا، پھر اپنا اسلحہ منگایا، اور وہ اپنے گھوڑے پر ہی بیٹھا تھا، پھر وہ (لوگوں کو لے کر) ان (حضرت حسین اور ان کے اصحاب) کی طرف گیا، پھر ان سے قتال کیا، اور ان کو قتل کردیا، سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں ان (قتل ہونے والے) افراد کی طرف دیکھ رہا تھا، اور وہ سو (100) یا اس کے لگ بھگ افراد تھے، اور ان میں علی رضی اللہ عنہ کی صلبی اولاد میں سے پندرہ، یا سترہ ہاشمی افراد تھے، اور ایک آدمی بنی سلیم کا، ان حضرات کا حلیف تھا، اور ایک آدمی بنی کنانہ کا، ان حضرات کا حلیف تھا (تاریخ ابی زرعہ)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور ابنِ عساکر نے اپنی سند کے ساتھ ابو محمد بن ابی الحسین سے، جو ابنِ اکفانی کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے عبدالعزیز بن احمد کتانی سے، انہوں نے ابو محمد بن ابی نصر سے، انہوں نے ابو میمون، عبدالرحمٰن بن عبداللہ سے، انہوں نے ابو زرعہ، عبدالرحمٰن بن عمرو سے، انہوں نے سعید بن سلیمان ضبی سے، انہوں نے عباد بن عوام بن عمر سے، اور انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے اس طرح روایت کیا ہے کہ:

حدثنی سعد بن عبیدة قال إنا لمستنقعین فی الفرات مع عمر بن سعد إذ أتاه رجل فساره فقال قد بعث إلیک ابن زیاد جویرة بن بدر التمیمی وأمره إن أنت لم تقاتل أن یضرب عنقک قال فخرج فوثب علی فرسه ثم دعا بسلاحه وهو علی فرسه ثم سار إلیهم فقاتلهم حتی قتلهم قال سعد وإنی لأنظر إلیهم وإنهم لمائة رجل أو قریبا من مائة وفیهم من صلب علی خمسة أو سبعة وعشرة من الهاشمیین ورجل من بنی سلیم حلیف لهم ورجل من بنی کنانة حلیف لهم (تاریخ دمشق، لابنِ عساکر، ج۴۵، ص۵۳، حرف العین، تحت ترجمة: "عمر بن سعد بن أبی وقاص" رقم الترجمة "۵۲۱۳")

ترجمہ: مجھ سے سعد بن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نہرِ فرات میں عمر بن سعد کے ساتھ غسل کر رہا تھا کہ اچانک عمر بن سعد کے پاس ایک آدمی نے آ کر آہستہ سے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے تمہاری طرف جویرہ بن بدر تمیمی کو بھیجا ہے، اور اس کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تم قتال نہیں کرتے، تو وہ تمہیں قتل کر دے، سعد بن عمر کہتے ہیں کہ پھر عمر بن سعد فوراً کود کر اپنے گھوڑے پر بیٹھا، پھر اپنا اسلحہ منگایا، اور وہ اپنے گھوڑے پر ہی بیٹھا تھا، پھر وہ (لوگوں کو لے کر) ان (حضرت حسین اور ان کے اصحاب) کی طرف گیا، پھر ان سے قتال کیا، اور ان کو قتل کر دیا۔

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ اور میں ان لوگوں کی طرف دیکھ رہا تھا، اور وہ سو آدمی، یا سو کے لگ بھگ تھے، اور ان میں علی رضی اللہ عنہ کی صلبی اولاد میں سے پندرہ، یا

سترہ ہاشمی افراد تھے، اور ایک آدمی بنی سلیم کا، ان حضرات کا حلیف (ومددگار) تھا،
اور ایک آدمی بنی کنانہ کا، ان حضرات کا حلیف (ومددگار) تھا (تاریخِ دمشق)
اس روایت کی سند کے بھی تمام راوی بھی معتبر ہیں۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ عمر بن سعد پہلے حضرت حسین کو قتل کرنے سے بچنا چاہتا تھا، لیکن بعد میں عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے ایسا سخت پیغام پہنچایا گیا، جس سے عمر بن سعد کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوگیا، جس کے بعد قتال کی نوبت آئی۔

مذکورہ روایات سند کے اعتبار سے معتبر ومتصل طریقہ پر مروی ہیں، جن میں عمر بن سعد کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے قتال نہ کرنے کی صورت میں، حویزہ، یا جویرہ، یا جویریہ بن بدر تمیمی کو عمر بن سعد کے قتل کرنے کے حکم کا ذکر ہے۔

بعض روایات میں شمر بن ذی الجوشن کو بھیجنے کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ ایک ہی لشکر میں یہ کئی مرکزی شخصیات ہوں، کسی راوی نے ایک کا، اور کسی نے دوسرے کا نام ذکر کردیا ہو۔

چنانچہ ابنِ عساکر کی ایک روایت میں وہب بن جریر کے والد، جریر بن حازم بن زید ازدی سے یہ مروی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو جب حضرت حسین کی آمد کا علم ہوا، تو اس نے کوفہ سے عمر بن سعد کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا، اور اس کو حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور ساتھ ہی شمر بن جوشن کلابی کو بھی ساتھ بھیجا، جس کا دوسرا نام بعض حضرات نے ''شرحبیل بن عمرو بن معاویہ'' بتلایا ہے، اور عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ تم عمر بن سعد کے ساتھ جاؤ، اگر وہ حضرت حسین کو قتل کردیں، تو ٹھیک ہے، ورنہ تم لشکر کے امیر قرار پاؤ گے، اور تم ان کو قتل کردینا، اس طرح وہ لوگ کربلاء کی طرف نکلے، اور حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو قتل کردیا۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو غالب وأبو عبد الله ابنا البنا أنا أحمد بن محمد بن الآبنوسی أنا أحمد بن عبيد بن الفضل إجازة ح قالا وأنا أبو تمام علی بن محمد إجازة أنا أحمد بن عبيد قراءة نا محمد بن الحسين الزعفرانی نا ابن أبی خيثمة نا أبی نا وهب بن جرير عن أبيه قال وبلغ مسيره يعنی الحسين عبيد الله بن زياد وهو بالبصرة فخرج علی بغاله هو واثنا عشر رجلا حتی قدموا الكوفة فحسب أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم جریر بن حازم بن زید ازدی کی وفات ایک سوستر ہجری قرار دی گئی ہے، اور ان کی ولادت پچاسی ہجری قرار دی گئی ہے۔ [1]

جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھے، اس لئے اس کی سند متصل نہیں ہے، بلکہ منقطع ہے، اور ان کو جس نے اس واقعہ کی خبر دی، اس شخص کا علم نہیں۔

نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی رافضی بھی پائے جاتے ہیں۔ [2]

اور بعض معتبر روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت حسین کے قافلہ کا گھیراؤ کرلیا گیا، تو ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے پاس لے جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کی تجویز پیش کی، لیکن عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے بھیجے ہوئے بعض افراد، جن میں شمر بن ذی الجوشن بھی شامل تھا، انہوں نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا۔

چنانچہ ابوجعفر طبری نے حسین بن نصر سے، انہوں نے ابوربیعہ سے، انہوں نے ابوعوانہ سے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الكوفة أنه الحسين بن على وهو متلثم فجعلوا يقولون مرحبا بابن بنت رسول الله (صلى الله عليه وسلم) وأقبل الحسين حتى نزل نهرى كربلاء وبلغه خبر الكوفة فبعث ابن زياد عمر بن سعد على جيش وأمره أن يقتله وبعث شمر بن جوشن الكلابى فقال اذهب معه فإن قتله وإلا فاقتله وأنت على الناس قال فخرجوا حتى لقوه فقاتل هو ومن معه حتى قتلوا (تاريخِ دمشق، لابنِ عساكر، ج۴۵، ص ۴۹، حرف العين، تحت ترجمة: "عمر بن سعد بن أبى وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

[1] جرير بن حازم بن زيد الأزدى العتكى، مولاهم، البصرى، الحافظ أبو النضر.....قلت :قد وثقه الناس، ولكنه تغير قبل موته، فحجبه ابنه وهب، فما سمع منه أحد فى اختلاطه، وله أحاديث ينفرد بها فيها نكارة وغرابة، ولهذا يقول فيه البخارى :ربما يهم.....قلت :قد وقع لى من عواليه، ومات فى آخر سنة سبعين ومائة(تاريخ الإسلام للذهبى، ج۴، ص ۳۲۰ الى ۳۲۲، رقم الترجمة ۴۶، حرف الجيم)

قال أبو نصر الكلاباذى :حكى عن جرير ابنه وهب، قال :مات أنس سنة تسعين، ولى خمس سنين، ومات جرير سنة سبعين ومائة(سير أعلام النبلاء للذهبى، ج۷، ص ۱۰۱، تحت ترجمة "جرير بن حازم بن زيد بن عبد الله بن شجاع الأزدى" رقم الترجمة ۴۳، حرف الجيم)

[2] على بن محمد بن الحسن بن يزداد أبو تمام العبدى القاضى الواسطى المبتدع .ولد سنة 372وسمع ابن المظفر وأبا الفضل الزهرى وولى قضاء واسط.قال الخطيب :كتبنا عنه وكان ينتحل الاعتزال .وقال خميس الحوزى :كان رافضيا يتظاهر به ويقول بخلق القرآن ويدعوا إليه(لسان الميزان، ج۶، ص ۲۶، رقم الترجمة ۵۴۹۸، من اسمه على، حرف العين)

انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے، اور اسی طرح ایک اور سند کے ساتھ ابوجعفر طبری نے محمد بن عمار رازی سے، اور انہوں نے سعید بن سلیمان سے، اور انہوں نے عباد بن عوام سے، اور انہوں نے حصین بن عبدالرحمٰن سے، اور انہوں نے ہلال بن یساف سے روایت کیا ہے کہ:

أن ابن زياد أمر بأخذ ما بين واقصة إلى طريق الشام إلى طريق البصرة، فلا يدعون أحدا يلج ولا أحدا يخرج، فأقبل الحسين ولا يشعر بشيء حتى لقى الأعراب، فسألهم، فقالوا: لا والله ما ندرى، غير أنا لا نستطيع أن نلج ولا نخرج، قال: فانطلق يسير نحو طريق الشام نحو يزيد، فلقيته الخيول بكربلاء، فنزل يناشدهم الله والإسلام، قال: وكان بعث إليه عمر بن سعد وشمر بن ذى الجوشن وحصين ابن نميم، فناشدهم الحسين الله والإسلام أن يسيروه إلى أمير المؤمنين، فيضع يده فى يده، فقالوا: لا، إلا على حكم ابن زياد، وكان فيمن بعث إليه الحر بن يزيد الحنظلى ثم النهشلى على خيل، فلما سمع ما يقول الحسين قال لهم: ألا تقبلون من هؤلاء ما يعرضون عليكم! والله لو سألكم هذا الترك والديلم ما حل لكم أن تردوه! فأبوا إلا على حكم ابن زياد، فصرف الحر وجه فرسه، وانطلق إلى الحسين وأصحابه، فظنوا أنه إنما جاء ليقاتلهم، فلما دنا منهم قلب ترسه وسلم عليهم، ثم كر على أصحاب ابن زياد فقاتلهم، فقتل منهم رجلين، ثم قتل رحمة الله عليه(تاریخ الطبری، ج۵، ص ۳۹۲، سنة ستين، ذكر مسير الحسين الى الكوفة)

ترجمہ: عبیداللہ بن زیاد (کوفہ وبصرہ کے گورنر) نے مقامِ واقصہ سے شام کے راستہ تک، اور بصرہ کے راستہ تک ناکہ بندی کا حکم دیا، جس میں نہ کسی کو داخل ہونے کے لئے چھوڑا جاتا تھا، اور نہ نکلنے کے لئے چھوڑا جاتا تھا، پھر حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور آپ کو کچھ خبر نہیں تھی، یہاں تک کہ حسین رضی اللہ عنہ کی چند دیہاتیوں سے ملاقات ہوئی، پھر ان سے حسین رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں کچھ معلوم نہیں، سوائے اس کے کہ ہم نہ اندر جانے کی استطاعت رکھتے، اور نہ باہر جانے کی استطاعت رکھتے، ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ پھر حضرت حسین شام کے راستہ پر، یزید کی طرف تھوڑا

سا چلے، تو ان کا کربلاء میں گھوڑسواروں نے سامنا کیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ نے سواری سے نیچے اتر کر ان کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دیا، اور عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین کی طرف، عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن، اور حصین بن نمیم کو بھیجا تھا، تو ان کو حسین رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر فرمایا کہ تم مجھے امیر المومنین کی طرف لے چلو، تو وہ اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ میں رکھ دیں گے، لیکن ان لوگوں نے جواب میں کہا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ تمہیں ابنِ زیاد کے حکم کی تعمیل کرنی پڑے گی (جس میں تم نہ کوفہ میں جاسکتے، نہ یزید کے پاس، البتہ یہیں رہتے ہوئے، تم اپنے تمام ساتھیوں سمیت یزید سے بیعت کرلو) اور عبید اللہ بن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف جن لوگوں کو بھیجا تھا، ان میں حر بن یزید حنظلی، نہشلی کو بھی گھوڑے پر بھیجا تھا، پھر جب حر بن یزید نے حضرت حسین کی اس بات کو سنا، تو اس نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ کیا تم ان کی اس بات کو قبول نہیں کرتے، جو یہ تم پر پیش کررہے ہیں، اللہ کی قسم! اگر تم سے اس بات کا ترکی اور دیلمی بھی سوال کرتے، تو تمہارے لئے اس کو رد کرنا حلال نہ ہوتا، لیکن انہوں نے عبید اللہ بن زیاد کے حکم کے علاوہ کسی اور بات کو قبول کرنے سے انکار کیا، پھر حر بن یزید نے اپنے گھوڑے کے چہرہ کا رخ پھیر کر، حسین اور ان کے ساتھیوں کی طرف چلنا شروع کیا، جس پر حضرت حسین، اور آپ کے اصحاب نے سمجھا کہ یہ (حر بن یزید) ان سے قتال کرنے کے لئے آیا ہے، پھر جب حر بن یزید ان حضرات کے قریب آیا، تو اپنی ڈھال کو پلٹا، اور ان حضرات کو سلام کیا، پھر ابنِ زیاد کے ساتھیوں پر چڑھائی کی، اور ان سے قتال کیا، اور ان (ابنِ زیاد) کے لوگوں میں سے دو افراد کو قتل کردیا، پھر وہ خود بھی قتل ہوگیا رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ طبری)

اس روایت کے راوی معتبر ہیں، اور یہ روایت متصل طریقہ پر مروی ہے، اس لئے اس کی سند معتبر ہے۔

بعض حضرات نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ عمر بن سعد ذاتی طور پر، حضرت حسین کے ساتھ نرمی اور بچ بچاؤ کا قائل تھا، اور عبید اللہ بن زیاد، نہ تو حضرت حسین کو کوفہ میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے حق میں تھا، نہ ہی یزید کے پاس جانے کی اجازت دینے کے حق میں تھا، بلکہ اسی حالت میں تمام ساتھیوں سمیت یزید سے بیعت پر مصر تھا، جس کی وجہ سے عبید اللہ بن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو متبادل کے طور پر مقرر کیا تھا کہ اگر عمر بن سعد، عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل نہ کرے، تو اس کی جگہ شمر بن ذی الجوشن امیر مقرر ہوگا، جس کی وجہ سے عمر بن سعد کو مجبوراً عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔

عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ میں داخل ہونے کی اجازت تو اس لئے نہیں دی کہ وہاں داخل ہونے سے یزید کی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلنے کا خطرہ تھا، اور اس سے یزید نے منع کیا تھا، اور یزید کے پاس جانے کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو حضرت حسین کی بات پر اعتماد نہ ہو، یا اسے طویل سفر کے دوران، اور شام پہنچ کر حالات بگڑنے کا خطرہ ہو، جیسا کہ آج کل حکومت مخالف جماعتوں کو دارالحکومت تک رسائی دینے میں حالات بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود حضرت حسین اور ان کے اصحاب کا قتل بہرحال ظالمانہ تھا، جس کی احادیث میں تصریح آئی ہے، اور اس کی مزید تفصیل آگے ابوحنیفہ دینوری کے حوالہ سے آتی ہے۔

ابوحنیفہ دینوری فرماتے ہیں:

وجعل الحسين رضى الله عنه يطوى المنازل، فاستقبله عبد الله بن مطيع، وهو منصرف من مكة يريد المدينة، فقال له :اين تريد؟ .قال الحسين :اما الان فمكه .قال خار الله لک، غير انى أحب ان أشير عليک براى .قال الحسين وما هو؟ .قال :إذا اتيت مكة فاردت الخروج منها الى بلد من البلدان، فإياک والكوفه، فإنها بلده مشئومه، بها قتل ابوک، وبها خذل اخوک، واغتيل بطعنه كادت تأتى على نفسه، بل الزم الحرم، فان اهل الحجاز لا يعدلون بک أحدا، ثم ادع إليک شيعتک من كل ارض،

فسيأتونک جميعا .قال له الحسين :يقضى الله ما أحب (الأخبار الطوال، ص ۲۲۸، وص ۲۲۹، مبايعة يزيد)

ترجمہ: اور حسین رضی اللہ عنہ نے (مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف) سفر کی منازل کو طے کرنا شروع کیا، پھر ان کے سامنے عبداللہ بن مطیع آئے، اور وہ مکہ سے لوٹ کر مدینہ منورہ کی طرف جارہے تھے، انہوں نے حضرت حسین سے کہا کہ آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

حضرت حسین نے فرمایا کہ فی الحال تو مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ اللہ آپ کو خیریت سے رکھے، البتہ میں آپ کو اپنی ایک رائے دینا چاہتا ہوں؟ حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب آپ مکہ پہنچ جاؤ، پھر آپ وہاں سے شہروں میں سے کسی شہر کی طرف نکلنا چاہو، تو آپ کوفہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا، کیونکہ یہ کوئی بابرکت شہر نہیں، اسی میں آپ کے والد کو قتل کیا گیا، اور اسی میں آپ کے بھائی کو رسوا کیا گیا، اور اسی جگہ دھوکہ سے ان پر حملہ کیا گیا، جو ان کی جان چلی جانے کا باعث بنا، بلکہ آپ حرمین کو لازم پکڑنا، کیونکہ حجاز کے لوگ، آپ پر کسی کو زیادتی نہیں کرنے دیں گے، پھر تم زمین کے ہر حصہ کے اپنے حمایت کاروں کو دعوت دینا، وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے (اور آپ کی حکومت کے قیام کی نصرت وحمایت کریں گے)

ان (عبداللہ بن مطیع) کو حضرت حسین نے جواب میں فرمایا کہ اللہ جو پسند فرمائے گا، وہ فیصلہ کرے گا (اخبارِ طوال)

اور ابنِ سعد (المتوفیٰ: 230 ہجری) نے محمد بن عمر سے، انہوں نے ریاح بن مسلم سے، اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ ابْنُ مُطِيْعٍ لِعُمَرَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ: اِخْتَرْتَ هَمَذَانَ وَالرَّيَّ عَلٰى قَتْلِ اِبْنِ عَمِّكَ ،فَقَالَ عُمَرُ: كَانَتْ أُمُوْرًا قُضِيَتْ مِنَ السَّمَاءِ ،

وَقَدْ أَعْذَرْتُ إِلٰی اِبْنِ عَمِّیْ قَبْلَ الْوَقْعَةِ، فَأَبٰی إِلَّا مَا أَبٰی (الطبقات الکبری، لابنِ سعد، ج۷ص۱۴۷، تحت ترجمة: "عبد الله بن مطیع بن الأسود بن حارثة")

ترجمہ: ابنِ مطیع نے، عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ تم نے ھمذان اور ری کو اپنے چچا کے بیٹے کے قتل پر ترجیح دی، تو عمر بن سعد نے کہا کہ کچھ ایسے امور تھے، جن کا آسمان سے فیصلہ ہو چکا تھا، اور میں نے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کے واقعہ سے پہلے عذر پیش کیا تھا، جس کا انہوں نے انکار کیا، مگر وہی جس کا انہوں نے انکار کیا (ابنِ سعد)

ابن عساکر نے بھی اس کو ابنِ سعد سے روایت کیا ہے، جس میں ابنِ مطیع کا یہ قول مذکور ہے کہ میں نے اپنے چچازاد بھائی حسین کو اس قتل کے واقعہ سے پہلے عذر پیش کیا تھا، لیکن انہوں نے اس سے انکار کر کے، اپنی تجویز کو اختیار کیا۔ [1]

اس روایت کی سند میں ریاح بن مسلم، یا رباح بن مسلم، اور اس کے والد دونوں راوی مجہول ہیں۔

ابنِ عساکر کی بعض دوسری روایات میں عمر بن سعد کو حضرت حسین کا قاتل قرار دیا گیا ہے، اور اس کے بعد مختار ثقفی کی طرف سے عمر بن سعد کو قتل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] قرأت علی أبی غالب بن البنا عن أبی محمد الجوهری أنا محمد بن العباس أنا أحمد بن معروف أنا أبو علی الفقیه أنا محمد بن سعد أنا محمد بن عمر حدثنی رباح بن مسلم عن أبیه قال قال ابن مطیع لعمر بن سعد بن أبی وقاص اخترت همذان والری علی قتل ابن عمک فقال عمر کانت أمور قضیت من السماء وقد أعذرت إلی ابن عمی قبل الوقعة فأبی إلا ما أتی (تاریخ دمشق، لابنِ عساکر، ج۴۵، ص۵۴و۵۵، حرف العین، تحت ترجمة: "عمر بن سعد بن أبی وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

[2] أخبرنا أبو بکر محمد بن عبد الباقی أنا الحسن بن علی أنا أبو عمر بن حیویة أنا أحمد بن معروف أنا الحسین بن الفهم نا محمد بن سعد أنا موسی بن إسماعیل نا سلیمان بن مسلم صاحب السقط عن أبیه قال کان أول من طعن فی سرادق الحسین عمر بن سعد قال فرأیته هو وابنیه ضربت أعناقهم ثم علقوا علی الخشب وألهب فیهم النیران. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض روایات میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنان بن ابی انس نخعی نامی شخص کے قتل کرنے، اور خولی بن یزید ہجری اصبحی حمیری نامی شخص کے حضرت حسین کا سر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کرنے کا ذکر آیا ہے۔

دونوں قسم کی روایات میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ عمر بن سعد تو قاتلینِ حسین کے لشکر کا امیر تھا، اور اس کے لشکر میں اس کے ماتحت کئی لوگ تھے، اور حسین رضی اللہ عنہ کے کئی ساتھی تھے، جن کو الگ الگ لوگوں نے قتل کیا ہوگا، جیسا کہ ابوحنیفہ دینوری کے حوالہ سے تفصیل آتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

قال ثم أخبرنا به موسى بن إسماعيل بعد ذلک فقال حدثنا أبو المعلى العجلى عن أبيه قال محمد بن سعد فحملناه على أنه سليمان بن مسلم أخبرنا أبو الحسن على بن محمد أنا أبو منصور النهاوندى أنا أبو العباس النهاوندى أنا أبو القاسم بن الأشقر نا محمد بن إسماعيل نا موسى نا سليمان بن مسلم أبو المعلى العجلى قال سمعت أبى أن الحسين لما نزل كربلاء فأول من طعن فى سرادقه عمر بن سعد فرأيت عمر بن سعد وابنيه قد ضربت أعناقهم ثم علقوا على الخشب ثم ألهب فيهم النار(تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج۴۵،ص۵۴،حرف العين،تحت ترجمة:"عمر بن سعد بن أبى وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

أخبرنا أبو غالب وأبو عبد الله ابنا الحسن بن البنا قالا أنا أبو الحسين بن الآبنوسى أنا أحمد بن عبيد بن الفضل إجازة نا محمد بن الحسين نا ابن أبى خيثمة قال سألت يحيى بن معين عن عمر بن سعد بن أبى وقاص فقال كوفى قلت ثقة قال كيف يكون من قتل الحسين ثقة(تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج۴۵، ص۵۵،حرف العين،تحت ترجمة:"عمر بن سعد بن أبى وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

أخبرنا أبو غالب محمد بن الحسن أنا أبو الحسين السيرافى أنا أحمد بن إسحاق نا أحمد بن عمران نا موسى نا خليفة قال وفى سنة ست وستين قتل المختار حين غلب على الكوفة عمر بن سعد بن أبى إ وقاص وابنه حفص بن عمر الذى ولى قتل عمر أبو عمرة كيسان مولى عرينة قتله على فراشه بأمر المختارقرأنا على أبى عبد الله بن البنا عن أبى المعالى بن عبد السلام أنا أبو الحسن بن خزفة نا محمد بن الحسين نا ابن أبى خيثمة قال سمعت يحيى بن معين يقول قتل عمر بن سعد بن أبى وقاص سنة سبع وستين.

أخبرنا أبو القاسم إسماعيل بن أحمد أنا محمد بن هبة الله أنا محمد بن الحسين أنا عبد الله نا يعقوب قال وقتل عمر بن سعد وابن له يقال له حفص يعنى سنة سبع وستين (تاريخ دمشق،لابنِ عساكر، ج۴۵،ص۵۸و۵۹،حرف العين،تحت ترجمة:"عمر بن سعد بن أبى وقاص" رقم الترجمة ۵۲۱۳)

أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ، وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا، فَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۷۴۸، كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب الحسن والحسين رضی الله عنهما)

ترجمہ: عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا، جس کو طشت میں رکھ دیا گیا، اور عبید اللہ بن زیاد نے اس سر کو چھیڑنا شروع کیا، اور اس کے حسن کے بارے میں کچھ کہا، جس پر انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، اور وسمہ کا خضاب لگایا کرتے تھے (بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ:

لَمَّا أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ جَعَلَ يَنْكُتُ بِالْقَضِيْبِ ثَنَايَاهُ يَقُوْلُ: لَقَدْ كَانَ أَحْسَبُهُ قَالَ: جَمِيْلًا، فَقُلْتُ واللّٰهِ لَأُسُوِّئَنَّكَ إِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْثِمُ حَيْثُ يَقَعُ قَضِيْبُكَ قَالَ: فَانْقَبَضَ (مسند البزار، رقم الحديث ۶۶۳۲، مسند أبی حمزة أنس بن مالک) [1]

ترجمہ: جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا، تو وہ چھڑی سے سامنے کے دانتوں کو چھیڑنے لگا، اور یہ کہنے لگا کہ حسین وجمیل ہے، تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم تم بہت برا کر رہے ہو، بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے، جہاں تیری چھڑی پڑ رہی ہے، پھر یک لخت

[1] قال الهيثمی: رواه البزار، والطبرانی بأسانيد، ورجاله وثقوا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۵۰، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

اس (عبیداللہ بن زیاد) نے اپنی چھڑی کو واپس کھینچ لیا (طبرانی)

اس طرح کا واقعہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی مروی ہے۔

لیکن اس کی سند کمزور ہے۔ [1]

اور امام طبرانی نے علی بن عبدالعزیز سے، اور انہوں نے زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب سے روایت کیا ہے کہ:

وُلِدَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِخَمْسِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ أَرْبَعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَقُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْمُحَرَّمِ سَنَةَ إِحْدَى وَسِتِّيْنَ، وَقَتَلَهُ سِنَانُ بْنُ أَبِيْ أَنَسٍ النَّخَعِيُّ، وأَجْهَزَ عَلَيْهِ خَوْلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ الْأَصْبَحِيُّ مِنْ حِمْيَرَ، وَحَزَّ رَأْسَهُ وَأَتٰى بِهِ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ (المعجم للطبرانی، ج۳ص۱۱۷، رقم الحدیث ۲۸۵۲) [2]

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی ولادت، شعبان کی پانچ تاریخ کو سَن چار ہجری میں ہوئی، اور ان کو ماہِ محرم سَن اکسٹھ ہجری میں جمعہ کے دن دس محرم کو شہید کیا گیا، اور ان کو سنان بن ابی انس نخعی نے قتل کیا، اور ان پر خولی بن یزید اصبحی ''حمیر قبیلہ کے ایک شخص'' نے جلدی سے قاطعانہ وار کیا، اور ان کے سر کو الگ کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا (طبرانی)

اور ابونعیم اصبہانی نے زبیر بن بکار سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

---

[1] حدثنا أحمد بن حماد بن زغبة، ثنا سعيد بن عفير، ثنا سليمان بن بلال، عن حرام بن عثمان، عن أبي عتيق، عن ثابت بن مرداس، عن زيد بن أرقم، لما أتى ابن زياد برأس الحسين بن علي رضي الله عنهما فجعل ينقر بقضيب في يده في عينه وأنفه، قال له زيد: ارفع القضيب فلقد رأيت فم رسول الله صلى الله عليه وسلم في موضعه (المعجم الكبير للطبرانی، ج۵ص۲۰۶، رقم الحدیث ۵۱۰۷)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وفيه حرام بن عثمان، وهو متروك (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۴۹، باب مناقب الحسين بن علي)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۴۴، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

وُلِدَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ لِخَمْسِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ شَعْبَانَ، سَنَةَ أَرْبَعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَقُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْمُحَرَّمِ، سَنَةَ إِحْدٰى وَسِتِّيْنَ، قَتَلَهُ سِنَانُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ النَّخَعِيُّ، وَأَجْهَزَ عَلَيْهِ خَوْلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ الْهَجَرِيُّ الْأَصْبَحِيُّ الْحِمْيَرِيُّ مِنْ حِمْيَرَ، وَحَزَّ رَأْسَهُ، فَأَتٰى بِهِ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ (معرفة الصحابة لابی نعیم، ج۲ ص۶۶۵،رقم الحدیث ۱۷۷۸، باب الحاء، من اسمه الحسن، تحت ترجمة "أبو عبد الله الحسين بن علی بن أبی طالب")

ترجمہ: حسین بن علی، سَن چار ہجری میں شعبان کی پانچ تاریخ کو پیدا ہوئے تھے، اوران کو اکسٹھ ہجری دس محرم، جمعہ کے دن شہید کیا گیا، جن کو سنان بن ابی انس نخعی نے قتل کیا، اوران پر خولی بن یزید ہجری اصبحی حمیری ''حمیر قبیلہ کے ایک شخص'' نے جلدی سے قاطعانہ وار کیا، اوران کا سر کاٹ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا (ابونعیم)

اگر چہ زبیر بن بکار کی وفات دوسو چھپن ہجری بتلائی جاتی ہے، لیکن امام دارقطنی نے ان کو علمِ نسب، اور متقدمین کے اخبار اور ماضی کے واقعات کا زبردست عالم وعارف کہا ہے۔ [1]

اور ابوبکر عیاش نے ابوسعید، اسلم منقری (المتوفیٰ: 141 ہجری) سے روایت کیا ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلَى الْحَجَّاجِ، فَدَخَلَ سِنَانُ بْنُ أَنَسٍ قَاتِلُ الْحُسَيْنِ، فَإِذَا شَيْخٌ آدَمُ فِيهِ حِنَّاءٌ، طَوِيْلُ الْأَنْفِ فِيْ وَجْهِهِ بَرَشٌ، فَأُوقِفَ بِحِيَالِ الْحَجَّاجِ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ الْحَجَّاجُ، فَقَالَ: أَنْتَ قَتَلْتَ الْحُسَيْنَ؟

قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَكَيْفَ صَنَعْتَ بِهِ؟

قَالَ: دَعَمْتُهُ بِالرُّمْحِ، وَهَبَرْتُهُ بِالسَّيْفِ هَبْرًا، فَقَالَ لَهُ الْحَجَّاجُ: أَمَا

[1] وقال الدارقطنی ثقة وقال الخطیب کان ثقة ثبتا عالما بالنسب عارفا بأخبار المتقدمین ومآثر الماضین وقال أحمد بن سلیمان الطوسی مات فی ذی القعدة سنة "256" وبلغ أربع وثمانین سنة ودفن بمكة وصلی علیه (تهذیب التهذیب، ج۳، ص۳۱۲، باب حرف الزاء)

إِنَّكُمَا لَنْ تَجْتَمِعَا فِيْ دَارٍ (المعجم الكبير للطبراني، ج۳ص ۱۱۱، رقم الحديث ۲۸۲۸) [1]

ترجمہ: میں حجاج بن یوسف کے پاس گیا، پھر وہاں سنان بن انس، حضرت حسین کا قاتل آیا، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گندمی رنگ کا بوڑھا آدمی تھا، جس نے مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا، اس کی ناک لمبی تھی، اس کے چہرہ پر جھری تھی، پھر وہ حجاج بن یوسف کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر اس کی طرف حجاج بن یوسف نے دیکھ کر کہا کہ تو نے ہی حسین کو قتل کیا تھا، اس نے جواب میں کہا جی ہاں! حجاج نے کہا کہ تو نے ان کو کس طرح قتل کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے ان کو نیزہ مارا تھا، اور ان کو تلوار سے کاٹ دیا تھا، اس پر حجاج نے اس کو کہا کہ خبردار! تم دونوں ہرگز ایک گھر (یعنی، جنت، یا جہنم) میں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے (طبرانی)

اور ابنِ معین نے عبدالملک بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ:

قال الحجاج يوما من كان له بلاء فليقم فلنعطه على بلائه فقام رجل فقال أعطني على بلائي قال وما بلاؤك قال قتلت الحسين قال وكيف قتلته قال دسرته والله بالرمح دسرا وهبرته بالسيف هبرا وما أشركت معي في قتله أحدا قال أما إنك وإياه لن تجتمعا في مكان واحد فقال له اخرج قال وأحسبه لم يعطه شيئا (تاريخ ابن معين - رواية الدوري، ج۳ص ۴۹۸، رقم الحديث ۲۴۳۶)

ترجمہ: ایک دن حجاج بن یوسف نے کہا کہ جس کی کوئی پریشانی ہو، وہ کھڑا ہو جائے، پس ہم اس کی پریشانی میں تعاون کریں گے، پھر ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اس نے کہا کہ میری پریشانی میں تعاون کیجئے، حجاج نے کہا کہ تمہاری کیا پریشانی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ میں نے حسین کو قتل کیا تھا، حجاج نے پوچھا کہ تو نے ان کو کس طرح قتل کیا تھا؟ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے ان کو

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۴۶، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

شدید طریقہ پر نیزہ مارا تھا، اور ان کو تلوار سے شدید طریقہ سے کاٹ دیا تھا، اور میں نے ان کو قتل کرنے میں کسی کو شریک نہیں کیا تھا، حجاج نے اس کے جواب میں کہا کہ بے شک تو اور وہ ہرگز ایک مکان میں جمع نہیں ہوسکیں گے، پھر حجاج نے کہا کہ نکل جا، اور عبدالملک کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حجاج نے اس کو کچھ نہیں دیا (تاریخ ابنِ معین)

اور ابنِ سعد نے نخع کے ایک شیخ سے روایت کیا ہے کہ:

قال الحجاج :من كان له بلاء فليقم؟ فقام قوم فذكروا .وقام سنان بن أنس فقال :أنا قاتل حسين .فقال:بلاء حسن .ورجع سنان إلى منزله .فاعتقل لسانه .وذهب عقله .فكان يأكل ويحدث في مكانه (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج٦، ص ۴۵۴، الطبقة الخامسة، تحت ترجمة "الحسين بن علي رضي الله عنهما" مقتل الحسين بن علي صلوات الله عليهما وسلامه)

ترجمہ: حجاج بن یوسف نے کہا کہ جس کی کوئی پریشانی ہو، وہ کھڑا ہوجائے، پھر کچھ لوگ کھڑے ہوئے، اور انہوں نے اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا، اور سنان بن انس کھڑا ہوا، اور کہا کہ میں حسین کا قاتل ہوں، جس پر حجان نے کہا کہ یہ تو اچھی پریشانی ہے، اور سنان، اپنے گھر واپس چلا گیا، پھر اس کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی، اور اس کی عقل جاتی رہی، پھر وہ کھاتا تھا، اور اسی جگہ اجابت کردیا کرتا تھا (ابنِ سعد)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کوفہ کے علاقہ میں واقع ہوئی، اور کوفہ کا وزیر اس وقت عبیداللہ بن زیاد تھا، اور مذکورہ معتبر روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچایا گیا تھا، اور یہ بات مستند و معتبر روایات سے ثابت ہے، جس میں کوئی شبہ والی بات نہیں۔

ضحاک بن عثمان حزامی سے مرسل طریقہ پر روایت ہے کہ:

خَرَجَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى الْكُوْفَةِ سَاخِطًا لِوِلَايَةِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَكَتَبَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ وَهُوَ وَالِيْهِ عَلَى الْعِرَاقِ: إِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ حُسَيْنًا قَدْ سَارَ إِلَى الْكُوْفَةِ، وَقَدِ ابْتُلِيَ بِهٖ زَمَانُكَ مِنْ بَيْنِ الْأَزْمَانِ، وَبَلَدُكَ مِنْ بَيْنِ الْبُلْدَانِ، وابْتُلِيْتَ بِهٖ مِنْ بَيْنِ الْعُمَّالِ، وَعِنْدَهَا يُعْتَقُ أَوْ يَعُوْدُ عَبْدًا كَمَا يُعْتَبَدُ الْعَبِيْدُ، فَقَتَلَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ، وَبَعَثَ بِرَأْسِهٖ إِلَيْهِ (المعجم الكبير للطبراني، ج۳ ص ۱۱۵، رقم الحديث ۲۸۴۶)

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف یزید بن معاویہ کی حکومت سے ناخوش ہوتے ہوئے نکلے، پھر یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف، جو عراق کا وزیر تھا، یہ لکھ کر بھیجا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حسین، کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں، اور تم ان کی وجہ سے اپنے دور میں کئی مرتبہ آزمائش میں پڑ چکے ہو، اور تمہارا شہر بھی دوسرے شہروں کے ساتھ آزمائش میں پڑ چکا ہے، اور تم بھی کئی عاملوں کے ساتھ ان کی وجہ سے آزمائش میں پڑ چکے ہو، اور ایسے وقت یا تو ان کو آزاد کر دیا جائے، یا وہ بندہ بن کر لوٹ جائیں، جس طرح غلاموں کو بندہ بنایا جاتا ہے، پھر ان کو عبید اللہ بن زیاد نے قتل کر دیا، اور ان کے سر کو یزید کی طرف بھیج دیا (طبرانی)

یہ روایت منقطع ومرسل ہے، کیونکہ ضحاک نے اس واقعہ کو نہیں پایا۔ [1]

ضحاک بن عثمان حزامی کی وفات ایک سو ساٹھ، یا ایک سو پچاس ہجری ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ سَن اکسٹھ ہجری میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت پیدا

---

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني، ورجاله ثقات إلا أن الضحاك لم يدرك القصة. (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۳۷، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

بھی نہیں ہوئے تھے۔ [1]

اوراس طرح کی روایت محمد بن حسن مخزومی کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

مگراس کے متعلق علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کی سند میں ''محمد بن حسن ابنِ زبالہ'' ضعیف ہیں۔ [3]

اورایک تو مذکورہ راوی کو بعض محدثین نے جھوٹا کہا ہے، اور بعض نے متروک کہا ہے۔

دوسرے اس راوی کی وفات سَن دو ہجری کے بھی بعد کی ہے، اس لئے اس کی سند میں لمبا انقطاع بھی پایا جاتا ہے۔ پس یہ روایت قابلِ اعتبار معلوم نہیں ہوسکی۔ [4]

---

[1] الضحاک بن عثمان الأسدی الحزامی المدینی.عن :سعید المقبری، وصدقة بن یسار، وبکیر بن الأشج، وزید بن أسلم، ونافع، وشرحبیل بن سعد، وسالم أبی النضر.وعنه :الثوری، ووکیع، وابن وهب، وابن أبی فدیک، والواقدی، وابنه محمد بن الضحاک، وزید بن الحباب، ومحمد بن فلیح، ویحیی القطان، وخلق.وثقه أبو داود، وغیره، وکان من علماء المدینة، وأشرافها .وقال یعقوب بن شیبة :صدوق، فی حدیثه ضعف، لینه یحیی القطان .مات سنة ثلاث وخمسین ومائة(تاریخ الإسلام للذهبی، ج۴،ص ۹۰، رقم الترجمة ۱۰۹، الوفیات، حرف الضاد)

[2] حدثنا علی بن عبد العزیز، ثنا الزبیر، حدثنی محمد بن الحسن المخزومی، قال: لما أدخل ثقل الحسین بن علی رضی الله عنه علی یزید بن معاویة، ووضع رأسه بین یدیه، بکی یزید، وقال:[البحر الطویل]نفلق هاما من رجال أحبة ..... إلینا وهم کانوا أعق وأظلما

أما والله لو کنت أنا صاحبک ما قتلتک أبدا .قال علی بن الحسین: لیس هکذا .فقال: کیف یا ابن أم؟ فقال:"ما أصاب من مصیبة فی الأرض ولا فی أنفسکم إلا فی کتاب من قبل أن نبرأها إن ذلک علی الله یسیر"وعنده عبد الرحمن ابن أم الحکم، فقال عبد الرحمن:[البحر الطویل]

لهام بجنب الطف أدنی قرابة ..... من ابن زیاد العبد ذی النسب الوغل

سمیة أمسی نسلها عدد الحصی ..... وبنت رسول الله لیس لها نسل

فرفع یزید یده، فضرب صدر عبد الرحمن، وقال: اسکت(المعجم الکبیر للطبرانی، ج۳ ص۱۱۶، رقم الحدیث ۲۸۴۸)

[3] قال الهیثمی:رواه الطبرانی، ومحمدبن الحسن هو ابن زبالة، ضعیف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۵۱۷۶ ،باب مناقب الحسین بن علی علیهما السلام)

[4] محمد بن الحسن بن زبالة المخزومی .مولاهم أبو الحسن المدنی .أحد الضعفاء .

روی عن :أسامة بن زید بن أسلم، ومالک، وسلیمان بن بلال، والدراوردی، وخلق کثیر من أهل المدینة ضعفاء ومجاهیل .وعنه :أحمد بن صالح المصری، وأبو خیثمة، وهارون الحمال، والزبیر بن بکار، وعبد الله بن أحمد بن أبی مسرة، وآخرون.رماه ابن معین بالکذب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

نیز ایک اور روایت میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس پہنچنے کا ذکر ہے۔ [1]
لیکن اس روایت کی سند میں عمرو بن شمر جعفی نام کا رافضی پایا جاتا ہے، جس کو محدثین نے جھوٹا، اور گمراہ وغیرہ کہا ہے۔
اس لئے یہ روایت بھی قابلِ اعتبار معلوم نہ ہوسکی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أحمد بن صالح :كتبت عنه مائة ألف حديث، ثم تبين لى أنه كان يضع الحديث فتركته .وما رأيت أحدا أعلم بالمغازى والأنساب منه.وقال أبو داود :كذاب.وقال النسائى :متروك.
وقال ابن عدى :أنكر ما روى عن مالك، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة، عن النبى -صلى الله عليه وسلم " :-افتتحت القرى بالسيف وافتتحت المدينة بالقرآن "قلت :كان إخباريا علامة، أكثر عنه الزبير .وقد ضعفه أبو حاتم، وقال :ليس بمتروك(تاريخ الإسلام،للذهبى،ج۵، ص۴۳۴، و ص ۴۳۵، رقم الترجمة ۳۴۶،حرف الميم)

[1] أخبرنا خيثمة بن سليمان، فى كتابه، ثنا الفضل بن يوسف القصبانى، ثنا سعيد بن عثمان الخزاز، ثنا عمرو بن شمر، عن محمد بن سوقة، عن عبد الواحد القرشى، قال :لما أتى يزيد بن معاوية برأس الحسين بن على رضى الله عنهم، تناوله بقضيب، فكشف عن ثناياه، فوالله ما البرد بأبيض من ثناياه، ثم أنشأ يقول:(البحر الطويل)

يفلقن هاما من رجال أعزة ...علينا وهم كانوا أعق وأظلما.

فقال له رجل عنده :يا هذا، ارفع قضيبك، فوالله ربما رأيت شفتى رسول الله صلى الله عليه وسلم مكانه يقبله، فرفع متذمرا عليه فغضب(معرفة الصحابة لابى نعيم،ج۶ ص۳۱۵۴،رقم الحديث ۷۲۶۲، باب العين، تحت ترجمة "عبد الواحد بن عبد الله القرشى، عن رجل من الصحابة")

[2] عمرو بن شمر الجعفى، أبو عبد الله الكوفى العابد، الرافضى .عن :جابر الجعفى، وعمرو بن قيس، وليث بن أبى سليم، والأعمش، وجعفر بن محمد، وطائفة .وعنه :عبد العزيز بن أبان، وأحمد بن يونس اليربوعى، وغيرهما .قال خلاد بن يزيد :قال لى سفيان الثورى :عمرو بن شمر هكذا مكثر عن جابر، وما رأيته قط عنده.وقال ابن معين :لا يكتب حديثه.وقال البخارى :منكر الحديث.
وقال ابن حبان :رافضى يشتم الصحابة، ويروى الموضوعات عن الثقات، ثم قال :مات سنة سبع وخمسين ومائة.وقال أسيد بن زيد :سمعت حسينا الجعفى يقول :كان عمرو بن شمر يؤمهم فمكثت ثلاثين سنة أجهد أن أسبقه إلى المسجد أو أخرج بعده فلم أقدر .وقال الجوزجانى :عمرو بن شمر زائع كذاب .وقال ابن عدى :عامة ما عنده غير محفوظ .وقال النسائى، وغيره :متروك الحديث(تاريخ الإسلام ،للذهبى،ج۴،ص۱۷۰ ،رقم الترجمة ۲۶۲ ،حرف العين)
عمرو بن شمر الجعفى كنيته أبو عبد الله يروى عن جابر الجعفى عداده فى أهل الكوفة روى عنه أهلها كان رافضيا يشتم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان ممن يروى الموضوعات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم (المتوفیٰ: 333ہجری) نے ابوعبید قاسم بن سلام سے، انہوں نے حجاج بن محمد سے، اور انہوں نے ابومعشر سے، اور انہوں نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسِیْنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ أُدْخِلْنَا عَلٰی یَزِیْدَ بْنِ مُعَاوِیَةَ وَنَحْنُ اِثْنَا عَشَرَ غُلَامًا مُغَلَّلِیْنَ فِی الْجَوَامِعِ وَعَلَیْنَا قُمُصٌ ،فَقَالَ یَزِیْدُ: أَحْرَزْتُمْ أَنْفُسَکُمْ لِعَبِیدِ أَهْلِ الْعِرَاقِ، وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ بِخُرُوْجِ أَبِی عَبْدِ اللّٰهِ حِیْنَ خَرَجَ وَلَا بِقَتْلِهٖ حِیْنَ قُتِلَ، قَالَ :فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ ”مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِیْ أَنْفُسِکُمْ إِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ،لِکَیْ لَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ، وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عن الثقات فی فضائل أهل البیت وغیرها لا یحل کتابة حدیثه إلا علی جهة التعجب مات سنة سبع وخمسین ومائة فی آخر ولایة جعفر أخبرنا مکحول قال سمعت جعفر بن أبان یقول قلت لیحیی بن معین عمرو بن شمر قال لیس لیس بثقة أخبرنا محمد بن إسحاق مولی ثقیف قال حدثنا المفضل بن غسان قال سمعت یحیی بن معین یقول عمرو بن شمر لا یکتب حدیثه(المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین،لابنِ حبان، ج۲،ص۷۵،وص۷۶،باب العین)

عمرو بن شمر الجعفی الکوفی الشیعی أبو عبد الله.عن جعفر بن محمد وجابر الجعفی والأعمش. روی عباس عن یحیی :لیس بشیء .وقال الجوزجانی :زائغ کذاب.وقال ابن حبان :رافضی یشتم الصحابة ,ویروی الموضوعات عن الثقات .وقال البخاری :منکر الحدیث.قال یحیی :لا یکتب حدیثه.....وقال النسائی والدارقطنی، وغیرهما :متروک الحدیث.....

قال السلیمانی :کان عمرو یضع للروافض .انتهی.وقال ابن أبی حاتم :سألت أبی عنه فقال :منکر الحدیث جدا ,ضعیف الحدیث لا یشتغل به ,ترکوه .لم یزد علی هذا شیئا.وقال أبو زرعة: ضعیف الحدیث.وقال النسائی فی التمییز :لیس بثقة، ولا یکتب حدیثه.وقال ابن سعد :کانت عنده أحادیث وکان ضعیفا جدا متروک الحدیث.وقال الساجی :متروک الحدیث.

وقال أبو أحمد الحاکم :لیس بالقوی عندهم .وقال الحاکم أبو عبد الله :کان کثیر الموضوعات، عن جابر الجعفی ولیس یروی تلک الموضوعات الفاحشة، عن جابر غیره.وذکره العقیلی والدولابی، وابن الجارود، وابن شاهین فی الضعفاء .وقال أبو نعیم :یروی جابر الجعفی الموضوعات المناکیر .وسیأتی له ذکر فی عمرو بن أبی عمرو(لسان المیزان،للعسقلانی، ج۶، ص۲۱۰ الیٰ ۲۱۲، رقم الترجمة ۵۸۰۹،حرف العین المهملة،من اسمه عمرو)

فَخُورٍ" قَالَ: فَغَضِبَ يَزِيْدُ وَجَعَلَ يَعْبَثُ بِلِحْيَتِهٖ ،ثُمَّ قَالَ:"وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُم وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ" يَا أَهْلَ الشَّامِ مَا تَرَوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ ؟فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ لَا تَتَّخِذْ مِنْ كَلْبِ سُوْءٍ جَرْوًا ،فَقَالَ لَهُ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِصْنَعْ بِهِمْ مَا كَانَ يَصْنَعُ بِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَآهُمْ بِهٰذِهِ الْحَيْنَةِ ، فَقَالَتْ :فَاطِمَةُ بِنْتِ الْحُسَيْنِ يَا يزِيْد أَبْنَاتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبَايَا ،قَالَ: فَبَكٰى حَتّٰى كَادَتْ نَفْسُهٗ تَخْرُجُ وَبَكٰى أَهْلُ الدَّارِ ، حَتّٰى عَلَتْ أَصْوَاتُهُمْ ، ثُمَّ قَالَ: خَلُّوْا عَنْهُمْ ، وَاذْهَبُوا بِهِمْ إِلَى الْحَمَّامِ ، فَاغْسِلُوْهُمْ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِمُ الْقِبَابَ، فَفَعَلُوْا وَأَمَالَ عَلَيْهِمُ الْمَطْبَخَ وَكَسَاهُمْ ،وَأَخْرَجَ لَهُمْ جَوَائِزَ كَثِيْرَةً، ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ نَسَبٌ مَا قَتَلَهُمْ يَعْنِي اِبْنَ زِيَادٍ ،ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى الْمَدِيْنَةِ (المحن، ص ١٥٦ ، ذكر مقتل الحسين بن علي رضي الله عنه،تسمية من قتل منهم يومئذ رحمهم الله)

ترجمہ: مجھ سے محمد بن حسین بن علی نے بیان کیا کہ ہمیں یزید بن معاویہ کے پاس داخل کیا گیا، اور ہم بارہ لڑکے تھے، جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے، اور ہم نے قمیصیں پہن رکھی تھیں، تو یزید نے کہا کہ تم نے اپنے آپ کو اہلِ عراق کے غلاموں کے لئے محفوظ کر دیا، اللہ کی قسم! مجھے ابوعبداللہ (یعنی حسین) کے خروج کا نہیں پتہ چلا، جب وہ نکلے تھے، اور نہ ہی ان کے قتل کا مجھے علم ہے، جب ان کو قتل کیا گیا، یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ پھر علی بن حسین نے (سورہ حدید کی یہ آیات) پڑھیں کہ:

"مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ،لِكَيْ لَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ"

علی بن حسین کہتے ہیں کہ پھر یزید کو غصہ آ گیا، اور وہ اپنی ڈاڑھی کو کھجانے لگا، پھر اس نے (سورہ شوریٰ کی اس آیت کو) پڑھا کہ:

"وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُم وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ"

اے شام کے لوگو! تم ان حضرات کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو ایک شامی نے کہا کہ:

"لَا تَتَّخِذْ مِنْ كَلْبِ سُوْءٍ جَرْوًا"

(یہ عربی کی قدیم کہاوت ہے، اور اس وقت بولی جاتی ہے، جب والد کی ناپسندیدہ حالت کی وجہ سے اس کی اولاد کو نہ رکھنے کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، مطلب یہ تھا کہ ان کو قید میں نہ رکھو، کیونکہ ان کے والد نے تمہاری بیعت واطاعت نہیں کی تھی، تو یہ کونسا تمہیں تسلیم کرلیں گے) پھر اس (یزید کو) نعمان بن بشیر نے کہا کہ اے امیر المومنین، ان (اہلِ بیت) کے ساتھ تم کو وہی کرنا چاہیے، جو ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کو اس حالت میں دیکھتے، پھر فاطمہ بنتِ حسین نے کہا کہ اے یزید! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی ہوسکتی ہیں؟ یہ سن کر یزید کو (شدید ترین) رونا آ گیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ اس کی جان نکل جاتی، اور یزید کے گھر کے افراد نے بھی رونا شروع کردیا، یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، پھر یزید نے کہا کہ ان کا راستہ چھوڑ دو، اور ان کو حمام میں لے جاؤ، اور ان کو نہلاؤ، دھلاؤ، اور ان کو قبے پہناؤ، پھر انہوں نے ایسا ہی کیا، اور ان کو کھانے پینے کی چیزیں فراہم کیں، اور ان کے لئے بہت زیادہ تحائف بھی فراہم کئے، پھر یزید نے کہا کہ اگر ابنِ زیاد کے اور ان لوگوں کے درمیان نسبی رشتہ داری ہوتی، تو وہ ان کو قتل نہ کرتا، پھر وہ (باقی اہلِ بیت) مدینہ (واپس) لوٹ گئے (المحن)

اس روایت کو علی بن حسین سے بیان کرنے والے راوی ''یزید بن ابی زیاد'' کو بعض نے معتبر وثقہ اور اکثر نے ضعیف، اور ان کے حافظہ کا متغیر ہونا بتلایا ہے، ساتھ ہی ان کو شیعہ بھی قرار دیا ہے۔ [1]

اس لئے اس بات کا امکان ہے کہ مذکورہ راوی کو حافظہ کے متغیر ہونے کی وجہ سے کسی بات کو یاد رکھنے میں کمی، بیشی ہوگئی ہو۔

تاہم اس میں شک نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتال وشہادت کا معاملہ، کوفہ کے قریب پیش آیا، اور یزید اس وقت کئی سو میل کے فاصلہ پر شام، دمشق میں موجود تھا، اور اس زمانہ میں آج کل کی طرح کی خبروں کا ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پہنچنا اتنی جلدی ممکن نہیں تھا، بلکہ اتنے فاصلہ تک خبروں کے پہنچنے، اور دوسری طرف سے جواب آنے میں طویل وقت خرچ ہوتا تھا، اس لئے کربلاء کے میدان میں کس وقت کیا حالت پیش آئی، اور حالات میں کیا اتار چڑھاؤ پیدا ہوا، اس کا یزید کو لمحہ بہ لمحہ پتہ چلنا ممکن نہیں تھا، اور یزید کی طرف سے حضرت حسین کو قتل کئے جانے کا حکم صادر کرنا کسی روایت سے ثابت نہیں، اس کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے ناکہ بندی کرنے کا حکم دینا ثابت ہے۔

اس لئے یزید کی طرف سے یہ کہنا کہ مجھے حضرت حسین کے قتل کا پتہ نہیں چلا، یہ خلافِ حقیقت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس کے علاوہ تمام روایات میں عراق والوں کی طرف سے حضرت حسین کو دعوت دیئے جانے اور ان کے دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنے اور ان ہی کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے، اور حضرت حسن پر حملہ آور ہونے کا ذکر ہے، جس کی وجہ سے ان باتوں کی اہلِ شام کی طرف

---

[1] قال الهيثمي: وفيه يزيد بن أبي زياد ;وثقه ابن المبارك وغيره، وضعفه جماعة(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۳، ص ۲۲۰، تحت رقم الحديث ۵۳۴۶، باب ما للنساء لبسه وما ليس لهن)

وقال ابن حجر العسقلاني: يزيد ابن أبي زياد الهاشمي مولاهم الكوفي ضعيف كبر فتغير وصار يتلقن وكان شيعيا (تقريب التهذيب، ص ۶۰۱، رقم الترجمة ۷۷۱۷، حرف الياء)

نسبت کرنا درست نہیں، وہ الگ بات ہے کہ عراق وکوفہ کے لوگوں اور بطور خاص وہاں کے شیعہ نے اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنے اور تمام جرائم کی اہلِ شام کی طرف نسبت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور اس مقصد کے لئے بہت سی روایتوں میں حذف واضافہ بھی کردیا، جس کے نتیجہ میں آج بہت سے اہلُ السنۃ کو بھی اس قضیہ کی حقیقت کو سمجھنا مشکل ہوگیا۔

لیث بن سعد سے روایت ہے کہ:

أَبَى الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنْ يُّسْتَأْسَرَ، فَقاتَلُوْهُ فَقَتَلُوْهُ، وَقَتَلُوْا اِبْنَيْهِ وَأَصْحَابَهُ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْا مِنْهُ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ الطَّفُّ، وَانْطُلِقَ بِعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَفَاطِمَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ، وَسُكَيْنَةَ بِنْتِ حُسَيْنٍ إِلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، وَعَلِيٌّ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ قَدْ بَلَغَ، فَبَعَثَ بِهِمْ إِلٰى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، فَأَمَرَ بِسُكَيْنَةَ فَجَعَلَهَا خَلْفَ سَرِيْرِهِ لِئَلَّا تَرٰى رَأْسَ أَبِيْهَا وَذَوِيْ قَرَابَتِهَا، وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ غُلٍّ، فَوَضَعَ رَأْسَهُ، فَضَرَبَ عَلٰى ثَنِيَّتَيِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: (البحر الطويل)

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَحِبَّةٍ ...إِلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ" مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ،إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ" فَثَقُلَ عَلٰى يَزِيْدَ أَنْ يَّتَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ، وَتَلَا عَلِيٌّ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ يَزِيْدُ:"بَلْ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ"فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ:أَمَا وَاللّٰهِ لَوْ رَآنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْلُوْلِيْنَ لَأَحَبَّ أَنْ يُّخَلِّيَنَا مِنَ الْغُلِّ،قَالَ: صَدَقْتَ، فَخَلُّوْهُمْ مِنَ الْغُلِّ،قَالَ:وَلَوْ وَقَفْنَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بُعْدٍ لَأَحَبَّ أَنْ يُقَرِّبَنَا،قَالَ:صَدَقْتَ،

فَقَرِّبُوهُمْ، فَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ وَسُكَيْنَةُ يَتَطَاوَلَانِ لِتَرَيَا رَأْسَ أَبِيهِمَا، وَجَعَلَ يَزِيدُ يَتَطَاوَلُ فِي مَجْلِسِهِ لِيَسْتُرَ عَنْهُمَا رَأْسَ أَبِيهِمَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ فَجُهِّزُوا، فَأَصْلَحَ إِلَيْهِمْ، وَأُخْرِجُوا إِلَى الْمَدِينَةِ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۰۴، رقم الحدیث ۲۸۰۶)

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے قیدی کئے جانے سے انکار کیا، تو ان لوگوں نے ان (حسین) سے قتال کیا، اور انہوں نے ان (حسین) کو ایسی جگہ قتل کر دیا جس کو ''طف'' کہا جاتا ہے (اور یہ جگہ کوفہ میں کربلاء ہے) اور ان کے دو بیٹوں، اور ان کے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا، جنہوں نے حضرت حسین کی طرف سے قتال کیا تھا، اور علی بن حسین، اور فاطمہ بنتِ حسین اور سکینہ بنتِ حسین کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیجا، اور علی بن حسین اس وقت لڑکے تھے، جو بالغ ہو چکے تھے، پھر اس (عبید اللہ بن زیاد) نے ان سب کو یزید بن معاویہ کی طرف بھیج دیا، پھر یزید نے سکینہ کو اپنے تخت کے پیچھے بھیج دیا، تاکہ وہ اپنے والد کے سر، اور اپنے رشتہ داروں کو نہ دیکھ سکیں، اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو بیڑی میں جکڑا ہوا تھا، پھر یزید نے حسین کے سر کو رکھا، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر مارا، اور یہ شعر پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ''ہم ان لوگوں کے سر پھاڑ دیتے ہیں، جو ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور وہ زیادہ نافرمان اور ظالم تھے''۔

اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے سورہ حدید کی یہ آیت تلاوت کی کہ:

'' مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ،إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ''

(نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں، اور نہ تمہاری جانوں میں، مگر کتاب میں موجود ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے) تو یزید پر یہ چیز گراں گذری کہ اس نے شعر پڑھا، اور علی بن حسین نے، اللہ

عزوجل کی کتاب کی آیت تلاوت کی، اس لئے یزید نے کہا بلکہ:

"بَلْ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ"

(تمہارے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے اور بہت سی تو اللہ معاف کردیتا ہے)

اس پر علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یادرکھو کہ اللہ کی قسم! اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیڑیوں میں بندھا ہوا دیکھتے، تو ہماری ان بیڑیوں سے آزاد کرنے کو پسند کرتے، یزید نے کہا کہ تم نے سچ کہا، پھر ان کی بیڑیوں کے کھولنے کا حکم کیا، پھر علی بن حسین نے کہا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کھڑے ہوتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے قریب کرنے کو پسند فرماتے، یزید نے کہا کہ تم نے سچ کہا، اور ان کو قریب کیا، پھر حضرت فاطمہ اور سکینہ اوپر کو لمبی گردن کرنے لگیں، تاکہ اپنے والد کے سر کو دیکھیں، لیکن یزید نے اپنی نشست کو اونچا کرنا شروع کیا، تاکہ ان دونوں سے ان کے والد کے سر کو چھپائے، پھر یزید نے ان (اہلِ بیت) کو سامان فراہم کرنے کا حکم دیا، اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور ان کو مدینہ کی طرف بھیج دیا (طبرانی)

اس روایت کے راوی تو معتبر ہیں۔ [1]

اور اس واقعہ کو روایت کرنے والے راوی "لیث بن سعد" بھی معتبر ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ لیث بن سعد کی ولادت سَن چورانوے ہجری میں ہوئی، اور ان کی وفات ایک سو پچھتر ہجری میں ہوئی۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٤٨، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

[2] قال ابنِ حجر العسقلاني: الليث "بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي أبو الحارث الإمام المصري (تهذيب التهذيب، ج٨، ص ٤٥٩، رقم الترجمة ٨٣٢، حرف اللام)

قال يعقوب بن سفيان عن بن بكير ولد الليث سنة 94 ومات في يوم الجمعة نصف شعبان سنة خمس وسبعين ومائة وكذا قال بن أبي مريم وغير واحد في تاريخ وفاته (تهذيب التهذيب، ج٨، ص ٤٦٤، رقم الترجمة ٨٣٢، حرف اللام)

جبکہ کربلاء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ، سَن اکسٹھ ہجری میں واقع ہوا، جس سے صاف ظاہر ہوا کہ مذکورہ واقعہ کے وقت تولیث بن سعد پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، بلکہ وہ اس واقعہ کے تقریباً بتیس سال بعد پیدا ہوئے، پھر کبھی بڑے ہوکر انہوں نے یہ واقعہ کسی سے سنا ہوگا، لیکن کس سے سنا، اور وہ راوی کیسا اور کون ہے؟ اس کا کچھ پتہ نہیں۔

اس لئے مذکورہ روایت منقطع ہے۔

اور لیث بن سعد سے ہی روایت ہے کہ:

تُوُفِّيَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ رَجَبٍ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَتْ مِنْهُ، وَاسْتُخْلِفَ يَزِيْدُ سِتِّيْنَ، وَفِيْ سَنَةِ إِحْدَى وَسِتِّيْنَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَأَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِعَشْرِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنَ الْمُحَرَّمِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ، وَقُتِلَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأُمُّهُ أُمُّ الْبَنِيْنَ عَامِرِيَّةٌ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَأُمُّهُ لَيْلٰى بِنْتُ مَسْعُوْدٍ نَهْشَلِيَّةٌ، وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ الْأَكْبَرُ، وَأُمُّهُ لَيْلٰى ثَقَفِيَّةٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحُسَيْنِ، وَأُمُّهُ اَلرَّبَابُ بِنْتُ امْرِءِ الْقَيْسِ كَلْبِيَّةٌ، وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ الْحُسَيْنِ لِأُمِّ وَلَدٍ، وَالْقَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ لِأُمِّ وَلَدٍ، وَعَوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَجَعْفَرُ بْنُ عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ عَقِيْلِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ، وَسُلَيْمَانُ مَوْلَى الْحُسَيْنِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ رَضِيْعُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَقُتِلَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ اِبْنُ ثَمَانٍ وَخَمْسِيْنَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۰۳، رقم الحديث ۲۸۰۳)

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ماہِ رجب کی چار تاریخ کو ہوئی، اور یزید کو

سَن ساٹھ ہجری میں خلیفہ بنایا گیا، اور سَن اکسٹھ ہجری میں محرم کی دس تاریخ کو عاشوراء کے دن حسین بن علی اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا، جس میں عباس بن علی بن ابی طالب کو، اور ان کی والدہ ام البنین عامریہ کو، اور جعفر بن علی بن ابی طالب کو، اور عبداللہ بن علی بن ابی طالب کو، اور عثمان بن علی بن ابی طالب کو، اور ابوبکر بن علی بن ابی طالب کو اور ان کی والدہ لیلیٰ بنتِ مسعود نہشلیہ کو، اور علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اکبر کو، اور ان کی والدہ لیلیٰ ثقفیہ کو، اور عبداللہ بن حسین کو اور ان کی والدہ، رباب بنتِ امرء القیس، کلبیہ کو، اور ابوبکر بن حسین کو، جو امِ ولد (یعنی باندی سے) تھے، اور قاسم بن حسن کو، جو ام ولد (یعنی باندی سے) تھے، اور عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو، اور جعفر بن عقیل بن ابی طالب کو، اور مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو، اور حسین کے آزاد کردہ غلام سلیمان کو، اور عبداللہ، حسین کے رضاعی بھائی کو شہید کیا گیا، رضی اللہ عنہم۔

اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت اٹھاون سال عمر تھی (طبرانی)

اس روایت کے راوی بھی لیث بن سعد تک معتبر ہیں، لیکن یہ روایت بھی منقطع ہے، جیسا کہ پہلے گذرا۔ [1]

مذکورہ روایات میں حضرت حسین کے سر کو کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ ساتھ یزید کی طرف شام میں بھیجنے کا بھی ذکر ہے، اور یزید شام، دمشق میں تھا، جس کا کوفہ سے فاصلہ بہت طویل ہے، اور اس زمانہ میں کوفہ سے شام تک پہنچنے میں طویل وقت خرچ ہوتا تھا، اتنے طویل عرصہ تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو محفوظ رکھ کر یزید کے پاس پہنچانے کو بعض حضرات نے مشکل اور ان روایات کو منقطع قرار دیا ہے، بطور خاص یزید کی طرف سے حضرت حسین کے دانتوں میں چھڑی چبھانے کا اس لئے انکار کیا ہے کہ یہ واقعہ کوفہ میں عبیداللہ بن

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله إلى قائليه رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥١٦٩، باب مناقب الحسين بن علي عليهما السلام)

زیاد کی طرف سے پیش آیا تھا، بعض نے اس واقعہ میں ''ابنِ زیاد'' کے بجائے ''یزید'' کا لفظ داخل کردیا۔ [1]

البتہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے باقی ماندہ اہلِ خانہ کا یزید کے پاس شام میں لے جایا جانا، اور پھر وہاں سے بخیر وعافیت مدینہ منورہ پہنچایا جانا معتبر طریقہ پر ثابت ہے۔

حضرت ابنِ شہاب زہری سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ، مِنْ عِنْدِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَّكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِيْ بِهَا؟ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ: لَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٤٤٩ "٩٥" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب من فضائل فاطمة، بنت النبى، عليها الصلاة والسلام)

ترجمہ: علی بن حسین نے ان سے بیان کیا کہ جب وہ لوگ مدینہ منورہ آئے، یزید بن معاویہ کے پاس سے، حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے کے وقت، تو ان سے مسور بن مخرمہ نے ملاقات کی، اور کہا کہ کیا تمہاری طرف سے میرے لئے کوئی خدمت ہو، تو مجھے اس کا حکم دیجئے؟ میں نے ان سے کہا کہ نہیں کوئی ضرورت نہیں (صحیح مسلم)

اور ابان بن ولید سے مروی ایک لمبی روایت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے

---

[1] والذى صح من أمر حمل الرأس ما ذكره البخارى فى صحيحه أنه حمل إلى عبيد الله بن زياد وجعل ينكت بالقضيب على ثناياه وقد شهد ذلك أنس بن مالك وفى رواية :أبى برزة الأسلمى وكلاهما كان بالعراق وقد ورد بإسناد منقطع أو مجهول :أنه حمل إلى يزيد .وجعل ينكت بالقضيب على ثناياه وأن أبا برزة كان حاضرا وأنكر هذا .وهذا كذب؛ فإن أبا برزة لم يكن بالشام عند يزيد وإنما كان بالعراق(مجموع الفتاوىٰ ،ج٢٧ص ٤٩٢، وص٤٩٣، كتاب الفقه، الجزء السابع: الزيارة، سئل عن زيارة قبر الحسين والسيدة نفيسة والصلاة عند الضريح)

قلت :والصحيح أنه لم يبعث برأس الحسين إلى الشام كما سيأتى (البداية والنهاية، ج٨، ص١٦٥، سنة ستين من الهجرة النبوية، صفة مخرج الحسين إلى العراق وما جرى له بعد ذلك)

بعد ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید بن معاویہ کو ایک خط میں یہ بات لکھ کر بھیجنے کا ذکر ہے کہ:

وَلٰكِنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَّكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يُسْتَحَلُّ بِهٖ حَرَمُ اللّٰهِ، وَحَرَمُ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحُرْمَةُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ، فَطَلَبَ إِلَيْكُمُ الْحُسَيْنُ الْمُوَادَعَةَ، وَسَأَلَكُمُ الرَّجْعَةَ، فَاغْتَنَمْتُمْ قِلَّةَ نُصَّارِهٖ، وَاسْتِئْصَالَ أَهْلِ بَيْتِهٖ، كَأَنَّكُمْ تَقْتُلُوْنَ أَهْلَ بَيْتٍ مِنَ التُّرْكِ، أَوْ كَابُلَ

(المعجم الكبير، للطبرانی، ج۱۰ ص ۲۴۱، رقم الحديث ۱۰۵۹۰)

ترجمہ: لیکن انہوں (یعنی حسین رضی اللہ عنہ) نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم، اور بیتِ حرام کی حرمت کو حلال (و پامال) کیا جائے، پھر حضرت حسین نے تم سے مصالحت کرنا چاہی، اور تم سے واپس لوٹنے کا سوال کیا، لیکن تم نے ان کے مددگاروں کے کم ہونے، اور ان کے اہلِ بیت کے استیصال (اور ان کا صفایا کرنے) کو غنیمت سمجھا، گویا کہ تم اہلِ ترک، یا کابل کے گھر والوں کو قتل کر رہے ہو (طبرانی)

تاہم اس روایت کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، جن کا تعارف نہیں کہ وہ کون اور کس نوعیت کے ہیں۔

اس لئے اس مضمون کی تصدیق کرنا مشکل ہے۔ [1]

اور منذر ثوری سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا حُسَيْنًا وَمَنْ قُتِلَ مَعَهٗ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ: قُتِلَ مَعَهٗ سَبْعَةَ عَشَرَ شَابًّا، كُلُّهُمْ اِرْتَكَضَ فِيْ رَحِمِ فَاطِمَةَ

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی، وفيه جماعة لم أعرفهم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۰۸۲، باب فيما كان من أمر ابن الزبير)

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا(المعجم الکبیر للطبرانی، ج۳ص ۱۱۹ ،رقم الحدیث ۲۸۵۵) [1]

ترجمہ: جب ہم حضرت حسین، اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کا ذکر کیا کرتے تھے، تو محمد بن حنفیہ کہا کرتے تھے کہ حضرت حسین کے ہمراہ سترہ نوجوان شہید ہوئے، جو سب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رحم سے تعلق رکھتے تھے (طبرانی)

اور محمد بن علی سے روایت ہے کہ:

قُتِلَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ اِبْنُ ثَمَانٍ وَخَمْسِیْنَ

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج۳ص ۱۰۳ ،رقم الحدیث ۲۸۰۴) [2]

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی، تو ان کی عمر اٹھاون سال تھی (طبرانی)

اور علی بن حسین سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنِیْ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا، قَبْلَ قَتْلِہٖ بِیَوْمٍ،قَالَ:إِنَّ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ کَانَ لَھُمْ مَلِکٌ، فَذَکَرَ فِیْ قَتْلِ یَحْیَی بْنِ زَکَرِیَّا عَلَیْہِ السَّلَامُ حَدِیْثًا طَوِیْلًا (الآحاد والمثانی،لا بن أبی عاصم،رقم الحدیث ۴۳۰،ومن ذکر الحسین بن علی رضی اللہ عنہما ویکنی أبا عبد اللہ) [3]

ترجمہ: مجھ سے حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل ہونے سے ایک دن پہلے فرمایا کہ بے شک بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا، پھر حضرت حسین نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے قتل کی لمبی حدیث ذکر کی (طبرانی)

---

[1] قال الھیثمی:رواہ الطبرانی بإسنادین، ورجال أحدھما رجال الصحیح .(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۵۱۷۰ ،باب مناقب الحسین بن علی علیھما السلام)

[2] قال الھیثمی:رواہ الطبرانی، ورجالہ رجال الصحیح(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۵۱۷۱ ، باب مناقب الحسین بن علی علیھما السلام)

[3] قال الھیثمی:رواہ الطبرانی، وإسنادہ جید(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۱۵۱۳۴ ،باب مناقب الحسین بن علی علیھما السلام)

مطلب یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں بادشاہ، نبیوں تک کو قتل کر دیا کرتے تھے، اس لئے اگر ہمیں کوئی حکومت کی طاقت رکھنے والا قتل کر دے، تو کوئی عجیب بات نہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّيْ قَتَلْتُ بِيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا سَبْعِينَ أَلْفًا، وَإِنِّيْ قَاتِلٌ بِابْنِ اِبْنَتِكَ سَبْعِيْنَ أَلْفًا وَسَبْعِيْنَ أَلْفًا .هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ الشَّافِعِيِّ، وَفِي حَدِيْثِ الْقَاضِي أَبِيْ بَكْرِ بْنِ كَامِلٍ: إِنِّيْ قَتَلْتُ عَلٰى دَمِ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا، وَإِنِّي قَاتِلٌ عَلٰى دَمِ اِبْنِ اِبْنَتِكَ (المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۴۸۲۲، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، أول فضائل أبی عبد الله الحسین بن علی الشهید رضی الله عنهما ابن فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی آله)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلہ میں ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا تھا، اور میں آپ کی بیٹی کے بیٹے (یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کے بدلہ میں ستر ہزار، اور ستر ہزار کو قتل کروں گا۔

یہ حدیثِ شافعی کے الفاظ ہیں، اور قاضی ابی بکر بن کامل کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلہ میں بھی قتل کیا تھا، اور میں آپ کی بیٹی کے بیٹے کے خون کے بدلہ میں بھی قتل کروں گا (حاکم)

امام حاکم اور حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [1]

لیکن بعض حضرات نے حبیب بن ابی ثابت کے عنعنہ وتدلیس کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

ابنِ ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الحاکم: هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه .
وقال الذهبی: علی شرط مسلم.

قَالَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ أَحَسَّ بِالْقَتْلِ: اِئْتُوْنِيْ ثَوْبًا لَا يَرْغَبُ فِيْهِ أَحَدٌ أَجْعَلُهُ تَحْتَ ثِيَابِيْ لَا أُجَرَّدُ، فَقِيْلَ لَهُ: تُبَّانٌ؟ فَقَالَ: لَا، ذٰلِكَ لِبَاسُ مَنْ ضُرِبَتْ عَلَيْهِ الذِّلَّةُ، فَأَخَذَ ثَوْبًا فَمَزَّقَهُ، فَجَعَلَهُ تَحْتَ ثِيَابِهٖ، فَلَمَّا أَنْ قُتِلَ جَرَّدُوْهُ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۷، رقم الحديث ۲۸۵۰) [1]

ترجمہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے قتل کو محسوس کرلیا، تو فرمایا کہ تم میرے پاس ایسا کپڑا لاؤ، جس میں کسی کو رغبت نہ ہو، میں اس کو اپنے کپڑوں کے نیچے کرلوں گا، تاکہ میں ننگا نہ ہوسکوں (اور میرا ستر کسی کو دکھائی نہ دے) اس پر حسین رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا ''تبان'' (یعنی نیکر، یا جانگیا) دے دیں؟ تو حضرت حسین نے فرمایا کہ نہیں، وہ تو اس شخص کا لباس ہے، جس پر ذلت ماردی گئی (یعنی ذلیل آدمی کا لباس ہے) پھر حضرت حسین نے ایک کپڑے کو لیا، اور اس کو پھاڑ کر اپنے کپڑوں کے نیچے پہن لیا، پھر جب آپ کو قتل (وشہید) کردیا گیا، تو لوگوں نے اس کو اتار دیا (طبرانی)

کلبی سے روایت ہے کہ:

رَمَى رَجُلٌ الْحُسَيْنَ وَهُوَ يَشْرَبُ، فَشُلَّ شِدْقُهُ، فَقَالَ: لَا أَرْوَاكَ اللّٰهُ قَالَ: فَشَرِبَ حَتّٰى تَفَطَّرَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۴، رقم الحديث ۲۸۴۱) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے حسین رضی اللہ عنہ کو پانی پیتے ہوئے تیر مارا، جس سے آپ کے منہ کا ایک حصہ شل ہوگیا، تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھے سیراب نہ کرے، کلبی

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله إلى قائله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۳۹، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله إلى قائله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۳۶، باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے پانی پیا، تو اس کا پیٹ پھٹ گیا (طبرانی)

ابورجاعطاردی سے روایت ہے کہ:

لَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا وَلَا أَهْلَ هٰذَا الْبَيْتِ، فَإِنَّ جَارًا لَنَا مِنْ بَلْهُجَيْمٍ ،قَالَ: أَلَمْ تَرَوْا إِلٰى هٰذَا الْفَاسِقِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَرَمَاهُ اللّٰهُ بِكَوْكَبَيْنِ فِيْ عَيْنَيْهِ، فَطَمَسَ اللّٰهُ بَصَرَهُ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۲، رقم الحديث ۲۸۳۰) [1]

ترجمہ: تم علی رضی اللہ عنہ کو برا مت کہو، اور نہ ہی اہلِ بیت کو برا کہو، کیونکہ بلھجیم قبیلہ کا ہمارا ایک پڑوسی تھا، جس نے یہ کہا تھا کہ تم اس فاسق حسین بن علی کو دیکھو، جسے اللہ نے قتل کردیا، پھر اللہ نے اس کی آنکھوں میں دو ستارے پھینک مارے، اور اللہ نے اس کی آنکھ کو دھنسا دیا (طبرانی)

امام اعمش کہتے ہیں کہ:

خَرِءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ أَسَدٍ عَلٰى قَبْرِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: فَأَصَابَ أَهْلَ ذٰلِكَ الْبَيْتِ خَبْلٌ وجُنُوْنٌ وَجُذَامٌ وَمَرَضٌ وفَقْرٌ

(المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۲۰، رقم الحديث ۲۸۶۰) [2]

ترجمہ: بنی اسد کے ایک آدمی نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی قبر پر غلاظت ڈال دی، تو اس گھر کے لوگوں پر خبط، جنون، کوڑھ پن، اور بیماری، اور فقر وفاقہ مسلط ہوگیا (طبرانی)

اور ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ:

لَوْ كُنْتُ فِيْمَنْ قَتَلَ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، ثُمَّ غُفِرَ لِيْ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۵۷، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۶۸، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

www.idaraghufran.org

الْـجَـنَّةَ، اِسْتَـحْيَيْتُ أَنْ أَمُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْظُرَ فِيْ وَجْهِيْ(المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۲ ،رقم الحديث ۲۸۲۹) [1]

ترجمہ: اگر میں حسین بن علی کے قتل کرنے والوں میں ہوتا، پھر میری مغفرت کردی جاتی، پھر مجھے جنت میں داخل بھی کردیا جاتا، تو مجھے اس بات سے حیاء آتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذروں، اور آپ میرے چہرہ کو دیکھیں (طبرانی)

اور امام شعبی سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ رِجَالًا نَزَلُوْا مِنَ السَّمَاءِ مَعَهُمْ حِرَابٌ يَتَتَبَّعُوْنَ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَمَا لَبِثْتُ أَنْ نَّزَلَ الْمُخْتَارُ فَقَتَلَهُمْ

(المعجم الكبير، للطبرانی، ج۳ص ۱۱۳ ،رقم الحديث ۲۸۳۳) [2]

ترجمہ: میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ آسمان سے نازل ہوئے، جن کے ساتھ اسلحہ تھا، وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا پیچھا کررہے تھے، پس میں کچھ ہی دیر ٹھہرا کہ مختار ثقفی نازل ہوا، اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو قتل کردیا (طبرانی)

عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، وَإِذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُدَّامَهُ عَلٰى تُرْسٍ، فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثْتُ إِلَّا قَلِيْلًا حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَى الْمُخْتَارِ، فَإِذَا رَأْسُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ عَلٰى تُرْسٍ، فَوَاللّٰهِ مَا

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۴۷ ،باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۵۱ ، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

لَبِثْتُ إِلَّا قَلِيلًا حَتّٰى دَخَلْتُ عَلٰى مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَإِذَا رَأْسُ الْمُخْتَارِ عَلٰى تُرْسٍ، فَوَاللّٰهِ مَا لَبِثْتُ إِلَّا قَلِيلًا حَتّٰى دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ، وَإِذَا رَأْسُ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَلٰى تُرْسٍ (المعجم الكبير، للطبرانی، ج۳ص ۱۲۵ ،رقم الحديث ۲۸۷۷) [1]

ترجمہ: میں عبیداللہ بن زیاد کے یہاں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا سر اس کے سامنے ڈھال پر رکھا ہوا ہے۔

پھر اللہ کی قسم! میں تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرنے کے بعد مختار (بن ابی عبید ثقفی) کے یہاں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ عبیداللہ بن زیاد کا سر ڈھال پر (مختار بن ابی عبید کے سامنے) رکھا ہوا ہے، پھر اللہ کی قسم! میں تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرنے کے بعد (عبداللہ بن زبیر کے بھائی) مصعب بن زبیر کے یہاں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ مختار بن ابی عبید کا سر (مصعب بن زبیر کے سامنے) ڈھال پر رکھا ہوا ہے، پھر میں اللہ کی قسم! تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرنے کے بعد عبدالملک بن مروان کے یہاں داخل ہوا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ مصعب بن زبیر کا سر (عبدالملک بن مروان کے سامنے) ڈھال پر رکھا ہوا ہے (طبرانی)

اور امام طبرانی نے زکریا بن یحییٰ ساجی سے، انہوں نے محمد بن مثنیٰ سے، انہوں نے ضحاک بن مخلد سے، انہوں نے ابنِ جریج سے، اور انہوں نے ابنِ شہاب زہری سے روایت کیا ہے کہ:

مَا رُفِعَ بِالشَّامِ حَجَرٌ يَوْمَ قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَّا عَنْ دَمٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۳ ،رقم الحديث ۲۸۳۵)

ترجمہ: جس دن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، اس دن شام کے علاقہ میں

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وأبو يعلى بنحوه، وقال: ما كان لهؤلاء عمل إلا الرء وس. ورجال الطبرانی ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۵۳ ،باب مناقب الحسين بن على عليهما السلام)

جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا، تو اس جگہ خون ہوتا تھا (طبرانی)

اس روایت کی سند معتبر ہے۔

ممکن ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اور معصوم اصحابِ اہلِ بیت کے مظلومانہ قتل کی علامت کے طور پر اللہ کی طرف سے ایسا منظر دکھایا گیا ہو۔ [1]

اور امام طبرانی نے محمد بن عبداللہ حضرمی سے، انہوں نے ابو خالد یزید بن مہران سے، انہوں نے اسباط بن محمد سے اور انہوں نے ابوبکر ذہلی سے، اور انہوں نے زہری سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ:

لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُرْفَعْ حَجَرٌ بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ إِلَّا وُجِدَ تَحْتَهُ دَمٌ عَبِيْطٌ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص۱۱۳، رقم الحديث ۲۸۳۴)

ترجمہ: جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا، تو بیت المقدس میں، جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا، تو اس جگہ گاڑھا خون ہوتا تھا (طبرانی)

اس روایت کے راویوں کو اگرچہ علامہ ہیثمی نے ثقہ کہا ہے۔ [2]

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ابوبکر ہذلی، نام کے راوی کو بعض حضرات نے ضعیف، بعض نے شدید ضعیف، متروک اور بعض نے کذاب وجھوٹا تک بھی کہا ہے۔

اس لئے مذکورہ روایت معتبر نہیں۔ [3]

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۶۰، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

[2] رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۵۱۵۹، باب مناقب الحسين بن علی عليهما السلام)

[3] أبو بكر الهذلی قيل اسمه سلمی بضم المهملة ابن عبد الله وقيل روح أخباری متروك الحديث (تقريب التهذيب، ص۶۲۵، رقم الترجمة ۸۰۰۲، باب الكنی، حرف الباء الموحدة) لم يرضه يحيى القطان. وقال ابن معين: ليس بشیء. وقال أحمد: ضعيف. وقال البخاری: ليس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ایک اور سند سے حضرت زہری سے اس طرح کا مضمون بیت المقدس کی زمین کے متعلق مروی ہے۔ [1]

تاہم اس کی سند میں بھی کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ [2]

ابوحنیفہ دینوری (المتوفیٰ: 281 ہجری) جو ثقہ ومعتبر حضرات، اوران علمائے مسلمین میں سے ہیں، جنہوں نے عرب کے مختلف شہروں کی تحقیق وجستجو کے لئے اسفار کیے، جن میں مکہ مکرمہ سے لے کر مدینہ منورہ، اور بغداد وفلسطین جیسے مشہور علاقے شامل ہیں، اورانہوں نے بصرہ وکوفہ کے معتبر حضرات اور بطور خاص ابنِ سکیت سے روایات کو اخذ کیا ہے، اور فقہی مذہب میں ان کا شمار طبقاتِ حنفیہ میں کیا جاتا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

بالحافظ عندهم .وأما غندر، فقال: كذاب.يقال: مات سنة سبع وستين(تاريخِ الاسلام للذهبی، ج۴، ص۵۵۶،تحت ترجمة :ابو بكر الهذلی، رقم الترجمة ۴۶۰)

وقال عباس الدوری ، عن يحيى بن معين: ليس بشیء.وقال فی موضع آخر:ليس بثقة.

وقال أبو بكر بن أبی خيثمة ، عن يحيى بن معين: ليس بشیء.وقال أيضا عن يحيى: كان غندر يقول: كان أبو بكر الهذلی إمامنا وكان يكذب .وقال أبو زرعة :ضعيف .وقال أبو حاتم:لين الحديث، يكتب حديثه ولا يحتج به.وقال النسائی: ليس بثقة ولا يكتب حديثه .قال أبو بكر بن أبی عاصم: مات سنة سبع وستين ومئة(تهذيب الكمال،للمزی، ج۳۳، ص ۱۶۰ ، رقم الترجمة ۷۶۶۸، كتاب الكنی،باب الباء)

[1] حدثنا علی بن عبد العزيز، ثنا إبراهيم بن عبد الله الهروی، أنا هشيم، ثنا أبو معشر، عن محمد بن عبد الله بن سعيد بن العاص، عن الزهری، قال: قال لی عبد الملک بن مروان: أی واحد أنت إن أخبرتنی أی علامة كانت يوم قتل الحسين بن علی؟ قال: قلت: لم ترفع حصاة ببيت المقدس إلا وجد تحتها دم عبيط .فقال عبد الملک: إنی وإياک فی هذا الحديث لقرينان(المعجم الكبير للطبرانی، ج۳ص ۱۱۹ ،رقم الحديث ۲۸۵۶)

[2] نجيح ابن عبد الرحمن السندی بكسر المهملة وسكون النون المدنی أبو معشر مولی بنی هاشم مشهور بكنيته ضعيف من السادسة أسن واختلط مات سنة سبعين ومائة ويقال كان اسمه عبد الرحمن ابن الوليد ابن هلال(تقريب التهذيب،ص ۵۵۹، رقم الترجمة ۷۱۰۰،حرف النون)

[3] أحمد بن داود بن ونند أبو حنيفة الدينوری أخذ عن البصريين والكوفيين وأكثر عن ابن السكيت وكان نحويا لغويا مهندسا منجما حاسبا راوية ثقة فيما يرويه ويحكيه وتوفی فی جمادی الأولی سنة اثنين وثمانين ومائتين وقيل سنة تسعين وقيل سنة إحدی وثمانين (الوافی بالوفيات، للصفدی، ج۶، ص۲۳۳، تحت ترجمة "أبو حنيفة الدينوری")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابوحنیفہ دینوری نے اپنی تالیف ’’ اخبار الطوال ‘‘میں نہایت تحقیق وجستجو کے بعد تفصیل کے ساتھ اس موضوع کو لفظ بلفظ اور نام بنام بیان کیا ہے، اور اہم مکتوبات کے مضامین کو بھی نقل کیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے نہایت جان فشانی کے ساتھ اس قضیہ کے جزئیات اور واقعات کو جمع واکٹھا کر کے سلیقہ کے ساتھ مرتب کیا ہے، ان کا بیان تو بہت طویل ہے، اس لئے ہم اختصار کے ساتھ اس کے اہم اقتباسات کو نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ ابوحنیفہ دینوری ’’ اخبار الطوال ‘‘میں فرماتے ہیں:

ومات معاویه وعلی المدینة الولید بن عتبة بن ابی سفیان، وعلی مکة یحیی بن حکیم بن صفوان بن امیه، وعلی الکوفه النعمان بن بشیر الأنصاری، وعلی البصره عبید الله بن زیاد(الأخبار الطوال، ص ۲۲۷، مبایعة یزید)

ترجمہ: اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، اس وقت مدینہ منورہ پر ’’ولید بن عتبہ بن ابی سفیان‘‘ اور مکہ پر ’’یحییٰ بن حکیم بن صفوان بن امیہ‘‘ اور کوفہ پر ’’نعمان بن بشیر انصاری‘‘ اور بصرہ پر ’’عبیداللہ بن زیاد‘‘ گورنر مقرر تھے (بعد میں یزید نے کوفہ کی گورنری، نعمان بن بشیر سے لے کر، عبیداللہ بن زیاد کو حوالہ کردی تھی) (اخبار الطّوال)

اور ابوحنیفہ دینوری ’’ اخبار الطوال ‘‘میں ہی فرماتے ہیں:

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

أبو حنیفة أحمد بن داود الدینوری:العلامة، ذو الفنون، أبو حنیفة، أحمد بن داود الدینوری، النحوی، تلمیذ ابن السکیت .صدوق، کبیر الدائرة، طویل الباع، ألف فی النحو واللغة والهندسة والهیئة والوقت، وأشیاء .مات فی جمادی الأولی سنة اثنتین وثمانین ومائتین .

له کتاب :(النبات) کبیر جمیع، وکتاب :(الأنواء) ، وغیر ذلک.وقیل :کان من کبار الحنفیة(سیر اعلام النبلاء،للذهبی،ج۱۳،ص۴۲۲، رقم الترجمة ۲۸، الطبقة الخامسة عشرة)

أحمد بن داود، أبو حنیفة الدینوری النحوی:صاحب ابن السکیت .ثقة، بارع الأدب، کثیر الفنون، کبیر الدائرة، طویل النفس .له مصنفات عدیدة فی العربیة واللغة والهندسة والهیئة، والوقت، وغیر ذلک.ذکره الوزیر القفطی، قال :توفی لأربع بقین من جمادی الأولی سنة اثنتین وثمانین ومائتین(تاریخ الإسلام ،للذهبی،ج۶،ص۶۷۲،۶۷۳، رقم الترجمة ۲۸،الطبقة التاسعة والعشرون، الحوادث، حرف الالف)

www.idaraghufran.org

ولما بلغ اهل الكوفه وفاة معاوية وخروج الحسين بن على الى مكة اجتمع جماعه من الشيعة فى منزل سليمان بن صرد، واتفقوا على ان يكتبوا الى الحسين يسالونه القدوم عليهم، ليسلموا الأمر اليه، ويطردوا النعمان بن بشير، فكتبوا اليه بذلک، ثم وجهوا بالكتاب مع عبيد الله بن سبيع الهمدانى وعبد الله بن وداک السلمى، فوافوا الحسين رضى الله عنه بمكة لعشر خلون من شهر رمضان، فأوصلوا الكتاب اليه.

ثم لم يمس الحسين يومه ذلک حتى ورد عليه بشر بن مسهر الصيداوى، وعبد الرحمن بن عبيد الارحبى، ومعهما خمسون كتابا من اشراف اهل الكوفه ورؤسائها كل كتاب منها من الرجلين والثلاثة والأربعة بمثل ذلک.

فلما اصبح وافاه هانى بن هانى السبيعى وسعيد بن عبد الله الخثعمى، ومعهما أيضا نحو من خمسين كتابا.

فلما امسى أيضا ذلک اليوم ورد عليه سعيد بن عبد الله الثقفى ومعه كتاب واحد من شبث بن ربعى، وحجار بن ابجر، ويزيد بن الحارث، وعروه بن قيس، وعمرو ابن الحجاج، ومحمد بن عمير بن عطارد،

وكان هؤلاء الرؤساء من اهل الكوفه فتتابعت عليه فى ايام رسل اهل الكوفه ومن الكتب ما ملا منه خرجين.

فكتب الحسين اليهم جميعا كتابا واحدا، ودفعه الى هانء بن هانء، وسعيد ابن عبد الله، نسخته:

بسم الله الرحمن الرحيم، من الحسين بن على الى من بلغه كتابى هذا، من اوليائه وشيعته بالكوفه، سلام عليكم، اما بعد، فقد أتتنى كتبكم، وفهمت ما ذكرتم من محبتكم لقدومى عليكم، وانى باعث إليكم بأخى وابن عمى وثقتى من اهلى مسلم بن عقيل ليعلم لى كنه امركم، ويكتب الى بما يتبين له من اجتماعكم، فان كان امركم على ما أتتنى به كتبكم، وأخبرتنى به رسلكم اسرعت القدوم عليكم ان شاء الله، والسلام.

وقد كان مسلم بن عقيل خرج معه من المدينة الى مكة، فقال له الحسين :يا ابن عم، قد رايت ان تسير الى الكوفه، فتنظر ما اجتمع عليه راى أهلها، فان كانوا على ما أتتنى به كتبهم، فعجل على بكتابک لاسرع القدوم

علیک، وان تکن الاخری، فعجل الانصراف (الأخبار الطوال، ص ۲۲۹ و ۲۳۰، مقتل الحسین،اهل الکوفة والحسین)

ترجمہ: اور جب اہلِ کوفہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات، اور حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ کی طرف جانے کی خبر پہنچی، تو (کوفہ کے) شیعہ (اور حضرت حسین سے محبت کا اظہار کرنے والوں) کی ایک جماعت ''سلیمان بن صرد'' کے گھر میں جمع ہوئی۔ [1] اور ان سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضرت حسین کو خط لکھ کر اپنے پاس آنے کی دعوت دیں، تاکہ وہ حکومت کو ان کے حوالہ کریں، اور نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ (جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت سے تا حال کوفہ کے گورنر مقرر تھے) کو ٹھکرا دیں (اور ان کی گورنری کو رَد کر دیں) پس انہوں

---

[1] حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے ''سلیمان بن صرد'' کے متعلق فرمایا کہ یہ صحابی تھے، اور یہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے، اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگِ صفین میں شریک ہوئے، اور یہ حضرت حسین کو کوفہ دعوت دینے والوں میں سے تھے، لیکن جب حضرت حسین وہاں آئے، تو انہوں نے ان کے ساتھ قتال نہیں کیا، جس کے بعد ان کو اپنے اس فعل پر ملامت ہوئی، اور انہوں نے بعد میں سَن چھیاسٹھ ہجری میں عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ قتال کیا، لیکن وہ شہید ہو گئے۔

سلیمان ابن صرد بضم المهملة وفتح الراء ابن الجون الخزاعی أبو مطرف الکوفی صحابی قتل بعین الوردة سنة خمس وستین ع (تقریب التهذیب، ص ۲۵۲، رقم الترجمة ۲۵۷۴ ''حرف السین'')

سلیمان "بن صرد بن الجون بن أبی الجون بن منقذ بن ربیعة بن أصرم بن حرام الخزاعی أبو مطرف الکوفی له صحبة روی عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم وعن أبی بن کعب وعلی بن أبی طالب والحسن بن علی وجبیر بن مطعم وعنه أبو إسحاق السبیعی ویحیی بن یعمر وعدی بن ثابت وعبد الله بن یسار الجهنی وأبو الضحی وغیرهم قال ابن عبد البر کان خیرا فاضلا وکان اسمه فی الجاهلیة فسماه النبی صلی الله علیه وآله وسلم سلیمان سکن الکوفة وکان له سن عالیة وشرف فی قومه وشهد مع علی صفین وکان فیمن کتب إلی الحسین یسأله القدوم إلی الکوفة فلما قدمها ترک القتال معه فلما قتل قدم سلیمان هو والمسیب بن نجبة الفزاری وجمیع من خذله وقالوا ما لنا توبة إلا أن نقتل أنفسنا فی الطلب بدمه فعسکروا بالنخیلة وولوا سلیمان أمرهم ثم ساروا فالتقوا بعبید الله بن زیاد بموضع یقال له عین الوردةفقتل سلیمان والمسیب ومن معهم فی ربیع الآخر سنة خمس وستین وقیل رماه یزید بن الحصین بن نمیر بسهم فقتله وحمل رأسه إلی مروان وکان سلیمان یوم قتل ابن "۹۳ "سنة قلت وذکر بن حبان أن قتله کان سنة "٦٧ "والأول أصح وأکثر (تهذیب التهذیب، ج۴، ص ۲۰۰، وص ۲۰۱، رقم الترجمة ۳۴۰، تابع لحرف السین، من اسمه ''سلیمان'')

www.idaraghufran.org

نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ایک تحریر لکھی، اور اس تحریر کو عبید اللہ بن سبیع ہمدانی، اور عبداللہ بن وداک سلمی کو بھیجا، جو حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں دس رمضان المبارک کو آ کر ملے، اور ان کو یہ تحریر پہنچائی۔

پھر اس دن حسین رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو چھوا تک بھی نہیں، یہاں تک کہ حضرت حسین کے پاس (کوفہ سے چل کر آنے والے) بشر بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبید ارحبی بھی پہنچ گئے، جن کے ساتھ اہلِ کوفہ کے معزز اور رئیس لوگوں کی پچاس تحریریں تھیں، ان میں اسی طرح کی ہر تحریر دو دو، تین تین، اور چار چار آدمیوں کی طرف سے تھی۔

پھر جب صبح ہوئی، تو حضرت حسین کے پاس ھانی بن ھانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ شعمی بھی پہنچ گئے، ان کے ساتھ بھی پچاس کے قریب تحریرات ومکتوبات تھے۔

پھر جب اسی دن کی شام ہوئی، تو حضرت حسین کے پاس سعید بن عبداللہ ثقفی بھی پہنچ گیا، جس کے ساتھ ایک تحریر شبث بن ربعی، اور حجار بن ابجر اور یزید بن حارث اور عروہ بن قیس اور عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر بن عطارد کی تھی، اور یہ کوفہ کے لوگوں کے روساء تھے، پس حضرت حسین کے پاس چند دن میں پے در پے اہلِ کوفہ کے پیغام رساں، اور ان کی اتنی تحریرات جمع ہوگئیں، جن سے دو تھیلے بھر گئے تھے۔

پھر ان سب اہلِ کوفہ کی طرف حضرت حسین نے صرف ایک تحریر کو بھیجا، اور یہ تحریر ھانیؓ بن ھانیؓ، اور سعید بن عبداللہ کو دی، جس کا مضمون یہ تھا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: حسین بن علی کی طرف سے، اس شخص کی طرف جس کو میرا یہ مکتوب پہنچے، کوفہ میں اس سے دوستی رکھنے، اور اس کے مددگاروں کی طرف، سلام ہو تم پر، **اما بعد!** پس بے شک میرے پاس تمہارے مکتوبات پہنچے، اور جو تم نے

میری تمہارے پاس آمد کی محبت کا ذکر کیا، اس کو میں نے سمجھا، اور میں اپنے چچازاد بھائی، اور اپنے گھر کے معتمد شخص ''مسلم بن عقیل'' کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، تاکہ وہ میرے متعلق تمہارے معاملہ کی حقیقت معلوم کرسکیں، اور ان کے سامنے جو بات تمہارے اجتماع کے متعلق ظاہر ہو، وہ میری طرف لکھ کر بھیج سکیں، پس اگر تمہارا معاملہ اسی طرح ہوا، جو تم نے مجھے لکھ کر بھیجا، اور مجھے تمہارے پیغام رساں لوگوں نے خبر دی، تو میں جلد ہی تمہاری طرف آنے کی کوشش کروں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، والسلام۔

اور مسلم بن عقیل حضرت حسین کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف گئے تھے، پس ان کو حضرت حسین نے فرمایا کہ اے میرے چچازاد بھائی میری رائے یہ ہے کہ تم کوفہ جاؤ، اور وہاں جا کر دیکھو کہ وہاں کے لوگوں کی اجتماعی رائے کیا ہے، پھر اگر وہ اسی حالت پر ہوں، جو انہوں نے مجھے لکھ کر بھیجی، تو میں جلد ہی آپ کے پیچھے آجاؤں گا، اور اگر کوئی دوسری حالت ہو، تو تم جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا (اخبار الطّوال)

اس کے بعد ابوحنیفہ دینوری نے جو تفصیل بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے بعد مسلم بن عقیل مکہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں سنگین گرمی اور پیاس اور سفر کی مشقت پیش آئی، جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت حسین کو لکھا کہ میرے لئے یہ سفر مشکل ہے، اس لئے آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس مقصد کے لئے بھیج دیں، جس کے جواب میں حضرت حسین کی طرف سے مسلم بن عقیل کو جواب میں تنبیہ کی گئی اور بزدلی سے بچنے، اور کسی بھی طرح کوفہ پہنچنے کا حکم دیا گیا، اس کے بعد مسلم بن عقیل کسی طرح کوفہ پہنچے اور ''مختار بن ابی عبیدہ'' کے گھر میں قیام کیا، جو بعد میں ''دارِ ابنِ مسیّب'' کے نام سے مشہور ہوا، اور پھر انہوں نے اس گھر میں کوفہ کے لوگوں کو بلا کر باری باری حضرت حسین کا خط سنایا، جس کی پورے کوفہ میں شہرت ہوگئی، اور اس کی خبر اس وقت کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی، جس کے

جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جب تک نظام میرے ہاتھ میں ہے، اس وقت تک میں صرف اسی سے قتال کروں گا، جو مجھ سے قتال کی پیش قدمی کرے گا، اور میں اسی پر چڑھائی کروں گا، جو مجھ پر چڑھائی کرے گا، اور جس کی طرف سے یزید کی بیعت کا توڑنا ظاہر ہوگا، صرف اسی سے قتال کروں گا، نعمان بن بشیر عافیت وسلامتی کے خواہش مند تھے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر، یزید کے معاونین ''مسلم بن سعید حضرمی اور عمارہ بن عقبہ'' نے یزید کو کوفہ کے حالات سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھ کر بھیجا، جس میں مسلم بن عقیل کی کوفہ میں حضرت حسین بن علی کے لئے دعوت کی غرض سے آمد، اور کوفہ کے لوگوں کے دلوں میں فساد پیدا کرنے، اور نعمان بن بشیر کے کمزور شخص ہونے، اور جلد از جلد ان کی جگہ کسی مضبوط آدمی کو گورنر مقرر کرنے کا کہا، جو یزید کی حکومت کو برقرار رکھنے میں موثر کردار اداء کرسکے، جب یہ خط یزید کے پاس پہنچا، تو اس نے مسلم بن عمر باہلی، ابی قتیبہ بن مسلم کے ذریعہ عبیداللہ بن زیاد کو، جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا، بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر بننے کا پروانہ جاری کیا، اور عبیداللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو پکڑ کر وہاں سے باہر بھگادے، بصورتِ دیگر اس کو قتل کردے۔

اسی دوران حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بصرہ شہر کے چند حضرات، منذر بن جارود وغیرہ کو بھی خط بھیجا تھا، جس کا عبیداللہ بن زیاد کو علم ہوگیا، اور اس نے بصرہ کی جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کرکے خطاب کیا، اور کہا کہ امیر المومنین یزید نے مجھے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی عامل بنادیا ہے، اور میں کوفہ جارہا ہوں، اور اپنے پیچھے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو نمائندہ بنا کر جارہا ہوں، پس تم اختلاف، اور پھوٹ ڈالنے سے بچنا، اگر مجھے تم میں کسی آدمی کے اختلاف اور پھوٹ ڈالنے کا پتہ چلا، تو میں اس کو اور اس کے مددگار کو قتل کردوں گا، اور پھر عبیداللہ بن زیاد اپنے ساتھ بصرہ کے چند اشراف، جیسا کہ شریک بن اعور بصری، اور منذر بن جارود وغیرہ کے ساتھ کوفہ پہنچا، جہاں لوگ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے، عبیداللہ بن زیاد کو

وہاں کے بعض لوگوں نے حضرت حسین سمجھ کر مرحبا کہا، جس سے عبیداللہ بن زیاد کو ان لوگوں کے طرزِ عمل کا اندازہ ہوا، اور اس نے کوفہ کی جامع مسجد میں آ کر لوگوں کو جمع کیا، اور لوگوں کو خطبہ دیا، اور کہا کہ امیر المومنین یزید نے مجھے تمہارے اس شہر کا عامل بنادیا ہے، اور مجھے تمہارے حصہ کا مال تم میں تقسیم کرنے، اور تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کرنے اور سننے اور اطاعت کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، اور نافرمانی اور شک پیدا کرنے والے پر سختی کرنے کا حکم دیا، جس پر میں عمل درآمد کروں گا، اور میں اطاعت کرنے والے کے لئے مشفق والد کی طرح، اور مخالفت کرنے والے کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوں گا، پس تم میں سے ہر ایک اپنی جان کی حفاظت کا سوچ لے، پھر وہ وہاں سے گورنر ہاؤس میں آ گیا، اور نعمان بن بشیر اپنے وطن شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب مسلم بن عقیل کو عبیداللہ بن زیاد کی آمد، اس کے خطبہ اور نعمان بن بشیر کی روانگی کا پتہ چلا، تو انہیں اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا، اور وہ رات کو عشاء کے بعد اپنی پہلی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی ایک محترم شخصیت ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' کی قیام گاہ میں چلے گئے، جس پر ھانیٔ بن عروہ نے کہا کہ تم نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا، بہتر تھا کہ تم میرے بجائے کسی اور جگہ چلے جاتے، اس دوران مسلم بن عقیل کوفہ کے لوگوں سے چھپ کر حضرت حسین کے لئے بیعت لیتے رہے، یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار افراد سے بیعت لے لی، اور عبیداللہ بن زیاد کو مسلم بن عقیل کے چھپنے کی جگہ کا پتہ نہیں چل سکا، پھر عبیداللہ بن زیاد نے اپنے ''معقل'' نامی شامی غلام کو ایک منصوبہ بندی کے تحت تیس ہزار درہم ایک تھیلی میں دے کر مسلم بن عقیل کا پتہ لگا کر ان تک یہ رقم پہنچانے کی ذمہ داری لگائی، جو مسلم بن عوسجہ نام کے شخص کے ذریعہ مسلم بن عقیل تک ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' کے گھر پہنچ گیا، اور مسلم بن عقیل کو یہ رقم دی، اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی، اور معقل نامی اس شخص نے مسلم بن عقیل کے پاس آمد ورفت شروع کردی، اور مسلم بن عقیل کی تمام نقل وحرکت کا پتہ لگا کر، عبیداللہ بن زیاد کو تمام صورتِ حال کی خبر دے

دی، جس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' کو بلا کر اس سے اس طرزِ عمل کی شکایت کی، اور مسلم بن عقیل کو اپنے پاس حاضر کرنے کا کہا، جس سے ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں اپنے مہمان کو قتل کے لئے آپ کے سامنے پیش نہیں کرسکتا، جس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' کو قتل کردیا، جب مسلم بن عقیل کو ''ھانیٔ بن عروہ مذحجی'' کے قتل ہونے کا پتہ چلا، تو اپنے سے بیعت کرنے والے لوگوں کو مدد کے لئے جمع کیا، اور ان سے معاونت ومدد کا عہد لیا، اور عبید اللہ بن زیاد کے گورنر ہاؤس کا محاصرہ کرلیا، جن کو عبید اللہ بن زیاد کے ساتھیوں نے شام تک گورنر ہاؤس کے قریب آنے سے روکے رکھا، اور عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ جو کوفہ کے شرفا تھے، جن میں کثیر بن شہاب، اور محمد بن اشعث اور قعقاع بن شور، اور شبث بن ربعی اور شمر بن ذی الجوشن جیسے حضرات شامل تھے، ان کے ذریعہ گورنر ہاؤس کی دیواروں کے مختلف اطراف سے یہ اعلان کرایا کہ اے کوفہ کے لوگو اللہ سے ڈرو، اور فتنہ کے پھیلانے میں جلدی نہ کرو، اور اس امت کی اجتماعیت کے شیرازہ کو مت بکھیرو، اور اپنی جانوں پر شام کے گھوڑوں کو مسلط نہ کراؤ، تم ان کو آزما چکے ہو، اور ان کی طاقت کا تجربہ بھی کرچکے ہو، جب کوفہ کے لوگوں نے اس قسم کے اعلانات کو سنا، تو ہر ایک نے اپنے عزیز وقریب کو گورنر ھاؤس کے محاصرہ سے روکا، جس کی وجہ سے ایک ایک کرکے لوگ واپس چلے گئے، اور جب مسلم بن عقیل نے رات کو گورنر ہاؤس کے قریب والی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی، تو ان کے ساتھ صرف تیس کے قریب لوگ ہی باقی رہ گئے تھے، جس کی وجہ سے یہ لوگ وہاں سے واپس چلنے لگے، اور تھوڑی دور پہنچ کر سب لوگ مسلم بن عقیل کو چھوڑ کر چلے گئے، اور کوئی راستہ بتانے والا بھی مسلم بن عقیل کے ساتھ نہ رہا، جس سے مسلم بن عقیل خوف زدہ ہوگئے، اور راستہ میں ایک عورت اپنے گھر کے دروازہ پر اپنے بیٹے کا انتظار کررہی تھی، جب اس نے مسلم بن عقیل کو دیکھا، تو ان کے ساتھ خود بھی خوف زدہ ہوگئی، اور جلدی سے ان کو اپنے گھر میں داخل کرلیا، اسی دوران اس عورت کا بیٹا بھی آ گیا،

جس کو مسلم بن عقیل کا پتہ چل گیا، اور عورت نے مسلم بن عقیل کو چھپانے کا کہا۔

عبید اللہ بن زیاد کو مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں کے چلے جانے کا علم ہو گیا، اور عبید اللہ بن زیاد نے مسجد میں شمعیں روشن کرائیں، یہ دیکھ کر وہاں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے، پھر عبید اللہ بن زیاد نے لوگوں کو نماز پڑھائی، اور نماز کے بعد عبید اللہ بن زیاد اپنے محل میں چلا گیا، جب صبح ہوئی، تو عبید اللہ بن زیاد نے لوگوں کے لئے مجلس قائم کی، اور ان کے پاس لوگوں نے آنا شروع کیا، جن میں سب سے پہلے محمد بن اشعث آئے، جن کو عبید اللہ بن زیاد نے اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا، اور جس گھر میں مسلم بن عقیل چھپے ہوئے تھے، وہ محمد بن اشعث ہی کا گھر تھا، جن کو مسلم بن عقیل کے اپنے گھر میں چھپنے کا علم نہیں تھا، پھر محمد بن اشعث نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس آ کر اپنے گھر میں مسلم بن عقیل کے چھپنے کی خاموشی سے اطلاع دی، عبید اللہ بن زیاد نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے، انہوں نے اصل حقیقت بتلا دی، جس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ان کے ساتھ ان کے گھر سے مسلم بن عقیل کو پکڑ کر لانے کے لئے قریش کے سو افراد کو بھیجا، جب وہ گھر میں پہنچے، تو مسلم بن عقیل نے ان سے مقابلہ کیا، جس کے نتیجہ میں ان کو تیر لگا، اور زخمی حالت میں گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا، جہاں عبید اللہ بن زیاد کے ساتھ مختصر مکالمہ ہوا، اور عبید اللہ بن زیاد نے ان کو وصیت کرنے کی مہلت دی، جس پر انہوں نے عمر بن سعد کو وصیت کی کہ میرے قتل ہونے کے بعد میرا فلاں قرض اداء کر دینا، اور میری حالت کی حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے دینا، اور بتا دینا کہ یہاں کے جو لوگ اپنے آپ کو ان کے شیعہ و مددگار سمجھتے تھے، انہوں نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے، اور مجھ سے بیعت کرنے کے بعد اس کو توڑ دیا ہے، جو اٹھارہ ہزار افراد تھے، تاکہ حسین رضی اللہ عنہ، حرم کی طرف لوٹ کر وہیں مقیم ہو جائیں، اور اہلِ کوفہ سے دھوکہ نہ کھائیں۔

جبکہ اس سے پہلے مسلم بن عقیل، حضرت حسین کو یہاں آنے کی دعوت دے چکے تھے۔

جس کو سن کر عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو اس وصیت کی اطلاع دی، جس پر عبید اللہ بن

زیاد نے کہا کہ تمہیں ان کی وصیت کا افشاء نہیں کرنا چاہیے تھا، اور یہ امانت میں خیانت ہے، بہر حال اس کے بعد ذی الحجہ کی تیسری تاریخ، بروز منگل سَن ساٹھ ہجری کو عبید اللہ بن زیاد نے محل کی چھت پر لے جا کر احمر بن بکیر نامی شخص کے ہاتھوں سے مسلم بن عقیل کی گردن اڑوادی، اور ھانی بن ابی حیہ ہمدانی اور زبیر بن اروج تیمی کے ذریعہ مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ دونوں کے سر قلم کئے ہوئے تمام حالات لکھ کر یزید کو بھیج دیئے، جس کے جواب میں یزید بن معاویہ نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھ کر بھیجا کہ:

وقد بلغني ان الحسين بن علي قد فصل من مكة متوجها الى ما قبلك، فأدرك العيون عليه، وضع الارصاد على الطرق، وقم افضل القيام، غير الا تقاتل الا من قاتلك، واكتب الي بالخبر في كل يوم(الأخبار الطوال، ص ۲۴۲، مبايعة يزيد، قتل مسلم بن عقيل)

ترجمہ: اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حسین بن علی مکہ سے نکل چکے ہیں، اور تمہاری طرف آرہے ہیں، پس تم ان پر نظر رکھنا، اور راستہ پر پہرہ دار بٹھا دینا، اور اچھی طرح چوکس رہنا، البتہ تم قتال مت کرنا، سوائے اس کے جو تمہارے ساتھ قتال کرے (اسی کے ساتھ قتال کرنا) اور مجھے ہر دن کی خبر لکھ کر بھیجتے رہنا (اخبار الطّوال)

اور اسی مذکورہ دن میں ہی حضرت حسین بن علی، مکہ سے نکلے تھے۔

یزید کا مکتوب موصول ہونے کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے ''حصین بن نمیر'' کو کوفہ کے چار ہزار گھوڑ سواروں کے ساتھ بھیجا، اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ کوفہ کے قادسیہ نامی گاؤں سے لے کر قطقطانہ نام کے گاؤں تک پہرہ لگائیں، اور کوفہ کے کسی حصہ سے حجاز کی طرف کسی کو بھی نہ جانے دیں، سوائے ان لوگوں کے جو حج، یا عمرہ کرنے کے لئے جانا چاہیں، اور وہ جو حضرت حسین کے حمایتی ہونے کے ساتھ متہم نہ ہوں۔

ادھر جب حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل کی، وہ پہلے والی تحریر پہنچی، جس میں کوفہ کے بارہ ہزار افراد کے بیعت ہونے، اور کوفہ آنے، اور وہاں کے سب لوگوں کے حضرت حسین کے ساتھ ہونے، اور آلِ ابی سفیان کے ساتھ نہ ہونے کا ذکر تھا، تو انہوں نے کوفہ کی طرف چلنے کا

ارادہ اور تیاری کرلی، جس کی خبر عبداللہ بن عباس کو پہنچی، تو انہوں حضرت حسین کے پاس آ کر کہا کہ اے میرے چچازاد بھائی، مجھے تمہارے عراق کی طرف جانے کی خبر پہنچی ہے، جس پر حضرت حسین نے کہا کہ جی ہاں! جس پر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو جانے سے منع کیا، لیکن حضرت حسین نے فرمایا کہ اب تو میں پختہ ارادہ کر چکا ہوں، اور میرا جانا ضروری ہے، جس پر ابنِ عباس نے کہا کہ تم ایسی قوم کی طرف جارہے ہو، جس نے اپنے امیر کو ٹھکرادیا، اور ان کے شہروں کو ضبط کرلیا؟ اگر انہوں نے ایسا کیا ہو، تو کیا ان کے پاس جانا خوشی کی بات ہوسکتی ہے، اور اگر وہ تمہیں اپنی طرف بلارہے ہیں، اور ان کا امیر ان کے اوپر موجود ہے، جن کے کارندے اس سے محبت کرتے ہیں، تو وہ تمہیں جنگ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، اور مجھے ان سے خطرہ ہے کہ وہ تمہیں، اسی طرح رسوانہ کردیں، جس طرح تمہارے والد اور بھائی کو رسوا کیا تھا، جس پر حضرت حسین نے کہا کہ میں آپ کی بات پر غور کروں گا۔

اور عبداللہ بن زبیر کو جب حضرت حسین کے جانے کی خبر پہنچی، تو انہوں نے بھی جا کر حضرت حسین سے کہا کہ آپ اس حرم میں قیام رکھو، اور اپنے قاصدوں کو شہروں میں بھیجو، اور عراق میں اپنے شیعہ خیر خواہوں کو اپنے پاس بلالو، پھر جب آپ کی حکومت مضبوط ہوجائے، تو آپ یزید کے کارندوں کو اس شہرِ مکہ سے نکال دو، تو بہتر ہوگا، اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس مبارک حرم سے حکومت کا آغاز کرو، کیونکہ یہ تمام آفاق کے لوگوں کے جمع ہونے، اور حاضر ہونے کی جگہ ہے، تو مجھے امید ہے کہ اللہ کے حکم سے آپ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوجاؤ گے۔

تیسرے دن پھر ابنِ عباس نے حضرت حسین کے پاس آ کر کوفہ والوں کے قریب جانے سے منع کیا، اور ان کے دھوکہ باز قوم ہونے سے آگاہ کیا، اور ان کو مکہ میں ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیا، بصورتِ دیگر ان کو یمن میں جانے کا مشورہ دیا، جس پر حضرت حسین نے ان کے ناصح مشفق ہونے کا اعتراف کیا، لیکن ساتھ ہی اپنے نکلنے کے عزم کرنے کا اظہار کیا، جس پر ابنِ عباس نے کہا کہ:

فان کنت لا محالہ سائرا، فلا تخرج النساء والصبیان، فانی لا آمن ان تقتل

کما قتل ابن عفان، وصبیته ینظرون الیه .قال الحسین :عم، ما اری الا الخروج بالأهل والولد(الأخبار الطوال،ص ۲۴۴ ،مبایعة یزید، خروج الحسین الی الکوفه)

ترجمہ: پھر بھی اگر تم جانا ضروری سمجھتے ہو، تو تم عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر مت جاؤ، کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ جس طرح عثمان بن عفان کو قتل کیا گیا، جن کو قتل ہوتے ہوئے، ان کے بچے دیکھ رہے تھے، اسی طرح تمہیں نہ قتل کر دیا جائے، جس پر حضرت حسین نے کہا کہ میں اپنے بچوں اور گھر والوں کے ساتھ ہی نکلنے کا ارادہ رکھتا ہوں (اخبار الطّوال)

اس کے بعد ابنِ عباس، حضرت حسین کے پاس سے چلے گئے، پھر عبداللہ بن زبیر کے پاس سے گذرتے ہوئے کہا کہ اے ابنِ زبیر! حسین کے نکلنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔

اور جب حضرت حسین مکہ سے نکلے، تو ان کے سامنے مکہ کے چند شرطے آئے، جن کے امیر عمرو بن سعید بن عاص تھے، اور کہا کہ امیر آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ واپس لوٹ جائیں، ورنہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے، لیکن حضرت حسین نہ رکے، اور دونوں طرف سے محاذ آرائی قائم ہوگئی، جس کی خبر عمرو بن سعید کو پہنچی، تو انہیں معاملہ بگڑنے کا خوف ہوا، اس لئے انہوں نے شرطوں (پولیس والوں) کو واپس بلالیا، پھر حضرت حسین تنعیم سے گذرے، تو یمن سے ایک اونٹوں کے قافلہ کو آتے ہوئے دیکھا، جو خضاب اور مہندی کو یزید بن معاویہ کے پاس لے جارہا تھا، حضرت حسین نے اس قافلہ سے وہ خضاب اور مہندی لے لی، اور اونٹوں والوں سے کہا کہ جو ہمارے ساتھ عراق جانا چاہتا ہے، تو ہمارے ساتھ چلے، ہم اسے پورا کرایہ دیں گے، اور جو ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہتا، تو ہم اس کو اتنا کرایہ دے دیں گے، جتنا اس نے سفر طے کرلیا ہے، تو ان میں سے بعض لوگ واپس چلے گئے، اور بعض ان کے ساتھ ہولئے۔

پھر حضرت حسین چلے اور مکہ کے داخلی راستہ صفاح کے قریب پہنچے، تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی، جو عراق سے مکہ کی طرف آرہا تھا، اس نے حضرت حسین کو سلام کیا، حضرت

حسین نے پوچھا کہ تم اہلِ عراق کو کس حال میں چھوڑ کر آئے؟ تو اس کے جواب میں فرزدق شاعر نے کہا کہ میں نے ان کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں، اور ان کی تلواریں تمہارے ساتھ نہیں ہیں، بلکہ تمہارے خلاف ہیں، پھر فرزدق نے ان کو الوداع کہا، اور حسین رضی اللہ عنہ آگے چلے گئے، اور بطنِ رمہ کے قریب پہنچ کر کوفہ والوں کو ایک مکتوب لکھ کر روانہ کیا، جس میں انہوں نے مسلم بن عقیل کے خط کے پہنچنے اور ان کی طرف سے بیعت کرنے پر ان کا شکریہ اداء کیا، اور ان کے پاس اپنے آنے سے آگاہ کیا، اور قیس بن مسہر کے ساتھ اس خط کو روانہ کیا، اس خط کو قادسیہ مقام میں حصین بن نمیر نے لے کر اس کو عبیداللہ بن زیاد کی طرف بھیج دیا، جس کو پڑھ کر عبیداللہ بن زیاد کو غصہ آ گیا، اور اس نے قیس بن مسہر کو مار دیا، اور حسین رضی اللہ عنہ بطنِ رمہ سے آگے بڑھے، تو ان کی عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی، جو عراق سے واپس آ رہے تھے، انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، اور ان سے سفر کے متعلق معلوم کیا، حضرت حسین نے کوفہ والوں کے خطوط کا، اور اپنے پاس بلانے کا بتلایا، جس پر عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ:

أنشدک الله ان لا تأتی الکوفه، فو الله لئن أتیتها لتقتلن (الأخبار الطوال، ص ۲۴۶، مبایعة یزید، خروج الحسین الی الکوفه)

ترجمہ: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم کوفہ مت جاؤ، اگر تم وہاں گئے، تو وہ لوگ یقیناً تمہیں قتل کر دیں گے (اخبار الطّوال)

جس کے جواب میں حضرت حسین نے فرمایا کہ ہمیں وہی چیز پہنچے گی، جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔

پھر حضرت حسین آگے بڑھے، اور کچھ اور لوگوں سے ملاقات ہوئی، اور پھر آگے بڑھے، تو بنی اسد کے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی، جو کوفہ سے آ رہا تھا، اس نے حضرت حسین کو مسلم بن عقیل، اور ھانی بن عروہ کے قتل ہونے کی اطلاع دی، جس پر حضرت حسین نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، اور اللہ سے صبر وثواب کی دعاء کی، اس آدمی نے بھی حسین کو واپس

لوٹنے، اور کوفہ کے لوگوں سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی جان کی خلاصی کا مشورہ دیا، اور کہا کہ کوفہ میں آپ کا کوئی ساتھ دینے والا نہیں، اس پر حضرت حسین کے ساتھ سفر کرنے والے بنی عقیل کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے بھائی مسلم بن عقیل کی وفات کے بعد زندگی کی حاجت نہیں، اور ہم مرنے سے پہلے واپس نہیں لوٹیں گے، حضرت حسین نے کہا ان لوگوں کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں، اور یہ کہہ کر آگے بڑھے، جب زبالہ نامی جگہ پر پہنچے، تو ان سے محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کے پیغام رساں کی ملاقات ہوئی، جس نے ان کو اہلِ کوفہ کے مسلم بن عقیل سے بیعت کرنے کے بعد اس کو توڑنے اور رسوا کرنے اور قتل کرنے کا مکتوب حوالہ کیا، جس کے بعد حضرت حسین کو اس خبر کے سچا ہونے کا یقین آ گیا، اور مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ کے قتل ہونے پر رنج ہوا، پھر بطنِ عقیق کے پاس پہنچنے کے بعد بنی عکرمہ کے ایک آدمی سے حضرت حسین کی ملاقات ہوئی، اس نے بھی حضرت حسین کو کوفہ جانے، اور ان کے حضرت حسین کو دھوکہ دینے کا ذکر کیا، اور کہا کہ:

انصرف بنفسی أنت، فو الله ما تسیر الا الی الأسنة والسیوف، ولا تتکلن علی الذین کتبوا لک، فان أولئک أول الناس مبادره الی حربک (الأخبار الطوال، ص۲۴۸، مبایعة یزید، خروج الحسین الی الکوفه)

ترجمہ: آپ واپس لوٹ جائیں، میں اپنی طرف سے آپ کو کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! آپ کو نیزے اور تلواریں ہی میسر آئیں گی، اور تم ہرگز ان لوگوں پر توکل نہ کرو، جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے تھے، کیونکہ یہی لوگ سب سے پہلے آپ سے جنگ کریں گے (اخبار الطّوال)

حضرت حسین نے اس بنی عکرمہ کے شخص کی نصیحت پر شکریہ اداء کیا، اور اس کو جزائے خیر حاصل ہونے کی دعاء دی۔

اس کے بعد حضرت حسین آگے بڑھے، اور عسفان کے قریب پہنچے، اور پھر ایک پہاڑی کو عبور کیا، تو حر بن یزید تمیمی کے لشکر کا سامنا ہوا، جو ایک ہزار گھوڑ سواروں پر مشتمل تھا، انہوں نے

حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، اور سب نے حسین رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی، اور نماز کے بعد حضرت حسین نے اپنے آنے کے مقصد کو بتلایا کہ میں تمہاری دعوت، اور خطوط موصول ہونے پر یہاں آیا ہوں، اگر تم ہمیں قابلِ اطمینان طریقہ پر عہد ومیثاق دوگے، تو ہم کوفہ میں داخل ہوں گے، ورنہ میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں واپس لوٹ جاؤں گا، جس پر سب لوگ خاموش رہے، پھر جب عصر کی نماز کا وقت آیا، تو بھی سب نے حضرت حسین کی اقتداء میں نماز پڑھی، نماز کے بعد پھر حضرت حسین نے لوگوں کو پہلے کی طرح کا خطاب کیا، جس پر حر بن یزید نے حضرت حسین سے کہا کہ:

والله ما ندری ما هذه الکتب التی تذکر .فقال الحسین ع :ایتنی بالخرجین اللذین فیهما کتبهم.فاتی بخرجین مملوء ین کتبا، فنثرت بین یدی الحر واصحابه. فقال له الحر :یا هذا، لسنا ممن کتب إلیک شیئا من هذه الکتب، وقد امرنا الا نفارقک إذا لقیناک او نقدم بک الکوفه علی الأمیر عبید الله بن زیاد(الأخبار الطوال،ص ۲۴۹ ،مبایعة یزید، خروج الحسین الی الکوفه)

ترجمہ: اللہ کی قسم! تم جن خطوط کا ذکر فرمارہے ہو، ان کا ہمیں کچھ علم نہیں، جس پر حضرت حسین نے وہ تمام خطوط منگائے، جو دو بھرے ہوئے تھیلوں میں تھے، اور ان کو حر بن یزید، اور اس کے ساتھیوں کے سامنے پھیلا دیا، جس پر حر بن یزید نے حضرت حسین سے کہا کہ یہ خطوط ہم میں سے کسی کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، اور ہمیں تو (امیر کی طرف سے) یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم سے ملاقات کرنے کے بعد ہم تم سے الگ نہ ہوں، یا پھر ہم تمہیں کوفہ میں امیر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کریں (اخبار الطّوال)

جس پر حضرت حسین نے فرمایا کہ اس کے بجائے تو موت بہتر ہے، جس کے بعد حضرت حسین نے اپنا سامان باندھ کر حجاز کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا، تو حر بن یزید کے لشکر کے لوگ سامنے آگئے، جس پر حضرت حسین نے حر بن یزید سے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ حر بن یزید نے کہا کہ میں تم کو امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں، حضرت حسین

نے فرمایا کہ پھر تو جنگ ہی ہوگی، جب گفت وشنید بہت بڑھ گئی، تو حر بن یزید نے کہا کہ:

انی لم اومر بقتالک، وانما امرت الا افارقک، وقد رایت رایا فیه السلامة من حربک، وهو ان تجعل بینی وبینک طریقا، لا تدخلک الکوفه، ولا تردک الی الحجاز، تکون نصفا بینی وبینک حتی یأتینا رای الأمیر

(الأخبار الطوال، ص ۲۵۰، مبایعة یزید، خروج الحسین الی الکوفه)

ترجمہ: بے شک مجھے تم سے قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم سے جدا نہ ہوں، اور میری ایک رائے ہے، جس میں تمہاری جنگ سے سلامتی کی صورت ہے، وہ یہ ہے کہ تم میرے اور اپنے درمیان راستہ پیدا کرلو، تم کوفہ میں داخل مت ہو، اور حجاز میں بھی واپس نہ جاؤ، جس میں آدھی آپ کی اور آدھی میری بات پر عمل ہوجائے گا، یہاں تک کہ ہمارے پاس امیر عبیداللہ بن زیاد کی رائے نہ آجائے (اخبار الطّوال)

جس پر حضرت حسین نے کوفہ کے قریب تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالنے کی تجویز دی، اور دونوں فریقین نے ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر پڑاؤ ڈال لیا، اس کے بعد حضرت حسین نے تھوڑا دائیں طرف جاکر بنو مقاتل کے محل میں نزول کرلیا، وہاں پر کوفہ کے ایک شریف ''عبیداللہ بن حر جعفی'' کے خیمے بھی لگے ہوئے تھے، جس کو حضرت حسین نے اپنے پاس بلانا چاہا، جس کے جواب میں عبیداللہ بن حر جعفی نے کہا کہ میں کوفہ سے اس لئے نکلا ہوں کہ وہاں جنگ وجدل، اور ذلت ورسوائی بہت ہے، اور مجھے علم ہے کہ حضرت حسین کو وہاں قتل کردیا جائے گا، اور میں ان کی مدد نہیں کرسکوں گا، اور اس نے حضرت حسین کی مدد کرنے سے معذرت کرلی، جس کے بعد حضرت حسین بنو مقاتل کے محل سے چل دیئے، جن کے ساتھ حر بن یزید بھی تھا، حضرت حسین جوں ہی کھلی جگہ کی طرف چلنا چاہتے، تو حر بن یزید اس سے منع کردیتا، یہاں تک کہ کربلاء نام کی جگہ تک پہنچ گئے، یہاں پہنچ کر ''حر بن یزید'' کو عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے ایک مکتوب موصول ہوا، جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ جہاں تمہیں میرا یہ مکتوب

پہنچے، تم حسین کو وہیں پر روک دو، لیکن وہ پانی والی جگہ نہ ہو، اس مکتوب کو حضرت حسین نے بھی حر بن یزید سے لے کر پڑھا، اور فرمایا کہ تمہارے لئے امیر کے حکم کی تعمیل تو ضروری ہے، پھر حضرت حسین نے کسی گاؤں میں قیام کرنا چاہا، جس کی حر بن یزید نے امیر کے حکم کی خلاف ورزی ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی، بہر حال حضرت حسین کربلاء کے مقام پر تھے، اور ان کے سامنے حر بن یزید اور اس کا لشکر تھا، جو ان کو آگے جانے سے منع کر رہا تھا، جس پر حضرت حسین کے بعض ساتھیوں نے ان سے قتال کرنے کی تجویز دی، لیکن حضرت حسین نے فرمایا کہ:

فانی اکرہ ان ابداھم بقتال حتی یبدء وا (الأخبار الطوال، ص ۲۵۲، مبایعة یزید، نهایة الحسین)

ترجمہ: پس بے شک میں ان سے قتال کی ابتداء کرنے کو ناپسند کرتا ہوں، یہاں تک کہ وہ لوگ مجھ سے قتال کی ابتداء نہ کریں (اخبار الطّوال)

اور حر بن یزید نے کہا کہ یہاں سے نہرِ فرات قریب ہے، اس لئے آپ کا یہاں ٹھہرنا مناسب ہے، حسین رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کا نام معلوم کیا، جب پتہ چلا کہ اس جگہ کا نام کربلاء ہے، تو حضرت حسین نے فرمایا کہ:

ذات کرب وبلاء، ولقد مر ابی بهذا المکان عند مسیره الی صفین، وانا معه، فوقف، فسال عنه، فاخبر باسمه، فقال: هاهنا محط رکابهم، وهاهنا مهراق دمائهم، فسئل عن ذلک، فقال: ثقل لال بیت محمد، ینزلون هاهنا (الأخبار الطوال، ص ۲۵۳، مبایعة یزید، نهایة الحسین)

ترجمہ: کرب وبلاء والی جگہ ہے، اور میرے والد صفین جاتے وقت، یہاں سے گذرے تھے، اور میں ان کے ساتھ تھا، پھر وہ یہاں ٹھہرے تھے، اور اس جگہ کے بارے میں سوال کیا تھا، جب ان کو اس جگہ کے نام کی خبر دی گئی تھی، تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ”یہ ان کی سواریوں کی جگہ ہے، اور یہاں ان کا خون بہایا جائے گا، پھر ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تھا، تو انہوں نے فرمایا تھا کہ آلِ بیتِ محمد کے لئے

یہاں نزول کرنا بھاری گذرے گا (اخبار الطّوال)

پھر حضرت حسین نے اپنے ساز وسامان کو سواریوں سے اتارنے کا حکم فرمایا، اور اس جگہ ماہِ محرم سَن اکسٹھ ہجری کی یکم تاریخ بروز بدھ کو پڑاؤ ڈالا، جس کے دس دن بعد عاشوراء کے دن آپ کا قتل وشہادت ہوگئی۔

جب کربلاء میں نزول کے بعد اگلا دن ہوا، تو عمر بن سعد کو چار ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ یہاں موجود پایا، جس کو عبید اللہ بن زیاد نے مقامِ ری، اور دستبی اور دیلم کی سرحدوں کی نگرانی ذمہ لگائی تھی کہ اسی دوران حضرت حسین کا یہ واقعہ پیش آ گیا، جس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو حضرت حسین کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا، عمر بن سعد کو حضرت حسین سے مقابلہ کرنا، ناگوار گذرا، جس پر عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد سے ذمہ داری واپس لینے کی تنبیہ کی، جس کے بعد بالآخر عمر بن سعد اس کے لئے آمادہ ہوگیا۔

اور اپنے لشکر کو لے کر حضرت حسین کے پاس پہنچا، جس کے ساتھ حر بن یزید کا لشکر بھی شامل ہوگیا، پھر عمر بن سعد نے قرہ بن سفیان حنظلی سے کہا کہ تم حسین کے پاس جا کر معلوم کرو کہ تم کس مقصد سے آئے ہو، اس نے حضرت حسین سے جا کر معلوم کیا، تو حضرت حسین نے جواب دیا کہ:

ابلغه عنی ان اهل هذا المصر کتبوا الی یذکرون ان لا امام لهم، ویسألوننی القدوم علیهم، فوثقت بهم، فغدروا بی، بعد ان بایعنی منهم ثمانیة عشر الف رجل، فلما دنوت، فعلمت غرور ما کتبوا به الی اردت الانصراف الی حیثمنه اقبلت، فمنعنی الحر بن یزید، وسار حتی جعجع بی فی هذا المکان، ولی بک قرابة قریبه، ورحم ماسة، فاطلقنی حتی انصرف.

فرجع قره الی عمر بن سعد بجواب الحسین بن علی .فقال عمر :الحمد لله، والله انی لأرجو ان اعفی من محاربه الحسین.ثم کتب الی ابن زیاد یخبره بذلک.فلما وصل کتابه الی ابن زیاد کتب الیه فی جوابه:

قد فهمت کتابک، فاعرض علی الحسین البیعه لیزید، فإذا بایع فی جمیع من معه، فأعلمنی ذلک لیأتیک رأیی.

فلما انتهى كتابه الى عمر بن سعد قال :ما احسب ابن زياد يريد العافية. فأرسل عمر بن سعد بكتاب ابن زياد الى الحسين، فقال الحسين للرسول:لا اجيب ابن زياد الى ذلك ابدا، فهل هو الا الموت، فمرحبا به(الأخبار الطوال،ص ۲۵۳ و ۲۵۴ ،مبايعة يزيد،نهاية الحسين)

ترجمہ: عمر بن سعد کو میری طرف سے جا کر بتادو کہ اس کوفہ شہر کے لوگوں نے مجھے لکھ کر بھیجا، جس میں انہوں نے ذکر کیا کہ ان کا کوئی امام وحکمران نہیں، اور انہوں نے مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دی، پھر میں نے ان سے اس کا پختہ عہد کیا، پھر انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، باوجودیکہ ان میں سے اٹھارہ ہزار لوگوں نے مجھ سے بیعت کرلی تھی، پھر جب میں قریب پہنچا، تو مجھے ان کے مکتوبات کے دھوکہ پر مبنی ہونے کا علم ہوا، تو میں نے جہاں سے آیا، وہیں واپس جانے کا ارادہ کیا، لیکن مجھے حر بن یزید نے واپس جانے سے منع کیا، اور وہ میرے ساتھ رہا، یہاں تک کہ اس نے مجھے اس جگہ روک کر رکھ دیا، اور میری تم سے قریبی رشتہ داری ہے، اور رحم کا رشتہ ہے، تو تم مجھے آزاد چھوڑ دو، تاکہ میں واپس چلا جاؤں۔

حسین بن علی کا یہ جواب لے کر قرہ بن سفیان عمر بن سعد کے پاس واپس آیا۔

تو عمر بن سعد نے کہا کہ الحمد للہ! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں حسین کے مقابلہ سے محفوظ رہوں گا۔

پھر عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کو اس بات کی خبر لکھ کر بھیجی۔

جب عبید اللہ بن زیاد کے پاس عمر بن سعد کا مکتوب پہنچا، تو اس نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھے تمہارا مکتوب سمجھ آ گیا ہے، پس تم حسین پر یزید کے لئے بیعت کو پیش کرو، پھر جب وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ بیعت کرلیں، تو مجھے اس کی اطلاع کرو، تاکہ تم کو میری اگلی رائے پہنچے۔

پھر جب عبید اللہ بن زیاد کا مکتوب عمر بن سعد کے پاس پہنچا، تو عمر بن سعد نے کہا

کہ میں نہیں سمجھتا کہ عبیداللہ بن زیاد، عافیت چاہتا ہے، پھر عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کے مکتوب کو حضرت حسین کے پاس بھیج دیا، جس کو پڑھ کر حضرت حسین نے جواب دیا کہ میں عبیداللہ بن زیاد کی یہ بات کبھی بھی قبول نہیں کروں گا، پس یہ تو موت کے سوا کچھ بھی نہیں، پس اگر ایسا ہی ہے، تو مجھے موت ہی مبارک ہے (اخبار الطّوال)

جس کے بعد عمر بن سعد نے اس بات کو لکھ کر عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع کردی، جس پر عبیداللہ بن زیاد کو غصہ آ گیا، اور وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کے قریبی مقام ''نخیلہ'' کی طرف نکلا، پھر حصین بن نمیر اور حجار بن ابجر اور شبث بن ربعی اور شمر بن ذی الجوشن کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ عمر بن سعد کا اس کے حکم کے مطابق تعاون کریں۔

اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد جب کسی شخص کو مجمع کے ساتھ حضرت حسین سے قتال کے لئے بھیجتا، تو کربلاء تک پہنچتے ہوئے، تھوڑے افراد ہی باقی رہ پاتے تھے، وہ لوگ حضرت حسین سے قتال کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے، اور وہ لوگ ڈر کر کوفہ لوٹ جاتے تھے، جس کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے ''سوید بن عبدالرحمٰن منقری'' کو گھوڑوں کے ایک لشکر کے ساتھ کوفہ بھیجا، تاکہ وہ لوٹ کر جانے والے جس شخص کو بھی پائے، اسے پکڑ کر میرے پاس لائے، انہوں نے کوفہ کے محلّہ میں شام کے ایک آدمی کو پایا، جو اپنی میراث کو طلب کررہا تھا، جس کو پکڑ کر عبیداللہ بن زیاد کی طرف بھیج دیا، جس کو عبیداللہ بن زیاد نے قتل کردیا، اس کو دیکھ کر (بھاگنے والے) لوگ کوفہ سے واپس آ گئے۔

اسی دوران عبیداللہ بن زیاد کا ایک مکتوب عمر بن سعد کو پہنچا، جس میں حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی لینے کے لئے آنے سے منع کیا گیا تھا۔

جب عمر بن سعد کو عبیداللہ بن زیاد کا یہ حکم پہنچا، تو اس نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو پانی کے پاس نہ آنے دیں، اور یہ

واقعہ حضرت حسین کی شہادت سے تین دن پہلے، یعنی سات محرم کا ہے، اس کے بعد حضرت حسین، اوران کے ساتھی پیاسے ہوئے، جب پیاس کی شدت ہوئی، تو حضرت حسین نے اپنے بھائی عباس بن علی کو تیس گھوڑ سواروں، اور بیس پیدل لوگوں کو پانی لینے کے لئے بھیجا، جن میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ پانی کا مشکیزہ تھا، اور وہ پانی کے پاس پہنچے، پھر انہوں نے پانی سے منع کرنے والوں سے بحث ومباحثہ اور جدال کیا، اور شریعت کا واسطہ دیا، اور بہر حال کچھ مزاحمت کے بعد حضرت حسین کے ساتھی اپنے مشکیزوں میں پانی بھر کر لے گئے۔

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا کہ:

اما بعد، فانی لم ابعثک الی الحسین لتطاوله الأیام، ولا لتمنیه السلامة والبقاء، ولا لتکون شفیعه الی، فاعرض علیه، وعلی اصحابه النزول علی حکمی، فان أجابوک فابعث به وباصحابه الی، وان أبوا فازحف الیه، فانه عاق شاق، فان لم تفعل فاعتزل جندنا، وخل بین شمر بن ذی الجوشن وبین العسکر، فانا قد امرناک بأمرنا (الأخبار الطوال، ص ۲۵۵، مبایعة یزید، نهایة الحسین)

ترجمہ: امابعد: میں نے تمہیں حسین کی طرف اس لئے نہیں بھیجا کہ تم ان کے ساتھ زیادہ دن لگاؤ، اور نہ اس لئے بھیجا کہ تم حسین کی سلامتی اور بقا کی تمنا کرو، اور نہ اس لئے بھیجا کہ تم حسین کے میرے لئے سفارشی بنو، پس تم حسین اور ان کے ساتھیوں پر میرے (یزید کی بیعت کے) حکم کی تعمیل کو پیش کرو، پھر اگر وہ اس کو قبول کرلیں، تو تم ان کو ساتھیوں سمیت میرے پاس بھیج دو، اور اگر وہ اس سے انکار کریں، تو تم ان کی طرف پیش قدمی کرو، کیونکہ انہوں نے حکم کی نافرمانی کی اور اختلاف کیا، اور اگر تم ایسا نہ کرسکو، تو ہمارے لشکر سے الگ ہوجاؤ، اور لشکر کی باگ ڈور شمر بن ذی الجوشن کے حوالہ کردو، کیونکہ ہم تم کو اپنا حکم دے چکے (جس کی تم سے تعمیل نہیں ہوسکتی) (اخبار الطوال)

عبید اللہ بن زیاد کا یہ پیغام موصول ہونے کے بعد عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو پکارا کہ حسین کی

طرف مقابلہ کے لئے چلو، پھر وہ حضرت حسین کے پاس جمعرات کی شام اور جمعہ کی شب، نو محرم گذرنے کے بعد گئے، جن سے حسین رضی اللہ عنہ نے صبح تک جنگ کو موخر کرنے کا کہا، جسے ان لوگوں نے قبول کرلیا۔

اس کے بعد حضرت حسین نے اپنے ساتھیوں کو تیاری کرنے، اور خیموں کے سامنے مورچہ زن ہونے کا حکم دیا، اور اپنے خیموں کے ساتھ گڑھے کھودنے کا حکم فرمایا، اور بہت سی لکڑیاں اور بانس ان میں گاڑنے کا حکم فرمایا، تاکہ وہ لوگ خیموں کے پچھلے اطراف سے اندر داخل نہ ہوسکیں۔

پھر جب عمر بن سعد نے صبح فجر کی نماز پڑھ لی، تو اپنے ساتھیوں کو اٹھنے کا حکم دیا، اور دائیں طرف عمرو بن حجاج کو اور بائیں طرف شمر بن ذی الجوشن کو مقرر کیا، جو شرحبیل بن عمرو بن معاویہ ہے، اور یہ آلِ وحید کے نسب سے ہے، جو بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے، اور گھوڑسواروں کی ذمہ داری ''عروہ بن حجاج'' کی لگائی، اور پیادہ پا، یعنی پیدل لوگوں کی ذمہ داری ''شبث بن ربعی'' کی لگائی، اور عمر بن سعد کے آزاد کردہ غلام ''زید'' کے ہاتھ میں جھنڈا تھمایا، اور حضرت حسین نے بھی اپنے ساتھیوں کو تیار کیا، اور ان کا لشکر بتیس گھوڑسواروں، اور چالیس پیدل افراد پر مشتمل تھا، جن میں ''زہیر بن قین'' کو دائیں طرف اور ''حبیب بن مظہر'' کو بائیں طرف رکھا، اور اپنے بھائی عباس بن علی کے ہاتھ میں جھنڈا تھمایا، پھر حضرت حسین کھڑے ہوئے، اور آپ کے ساتھی خیموں کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد حر بن یزید نے حضرت حسین سے معذرت کی، جس کو حضرت حسین نے دنیا وآخرت کے اعتبار سے آزاد، تائب قرار دیا (بعض روایات کے مطابق اس نے حضرت حسین کی طرف سے قتال کیا، اور شہید ہوا)

اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو آگے جھنڈا لے کر چلنے کا کہا، اور جنگ بھڑک اٹھی، حضرت حسین کے ساتھی قتال کرتے رہے، اور قتل ہوتے رہے، یہاں تک کہ

حضرت حسین کے ساتھ صرف اہلِ بیت باقی رہ گئے، جس کے بعد آپ کے اہلِ بیت میں سے علی بن حسین، جو علی اکبر کے نام سے موسوم ہیں، انہوں نے آگے بڑھ کر قتال کرنا شروع کیا، اور وہ قتل ہوگئے، جن کو ''مرہ بن منقذ عبدی'' نے قتل کیا۔

پھر ''عبداللہ بن مسلم بن عقیل'' کو ''عمرو بن صبح صیداوی'' نے قتل کیا۔

پھر ''عدی بن عبداللہ بن جعفر طیار'' کو عمرو بن نہشل تمیمی'' نے قتل کیا۔

پھر ''عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب'' کو ''عبداللہ بن عروہ خثعمی'' نے تیر مار کر قتل کیا۔

پھر ''محمد بن عقیل بن ابی طالب'' کو ''لقیط بن ناشر جہنی'' نے تیر مار کر قتل کیا۔

پھر ''قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب'' کو ''عمرو بن سعد بن مقبل اسدی'' نے قتل کیا۔

پھر ''ابوبکر بن حسن بن علی'' کو ''عبداللہ بن عقبہ غنوی'' نے تیر مار کر قتل کیا۔

جب عباس بن علی نے یہ منظر دیکھا، تو اپنے بھائی ''عبداللہ، اور جعفر، اور عثمان بن علی'' اور ان تمام کی ماں ''عامریہ، آلِ وحید'' کو آگے بڑھنے اور اپنے سردار پر قربان ہونے کا حکم دیا، پھر یہ سب آگے بڑھے، اور حضرت حسین کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔

جس کے بعد ''ھانی بن ثویب حضرمی'' نے ''عبداللہ بن علی'' پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔

اس کے بعد ان کے بھائی ''جعفر بن علی'' کو بھی قتل کر دیا۔

اور ''یزید اصبحی'' نے عثمان بن علی'' کو تیر مار کر قتل کر دیا، اور ان کے سر کو تن سے جدا کر کے ''عمر بن سعد'' کے سامنے لایا، اور کہا کہ مجھے اس کا انعام دو، جس پر عمر بن سعد نے کہا کہ تم اپنے امیر عبیداللہ بن زیاد سے مانگنا۔

اور حضرت حسین کے سامنے ''عباس بن علی'' کھڑے ہو کر قتال کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ بھی قتل ہوگئے، اور حضرت حسین ہی باقی رہ گئے، جن کے سر پر ''مالک بن بشر کندی'' نے حملہ کیا، اور آپ کے سر پر موجود لمبی ٹوپی کو کاٹ دیا، اور تلوار سے سر کو زخمی کر دیا، حضرت حسین نے اس لمبی ٹوپی کو اتار کر دوسری ٹوپی پہنی، پھر عمامہ باندھا، پھر اپنے چھوٹے بیٹے کو اپنی گود

میں لیا، پھر بنی اسد کے ایک آدمی نے تیر مارا، جس سے وہ بچہ قتل ہوگیا، اور حضرت حسین بیٹھے رہے، اگر وہ لوگ چاہتے، تو اسی حالت میں ان کو قتل کردیتے، لیکن ہر ایک خود قتل کرنے کو ناپسند کررہا تھا، اور دوسرے پر بھروسہ کررہا تھا، حضرت حسین نے پیاس کی وجہ سے پانی مانگا، جب پانی پینے کے لئے منہ رکھا، تو ''حصین بن نمیر'' نے تیر مارا، جو آپ کے منہ میں داخل ہوگیا، اور پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا، اور لوگوں نے آپ کو فرات کی طرف پانی پینے کے لئے جانے نہیں دیا، پھر حضرت حسین پر ''زرعہ بن شریک تمیمی'' نے تلوار سے حملہ کیا، جس کو حضرت حسین نے اپنے ہاتھ سے روکا، تو آپ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی، جس کے بعد ''سنان بن اوس نخعی'' نے نیزہ سے قاتلانہ حملہ کیا، اور حضرت حسین نیچے گر پڑے (اور اس نے حضرت حسین کو قتل کردیا) پھر ''حولی بن یزید اصبحی'' سر کاٹنے کے لیے متوجہ ہوا، جس کے ہاتھوں میں کپکپی طاری ہوگئی (اور وہ سر کو مکمل طریقہ پر کاٹ نہیں سکا) پھر اس کے بھائی ''شبل بن یزید'' نے سر کاٹ کر اپنے بھائی ''حولی بن یزید'' کو حوالہ کیا۔

اس کے بعد لوگوں نے اس خضاب اور دوسرے مال کو لے لیا، جو حضرت حسین نے راستہ میں قافلہ سے لیا تھا (جس کا ذکر پیچھے گذرا)

اور حضرت حسین کے اصحاب میں سے ان کے بیٹے، اور بھتیجے علی اصغر، اور عمر ہی باقی بچے، اور حضرت حسین کے ساتھیوں میں سے دو افراد ہی زندہ بچ پائے، ایک ''مرقع بن ثمامہ اسدی'' جن کو عمر بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا، اور دوسرا ''رباب امِ سکینہ کا آزاد کردہ غلام'' بچا، جس نے لوگوں سے کہا کہ وہ غلام ہے، جس پر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

اور عمر بن سعد نے حضرت حسین کے سر کو اسی وقت ''حولی بن یزید اصبحی'' کے ساتھ ''عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا۔

(بعض روایات میں ''حا'' کے بجائے ''خا'' کے ساتھ ''خولی بن یزید'' نام مذکور ہے، اور بعض

نے اسی خا کے ساتھ نام کو صحیح قرار دیا ہے، نیز حضرت حسین کا اصل قاتل ''سنان بن اوس'' ہی ہے، جس کا کئی مستند روایات میں ذکر آیا ہے، اور کئی روایات میں سر کاٹ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لانے والا خولی بن یزید کو قرار دیا گیا ہے، حضرت حسین کے سر کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جانے والا تو یہی شخص ہے، اور ممکن ہے کہ سر کاٹنے کا عمل اسی نے سرانجام دیا ہو، لیکن ہاتھوں میں کپکپی طاری ہونے کی وجہ سے یہ سر کو مکمل طریقہ پر کاٹ نہ پایا ہو، جس کی تکمیل اس کے بھائی شبل بن یزید نے سرانجام دی ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات، اور حضرت حسین کے قتل کے درمیان پچاس سالوں کا فاصلہ ہے۔

حضرت حسین کے قتل ہونے کے بعد دو دن تک عمر بن سعد نے کربلاء میں قیام کیا، پھر لوگوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

اور عمر بن سعد نے حضرت حسین کی عورتوں، اور بہنوں، اور بیٹیوں اور باندیوں اور خادموں کو باپردہ طریقہ پر اونٹ پر سوار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچایا۔

جب حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس رکھا گیا، تو وہ حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں میں لکڑی لگانے لگا، جس کے پاس اس وقت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا کہ اپنی لکڑی کو ان سے ہٹا، پس بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور باقی افراد کے سروں کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس شمر بن ذی الجوشن لے کر آیا۔

اور ان مقتولین وشہداء کے اجسام کو دفن کر دیا گیا۔

پھر عبید اللہ بن زیاد نے علی بن حسین اور ان کے ساتھ محرم عورتوں کو ساز وسامان دے کر ''زحر بن قیس، اور محقن بن ثعلبہ، اور شمر بن ذی الجوشن'' کے ساتھ یزید بن معاویہ کے پاس شام کے علاقہ دمشق میں بھیجا، اور ان کے ساتھ حضرت حسین کا سر بھی بھیجا گیا۔

یزید کے پاس پہنچ کر شمر بن ذی الجوشن نے سانحۂ کربلا کی حقیقت بتلائی، اور عبید اللہ بن زیاد کا حکم نہ ماننے پر یہ سب کچھ ہونے کا ذکر کیا، جب یزید نے یہ کارگذاری سنی، تو یزید رونے لگا اور کہا کہ:

ویحکم، قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسین، لعن الله ابن مرجان، اما والله لو کنت صاحبه لعفوت عنه، رحم الله أبا عبد الله.

ثم تمثل: نفلق هاما من رجال أعزة ...علینا، وهم کانوا اعق واظلما

ثم امر بالذریة فادخلوا دار نسائه.

وکان یزید إذا حضر غذاؤه دعا علی بن الحسین وأخاه عمر فیأکلان معه (الأخبار الطوال، ص ۲۶۱، مبایعة یزید، نهایة الحسین)

ترجمہ: تمہارا ناس ہو، میں تو تمہاری اطاعت سے حسین کے قتل کے بغیر بھی راضی تھا، اللہ، ابنِ مرجان (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے، یاد رکھو، اللہ کی قسم! اگر میں اس کے ساتھ ہوتا، تو ان کو ضرور معاف کر دیتا، اللہ ابو عبد اللہ پر رحم کرے۔

پھر یہ شعر پڑھا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) ہم ''ہم معزز لوگوں کے سر پھاڑ دیتے ہیں، جو ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہیں، اور وہ زیادہ نافرمان اور ظالم تھے''۔

پھر بچوں کو اپنی عورتوں کے گھروں میں بھیج دیا۔

اور یزید کے پاس جب کھانا آتا، تو وہ علی بن حسین اور ان کے بھائی عمر کو بلا کر اپنے ساتھ کھلاتا تھا (اخبار الطّوال)

اس کے بعد یزید نے نہایت عمدہ ھدایا وتحائف کا حکم دیا، اور علی بن حسین سے کہا کہ اپنی عورتوں کے ساتھ جاؤ، اور ان کو وطن پہنچاؤ، اور ان کے ساتھ تیس گھوڑ سواروں کو بھیجا، جو ان کے آگے آگے چلتے رہے، اور ان سے تکلیف کو دور کرتے رہے، یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گئے۔

اس کے بعد ابو حنیفہ دینوری نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس میں پہلے عبد اللہ بن زبیر کے یزید کی بیعت نہ کرنے، اور مکہ ومدینہ سے یزید

کے کارندوں، اور مروان کو باہر نکال دینے کا ذکر کیا ہے، اور عبداللہ بن زبیر کے لئے حجاز اور تہامہ کے لوگوں سے اپنے لئے بیعت لینے کا ذکر کیا ہے، جس کے بعد یزید کی طرف سے ''مسلم بن عقبہ مری'' کی امارت میں مدینہ میں لشکر بھیجنے کا ذکر کیا ہے، اور ''مسلم بن عقبہ مری'' کو یزید کی طرف سے اس طرح ہدایت دینے کا ذکر کیا ہے کہ:

یا مسلم :لا تردن اهل الشام عن شیء یریدونه بعدوهم، واجعل طریقک الی المدینة، فان حاربوک فحاربهم، فان ظفرت بهم، فانهبها ثلاثة ایام

(الأخبار الطوال، ص ۲۶۴، مبایعة یزید، عبد الله بن الزبیر)

ترجمہ: اے مسلم! تم اہلِ شام کی کسی بات کا جواب مت دینا، جو وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ چاہتے ہیں، اور اپنے راستہ کو مدینہ کی طرف رکھنا، پھر اگر وہ تم سے مقابلہ کریں، تو ہی ان سے مقابلہ کرنا، پھر اگر تم ان پر غالب آ جاؤ، تو تین دن تک ان سے زبردستی چھین جھپٹ کرنا (اخبار الطّوال)

پھر جب اہلِ مدینہ کو لشکر کی آمد کی خبر پہنچی، تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری کر لی، پھر اہلِ شام کی ایک جماعت مدینہ میں داخل ہوگئی، اور اہلِ مدینہ کا تین دن اور تین رات تک خون بہایا، پھر جب چوتھا دن ہوا، تو مسلم بن عقبہ نے مجلس قائم کی، اور یزید کے لئے بیعت کی دعوت دی، بعض نے بیعت کی، بعض نے بیعت سے انکار کیا، جس کو قتل کر دیا گیا، پھر محمد بن ابی جہم بن حذیفہ عدوی کو لایا گیا، جس کو مسلم بن عقبہ مری نے کہا کہ:

أنت الذی وفدت علی امیر المؤمنین، فاکرمک وحباک، فرجعت الی المدینة تشهد علیه بشرب الخمر، والله لا تشهد بشهاده زور ابدا، اضربوا عنقه. فضربت عنقه (الأخبار الطوال، ص ۲۶۶، مبایعة یزید، عبد الله بن الزبیر)

ترجمہ: تو وہی ہے، جو امیر المومنین (یزید) کے پاس آیا تھا، جنہوں نے تیرا اعزاز واکرام کیا تھا، پھر تو نے مدینہ منورہ پہنچ کر امیر المومنین کے شراب پینے کی گواہی دی، اللہ کی قسم! تو کبھی جھوٹی گواہی نہیں دے سکے گا، اس کی گردن اڑا دو، چنانچہ محمد بن ابی جہم کی گردن اڑا دی گئی (اخبار الطّوال)

پھر بعض دوسرے افراد بھی حاضر ہوئے، جو یزید بن معاویہ پر فسق وغیرہ کا الزام لگاتے تھے، اوران کو بھی قتل کردیا گیا۔

پھر علی بن حسین بن علی بن ابی طالب آئے، جن کو مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھ بٹھایا، اور کہا کہ:

ان امیر المؤمنین قد أوصانی بک .فقال علی :انی کنت لما فعل اهل المدینة کارها .قال :اجل.ثم حمله علی بغله، وصرفه الی منزله (الأخبار الطوال،ص ۲۶۶ ،مبایعة یزید،عبد الله بن الزبیر)

ترجمہ: بے شک امیر المومنین نے مجھے آپ کے متعلق وصیت کی ہے، جس پر علی بن حسین نے کہا کہ مدینہ کے لوگوں نے جو کچھ کیا، میں اس کو ناپسند کرتا تھا، مسلم بن عقبہ نے کہا کہ بے شک، پھر علی بن حسین کو اپنی سواری پر بٹھایا، اوران کو ان کے گھر تک پہنچایا (اخبار الطّوال)

مدینہ منورہ کے مذکورہ سانحہ کو ''واقعہ حرہ'' کہا جاتا ہے، جس میں کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی، اور یہ تاریخِ اسلام کا ایک المناک واقعہ تھا۔

ادھر عبداللہ بن زبیر نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ پہنچ کر مسجدِ حرام میں پناہ حاصل کرلی تھی، مسلم بن عقبہ نے ان کا پیچھا کرنے کے لئے حصین بن نمیر کو لشکر کے ساتھ بھیجا، جس نے عبداللہ بن زبیر کے اندر محصور ہونے کی وجہ سے ''جبلِ ابی قیس'' پر منجنیق نصب کرلی، جس سے مسجدِ حرام میں موجود محصور عبداللہ بن زبیر اور دوسرے لوگوں پر گولہ باری کی گئی (اس کو حرم کا محاصرہ کہا جاتا ہے)

پس یہی صورتِ حال جاری تھی کہ حصین بن نمیر کو یزید بن معاویہ کی موت کی خبر پہنچی، جس کے بعد حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیر کو پیغام بھیجا کہ جس نے ہمیں تمہارے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا، وہ فوت ہوگیا، تو کیا تم مصالحت کو قبول کرتے ہو، تاکہ تم ہمارے لئے مسجدِ حرام کے دروازے کھول دو، اور ہم طواف کریں، اور لوگ ایک دوسرے سے ملیں جلیں، جس کو عبداللہ

بن زبیر نے قبول کرلیا، اور دروازے کھول دیئے گئے، اور حصین بن نمیر اور ان کے ساتھیوں نے طواف کیا، جس کے بعد حصین بن نمیر اور اس کے ساتھی شام کی طرف واپس لوٹ گئے۔

(واقعہ کربلاء، اور واقعہ حرہ، اور محاصرہ کعبہ سے متعلق مذکورہ تمام تفصیل ابوحنیفہ دینوری کی کتاب ''الاخبار الطوال'' سے ماخوذ ہے)

جبکہ بعد میں عبداللہ بن زبیر کو حجاج بن یوسف کی طرف سے قتل کرنے کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ ''حجاج ومختار ثقفی کی تحقیق'' میں ذکر کردی ہے۔

محدث ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی (المتوفیٰ: 535ھ) جو قوامُ السنة کے لقب سے مشہور ہیں، وہ فرماتے ہیں:

وما ذكر من قتله الحسين ابن على -رضى الله عنه -فالذى ثبت عند أهل النقل أنه أمر عبيد الله بن زياد بحفظ الكوفة، وكتب إليه أن يمنع من أراد الاستيلاء على الكوفة، فلما قصد الحسين ابن على -رضى الله عنه - الكوفة استقبلته خيل ابن زياد ليمنعوه من دخول الكوفة فلم يتمكنوا من منعه إلا بقتله هذا ما ثبت عند أهل النقل (الحجة فى بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة، ج٢، ص٥٦٦، فصل فِي ذكر يزِيد وحاله)

ترجمہ: اور جو حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں ذکر کیا گیا، تو اہلِ نقل کے نزدیک جو چیز ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی حفاظت پر مامور کیا ہوا تھا، اور اس کو یہ لکھا تھا کہ کوفہ پر جو شخص غلبہ حاصل کرے، وہ اس کو روکے، پھر جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا ارادہ کیا، تو ابنِ زیاد کے گھوڑوں نے ان کا سامنا کیا، تاکہ وہ ان کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکیں، پھر وہ حسین کو قتل کئے بغیر ان کو روکنے پر قادر نہیں ہوسکے۔

یہ بات اہلِ نقل سے ثابت ہے (الحجہ)

پھر کچھ آگے فرماتے ہیں:

هذا ما نقله الثقات من أهل الحديث، فأما ما رواه أبو مخنف وغيره من

الروافض فلا اعتماد بروايتهم (الحجة فی بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة، ج۲، ص ۵۶۸، فصل فِی ذکر يزِيد وحاله)

ترجمہ: یہ بات تو ثقہ محدثین سے ثابت ہے، اور جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے، جن کو ابومخنف وغیرہ جیسے روافض نے روایت کیا ہے، تو ان کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا (الحجہ)

اور حافظ ابنِ کثیر فرماتے ہیں:

وقد ذكر الطبرانی هاهنا آثارا غريبة جدا، ولقد بالغ الشيعة فی يوم عاشوراء، فوضعوا أحاديث كثيرة كذبا فاحشا، من كون الشمس كسفت يومئذ حتى بدت النجوم وما رفع يومئذ حجر إلا وجد تحته دم، وأن أرجاء السماء احمرت، وأن الشمس كانت تطلع وشعاعها كأنه الدم، وصارت السماء كأنها علقة، وأن الكواكب ضرب بعضها بعضا، وأمطرت السماء دما أحمر، وأن الحمرة لم تكن فی السماء قبل يومئذ، ونحو ذلک .

وروى ابن لهيعة عن أبی قبيل المعافری أن الشمس كسفت يومئذ حتى بدت النجوم وقت الظهر، وأن رأس الحسين لما دخلوا به قصر الإمارة جعلت الحيطان تسيل دما، وأن الأرض أظلمت ثلاثة أيام، ولم يمس زعفران ولا ورس بما كان معه يومئذ إلا احترق من مسه، ولم يرفع حجر من حجارة بيت المقدس إلا ظهر تحته دم عبيط، وأن الإبل التی غنموها من إبل الحسين حين طبخوها صار لحمها مثل العلقم .إلى غير ذلک من الأكاذيب والأحاديث الموضوعة التی لا يصح منها شیء .

وأما ما روى من الأحاديث والفتن التی أصابت من قتله فأكثرها صحيح، فإنه قل من نجا من أولئک الذين قتلوه من آفة وعاهة فی الدنيا، فلم يخرج منها حتى أصيب بمرض، وأكثرهم أصابهم الجنون .

وللشيعة والرافضة فی صفة مصرع الحسين كذب كثير وأخبار باطلة، وفيما ذكرنا كفاية، وفی بعض ما أوردناه نظر، ولولا أن ابن جرير وغيره من الحفاظ والأئمة ذكروه ما سقته، وأكثره من رواية أبی مخنف لوط بن يحيى، وقد كان شيعيا، وهو ضعيف الحديث عند الأئمة، ولكنه أخبارى حافظ، عنده من هذه الأشياء ما ليس عند غيره، ولهذا يترامى عليه كثير من

المصنفين فى هذا الشأن ممن بعده والله أعلم (البداية والنهاية، ج٨، ص ٢٠١، و ٢٠٢، ثم دخلت سنة إحدى وستين، صفة مقتله رضى الله عنه مأخوذة من كلام أئمة هذا الشأن لا كما يزعمه أهل التشيع من الكذب الصريح والبهتان)

ترجمہ: اور امام طبرانی نے اس موقع پر نہایت عجیب وغریب آثار وروایات کو ذکر کیا ہے، اور شیعہ نے یومِ عاشوراء کے حوالہ سے بہت غلو ومبالغہ کو اختیار کیا ہے، اور اس کے لئے بہت زیادہ جھوٹی اور فاحش حدیثوں کو گھڑا ہے، جیسا کہ عاشوراء کے دن سورج کا سخت گرہن ہونا، یہاں تک کہ ستارے بھی نظر آنے لگے تھے، اور اس دن جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا، تو اس کے نیچے سے خون برآمد ہوتا تھا، اور آسمان سرخ ہوگیا تھا، اور سورج اس طرح طلوع ہوتا تھا، گویا کہ اس کی روشنی، خون کی طرح ہے، اور آسمان، خون کے لوتھڑے کی طرح ہوگیا تھا، اور ستارے ایک دوسرے کے اوپر ٹوٹ کر گرتے تھے، اور آسمان سے سرخ خون کی طرح بارش ہوتی تھی، اور آسمان پر اس دن سے پہلے سرخی موجود ہی نہیں تھی، اور اس طرح کی دوسری چیزوں کو انہوں نے گھڑ لیا ہے۔

اور ابنِ لہیعہ نے ابوقبیل معافری سے روایت کیا ہے کہ اس دن سورج گرہن ہوا، یہاں تک کہ ظہر کے وقت ستارے نظر آنے لگے، اور حضرت حسین کا سر جب قصرِ امارہ میں داخل ہوا، تو دیواروں سے خون بہنے لگا، اور زمین تین دن تک سیاہ تاریکی میں ڈوبی رہی، اور زعفران، یا اپنے پاس موجود جس خوشبو وغیرہ کو بھی اس دن چھوا جاتا تھا، تو وہ چھوتے ہی جل کر خاکستر ہوجاتی تھی، اور بیت المقدس میں پتھروں میں سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا، تو اس کے نیچے سے تازہ گاڑھا خون نظر آتا تھا، اور حسین رضی اللہ عنہ کے اونٹوں میں سے جس اونٹ کو بھی ان لوگوں نے مالِ غنیمت بنایا، تو اس کا گوشت پکاتے وقت کڑوے ذائقے جیسا ہوجاتا تھا، اس کے علاوہ بھی جھوٹی باتیں، اور گھڑی ہوئی احادیث موجود ہیں، جن میں سے کوئی

صحیح نہیں ہے۔ [1]

اور جہاں تک ان احادیث اور فتنوں کا تعلق ہے، جو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے (قاتلین کو) پہنچے، تو ان میں سے اکثر صحیح ہیں، کیونکہ ایسے کم ہی لوگ ہیں، جو ان لوگوں میں سے، جنہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، دنیا میں آفت و مصیبت سے بچ پائے، پس وہ ان سے نکل نہیں پائے، یہاں تک کہ کسی مرض میں مبتلاء ہوگئے، اور ان قاتلین میں سے اکثر کو جنون و پاگل پن لاحق ہوگیا۔

اور شیعہ ورافضہ کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے حادثہ کے متعلق بہت زیادہ جھوٹی باتیں، اور باطل خبریں ہیں۔

اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا، وہ کافی ہے، اور ہم نے جو روایات ذکر کیں، ان میں سے بعض محلِ نظر ہیں، اور اگر ابنِ جریر طبری وغیرہ جیسے حفاظ اور ائمہ، ان کو ذکر نہ کرتے، تو ہم بھی ان کو نظر انداز کردیتے، اور ان میں سے اکثر روایات ابومخنف، لوط بن یحییٰ کی سند سے مروی ہیں، اور یہ شخص شیعہ تھا، اور یہ ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، بلکہ یہ اخباری حافظ ہے، اس کے پاس اس سلسلہ میں جو باتیں ہیں، وہ کسی اور کے پاس نہیں، اور اسی وجہ سے اکثر ان مصنفین نے جو اس باب میں اس کے بعد ہوئے ہیں، انہوں نے اس شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا ہے۔ واللہ اعلم (البدایہ والنہایہ)

اور حافظ ابنِ کثیر مزید فرماتے ہیں:

أكثر الأئمة قديما وحديثا كاره ما وقع من قتله وقتل أصحابه، سوى شرذمة قليلة من أهل الكوفة قبحهم الله، وأكثرهم كانوا قد كاتبوه ليتوصلوا به إلى أغراضهم ومقاصدهم الفاسدة.....وليس كل ذلك الجيش كان راضيا بما

---

[1] تاہم ابنِ شہاب زہری سے بعض روایات معتبر سند کے ساتھ مروی ہیں، جن میں حضرت حسین کے قتل کے دن شام میں پتھروں کے نیچے خون پائے جانے کا ذکر ہے، لیکن وہ چونکہ ابنِ شہاب زہری وغیرہ سے مروی ہے، جس کو قرآن وسنت کا درجہ حاصل نہیں، اس لئے اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے، تو بھی گناہ نہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

وقع من قتله، بل ولا يزيد بن معاوية رضى بذلک والله أعلم، ولا كرهه، والذى يكاد يغلب على الظن أن يزيد لو قدر عليه قبل أن يقتل لعفا عنه كما أوصاه بذلک أبوه، وكما صرح هو به مخبرا عن نفسه بذلک"وقد لعن ابن زياد على فعله ذلک وشتمه فيما يظهر ويبدو، ولكن لم يعزله على ذلک ولا عاقبه ولا أرسل يعيب عليه ذلک والله أعلم"

فكل مسلم ينبغى له أن يحزنه قتله رضى الله عنه، فإنه من سادات المسلمين، وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم التى هى أفضل بناته، وقد كان عابدا وشجاعا وسخيا. ولكن لا يحسن ما يفعله الشيعة من إظهار الجزع والحزن الذى لعل أكثره تصنع ورياء.

وقد كان أبوه أفضل منه فقتل، وهم لا يتخذون مقتله مأتما كيوم مقتل الحسين، فإن أباه قتل يوم الجمعة وهو خارج إلى صلاة الفجر فى السابع عشر من رمضان سنة أربعين، وكذلک عثمان كان أفضل من على عند أهل السنة والجماعة، وقد قتل وهو محصور فى داره فى أيام التشريق من شهر ذى الحجة سنة ست وثلاثين، وقد ذبح من الوريد إلى الوريد، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما، وكذلک عمر بن الخطاب وهو أفضل من عثمان وعلى، قتل وهو قائم يصلى فى المحراب صلاة الفجر ويقرأ القرآن، ولم يتخذ الناس يوم قتله مأتما، وكذلک الصديق كان أفضل منه ولم يتخذ الناس يوم وفاته مأتما.

ورسول الله صلى الله عليه وسلم سيد ولد آدم فى الدنيا والآخرة، وقد قبضه الله إليه كما مات الأنبياء قبله، ولم يتخذ أحد يوم موتهم مأتما يفعلون فيه ما يفعله هؤلاء الجهلة من الرافضة يوم مصرع الحسين .(ولا ذكر أحد أنه ظهر يوم موتهم وقبلهم شىء مما ادعاه هؤلاء يوم مقتل الحسين من الأمور المتقدمة، مثل كسوف الشمس والحمرة التى تطلع فى السماء وغير ذلک)

وأحسن ما يقال عند ذكر هذه المصائب وأمثالها ما رواه على بن الحسين عن جده رسول الله صلى الله عليه وسلم(البداية والنهاية، ج۸، ص۲۰۲، و ۲۰۳، ثم دخلت سنة إحدى وستين، صفة مقتله رضى الله عنه مأخوذة من كلام أئمة هذا الشأن لا كما يزعمه أهل التشيع من الكذب الصريح والبهتان)

ترجمہ: اکثر قدیم وجدید ائمہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ، اوران کے ساتھیوں کا قتل واقع ہونے کو برا سمجھتے ہیں، سوائے اہلِ کوفہ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے، اللہ ان کا برا کرے، اور کوفہ کے اکثر لوگوں نے ہی حضرت حسین کو خطوط لکھے تھے، تاکہ وہ ان کے ذریعہ سے اپنی فاسد اغراض ومقاصد کو حاصل کرسکیں.....اور اس لشکر کے سب لوگ حضرت حسین کے قتل واقع ہونے پر راضی نہیں تھے، بلکہ یزید بن معاویہ بھی راضی نہیں تھا، واللہ اعلم، اور نہ اس نے ان (حضرت حسین) پر (اپنی بیعت، یا قتل کرنے) اکراہ وجبر کیا، اور غالب گمان یہ ہے کہ اگر یزید حضرت حسین کے قتل سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر قادر ہوجاتا، تو وہ ان کو معاف کردیتا، جیسا کہ اس کی یزید کے والد نے وصیت کی تھی، اور جیسا کہ خود یزید نے اپنی طرف سے اس بات کی تصریح بھی کی تھی، اور اس نے ابنِ زیاد کو حضرت حسین کے قتل پر لعن طعن بھی کیا تھا، جیسا کہ اسی طرح ظاہر اور واضح ہوتا ہے، لیکن اس یزید نے ابنِ زیاد کو اس فعل کی وجہ سے نہ تو معزول کیا، اور نہ اس کو سزاء دی، اور نہ ہی اس پر عیب لگانے کا کوئی پیغام بھیجا، واللہ أعلم۔

پس ہر مسلمان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر غمگین ہونا چاہیے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے سادات میں سے ہیں، اور علمائے صحابہ میں سے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیٹی کے بیٹے ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیٹیوں میں افضل ہیں، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ عبادت گذار، بہادر، اور سخی تھے۔

لیکن شیعہ، جس طریقہ سے جزع وفزع اور غم کا اظہار کرتے ہیں، وہ اچھا عمل نہیں، بلکہ یہ اکثر بناوٹی اور ریاکاری پر مبنی ہے۔

اور حضرت حسین کے والد (یعنی حضرت علی) اپنے بیٹے سے افضل تھے، لیکن

شیعہ ورافضہ ان کے قتل وشہادت کی وجہ سے ماتم نہیں کرتے، جس طرح ان کے بیٹے حضرت حسین کے قتل وشہادت پر کرتے ہیں، کیونکہ حضرت حسین کے والد حضرت علی کو جمعہ کے دن قتل وشہید کیا گیا، جب وہ فجر کی نماز کے لیے سترہ رمضان کو سَن چالیس ہجری میں نکلے تھے۔

اور اسی طرح سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، اور ان کو اپنے گھر میں محصور کرکے، ایامِ تشریق میں ماہِ ذی الحجہ کو چھتیس ہجری میں قتل وشہید کیا گیا، اور ایک شہ رگ سے دوسری رگ تک ذبح کردیا گیا، لیکن مسلمانوں نے ان کے قتل وشہادت کے دن کو بھی ماتم نہیں بنایا۔

اور اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں، جن کو فجر کی نماز میں مسجد کی محراب کے اندر قتل وشہید کیا گیا، جب وہ قرآن کی قرائت کررہے تھے، مسلمانوں نے ان کے قتل وشہادت کے دن کو بھی ماتم نہیں بنایا۔

اور اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے (بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک دیگر خلفاء وصحابہ سے افضل ہیں) لیکن مسلمانوں نے ان کی وفات کے دن کو بھی ماتم نہیں بنایا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا وآخرت کے اعتبار سے سید ولدِ آدم ہیں، اور اللہ نے ان کی روح کو بھی اپنی طرف قبض کرلیا، جس طرح آپ سے پہلے بھی انبیاء کی وفات ہوئی، لیکن کسی نے بھی ان کی وفات کے دن کو اس طرح کا ماتم نہیں بنایا، جس طرح کی رافضیوں کے جاہل لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حادثۂ شہادت کے دن کے حوالہ سے حرکات کرتے ہیں، اور نہ ہی کسی نے ذکر کیا کہ ان کی وفات کے دن اور ان سے پہلے ان چیزوں میں سے کوئی چیز ظاہر ہوئی

ہو، جن چیزوں کا یہ لوگ حضرت حسین کے قتل وشہادت کے دن کے حوالہ سے دعویٰ کرتے ہیں، اور وہ پیچھے گذر چکیں، جیسا کہ سورج گرہن ہونا، اور آسمان میں سرخی کا ظاہر ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اور زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ ان مصائب اور ان جیسے مصائب کے ذکر کے وقت وہی کہا جائے، جس کو حضرت حسین نے اپنے نانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (یعنی ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا) (البدایہ والنہایہ)

اور علامہ ابنِ خلدون اپنی تاریخ کی معرکۃ الآراء کتاب ''تاریخ ابنِ خلدون'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ:

بعثت شيعة أهل البيت بالكوفة للحسين أن يأتيهم فيقوموا بأمره فرأى الحسين أن الخروج على يزيد متعين من أجل فسقه لا سيما من له القدرة على ذلك وظنها من نفسه بأهليته وشوكته فأما الأهلية فكانت كما ظن وزيادة وأما الشوكة فغلط يرحمه الله فيها لأن عصبية مضر كانت فى قريش وعصبية عبد مناف إنما كانت فى بنى أمية تعرف ذلك لهم قريش وسائر الناس ولا ينكرونه.

وإنما نسى ذلك أول الإسلام لما شغل الناس من الذهول بالخوارق وأمر الوحى وتردد الملائكة لنصرة المسلمين فأغفلوا أمور عوائدهم وذهبت عصبية الجاهلية ومنازعها ونسيت ولم يبق إلا العصبية الطبيعية فى الحماية والدفاع ينتفع بها فى إقامة الدين وجهاد المشركين والدين فيها محكم والعادة معزولة.

حتى إذا انقطع أمر النبوة والخوارق المهولة تراجع الحكم بعض الشىء للعوائد فعادت العصبية كما كانت ولمن كانت وأصبحت مضر أطوع لبنى أمية من سواهم بما كان لهم من ذلك قبل .

فقد تبين لك غلط الحسين إلا أنه فى أمر دنيوى لا يضره الغلط فيه .

وأما الحكم الشرعى فلم يغلط فيه لأنه منوط بظنه وكان ظنه القدرة على ذلك ولقد عذله ابن العباس وابن الزبير وابن عمر وابن الحنفية أخوه وغيره فى مسيره إلى الكوفة وعلموا غلطه فى ذلك ولم يرجع عما هو بسبيله لما أراده الله .

وأما غير الحسين من الصحابة الذين كانوا بالحجاز ومع يزيد بالشام والعراق ومن التابعين لهم فرأوا أن الخروج على يزيد وإن كان فاسقا لا يجوز لما ينشأ عنه من الهرج والدماء فأقصروا عن ذلك ولم يتابعوا الحسين ولا أنكروا عليه ولا أثموه لأنه مجتهد وهو أسوة المجتهدين.

ولا يذهب بك الغلط أن تقول بتأثيم هؤلاء بمخالفة الحسين وقعودهم عن نصره فإنهم أكثر الصحابة وكانوا مع يزيد ولم يروا الخروج عليه وكان الحسين يستشهد بهم وهو بكربلاء على فصله وحقه ويقول سلوا جابر بن عبد الله وأبا سعيد الخدرى وأنس بن مالك وسهل بن سعيد وزيد بن أرقم وأمثالهم ولم ينكر عليهم قعودهم عن نصره ولا تعرض لذلك لعلمه أنه عن اجتهاد وإن كان هو على اجتهاد ويكون ذلك كما يحد الشافعى والمالكى والحنفى على شرب النبيذ واعلم أن الأمر ليس كذلك وقتاله لم يكن عن اجتهاد هؤلاء وإن كان خلافه عن اجتهادهم.

وإنما انفرد بقتاله يزيد وأصحابه. ولا تقولن إن يزيد وإن كان فاسقا ولم يجز هؤلاء الخروج عليه فأفعاله عندهم صحيحة.

واعلم أنه إنما ينفذ من أعمال الفاسق ما كان مشروعا وقتال البغاة عندهم من شرطه أن يكون مع الإمام العادل وهو مفقود فى مسألتنا فلا يجوز قتال الحسين مع يزيد ولا ليزيد بل هى من فعلاته المؤكدة لفسقه والحسين فيها شهيد مثاب وهو على حق واجتهاد، والصحابة الذين كانوا مع يزيد على حق أيضا واجتهاد .وقد غلط القاضى أبو بكر بن العربى المالكى فى هذا فقال فى كتابه الذى سماه بالعواصم والقواصم ما معناه:

إن الحسين قتل بشرع جده وهو غلط حملته عليه الغفلة عن اشتراط الإمام العادل ومن أعدل من الحسين فى زمانه فى إمامته وعدالته فى قتال أهل الآراء. وأما ابن الزبير فإنه رأى فى منامه ما رآه الحسين وظن كما ظن وغلطه فى أمر الشوكة أعظم لأن بنى أسد لا يقاومون بنى أمية فى جاهلية ولا إسلام .والقول بتعين الخطاء فى جهة مخالفة كما كان فى جهة معاوية مع على لا سبيل إليه .لأن الإجماع هنالك قضى لنا به ولم نجده هاهنا .

وأما يزيد فعين خطأه فسقه .وعبد الملك صاحب ابن الزبير أعظم الناس عدالة وناهيك بعدالته احتجاج مالك بفعله وعدول ابن عباس وابن عمر إلى بيعته عن ابن الزبير وهم معه بالحجاز مع أن الكثير من الصحابة كانوا

یرون أن بیعة ابن الزبیر لم تنعقد لأنه لم یحضرها أهل العقد والحل کبیعة مروان وابن الزبیر علی خلاف ذلک.

والکل مجتهدون محمولون علی الحق فی الظاهر وإن لم یتعین فی جهة منهما والقتل الذی نزل به بعد تقریر ما قررناه یجیء علی قواعد الفقه وقوانینه مع أنه شهید مثاب باعتبار قصده وتحریه الحق هذا .

هو الذی ینبغی أن تحمل علیه أفعال السلف من الصحابة والتابعین فهم خیار الأمة وإذا جعلناهم عرضة للقدح فمن الذی یختص بالعدالة والنبی صلی الله علیه وسلم یقول خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم مرتین أو ثلاثا ثم یفشو الکذب فجعل الخیرة وهی العدالة مختصة بالقرن الأول والذی یلیه فإیاک أن تعود نفسک أو لسانک التعرض لأحد منهم ولا یشوش قلبک بالریب فی شیء مما وقع منهم والتمس لهم مذاهب الحق وطرقه ما استطعت فهم أولی الناس بذلک وما اختلفوا إلا عن بینة وما قاتلوا أو قتلوا إلا فی سبیل جهاد أو إظهار حق واعتقد مع ذلک أن اختلافهم رحمة لمن بعدهم من الأمة لیقتدی کل واحد بمن یختاره منهم ویجعله إمامه وهادیه ودلیله فافهم ذلک وتبین حکمة الله فی خلقه وأکوانه واعلم أنه علی کل شیء قدیر وإلیه الملجأ والمصیر والله تعالی أعلم (تاریخ ابن خلدون، ج ۱ ص ۲۶۹ الٰی ص ۲۷۲، مقدمة المؤلف، الکتاب الاول، الباب الثالث،الفصل الثلاثون فی ولایة العهد)

ترجمہ: کوفہ کے شیعہ اہلِ بیت نے حسین رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے پاس آ کر حکومت کے معاملہ کو سنبھالیں، جس پر حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ یزید کے خلاف، اس کے فسق کی وجہ سے خروج متعین ہے، بطور خاص جس کو اس پر قدرت ہو، اور انہوں نے اپنی طرف سے اس کی اہلیت اور اس کی شوکت وقدرت ہونے کا گمان کیا۔

جہاں تک اہلیت کا تعلق ہے، تو وہ ان میں موجود تھی، جیسا کہ انہوں نے گمان کیا، بلکہ اہلیت اعلیٰ درجہ کی تھی، اور جہاں تک شوکت قدرت کا تعلق ہے، تو اس میں ان سے خطاء ہوئی، کیونکہ ''مضر'' کی عصبیت، قریش میں تھی، اور عبدِ مناف کی عصبیت، بنو امیہ میں تھی، جس کو قریش اور سب لوگ جانتے تھے، اور اس کا

انکار نہیں کرتے تھے۔

البتہ اس عصبیت کو اسلام کے شروع میں بھلا دیا گیا تھا، کیونکہ لوگ خوارق ومعجزات میں مشغول ہوکر، اور وحی کے حکم کی وجہ سے اور فرشتوں کے بار بار مسلمانوں کی نصرت کے لئے آنے کی وجہ سے، اپنی پرانی عادتوں کی باتوں کو بھول گئے تھے، اور جاہلیت کی عصبیت کا خاتمہ ہوگیا تھا، اور جاہلیت کے اختلافات کو بھلا دیا گیا تھا، اور حمایت ودفاع کے معاملہ میں صرف طبعی عصبیت ہی باقی رہ گئی تھی، جس سے وہ دین کے قیام اور مشرکین سے جہاد کے معاملہ میں نفع اٹھایا کرتے تھے، اور دین، محکم وقائم رہنے والی چیز ہے، جبکہ عادت آنے جانے والی چیز ہے۔

یہاں تک کہ جب امرِ نبوت منقطع ہوگئی، اور خوارق (غیبی مدد اور فرشتوں کی آمد وغیرہ) میں (اللہ کی طرف سے) مہلت دی جانے لگی، تو معاملہ بعض عادتوں کی طرف واپس لوٹ آیا، اور (بہت سے لوگوں میں، بطور خاص، اسلام میں بعد میں داخل ہونے والوں میں) عصبیت جس طرح تھی، اور جس کے لئے تھی، وہ عود کر آئی، اور ''قبیلہ مضر'' کے لوگ، دوسروں کے مقابلہ میں بنوامیہ کی زیادہ اطاعت کرنے والے ہوگئے، جس طرح وہ اس سے پہلے بھی تھے۔

پس اس طرح حضرت حسین کی خطاء ظاہر ہوگئی (کہ انہوں نے اہلِ عراق کو اپنا مطیع سمجھا) لیکن (حسین رضی اللہ عنہ کی) یہ خطاء دنیوی معاملہ میں تھی، جس میں غلطی مضر نہیں ہوا کرتی (یعنی حضرت حسین کی یہ سوچ کہ عراق وغیرہ کے لوگ، ان کی حمایت کریں گے، اس کے سمجھنے میں ان کی رائے واقع کے مطابق ثابت نہیں ہوئی، اور اہلِ عراق کے شدید متعصب ہونے کے معاملہ میں دیگر صحابہ کی رائے درست ثابت ہوئی)

لیکن جہاں تک شرعی حکم کا تعلق ہے، تو اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کسی غلطی وخطاء کا ارتکاب نہیں کیا، کیونکہ اس کی بنیاد اپنے گمان وظن پر مبنی ہے، اور آپ کا گمان یہ تھا کہ ان کو اس (یزید کو ہٹانے) پر قدرت حاصل ہے، اور ان کو ابنِ عباس اور ابنِ زبیر، اور ابنِ عمر اور ان کے بھائی محمد بن حنفیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے، کوفہ کی طرف جانے سے منع کیا تھا، اور ان حضرات نے حضرت حسین کی غلطی کو جان لیا تھا، لیکن حضرت حسین کے متعلق اللہ نے جس راستہ کا ارادہ کیا تھا، انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔

اور جہاں تک حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے، جو حجاز میں، اور یزید کے ساتھ شام میں تھے، یا عراق میں تھے، یا جو تابعینِ عظام تھے، تو ان کی رائے یہ تھی کہ یزید اگرچہ فاسق ہے، لیکن اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس سے باہمی اختلاف کی آگ بھڑکے گی، اور مسلمانوں کا خون بہے گا، اس لئے وہ یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے، اور انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کی اتباع نہیں کی، اور نہ ہی حسین رضی اللہ عنہ پر نکیر کی، اور نہ ہی ان کو گناہ گار قرار دیا، اور یہی مجتہدین کا طریقہ ہے (کہ وہ اختلاف کرنے کے باوجود دوسرے پر نکیر اور اس کو گناہ گار قرار نہیں دیتے) اور آپ کو اس غلطی میں نہیں پڑنا چاہیے کہ آپ ان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے، اور ان کے حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت ومدد کرنے سے پیچھے رہ جانے پر گناہ گار قرار دیں، کیونکہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد زیادہ تھی، اور وہ یزید کے ساتھ تھے، اور وہ یزید کے خلاف خروج کی رائے نہیں رکھتے تھے، دراں حالیکہ حسین رضی اللہ عنہ ان حضرات کے متعلق شہادت دیتے تھے، اور وہ کربلاء میں اپنی فضیلت وحق پر ہونے کی بنیاد پر قتال کر رہے تھے اور یہ

کہتے تھے کہ تم جابر بن عبداللہ، اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور سہل بن سعید اور زید بن ارقم اور ان جیسے حضرات سے سوال کرو (اور مسئلہ معلوم کرو) اور ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت حسین کی نصرت سے پیچھے رہنے پر خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ان پر اعتراض نہیں کیا، اور نہ ہی ساتھ دینے کی ان سے کوئی خواہش وغیرہ ظاہر کی، کیونکہ وہ دوسرے صحابہ کے اس فعل کو ان کا اجتہاد جانتے تھے، جس طرح اپنے فعل کو اپنا اجتہاد سمجھتے تھے۔

اور اسی طرح آپ کو اس غلطی کا بھی شکار نہیں ہونا چاہیے کہ آپ یہ کہیں کہ حضرت حسین کا قتل ہونا درست تھا کہ وہ بھی قاتلین کے اجتہاد سے تھا، اگرچہ حضرت حسین بھی اپنے اجتہاد پر قتل ہوئے (یعنی قاتل اور مقتول دونوں کو درست قرار دینے کی غلطی میں نہیں پڑنا چاہیے) جیسا کہ شافعی اور مالکی، حنفی کو (نشہ آور) نبیذ کے پینے پر حد لگائے گا (یعنی نبیذ کے معاملہ میں بعض ائمہ، حد لگانے کا حکم جاری کرتے ہیں، اور بعض نہیں)

یہ بات سمجھ لو کہ صورتِ حال اس طرح نہیں ہے، اور حضرت حسین کو قتل کرنا ان لوگوں (قاتلین) کے اجتہاد سے نہیں تھا، اگرچہ حضرت حسین کی مخالفت ان کے اجتہاد سے کیوں نہ ہو (یعنی حضرت حسین کے نکلنے میں اختلاف، تو اجتہاد کی گنجائش رکھتا ہے، لیکن ان کے قتل کرنے کو اجتہاد کہہ کر قاتلین کو معذور قرار نہیں دیا جاسکتا) اور حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں یزید، اور اس کے اصحاب تنہاء تھے (اگر یزید کی طرف سے، حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم نہ دینے والا سمجھا جائے، جیسا کہ یہی ثابت بھی ہے، تو تنہا قاتلین ہی اس کے ذمہ دار ہیں، اور ہر ایک اپنے اپنے فعل کا ذمہ دار ہے، یزید کی جتنی کوتاہی ہے کہ اس نے قاتلین کا مواخذہ نہیں کیا، اس کا وہ مجرم ہے، اور قاتلین، قتل کرنے کے مجرم ہیں)

اور آپ یہ بات بھی ہرگز نہ کہیں کہ یزید اگرچہ فاسق تھا، اور جن صحابہ نے اس کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھا، تو ان کے نزدیک یزید کے افعال صحیح تھے۔

اور یہ بات جان لیجئے کہ فاسق کے وہی اعمال نافذ ہوتے ہیں، جو شریعت کے مطابق ہوں، اور فقہاء کے نزدیک باغیوں سے قتال کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ عادل ومنصف حکمران کے ساتھ شامل ہوکر کیا جائے، اور یہ شرط ہمارے اس مسئلہ میں موجود نہیں۔

اس لئے نہ تو یزید کو حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا جائز تھا، نہ ہی یزید کے ساتھ شامل ہوکر کسی کو حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کرنا جائز تھا، بلکہ یہ اس کے فسق کی وجہ سے موکدہ افعال میں سے تھا، اور اس لئے حسین رضی اللہ عنہ اس سلسلہ میں شہید، اور اجر وثواب کے مستحق ہیں، اور وہ حق پر تھے، اور اجتہاد پر تھے، اور جو صحابہ یزید کے ساتھ تھے (اور وہ حضرت حسین کے قتل میں شریک بھی نہیں تھے، جیسا کہ معلوم ہے) وہ بھی حق پر تھے، اور اجتہاد پر تھے۔

اور قاضی ابوبکر ابنِ عربی مالکی نے اس مقام پر خطاء کی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب، جس کا انہوں نے نام ''العواصم والقواصم'' رکھا ہے، اس میں جو کچھ فرمایا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ حسین اپنے دادا کی شریعت کی وجہ سے قتل ہوئے، حالانکہ یہ غلط ہے، جس پر ان کو امامِ عادل کے شرط ہونے کی غفلت نے ابھارا۔[1]

---

[1] یہ امر ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ امامت کے لئے عدل کے شرطِ صحت، یا شرطِ اولیت ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس طرح امام کے قرشی ہونے کی شرط میں بھی اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک یہ شرطِ صحت کے بجائے شرطِ اولویت ہے، اور اگر کوئی فاسق امام بن جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی امامت منعقد ہوجاتی ہے، اور اگر بعد میں فسق طاری ہوجائے، تو وہ اس فسق کی وجہ سے جمہور کے نزدیک معزول بھی نہیں ہوجاتا، اور اس کے خلاف خروج واجب بھی نہیں ہوجاتا، اور حسبِ استطاعت اس کی اصلاح کی کوشش کا حکم ہوتا ہے، اور فتنہ لازم آئے بغیر اس کو الگ کرنا ممکن ہو، تو اس کا حکم ہوتا ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک ''جن میں بعض مالکیہ بھی داخل ہیں'' فاسق امام کے خلاف خروج جائز بھی نہیں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس زمانہ میں حسین رضی اللہ عنہ کی امامت وعدالت کے مقابلہ میں، اہلِ آراء کے قتال کرنے میں دوسرا کون زیادہ عادل ہوسکتا ہے(یعنی حضرت حسین کی امامت وعدالت، سب اہلِ آراء کے قتال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ عدل

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

ہوتا، پھر فسق کے درجات بھی مختلف ہیں، جن کی تعیین میں بھی اختلاف ممکن ہے۔

اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ابوبکر بن عربی مالکی نے جو حکم بیان کیا، وہ بعض فقہاء کے نزدیک ہے۔

لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اوران کا اجتہاد، مذکورہ فقہاء میں سے کسی ایک کے اجتہاد کی پابندی سے بلند تر ہے، وہ اپنے اجتہاد پر بہر حال ماجور ہیں، اگرچہ ان کا اجتہاد بعض فقہاء کے مطابق ''صواب'' اور بعض کے نزدیک ''خطاء'' ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ ابوبکر بن عربی، یا کسی بھی قابلِ ذکر اہل السنۃ محقق ومجتہد کے نزدیک حضرت حسین گناہ گار نہیں، اور وہ اپنے اجتہاد، اور خلوصِ نیت کے مطابق شہید، مثاب اور ماجور ہیں۔

اور ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ظلماً قتل کئے جانے اور قاتلین کے مومن ہونے پر نص وارد ہے، جس سے ان کے قاتل کا عاصی ہونا، ظاہر ہوتا ہے، اس لئے قاتل کو مجتہدِ خاطی قرار دینے کی گنجائش نہیں، کیونکہ نص کی رو سے مجتہد خاطی، عاصی نہیں ہوتا، بلکہ ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے، اور جب قاتل ایک اجر کا بھی مستحق نہیں، تو قتل کی جہت سے، قاتل کو معذور، اور حضرت حسین کو ماثور قرار دیا جانا درست نہیں، قتل کے مسئلہ میں بہر حال حضرت حسین حق پر ہیں۔

اور حضرت حسین کی طرف سے یہ خروج مسلح قتال پر اقدام کے لئے نہیں تھا، بلکہ وہ یزید کو اصلاح کی دعوت دینے، اور بصورتِ دیگر اپنی نظر میں فتنہ اور سفکِ دماء لازم آئے بغیر معزول کرنے کے لئے تھا، اور وہ اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر اہلِ عراق کی دعوت پر نکلے تھے، اگرچہ دوسرے صحابہ کی نظر میں فتنہ لازم آنا راجح تھا، اور یہ نظر وفکر اور رائے واجتہاد کا اختلاف تھا، بعد میں حضرت حسین کو اپنے دفاع کے طور پر قتال کرنا پڑا، اس طرح خروج کے واجب، یا جائز ہونے، نہ ہونے کا مسئلہ اگرچہ اجتہادی اختلاف پر مبنی تھا، جس میں کوئی مجتہد بھی گناہ گار نہیں ہوتا، لیکن حضرت حسین کو قتل کرنے کا جواز، اجتہادی ہرگز نہ تھا، بلکہ اس میں قاتل کا عاصی وگناہ گار، اور حضرت حسین، اور آپ کے اصحاب کا شہید اور مثاب وماجور ہونا متعین ہے۔ محمد رضوان۔

ففی الإمامة الكبرى اشترط جمهور الفقهاء العدالة، فلا يجوز تقليد الفاسق، لكن الجمهور على عدم اشتراط العدالة فی دوام الإمامة، فلا ينعزل السلطان بالظلم والفسق وتعطيل الحقوق، ولا يجب الخروج عليه، ويجب وعظه ودعوته إلى الصلاح، بل إن بعضهم قالوا بحرمة الخروج على الإمام الجائر تحرزا عن الفتنة، وتقديما لأخف المفسدتين، إلا أن يقوم عليه إمام عدل فيجوز الخروج عليه وإعانة ذلك القائم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۱، ص ۲۲۷، مادة''غش'' حرف الغين)

يشترط لدوام الإمامة دوام شروطها، وتزول بزوالها إلا العدالة، فقد اختلف فی أثر زوالها على منصب الإمامة على النحو التالی:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وانصاف پر مبنی تھی، اس لئے ان کے قتال کرنے کو گناہ نہیں کہا جاسکتا، بالخصوص جبکہ یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ وہ اہلِ عراق کے دھوکہ دہی واضح ہونے اور قتال کا ماحول سامنے آنے کے بعد، واپس، یا سرحد پر جانے کے خواہش مند بھی تھے، پھر بھی ان کو قیدی بننے پر مجبور کیا گیا، جس کی بناء پر ان کو دفاعی طور پر قتال کرنا پڑا)

اور جہاں تک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو انہوں نے اپنے قیامِ حکومت میں وہی کچھ سمجھا تھا، جو حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا، اور انہوں نے گمان کیا، اور ان کا شوکت وطاقت کے متعلق معاملہ زیادہ بڑا تھا، کیونکہ بنو اسد،

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

عند الحنفية ليست العدالة شرطا لصحة الولاية، فيصح تقليد الفاسق الإمامة عندهم مع الكراهة، وإذا قلد إنسان الإمامة حال كونه عدلا، ثم جار فى الحكم، وفسق بذلك أو غيره لا ينعزل، ولكن يستحق العزل إن لم يستلزم عزله فتنة، ويجب أن يدعى له بالصلاح ونحوه، ولا يجب الخروج عليه، كذا نقل الحنفية عن أبى حنيفة، وكلمتهم قاطبة متفقة فى توجيهه على أن وجهه :هو أن بعض الصحابة رضى الله عنهم صلوا خلف أئمة الجور وقبلوا الولاية عنهم .وهذا عندهم للضرورة وخشية الفتنة .

وقال الدسوقى :يحرم الخروج على الإمام الجائر لأنه لا يعزل السلطان بالظلم والفسق وتعطيل الحقوق بعد انعقاد إمامته، وإنما يجب وعظه وعدم الخروج عليه، إنما هو لتقديم أخف المفسدتين، إلا أن يقوم عليه إمام عدل، فيجوز الخروج عليه وإعانة ذلك القائم .

وقال الخرشى :روى ابن القاسم عن مالك :إن كان الإمام مثل عمر بن عبد العزيز وجب على الناس الذب عنه والقتال معه، وأما غيره فلا، دعه وما يراد منه، ينتقم الله من الظالم بظالم، ثم ينتقم من كليهما(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٦،ص ٢١٩، وص ٢٢٠،مادة"امام" حرف الألف)

من دعاه الإمام إلى مقاتلة البغاة افترض عليه إجابته؛ لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض.

قال ابن عابدين :يجب على كل من أطاق الدفع أن يقاتل مع الإمام، إلا إن كان سبب الخروج ظلم الإمام بما لا شبهة فيه؛ إذ يجب معونتهم لإنصافهم إن كان ذلك ممكنا . ومن لم يكن قادرا لزم بيته .وعليه يحمل ما روى عن جماعة من الصحابة أنهم قعدوا فى الفتنة، وربما كان بعضهم فى تردد من حل القتال(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٨،ص ١٣٩،مادة"بغاة" حرف الباء)

بنوامیہ کے مقابلہ میں نہ تو جاہلیت میں کھڑے ہوتے تھے، اور نہ ہی اسلام میں کھڑے ہوتے تھے (اور عبداللہ بن زبیر کا تعلق بنواسد قبیلہ سے تھا، اور یزید، اور اس کے بعد کے حکمرانوں کا تعلق بنوامیہ سے تھا) اور مخالفت کی جہت (یعنی عبد الملک) میں خطاء کے تعین کے قول کی کوئی سبیل نہیں ہے، جیسا کہ معاویہ کی جہت میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی، کیونکہ وہاں اجماع نے ہمارے لئے فیصلہ کردیا ہے، اور ہم یہاں (عبداللہ بن زبیر کے معاملہ میں) اس اجماع کو نہیں پاتے۔

اور جہاں تک یزید کا تعلق ہے، تو اس کی اصل خطاء، اس کا فسق ہے، اور ابنِ زبیر کے مقابل (حکمران) عبدالملک (بن مروان) لوگوں میں بڑا عادل تھا، اور آپ عبدالملک کی عدالت سے امام مالک کے ان کے فعل سے حجت پکڑنے سے غافل نہ رہیں (یعنی امام مالک نے عبدالملک بن مروان کے فعل سے شرعی وفقہی احکام میں دلیل پکڑی ہے، جو عبدالملک بن مروان کے عادل حکمران ہونے کی دلیل ہے) نیز ابنِ عباس اور ابنِ عمر نے بھی عبداللہ بن زبیر کی بیعت نہیں کی، جبکہ یہ حضرات عبداللہ بن زبیر کے ساتھ حجاز میں تھے، اسی کے ساتھ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ ابنِ زبیر کی بیعت منعقد ہی نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے پاس اہلِ حل وعقد حاضر نہیں ہوئے تھے، جس طرح مروان کی بیعت منعقد ہوئی تھی، جبکہ ابنِ زبیر کی بیعت میں اختلاف ہے۔

اور یہ تمام مجتہد حضرات تھے، جن کو ظاہر میں حق پر محمول کیا جائے گا، اگرچہ ان میں سے کسی ایک کی حق والی جہت کو متعین نہ کیا جائے (لیکن مجتہدینِ حق ہونے میں کلام نہیں، جس کے بعد اگر کوئی خطاء کا مرتکب بھی ہو، تو وہ ایک اجر کا مستحق قرار پاتا ہے) اور وہ قتل جو اس اجتہاد کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوا، ہماری گذشتہ تقریر کے بعد، فقہ کے قواعد اور اس کے قوانین کے مطابق کہلائے گا، اور اسی کے

ساتھ وہ اپنے قصد اور اپنی حق کی تحری وگمان کے اعتبار سے شہید اور اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

یہی وہ چیز ہے، جس پر سلف صحابہ وتابعین کے افعال کو محمول کرنا چاہئے، کیونکہ یہ حضرات، امت کے پسندیدہ لوگ ہیں، اور ہم جب ان کو اعتراض کا نشانہ بنائیں گے، تو پھر کون ہوگا، جو عدالت کے وصف کے ساتھ مختص ہو سکے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں، پھر ان سے متصل لوگ ہیں، دو، یا تین مرتبہ والے، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کو، جو کہ عدالت ہے، پہلے زمانہ اور اس سے ملے ہوئے زمانہ کے ساتھ مختص قرار دے دیا، اس لئے آپ کو اپنے آپ کو، یا اپنی زبان کو، ان میں سے کسی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے سے بچانا چاہیے، اور اپنے دل کو ان ہستیوں میں سے کسی کی طرف سے واقع شدہ چیز کے بارے میں شک میں پڑنے سے بچانا چاہیے، اور ان حضرات کے لئے حسبِ استطاعت، حق کے مذاہب اور طریقوں کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ یہ حضرات دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اس چیز کے زیادہ مستحق ہیں، اور یہ حضرات اختلاف، دلیل کی بنیاد پر ہی کیا کرتے تھے، اور قتال کرنے اور قتل ہونے کو بھی جہاد، یا اظہارِ حق کے راستہ میں ہی اختیار کیا کرتے تھے، اور آپ یہ اعتقاد رکھو کہ ان کا اختلاف، امت کے بعد والوں کے لئے رحمت ہے، تاکہ ہر ایک ان میں سے جس کو اختیار کرنا چاہے، اس کی اقتداء کر سکے، اور اس کو امام اور ہادی، اور اپنی دلیل بنا سکے۔

پس اس بات کو سمجھ لیجئے، اور اللہ کی اس کی مخلوق، اور اس کی کائنات میں حکمت کو بیان کیجئے، اور یہ بات جان لیجئے کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اور اسی کی طرف پناہ حاصل کرنے اور لوٹنے کی جگہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے

زیادہ علم والا ہے (ابنِ خلدون)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنی تالیف ''منهاجُ السنة'' میں فرماتے ہیں:

وصار الناس فی قتل الحسین -رضی الله عنه -(ثلاثة أصناف) : طرفین ووسطا .

أحد الطرفین یقول :إنه قتل بحق ;فإنه أراد أن یشق عصا (المسلمین) ویفرق الجماعة.

وقد ثبت فی الصحیح عن النبی -صلی الله علیه وسلم -أنه قال " :من جاء کم وأمرکم علی رجل واحد یرید أن یفرق جماعتکم فاقتلوه.

قالوا :والحسین جاء وأمر المسلمین علی رجل واحد، فأراد أن یفرق جماعتهم .وقال بعض هؤلاء :هو أول خارج خرج فی الإسلام علی ولاة الأمر.

والطرف الآخر قالوا :بل (کان) هو الإمام الواجب طاعته، الذی لا ینفذ أمر من أمور الإیمان إلا به، ولا تصلی جماعة ولا جمعة إلا خلف من یولیه ، ولا یجاهد عدو إلا بإذنه، ونحو ذلک.

وأما الوسط فهم أهل السنة، الذین لا یقولون لا هذا ولا هذا، بل یقولون : قتل مظلوما شهیدا، ولم یکن متولیا لأمر الأمة .والحدیث المذکور لا یتناوله، فإنه لما بلغه ما فعل بابن عمه مسلم بن عقیل ترک طلب الأمر

(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴، ص۵۵۳،وص۵۵۴، الفصل الثانی، الناس فی قتل الحسین رضی الله عنه طرفان ووسط)

ترجمہ: اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق لوگوں کی تین جماعتیں ہوگئی ہیں، دو جماعتیں تو افراط وتفریط میں مبتلا ہیں، اور ایک جماعت اعتدال پر قائم ہے۔

دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تو یہ کہتی ہے کہ ان (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کا قتل برحق تھا، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے درمیان انتشار اور جماعت میں تفریق کا ارادہ کیا تھا، اور صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی

ہے کہ ”جو شخص تمہارے پاس آئے، اور تم کسی ایک آدمی پر متفق ہو، اور وہ آنے والا تمہاری جماعت کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہے، تو تم اس کو قتل کردو“۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ اس حالت میں آئے تھے کہ مسلمان ایک شخص (یعنی یزید) پر متفق تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان تفریق پیدا کرنا چاہی، اور ان لوگوں نے یہاں تک بھی کہہ دیا کہ اسلام میں حکمرانوں پر سب سے پہلا خروج اختیار کرنے والے حضرت حسین ہیں۔

اور دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہی برحق امام تھے، جن کی اطاعت واجب تھی، ایمان کے معاملات میں سے کوئی امر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کے بغیر نافذ نہیں ہوسکتا تھا، اور نماز باجماعت اور جمعہ صرف اسی شخص کی اقتداء میں پڑھنا جائز تھا، جس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ ذمہ داری سپرد کریں، اور کسی دشمن سے جہاد کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حکم کے بغیر جائز نہیں تھا، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن معتدل جماعت اہلُ السنۃ کی ہے، جو نہ تو پہلی جماعت والا قول کرتے ہیں، اور نہ دوسری جماعت والا قول کرتے ہیں، بلکہ ان حضراتِ اہلُ السنۃ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلوم اور شہید ہونے کی حالت میں قتل ہوئے، اور وہ امت کے حکمران مقرر نہیں ہوئے تھے، اور جو حدیث ذکر کی گئی، یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شامل نہیں ہے، کیونکہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وہ خبر پہنچی، جس میں ان کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ سلوک اختیار کیا گیا تھا، تو انہوں نے اس امر کی طلب کو ترک فرمادیا تھا (منہاجُ السنۃ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

ولم يكن أحد إذ ذاک يتكلم فی "يزيد بن معاوية "ولا كان الكلام فيه من الدين ثم حدثت بعد ذلک أشياء فصار قوم يظهرون لعنة يزيد بن معاوية.

وربما كان غرضهم بذلك التطرق إلى لعنة غيره فكره أكثر أهل السنة لعنة أحد بعينه فسمع بذلك قوم ممن كان يتسنن؛ فاعتقد أن يزيد كان من كبار الصالحين وأئمة الهدى .وصار الغلاة فيه على طرفي نقيض هؤلاء يقولون :إنه كافر زنديق وإنه قتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقتل الأنصار وأبناء هم بالحرة ليأخذ بثأر أهل بيته الذين قتلوا كفارا مثل جده لأمه عتبة بن ربيعة وخاله الوليد؛ وغيرهما ويذكرون عنه من الاشتهار بشرب الخمر وإظهار الفواحش أشياء .

وأقوام يعتقدون أنه كان إماما عادلا هاديا مهديا وأنه كان من الصحابة أو أكابر الصحابة وأنه كان من أولياء الله تعالى .وربما اعتقد بعضهم أنه كان من الأنبياء ويقولون :من وقف في يزيد وقفه الله على نار جهنم.....

وهذا الغلو في يزيد من الطرفين خلاف لما أجمع عليه أهل العلم والإيمان. فإن يزيد بن معاوية ولد في خلافة عثمان بن عفان -رضي الله عنه -ولم يدرك النبي صلى الله عليه وسلم ولا كان من الصحابة باتفاق العلماء ؛ ولا كان من المشهورين بالدين والصلاح وكان من شبان المسلمين؛ ولا كان كافرا ولا زنديقا؛ وتولى بعد أبيه على كراهة من بعض المسلمين ورضا من بعضهم وكان فيه شجاعة وكرم ولم يكن مظهرا للفواحش كما يحكى عنه خصومه .وجرت في إمارته أمور عظيمة - :أحدها مقتل الحسين رضي الله عنه وهو لم يأمر بقتل الحسين ولا أظهر الفرح بقتله؛ ولا نكت بالقضيب على ثناياه -رضي الله عنه -ولا حمل رأس الحسين - رضي الله عنه -إلى الشام لكن أمر بمنع الحسين رضي الله عنه وبدفعه عن الأمر..... لكنه مع هذا لم يظهر منه إنكار قتله، والانتصار له والأخذ بثأره: كان هو الواجب عليه فصار أهل الحق يلومونه على تركه للواجب مضافا إلى أمور أخرى .وأما خصومه فيزيدون عليه من الفرية أشياء (مجموع الفتاویٰ، ج۳، ص ۴۰۹ الیٰ ۴۱۱، کتاب مجمل اعتقاد السلف، فصل :في وجوب الاقتصاد والاعتدال في أمر الصحابة و القرابة ، اعدل الاقوال في يزيد بن معاوية)

ترجمہ: اوران (صحابہ وتابعین ومتقدمین اہلُ السنۃ) میں سے کوئی بھی یزید بن معاویہ کے بارے میں کلام نہیں کرتا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کلام کرنے کا دین سے تعلق تھا، پھر اس کے بعد کچھ چیزیں پیدا ہوگئیں، پھر ایک قوم نے یزید بن

معاویہ پر لعنت وملامت کا اظہار کرنا شروع کر دیا، اور بعض اوقات ان کی غرض، دوسرے (مثلاً معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں، یا بنو امیہ) پر لعنت کا راستہ پیدا کرنا ہوتی تھی، جس کے نتیجہ میں اکثر اہلُ السنۃ نے کسی پر تعیین کے ساتھ لعنت کرنے سے سے منع کیا، جس کو اہلُ السنۃ کے بعض لوگوں نے سنا، تو انہوں نے یہ اعتقاد کرلیا کہ یزید بڑے صالحین اور ائمہ ہدیٰ میں سے تھا، اور ان کے مقابلہ میں یزید کے متعلق غلو کرنے والے دو کناروں پر ہوگئے، جو کہنے لگے کہ یزید کافر زندیق تھا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا تھا، اور انصار، اور ان کے بیٹوں کو بھی حرہ (مدینہ) میں قتل کیا تھا، تاکہ وہ اہلِ بیت سے ان کافروں کا بدلہ لے سکے، جن کو انہوں نے قتل کیا تھا، جیسا کہ اپنے پڑنانا، عتبہ بن ربیعہ، اور ان کے ماموں ولید وغیرہما کا، اور یہ لوگ یزید کے متعلق کھلم کھلا شراب پینے اور بعض فواحش کے اظہار کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔

اور کچھ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یزید عدل کرنے والا، ھدایت دینے والا، اور ہدایت یافتہ امام تھا، اور وہ صحابہ میں سے تھا، یا اکابر صحابہ میں سے تھا، اور یہ اولیاء اللہ تعالیٰ میں سے تھا، اور بعض اوقات ان میں سے بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ انبیاء میں سے تھا، اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص یزید کے بارے میں توقف اختیار کرے گا، اللہ اس کو جہنم کی آگ پر توقف کرائے گا.....اور یزید کے بارے میں یہ غلو دونوں طرف سے اہلِ علم واہلِ ایمان کے اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ یزید بن معاویہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہو، اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا، اور نہ یہ علماء کے اتفاق کے مطابق صحابہ میں سے تھا، اور نہ ہی دین اور نیکی کے ساتھ مشہور لوگوں میں سے تھا، اور یہ مسلمانوں کے نوجوانوں میں سے تھا، اور نہ ہی یہ کافر زندیق تھا، اور اس کو اپنے

والد کے بعد، بعض مسلمانوں کی طرف سے ناپسندیدگی، اور بعض کی رضامندی کے ساتھ حکومت دی گئی تھی، اور اس میں شجاعت وبہادری، اور سخاوت کا جذبہ تھا، اور یہ فواحش کو علی الاعلان کرنے والا نہیں تھا، جیسا کہ اس کے مخالفین نقل کرتے ہیں، اور اس کی حکومت میں چند عظیم واقعات رونما ہوئے تھے، جن میں ایک واقعہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا تھا، اگرچہ اس نے ان کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا، اور نہ ہی ان کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا تھا، اور نہ ہی چھڑی سے حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں کو چھیڑا تھا، اور نہ ہی حسین رضی اللہ عنہ کا سر اس کے پاس ملکِ شام میں لے جایا گیا تھا (یہ بعض روایات کی رُو سے ہے، دوسری روایات کے مطابق ملکِ شام میں سر لے جانے کا ذکر ہے) البتہ اس نے حسین رضی اللہ عنہ کو آگے آنے سے منع کرنے، اور حکومت سے دور کرنے کا حکم دیا تھا.....

لیکن اس کے باوجود، یزید کی طرف سے نہ تو حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر نکیر کرنے کا اظہار کیا گیا، اور نہ ہی حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت کرنا، اور ان کے قتل کا بدلہ لینے کا اظہار کیا گیا، جو یزید پر واجب تھا، اس لئے اہلِ حق یزید کو اس واجب کے ترک پر ملامت کرتے ہیں، اور بعض دوسرے امور بھی ملامت کے شامل ہیں، اور جہاں تک یزید کے مخالفین کا تعلق ہے، تو وہ یزید پر بہت سے جھوٹ باندھتے ہیں (مجموع الفتاویٰ)

نیز علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ولا ريب أن "يزيد "تفاوت الناس فيه فطائفة تجعله كافرا؛ بل تجعله هو وأباه كافرين؛ بل يكفرون مع ذلك أبا بكر وعمر ويكفرون عثمان وجمهور المهاجرين والأنصار وهؤلاء الرافضة من أجهل خلق الله وأضلهم وأعظمهم كذبا على الله عز وجل ورسوله والصحابة والقرابة وغيرهم؛ فكذبهم على يزيد مثل كذبهم على أبي بكر وعمر وعثمان؛ بل كذبهم على يزيد أهون بكثير .

وطائفة تجعله من أئمة الهدى وخلفاء العدل وصالح المؤمنين وقد يجعله بعضهم من الصحابة وبعضهم يجعله نبيا .وهذا أيضا من أبين الجهل والضلال؛ وأقبح الكذب والمحال.

بل كان ملكا من ملوك المسلمين له حسنات وسيئات والقول فيه كالقول فى أمثاله من الملوك .وقد بسطنا القول فى هذا فى غير هذا الموضع .

وأما الحسين -رضى الله عنه -فقتل بكربلاء قريب من الفرات ودفن جسده حيث قتل وحمل رأسه إلى قدام عبيد الله بن زياد بالكوفة هذا الذى رواه البخارى فى صحيحه وغيره من الأئمة .وأما حمله إلى الشام إلى يزيد :فقد روى ذلك من وجوه منقطعة لم يثبت شىء منها بل فى الروايات ما يدل على أنها من الكذب المختلق فإنه يذكر فيها أن "يزيد " جعل ينكت بالقضيب على ثناياه؛ وأن بعض الصحابة الذين حضروه - كأنس بن مالك وأبى برزة -أنكر ذلك وهذا تلبيس .فإن الذى جعل ينكت بالقضيب إنما كان عبيد الله بن زياد؛ هكذا فى الصحيح والمساند. وإنما جعلوا مكان عبيد الله بن زياد "يزيد "وعبيد الله لا ريب أنه أمر بقتله وحمل الرأس إلى بين يديه .ثم إن ابن زياد قتل بعد ذلك لأجل ذلك.

ومما يوضح ذلك أن الصحابة المذكورين كأنس وأبى برزة لم يكونوا بالشام وإنما كانوا بالعراق حينئذ وإنما الكذابون جهال بما يستدل به على كذبهم .وأما حمله إلى مصر فباطل باتفاق الناس وقد اتفق العلماء كلهم على أن هذا المشهد الذى بقاهرة مصر الذى يقال له "مشهد الحسين " باطل ليس فيه رأس الحسين ولا شىء منه (مجموع الفتاویٰ ،ج۴،ص۵۰۶ الیٰ ۵۰۸، کتاب مفصل الاعتقاد،سئل:هل صح عند أحد من أهل العلم والحديث أو من يقتدى به فى دين الإسلام أن أمير المؤمنين "على بن أبى طالب - "رضى الله عنه - قال :إذا أنا مت فأركبونى فوق ناقتى وسيبونى فأينما بركت ادفنونى،الخ)

ترجمہ: اور اس میں شک نہیں کہ یزید کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہے، کچھ لوگ اس کو کافر قرار دیتے ہیں، بلکہ یزید اور اس کے والد معاویہ دونوں کو ہی کافر قرار دیتے ہیں، بلکہ یہ لوگ تو اس کے ساتھ ہی ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ

عنہم، اور جمہور مہاجرین وانصار کو بھی کافر قرار دیتے ہیں، اور یہ لوگ رافضہ ہیں، جو اللہ کی مخلوق میں جاہل اور گمراہ ترین اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اور صحابہ اور اہلِ بیت وغیرہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھنے والے ہیں، پس انہوں نے یزید پر بھی اسی طرح جھوٹ باندھا، جس طرح ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم پر جھوٹ باندھا، بلکہ ان کا یزید پر جھوٹ باندھنا (دوسرے جلیل القدر صحابہ کے مقابلہ میں) بہت زیادہ ہلکا ہے۔

اور ایک جماعت نے یزید کو ائمہ ہدیٰ اور خلفائے عادلین، اور مومنین صالحین میں سے قرار دے دیا، اور بعض نے تو اس کو صحابہ میں سے قرار دے دیا، اور بعض نے اس کو نبی کا درجہ دے دیا، اور یہ بھی کھلی جہالت اور کھلی گمراہی ہے، اور بدترین جھوٹ، اور ناممکنات میں سے ہے۔

بلکہ یزید مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے تھا، جس کی نیکیاں بھی ہیں، اور گناہ بھی ہیں، اور یزید کے متعلق قول ایسا ہی ہے، جیسا کہ اس جیسے حکمرانوں کے بارے میں ہے، اور ہم نے اس کی دوسرے مقام پر تفصیل بیان کردی ہے۔

اور جہاں تک حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے، تو ان کو کربلاء میں قتل وشہید کیا گیا، جو فرات نہر کے قریب ایک جگہ ہے، اور ان کے جسم کو وہیں دفن کیا گیا، جہاں ان کو قتل کیا گیا، اور ان کے سر کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس کوفہ میں پہنچایا گیا، یہی بات بخاری نے اپنی صحیح میں اور دوسرے ائمہ محدثین نے روایت کی ہے، اور جہاں تک ان کے سر کو شام میں یزید کے پاس لے جانے کا تعلق ہے، تو یہ مختلف منقطع طریقوں سے مروی ہے، جن میں سے کوئی بات ثابت نہیں، بلکہ روایات میں اس کے جھوٹ اور من گھڑت ہونے پر دلالت کرنے والے قرائن ملتے ہیں، کیونکہ ان روایات میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ یزید نے چھڑی سے دانتوں کو چھیڑا، اور

بعض صحابہ اس وقت موجود تھے، جیسا کہ انس بن مالک اور ابو برزہ، جنہوں نے اس پر نکیر کی، حالانکہ یہ تلبیس کی گئی ہے، کیونکہ جس شخص نے چھڑی سے چھیڑا تھا، وہ عبید اللہ بن زیاد تھا، اسی طرح صحیح اور مسانید کی روایات میں ہے، لیکن لوگوں نے عبید اللہ بن زیاد کی جگہ ''یزید'' کا لفظ کر دیا، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے ہی ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اور اسی کے سامنے ان کا سر لایا گیا تھا، پھر ابنِ زیاد کو اس کے بعد (مختار کی طرف سے) اسی بات کی وجہ سے قتل بھی کیا گیا۔

اور اس بات کی مزید وضاحت اس چیز سے بھی ہوتی ہے کہ مذکورہ صحابہ، یعنی انس اور ابو برزہ، شام میں نہیں تھے، بلکہ یہ تو اس وقت عراق میں تھے، لیکن کذاب، جہال ان پر جھوٹ باندھ کر اپنے دعوے پر استدلال کرتے ہیں، اور جہاں تک سر کو مصر کی طرف لے جائے جانے کا تعلق ہے، تو اس کے جھوٹ ہونے پر سب لوگوں کا اتفاق ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مصر میں قاہرہ کے اندر جس زیارت گاہ کو مشہدِ حسین کہا جاتا ہے، یہ باطل ہے، اس میں حضرت حسین کا سر، یا جسم کا کوئی حصہ نہیں ہے (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ، اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ثم إنه مات وصار إلى كرامة الله ورضوانه وقامت طوائف كاتبوا الحسين ووعدوه بالنصر والمعاونة إذا قام بالأمر ولم يكونوا من أهل ذلك بل لما أرسل إليهم ابن عمه أخلفوا وعده .ونقضوا عهده وأعانوا عليه من وعدوه أن يدفعوه عنه ويقاتلوه معه .وكان أهل الرأى والمحبة للحسين كابن عباس وابن عمر وغيرهما أشاروا عليه بأن لا يذهب إليهم ولا يقبل منهم ورأوا أن خروجه إليهم ليس بمصلحة ولا يترتب عليه ما يسر وكان الأمر كما قالوا وكان أمر الله قدرا مقدورا (مجموع الفتاویٰ ، ج۲۵ ص۳۰۶، كتاب الفقه، الجزء الخامس: الزكاة والصوم، بيعة الحسين وتنازله عن الولاية)

ترجمہ: پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، اور وہ اللہ کی طرف سے شرافت وکرامت اور اللہ کی رضا کو حاصل کر چکے، تو مختلف جماعتیں کھڑی ہوگئیں، جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا، اور ان کے ساتھ نصرت اور معاونت کا وعدہ کیا، جبکہ وہ حکومت کی باگ دوڑ سنبھالیں گے، لیکن وہ وعدہ کرنے والے لوگ اس بات کے اہل نہیں تھے، بلکہ جب ان کی طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی (حضرت مسلم بن عقیل) کو بھیجا، تو ان لوگوں نے وعدہ خلافی کا ارتکاب کیا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کیے گئے عہد کو توڑ دیا، اور جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اس چیز کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی طرف سے دفاع کریں گے، اور ان کے ساتھ مل کر قتال کریں گے، انہوں نے اس کے برخلاف طرزِ عمل اختیار کیا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے، اور زیادہ بہتر رائے رکھنے والے حضرات، جیسا کہ ابنِ عباس وابنِ عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ان کی طرف نہ جائیں، اور ان کی بات کو تسلیم نہ کریں، ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ان لوگوں کی طرف جانا مصلحت کے مطابق نہیں، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ان لوگوں کی طرف جانے پر وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوگا، جس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں، اور حقیقتِ حال بھی مذکورہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کے مطابق تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کا مقررہ فیصلہ پورا ہوکر رہا

(مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ويزيد بن معاوية :قد أتى أمورا منكرة .منها :وقعة الحرة .وقد جاء في الصحيح عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال (المدينة حرام ما بين عير إلى كذا .من أحدث فيها حدثا أو آوى) محدثا

فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل)
وقال (من أراد أهل المدينة بسوء أماعه الله كما ينماع الملح فى الماء)
ولهذا قيل للإمام أحمد :أتكتب الحديث عن يزيد؟ فقال :لا ولا كرامة أوليس هو الذى فعل بأهل الحرة ما فعل وقيل له -أى فى ما يقولون -أما تحب يزيد؟ فقال :وهل يحب يزيد أحد يؤمن بالله واليوم الآخر؟ فقيل: فلماذا لا تلعنه؟ فقال :ومتى رأيت أباك يلعن أحدا.
ومذهب أهل السنة والجماعة :أنهم لا يكفرون أهل القبلة بمجرد الذنوب ولا بمجرد التأويل؛ بل الشخص الواحد إذا كانت له حسنات وسيئات فأمره إلى الله.
وهذا الذى ذكرناه هو المتفق عليه بين الناس فى مقتل الحسين رضى الله عنه.
وقد رويت زيادات :بعضها صحيح وبعضها ضعيف وبعضها كذب موضوع .والمصنفون من أهل الحديث فى ذلك :كالبغوى وابن أبى الدنيا ونحوهما :كالمصنفين من أهل الحديث فى سائر المنقولات :هم بذلك أعلم وأصدق بلا نزاع
بين أهل العلم لأنهم يسندون ما ينقلونه عن الثقات أو يرسلونه عمن يكون مرسله يقارب الصحة بخلاف الإخباريين فإن كثيرا مما يسندونه عن كذاب أو مجهول .وأما ما يرسلونه فظلمات بعضها فوق بعض .وهؤلاء لعمرى ممن ينقل عن غيره مسندا أو مرسلا .وأما أهل الأهواء ونحوهم: فيعتمدون على نقل لا يعرف له قائل أصلا لا ثقة ولا معتمد .وأهون شىء عندهم الكذب المختلق.
وأعلم من فيهم لا يرجع فيما ينقله إلى عمدة بل إلى سماعات عن الجاهلين والكذابين وروايات عن أهل الإفك المبين .فقد تبين أن القصة التى يذكرون فيها حمل رأس الحسين إلى يزيد ونكته إياها بالقضيب كذبوا فيها وإن كان الحمل إلى ابن زياد -وهو الثابت بالقصة -فلم ينقل بإسناد معروف أن الرأس حمل إلى قدام يزيد .ولم أر فى ذلك إلا إسنادا منقطعا،قد عارضه من الروايات ما هوأثبت منه وأظهر -نقلوا فيها أن يزيد لما بلغه مقتل الحسين أظهر التألم من ذلك وقال :لعن الله أهل العراق. لقد كنت أرضى من طاعتهم بدون هذا .وقال فى ابن زياد :أما إنه لو كان

بينه وبين الحسين رحم لما قتله .وأنه ظهر في داره النوح لمقتل الحسين وأنه لما قدم عليه أهله وتلاقى النساء تباكين وأنه خير ابنه عليا بين المقام عنده والسفر إلى المدينة فاختار السفر إلى المدينة .فجهزه إلى المدينة جهازا حسنا .فهذا ونحوه مما نقلوه بالأسانيد التي هي أصح وأثبت من ذلك الإسناد المنقطع المجهول تبين أن يزيد لم يظهر الرضا بقتل الحسين وأنه أظهر الألم لقتله .والله أعلم بسريرته .

وقد علم أنه لم يأمر بقتله ابتداء لكنه مع ذلك ما انتقم من قاتليه ولا عاقبهم على ما فعلوا؛ إذ كانوا قتلوه لحفظ ملكه الذي كان يخاف عليه من الحسين وأهل البيت .رضي الله عنهم أجمعين (مجموع الفتاویٰ ، ج۲۷ ص ۴۷۸، الیٰ ۴۸۱، کتاب الفقه، الجزء السابع: الزيارة،اختلاف الصحابة وما حدث من فتن يحمل على احد وجوه الخ)

ترجمہ: اور یزید بن معاویہ نے کئی منکر وگناہ والے کام کئے تھے، جن میں ایک ''واقعہ حرہ'' ہے، اور صحیح حدیث میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ حرام ہے مقامِ عیر سے فلاں جگہ تک، جو اس جگہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے گا، یا کسی بدعت کو پناہ دے گا، اس پر اللہ، اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی، نہ اس کا فرض قبول ہوگا، نہ نفل، اور فرمایا کہ جو اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اس کو اللہ اس طرح پگھلا دے گا، جس طرح نمک، پانی میں پگھل جاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید کی حدیث کو لکھتے ہو؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہیں، اور یزید کا کوئی اکرام واحترام نہیں، کیا اہلِ حرہ کے ساتھ وہ کچھ نہیں کیا، جو کچھ بھی کیا، اور امام احمد سے کہا گیا کہ جو بات لوگ کہتے ہیں، کیا آپ یزید سے محبت رکھتے ہو؟ تو امام احمد نے جواب میں فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، یزید سے محبت رکھ سکتا ہے، پھر کہا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ یزید پر لعنت نہیں بھیجتے؟ تو امام احمد نے فرمایا

کہ کیا تم نے اپنے والد کو کسی پر لعنت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ وہ اہلِ قبلہ کی محض گناہ اور محض تاویل کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، بلکہ ایک شخص جس کی کچھ نیکیاں ہوں، اور گناہ ہوں، تو اس کا معاملہ، اللہ کے سپرد ہے، اور یہ بات جو ہم نے ذکر کی، وہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں لوگوں کے درمیان متفق علیہ ہے۔

اور کئی باتیں، اس سے زیادہ بھی یزید کے بارے میں روایت کی جاتی ہیں، جن میں سے بعض صحیح ہیں، اور بعض ضعیف ہیں، اور بعض جھوٹی اور من گھڑت ہیں، اور یزید کے متعلق محدثین مصنفین، جیسا کہ بغوی اور ابنِ ابی الدنیا وغیرہما، اور تمام منقولات کے محدثین مصنفین ہی اس قضیہ کو زیادہ جانتے ہیں، اور وہی زیادہ سچے ہیں، جس میں اہلِ علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ وہ ثقہ ومعتبر راویوں سے مسند طریقہ پر نقل کرتے ہیں، یا وہ مرسل طریقہ پر اس طرح روایت کرتے ہیں، جو صحیح کے قریب ہو، بر خلاف اخباریین اور مورخین کے کہ ان میں سے اکثر حضرات جھوٹے اور مجہول لوگوں سے بھی نقل کر دیتے ہیں، اور جن روایات کو یہ حضرات مرسل طریقہ پر بیان کرتے ہیں، تو وہ تو ایک دوسرے کے اوپر اندھیریوں میں ڈوبی ہوئی ہیں، اور قسم ہے کہ یہ حضرات اور ان جیسے دوسرے لوگ ایسے افراد کی باتوں کو نقل کرنے پر اعتماد کرتے ہیں، جن کا قائل نہ تو قطعی طور پر پہچانا جاسکتا کہ وہ ثقہ ومعتبر ہے، یا قابلِ اعتماد ہے، اور ان کے نزدیک ہلکی چیز یہ ہے کہ وہ جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہو۔

اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ ان میں ایسے افراد بھی ہیں کہ جو کچھ وہ نقل کرتے ہیں، اس کے مرجع وماخذ کو اچھی طرح دیکھتے تک بھی نہیں، بلکہ جاہلوں اور جھوٹوں سے سنی ہوئی باتوں کو نقل کر دیتے ہیں، اور واضح افتراء پردازوں کی روایات کو نقل

کردیتے ہیں، چنانچہ یہ بات واضح ہوگئی کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کی طرف لیجانے، اور یزید کے اس کو چھڑی کے ساتھ چھیڑنے کا جو قصہ یہ لوگ ذکر کرتے ہیں، اس میں انہوں نے جھوٹ بولا ہے (جو بعد کے لوگوں تک پہنچادیا، یا پھر ''ابنِ زیاد'' کی جگہ ''یزید'' کردیا) اگرچہ ابنِ زیاد کی طرف سر کو لیجایا گیا تھا، اور یہی بات قصہ سے ثابت ہے، پس معروف سند کے ساتھ یزید کے پاس سر کو لے جایا جانا منقول نہیں، اور میں نے اس کی سند کو منقطع ہی پایا۔

جس کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط اور قوی روایات موجود ہیں، یہ بھی منقول ہے کہ یزید کو جب حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی، تو اس نے اس پر رنج وغم کا اظہار کیا، اور کہا کہ اللہ اہلِ عراق پر لعنت کرے، میں تو اس کے بغیر بھی ان کی اطاعت سے راضی تھا، اور ابنِ زیاد کے بارے میں کہا کہ اگر اس کے اور حسین کے درمیان کوئی رشتہ داری ہوتی، تو وہ ان کو قتل نہ کرتا، اور یہ بھی منقول ہے کہ یزید کے گھر میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی وجہ سے رونا دھونا ہوا، اور جب یزید کے سامنے حسین رضی اللہ عنہ کے گھر کے افراد پیش کئے گئے، اور عورتوں نے ملاقات کی، تو ان کو رونا آیا، اور یزید نے حسین کے بیٹے ''علی'' کو اپنے پاس ٹھہرنے، اور ان کو مدینہ کی طرف سفر کا اختیار دیا، جس پر انہوں نے مدینہ کی طرف سفر کو اختیار کیا، جس پر یزید نے ان کو مدینہ کی طرف اچھے طریقہ سے ساز وسامان کے ساتھ رخصت کیا۔

پس یہ اور اس جیسی سندیں، اس منقطع ومجہول سند کے مقابلہ میں زیادہ صحیح اور قوی ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یزید حضرت حسین کے قتل پر راضی نہیں تھا، اور یزید نے ان کے قتل پر رنج وغم کا اظہار کیا تھا، اور اللہ اس واقعہ کے خفیہ رازوں کو زیادہ جانتا ہے۔

اوراس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ یزید نے حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ابتداء میں حکم نہیں دیا تھا، لیکن اس کے باوجود اس نے نہ تو قاتل سے انتقام لیا، اور نہ اس کو اس کے فعل پر سزاء دی، کیونکہ اس نے حضرت حسین کو اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے قتل کیا، جس کا وہ حضرت حسین اور ان کے اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی طرف سے خوف رکھتا تھا (مجموع الفتاویٰ)

اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس غرض سے نکلے تھے کہ یزید کا تسلط دفع کریں، یعنی اس کا تسلط نہ ہونے پائے، یہ غرض نہ تھی کہ اس کا تسلط رفع کریں، یعنی یہ امر نہ تھا کہ یزید کا تسلط ہوگیا تھا، اور آپ کا مقصود یہ تھا کہ اس کا تسلط اٹھادیں۔

مسائلِ فقہیہ میں ''دفع و رفع ''میں فرق ظاہر مشہور ہے'' (فتاویٰ عزیزی، ص۲۵۲، بابُ الخلافت، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، سنِ طباعت: 1412ہجری)

مذکورہ حوالہ جات وعبارات سے معلوم ہوا کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہ تو باضابطہ طور پر امیر المومنین منتخب ہوئے تھے، اور نہ وہ بذاتِ خود تسلیم شدہ عادل حکمران سے قتال کرنے کے لئے نکلے تھے، بلکہ وہ عراق کے لوگوں کی طرف سے دعوت دیئے جانے کے بعد، ان کی طرف نکلے تھے، اس وقت براہِ راست یزید سے قتال کرنے کے لئے جانا، ان کے پیشِ نظر نہیں تھا، لیکن نہ تو ان کو کوفہ میں داخل ہونے دیا گیا، اور نہ ہی یزید کے پاس پہنچ کر معاملہ کے تصفیہ کی اجازت دی گئی، اور بعض شرپسندوں کی وجہ سے قتال کی نوبت آئی، اور وہ ظلماً قتل ہوکر شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے، اور احادیث میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کئی فضائل بیان ہوئے ہیں، جن میں انہیں جنت کے جوانوں کا سردار بتایا گیا ہے۔

اس لئے ان کو باغی کہنا، کسی طرح بھی درست نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(6)..... یزید پر سب وشتم اور کفر ولعنت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: یزید کو کافر کہنے اور اس کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے کے بارے صحیح نکتۂ نظر اور راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:..... یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یزید کے ولی عہد بنائے جانے کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید کی ظاہری حالت ایسی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلافت کا اہل سمجھا تھا، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کے متعلق تاریخ میں جو باتیں ملتی ہیں، ان کی وجہ سے بعض حضرات نے اگرچہ یزید کو کافر تک قرار دے دیا ہے، اور اس پر لعنت کو بھی جائز رکھا ہے، لیکن اکثر اہلُ السنۃ والجماعۃ نے اس موقف کو پسند نہیں کیا، اور فرمایا کہ یزید کو نہ تو کافر قرار دیا جائے، اور نہ ہی اس پر لعنت کی جائے۔

کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا حکم اور اسی طرح لعنت جس قدر بری چیز ہے، اسی قدر اس کے کرنے پر پابندی بھی عائد کی گئی ہے، کسی مسلمان کو کافر قرار دینا، اور اس پر لعنت کرنا شرعاً حرام ہے۔

اور کسی متعین شخص کے بارے میں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کی موت یقینی کفر پر ہوئی ہے اس پر متعین طور سے لعنت کرنے کا ممنوع ہونا راجح ہے، اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا ،فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّۃُ اللّٰہِ وَذِمَّۃُ رَسُوْلِہٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّتِہٖ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۹۱، کتاب الصلاۃ، باب فضل استقبال القبلۃ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہماری (یعنی مسلمانوں جیسی) نماز پڑھے، اور ہمارے (یعنی مسلمانوں کے) قبلہ کی طرف (عبادت کے لئے) رُخ کرے، اور ہمارا ذبیحہ کھائے، تو وہ مسلمان ہے، جس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو تم اللہ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت جندب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، جو اسلام کی بڑی نشانیاں اور امتیازی اہم شعائر ہیں کہ وہ یہود وعیسائیوں وغیرہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں رکوع، سجود، قیام، قعدہ وغیرہ کے ساتھ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے، اور بیتُ المقدس، یا کسی اور چیز کو قبلہ ماننے کے بجائے، بیتُ اللہ کو اپنا قبلہ تسلیم واختیار کرے، اور ہمارے ذبح کئے ہوئے جانور کو کھالے، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں آجاتا ہے، اس لئے اس کو مسلمان سمجھنا چاہیے، اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا برتاؤ کرنا چاہیے، اور اس کو نہ تو کافر قرار دینا چاہیے، اور نہ ہی قتل کرنا چاہیے، جس کی تفصیل دوسری احادیث میں آئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کا دارومدار ظاہر پر ہوتا ہے، اور انسان عالم الغیب، علیمٌ بذاتِ الصدور نہیں، اس لئے وہ دوسرے کے دل اور باطن کا مکلّف نہیں کہ کسی کے دل میں کیا ہے؟ اس کو تو ظاہری چیزوں کو دیکھ کر ہی فیصلہ کرنا چاہئے، اور اس کے باوجود بھی کسی کے دل میں اور کچھ ہو، تو اس کا معاملہ اور حساب اللہ کے ساتھ ہے،

---

[1] عن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاك المسلم له ذمة الله وذمة رسوله(المعجم الكبير للطبراني، ج۲ ص ۱۶۲، رقم الحديث ۱۶۶۹)

عن عبد الله قال :كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المنذر بن ساوى :من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذاكم المسلم، له ذمة الله وذمة الرسول صلى الله عليه وسلم "(المعجم الكبير للطبراني، ج۱۰ ص ۱۵۲، رقم الحديث ۱۰۲۹۱)

جیسا کہ دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا، وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۹۲، كتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال (یعنی شرعی جہاد) کروں، جب تک کہ وہ ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' نہ کہیں، پس جب وہ ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہہ لیں، اور ہماری (یعنی مسلمانوں کی) طرح نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ (یعنی بیتُ اللہ) کی طرف رخ کرنے لگیں، اور ہماری طرح (اللہ کا نام لے کر) ذبح کرنے لگیں، تو ہمارے اوپر ان کا خون اور ان کا مال حرام ہوجاتا ہے، سوائے کلمۂ اسلام کے حق کے (یعنی اس پر اسلام کے قانون لاگو ہوں گے، مثلاً قتل کے بدلہ میں قصاص وغیرہ) اور ان (کے باطن اور نیک وبُرے اعمال کی جزا وثواب) کا حساب اللہ کے ذمہ ہے (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ، ثُمَّ قَرَأَ: "إِنَّمَا أَنْتَ

[1] قوله :(فلا تخفروا الله فی ذمته) أی لا تعاملوا معاملة الغادر فی نقض عهده واغتيال مؤمنه، والذمة الأمان، وأذمه أجاره، أی له أمان الله نكال الكفار، وما شرع لهم من القتل والقتال(شرح المشكاة للطيبی، ج۲ ص ۴۵۵، كتاب الايمان)

مُـذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ"(صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۱"۳۵"كتاب الايمان،باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا :لا إله إلا الله محمد رسول الله)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال (یعنی شرعی جہاد) کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک کہ وہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" نہ کہہ لیں، پس جب وہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ لیں گے، تو مجھ سے اپنے خونوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کرلیں گے، مگر مالوں اور خونوں کا حق ان پر باقی رہے گا (یعنی جو وہ دوسروں کا جانی و مالی نقصان کریں گے، اس کی مقررہ سزا ہوگی) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ غاشیہ کی) یہ آیت پڑھی کہ آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ظاہر میں ان چیزوں کو اختیار کرلے، تو اس سے قتال کرنا جائز نہیں، اور اگر اس کے دل میں کفر و شرک وغیرہ ہو، تو اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، ہمارے ذمہ نہیں، لہٰذا ہمیں ظاہر کو نظر انداز کرکے اپنی طرف سے اس کے باطن کی کھود کرید کرنے، اور اس کے دل کے احتساب کے درپے ہونے اور ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ میں روایت ہے کہ:

---

[1] (وحسابهم) أى فيما يسترون من الكفر والمعاصى بعد ذلك (على الله) ، والجملة مستأنفة، أو معطوفة على جزاء الشرط، والمعنى أنا نحكم بظاهر الحال والإيمان القولى، ونرفع عنهم ما على الكفار، ونؤاخذهم بحقوق الإسلام بحسب ما يقتضيه ظاهر حالهم، لا أنهم مخلصون، والله يتولى حسابهم، فيثيب المخلص، ويعاقب المنافق، ويجازى المصر بفسقه، أو يعفو عنه، وفيه دليل على أن من أظهر الإسلام وأبطن الكفر يقبل إسلامه فى الظاهر(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ۸۱، كتاب الإيمان) (أمرت أن أقاتل الناس) إلى قوله " :وحسابهم على الله ."ولو شاء الله تعالى لأطلع -صلى الله عليه وسلم -على باطن أمر الخصمين، فحكم بيقين نفسه من غير حاجة إلى شهادة، أو يمين، ولكن لما أمر الله تعالى أمته باتباعه والاقتداء بأقواله وأفعاله وأحكامه، أجرى عليه حكمهم من عدم الإطلاع على باطن الأمور، ليكون للأمة أسوة به فى ذلك وتطييبا لنفوسهم من الانقياد للأحكام الظاهرة من غير نظر إلى الباطن(مرقاة المفاتيح، ج٦ص ۲۴۴۱، كتاب الامارة والقضاء، باب الأقضية والشهادات)

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ : لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيَ فَقَالَ خَالِدٌ : وَكَمْ مِّنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۴۳۵۱، كتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب عليه السلام، وخالد بن الوليد رضی الله عنه، إلی اليمن قبل حجة الوداع، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۰۶۴ "۱۴۴")

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں اس آدمی کی گردن نہ اُڑادوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، تو حضرت خالد نے عرض کیا کہ کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں، جو اپنی زبان سے وہ بات کرتے ہیں، جو ان کے دل میں نہیں ہوتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کو پھاڑ کر دیکھوں، اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹوں کو چاک کروں (لہٰذا ہم تو ظاہر کے مکلّف ہیں) (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو کافر، یا مشرک قرار دینا، سنگین گناہ ہے۔

اور جب تک کسی مسلمان سے کوئی بات واضح طور پر ایمان واسلام کے خلاف ظاہر نہ ہو، جس میں کوئی تاویل بھی ممکن نہ ہو، اس وقت تک کافر قرار دینا جائز نہیں ہے۔ [1]

---

[1] قوله صلی الله عليه وسلم (إنی لم أومر أن أنقب عن قلوب الناس ولا أشق بطونهم) معناه إنی أمرت بالحكم بالظاهر والله يتولی السرائر كما قال صلی الله عليه وسلم فإذا قالوا ذلک فقد عصموا منی دماء هم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم علی الله وفی الحديث هلا شققت عن قلبه (شرح النووی علی مسلم، ج۷، ص۱۶۳، كتاب الزكاة، باب اعطاء المؤلفة ومن يخاف علی ايمانه ان لم يعط)
التحرز من التكفير: لا ينبغی أن يكفر مسلم أمكن حمل كلامه علی محمل حسن، أو كان فی كفره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کوئی شخص دل میں کفر، یا اس کی کوئی بات چھپائے ہوئے ہو، تو جب تک اس کا اظہار نہ ہو جائے، اس وقت تک اس پر ظاہر میں مرتد، یا کافر ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّمَا اِمْرِءٍ قَالَ لِأَخِيْهِ : يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ٦٠، كتاب الايمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم :يا كافر، مسند احمد، رقم الحديث ٥٨٢٤) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے بھی اپنے مسلمان بھائی کو یہ کہا کہ اے کافر! تو اس کا ان دونوں میں سے کوئی ایک مستحق ہو جاتا ہے، اگر وہ ایسا ہی ہو، جیسا اس نے کہا تو ٹھیک، ورنہ وہ اس کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے (مسلم، مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

خلاف ولو كان رواية ضعيفة .ما يشك في أنه كفر لا يحكم به، فإن المسلم لا يخرجه من الإيمان إلا جحود ما أدخله فيه، إذ الإسلام الثابت لا يزول بالشك مع أن الإسلام يعلو، فإن كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير؛ لعظم خطره وتحسينا للظن بالمسلم، ولأن الكفر نهاية في العقوبة فيستدعي نهاية في الجناية، ومع الشك والاحتمال لا نهاية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص٢٢٨، ٢٢٩، مادة "تكفير" حرف التاء)

[1] التكفير بالاعتقاد :اتفق الفقهاء على تكفير من اعتقد الكفر باطنا، إلا أنه لا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح به.

ومن عزم على الكفر في المستقبل، أو تردد فيه، فإنه يكفر حالا لانتفاء التصديق بعزمه على الكفر في المستقبل، وتطرق الشك إليه بالتردد في الكفر .ولا تجرى عليه أحكام المرتد إلا إذا صرح بالكفر أيضا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٣، ص٢٣٠، مادة "تكفير" حرف التاء)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ ،فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلٰى قَائِلِهَا (سنن ابی داؤد،رقم الحدیث ۴۹۰۵،کتاب الادب، باب فی اللعن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے، تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، پھر اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے، تو اس کے سامنے زمین کے دروازے بھی بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں اور بائیں چلتی ہے، پھر جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی، تو وہ اس کی طرف جاتی ہے، جس پر لعنت کی گئی ہے، اگر وہ اس کا اہل ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف واپس لوٹ کر آجاتی ہے (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ إِنَّ اللَّعْنَةَ إِذَا وُجِّهَتْ إِلٰى مَنْ وُجِّهَتْ إِلَيْهِ، فَإِنْ أَصَابَتْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، أَوْ وَجَدَتْ فِيْهِ مَسْلَكًا، وَإِلَّا قَالَتْ: يَا رَبِّ، وُجِّهْتُ إِلٰى فُلَانٍ، فَلَمْ أَجِدْ عَلَيْهِ سَبِيْلًا، وَلَمْ أَجِدْ فِيْهِ مَسْلَكًا، فَيُقَالُ لَهَا: اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۳۸۷۶) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية سنن ابی داؤد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسين (حاشية مسند احمد)

وقال المنذری: وإسناده جيد إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب، ج۳ص۳۱۴، تحت رقم الحديث ۴۲۲۰، كتاب الأدب وغيره، الترهيب من السباب واللعن لا سيما لمعين آدميا كان أو دابة وغيرهما)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سنا کہ لعنت جب بھیجی جاتی ہے، جس کی طرف بھی بھیجی جاتی ہے، تو اگر اس کا راستہ درست ہوتا ہے، یا وہ راستہ پاتی ہے، تو فبہا، ورنہ وہ لعنت یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے، اور میں اس کی طرف راستہ اور چلنے کی جگہ نہیں پاتی (یعنی وہ اس لعنت کا مستحق نہیں ہے) تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے کہ تو اسی کی طرف لوٹ جا، جہاں سے آئی ہے (یعنی جس نے لعنت کی ہے) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ لعنت انتہائی خطرناک عمل ہے، اور جب تک اس کا کوئی صحیح مستحق نہیں ہوتا، وہ اس کو جا کر نہیں لگتی، بلکہ کہنے والے پر لوٹ کر آ جاتی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا إِذَا رَأَيْنَا الرَّجُلَ يَلْعَنُ أَخَاهُ، رَأَيْنَا أَنَّهُ قَدْ أَتٰى بَابًا مِّنَ الْكَبَائِرِ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ٦٦٧٤) [1]

ترجمہ: ہم جب کسی آدمی کو دیکھتے تھے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی پر لعنت کر رہا ہے، تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہ کبیرہ گناہوں کے دروازہ پر پہنچ گیا ہے (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی متعین مسلمان پر لعنت کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال المنذری:

رواه الطبرانی بإسناد جید (الترغیب والترهیب، ج۳ص ۳۱۳، کتاب الأدب، الترهیب من السباب واللعن لا سیما لمعین آدمیا)

وقال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط والکبیر بنحوه، وإسناد الأوسط جید، وفی إسناد الکبیر ابن لهیعة، وهو لین (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۳۰۰۹، باب فیمن لعن مسلما أو رماه بکفر)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا

(مستدرک حاکم،رقم الحدیث ۱۴۵ ،ورقم الحدیث ۱۴۶ ،کتاب الإیمان،مسند البزار، رقم الحدیث ۶۰۹۲، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۳۰۹) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو (حاکم،مسند احمد،الادب المفرد)

مطلب یہ ہے کہ مومن کی شان نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو،اس خصلتِ بد سے ہر مؤمن کو بچنا اور باز رہنا چاہئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ جمہور اہلِ سنت حضرات کے نزدیک یزید فاسق تھا،لیکن کافر نہیں تھا۔

یزید کے بارے میں آج کل بہت افراط وتفریط پائی جارہی ہے،ایک فریق تو یزید کی محبت میں اس حد تک آگے نکل گیا ہے کہ یزید کی تعریف کو اہلِ سنت کی علامت ونشانی سمجھنے لگا ہے، اس فریق کی خواہش ہے کہ یزید کا شُمار اگر ''خلفائے راشدین'' میں نہیں تو کم از کم ''خلفائے عادلین'' میں تو ضرور کیا جانا چاہئے ،اوراس کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ باغی قرار دینا چاہیے،جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کو باغی قرار دینا درست نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا

---

[1] قال الحاکم:
هذا حديث أسنده جماعة من الأئمة، عن كثير بن زيد، ثم أوقفه عنه حماد بن زيد وحده،فأما الشيخان فإنهما لم يخرجا عن كثير بن زيد وهو شيخ من أهل المدينة من أسلم كنيته أبو محمد لا أعرفه يجرح فى الرواية، وإنما تركاه لقلة حديثه والله أعلم . ولهذا الحديث شواهد بألفاظ مختلفة، عن أبى هريرة وأبى الدرداء وسمرة بن جندب يصح بمثلها الحديث على شرط الشيخين(حواله بالا)

شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۷۶۸، کتاب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی بن أبی طالب والحسین بن علی بن أبی طالب رضی الله عنهما، مسند احمد رقم الحدیث ۱۰۹۹۹، سنن ابنِ ماجه رقم الحدیث ۱۱۵ عن ابن عمر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)

جو لوگ نعوذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ''باغی'' قرار دیتے ہیں، وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قیادت وسیادت میں جنت میں جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَد أَبْغَضَنِيْ (سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۱۴۳، ابواب السنة، باب فی فضائل أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فضائل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی الله عنهم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے محبت کی، تو اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا، تو اس نے مجھ سے بغض رکھا (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح. وابن أبی نعم هو: عبد الرحمن بن أبی نعم البجلی الکوفی.
وقال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر یزید بن مردانبة، فقد أخرج له النسائی، وهو ثقة (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط:
إسناده حسن (حاشیة ابن ماجه)

محبت رکھی، اس سے اللہ محبت رکھتا ہے۔ [1]

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ:

اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں، آپ بھی اس سے محبت رکھیے۔ [2]

اور اس کے برعکس دوسرا فریق یزید کو دین وایمان سے خارج، اور کافر وملعون قرار دینے کو ضروری سمجھتا ہے۔

لیکن اعتدال کا راستہ ان دونوں حدوں کے درمیان ہے، اور وہ یہ کہ یزید کی تعریف اور مدح سرائی سے بچا جائے، اور یزید کو کافر نہ قرار دیا جائے، اور یزید کا نام لے کر لعنت سے پرہیز کیا جائے۔

---

[1] عن سعيد بن أبى راشد، أن يعلى بن مرة حدثهم: أنهم خرجوا مع النبى – صلى الله عليه وسلم – إلى طعام دعوا له، فإذا حسين يلعب فى السكة .قال: فتقدم النبى – صلى الله عليه وسلم – أمام القوم، وبسط يديه، فجعل الغلام يفر هاهنا وهاهنا، ويضاحكه النبى – صلى الله عليه وسلم – حتى أخذه، فجعل إحدى يديه تحت ذقنه، والأخرى فى فأس رأسه، فقبله، وقال: " حسين منى، وأنا من حسين، أحب الله من أحب حسينا، حسين سبط من الأسباط "(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۴۴)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث حسن إن شاء الله(حاشية ابن ماجه)

(حسين منى وأنا منه) قال القاضى :كأنه بنور الوحى علم ما سيحدث بين الحسين وبين القوم فخصه بالذكر وبين أنهما كشىء واحد فى وجوه المحبة وحرمة التعرض والمحاربة وأكد ذلك بقوله (أحب الله من أحب حسينا) فإن محبته محبة الرسول ومحبة الرسول محبة الله (الحسن والحسين سبطان من الأسباط) جمع سبط وهو ولد الولد أكد به البعضية وقدرها ويقال القبلية قال تعالى :(وقطعناهم اثنتى عشرة أسباطا أمما) أى قبائل ويحتمل إرادته هنا على معنى أنه يتشعب منهما قبيلة ويكون من نسلهما خلق كثير وقد كان(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج۳ص۳۸۷، تحت رقم الحديث ۳۷۲۷، حرف الحاء)

[2] عن عدى بن ثابت، قال:سمعت البراء يقول: " رأيت النبى صلى الله عليه وسلم حاملا الحسن بن على على عاتقه وهو يقول: " اللهم إنى أحبه فأحبه "(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۶۹۶۲)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية ابن حبان)

علامہ ابنِ تیمیہ ''یزید'' پر لعنت کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

القول فی لعنة یزید کالقول فی لعنة أمثاله من الملوک الخلفاء وغیرهم، ویزید خیر من غیره :خیر من المختار بن أبی عبید الثقفی أمیر العراق، الذی أظهر الانتقام من قتلة الحسین ;فإن هذا ادعی أن جبریل یأتیه .وخیر من الحجاج بن یوسف ;فإنه أظلم من یزید باتفاق الناس(منهاج السنة النبویة فی نقض کلام الشیعة القدریة، ج۴،ص۵۶۷، الفصل الثانی، مزاعم الرافضی عن یزید بن معاویة)

ترجمہ: یزید پر لعنت کے بارے میں قول ایسا ہی ہے، جیسا کہ یزید جیسے حکمرانوں وغیرہ میں سے کسی حکمران پر لعنت کی جائے، اور یزید، دوسرے (کئی) حکمرانوں سے بہتر ہے، عراق کے امیر مختار بن ابی عبید ثقفی سے بھی بہتر ہے، جس نے حضرت حسین کے قاتلین سے بدلہ لینے کا اظہار کیا، کیونکہ یہ (مختار) اپنے پاس جبریل کی آمد کا دعویٰ کرتا تھا، اور یزید، حجاج بن یوسف سے بھی بہتر ہے، کیونکہ حجاج، یزید سے بڑا ظالم تھا، جس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے (منہاج)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

یزید ابنه مع ما أحدث من الأحداث من قال فیه :إنه کافر مرتد فقد افتری علیه .بل کان ملکا من ملوک المسلمین کسائر ملوک المسلمین وأکثر الملوک لهم حسنات ولهم سیئات وحسناتهم عظیمة وسیئاتهم عظیمة فالطاعن فی واحد منهم دون نظرائه إما جاهل وإما ظالم .وهؤلاء لهم ما لسائر المسلمین منهم من تکون حسناته أکثر من سیئاته ومنهم من قد تاب من سیئاته ومنهم من کفر الله عنه ومنهم من قد یدخله الجنة ومنهم من قد یعاقبه لسیئاته ومنهم من قد یتقبل الله فیه شفاعة نبی أو غیره من الشفعاء فالشهادة لواحد من هؤلاء بالنار هو من أقوال أهل البدع والضلال . وکذلک قصد لعنة أحد منهم بعینه لیس هو من أعمال الصالحین والأبرار. وقد ثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قال " :(لعن الله الخمرة وعاصرها ومعتصرها وحاملها وساقیها وشاربها وبائعها ومشتریها وآکل ثمنها) ." وصح عنه :(أنه کان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم

رجل يكثر شربها يدعى حمارا وكان كلما أتى به النبى صلى الله عليه وسلم جلده فأتى به إليه ليجلده فقال رجل :لعنه الله ما أكثر ما يؤتى به النبى صلى الله عليه وسلم .فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا تلعنه فإنه يحب الله ورسوله)

وقد لعن النبى صلى الله عليه وسلم شارب الخمر عموما ونهى عن لعنة المؤمن المعين .كما أنا نقول ما قال الله تعالى :(إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما إنما يأكلون فى بطونهم نارا)

فلا ينبغى لأحد أن يشهد لواحد بعينه أنه فى النار لإمكان أن يتوب أو يغفر له الله بحسنات ماحية أو مصائب مكفرة أو شفاعة مقبولة أو يعفو الله عنه أو غير ذلك .فهكذا الواحد من الملوك أو غير الملوك وإن كان صدر منه ما هو ظلم فإن ذلك لا يوجب أن نلعنه ونشهد له بالنار .ومن دخل فى ذلك كان من أهل البدع والضلال؛ فكيف إذا كان للرجل حسنات عظيمة يرجى له بها المغفرة مع ظلمه كما ثبت فى صحيح البخارى عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :(أول جيش يغزو قسطنطينية مغفور له) " وأول جيش غزاها كان أميرهم "يزيد بن معاوية "وكان معه فى الغزاة أبو أيوب الأنصارى وتوفى هناك وقبره هناك إلى الآن .ولهذا كان المقتصدون من أئمة السلف يقولون فى يزيد وأمثاله :إنا لا نسبهم ولا نحبهم أى لا نحب ما صدر منهم من ظلم .والشخص الواحد يجتمع فيه حسنات وسيئات وطاعات ومعاص وبر وفجور وشر فيثيبه الله على حسناته ويعاقبه على سيئاته إن شاء أو يغفر له ويحب ما فعله من الخير ويبغض ما فعله من الشر .فأما من كانت سيئاته صغائر فقد وافقت المعتزلة على أن الله يغفرها .وأما صاحب الكبيرة فسلف الأمة وأئمتها وسائر أهل السنة والجماعة لا يشهدون له بالنار بل يجوزون أن الله يغفر له كما قال تعالى :(إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء) فهذه فى حق من لم يشرك فإنه قيدها بالمشيئة وأما قوله تعالى (قل يا عبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا) فهذا فى حق من تاب ولذلك أطلق وعم (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۴،ص۴۷۳،الىٰ ۴۷۵، كتاب مفصل الاعتقاد،فصل :فى أن الطريق التى بها يعلم إيمان الواحد من الصحابة)

ترجمہ: یزید، معاویہ کا بیٹا ہے، اس کی طرف سے ارتکاب کی گئی بعض چیزوں کے ارتکاب کے باوجود، جس نے اس (یزید) کو کافر مرتد کہا، تو اس نے یزید پر جھوٹ باندھا، بلکہ یہ مسلمانوں کے دوسرے سارے حکمرانوں کی طرح کا ایک حکمران تھا، اور اکثر حکمرانوں کی کچھ اچھائیاں بھی ہوتی ہیں، اور کچھ برائیاں بھی ہوتی ہیں، اور ان کی اچھائیاں بھی عظیم ہوتی ہیں، اور ان کی برائیاں بھی عظیم ہوتی ہیں، پس دوسرے حکمرانوں کو نظر انداز کر کے، خاص یزید پر طعن و تشنیع کرنے والا شخص، یا تو جاہل ہے، یا ظالم ہے، اور ان (مسلمان) حکمرانوں کے لئے وہی احکام ہوتے ہیں، جو تمام مسلمانوں کے ہوتے ہیں، جن میں سے بعض کی نیکیاں، ان کی برائیوں سے زیادہ ہوتی ہیں، اور ان میں سے بعض اپنی برائیوں سے توبہ بھی کر لیتے ہیں، اور ان میں سے بعض کے گناہوں کو اللہ معاف بھی کر دیتا ہے، اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ جنت میں بھی داخل کر دیتا ہے، اور ان میں سے بعض کی برائیوں کی وجہ سے اللہ مواخذہ بھی فرما لیتا ہے، اور ان میں سے بعض کے حق میں اللہ، نبی، یا غیر نبی کی شفاعت کو قبول بھی فرما لیتا ہے، جو اس کے لئے شفاعت کریں، اس لئے ان حکمرانوں میں سے ایک کی تعیین کر کے اس کے جہنمی ہونے کی شہادت دینا، اہلِ بدعت و گمراہ لوگوں کے اقوال میں سے ہے۔

اور اسی طرح سے کسی متعین شخص پر لعنت کا قصد کرنا نیک صالح لوگوں کے اعمال میں سے نہیں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ، شراب پر، اور اس کے نچوڑنے والے پر، اور جس کے لئے نچوڑی جائے، اس پر، اور اس کے اٹھانے والے پر، اور اس کے پلانے والے پر، اور اس کے پینے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر، اور اس کے فروخت کرنے والے پر، اور اس کی قیمت کھانے

والے پر لعنت فرماتا ہے، اور اسی کے ساتھ یہ بھی حدیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی کثرت سے شراب پیتا تھا، جس کو گدھا کہا جاتا تھا، اور اس کو جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوڑے لگواتے تھے، پس ایک مرتبہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، تاکہ آپ اس کو کوڑے لگوائیں، تو ایک آدمی نے کہا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو، اس کو کتنی مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاچکا ہے، تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ، اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے (اور اللہ اور اس کے رسول سے ہر مومن کو محبت ہوتی ہے) حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے والے پر عمومی انداز میں لعنت فرمائی ہے، لیکن اس کے باوجود متعین مومن پر لعنت کرنے سے منع فرمایا (خواہ وہ شراب پیتا ہو) جیسا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے (سورہ نساء میں مذکور) اس ارشاد کو پڑھتے ہیں کہ:

”إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا“

”یعنی بے شک جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مالوں کو، ظلم کے طور پر، بس کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کو“ (اس آیت میں بھی وعید، عام ہے، کسی کے نام کی تخصیص کے بغیر)

پس کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ کسی متعین شخص کے جہنمی ہونے کی گواہی دے، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس نے توبہ کرلی ہو، یا اللہ، اس کی گناہوں کو مٹانے والی، نیکیوں، یا کفارہ کرنے والے مصائب، یا مقبول شفاعت کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادے، یا اللہ اس کو معاف کردے، وغیر ذٰلک۔

پس یہ حکم کسی بادشاہ، یا غیر بادشاہ سب کے ساتھ عام ہے، اگرچہ اس کی طرف سے کوئی ظلم صادر ہوا ہو، تو یہ اس پر ہماری طرف سے لعنت کرنے، یا اس کے جہنمی ہونے کی گواہی دینے کو ثابت نہیں کرتا، اور جو ایسا کرے گا، وہ اہلِ بدعت وضلال میں داخل ہو جائے گا، پس جب کسی شخص کی عظیم نیکیاں بھی ہوں، جن کی وجہ سے اس کے ظلم کے ساتھ مغفرت کی امید بھی کی جاسکتی ہو، اس پر لعنت اور اس کی تکفیر کیسے جائز ہوگی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ سے غزوہ کرے گا، اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور پہلا لشکر جس نے قسطنطنیہ سے غزوہ کیا، ان کا امیر یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ غزوہ میں ابو ایوب انصاری بھی تھے، جو وہاں ہی فوت ہوئے، اور ان کی قبر اب تک وہیں پر ہے۔

اور اسی وجہ سے ائمۂ سلف میں سے معتدل حضرات کا ''یزید'' اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں یہ قول ہے کہ بے شک ہم نہ تو اُن کو سب وشتم کرتے، اور نہ ان سے محبت رکھتے، محبت نہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں سے، جو ظلم وغیرہ کا صدور ہوا، اُن افعال سے محبت نہیں رکھتے، اور ایک شخص میں اچھائیاں اور برائیاں اور نیکیاں اور گناہ اور بھلائیاں اور فسق وفجور اور شر کی باتیں جمع ہوسکتی ہیں، پس اللہ اُس شخص کو اس کی اچھائیوں پر ثواب عطاء فرماتا ہے، اور اس کی برائیوں پر اگر چاہے، تو سزا دیتا ہے، یا اُس کی مغفرت فرما دیتا ہے، اور جو اُس نے خیر کے کام کیے، اس کو اللہ پسند فرماتا ہے، اور جو شر کے کام کیے، اس کو ناپسند فرماتا ہے، پس جس شخص کی برائیاں صغیرہ درجہ کی ہوں، تو (اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ) معتزلہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اُن برائیوں کو معاف فرما دے گا، اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کے مرتکب کا تعلق ہے، تو سلف امت اور ائمۂ

امت اور تمام اہلُ السنۃ والجماعۃ اُس شخص کے لیے جہنم کی گواہی نہیں دیتے، بلکہ اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اللہ اُس کی مغفرت فرمادے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ''(یعنی ''بے شک اللہ نہیں مغفرت فرمائے گا، اس بات کی کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور مغفرت فرمادے گا اس کے علاوہ کی، جس کے لیے چاہے'') پس یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو شرک نہ کرے، کیونکہ اللہ نے اس کی مغفرت کو اپنی مشیّت کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ ''قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ .إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ''(یعنی ''آپ فرمادیجیے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، تم مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ مغفرت فرمادے گا تمام گناہوں کی'') تو یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو توبہ کرلے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کی مغفرت کو مطلق اور عام بیان فرمایا ہے (جس میں صغیرہ وکبیرہ گناہ کی قید نہیں لگائی) (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اسی سلسلے میں مزید فرماتے ہیں کہ:

افترق الناس فی "یزید "بن معاویة بن أبی سفیان ثلاث فرق :طرفان ووسط.

فأحد الطرفین قالوا :إنه کان کافرا منافقا وأنه سعی فی قتل سبط رسول الله تشفیا من رسول الله صلی الله علیه وسلم وانتقاما منه وأخذا بثأر جده عتبة وأخی جده شیبة وخاله الولید بن عتبة وغیرهم ممن قتلهم أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم بید علی بن أبی طالب وغیره یوم بدر وغیرها.....

وهذا القول سهل علی الرافضة الذین یکفرون أبا بکر وعمر وعثمان؛ فتکفیر یزید أسهل بکثیر.

والطرف الثانی یظنون أنه کان رجلا صالحا وإمام عدل وأنه کان من "

الصحابة "الذين ولدوا على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وحمله على يديه وبرك عليه وربما فضله بعضهم على أبى بكر وعمر .وربما جعله بعضهم نبيا ويقولون عن "الشيخ عدى "أو حسن المقتول -كذبا عليه - إن سبعين وليا صرفت وجوههم عن القبلة لتوقفهم فى يزيد .

وهذا قول غالية العدوية والأكراد ونحوهم من الضلال .فإن الشيخ عديا كان من بنى أمية وكان رجلا صالحا عابدا فاضلا ولم يحفظ عنه أنه دعاهم إلا إلى السنة التى يقولها غيره كالشيخ "أبى الفرج "المقدسى فإن عقيدته موافقة لعقيدته؛ لكن زادوا فى السنة أشياء كذب وضلال من الأحاديث الموضوعة والتشبيه الباطل والغلو فى الشيخ عدى وفى يزيد والغلو فى ذم الرافضة بأنه لا تقبل لهم توبة وأشياء أخر .

وكلا القولين ظاهر البطلان عند من له أدنى عقل وعلم بالأمور وسير المتقدمين؛ ولهذا لا ينسب إلى أحد من أهل العلم المعروفين بالسنة ولا إلى ذى عقل من العقلاء الذين لهم رأى وخبرة.

والقول الثالث :أنه كان ملكا من ملوك المسلمين له حسنات وسيئات ولم يولد إلا فى خلافة عثمان ولم يكن كافرا؛ ولكن جرى بسببه ما جرى من مصرع "الحسين "وفعل ما فعل بأهل الحرة ولم يكن صاحبا ولا من أولياء الله الصالحين .

وهذا قول عامة أهل العقل والعلم والسنة والجماعة .

ثم افترقوا ثلاث فرق :فرقة لعنته وفرقة أحبته وفرقة لا تسبه ولا تحبه وهذا هو المنصوص عن الإمام أحمد وعليه المقتصدون من أصحابه وغيرهم من جميع المسلمين (مجموع الفتاوى،لا بن تيمية ،ج۴،ص ۴۸۱،الیٰ ص ۴۸۳،كتاب مفصل الاعتقاد، فصل :افترق الناس فى "يزيد "بن معاوية بن أبى سفيان)

ترجمہ: ’’یزید بن معاویہ بن ابی سفیان‘‘ کے متعلق لوگوں کے تین فرقے ہوگئے ہیں، دوفرقے افراط، یا تفریط میں مبتلا ہیں، اور ایک فرقہ اعتدال پر قائم ہے۔

پس دوفرقوں میں سے ایک فرقے کا قول تو یہ ہے کہ ’’یزید‘‘ کافر، منافق تھا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل کرنے کی کوشش، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھڑاس نکالنے کے لیے، اور اُن سے انتقام لینے کے لیے،

اور اپنے دادا ''عتبہ'' اور اپنے دادا کے بھائی ''شیبہ'' اور اپنے ماموں ''ولید بن عتبہ'' وغیرہ کا بدلہ لینے کے لیے کی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے علی بن ابی طالب وغیرہ کے ہاتھوں، بدر وغیرہ کے موقع پر قتل ہوئے تھے۔.....

اور یہ قول رافضیوں کے اُن لوگوں کو کرنا آسان ہے، جو حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، تو یزید کی تکفیر اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ سہل ہے۔

اور دوسرے فرقے کا گمان یہ ہے کہ ''یزید'' نیک شخص اور عادل امام تھا، اور وہ ان صحابۂ کرام میں سے تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، اور اس کو (پیدائش کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، اور اس کے لیے برکت کی دعاء کی، اور ان میں سے بعض لوگ بسا اوقات یزید کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض تو کسی وقت یزید کو نبی کا درجہ بھی دے دیتے ہیں، اور وہ ''شیخ عدی'' یا ''حسن مقتول'' کے حوالہ سے اُن کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ستر (70) ولیوں کا چہرہ قبلہ سے اس بناء پر پھر گیا کہ انہوں نے یزید کے بارے میں توقف اختیار کیا تھا۔

اور یہ ''عدویة'' اور ''أکراد'' وغیرہ گمراہ فرقوں کے غالی لوگوں کا قول ہے، کیونکہ ''شیخ عدی'' بنوامیہ میں سے تھے، اور وہ نیک، صالح، عابد، فاضل شخص تھے، اور ان کے متعلق یہ بات معتبر طریقے سے ثابت نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو دعوت دی ہو، مگر اسی سنت کی طرف، جس کی طرف اُن کے علاوہ حضرات نے دعوت دی، جیسا کہ ''شیخ ابوالفرج مقدسی'' پس اُن کا عقیدہ، ان کے موافق ہے، لیکن لوگوں نے سنت میں جھوٹی باتوں کو اور گمراہ کن موضوع احادیث کو زیادہ

کردیا، اور باطل تشبیہ اور شیخ عدی کے متعلق غلو کو، اور یزید کے متعلق بھی غلو کو داخل کردیا، اور رافضیوں کی مذمت میں بھی غلو کو داخل کردیا کہ ان کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی، اور بعض دوسری چیزوں کو بھی داخل کردیا۔

اور مذکورہ دونوں قولوں کا اُس شخص کے سامنے باطل ہونا، بالکل ظاہر ہے، جس کو ادنیٰ عقل اور معاملات کا ادنیٰ علم اور متقدمین کی سیرت سے واقفیت حاصل ہو، اور اسی وجہ سے یہ قول سنت کے ساتھ معروف اہلِ علم میں سے کسی کی طرف بھی منسوب نہیں، اور نہ ان عقلاء میں سے کسی صاحبِ عقل کی طرف منسوب ہے، جن کی رائے اور خبر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ''یزید'' مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران تھا، جس کی نیکیاں بھی تھیں، اور برائیاں بھی تھیں، اور اس کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہی ہوئی، اور وہ کافر نہیں تھا، لیکن اس کے سبب سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مہم جاری ہوئی، اور اس کے سبب اہلِ حرۃ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، وہ ہوا، اور وہ نہ تو صحابی تھا، اور نہ اللہ کے اولیائے صالحین میں سے تھا۔

اور یہی قول اکثر اہلِ عقل واہلِ علم اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا ہے۔

پھر اس کے بعد تین فرقے ہوگئے، ایک فرقہ یزید پر لعنت کرتا ہے، اور ایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے، اور ایک فرقہ نہ اس پر سب وشتم کرتا، اور نہ اس سے محبت رکھتا، امام احمد سے بھی اسی بات کی تصریح منقول ہے، اور امام احمد اور دیگر تمام مسلمین کے اصحاب میں سے معتدل حضرات کا یہی طرزِ عمل ہے (مجموع الفتاویٰ)

پھر آگے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں:

وهذا أعدل الأقوال فيه وفي أمثاله وأحسنها.

أما ترك سبه ولعنته فبناء على أنه لم يثبت فسقه الذي يقتضي لعنه. أو بناء

علـى أن الفاسق المعين لا يلعن بخصوصه إما تحريما وإما تنزيها .فقد ثبت فـى صـحيـح البخارى عن عمر فى قصة "حمار "الـذى تـكرر منه شرب الـخمر وجلده لما لعنه بعض الصحابة قال النبى صلى الله عليه وسلم "(لا تـلـعـنـه فإنه يحب الله ورسوله) " وقال " :(لـعـن المؤمن كقتله) " متفق عليه .هـذا مـع أنـه قـد ثبـت عـن النبى صلى الله عليه وسلم أنه لعن الخمر وشـاربهـا. فـقـد ثبت أن النبى لعن عموما شارب الخمر ونهى فى الحديث الـصحيح عن لعن هذا المعين .وهـذا كما أن نصوص الوعيد عامة فى أكل أمـوال اليتـامـى والـزانـى والسـارق فـلا نشهـد بهـا عامة على معين بأنه من أصـحـاب النار؛ لجواز تخلف المقتضى عن المقتضى لمعارض راجح :إما تـوبة؛ وإمـا حسـنات ماحية؛ وإما مصائب مكفرة؛ وإما شفاعة مقبولة؛ وإما غير ذلـك كما قررناه فى غير هذا الموضع .فهذه ثلاثة مآخذ.

ومـن اللاعنين من يرى أن تركـ لعنته مثل تركـ سائر المباحات من فضول القول لا لكراهة فى اللعنة.

وأمـا تـركـ مـحبتـه فـلأن الـمـحبة الـخاصة إنما تكون للنبيين والصديقين والشهـداء والـصـالـحين؛ وليس واحدا منهم وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم "(المرء مع من أحب) " ومـن آمن بالله واليوم الآخر :لا يختار أن يكون مع يزيد ولا مع أمثاله من الملوك؛ الذين ليسوا بعادلين.

ولتـركـ المحبة "مأخذان :"أحـدهما :أنـه لـم يـصـدر عنه من الأعمال الـصـالـحة مـا يـوجب محبته فبقى واحدا من الملوك المسلطين .ومحبة أشـخـاص هـذا الـنـوع ليسـت مشروعة؛ وهذا المأخذ ومأخذ من لم يثبت عنده فسقه اعتقد تأويلا.

والثانى :أنـه صـدر عـنـه مـا يقتضى ظلمه وفسقه فى سيرته؛ وأمر الحسين وأمر أهل الحرة .

وأمـا الـذيـن لـعـنـوه مـن الـعـلـماء كأبى الفرج بن الجوزى وإلكيا الهراسى وغيرهما :فلما صدر عنه من الأفعال التى تبيح لعنته ثم قد يقولون هو فاسق وكل فاسق يلعن .وقـد يقولون بلعن صاحب المعصية وإن لم يحكم بفسقه كما لعن أهل صفين بعضهم بعضا فى القنوت.

فـلـعـن عـلـى وأصـحـابـه فـى قـنـوت الصلاة رجالا معينين من أهل الشام؛ وكـذلـك أهـل الشـام لـعـنـوا مـع أن الـمـقـتـتـلـيـن من أهل التأويل السائغ:

العادلين والباغين :لا يفسق واحد منهم .وقد يلعن لخصوص ذنوبه الكبار؛ وإن كان لا يلعن سائر الفساق كما لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنواعا من أهل المعاصي وأشخاصا من العصاة؛ وإن لم يلعن جميعهم فهذه (ثلاثة مآخذ للعنته)

وأما الذين سوغوا محبته أو أحبوه كالغزالي والدستي فلهم مأخذان:

أحدهما :أنه مسلم ولي أمر الأمة على عهد الصحابة وتابعه بقاياهم وكانت فيه خصال محمودة وكان متأولا فيما ينكر عليه من أمر الحرة وغيره فيقولون :هو مجتهد مخطء ويقولون :إن أهل الحرة هم نقضوا بيعته أولا وأنكر ذلك عليهم ابن عمر وغيره وأما قتل الحسين فلم يأمر به ولم يرض به بل ظهر منه التألم لقتله وذم من قتله ولم يحمل الرأس إليه وإنما حمل إلى ابن زياد.

(والمأخذ الثاني :أنه قد ثبت في صحيح البخاري عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :(أول جيش يغزو القسطنطينية مغفور له) "وأول جيش غزاها كان أميره يزيد.

والتحقيق ."أن هذين القولين يسوغ فيهما الاجتهاد؛ فإن اللعنة لمن يعمل المعاصي مما يسوغ فيها الاجتهاد وكذلك محبة من يعمل حسنات وسيئات بل لا يتنافى عندنا أن يجتمع في الرجل الحمد والذم والثواب والعقاب؛ كذلك لا يتنافى أن يصلى عليه ويدعى له وأن يلعن ويشتم أيضا باعتبار وجهين .فإن أهل السنة :متفقون على أن فساق أهل الملة -وإن دخلوا النار أو استحقوا دخولها فإنهم -لا بد أن يدخلوا الجنة فيجتمع فيهم الثواب والعقاب؛ ولكن الخوارج والمعتزلة تنكر ذلك وترى أن من استحق الثواب لا يستحق العقاب ومن استحق العقاب لا يستحق الثواب . والمسألة مشهورة؛ وتقريرها في غير هذا الموضع.

وأما جواز الدعاء للرجل وعليه فبسط هذه المسألة في الجنائز فإن موتى المسلمين يصلى عليهم برهم وفاجرهم وإن لعن الفاجر مع ذلك بعينه أو بنوعه.

لكن الحال الأول أوسط وأعدل (مجموع الفتاویٰ لابنِ تیمیة، ج۴ص ۴۸۳ الیٰ ۴۸۷، کتاب مفصل الاعتقاد، فصل فی افترق الناس فی یزید بن معاویة ثلاث فرق)

ترجمہ: اور یہ (مذکورہ قول) یزید اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے بارے میں تمام

اقوال میں سب سے زیادہ عدل وانصاف والا، اور سب سے عمدہ قول ہے۔

جہاں تک یزید کو برا نہ کہنے اور لعنت نہ کرنے کا تعلق ہے، تو یہ اس بات پر مبنی ہے کہ یزید کا وہ فسق ثابت نہیں، جو اس پر لعنت کا تقاضا کرے، یا اس بات پر مبنی ہے کہ متعین فاسق کو خاص کر کے، اس پر لعنت کرنا، یا تو حرام ہے، یا مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ سے حمار نام کے شخص کے قصہ کے متعلق، جس کی طرف سے بار بار شراب پینے، اور کوڑے لگانے کا فعل سرزد ہوتا تھا، جب بعض صحابہ نے اس پر لعنت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس پر لعنت نہ بھیجو، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن پر لعنت کرنا، اس کو قتل کرنے کی طرح ہے، یہ حدیث متفق علیہ ہے (اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے) ایک بات تو یہ ہے، اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ شراب پر اور اس کے پینے والے پر لعنت فرماتا ہے۔

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شراب پینے والے پر لعنت فرمائی، لیکن صحیح حدیث میں اس متعین شراب نوش پر لعنت کرنے سے منع فرمایا، اور یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ نصوص میں وعید عام آئی ہے، یتیموں کا مال کھانے پر اور زنا کار پر اور چور پر، لیکن ہم اس قسم کی وعیدوں کی متعین شخص کے بارے میں یہ شہادت نہیں دیں گے کہ وہ جہنمی ہیں۔

کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ جہنمی ہونے کا تقاضا کرنے کے خلاف کوئی اس کے مقابل راجح وجہ پائی جائے، یا تو توبہ کرنا، یا گناہ مٹانے والی نیکیاں، یا گناہوں کا کفارہ کرنے والے مصائب، یا مقبول شفاعت، یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ پائی جائے، جس کو ہم اس مقام کے علاوہ دوسری جگہ ثابت کر چکے ہیں،

پس یہ تین ماخذ (وموقف) ہیں۔

اور بعض لعنت کے قائلین کا یہ کہنا ہے کہ لعنت نہ کرنا، دوسرے مباح وجائز کاموں کے چھوڑنے کی طرح ہے، یہ فضول قول ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ لعنت کرنا مکروہ ہو۔

اور جہاں تک یزید سے محبت نہ کرنے کا تعلق ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ محبتِ خاص، تو نبیوں، صدیقوں، اور شہداء اور صالحین کے لئے ہوتی ہے، اور یزید، ان شخصیات میں سے کسی قسم سے تعلق نہیں رکھتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا ہو، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ وہ یزید کے ساتھ ہو، یا اس جیسے دوسرے حکمرانوں کے ساتھ ہو، جو عادل ومنصف نہیں ہیں۔

اور یزید سے محبت نہ کرنے کے دو ماخذ (وموقف) ہیں، ایک یہ ہے کہ یزید سے ایسے نیک اعمال صادر نہیں ہوئے، جو اس کی محبت کو ثابت کریں، اس لئے وہ مسلط ہونے والے حکمرانوں کی طرح ہی باقی رہا، اور ان جیسے لوگوں سے محبت، شریعت سے ثابت نہیں۔

اور یہ ماخذ (موقف) اور اس شخص کا ماخذ (موقف) جس کے نزدیک یزید کا فسق ثابت نہیں، اس نے یہ موقف تاویل کی بنیاد پر اختیار کیا ہے۔

اور یزید سے محبت نہ کرنے کا دوسرا ماخذ یہ ہے کہ یزید سے ایسی باتیں صادر ہوئیں، جو اس کی سیرت میں ظلم اور فسق کا تقاضا کرتی ہیں، اور حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ، اور حرہ کا واقعہ بھی اسی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔

اور جہاں تک ان علماء کا تعلق ہے، جنہوں نے یزید پر لعنت کی ہے، جیسا کہ ابو الفرج بن جوزی اور الکیا ہرسی وغیرہما، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یزید سے ایسے افعال صادر ہوئے، جو اس پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں، پھر یہ حضرات کبھی تو یہ کہتے

ہیں کہ یزید فاسق تھا، اور ہر فاسق پر لعنت کرنا جائز ہے، اور کبھی کہتے ہیں گناہ گار پر لعنت جائز ہے، اگرچہ اس پر فاسق ہونے کا حکم نہ بھی لگایا جائے، جیسا کہ اہلِ صفین کے بعض نے بعض پر قنوتِ نازلہ میں لعنت کی، پس علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے نماز کی قنوت میں متعین ومخصوص اہلِ شام پر لعنت کی، اور اسی طرح اہلِ شام نے بھی لعنت کی، باوجودیکہ ان سے قتال کرنے والے گنجائش والی اہلِ تاویل میں سے تھے، عادل تھے، اور باغی تھے، جن میں سے کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاتا، اور بعض اوقات کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مخصوص لوگوں پر بھی لعنت جائز ہوتی ہے، اگرچہ تمام فاسقوں پر لعنت نہیں کی جاتی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نوعیت کے گناہ گاروں، اور مخصوص گناہ گار شخصیات پر لعنت کی ہے، اگرچہ ان سب پر لعنت نہیں کی جائے گی، پس یہ لعنت کے جواز کے تین ماخذ ہیں۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے، جنہوں نے یزید سے محبت کی گنجائش دی، یا اس سے محبت کی، جیسا کہ امام غزالی، اور دستی وغیرہ، تو ان کے دو ماخذ ہیں، ایک ماخذ یہ ہے کہ یزید مسلمان تھا، اور صحابہ وتابعین کے دور میں امت کا حکمران تھا، اور اس میں کچھ اچھی خصلتیں بھی تھیں، اور حرہ وغیرہ کے جن واقعات میں اس پر نکیر کی جاتی ہے، ان میں وہ متاول، یعنی تاویل کرنے والا تھا، پس یہ حضرات کہتے ہیں کہ وہ مجتہدِ مخطئ تھا، نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ حرہ کے لوگوں نے پہلے اس کی بیعت کو توڑا تھا، جس پر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے نکیر کی تھی، اور جہاں تک حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ ہے، تو اس کا یزید نے حکم نہیں دیا تھا، اور نہ ہی وہ اس سے راضی تھا، بلکہ اس نے حضرت حسین کے قتل پر دکھ کا اظہار کیا تھا، اور ان کے قتل کی مذمت کی تھی، اور حضرت حسین کا سر اس کے پاس نہیں لے جایا گیا تھا، وہ

تو ابنِ زیاد کے پاس لے جایا گیا تھا۔

اور ان حضرات کا دوسرا ماخذ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ کا غزوہ کرے گا، اس کی مغفرت کردی جائے گی، اور پہلا لشکر جس نے قسطنطنیہ کا غزوہ کیا تھا، اس کا امیر یزید بن معاویہ ہی تھا۔

اور تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ دونوں قول ایسے ہیں، جن میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے (اس لئے محلِ نکیر تو نہیں، البتہ محلِ مرجوح ہوسکتے ہیں) کیونکہ جو شخص گناہ کرتا ہو، اس پر لعنت میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اور اسی طرح سے جو شخص اچھے اور برے اعمال کرتا ہو، اس سے محبت کرنا بھی اجتہاد کی گنجائش رکھتا ہے، بلکہ ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی ٹکراؤ نہیں کہ ایک آدمی میں قابلِ تعریف اور قابلِ مذمت، اور ثواب اور عذاب والی چیزیں جمع ہوجائیں، اور اسی طرح سے اس میں بھی کوئی ٹکراؤ نہیں کہ ایک شخص کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اور اس کے لئے دعاء کی جائے، اور اس پر لعنت بھی کی جائے، اور برا بھی کہا جائے، جس میں دو الگ الگ جہتوں کے اعتبار سے الگ الگ نوعیت کے احکام ہوتے ہیں، کیونکہ اہلُ السنۃ اس بات پر متفق ہیں کہ فاسق لوگ، اہلِ ملت واہلِ اسلام ہیں، اگرچہ ان کو جہنم میں داخل کیا جائے، یا وہ جہنم میں داخل ہونے کے مستحق قرار پائیں، کیونکہ ان کو ایک نہ ایک وقت میں جنت میں داخل کردیا جائے گا، پس ان میں ثواب اور عقاب جمع ہوجائے گا، لیکن خوارج اور معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو ثواب کا مستحق ہوگا، وہ عقاب کا مستحق نہیں ہوگا، اور جو عقاب کا مستحق ہوگا، وہ ثواب کا مستحق نہیں ہوگا، اور یہ مسئلہ مشہور ہے، اور اس کی توضیح دوسرے مقام پر کی جاچکی ہے۔

اور جہاں تک کسی آدمی کے لئے دعاء، اور بددعاء کے جائز ہونے کا تعلق ہے، تو اس مسئلہ کی تفصیل جنائز کے باب میں ہے، کیونکہ مسلمانوں کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے، ان کے نیکوکار لوگوں کی بھی اور بدکار لوگوں کی بھی، اگرچہ اس کے ساتھ متعین، یا غیر متعین بدکار پر لعنت بھی کیوں نہ کی جائے (اس لئے مذکورہ دونوں حالتوں کا جمع ہونا ممکن ہے)

لیکن پہلی حالت اور پہلا قول درمیانی اور زیادہ عدل وانصاف پر مبنی ہے (کہ نہ بددعاء ولعنت کی جائے، نہ محبت کی جائے، اگرچہ مغفرت کی دعاء کیوں نہ کی جائے) (مجموع الفتاویٰ)

اور علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

فطائفة من أهل السنة يجيزون لعنه لإنهم يعتقدون أنه فعل من الظلم ما يجوز لعن فاعله.

وطائفة أخرى ترى محبته لأنه مسلم تولى على عهد الصحابة؛ وبايعه الصحابة .ويقولون :لم يصح عنه ما نقل عنه ،وكانت له محاسن أو كان مجتهدا فيما فعله .

والصواب هو ما عليه الأئمة :من أنه لا يخص بمحبة ولا يلعن.

ومع هذا فإن كان فاسقا أو ظالما فالله يغفر للفاسق والظالم لا سيما إذا أتى بحسنات عظيمة .وقد روى البخارى فى صحيحه عن ابن عمر رضى الله عنهما أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(أول جيش يغزو القسطنطينية مغفور له) وأول جيش غزاها كان أميرهم يزيد بن معاوية وكان معه أبو أيوب الأنصارى رضى الله عنه(مجموع الفتاوى،لا بن تيمية، ج۳،ص۴۱۳، كتاب مجمل اعتقاد السلف، فصل فى وجوب الاقتصاد والاعتدال فى امر الصحابة والقرابة، اعدل الاقوال فى يزيد بن معاوية)

ترجمہ: پس اہلُ السنۃ کی ایک جماعت یزید پر لعنت کو جائز قرار دیتی ہے، کیونکہ وہ جماعت یہ سمجھتی ہے کہ یزید نے ایسا ظلم کیا، جس کے کرنے والے پر لعنت جائز ہے، اور اہلُ السنۃ کی دوسری جماعت یزید سے محبت کی رائے رکھتی ہے، کیونکہ وہ

مسلمان تھا، جو صحابہ کے زمانہ میں حکمران بنا، اور اس کی صحابہ نے بیعت کی، اور اس جماعت کا کہنا ہے کہ یزید کے متعلق جو چیزیں نقل کی جاتی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں، اور اس کے کچھ محاسن وخوبیاں بھی تھیں، یا اس نے جو عمل کیا، اس میں اس نے اجتہاد کیا تھا۔

اور صواب ودرست قول وہ ہے، جس کے ائمہ اہلُ السنۃ قائل ہیں کہ اس کو نہ تو محبت کے ساتھ خاص کیا جائے گا، اور نہ ہی لعن طعن کیا جائے گا۔

اور اس کے باوجود اگر وہ فاسق، یا ظالم بھی تھا، تو اللہ، فاسق وظالم کی مغفرت فرمادیتا ہے، خاص کر جبکہ وہ عظیم نیکیوں کو اختیار کرے، اور بخاری نے اپنی صحیح میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر جو قسطنطنیہ سے غزوہ کرے گا، اس لشکر کی مغفرت کردی جائے گی، اور جس پہلے لشکر نے قسطنطنیہ کا غزوہ کیا، اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ میں شریک تھے (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ نے جس قول کو صواب وراجح قرار دیا، اس سے اجتہادی طور پر صواب ہونا مراد ہے، اور اس کے مقابلہ میں دوسرے اقوال بیان کئے وہ اجتہادی خطاء پر مبنی ہیں، جن کے قائلین کو گناہ گار قرار نہیں دیا جائے گا، چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

الأنبياء رضوان الله تعالى عليهم أجمعين هم الذين قال العلماء :إنهم معصومون من الإصرار على الذنوب .فأما الصديقون، والشهداء ؛ والصالحون :فليسوا بمعصومين .وهذا في الذنوب المحققة .وأما ما اجتهدوا فيه :فتارة يصيبون، وتارة يخطئون .فإذا اجتهدوا فأصابوا فلهم أجران، وإذا اجتهدوا وأخطئوا فلهم أجر على اجتهادهم، وخطؤهم مغفور لهم .وأهل الضلال يجعلون الخطأ والإثم متلازمين :فتارة يغلون فيهم؛ ويقولون :إنهم معصومون .وتارة يجفون عنهم؛ ويقولون :إنهم باغون بالخطأ .وأهل العلم والإيمان لا يعصمون، ولا يؤثمون (مجموع الفتاوىٰ، ج۳۵، ص ۶۹، كتاب قتال أهل البغى، صحبة ومكانة من تأخر اسلامهم)

ترجمہ: انبیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی وہ ہستیاں ہیں، جن کے متعلق (اہلُ السنۃ) علماء نے فرمایا کہ وہ گناہوں پر قائم رہنے سے معصوم ہیں، لیکن جہاں تک صدیقین، اور شہداء اور صالحین کا تعلق ہے، تو وہ معصوم نہیں ہیں، اور یہ حکم ثابت زدہ گناہوں کا ہے، اور جہاں تک ان کے اجتہادی مسائل کا تعلق ہے، تو بعض اوقات یہ مصیب ہوتے ہیں، اور بعض اوقات خطاء کے مرتکب ہوتے ہیں، پھر جب وہ اجتہاد کر کے صواب کو پالیتے ہیں، تو ان کے لئے دو اجر ہوتے ہیں، اور جب اجتہاد کر کے خطاء کے مرتکب ہوتے ہیں، تو ان کو ان کے اجتہاد کرنے پر ایک اجر حاصل ہوتا ہے، اور ان کی خطاء معاف کردی جاتی ہے، لیکن اہلِ ضلال اور گمراہ لوگ، خطاء اور گناہ کو لازم ملزوم سمجھتے ہیں، پس بعض اوقات یہ مذکورہ حضرات کی شان میں غلو کرتے ہوئے، ان کو معصوم قرار دیدیتے ہیں، اور بعض اوقات ان کی شان میں ظلم کرتے ہوئے، کہتے ہیں کہ یہ لوگ خطاء کی وجہ سے باغی وگناہ گار ہیں، لیکن ان کے مقابلہ میں اہلِ علم واہلِ ایمان نہ تو ان کو معصوم قرار دیتے، اور نہ ہی ان کو گناہ گار قرار دیتے (مجموع الفتاویٰ)

اور مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی فرماتے ہیں:

''شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزیہ میں ''امام احمد بن حنبل'' اور ''علامہ کیا ہراسی'' سے یزید پر لعنت کا جواز نقل کیا ہے، شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی ''اشعۃُ اللمعات'' شرح مشکوٰۃ میں جگہ جگہ یزید پلید لکھا ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ کا مسلک سکوت وتوقف ہے، حضرت گنگوہی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ میں لعنت کرنے سے منع کیا ہے، جس کا مبنیٰ توقف ہی ہے، امام غزالی نے اپنی تصنیف ''احیاءُ العلوم'' میں لکھا ہے کہ یزید وحجاج، حتیٰ کہ ابلیس پر لعنت کرنے سے کیا فائدہ؟ سبحان اللہ، الحمد للہ کہا جائے، تو اس میں فائدہ

ہے‘‘ (ملفوظات فقیہ الامت ج۱،ص۳۴،مسائلِ فقہیہ،مکتبہ: دارالایمان سہارن پور، یوپی، انڈیا،سنِ اشاعت۲۰۰۲ء)

اورعلامہ ابنِ حجر ہیثمی فرماتے ہیں:

والناس فی یزید ثلاث فرق فرقة تتولاه وتحبه وفرقة تسبه وتلعنه وفرقة متوسطة فی ذلک لا تتولاه ولا تلعنه وتسلک به مسلک سائر ملوک الإسلام وخلفائهم غیر الراشدین فی ذلک وهذه الفرقة هی المصیبة ومذهبها هو اللائق بمن یعرف سیر الماضین ویعلم قواعد الشریعة المطهرة جعلنا الله من أخیار أهلها آمین (الصواعق المحرقة علی أهل الرفض والضلال والزندقة، ج۲،ص ۶۳۹،الخاتمة فی بیان اعتقاد أهل السنة والجماعة فی الصحابة رضوان الله علیهم، الخ)

ترجمہ: اورلوگ یزید پرلعنت کے بارے میں تین فرقوں میں تقسیم ہوچکے ہیں، ایک فرقہ،اس سے دوستی ومحبت رکھتا ہے،اور دوسرا فرقہ،اس کو برا کہتا،اوراس پر لعنت بھیجتا ہے،اور تیسرا فرقہ ان کے درمیان میں متوسط ہے، جو نہ تو یزید سے دوستی ومحبت رکھتا،اور نہ ہی اس پرلعنت بھیجتا،اور وہ یزید کے بارے میں تمام اسلامی حکمرانوں،اور خلفاء کی طرح کا مسلک اختیار کرتا ہے،سوائے خلفائے راشدین کے،اوراس فرقہ کی رائے ہی درست ہے،اوراس کا مذہب ہی اس کے لائق (ومطابق) ہے، جو ماضی کے حضرات کی سیرت سے واقف ہے،اورقواعدِ شریعتِ مطہرہ کا علم رکھتا ہے،اللہ تعالیٰ ہمیں اس شریعتِ مطہرہ کے پسندیدہ لوگوں میں سے بنائے۔آمین (الصواعق)

پس یزید بن معاویہ کے مسئلہ میں ائمہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا جو موقف ہے،اس کو اختیار کرنا چاہیے،اوراس کی ذات وصفات میں کھود کرید،اور بحث ومباحثہ میں لگ کر اپنا وقت ضائع کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے،اوراس کے بجائے دین کے ضروری احکام کی طرف اپنی توجہ کو مشغول رکھنا چاہیے۔

یزید کی شخصیت کا مسئلہ اس درجہ کے ایمانیات میں سے نہیں کہ اگر کسی کو اس کی شخصیت اور کارناموں کا علم ہی نہ ہو، اور اس وجہ سے اس کا یزید کے بارے میں متعین طریقہ پر فاسق وگناہ گار ہونے کا عقیدہ بھی نہ ہو، تو آخرت میں اس کی پکڑ ہو۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْکَ اُمَّۃٌ قَدْ خَلَتْ لَھَا مَا کَسَبَتْ ،وَلَکُمْ مَّا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۴۱)

ترجمہ: وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی اس کے لئے وہ ہے، جو اس نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے، جو تم نے عمل کیا، اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا (سورہ بقرہ)

نیز قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۸۶)

ترجمہ: اس کے لئے ہے، اس کے عمل کا ثواب، اور اسی پر ہے اس کے برے عمل کا وبال (سورہ بقرہ)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(7).....دس محرم کی چھٹی کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: دس محرم کے دن عام چھٹی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جیسا کہ بعض ملکوں میں دس محرم کو عام تعطیل ہوتی ہے؟ اور اس دن لوگ کاروبار نہیں کرتے، کیا اس دن کام کاج کرنا منع ہے، اور کیا اس دن کاروبار کرنا رزق میں بے برکتی وغیرہ کا باعث ہے؟

جواب:.....دس محرم کی چھٹی کا شریعت کی طرف سے حکم نہیں، شریعتِ مطہرہ میں دس محرم کے دن کاروبار، تجارت وملازمت وغیرہ سے منع نہیں کیا گیا۔

اور بعض لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر دس محرم کے دن کاروبار کیا جائے، تو اس پر سارے

سال رزق کی تنگی رہتی ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنا غلط ہے، کیونکہ شریعت کی طرف سے دس محرم کو کاروبار کرنے کی وجہ سے رزق میں تنگی ہونا ثابت نہیں۔

اوراس کے برخلاف اگراس دن کاروبار سے چھٹی کرکے، کسی گناہ میں شرکت کی جائے، مثلاً ماتم ونوحہ کیا جائے، یا اس طرح کے پروگراموں میں شرکت کی جائے، تو ایک تو یہ عمل گناہ ہے، دوسرے اس گناہ کی وجہ سے خطرہ ہے کہ سال بھر انسان کو رزق کی تنگی میں مبتلا رہنا پڑے، کیونکہ گناہ سے نحوست وبے برکتی لازم آتی ہے۔

ہاں کسی ضرورت کے تحت کوئی شخص اس دن اتفاقاً اپنی ضرورت کو مقصود سمجھ کر چھٹی کرلے، جیسا کہ عام دنوں میں بھی کسی غرض سے چھٹی کرلی جاتی ہے، یا حکومت کی طرف سے امنِ عامہ قائم رکھنے کے لئے عام تعطیل دی جائے، یا کوئی اس دن روزہ وعبادت میں مصروف ہونے کی وجہ سے چھٹی کرے، تو کوئی حرج نہیں، لیکن دس محرم کو کاروبار وغیرہ کو ناجائز، یا گناہ سمجھنا، یا اس دن کاروبار کرنے سے دوسروں کو زور زبردستی منع کرنا، درست نہیں، کیونکہ قرآن وسنت میں اس دن چھٹی کرنے، یا کاروبار کی ممانعت کا حکم نہیں آیا۔

معاشرہ میں بہت سے غریب ایسے ہیں کہ جن کا روزمرہ کام کاج کئے بغیر گزر بسر نہیں ہوتا، اوراس دن بھی لوگوں کو اپنے روزمرہ کی چیزوں کی خرید وفروخت کی ضرورت وحاجت ہوتی ہے، کاروبار ممنوع وناجائز قرار دینے سے لوگوں کی ضروریات اور حقوقِ انسانی متاثر ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بعض لوگ اس دن چھٹی منا کر غیر شرعی کام بھی کرتے ہیں، اس لئے اگر کوئی روزمرہ کی طرح اس دن بھی اپنے معمولات اور ضروریات میں مشغول رہے، تو اس میں گناہ نہیں، اوراس کی آمدنی حلال ہی کہلائے گی۔

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اگر ہنگامی حالات کے پیش نظر حکومتِ وقت امنِ عامہ قائم کرنے کے لئے عام چھٹی کو نیک نیتی کے ساتھ ضروری سمجھے، اوراسی طرح کوئی ادارہ فتنہ وفساد کے

خطرے کے پیشِ نظر چھٹی کی ضرورت محسوس کرے، تو اس اعتبار سے چھٹی ایک انتظامی چیز ہے، اور اس کو شرعی چیز، یا شرعی حکم سمجھنے کے بجائے انتظامی چیز سمجھتے ہوئے عمل کرنے میں حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(9،8).....امام حسین اور ''علیہ السلام'' کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے شروع میں امام نہیں لگانا چاہئے، کیونکہ اس سے بعض لوگ یہ معنیٰ مراد لیتے ہیں کہ امام گناہوں سے معصوم ہوتا ہے، اور وہ نبی کے برابر مقام رکھتا ہے، بلکہ نبی سے بھی اونچا مقام اس کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ علیہ السلام کہنے سے بھی غلط عقیدے کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ یہ جملہ تو نبیوں کے نام کے ساتھ بولا جاتا ہے، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:.....حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امام لگانا، اگر پیشوا، دین کے مقتداء، اور رہبر ہونے کے اعتبار سے ہو، تو جائز ہے، اور اہلُ السنۃ والجماعۃ اسی معنیٰ کے اعتبار سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ امام لگاتے ہیں، لہٰذا فی نفسہٖ اس معنیٰ کے اعتبار سے امام کہنا جائز ہے۔

اور اگر کوئی غلط عقیدہ کے ساتھ کہے تو گناہ ہوگا، اسی وجہ سے کسی جگہ امام کہنے سے کسی غلط عقیدہ کی تائید ہوتی ہو، تو پھر اس لفظ سے پرہیز کرنا مناسب ہے، اور اس کی جگہ ادب و احترام کا دوسرا لفظ کہنا مناسب ہے، مثلاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، یا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ، جیسا کہ دوسرے جلیلُ القدر صحابہ کرام کے نام کے ساتھ بھی اس طرح کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اور ''علیہ السلام'' ایک دعائیہ کلمہ ہے، جس کے معنٰی ہیں ''ان پر سلامتی ہو''
لغت کے اعتبار سے اس کا استعمال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی فی نفسہٖ درست ہے، لیکن آج کل عام بول چال میں اس لفظ کا استعمال زیادہ تر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتا ہے، اور صحابہ کے نام کے ساتھ عام طور پر ''رضی اللہ عنہ'' کا دعائیہ کلمہ لگایا جاتا ہے، اور اس سے سننے والے کا ذہن صحابہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور دوسرے صحابہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہیں لگایا جاتا، اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی ''علیہ السلام'' کے بجائے ''رضی اللہ عنہ'' کا استعمال مناسب ہے، تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا تصور عام لوگوں کے ذہنوں میں قائم رہے، اور عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔
تفسیر معارف القرآن میں ہے:

''امام جوینی نے فرمایا کہ جو حکم لفظ ''صلاۃ'' کا ہے، وہی لفظ ''سلام'' کا بھی ہے کہ غیر نبی کے لئے اس کا استعمال درست نہیں، بجز اس کے کہ کسی کو خطاب کرنے کے وقت بطور تحیہ کے السلام علیکم کہے، یہ جائز و مسنون ہے، مگر کسی غائب کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا، اور لکھنا غیر نبی کے لئے درست نہیں (خصائص کبریٰ سیوطی ج۲ ص۲۶۲)

علامہ لقانی نے فرمایا کہ قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ محققین علمائے امت اس طرف گئے ہیں، اور میرے نزدیک بھی یہی صحیح ہے، اور اسی کو امام مالک، سفیان اور بہت سے فقہاء و متکلمین نے اختیار کیا ہے کہ ''صلاۃ وتسلیم'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے لئے مخصوص ہے، غیر نبی کے لئے جائز نہیں۔ [1]

---

[1] وأما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوهرة التوحید عن الإمام الجوینی أنه فی معنی الصلاة، فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرد به غیر الأنبیاء فلا یقال علی – علیه السلام – وسواء فی هذا الأحیاء والأموات إلا فی الحاضر فیقال السلام أو سلام علیک أو علیکم وهذا مجمع علیه اهـ.
أقول: ومن الحاضر السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، والظاهر أن العلة فی منع السلام ما قاله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جیسے لفظ سبحانہٗ اور تعالیٰ، اللہ جل شانہٗ کے لئے مخصوص ہے، انبیاء کے سوا عام مسلمانوں کے لئے مغفرت اور رضا کی دعاء ہونا چاہئے، جیسے قرآن میں حضراتِ صحابہ کے متعلق آیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ (روح المعانی)

صلاۃ وسلام کے احکام کی مفصل بحث احقر کے رسالہ ''تنقیح الکلام فی احکام الصلاۃ والسلام'' میں ہے، جو بزبانِ عربی ''احکام القرآن'' سورہ احزاب کا جزء ہوکر شائع ہو چکا ہے (معارف القرآن، ج۷ص۲۲۶، وص۲۲۷، سورہ احزاب، ناشر: مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید: ربیع الثانی: ۱۴۲۹ھ)

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(10).....عبدُ العلی، علی بخش، حسین بخش، وغیرہ نام رکھنے میں راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ اپنے بچوں کے نام علی بخش، حسین بخش، امام بخش، عبدالعلی، عابد حسین، یا اس طرح کے دوسرے نام رکھتے ہیں، ایسے نام رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

نیز عام طور پر علی، حسن، حسین، جعفر وغیرہ نام تو رکھ لئے جاتے ہیں، لیکن ان کے مقابلہ میں دوسرے صحابہ کے نام نہیں رکھے جاتے۔

اس بارے میں بھی راہِ اعتدال کی وضاحت مطلوب ہے؟

جواب:.....نام رکھنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ ایسا نام منتخب کریں، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات وارشادات کے زیادہ سے زیادہ مطابق ہو۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

النووی فی علة منع الصلاة أن ذلک شعار أهل البدع، ولأن ذلک مخصوص فی لسان السلف بالأنبیاء – علیهم الصلاة والسلام – (.....وبعداسطر.....) وأیضا فهو أمر لم یکن معروفا فی الصدر الأول، وإنما أحدثه الرافضة فی بعض الأئمة والتشبه بأهل البدع منهی عنه فتجب مخالفتهم اهـ.

أقول: وکراهة التشبه بأهل البدع مقررة عندنا أیضا لکن لا مطلقا بل فی المذموم وفیما قصد به التشبه بهم (ردالمحتار، ج۶ص۷۵۳، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِکُمْ إِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۱۳۲ "۲"، کتاب الآداب، باب النھی عن التکنی بأبی القاسم وبیان ما یستحب من الأسماء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تمہارے ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام "عبداللہ" اور "عبدالرحمٰن" ہیں (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۳۹، ابواب الادب، باب ما جاء فی تغییر الأسماء)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو تبدیل کر دیا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَانَ اسْمُہُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ : عَبْدَ الْکَعْبَۃِ ، فَسَمَّاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :عَبْدَ الرَّحْمٰنِ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱ ص ۱۲۶، رقم الحدیث ۲۵۳، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۳۳۵، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، رقم الحدیث ۴۵۵) [1]

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبدالکعبہ (کعبہ کا بندہ) تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا (طبرانی)

انسان چونکہ صرف اللہ تعالیٰ کا عبد اور بندہ ہے، اس لئے عبد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کئے گئے ناموں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرمادیا۔

---

[1] قال الذھبی فی التلخیص :علی شرط البخاری ومسلم.
وقال الھیثمی:رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۴۸۸۳، باب مناقب عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ سے روایت ہے کہ:

كَانَ اسْمُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَبْدَ الْعُزَّى، فَسَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۹۹۹، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم ،ذکر مناقب عبد الرحمن بن أبی بکر الصدیق رضی الله عنهما)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کا نام جاہلیت کے زمانہ میں ''عبدُ العزیٰ'' تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ''عبدُ الرحمٰن'' رکھا (حاکم)

زمانۂ جاہلیت میں عزیٰ بت کا نام تھا، اور عبدالعزیٰ نام میں شرک کے معنیٰ پائے جاتے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تبدیل فرما کر، توحید اور وحدانیت کے معنیٰ والا نام تجویز فرمایا۔

حضرت ہانی بن شریح فرماتے ہیں کہ:

وَفَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْمِهٖ فَسَمِعَهُمْ يُسَمُّوْنَ رَجُلًا عَبْدَ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهٗ :مَا اِسْمُكَ ؟ قَالَ :عَبْدُ الْحَجَرِ ، فَقَالَ لَهٗ :رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّمَا أَنْتَ عَبْدُ اللّٰهِ (مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۲۶۴۲۱، کتاب الادب، باب فی تغییر الأسماء، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث ۸۳۹)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وفد حضرت ہانی کی قوم میں تشریف لایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ان لوگوں نے ایک آدمی کا نام عبدالحجر (یعنی پتھر کا بندہ) رکھا ہوا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ تو اس نے کہا کہ ''عبدالحجر'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تم ''عبداللہ'' ہو (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ -صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - لَا یَقُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ عَبْدِیْ. فَکُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ فَتَایَ .وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ .وَلٰکِنْ لِیَقُلْ سَیِّدِیْ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۲۲۴۹"۱۴"کتاب الالفاظ من الادب،باب حکم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولی والسید)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہرگز بھی کوئی دوسرے کو یہ نہ کہے کہ اے میرے بندے، کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو، لیکن یہ کہے کہ اے میرے نوجوان (یا ایسا ہی کوئی اور لفظ کہے) اور نہ ہی غلام اپنے آقا کو اپنا رب کہے، بلکہ یہ کہے کہ اے میرے سردار (مسلم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ ہے کہ:

وَالرَّبُّ اَللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۴۵۱) [1]

ترجمہ: اور رب تو اللہ عزوجل ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے عبد اور بندے ہیں، اس لئے عبد کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف زیبا ہے، کسی اور کی طرف یہ نسبت درست نہیں۔

اسی طرح حقیقی رب بھی اللہ ہی ہے، اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف رب کی نسبت زیبا نہیں۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

[2] (وعن أبی هریرة – رضی الله عنه – قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا یقولن أحدکم عبدی ") أی: یا عبدی أو عبدی فلان؛ دفعا لتوهم الشرکة فی العبودیة أو فی حقیقة العبدیة ....(ولا یقل العبد: ربی) أی: بالنداء أو الإخبار؛ لأن الإنسان مربوب متعبد بإخلاص التوحید، فکره المضاهاة بالاسم لئلا یدخل فی معنی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بچوں کے نام ایسے رکھنے چاہئیں، جو معنٰی کے اعتبار سے اچھے ہوں، ان میں شرک اور تکبر وغیرہ کا شبہ نہ ہو، اور کوئی غلط معنٰی یا نسبت نہ پائی جاتی ہو۔

رسول بخش، علی بخش، حسین بخش، امام بخش، پیر بخش، عابد حسین اور قلندر بخش وغیرہ نام رکھنے سے پرہیز کرنا مناسب ہے، کیونکہ کسی کو بخشنا اور مغفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

البتہ اللہ بخش وغیرہ نام رکھنے میں حرج نہیں، کیونکہ جس طرح عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اسی طرح کسی کو بخشنا اور معاف کرنا، پیدا کرنا، زندہ کرنا، مارنا، مشکلات پریشانیوں اور مصائب کا کھولنا اور حل کرنا، یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص اور اس کی صفات ہیں ان صفات کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا مناسب نہیں۔

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الشرک إذ العبد والحر فيه بمنزلة واحدة .(ولكن ليقل: سيدى) ؛ لأن مرجع السيادة إلى معنى الرياسة وحسن التدبير فى المعيشة، ولذلك يسمى الزوج سيدا(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۰۰، ۳۰۰۱،ملخصاً، كتاب الآداب، باب الآسامى)

قال العلماء مقصود الأحاديث شيئان أحدهما نهى المملوك أن يقول لسيده ربى لأن الربوبية إنما حقيقتها لله تعالى لأن الرب هو المالك أو القائم بالشىء ولا يوجد حقيقة هذا إلا فى الله تعالى فإن قيل فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم فى أشراط الساعة أن تلد الأمة ربتها أو ربها فالجواب من وجهين أحدهما أن الحديث الثانى لبيان الجواز وأن النهى فى الأول للأدب وكراهة التنزيه لا للتحريم والثانى أن المراد النهى عن الإكثار من استعمال هذه اللفظة واتخاذها عادة شائعة ولم ينه عن إطلاقها فى نادر من الأحوال واختار القاضى هذا الجواب .....الثانى يكره للسيد أن يقول لمملوكه عبدى وأمتى بل يقول غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى لأن حقيقة العبودية إنما يستحقها الله تعالى ولأن فيها تعظيما بما لا يليق بالمخلوق استعماله لنفسه وقد بين النبى صلى الله عليه وسلم العلة فى ذلك فقال كلكم عبيد الله فنهى عن التطاول فى اللفظ كما نهى عن التطاول فى الأفعال وفى إسبال الإزار وغيره وأما غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى فليست دالة على الملك كدلالة عبدى مع أنها تطلق على الحر والمملوك وإنما هى للاختصاص قال الله تعالى وإذ قال موسى لفتاه وقال لفتيانه وقال لفتيته قالوا سمعنا فتى يذكرهم وأما استعمال الجارية فى الحرة الصغيرة فمشهور معروف فى الجاهلية والإسلام والظاهر أن المراد بالنهى من استعمله على جهة التعاظم والارتفاع لا للوصف والتعريف والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۵ ص ۶، ۷، ملخصاً، كتاب الالفاظ من الادب وغيرها، باب حكم اطلاق لفظة العبدوالامة والمولىٰ والسيد)

عبدُ العلی کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ لفظِ علی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْم وغیرہ آیا ہے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے، اگر کسی کی مراد ''عبدالعلی'' میں اللہ کا بندہ ہو تو جائز ہے اور اگر حضرت علی کا بندہ مراد ہو تو منع ہے۔ اور آج کل کم علمی کے دور میں ظاہر ہے کہ ایسے ناموں کے رکھنے سے پرہیز ہی بہتر ہے، جن سے عام لوگوں کے شک وشبہ میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ ہو۔ [1]

---

[1] ''عبد'' کا لفظ مشترک ہے، اس کے معنٰی عابد (عبادت کرنے والا) کے بھی آتے ہیں، اور خادم وغلام کے بھی، جب اس کی نسبت غیرُ اللہ کی طرف ہوتی ہے، تو غلام اور خادم کے معنٰی ہوتے ہیں، لیکن نام اور تسمیہ کے موقع اور محل پر عموماً یہ لفظ عبادت کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے اشتباہ کی وجہ سے ایسا نام رکھنا مناسب نہیں۔

ولا يجوز نحو عبد الحارث ولا عبد النبى، ولا عبرة بما شاع فيما بين الناس (مرقاة المفاتيح، ج۷ص۲۹۹۷، كتاب الآداب، باب الآسامى)

فقال أبو محمد بن حزم اتفقوا على تحريم كل اسم معبد لغير الله كعبد العزى وعبد هبل وعبد عمرو وعبد الكعبة وما أشبه ذلك حاشا عبد المطلب انتهى فلا تحل التسمية ب عبد على ولا عبد الحسين ولا عبد الكعبة وقد روى ابن أبى شيبة حديث يزيد بن المقدام بن شريح عن المقدام بن شريح عن أبيه عن جده هانىء بن يزيد قال وفد على النبى صلى الله عليه وسلم قوم فسمعهم يسمون عبد الحجر فقال له ما اسمك فقال عبد الحجر فقال له رسول صلى الله عليه وسلم إنما أنت عبد الله فإن قيل كيف يتفقون على تحريم الاسم المعبد لغير الله وقد صح عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال تعس عبد الدينار تعس عبد الدرهم تعس عبد الخميصة تعس عبد القطيفة وصح أنه قال (أنا النبى لا كذب ...أنا ابن عبد المطلب) ودخل عليه رجل وهو جالس بين أصحابه فقال أيكم ابن عبد المطلب فقالوا هذا وأشاروا إليه فالجواب أما قوله تعس عبد النار فلم يرد به الاسم وإنما أراد به الوصف والدعاء على من يعبد قلبه الدينار والدرهم فرضى بعبوديتها عن عبودية ربه تعالى وذكر الأثمان والملابس وهما جمال الباطن والظاهر.

أما قوله أنا ابن عبد المطلب فهذا ليس من باب إنشاء التسمية بذلك وإنما هو باب الإخبار بالاسم الذى عرف به المسمى دون غيره والأخبار بمثل ذلك على وجه تعريف المسمى لا يحرم ولا وجه لتخصيص أبى محمد بن حزم ذلك بعبد المطلب خاصة فقد كان الصحابة يسمون بنى عبد شمس وبنى عبد الدار بأسمائهم ولا ينكر عليهم النبى صلى الله عليه وسلم فباب الإخبار أوسع من باب الإنشاء فيجوز ما لا يجوز فى الإنشاء (تحفة المودود باحكام المولود لابن القيم الجوزية، ص۱۱۳، ۱۱۴، الباب الثامن فى ذكر تسميته وأحكامها ووقتها، الفصل الثانى فيما يستحب من الأسماء وما ى كره منها)

اور محمد علی، محمد حسین، محمد حسن، محمد جعفر وغیرہ نام رکھنا بلاشبہ جائز ہے، لیکن ساتھ ہی اس کا خیال رکھا جائے کہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کو بھی رواج دیا جائے، اور ان کے نام بھی رکھے جائیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(11)..... ''مولا'' علی کہنے کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں، حضرت علی اس کے مولا ہیں۔

اور مولا ہونے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا عقیدہ رکھتے، اور برتاؤ کرتے ہیں کہ جو برتاؤ کسی مخلوق کے ساتھ مناسب نہیں، مثلاً ''یا علی، یا حسن، یا حسین'' کہنا، اور پریشانی، مصیبت اور بیماری وغیرہ کے موقع پر ان کو پکارنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ دور، یا قریب سے یہ ہماری آوازوں کو سنتے ہیں، اور ہمارے حالات کی خبر رکھتے ہیں، اور ہماری مُرادوں کو پورا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کُشا بھی کہتے ہیں، جبکہ دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ اس طرح کے الفاظ استعمال نہیں کیے جاتے۔

اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

جواب:..... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۲۱، ابواب السنة، باب فی فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضل علی بن أبی طالب رضی الله عنه) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية ابن ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا (یعنی مدد ونصرت کرنے والا) ہوں، تو علی اس کے مولا ہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ بھی سنا کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہے، جیسے حضرت ہارون کا موسیٰ کے ساتھ، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق) یہ فرماتے ہوئے بھی سنا کہ میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا، کہ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے (ابن ماجہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ:

أَنَا مَوْلَاهُ، اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، اللّٰهُمَّ عَادِ مَنْ عَادَاهُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ١١٦، ابواب السنة، باب فى فضائل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضل على بن أبى طالب رضى الله عنه) [1]

ترجمہ: میں علی کا مولا (محبت ونصرت کرنے والا) ہوں، اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے، آپ اس سے محبت رکھیے، اور جو اس سے عداوت رکھے، آپ اس سے عداوت رکھیے (ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثابت ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مولا ہونے کا مطلب دوست اور محبت کرنے والا، اور مدد کرنے والا، اور تابعداری اختیار کرنے والا ہے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية ابن ماجه)

[2] (وعن زيد بن أرقم) ذكره تقدم (أن النبى صلى الله عليه وسلم -قال " :من كنت مولاه فعلى مولاه ") . قيل، معناه :من كنت أتولاه فعلى يتولاه من الولى ضد العدو أى :من كنت أحبه فعلى يحبه، وقيل معناه :من يتولانى فعلى يتولاه، كذا ذكره شارح من علمائنا .وفى النهاية :المولى يقع على جماعة كثيرة فهو الرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والخال وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه، وأكثرها قد جاء ت فى الحديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کا مولا کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، اللہ کے برابر ہونا لازم نہیں آتا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہ لازم نہیں آتا۔

لہٰذا اس حدیث سے غلط معنیٰ اخذ کرنا درست نہیں۔

پھر اسی کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کے بارے میں بھی کئی احادیث مروی ہیں، لہٰذا اِن حضرات کے متعلق بھی غلط عقیدہ رکھنا منع ہے، اور ان کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ، وَعُمَرَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۶۲، باب بعد باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی الله عنه من ابواب المناقب، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۳۸۶) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء وپیروی کرنا (ترمذی)

اس طرح کی حدیث تھوڑے بہت اضافہ کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

الحدیث الوارد فیه، وقوله " :من کنت مولاه ."یحمل علی أکثر هذه الأسماء المذکورة (مرقاة المفاتیح، ج۹، ص۳۹۳۷، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی الله عنه)

[1] عن جابر، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: " یطلع علیکم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة "، قال: فطلع علیهم أبو بکر، فهنأناه بما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، ثم لبث هنیهة، ثم قال: " یطلع علیکم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة "، قال: فطلع عمر، قال: فهنأناه بما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: ثم قال: " یطلع علیکم من تحت هذا الصور رجل من أهل الجنة، اللهم إن شئت جعلته علیا "ثلاث مرات، فطلع علی(مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۴۸۳۸)

قال شعیب الارنؤوط: إسناده محتمل للتحسین (حاشیة مسند احمد)

[2] قال الترمذی: هذا حدیث حسن.

وقال شعیب الارنؤوط: حدیث حسن بطرقه وشواهده (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السُّلاَسِلِ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، فَقُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ: أَبُوْهَا، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٦٦٢، كتاب اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، باب قول النبی صلی الله عليه وسلم: لو كنت متخذا خليلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتِ سلاسل لشکر میں عمرو بن عاص کو بھیجا، عمرو کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پس میں نے عرض کیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ، میں نے عرض کیا کہ مَرد حضرات میں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کے والد (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا کہ پھر کون؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر بن خطاب، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اور آدمیوں کے نام لیے (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِيْ بِحِفْظِ الْبَابِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، فَإِذَا أَبُوْ بَكْرٍ،

---

[1] عن ابن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقتدوا باللذين من بعدى من أصحابى أبى بكر وعمر، واهتدوا بهدى عمار، وتمسكوا بعهد ابن مسعود (سنن الترمذى، رقم الحديث ٣٨٠٥)

قال الترمذى: هذا حديث غريب من هذا الوجه من حديث ابن مسعود لا نعرفه إلا من حديث يحيى بن سلمة بن كهيل "ويحيى بن سلمة يضعف فى الحديث وأبو الزعراء اسمه: عبد الله بن هانء وأبو الزعراء الذى روى عنه شعبة والثورى وابن عيينة اسمه: عمرو بن عمرو وهو ابن أخى أبى الأحوص صاحب عبد الله بن مسعود"

ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ، ثُمَّ جَاءَ عُثْمَانُ، فَقَالَ: اِئْذَنْ لَهُ، وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٧٢٦٢، كتاب اخبار الآحاد، باب قول الله تعالى: لا تدخلوا بيوت النبی إلا أن يؤذن لكم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے، اور مجھے دروازہ کی نگرانی کا حکم دیا، تو ایک آدمی آیا، اور اس نے داخل ہونے کی اجازت چاہی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو، اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو، وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو، اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اندر آنے دو، اور ان کو جنت کی خوشخبری سنا دو (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ، فَقَالَ: اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ، وَصِدِّيْقٌ، وَشَهِيْدَانِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٦٧٥، كتاب اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو كنت متخذا خليلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے، پس احد پہاڑ حرکت کرنے لگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ! تم ٹھہر جاؤ، پس آپ کے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں (بخاری)

اس طرح کی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عن سهل بن سعد: ارتج أحد وعليه النبی صلى الله عليه وسلم وأبو بكر وعمر وعثمان، فقال النبی صلى الله عليه وسلم: " اثبت أحد ما عليك إلا نبی وصديق وشهيدان "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٨١١)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے اس طرح کا واقعہ حراء پہاڑ کے بارے میں بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلٰى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيْقٌ، أَوْ شَهِيْدٌ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٤١٧ "٥٠"، كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم، باب من فضائل طلحة، والزبير رضى الله عنهما)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی، اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حراء پہاڑ پر تھے، کہ چٹان حرکت کرنے لگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا، تیرے اوپر سوائے نبی، یا صدیق، یا شہید کے اور کوئی نہیں ہے (مسلم)

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَاءَ، فَقَالَ: اُثْبُتْ حِرَاءَ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدٌ. قِيْلَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ، وَعَلِيٌّ، وَطَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَسَعْدٌ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ. قِيْلَ فَمَنِ

---

[1] حدثنا عبد الله بن بريدة، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان جالسا على حراء ومعه أبو بكر، وعمر، وعثمان فتحرك الجبل، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اثبت حراء؛ فإنه ليس عليك إلا نبى أو صديق أو شهيد "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٣٦)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده قوى(حاشية مسند احمد)

الْعَاشِرُ؟ قَالَ: أَنَا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۷۵۷، ابواب المناقب، باب مناقب أبی الأعور، واسمه سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی الله عنه) [1]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حراء رک جا، تجھ پر نبی، صدیق، شہید کے علاوہ کوئی نہیں، عرض کیا گیا کہ وہ کون حضرات تھے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر، اور عمر، اور عثمان، اور علی، اور طلحہ، اور زبیر، اور سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف، (حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے) عرض کیا گیا کہ دسواں کون تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں (ترمذی)

اس طرح کی مختلف روایات ہیں، جن کے پیشِ نظر محدثین نے فرمایا کہ یہ واقعات مختلف اوقات میں پیش آئے، اس لئے ہر واقعہ کے وقت کی مناسبت سے اس کا ذکر آ گیا ہے۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۶۵۵، کتاب اصحاب النبی ﷺ، باب فضل أبی بکر بعد النبی ﷺ)

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح وقد روی من غیر وجه عن سعید بن زید عن النبی صلی الله علیه وسلم :حدثنا أحمد بن منیع قال: حدثنا الحجاج بن محمد قال: حدثنی شعبة، عن الحر بن الصیاح، عن عبد الرحمن بن الأخنس، عن سعید بن زید، عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه بمعناه .هذا حدیث حسن.

[2] وفی روایة سعد بن أبی وقاص، ولم یذکر علیا .خرجهما مسلم وخرجه الترمذی ولم یذکر سعدا وقال :اهدأ مکان اسکن، وقال :حدیث صحیح .وخرجه الترمذی أیضا عن سعید بن زید، وذکر أنه کان علیه العشرة إلا أبا عبیدة، وقال " :اثبت حراء "الحدیث .فاختلاف الروایات محمول علی تعدد القضیة فی الأوقات، وإثبات الشهادة لبعضهم حقیقة، وللباقین حکما والله أعلم (مرقاة المفاتیح، ج۹ ص۳۹۲۸، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب هؤلاء الثلاثة رضی الله عنهم، الفصل الاول)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تھے، تو ہم سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے، پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (دوسروں پر) ترجیح دیتے تھے (بخاری)

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُوْلُ: أَلا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِيْ بَكْرٍ، عُمَرُ (مسند احمد، رقم الحديث ٨٣٣) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا میں تمہیں اس امت کے نبی کے بعد بہترین شخص کی خبر نہ دے دوں، جو کہ حضرت ابوبکر ہیں، پھر فرمایا کہ کیا میں تمہیں اس امت کے ابوبکر کے بعد بہترین شخص کی خبر نہ دے دوں، جو کہ عمر ہیں (مسند احمد)

امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يُقَالُ: مَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ فَقَدْ أَقَامَ الدِّيْنَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُمَرَ، فَقَدْ أَوْضَحَ السَّبِيْلَ، وَمَنْ أَحَبَّ عُثْمَانَ فَقَدِ اسْتَنَارَ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ أَحَبَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ، فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى، وَمَنْ قَالَ الْحُسْنٰى فِيْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ بَرِءَ مِنَ النِّفَاقِ (الشريعة للآجرى، ج۴، ص ۱۶۳۸، كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، باب ذكر ما مدح الله عز وجل به المهاجرين والأنصار فى كتابه الخ)

ترجمہ: یہ کہا جاتا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر سے محبت کی، تو اس نے دین کو قائم کیا، اور جس نے حضرت عمر سے محبت کی، تو اس نے راستے کی وضاحت کی، اور

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جس نے حضرت عثمان سے محبت کی، تو وہ اللہ عزوجل کے نور سے منور ہوگیا، اور جس نے حضرت علی بن ابی طالب سے محبت کی، تو اس نے مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا، اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے بارے میں اچھی بات کہی، تو وہ نفاق سے بریٔ ہوگیا (الشریعہ)

اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ، دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کی اجازت نہیں۔

سوال میں جس عقیدے اور نظریے کے ساتھ ''یا علی، یا حسین'' وغیرہ کہنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس عقیدے اور نظریے کے ساتھ کہنا تو منع ہے، جس طرح دوسرے صحابۂ کرام کے ساتھ بھی منع ہے، کسی کو ''یا'' کے ساتھ اس عقیدے کے ساتھ پکارنا کہ وہ ہر جگہ سے ہماری پکار اور آواز کو سنتا ہے، اور ہماری حاجات اور ضروریات پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اور ہمارے حالات کی اس کو خبر رہتی ہے، یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور کو بطور دعاء، اور بطورِ تسبیح اور ذکر کے پکارنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ عبادت کے زمرے میں آتا ہے، اور عبادت صرف اللہ جلّ شانہٗ کا حق ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ٢٦)

ترجمہ: کہہ دیجیے، اے اللہ! سارے ملک اور ساری کائنات کے مالک! تُو جس کو چاہے حکومت و بادشاہت دے اور جس سے چاہے چھین لے (سورہ آلِ عمران)

سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ، فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ، وَمَا يُمْسِكْ فَلَا

مُرْسِلَ لَهُ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ (سورة فاطر، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اللہ آدمیوں کے لئے جس رحمت کا دروازہ کھولے (اور جو نعمت کسی کو دینا چاہے) کوئی نہیں ہے، اسے روک سکنے والا، اور جو وہ روکے (اور نہ دینا چاہے) تو کوئی نہیں ہے، اس کے بعد اس کو (دے سکنے اور) جاری کرنے والا (سورہ فاطر)

سورہ جن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا (سورة الجن، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (سورہ جن)

اور اس کے ایک آیت بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوْ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهٖ أَحَدًا. قُلْ إِنِّيْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا. قُلْ إِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (سورة الجن، رقم الآيات ٢٠ الى ٢٢)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ بس میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا، اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا (سورہ جن)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سوال میں ذکر شدہ طریقے، اور عقیدے کے ساتھ، غیر اللہ کو اس طرح پکارنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اور مشکل کشا فارسی کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ اگرچہ عام ہیں، لیکن یہ عربی کے ''حلالُ المعاقد'' یا ''حلال المعضلات'' کے ترجمہ کے طور پر بولا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''علمی مشکل امور کھولنے والا اور مشکل مقدمات اور معاملات حل کرنے والا''

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بڑے مشکل مسائل بتلانے، اور مشکل مقدمات اور معاملات آسانی سے حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے، اس لئے بعض حضرات کی تحریرات

میں اس معنٰی کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے مشکل کشا کا لفظ ملتا ہے۔

اس سے مراد خدائی صفت یعنی تکوینی (انسانی اختیار سے باہر) مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنا نہیں۔

اور آج کل ان کی محبت وعقیدت میں غلو کرنے والے، بعض لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ ہر مشکل کو خواہ کسی زمانے میں اور کسی جگہ پیش آئے، تو اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ حل کرتے ہیں۔

اس طرح کا عقیدہ کسی غیر اللہ کے ساتھ رکھنے سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا چاہئے (فتاویٰ محمودیہ، مبوب، ج۱ص۳۶۴، بتغیر)

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

(12).....اہلِ بیت کے متعلق راہِ اعتدال

سوال: اہلِ بیتِ رسول میں کون کون لوگ داخل ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں صرف پانچ افراد داخل ہیں، دوسرا کوئی بھی داخل نہیں، اور ان پانچ افراد کو وہ ''پنج تن پاک'' کا نام دیتے ہیں، اور ان سے بہت زیادہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، اس بارے میں راہِ اعتدال کیا ہے؟

آج کل ان مسائل کے بارے میں لوگوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، اور اس بارے میں مختلف آراء سامنے آتی رہتی ہیں، اور جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، اس لئے اس سلسلہ میں راہِ اعتدال کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

جواب:.....اہلِ اسلام کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ہر مسلمان کو اہلِ بیت سے محبت رکھنی چاہئے، اور ان سے محبت رکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے۔ [1]

---

[1] -محبة أهل البيت: ذهب العلماء إلى أن محبة أهل بيت النبى صلى الله عليه وسلم والولاء لهم مطلوبة من المسلمين، وأن محبتهم من محبة النبى صلى الله عليه وسلم، وأن معرفة مقدارهم وتوقيرهم وحرمتهم ورعاية ما يجب من حقوقهم والبر لهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اسی کے ساتھ مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام، اور خلفائے راشدین سے بھی محبت رکھنے کا حکم ہے، اور ان سے محبت رکھنا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے میں داخل ہے۔

جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان کے بعد دیگر صحابۂ کرام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فوقیت حاصل ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ تین خلفائے راشدین کے بعد ہے۔

البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابۂ کرام کے احترام کا حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ والنصرة لهم كذلك من موجبات الجنة. كما أن بغضهم أو كرههم معصية تؤدى بأصحابها إلى النار، والأدلة على ذلك كثيرة منها :قول الله تبارك وتعالى :(قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى) ، أى :لا أسألكم أجرا إلا أن تودوا قرابتى وأهل بيتى.

وروى سعيد بن جبير عن ابن عباس رضى الله عنهم قال :لما نزلت :(قل لا أسألكم عليه أجرا إلا المودة فى القربى) قالوا :يا رسول الله :من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم؟ قال :على وفاطمة وأبناؤهما .

وقول النبى صلى الله عليه وسلم :أما بعد ألا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتى، رسول ربى فأجيب وأنا تارك فيكم ثقلين، أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به -قال الراوى -فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال: وأهل بيتى أذكركم الله فى أهل بيتى، أذكركم الله فى أهل بيتى، أذكركم الله فى أهل بيتى.

وكان الصحابة رضى الله عنهم ومن تبعهم بإحسان يحبون أهل البيت ويظهرون ولاء هم واحترامهم لهم تقربا إلى الله سبحانه وتعالى ووفاء للنبى صلى الله عليه وسلم، عن أبى بكر رضى الله عنه قال :ارقبوا محمدا صلى الله عليه وسلم فى أهل بيته :قال النووى :أى راعوه واحترموه وأكرموه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦، ص ١٩٠، مادة "محبة" حرف الميم)

[1] و محبة المهاجرين والأنصار والخلفاء الراشدينذهب العلماء إلى أن محبة المهاجرين وتوقيرهم وبرهم والولاء لهم ومعرفة حقهم مطلوبة من المسلمين؛ لما لهم من الفضل السابق إلى الإيمان والهجرة .وقال تعالى :(والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه وأعد لهم جنات تجرى تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا ذلك الفوز العظيم)

محبة الخلفاء الراشدين رضى الله عنهم، مطلوبة كذلك؛ لأنهم خير الناس بعد رسول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اب رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل ہیں یا نہیں؟

تو بہت سے اہلِ علم حضرات، اہلِ بیت کے مفہوم میں ازواجِ مطہرات کو بھی داخل مانتے ہیں، اور اسی قول کو راجح قرار دیتے ہیں، کیونکہ قرآن کے ظاہر سے اہلِ بیت میں ازواج کا داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اور لغت اور عرف کے اعتبار سے بھی اہل کا لفظ گھر والوں کے لئے بولا جاتا ہے، اور اس میں انسان کی بیوی بدرجہ اولیٰ داخل ہوا کرتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾ الله صلى الله عليه وسلم وأحقهم بالمحبة والموالاة، عن ابن عمر رضى الله عنهما قال :كنا نخير بين الناس فى زمن النبى صلى الله عليه وسلم، فنخير أبا بكر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضى الله عنهم.

قال ابن عبد البر :واتفق أهل السنة على أن عليا رضى الله عنه أفضل الناس بعد الثلاثة .

قال القاضى عياض :ومن انتقص أحدا منهم فهو مبتدع مخالف للسنة والسلف الصالح، وأخاف أن لا يصعد له عمل إلى السماء حتى يحبهم جميعا ويكون قلبه سليما

أما محبة الأنصار رضى الله عنهم فقد ورد فى الحث عليها نصوص كثيرة لما لهم فى الإسلام من الأيادى الجميلة فى نصرة دين الله والسعى فى إظهاره وإيواء المسلمين وقيامهم فى مهمات دين الإسلام حق القيام حبهم للنبى صلى الله عليه وسلم وحبه صلى الله عليه وسلم إياهم .

ومن هذه النصوص الواردة فى حق الأنصار قوله تعالى :(والذين تبوء وا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم ولا يجدون فى صدورهم حاجة مما أوتوا ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فأولئک هم المفلحون)

وحديث البراء بن عازب رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال : الأنصار لا يحبهم إلا مؤمن ولا يبغضهم إلا منافق، فمن أحبهم أحبه الله ومن أبغضهم أبغضه الله .

ولقوله صلى الله عليه وسلم :آية الإيمان حب الأنصار وآية النفاق بغض الأنصار(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٦،ص١٩٠، وص١٩١ ،مادة "محبة"حرف الميم)

[1] دخولهن فى آل بيت الرسول صلى الله عليه وسلم:

اختلف العلماء فى دخول أمهات المؤمنين فى أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم .فمنهم من قال :يدخل نساء النبى صلى الله عليه وسلم فى أهل البيت، وبه قالت عائشة وابن عباس وعكرمة وعروة وابن عطية، وابن تيمية وغيرهم، ويستدل هؤلاء بما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ قرآن مجید میں ازواجِ مطہرات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (سورة الاحزاب، رقم الآيات ۳۲ و ۳۳)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! نہیں ہو تم عورتوں میں سے کسی کی طرح (کی عام عورتیں) اگر تم تقویٰ اختیار کرو، تو نرمی نہ کرو بات کرتے وقت، پس طمع کرے گا وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے، اور کہا کرو تم مناسب بات۔

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور تم زیب و زینت کا اظہار نہ کرو، پہلے جاہلیت

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه الخلال بإسناده عن ابن أبي مليكة أن خالد بن سعيد بن العاص بعث إلى عائشة سفرة من الصدقة فردتها وقالت :إنا آل محمد لا تحل لنا الصدقة، وكان عكرمة ينادى فى السوق (إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا) نزلت فى نساء النبى صلى الله عليه وسلم خاصة).

وهذا القول هو الذى يدل عليه سياق الآية؛ لأن ما قبلها وما بعدها خطاب لأمهات المؤمنين .قال الله تعالى :(وقرن فى بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى وأقمن الصلاة وآتين الزكاة وأطعن الله ورسوله إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا واذكرن ما يتلى فى بيوتكن من آيات الله والحكمة إن الله كان لطيفا خبيرا) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٢٦٨ ،مادة"امهات المومنين"حرف الألف)

وقد تنازع العلماء :هل أزواجه من آله؟ على قولين، هما روايتان عن أحمد، أصحهما أنهن من آله وأهل بيته ، كما دل على ذلك ما فى الصحيحين (من) قوله " :(اللهم صل على محمد وعلى أزواجه وذريته " وهذا مبسوط فى موضع آخر(منهاج السنة النبوية فى نقض كلام الشيعة القدرية لابنِ تيمية، ج۴ص ۲۴، الفصل الثانى، كلام الرافضى على خصائص الأئمة الاثنى عشر)

میں زیب وزینت کے اظہار کی طرح، اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، بس اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہلِ بیت ناپاکی (کا میل کچیل) دور کردے، اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے (سورہ احزاب)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو خطاب کرکے، آگے انہیں اہلِ بیت قرار دیا ہے، جس سے ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو اپنے اہلِ بیت قرار دینے کا ذکر آیا ہے، تو وہ مذکورہ آیت کے خلاف نہیں، کیونکہ مذکورہ آیت سے ازواجِ مطہرات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، اور اس طرح کی احادیث سے مذکورہ شخصیات کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے، مگر کسی اور کے اہلِ بیت میں داخل ہونے کی نفی نہیں ہوتی، اور ازواجِ مطہرات اور مذکورہ تمام شخصیات ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل ہیں، لہٰذا جس طرح مذکورہ آیت کا

---

[1] وهذه الأحاديث ونحوها لا تدل على تخصيص الحكم بهؤلاء الاربعة رضى الله عنهم ويأباه ما قبل الاية وما بعدها ويأباه العرف واللغة لان الأصل فى استعمال اهل البيت لغة النساء واما الأولاد وغيرهم فانها يطلق عليهم تبعا لان لهم بيوتا متغائرة غالبا وقد قال الله تعالى حكاية عن قول الملائكة لسارة امرأة ابراهيم عليه السلام أتعجبين من أمر الله رحمت الله وبركاته عليكم أهل البيت والحق ما ذكرنا ان الاية يعم جميع اهل البيت وان كان سوق الكلام للنساء(تفسير المظهرى، ج۷ ص ۳۴۰، سورة الاحزاب، تحت رقم الآية ۳۳)

والذى يظهر من الآية أنها عامة فى جميع أهل البيت من الأزواج وغيرهم .وإنما قال ": ويطهركم "لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليا وحسنا وحسينا كان فيهم، وإذا اجتمع المذكر والمؤنث غلب المذكر، فاقتضت الآية أن الزوجات من أهل البيت، لأن الآية فيهن، والمخاطبة لهن يدل عليه سياق الكلام .والله أعلم (تفسير القرطبى ، ج۱۴ ص۱۸۳ ،سورة الاحزاب، تحت رقم الآية ۳۳)

www.idaraghufran.org

مفہوم صحیح ہے، اسی طرح وہ احادیث بھی صحیح ہیں۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ازواجِ مطہرات کے بھی اہلِ بیت میں سے ہونے کا ذکر آیا ہے۔ [2]

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحَاقَ ،وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ. قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَ اَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا. اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ . قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

---

[1] هذه الآية تدل على دخولهن حتما؛ لأن سياق الآيات قبلها وبعدها خطاب لهن، ولا ينافي ذلك ما جاء في صحيح مسلم(٢٤٢٤)عن عائشة رضى الله عنها أنها قالت : "خرج النبى صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر أسود، فجاء الحسن بن على فأدخله، ثم جاء الحسين فدخل معه، ثم جاء ت فاطمة فأدخلها، ثم جاء على فأدخله، ثم قال :(إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا)" ؛ لأن الآية دالة على دخولهن؛ لكون الخطاب فى الآيات لهن، ودخول على وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم فى الآية دلت عليه السنة فى هذا الحديث، وتخصيص النبى صلى الله عليه وسلم لهؤلاء الأربعة رضى الله عنهم فى هذا الحديث لا يدل على قصر أهل بيته عليهم دون القرابات الأخرى، وإنما يدل على أنهم من أخص أقاربه. ونظير دلالة هذه الآية على دخول أزواج النبى صلى الله عليه وسلم فى آله ودلالة حديث عائشة رضى الله عنها المتقدم على دخول على وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم فى آله (فضل أهل البيت وعلو مكانتهم عند أهل السنة والجماعة،لعبدالمحسن العباد البدر، ص٨، ٩ ،الفصل الأول :من هم أهل البيت؟)

[2] أم سلمة رضى الله عنها، أنها قالت :فى بيتى نزلت هذه الآية (إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت)قالت :فأرسل رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى على وفاطمة والحسن والحسين رضى الله عنهم، أجمعين فقال :اللهم هؤلاء أهل بيتى قالت أم سلمة :يا رسول الله، ما أنا من أهل البيت؟ قال :إنك أهلى خير وهؤلاء أهل بيتى اللهم أهلى أحق (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٣٥٥٨، كتاب التفسير)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه .

و قال الذهبى فى التلخيص: على شرط مسلم.

مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی زوجۂ مطہرہ کو اپنا اہل قرار دینے کی دلالت اہلِ بیت سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ اہل سے مراد گھر والی، اور اہلِ بیت سے مراد گھر والے ہیں۔

عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ. اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (سورۃ ھود، رقم الآیات ۷۱ الیٰ ۷۳)

ترجمہ: اور اس (ابراہیم) کی بیوی کھڑی ہوئی تھی، تو وہ ہنسی، پھر ہم نے اس (ابراہیم کی بیوی) کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

اس نے کہا اوہو! کیا میرے بچہ ہوگا؟ میں تو بوڑھی ہوں، اور یہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو، اللہ کے حکم سے؟ حالانکہ اللہ کی رحمت اور اس کی (طرح طرح کی) برکتیں ہیں تم پر، اے اہلِ بیت، بلاشبہ وہ تعریف کے لائق اور اونچی شان والا ہے (سورہ ہود)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اہلِ بیت قرار دیا ہے، جس سے زوجہ کا اہلِ بیت میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

سورہ قصص میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ (سورۃ القصص، رقم الآیۃ ۲۹)

ترجمہ: پھر جب پورا کرلیا موسیٰ نے مدت کو، اور اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے (سورہ قصص)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجہ کو ان کی اہل، یعنی گھر والی قرار دیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بیوی انسان کے اہلِ بیت یعنی گھر والوں میں شامل ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعۂ افک کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

---

[1] وفی الآیۃ رد علی الروافض حیث لا یزعمون ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اھل البیت مع ان اھل البیت من حیث اللغۃ ھی الأزواج وغیرھن اتباع لھن (التفسیر المظھری، ج۵ص ۱۰۱، سورۃ ھود، تحت رقم الآیات ۷۲، و۷۳)

مَنْ يَّعْذِرُنَا فِيْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ أَذَاهُ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِيْ إِلَّا خَيْرًا (صحيح البخاری، رقم الحديث ٢٦٣٧، كتاب الشهادات، باب إذا عدل رجل أحدا فقال: لا نعلم إلا خيرا، أو قال: ما علمت إلا خيرا)

ترجمہ: کون ہے جو اس آدمی کے معاملے (ومقابلے) میں ہمارا ساتھ دے، جس نے مجھے میرے اہلِ بیت کے متعلق اذیت پہنچائی، اللہ کی قسم! میں تو اپنی گھر والی میں بھلائی ہی دیکھتا ہوں (بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنا اہلِ بیت قرار دیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

البتہ زکاۃ وغیرہ حرام ہونے کے اعتبار سے بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک بنو ہاشم کے ساتھ ازواجِ مطہرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل نہیں۔

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَهْلُ بَيْتِيْ أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ؟ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، وَلٰكِنْ أَهْلُ بَيْتِهٖ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهٗ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيْلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ: كُلُّ هٰؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٤٠٨ "٣٦" كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم، باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه، مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٦٥) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں تم لوگوں کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تم لوگوں کو اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، میں تم لوگوں کو اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں، حضرت حصین نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے زید! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں سے نہیں ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی ازواجِ مطہرات آپ کے اہلِ بیت میں سے ہیں، لیکن یہاں مراد وہ اہلِ بیت ہیں کہ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے، حضرت حصین نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آلِ علی اور آلِ عقیل اور آلِ جعفر اور آلِ عباس، حضرت حصین نے عرض کیا کہ ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! ان سب پر صدقہ حرام ہے (مسلم، مسند احمد)

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اس حیثیت سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں داخل ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سکونت اختیار کرتی تھیں، اور آپ کے نکاح میں داخل تھیں، جن کے ادب واحترام کا حکم ہے، اور اہلِ بیت میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق بہت زیادہ ہیں، لیکن وہ زکاۃ حرام ہونے کے اعتبار سے اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل نہیں۔ [1]

اور بعض حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو مخصوص اہلِ بیت کے مفہوم میں داخل نہیں مانتے، لیکن ان کی مراد بھی غالباً یہی ہے کہ ازواجِ مطہرات، اہلِ بیت کے اس مفہوم میں داخل نہیں، جن پر زکاۃ حرام ہے، جس کی تائید حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی گزشتہ

---

[1] المراد انهن من اهل بيته الذين يساكنونه ويعولهم وأمر باحترامهم وإكرامهم وسماهم ثقلا ووعظ فى حقوقهم وذكر فنساؤه داخلات فى هذا كله ولا يدخلن فيمن حرم الصدقة وقد أشار إلى هذا فى الرواية الأولى بقوله نساؤه من أهل بيته ولكن أهل بيته من حرم الصدقة(شرح النووى على مسلم، ج۱۵ ص ۱۸۰، كتاب فضائل الصحابة رضى الله عنهم،باب من فضائل على بن أبى طالب رضى الله عنه)

روایت سے ہوتی ہے۔ [1]

تاہم اس بات پر سب اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات جو کہ امہاتُ المؤمنین کہلاتی ہیں، ان کا احترام اور تعظیم بھی امت پر واجب ہے، اور ان کی شان میں کوئی نازیبا لفظ کہنا درست نہیں۔ [2]

اور اگر اہلِ بیت کے مفہوم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو شامل نہ کیا جائے، تب بھی صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم تک اہلِ بیت کے دائرہ کو محدود رکھنا، درست نہیں، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت میں شامل ہونے کی وجہ یہ

---

[1] اختلف العلماء فی دخول أمهات المؤمنين فی أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم .فمنهم من قال: يدخل نساء النبی صلى الله عليه وسلم فی أهل البيت.....
ومنهم من قال :لا يدخل نساء النبی فی آل بيت رسول الله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص٢٦٨ ،مادة"امهات المومنين"حرف الألف)

[2] حقوق أمهات المؤمنين:من حق أمهات المؤمنين أن يحترمن ويعظمن، ويصن عن الأعين والألسن، وذلک واجب على المسلمين نحوهن .فإن تطاول من لا خلاق له على تناولهن بالقذف أو السب، ففی القذف يفرق جمهور الفقهاء بين قذف عائشة رضی الله عنها، وقذف غيرها من أمهات المؤمنين .فمن قذف عائشة رضی الله عنها بما برأها الله تعالى منه -من الزنا -فقد كفر، وجزاؤه القتل وقد حكى القاضی أبو يعلى وغيره الإجماع على ذلک ؛ لأن من أتى شيئا من ذلک فقد كذب القرآن، ومن كذب القرآن قتل، لقوله تعالى :(يعظكم الله أن تعودوا لمثله أبدا إن كنتم مؤمنين) أما من قذف واحدة من أمهات المؤمنين غير عائشة فقد اختلف العلماء فی عقوبته، فقال بعضهم ومنهم ابن تيمية :إن حكم قذف واحدة منهن كحكم قذف عائشة رضی الله عنها -أی يقتل -لأن فيه عارا وغضاضة وأذى لرسول الله صلى الله عليه وسلم بل فی ذلک قدح بدين رسول الله صلوات الله وسلامه عليه.وقال بعضهم :إن قذف واحدة من أمهات المؤمنين غير عائشة كقذف واحد من الصحابة رضی الله عنه، أو واحد من المسلمين، أی يحد القاذف حدا واحدا لعموم قوله تعالى :(والذين يرمون المحصنات ثم لم يأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا) لأنه لا يقتضی شرفهن زيادة فی حد من قذفهن؛ لأن شرف المنزلة لا يؤثر فی الحدود.
وقال بعضهم ومنهم مسروق بن الأجدع وسعيد بن جبير :من قذف أمهات المؤمنين غير عائشة يحد حدين للقذف -أی يجلد مائة وستين جلدة أما سب واحدة من أمهات المؤمنين -بغير الزنا -من غير استحلال لهذا السب، فهو فسق، وحكمه حكم سب واحد من الصحابة رضوان الله عليهم، يعزر فاعله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦،ص ٢٦٩ و ٢٧٠ ،مادة"امهات المومنين"حرف الألف)

ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچازاد بھائی (مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس اور جعفر طیار اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم) اہل بیت میں کیوں داخل نہیں اور خود آپ کے چچا (حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما) اہلِ بیت میں کیوں شامل نہیں؟

اگر کہا جائے کہ حضرت علی اس لئے اہلِ بیت میں شامل ہیں کہ دامادِ نبی ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو دوہرے دامادِ نبی ہیں، وہ اہلِ بیت میں شامل کیوں نہیں؟ اور اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے اہل بیت میں شامل ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں، تو پھر آپ کی دوسری بیٹیاں مثلاً حضرت زینب، حضرت امِّ کلثوم، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہن اہل بیت میں شامل کیوں نہیں؟ وہ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں ہیں۔

اور اگر حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہما اس لئے اہلِ بیت میں شامل ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، تو پھر آپ کے دوسرے نواسے اور نواسیاں مثلاً ''علی'' اور ''امامہ'' (حضرت زینب زوجہ حضرت ابوالعاص کے بیٹے اور بیٹی) اور ''عبداللہ'' (حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان کے بیٹے) اس شرف سے محروم کیوں ہیں؟ [1]

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں آپ کی ازواجِ مطہرات تو داخل ہیں ہی، اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، اور آپ کے بعض قریبی اقرباء بھی داخل ہیں۔ [2]

---

[1] الأهل للرجل: زوجته ويدخل فيه الأولاد، وبه فسر قوله تعالى: وسار (بأهله أى زوجته وأولاده) كأهلته بالتاء(و) الأهل للنبى صلى الله عليه وسلم: أزواجه وبناته وصهره على رضى الله عنه، أو نساؤه .وقيل:(أهله: الرجال الذين هم آله ويدخل فيه الأحفاد والذريات، ومنه قوله تعالى: وأمر)أهلك بالصلاة واصطبر عليها وقوله تعالى: إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت وقوله تعالى: رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت إنه حميد مجيد(تاج العروس، ج۲۸ ص ۴۱، مادة "اهـ ل")

[2] فالحاصل أن المراد من أهل بيت النبى أصلاً وحقيقة أزواجه عليه الصلاة والسلام، ويدخل فى الأهل أولاده وأعمامه وأبناء هم أيضاً تجاوزاً، كما ورد أن الرسول -صلى الله عليه وسلم -أدخل فى كسائه فاطمة والحسنين وعلياً وقال :اللهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس جو لوگ اہلِ بیت میں صرف پانچ افراد کو شامل مانتے ہیں، اور وہ ان کو ''پنج تن پاک'' قرار دیتے ہیں، اور ان ہی پانچ ہستیوں کے پاک ہونے کا اظہار پنجہ کے نشان سے کرتے ہیں، یہ انصاف اور اعتدال پر مبنی نہیں ہے۔

''پنج تن پاک'' دراصل فارسی زبان کا لفظ ہے ''پنج'' کے معنٰی ہیں ''پانچ'' اور ''تن'' کے

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

هؤلاء أهل بيتي :ليجعلهم شاملاً في قوله عز وجل :إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت :كما أدخل عمه العباس وأولاده في عبائه لتشملهم أيضاً هذه الآية .ولقد وردت بعض الروايات التي تنص أن بني هاشم كلهم داخلون في أهل بيت النبي -صلى الله عليه وسلم .وأما الشيعة فأرادوا عكس ذلك، فحصروا أهل بيت النبوة في هؤلاء الأربعة، علي، وفاطمة، ثم الحسن، والحسين، وأخرجوا منهم كل من سواهم، ثم اخترعوا طريفة أخرى، فأخرجوا أولاد علي غير الحسنين رضي الله عنهم من أهل البيت ولا يعدون بقية أولاده من أهل البيت من محمد بن الحنفية، وأبي بكر، وعمر، وعثمان، والعباس، وجعفر، وعبد الله، وعبيد الله، ويحيى، ولا أولادهم من الذكور الاثني عشر، ولا من البنات ثماني عشر ابنة، أو تسع عشرة ابنة على اختلاف الروايات، كما أخرجوا فاطمة رضي الله عنها ابنة رسول الله -صلى الله عليه وسلم -حيث لا يعدون بناتها زينب وأم كلثوم ولا أولادهما من أهل البيت، وهذه نكتة وطريفة، ومثل هذا الحسن بن علي، حيث لا يجعلون أولاده داخلاً في أهل البيت وكذلك أخرجوا من أهل البيت كلاً من أولاد الحسين من لا يهوى هواهم، ولا يسلك مسلكهم، ولا ينهج منهجهم، وهذا أطرف من الأول .ولذلك أفتوا على كثيرين من أولاد الحسين، الأولين منهم بالكذب والفجور والفسوق، وحتى الكفر والارتداد، كما شتموا وكفروا أبناء أعمام الرسول وعماته وأولادهم، وحتى أولاد أبي طالب غير علي رضي الله عنه .والجدير بالذكر أنهم أخرجوا بنات النبي -صلى الله عليه وسلم -الثلاثة غير فاطمة، وأزواجهن، وأولادهن من أهل البيت بدائياً، ولا ندري أي تقسيم هذا، وأية قسمة هذه، وعلى أي أساس ابتنوها واختاروها؟.

ثم وفي التعبير الصحيح والصريح أن الشيعة لا يرون أهل البيت إلا نصف شخصية فاطمة، ونصف شخصية علي، ونصف شخصية الحسن وبقية الأئمة التسعة عندهم من الحسين إلى الحسن العسكري، والعاشر المولود الموهوم، المزعوم، الذي لم يولد قطعاً ولن يولد أبداً .فهذه هي حقيقة مفهوم أهل البيت عند القوم، ولو أردنا التوسع فيه لأطلنا الكلام ولكننا نقتصر على هذا بما فيه كفاية لفهم البحث والمسألة (الشيعة و اهل البيت، ج ١، ص ١٩،وص ٢٠،الباب الأول:الشيعة وأهل البيت، تابيد الشيعة، المؤلف:إحسان إلهي ظهير الباكستاني)

www.idaraghufran.org

معنٰی ''بدن اور جسم'' کے آتے ہیں، اور ''پاک'' کے معنٰی سب کو معلوم ہی ہیں، یعنی ''پاکیزہ'' جو عام طور پر ناپاک کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، تو ''پنج تن پاک'' کے معنٰی ہوئے ''پانچ پاکیزہ بدن''

جس سے بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مراد لیتے ہیں، اور ان پانچ اشخاص وافراد کو پاکیزہ ومعصوم قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں، جو کہ قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ [1]

بلکہ بعض حضرات نے ان پانچ ہستیوں کے بارے میں غلط عقیدہ کی بنیاد پر یہ شعر بھی بنا رکھا ہے کہ:

لِیْ خَمْسَۃٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَۃُ
اَلْمُصْطَفٰی، وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَاھُمَا وَالْفَاطِمَۃُ

ترجمہ: میرے لیے پانچ ہیں، میں ان کی مدد سے توڑ دینے والی وباء کی گرمی بجھاتا ہوں، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضٰی، ان کے دو بیٹے حضرت حسن اور حسین اور حضرت فاطمہ۔

اس طرح کے الفاظ وکلمات کا لکھنا، پڑھنا منع ہے۔

---

[1] اور بعض لوگ ان ہستیوں کے بارے میں بہت زیادہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:
ومنهم صنف يزعمون أن الله تعالى فى خمسة أشخاص: فى النبى، وعلى، والحسن، والحسين، وفاطمة (منهاج السنة النبوية لابنِ تيمية، ج ٢ ص ٥١٠، الفصل الثانى، فصل كلام ابن المطهر على مذهب أهل السنة فى الصفات والرد عليه، عرض ابن المطهر لمقالة الحشوية والمشبهة ورد ابن تيمية من وجوه)
ترجمہ: بعض اشخاص وہ ہیں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ پانچ اشخاص میں حلول کئے ہوئے ہے اور وہ پانچ اشخاص یہ ہیں:
(١)..... نبى صلى الله عليه وسلم (٢).....على رضى الله عنه (٣)..... حسن رضى الله عنه
(٤)..... حسين رضى الله عنه (٥)..... فاطمه رضى الله عنها (منهاج السنة)

اہلُ السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ اگر پاک سے معصوم ہونا مراد لیا جائے، تو اس معنیٰ میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پاک اور معصوم ہیں، کیونکہ معصوم صرف انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات ہی ہوتے ہیں۔

اور اگر پاک سے مراد متقی پرہیزگار اور خدا رسیدہ مراد لیا جائے، تو اس معنیٰ میں سبھی صحابۂ کرام پاک ہیں، جن کو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ کا پروانہ قرآن مجید میں منجانب اللہ مرحمت ہو چکا ہے۔

بلکہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عدول اور نیک صالح ہیں۔ [1]

---

[1] عدالة من ثبتت صحبته: اتفق أهل السنة: على أن جميع الصحابة عدول، ولم يخالف فى ذلك إلا شذوذ من المبتدعة. وهذه الخصيصة للصحابة بأسرهم، ولا يسأل عن عدالة أحد منهم، بل ذلك أمر مفروغ منه، لكونهم على الإطلاق معدلين بتعديل الله لهم وإخباره عن طهارتهم، واختياره لهم بنصوص القرآن، قال تعالى: (كنتم خير أمة أخرجت للناس) الآية.

قيل: اتفق المفسرون على أن الآية واردة فى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وقال عز من قائل: (وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس) وقال تعالى: (محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار) الآية وفى نصوص السنة الشاهدة بذلك كثرة، منها حديث: أبى سعيد المتفق على صحته: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تسبوا أصحابى فوالذى نفسى بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم، ولا نصيفه.

وقال صلى الله عليه وسلم: الله، الله فى أصحابى لا تتخذوهم غرضا بعدى، فمن أحبهم فبحبى أحبهم، ومن أبغضهم فببغضى أبغضهم، ومن آذاهم فقد أذانى، ومن أذانى فقد أذى الله، ومن آذى الله فيوشك أن يأخذه. قال ابن الصلاح: ثم إن الأمة مجمعة على تعديل جميع الصحابة، ومن لابس الفتن منهم فكذلك، بإجماع العلماء الذين يعتد بهم فى الإجماع، إحسانا للظن بهم، ونظرا إلى ما تمهد لهم من المآثر، وكأن الله الصحابة، وهؤلاء يريدون أن يجرحوا شهودنا، ليبطلوا الكتاب والسنة، والجرح بهم أولى، وهم زنادقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٦، ص ٣١٤، وص ٣١٥، مادة "صحبة" حرف الصاد)

سبحانه وتعالى أتاح الإجماع على ذلك لكونهم نقلة الشريعة.

وجميع ما ذكرنا يقتضى القطع بتعديلهم، ولا يحتاجون مع تعديل الله ورسوله لهم إلى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور تمام صحابۂ کرام کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ماہِ محرم کے فضائل کو حاصل کرنے اور احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، اور منکرات وبے اعتدالیوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

فَقَطْ

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان خان

یکم/محرم الحرام/۱۴۲۲ھ، بموقع طباعتِ اول

اضافہ واصلاح بارِدوم: ۱۶/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۱ھ 25/ اکتوبر/ 2010ء بروز پیر

اضافہ واصلاح طباعتِ پنجم: 21/ ذیقعدہ/ 1432ھ 20/ اکتوبر/ 2011ء

اضافہ واصلاح، بموقع اشاعتِ ششم: 29/ ذیقعدہ/ 1438ھ 22/ اگست/ 2017ء

اضافہ واصلاح بموقع اشاعتِ ہفتم

21/ رجب المرجب/ 1447ھ - 11/ جنوری/ 2026ء، بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

﴿گزشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ﴾

تعديل أحد من الناس، ونقل ابن حجر عن الخطيب فى "الكفاية "أنه لو لم يرد من الله ورسوله فيهم شيء مما ذكرناه لأوجبت الحال التى كانوا عليها من الهجرة، والجهاد، ونصرة الإسلام، وبذل المهج والأموال، وقتل الآباء، والأبناء، والمناصحة فى الدين، وقوة الإيمان واليقين :القطع بتعديلهم، والاعتقاد بنزاهتهم، وأنهم كافة أفضل من جميع الخالفين بعدهم والمعدلين الذين يجيئون من بعدهم، ثم قال :هذا مذهب كافة العلماء، ومن يعتمد قوله، وروى بسنده إلى أبى زرعة الرازى قال " :إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه زنديق "، ذلك أن الرسول صلى الله عليه وسلم حق، والقرآن حق، وما جاء به حق، وإنما أدى إلينا ذلك كله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶ ص ۳۱۵، مادة "صحبة" حرف الصاد)

www.idaraghufran.org

ماہِ محرم کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□.....ماہِ محرم ۷ھ: میں غزوہ خیبر ہوا (تقویم تاریخی ص ا، مرتبہ: عبدالقدوس ہاشمی صاحب، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، پاکستان)

غزوۂ حدیبیہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ میں چند دن قیام فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے، منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے چلتے وقت خیبر والوں کو اطلاع کردی تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر پہنچے، تو خیبر کے یہودی خوف زدہ اور بدحواس ہوگئے، چند دن مقابلہ کے بعد خیبر فتح ہوگیا۔

(البداية والنهاية ج۴ص ۲۰۶، سنة سبع من الهجرة، غزوة خيبر فى اولها، تاريخ ملت ج ا ص ۸۳، سيرتِ ابنِ هشام ج ۲ ص ۳۲۸، ذكر المسير الى خيبر فى المحرم سنة سبع، الخروج الى الخيبر)

□.....ماہِ محرم ۱۴ھ: میں جنگ قادسیہ ہوئی۔

پے در پے ہزیمتوں سے پریشان ہوکر کفار نئے بادشاہ یزدگرد کی قیادت میں دوبارہ منظّم ہوکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کفار کے مقابلے کے لئے عظیم الشان لشکر روانہ کیا، مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے، اور کفار کا سپہ سالار مشہورِ زمانہ رستم تھا، تین دن کی سخت لڑائی کے بعد چوتھے دن مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

(البداية والنهاية ج۷ ص ۵۱، سنة أربع عشرة من الهجرة، غزوة القادسية، تاريخ ملت ج ا ص ۲۲۰)

□.....ماہِ محرم ۱۸ھ: میں امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵)

۱۸ ہجری میں شام اور عراق میں طاعون عمواس کی سخت جان لیوا وباء پھیلی تھی، اس وقت مسلمانوں کا ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی امارت میں اس طرف کے علاقوں میں جہاد میں مصروف تھا کہ ہزاروں مسلمان اس وباء سے فوت ہوگئے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا انتقال بھی اسی بیماری سے ہوا، اور اپنی وصیت کے مطابق کہ ''مجھے وہاں دفن کیا جائے جہاں میری موت ہو'' نحل جو کہ اُردن کا ایک شہر ہے میں دفن ہوئے۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة، ج۳ص ۷۴۸، رقم الترجمة ۴۴۱۸، حرف العین المهملة، العین بعدها الالف، صحابه انسائیکلوپیڈیا ص ۲۴۶)

□..... ماہِ محرم ۲۰ھ: میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مشہور صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔

آپ کی کامیاب فتوحات اور شاندار کارکردگی کی بدولت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مصر کا گورنر مقرر فرمادیا تھا۔

(النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة لابنِ تغری، ج ۱ ص ۲۰، ذکر فتح مصر، البدایة والنهایة، ج۷ص ۱۱۱، سنة عشرین من الهجرة، صفة فتح مصر)

□..... ماہِ محرم ۲۴ھ: میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفۂ ثالث کی حیثیت سے مقرر ہوئے (تقویم تاریخی ص۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق چھ افراد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد باہمی اتفاق رائے سے آپ کو خلیفہ نامزد کیا، وہ چھ افراد یہ تھے ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن عوام، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(البدایة والنهایة ج۷ ص ۱۶۳، ثم دخلت سنة ثلاث وعشرین، خلافة أمیر المؤمنین عثمان بن عفان، صحابه انسائیکلو پیڈیا ص ۱۷۳، عقائد اسلام، ص ۱۸۵)

□..... ماہِ محرم ۳۷ھ: میں جنگ صفین کی عارضی صلح ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۰)

کیونکہ ذی الحجہ کے مہینے کے بعد محرم کا مہینہ شروع ہوگیا تھا، اس لئے محرم کے احترام میں دونوں فریقین میں اس امید کے ساتھ عارضی جنگ بندی ہوئی کہ شاید آئندہ چل کر دونوں

فریقین میں صلح وصفائی ہوجائے۔

(البداية والنهاية، ج۷ص ۲۸۶، ثم دخلت سنة سبع وثلاثين،تاريخ الطبری، ج۵ص ۵، سنة سبع وثلاثين،ذكر ما كان فيها من الأحداث وموادعة الحرب بين علی ومعاوية،تاريخ ملت ج ا ص ۳۷۱)

□.....ماہِ محرم ۶۱ھ: میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی (تقویم تاریخی ص۱۶)

کوفہ کے ہزاروں افراد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلانے کی دعوت دی، اور ان کے ہاتھ پر بیعت کا اظہار کیا، جس کے بعد حضرت حسین نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم، ودیگر حضرات نے ان کو کوفہ وعراق جانے سے منع کیا، لیکن وہ بہرحال وہ نیک نیتی اور امت کی فلاح وخیر خواہی کا جذبہ لے کر نکلے، پھر ان کو بلانے والوں نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا، ان کا ساتھ نہیں دیا، جس کے نتیجہ میں ان کی اور ان کے ساتھیوں اور اہلِ بیت کی ظالمانہ طریقہ پر شہادت کا سانحۂ کربلا پیش آ کر رہا، جو اسلام کی تاریخ میں غیر معمولی دردناک واقعہ ہے۔

(البداية والنهاية ،ج۸،ص ۱۸۵ ،ثم دخلت سنة إحدى وستين،الاصابة فی تمييز الصحابة، ج ۲ ۷۰ الٰی ۷۲، رقم الترجمة ۱۷۲۹ ،حرف الحاء بعدها السين)

□.....ماہِ محرم ۶۷ھ: میں کربلا کے واقعے کے مرکزی کردار اور کوفہ کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کو قتل کیا گیا۔

یزید کی موت کے بعد مختار ثقفی نے مقتولینِ کربلا کا انتقام لینے کے لئے، کوفہ پر قبضہ کر کے قاتلینِ اہلِ بیت کو چن چن کر قتل کیا، بعض کی لاشوں کو جلا دیا، اور سرکردہ قاتل شمر بن ذی الجوشن کی لاش کو کتوں سے پھڑوا دیا، اور ابن زیاد سے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل حصین بن نمیر، اور ابن زیاد کے سر کاٹ کر اسی محل میں لائے گئے، جہاں ابن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے۔

(سير اعلام النبلاء، ج۳ص ۵۴۸، تحت ترجمة "عبيدالله بن زياد" رقم الترجمة ۱۴۵ ،تاريخ ملت ج ا ص ۵۳۶ ،البداية والنهاية، ج۸ ص ۳۱۲ الٰی ۳۱۸ ،ثم دخلت سنة سبع وستين "وهذه ترجمة ابن زياد")

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□..... ماہِ محرم ۱۲۲ھ: میں اہلِ بیت کے بزرگ زید بن علی حصولِ خلافت کے لئے ہشام بن عبدالملک (موجودہ حاکم) کے مقابلہ کے لئے نکلے (تقویمِ تاریخی ص ۳۱)

خلافتِ راشدہ کے بعد امت میں فتنوں کا دروازہ کھل گیا، اور امت میں انتشار وافتراق کے نت نئے نقشے سامنے آنے لگے، مختلف طبقات اپنے اپنے طور پر حکومت پر تسلط قائم کرنے اور اپنے نظریات کو امت پر لاگو کرنے کے لئے چاروں طرف سے امڈ پڑے، اس طرح یہ مختلف قسم کے لوگ مختلف اغراض سے کسی نامور شخصیت کا سہارا لیتے ہوئے، حکومتِ وقت کے زوال کے لئے کوشاں رہتے تھے، اگر حکومت وقت سخت ہوتی، اور حالات سازگار نہ ہوتے، تو عین وقت میں اکثر لوگ جو پہلے حمایت وجانثاری کے وعدے کئے ہوتے تھے، مختلف حیلوں بہانوں سے کنی کترانے لگتے، چنانچہ زید بن علی نے اپنے وقت کی موجودہ حکومت کے ظلم وستم کے مقابلہ میں انصاف، اور رحم دلی کو اپنا فرضِ منصبی سمجھتے ہوئے خلافت کے حصول کا منصوبہ بنایا، تو جلد ہی ایک کثیر مجمع ان کے ساتھ جمع ہوگیا، مقابلہ اور حکومت حاصل کرنے کا وقت طے ہوگیا، مگر عین وقت پر بہت سے حمایتیوں نے حالات سازگار نہ دیکھتے ہوئے بھاگنے میں عافیت سمجھی، نتیجتاً زید بن علی اپنے رہے سہے ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے۔

(البدایة والنهایة، ج۹ ص ۳۶۱، ثم دخلت سنة ثنتین وعشرین ومائة، تاریخِ ملت، ج ۱ ص ۲۹۱)

□..... ماہِ محرم ۱۳۱ھ: میں ابومسلم خراسانی نے سابقہ مہمات کے ساتھ خراسان میں اموی حکومت کے خلاف عباسی تحریک کا آغاز کیا (تقویمِ تاریخی ص ۳۳)

ابومسلم خراسانی ایک عجمی النسل پارسی تھا، اور عباسی تحریک کے بانی ابراہیم بن محمد کی طرف سے خراسان میں عباسی تحریک کے داعی ونقیب بکیر بن ماہان نامی ایک شخص کا غلام تھا، بکیر نے اس میں جوہر قابلیت دیکھتے ہوئے مذکورہ مہم کے لئے موزوں گردانتے ہوئے، ابراہیم بن محمد کی طرف بھیجا، خلافتِ اموی کی بساط خراسان میں لپیٹنے میں ابومسلم کے کارنامے نمایاں ہیں،

اس طرح عباسیوں کو ایک مضبوط مرکز اور گڑھ میسر آ گیا، اور امویوں کے پاؤں اکھڑتے چلے گئے تا آنکہ عباسیہ کا پوری طرح تسلط ہو گیا (تاریخِ ملت ج۱ص۷۱۸، مروان بن محمد بن مروان، خراسان وعراق عجم کی تسخیر)

□.....ماہِ محرم ۱۴۱ھ: میں فرقہ راوندیہ کا خروج ہوا (تقویمِ تاریخی، ص۳۶)

یہ فرقہ شیعی فرقوں کی طرح تھا، اور ان افراد کا مجمع تھا، جو عباسی تحریک کے محرک ابومسلم نے اپنی مہمات کے دوران مجمع زیادہ کرنے کے لئے، مختلف حیلے بہانوں اور محض سیاست کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی باتوں اور کوششوں سے تیار کیا تھا، اسی دوران کچھ لوگ تناسخ اور حلول کے قائل ہو گئے، ان کا عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ موجودہ حاکم منصور میں حلول کر گیا ہے، اور اسے خدا سمجھ کر اس کی عبادت اور زیارت کیا کرتے تھے، اور عجیب بات یہ تھی کہ منصور کی طرف سے ان کی مذکورہ جہالت پر سرزنش سے غصہ بھی ہوتے، ایک مرتبہ انہوں نے دارالخلافہ کا محاصرہ کیا، تو منصور کو ان کی جمعیت کا صحیح طور پر اندازہ ہوا، قریب تھا کہ منصور کی حکومت اور جان چلی جاتی، مگر منصور کے سپاہیوں نے پامردی و بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے سب کو تہ تیغ کیا۔

(البداية والنهاية، ج۱۰ ص ۸۱، ۸۲، ثم دخلت سنة إحدى وأربعين ومائة، تاریخ اسلام اکبری، ج۲ ص ۲۷۱، وص ۲۷۲، فرقہ راوندیہ، ابو جعفر منصور)

□.....ماہِ محرم ۱۵۰ھ: میں استاد سیس نامی جھوٹے اور کذاب نے خراسان میں نبوت کا دعویٰ کیا (تقویمِ تاریخی ص۳۸)

آن کی آن میں ہزارہا اشخاص اس کی جھوٹی نبوت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے، اور ابوجعفر منصور کی طرف سے مقرر کردہ مرو کے حاکم کو شکست فاش بھی دی، اور خراسان کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا، مگر جلد ہی منصور ہی کی طرف سے بھیجے گئے، دوسرے سپہ سالار حازم بن خزیمہ نے بہت چالاکی اور جنگی اصولوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے، استاد سیس کے ستر ہزار کے قریب افراد کو میدانِ جنگ میں قتل کر دیا، اور باقی افراد کو مع جھوٹے نبی کے گرفتار

کرلیا (تاریخِ اسلام اکبری، ج۲ص۲۹۵، خروج استادسیس، ابوجعفر منصور)

□.....ماہِ محرم ۱۶۳ھ: میں جنگِ روم ہوئی۔

۱۶۲ھ میں رومیوں نے مسلمانوں کے شہروں پر حملہ کرکے ان کو ویران کردیا تھا، اس لئے عباسی خلیفہ مہدی خود لشکر لے کر ان کی طرف بڑھا، مہدی خود حلب پہنچ کر رک گئے، اور اپنے بیٹے ہارون کو فوج اور سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا، ہارون نے آگے بڑھ کر رومیوں کے قلعوں کا محاصرہ کیا، اور یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کئے (تاریخِ اسلام ج۲ص۳۰۷، از اکبر شاہ خان صاحب، جنگِ روم وحملہ ہارون، خلیفہ مہدی بن منصور، البداية والنهاية ج۱۰ ص۱۵۵، ثم دخلت سنة ثلاث وستين ومائة، المنتظم لابن الجوزی، ج۸ص۲۶۴، ثم دخلت سنة ثلاث وستين ومائة، لیکن البدایۃ میں مہینے کی تعیین نہیں اور تقویمِ تاریخی ص۴۱ پر اس کا وقوع ۱۶۲ھ میں ہونا مذکور ہے)

□.....ماہِ محرم ۱۶۹ھ: میں عباسی خلیفہ مہدی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۳)

خلیفہ مہدی، عباسی خلفاء میں نہایت نیک، متقی، سخی، خوش مزاج، بہادر اور نیک دل خلیفہ تھا، رفاہِ عامہ کے کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا، اس کے دربار میں ہر خاص وعام داخل ہوسکتا تھا، عبادت گذار بھی تھا، بعض اوقات لوگوں نے اس پر قاضی کی عدالت میں دعوے بھی دائر کئے، اور مہدی قاضی کی عدالت میں فریق کی حیثیت سے حاضر ہوا (تاریخِ اسلام ج۲ص۳۰۹، از اکبر شان خان صاحب، وفات مہدی، البداية والنهاية ج۱۰ ص۱۶۷، خلافة موسى الهادی بن المهدی سنة تسع وستين ومائة)

□.....ماہِ محرم ۱۸۲ھ: میں حضرت عمار بن محمد ابوالیقظان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، امام اعمش رحمہ اللہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل اور حضرت حسن بن وقد رحمہ اللہ شامل ہیں (المنتظم ج۹ص۶۸، ثم دخلت سنة اثنتين وثمانين ومائة، تحت ترجمة "عمار بن محمد، أبو اليقظان الكوفی")

□.....ماہِ محرم ۱۸۷ھ: میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی قتل ہوئے۔

جعفر برمکی نہایت مدبر وزیر تھے، اور انہوں نے ہارون الرشید کے دربار میں بڑا مقام حاصل کیا، یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے امورِ سلطنت میں اتنے دخیل ہوگئے کہ ہارون الرشید صرف نام کے خلیفہ رہ گئے، لیکن ہارون الرشید کو جعفر برمکی کے مخالفین نے جعفر برمکی سے اتنا بدظن کیا کہ ہارون الرشید نے ان کو قتل کرادیا (تاریخِ اسلام، حصہ۳ص۱۰۷، از شاہ معین الدین صاحب ''ہارون بن مہدی الملقب بہ رشید، البدایة والنهایة ج۱۰ ص۲۱۳، ثم دخلت سنة سبع وثمانين ومائة)

□.....ماہِ محرم ۱۹۶ھ: میں حضرت ہاشم بن ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی کنیت ابوبکر تھی، کوفہ میں رہائش تھی، اور امین کے دور سے پہلے آپ کو مصر کا قاضی بنایا گیا (المنتظم لابن الجوزی، ج۱۰ ص۳۵، ثم دخلت سنة ست وتسعين ومائة، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر، رقم الترجمة ۱۰۷۶)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□.....ماہِ محرم ۲۰۸ھ: میں حضرت ابووہب عبداللہ بن بکر بن حبیب باہلی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، اور حمید الطّویل، حاتم بن ابی صغیرہ اور سعید بن ابی عروبہ رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبل، ابوخیثمہ اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں (المنتظم لابن الجوزی، ج۱۰ ص۱۸۳، ثم دخلت سنة ثمان ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر، رقم الترجمة ۱۱۶۰)

□.....ماہِ محرم ۲۱۲ھ: میں حضرت اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم قرشی اموی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن سعد، اسرائیل بن یونس، شعبہ، شیبان نحوی، روح بن عبادۃ اور حماد بن زید رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن صالح مصری، ربیع جیزی اور ہشام بن عمار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کو ''مشہور الحدیث'' قرار دیا ہے، ۱۳۲ھ میں مصر میں ولادت ہوئی۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۱۷۰، ۱۷۱، رقم الترجمة ۳۷۳، الطبقة السابعة)

□..... ماہِ محرم ۲۲۱ھ: میں حضرت عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، آپ نے امام محمد رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، یحییٰ بن اکثم نے مہدی کے لشکر میں آپ کو قضاء کا عہدہ سپرد کیا، آپ بہت سخی تھے، بصرہ میں وفات ہوئی (المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۶۸، رقم الترجمة ۱۲۶۱، ثم دخلت سنة إحدى وعشرين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□..... ماہِ محرم ۲۲۸ھ: میں حضرت ابونصر عبدالملک بن عبدالعزیز تمار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

امام مالک بن انس اور ''حمادین'' رحمہما اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں آپ سے روایت کی، آپ بہت بڑے عالم اور زاہد تھے، اور ابدال (اللہ کے ولیوں کے ایک مخصوص طبقے کا اصطلاحی لقب) میں آپ کا شمار ہوتا تھا، ۹۰ سال سے زیادہ کی عمر پائی (المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۱۳۹، رقم الترجمة ۱۳۰۹، ثم دخلت سنة ثمان وعشرين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□..... ماہِ محرم ۲۳۵ھ: میں حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم عبسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، ۱۵۹ھ میں ولادت ہوئی، شریک بن عبداللہ، سفیان، ہشیم اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام احمد بن حنبل اور ان کے بیٹے عبداللہ، عباس دوری اور بغوی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، مصنف ابنِ ابی شیبہ کے نام

سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ آپ کا تصنیف کردہ ہے۔

(المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۲۳۱، رقم الترجمة ۱۳۸۳، ثم دخلت سنة خمس وثلاثين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۳۹ھ: میں حضرت ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابراہیم بن عثمان عبسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بھی ابنِ ابی شیبہ کے نام سے مشہور تھے، آپ مشہور محدث ابوبکر بن ابی شیبہ کے چھوٹے بھائی ہیں، طلبِ حدیث میں مختلف ممالک کا سفر کیا، اور بہت سی کتب لکھیں، شریک بن عبداللہ، ابن عیینہ اور ہشیم رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام باغندی اور بغوی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں (المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۲۶۸، رقم الترجمة ۱۳۲۳، ثم دخلت سنة تسع وثلاثين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۴۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ قاضی احمد بن ابی داؤد بن جریز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عباسی خلیفہ المعتصم باللہ اور الواثق باللہ کے دورِ خلافت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، آپ سخاوت میں مشہور تھے۔

(المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۲۷۵، رقم الترجمة ۱۴۲۷، ثم دخلت سنة أربعين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۴۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابان بن وزیر البلخی مستملی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد تشریف لائے، اور ابوبکر بن عیاش، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن ادریس اور وکیع رحمہم اللہ سے حدیث کا علم حاصل کیا، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں آپ سے روایت کی ہے۔

(المنتظم لابن الجوزی، ج ۱۱ ص ۳۲۷، رقم الترجمة ۱۴۷۳، ثم دخلت سنة أربع وأربعين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۵۲ھ: میں عباسی خلیفہ المعتز باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

معتز باللہ ہر وقت عیش ونشاط میں ڈوبا رہتا تھا، اس کی خوبیاں کم اور برائیاں زیادہ تھیں، اس کی ماں اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات سرانجام دیا کرتی تھی، جس کی وجہ سے ہر شخص کو امورِ مملکت میں تصرف کا موقع ہاتھ آجاتا تھا، اور معتز دیکھا کرتا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سلطنت میں لوگوں کی نظروں سے بالکل گر گیا، یہ عباسی خلفاء میں ناکام حکمران تھا، اس کا زمانہ شورشوں اور انقلابات میں گزرا، اس کو انتظامِ سلطنت کا موقع نہیں ملا، بلکہ عباسی حکومت کا ایک حصہ دولتِ صفاریہ کی شکل میں رونما ہوا، اس کے علاوہ طبرستان پر زیدیوں کا قبضہ وتصرف ہوا، معتز باللہ ترکوں کے مقابلہ میں بہت ضعیف تھا، اور اس کا آخری زمانہ ترکوں کی وجہ سے بہت تکلیف میں گزرا، اس کی مملکت میں اس کے کئی علاقے اس سے کٹ گئے اور وہاں نئی حکومتیں بن گئیں، ۲۵۴ھ میں دولتِ طولونیہ کی بنیاد اسی کے دورِ حکومت میں پڑی، ترکوں نے اس سے زبردستی خلافت لے کر محمد بن واثق کے سپرد کی، اور معتز نے بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کی، محمد بن واثق سے بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک، معتز کو پکڑ کر حمام میں لے گئے، یہاں اس کو غسل کرایا، اس کو پیاس لگی، تو پانی نہ دیا، اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلادیا، جس کے پیتے ہی معتز کا دَم نکل گیا، یہ واقعہ شعبان ۲۵۵ھ کا ہے، اس کی نمازِ جنازہ مہتدی نے پڑھائی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۲ ص ۱۲۳، تحت ترجمة "محمد أمیر المؤمنین المعتز بالله" رقم الترجمة ۵۱۵، باب محمد،، تاریخِ ملت، ج ۲ ص ۳۷۸ تا ۳۸۲)

□.....ماہِ محرم ۲۵۳ھ: میں حضرت ابوالاشعث احمد بن مقدام بن سلیمان بن اشعث بن اسلم بن سوید عجلی بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

امیہ بن خالد، بشر بن المفضل، حزم بن ابو القطعی، حماد بن زید، خالد بن حارث، زہیر بن علاء القیسی اور عبداللہ بن جعفر بن نجیح رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ، ابوعبداللہ احمد بن علی بن العلاء جوزجانی، حسین بن اسماعیل محاملی اور ابوعروبہ حسین بن محمد حرانی اور حسین بن یحییٰ بن عیاش قطان

رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(تهذيب الكمال ج ا ص ۴۹۰، رقم الترجمة ۱۱۰، باب الألف ،من اسمه احمد،الثقات لابنِ حبان ج۸ص ۳۲،وممن روى عن أتباع التابعين، باب الألف)

□.....ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں ابوالعباس احمد بن مزاحم بن خاقان بن عرطوج، مصر کے حکمران بنے۔

ان سے پہلے ان کے والد حکمران تھے، حکمران بننے کے دو مہینے اور ایک دن بعد ہی ان کی ربیع الآخر کے مہینے میں وفات ہوگئی، ان کے بعد مصر کی حکومت ارخوز بن اولوع طرخان ترکی کے حوالے کی گئی۔

(النجوم الزاهرة فی ملوک مصروقاهرة ، ج۲ص ۳۴۱،ذكر ولاية أحمد بن مزاحم على مصر)

□.....ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں حضرت ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن سوید بلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابو یعقوب رملی کے نام سے مشہور تھے، آدم بن ابی ایاس عسقلانی، اسماعیل بن ابی اویس، ایوب بن سلیمان بن بلال اور جعفر بن صبیح الحمصی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوداؤد، ابورزعہ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی، عبداللہ بن محمد بن صنام رملی، عمر بن محمد بن بجیر البجیری اور ابوالعباس محمد بن احمد بن سلیمان حصروی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، رملہ کے مقام پر وفات ہوئی۔

(تهذيب الكمال للمزى، ج۲ ص ۳۶۶، رقم الترجمة ۳۲۷، باب الألف، من اسمهٔ اسحاق،تهذيب التهذيب ج ا ص ۲۱۴، رقم الترجمة ۴۰۲)

□.....ماہِ محرم ۲۵۴ھ: میں حضرت ابوصالح جعفر بن مسافر بن ابراہیم بن راشد التنیسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوصالح ہذلی کے نام سے مشہور تھے، اسماعیل بن ابی اویس، اسماعیل بن مسلمۃ بن قعنب القعنبی، ایوب بن سوید الرملی، بشر بن بکر التنیسی، حسن بن بلال بصری اور خلاد بن یحییٰ جعفی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، نسائی، ابوبکر احمد بن

عیسیٰ خشاب التنیسی، احمد بن محمد بن حسن بغدادی، حسین بن احمد مالکی اور عبداللہ بن ابوداؤد رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(تهذيب الكمال، ج۵ ص ۱۱۰، رقم الترجمة ۹۵۵، باب الجيم، من اسمهٔ جعفر وجعيل، تهذيب التهذيب، ج۲ ص۱۰۷، رقم الترجمة ۱۶۲)

□.....ماہِ محرم ۲۵۶ھ: میں حضرت ابوعمیر عیسیٰ بن محمد بن اسحاق بن نحاس رملی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعمیر بن النحاس کے نام سے مشہور تھے، ولید بن مسلم، ضمرۃ بن ربیعہ، ایوب بن سوید اور زید بن ابوالزرقاء رحمہم اللہ سے آپ روایت کرتے ہیں، ابوداؤد، نسائی، یحییٰ بن معین (یہ آپ سے علم، عمر اور مقام ومرتبہ میں بڑے ہیں) ابوزرعہ رازی، ابوحاتم، جعفر فریابی، عمر بن محمد بن بجیر، ابوبکر بن ابی داؤد اور ابنِ جوصا رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی، امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ کثرت سے عبادت کرتے تھے، اور ایسی حالت میں علم حاصل کیا کہ آپ کے پاس تن ڈھانپنے کے لئے گز بھر بوسیدہ کپڑا تھا''

(تهذيب الكمال، ج۲۳ ص ۲۷، رقم الترجمة ۴۶۵۲، باب العين، من اسمه عيزار وعيسى وعيينة، سير اعلام النبلاء، ج۱۲ ص ۵۳، رقم الترجمة ۱۱)

□.....ماہِ محرم ۲۵۷ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ادریس بن یحییٰ خولانی، اسحاق بن بکر بن مصر، اسد بن موسیٰ، اسود بن بلال صدفی، اشہب بن عبدالعزیز اور حجاج بن خیار مدنی رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، نسائی، ابراہیم بن یوسف الهسنجانی، سعید بن عبداللہ بن ابورجاء انباری، ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد، اور عبداللہ بن محمد بن یسار رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ ایک بڑے فقیہ بھی تھے، لیکن آپ پر علمِ حدیث وروایت کا غلبہ تھا۔

(تهذيب الكمال للمزى، ج۱۷ ص ۲۱۵، رقم الترجمة ۳۸۶۸، باب العين، من اسمه عبد الرحمن)

□.....ماہِ محرم ۲۵۸ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن حفص بن عبداللہ بن راشد رحمہ اللہ کی

وفات ہوئی۔

آپ ابوعلی نیشاپوری کے نام سے مشہور تھے، اور نیشاپور کے قاضی تھے، حفص بن عبداللہ (یہ آپ کے والد ہیں) جارود بن یزید، حسین بن ولید اور عبدان رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابنِ خزیمہ، ابنِ ابی داؤد، ابن الشرقی، ابوبکر بن زیاد، ابوحامد بن بلال اور ابوعوانہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۸۴، رقم الترجمة ۱۶۷، تهذيب الكمال للمزى، ج ۱ ص ۲۹۶، رقم الترجمة ۲۷، باب الألف، من اسمهٔ احمد، تهذيب التهذيب، ج ۱ ص ۲۵، رقم الترجمة ۳۳)

□.....ماہِ محرم ۲۶۰ھ: میں حضرت علی بن عمرو بن حارث بن سہل بن ابوہبیرۃ یحییٰ بن عباد الانصاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوہبیرۃ بغدادی کے نام سے مشہور تھے، معاویہ، یحییٰ بن سعید الاموی، ابنِ عیینۃ، ابنِ علیہ، ابنِ ابی عدی اور ہیثم بن عدی رحمہم اللہ اور بہت بڑی جماعت آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابنِ ماجہ، محمد بن خلف القاضی، وکیع، احمد بن یحییٰ بن زہیر، محمد بن احمد بن ابو الثلج، ابنِ ابی حاتم اور یعقوب جصاص رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔

(تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج۷ص۳۶۸، رقم الترجمة ۵۹۴)

□.....ماہِ محرم ۲۶۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن علی بن ہیثم بزار رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابنِ علون کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: حارث بن ابی امامہ، محمد بن احمد بن البراء، محمد بن غالب التمتام، احمد بن علی حراز اور احمد بن ابراہیم بن ملحان رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوالحسن بن زرقویہ، ابراہیم بن مخلد اور ابوعلی بن شاذان رحمہم اللہ، اتوار کے دن جمادی الاولیٰ ۳۵۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاريخِ بغداد للخطيب، ج۳ص۲۹۷، رقم الترجمة ۱۳۸۱، حرف الطاء من آباء المحمدين)

□.....ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن عثمان بن حکیم بن ذیبان اودی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعبداللہ کوفی کے نام سے مشہور تھے، علی بن حکیم اودی رحمہ اللہ آپ کے بھائی تھے، احمد

بن مفضل قرشی حضری، اسحاق بن منصور سلولی، بکر بن عبدالرحمٰن کوفی القاضی، بکر بن یونس بن بکیر شیبانی، جعفر بن عون اور حسن بن بشر بجلی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، بخاری، مسلم، نسائی، ابنِ ماجہ، احمد بن محمد بن یزید زعفرانی، احمد بن محمد بن یعقوب خزاز اصبہانی، ابوالقاسم بدر بن ہیثم القاضی اور حسن بن علی بن نصر طوسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، عاشوراء یعنی ۱۰ محرم کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تهذيب التهذيب ج ۱ ص ۶۱، رقم الترجمة ۱۰۴، تهذيب الكمال للمزى، ج ۱ ص ۴۰۶، تحت رقم الترجمة ۸۰، باب الألف، من اسمهٗ احمد)

□.....ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن جارود سوسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوشعیب مقریٔ کے نام سے مشہور تھے، رقّہ میں رہائش پذیر تھے، ۹۰ سال کی عمر پائی، اسباط بن محمد قرشی، ابواسامہ حماد بن اسامہ، خطاب بن یسار حرانی، داؤد بن المحبر اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، نسائی، ابراہیم بن محمد بن حسن بن متویہ اصبہانی، ابوبکر احمد بن ابوعاصم نبیل اور زکریا بن حسین نسفی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سير اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۸۰، وص ۳۸۱، رقم الترجمة ۱۶۴، تهذيب الكمال للمزى، ج ۱۳ ص ۵۲، رقم الترجمة ۲۸۱۳، باب الصاد، من اسمه صاعد وصالح)

□.....ماہِ محرم ۲۶۱ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن حسین بن ابراہیم بن الحر بن زعلان عامری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ اشکاب کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آپ کے والد کا لقب اشکاب تھا، آپ اصلاً خراسان کے شہر ''نسا'' کے رہنے والے تھے، ابومنذر اسماعیل بن عمر، ابوالنضر ہاشم بن قاسم، مصعب بن مقدام، محمد بن ابوعبیدہ مسعودی اور معاویہ بن ہاشم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، عبداللہ بن احمد بن حنبل، حر بن محمد بن اشکاب (یہ آپ کے بیٹے ہیں) یحییٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد دوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی، ۸۰

سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۲ص ۲۲۰، رقم الترجمة ۶۶۸،حرف الحاء فی آباء المحمدین،ذکر من اسمه محمد و اسم أبیه الحسین)

□.....ماہِ محرم ۲۶۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حارث بن اسماعیل بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے علاقے نیشاپور میں رہتے تھے، حجاج بن محمد المصیصی، عبدالعزیز بن ابان قرشی، علی بن مدینی، یزید بن ہارون اور ابوالنضر ہاشم بن قاسم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، ابوداؤد، ابراہیم بن ابوطالب، ابوعمرو احمد بن مبارک المستملی اور جعفر بن احمد بن نصر حصیری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۷/ محرم کے دن وفات ہوئی، اور ظہر کے بعد دفن ہوئے، نمازِ جنازہ یحییٰ بن محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ نے پڑھائی۔

(تھذیب الکمال للمزی، ج۲ ص ۶۶، رقم الترجمة ۱۵۷ ،باب الألف، من اسمۂ ابراھیم)

□.....ماہِ محرم ۲۶۸ھ: میں حضرت ابومحمد عباس بن عبداللہ بن ابوعیسیٰ واسطی باکسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہائش پذیر تھے، حفص بن عمر عدنی، رواد بن جراح عسقلانی، زید بن یحییٰ بن عبید دمشقی اور سعید بن عبداللہ بن دینار رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابنِ ماجہ، ابوعیسیٰ احمد بن اسحاق انماطی، قاضی ابوالعباس احمد بن عمر بن سریج شافعی اور اسماعیل بن عباس وارق رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں ''ایک قول کے مطابق آپ کی وفات ۲۶۸ھ میں ہوئی''۔

(تھذیب الکمال للمزی، ج۱۴ ص ۲۱۹، رقم الترجمة ۳۱۲۴، باب العین، من اسمۂ عباس)

□.....ماہِ محرم ۲۷۳ھ: میں حضرت ابوابراہیم احمد بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوابراہیم زہری کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۹۸ھ میں ہوئی، عفان، علی بن جعد، یحییٰ بن بکیر، یحییٰ بن سلیمان الجعفی اور محمد بن سلام جمعی رحمہم اللہ سے حدیث

روایت کرتے ہیں، ابنِ صاعد، ابوعبداللہ محاملی، ابوعوانہ اور اسماعیل صفار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے آپ کو ابدال میں شمار کیا ہے، خطیب فرماتے ہیں کہ ''آپ کا علم وفضل لوگوں میں مشہور تھا، اور آپ کے زہد اور نیک صالح ہونے کی مثال دی جاتی تھی، آپ کے گھرانے کے تمام افراد علماء ومحدثین گزرے ہیں''

(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج۱۳ ص ۱۱۸، رقم الترجمة ۵۷، الطبقة الخامسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۷۶ھ: میں اموی حکمران منذر بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم اموی کی وفات ہوئی۔

ان کی مدتِ حکومت ایک سال گیارہ مہینے اور گیارہ دن تھی، ۴۶ سال عمر پائی، جس دن ان کی وفات ہوئی، اسی دن ان کے بھائی عبداللہ بن محمد کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی ''سیر اعلام النبلاء، ج۱۲ ص ۶۲۳ میں صفر ۲۷۵ھ میں آپ کی وفات لکھی ہے'' (الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر، ج۶ ص ۴۵۱، ثم دخلت سنة خمس وسبعين ومائتين، ذكر وفاة المنذر بن محمد الأموی)

□.....ماہِ محرم ۲۸۰ھ: میں شیخ الحنفیہ حضرت ابوجعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ ابی عمران کے نام سے مشہور تھے، مصر میں رہتے تھے، عاصم بن علی، محمد بن عبداللہ بن سماعہ، سعدویہ واسطی اور بشر بن ولید کندی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے، اور علمِ فقہ کی تعلیم ان سے حاصل کی، قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ کے بعد ایک مدت تک آپ مصر کے قاضی رہے، آپ علم کے گہرے سمندر تھے، اور آپ کا حافظہ اور ذہانت لوگوں میں مشہور ومعروف تھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۳ ص ۳۳۵، رقم الترجمة ۱۵۳، الطبقة الخامسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۸۳ھ: میں شیخ العارفین حضرت ابومحمد سہل بن عبداللہ بن یونس تستری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابومحمد تستری کے نام سے مشہور تھے، اپنے ماموں محمد بن سوار کی صحبت میں رہے، اور حج

کے دوران حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے بھی ملاقات فرمائی، اوران کی صحبت اختیار کی، عمر بن واصل، ابومحمد جریری، عباس بن عصام اور محمد بن منذر الھجیمی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کے تصوف کے موضوع پر، مواعظ وملفوظات بہت نصیحت آموز شمار ہوتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ کو تصوف میں رسوخ اور کمال حاصل تھا، آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی ہادی اور راستہ دکھانے والا نہیں، اور تقویٰ کے بغیر زادِ راہ نہیں اور استقامت کے بغیر کوئی عمل، عمل نہیں''۔

آپ کی احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وتعلق کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اوران سے عرض کی کہ جس زبان سے آپ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے ہیں وہ نکالئے تاکہ میں اس کا بوسہ لوں، تو انہوں نے ان کے لئے اپنی زبان نکال لی۔

آپ فرماتے ہیں:

''ہمارے اصول چھ ہیں، قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنا، سنتِ رسول کی اقتداء واتباع کرنا، اکلِ حلال کا اہتمام کرنا، ہر قسم کی ایذاء رسانی سے بچنا، توبہ پر مداومت رکھنا، اوراہلِ حقوق کے حقوق ادا کرنا''۔

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''جو لایعنی اور فضول گفتگو کا عادی ہو، وہ صدق وسچائی سے محروم ہے، جو بے ہودہ وفضول کام میں مشغول ہوجائے، وہ پرہیز گاری سے محروم ہے، اور جو بدگمانی کیا کرتا ہو، وہ یقین سے محروم ہے اور جو اِن تینوں چیزوں سے محروم رہا، وہ ہلاک ہوگیا، برباد ہوگیا''۔

۸۰ سال سے زائد عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج ۱۳ ص ۳۳۳، رقم الترجمة ۱۵۱، الطبقة الخامسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۸۵ھ: میں صالح بن مدرک طائی نے ''اجفر'' مقام پر حجاجِ کرام کے ایک قافلے پر ڈاکا ڈالا۔

امیرِ قافلہ اور دوسرے لوگوں نے مقابلہ کیا، لیکن فتح صالح بن مدرک کو ہوئی، اور انہوں نے سارے قافلے والوں کو لوٹ لیا، اور جو کچھ قافلے والوں کے پاس مال، لونڈیاں اور غلام وغیرہ تھے، سب لے لیا، جو کچھ انہوں نے لوٹا، اس کی مالیت ۲۰ لاکھ دینار بنتی تھی۔

(الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر، ج ۶ ص ۵۰۱، ثم دخلت سنة خمس وثمانین ومائتین)

□.....ماہِ محرم ۲۸۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع مروانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ وضاح کے نام سے مشہور تھے، ۱۹۹، یا ۲۰۰ میں ولادت ہوئی، یحییٰ بن معین، اسماعیل بن ابی اویس، اصبغ بن الفرج، زہیر بن عباد، حرملہ، یعقوب بن کاسب، اسحاق بن اسرائیل اور محمد بن رمح رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، آپ نے طلبِ علم ابنِ ابی ایاس رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں شروع کر دیا تھا، لیکن ان سے علمِ حدیث حاصل نہیں کیا، اس کے علاوہ آپ نے عراق، شام اور مصر کا سفر کیا، اور خوب علم حاصل کیا، احمد بن خالد جباب، قاسم بن اصبغ، محمد بن ایمن، احمد بن عبادۃ اور محمد بن مسور رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں ''تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۷۷ میں آپ کی سنِ وفات ۲۸۹ھ لکھی ہوئی ہے''

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳ ص ۴۴۶، رقم الترجمة ۲۱۹، الطبقة السادسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۸۹ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ایوب بن بادی مصری علاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

سعید بن ابی مریم، عبدالغفار بن داؤد حرانی، یوسف بن عدی اور یحییٰ بن بکیر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، نسائی، محمد بن جعفر حضرمی اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ آپ سے

حدیث روایت کرتے ہیں، آپ مصر کے فقیہ شمار ہوتے تھے، امام ذہبی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”وہ ایک گندمی مائل (سیاہ رنگت والے) بزرگ تھے، ایک آنکھ سے نابینا، ثقہ (قابلِ اعتماد) اور فقہ میں بصیرت رکھنے والے تھے“

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۵۳، رقم الترجمة ۲۲۳، الطبقة السادسة عشرة، تهذيب التهذيب ج۱۱ ص۱۸۵، رقم الترجمة ۳۱۳)

□.....ماہِ محرم ۲۹۰ھ: میں حضرت ابوبکر عمر ابراہیم بن سلیمان بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالاذان کے نام سے مشہور تھے، سامراء میں رہائش پذیر تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: احمد بن ابراہیم قطیعی، احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید قطان اور اسماعیل بن مسعود الجحدری رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: نسائی، احمد بن عبیداللہ بن الاصبغ الحرانی، ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ، حاجب بن ارکین الفرغانی اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی رحمہم اللہ، ایک مرتبہ آپ کا کسی معاملہ میں ایک یہودی، یا کسی اور سے تنازعہ پیدا ہوگیا، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ آؤ ہم دونوں اپنا اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں، جو باطل پر ہوگا، اس کا ہاتھ جل جائے گا اور جو حق پر ہوگا، اس کا ہاتھ نہیں جلے گا، جب آگ میں دونوں نے ہاتھ ڈالا، تو یہودی کا ہاتھ جل گیا، اور آپ کا ہاتھ نہیں جلا۔

(تهذيب الكمال ج۲۱ ص ۲۶۹، رقم الترجمة ۴۱۹۹، باب العين، من اسمهٔ عمر، سير اعلام النبلاء، ج۱۴ ص ۸۲، رقم الترجمة ۴۱)

□.....ماہِ محرم ۲۹۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن سعید بن عبدالرحمٰن بن موسیٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابوعبداللہ البوشبخی کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانے میں آپ علمِ حدیث کے شیخ شمار ہوتے تھے، نیشاپور میں رہائش پذیر تھے، اور یہیں آپ کی وفات ہوئی، ابراہیم بن حمزہ زبیری، ابراہیم بن منذر حزرمی، احمد بن حنبل، احمد بن عبداللہ بن یونس اور اسماعیل بن ابواویس رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب الصبعی،

ابوالعباس احمد بن محمد بن جمعہ، ابوعمرو احمد بن موسیٰ حرشی، اسد بن حمد دیہ نسفی اور ابوعمرو اسماعیل بن نجید سلمی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں ''بعض حضرات نے آپ کا سنِ وفات ۲۹۰ھ لکھا ہے''۔

(تهذيب الكمال ج۲۴ ص ۳۱۳، رقم الترجمة ۵۰۲۵، باب الميم، من اسمهٔ محمد، سير اعلام النبلاء، ج۱۳ ص ۵۸۱، رقم الترجمة ۳۰۳)

□.....ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت ابوالاحسن احمد بن نصر بن شاکر بن عمار الدمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالحسن بن ابی رجاء کے نام سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابراہیم بن سعید جوہری، ابراہیم بن ہشام، احمد بن محمد بن عمر یمامی، اسحاق بن سعید الارکون، ایوب بن محمد وزان اور حسین بن علی بن الاسود عجلی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: امام نسائی، ابواسحاق، ابراہیم بن محمد بن صالح بن سنان قرشی، ابوالحسن احمد بن عمیر بن یوسف بن جوصی اور ابوبکر احمد بن محمد بن سعید بن فطیس الوراق رحمہم اللہ۔

(تهذيب الكمال للمزى، ج ۱ ص ۵۰۵، رقم الترجمة ۱۱۸، باب الألف، من اسمهٔ احمد، تهذيب التهذيب لابنِ حجر، ج ۱ ص ۸۶، رقم الترجمة ۱۴۹)

□.....ماہِ محرم ۲۹۲ھ: میں حضرت شیخ العصر ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم بن ماعز بن مہاجر البصری الکجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوعاصم نبیل، محمد بن عبداللہ انصاری، معاذ بن عوذ اللہ، عبدالرحمٰن بن حماد الشعیثی اور عبدالملک بن قریب الاصمعی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ سے مروی چند احادیث ''ثلاثیات'' بھی ہیں (ثلاثیات وہ احادیث کہلاتی ہیں جس میں راوی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں) ابوبکر نجاد، ابوبکر شافعی، فاروق خطابی، حبیب قزاز اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۷/محرم الحرام کو بغداد میں وفات ہوئی، بصرہ میں منتقل کیا گیا، اور بصرہ ہی میں مدفون ہوئے، ۱۰۰ سال کے قریب عمر پائی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۳ ص۴۲۵، رقم الترجمة ۲۰۹، الطبقة السادسة عشرة، المنتظم لابنِ جوزی، ج۱۳ ص۳۶، ثم دخلت سنة اثنتين وتسعين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۹۳ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن قاسم بن مساور بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ مساور کے نام سے مشہور تھے، عفان بن مسلم، خالد بن خداش اور علی بن جعد رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالباقی بن قانع، احمد بن کامل، محمد بن علی بن حبیش اور سلیمان طبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن منادی فرماتے ہیں کہ مجھے ابنِ مساور نے بتایا کہ انہوں نے علی بن جعد سے پندرہ ہزار احادیث لکھیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۳ ص۵۵۲، رقم الترجمة ۲۷۸، الطبقة السادسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۹۴ھ: میں حضرت ابوغصن صباح بن عبدالرحمٰن بن فضل اندلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقیہ بھی تھے، یحییٰ بن یحییٰ، یحییٰ بن بکیر، اصبغ بن الفرج اور ابومصعب زہری رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، حفص بن محمد بن حفص رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابن الفرضی فرماتے ہیں کہ انہوں نے مصر میں اصبغ بن الفرج سے ملاقات کی، ان سے حدیث کی سماعت کی، اور کچھ عرصہ ان کے پاس مقیم رہے، پھر واپس لوٹے، بعد میں لوگ ان کی طرف سماعِ حدیث اور فقہ سیکھنے کے لیے سفر کرتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۱۲، رقم الترجمة ۴، تابع: الطبقة السادسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۹۵ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن علی بن شبیب بغدادی المعمری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عراق کے محدث شمار ہوتے تھے، شیبان بن فروخ، علی بن مدینی، خلف بن ہشام، ھدبۃ بن خالد، سعید بن عبدالجبار، سوید بن سعید، جبارۃ بن المغلس اور عیسیٰ بن زغبہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوبکر نجاد، ابوسہل بن زیاد، احمد بن کامل القاضی، ابنِ قانع اور احمد

بن عیسیٰ التمار رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۲ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۵۱۳، رقم الترجمة ۲۵۴، الطبقة السادسة عشرة، تذکرة الحفاظ ج۲ ص۱۷۴، رقم الترجمة ۶۸۶۔ ۱۰/۳۲، الطبقة العاشرة، المنتظم لابنِ جوزی، ج۱۳ ص۷۵، رقم الترجمة ۲۰۱۸، ثم دخلت سنة اثنتين وتسعين ومائتين، ذكر من توفى فى هذه السنة من الأكابر)

□.....ماہِ محرم ۲۹۵ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر ترمذی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے زمانے میں عراق میں شافعی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، ۲۰۱ھ میں ولادت ہوئی، یحییٰ بن بکیر، یوسف بن عدی، اسحاق بن ابراہیم الضبی، ابراہیم بن منذر حزامی، اور عبیداللہ قواریری رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، احمد بن کامل، ابنِ قانع، ابوبکر بن خلاد اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے نہایت عسرت کی حالت میں زندگی بسر کی، ابراہیم بن السری زجاج نے ذکر کیا ہے کہ ''ابوجعفر کو ماہانہ چار درہم وظیفہ دیا جاتا تھا، جن سے وہ اپنا گزارہ کرتے تھے، اور وہ کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے'' اور محمد بن موسیٰ البربری نے فرمایا کہ ''مجھے ابوجعفر نے بتایا کہ میں نے تقریباً تیرہ دن صرف پانچ دانوں پر گزارا، اور میرے پاس ان کے سوا کچھ نہیں تھا، انہی سے میں نے کچھ شلجم خریدے''

(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج۱۳ ص۵۴۷، رقم الترجمة ۲۷۶، الطبقة السادسة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۲۹۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوعبداللہ المروزی کے نام سے مشہور تھے، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، صدقہ بن فضل، شیبان بن فروخ اور سعید بن عمر الاشعثی رحمہم اللہ سمیت بہت سے اکابرین آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابوالعباس سراج، ابوحامد بن شرقی، ابوعبداللہ بن اخرم، ابوالنضر محمد بن محمد اور محمد بن اسحاق سمرقندی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ خراسان کے امام شمار ہوتے تھے، حضرت ابوبکر صبغی فرماتے ہیں کہ ''محمد بن نصر امام ہیں، میں نے ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا، مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مرتبہ نماز کے دوران

ایک بچھو نے ان کے ماتھے پر ڈنگ مارا، اور خون ان کے چہرے پر گر رہا تھا، لیکن انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی'' سمرقند میں وفات ہوئی۔

(تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ج۲ص ۱۶۶، رقم الترجمۃ ۶۷۴۔ ۱۰/۲۰، الطبقۃ العاشرۃ)

□.....ماہِ محرم ۲۹۷ھ: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن احمد بن حماد بن سفیان القرشی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''مصیصہ'' مقام کے قاضی تھے، خراش بن محمد بن خراش، ہارون بن سعید الایلی، عقبہ بن مکرم، اسحاق بن موسیٰ اور ابوکریب ہمدانی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوبکر محمد بن حسن بن زیاد نقاش، ابوعمر بن سماک، عبدالباقی بن قانع اور ابوعبداللہ محمد بن نصر المصیصی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، تو اللہ اس پر رحم نہیں فرماتا''۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۴ص ۳۴۷، رقم الترجمۃ ۲۱۱۳، حرف الحاء من آباء الأحمدین)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□.....ماہِ محرم ۳۰۰ھ: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن فضل بن الفرخان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد سے مصر تشریف لائے، بڑے فاضل، ادیب اور صاحبِ فہم وفراست تھے، اہلِ مصر کے اونچے طبقہ کے لوگوں کے ہم نوالہ وہم پیالہ تھے، حدیث کی روایت سے رک گئے تھے، تاریخِ بغداد میں ابوسعید بن یونس کے متعلق منقول ہے کہ وہ عفان بن مسلم کی سند سے اور بعض دیگر اسناد سے ان کا صاحبِ روایت ہونا نقل کرتے ہیں، اور خود بھی بعض حکایات کی ان سے سماعت کرنے کی انہوں نے خبر دی ہے، مصر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۱۳ص ۵۶، رقم الترجمۃ ۷۰۲۶، باب المیم، ذکر من اسمہٗ موسیٰ)

□.....ماہِ محرم ۳۰۱ھ: میں شیخ الوقت حضرت قاضی ابوبکر جعفر بن محمد بن حسن بن مستفاض فریابی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۰۷ھ میں ہوئی، شیبان بن فروخ، محمد بن ابوبکر مقدمی، ہدبۃ بن خالد، قتیبۃ بن سعید، ابومصعب الزہری، اسحاق بن راہویہ، ابوجعفر نفیلی، سلیمان بن بنت شرحبیل، محمد بن عائذ، ہشام بن عمار، صفوان بن صالح، ابوبکر بن ابی شیبۃ، ابراہیم بن حجاج السامی، علی بن المدینی، عبدالاعلی بن حماد، عثمان بن ابی شیبۃ، ابوقدامۃ سرخسی، یزید بن موہب رملی، ہدبۃ بن عبدالوہاب مروزی، اسحاق بن موسیٰ الخطمی، محمد بن عثمان بن خالد عثمانی، عمرو بن علی الفلاس، عبداللہ بن جعفر برمکی، ہیثم بن ایوب طالقانی، ابوکامل جحدری، احمد بن عیسی تستری، محمد بن عبید بن حساب، عبیداللہ بن معاذ، ابوکریب محمد بن العلاء، تمیم بن منتصر، ابوالاصبغ عبد العزیز بن یحییٰ، منجاب بن حارث اور محمد بن مصفی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، اخذِ حدیث کے لئے مشرق ومغرب میں گھومے پھرے، صاحبِ فہم ومعرفت تھے، بڑے بڑے ائمہ، مشاہیر سے ملاقات وروایت کی ہے، ابوبکر نجاد، ابوبکر شافعی، ابوعلی بن صواف، ابوالقاسم طبرانی، ابوالطاہر ذہلی، ابوبکر قطیعی، ابواحمد بن عدی، ابوبکر اسماعیلی، ابوبکر جعابی، ابوالقاسم علی بن ابوالعقب، ابوعلی بن ہارون، ابوحفص عمر بن زیات، ابوبکر الآجری، عبدالباقی بن قانع، ابوالحسین محمد بن عبداللہ اور حسن بن عبدالرحمٰن رامہرمزی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فریابی نے آپ کو ثقہ اور معتمد قرار دیا ہے، ابوولید باجی نے آپ کو ثقہ، متقن قرار دیا ہے، آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں، ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۰۰، رقم الترجمۃ ۵۴، الطبقۃ السابعۃ عشر، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۰۵، رقم الترجمۃ ۶۹۱، الطبقۃ العاشرۃ)

□.....ماہِ محرم ۳۱۶ھ: میں حضرت ابوعوانۃ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید نیشاپوری اسفرائینی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حدیث میں آپ کی کتاب ''مسند ابوعوانہ'' کے نام سے موجود ہے، آپ نے طلبِ علم کے لئے حرمین، شام، مصر، یمن، ثغور، عراق، جزیرۃ، خراسان، فارس اور اصبہان سمیت کئی علاقوں کے اسفار کئے، یونس بن عبدالاعلی، علی بن حرب طائی، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن

عبدالرحمٰن بن وہب، شعیب بن حرب ضبعی، زکریا بن یحییٰ بن اسد مروزی، سعد بن مسعود مروزی، سعدان بن نصر، عمر بن شبۃ، عیسی بن احمد البلخی، علی بن اشکاب، عبدالسلام بن ابوفروۃ نصیبی، عطیۃ بن بقیۃ بن ولید، ابوثور عمرو بن سعد بن عمرو شعبانی، محمد بن سلیمان بن بنت مطر، ابوزرعۃ رازی، ابوجعفر بن منادی، محمد بن عقیل نیشاپوری اور محمد بن اسماعیل احمسی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن علی رازی حافظ، ابوعلی نیسابوری حافظ، یحییٰ بن منصور، سلیمان بن احمد طبرانی، ابواحمد بن عدی، ابوبکر اسماعیلی، ابومصعب محمد بن ابوعوانہ اور ابواحمد محمد بن احمد غطریفی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۴ ص ۴۱۹، رقم الترجمة ۲۳۱، الطبقة السابعة عشر)

□.....ماہِ محرم ۳۲۳ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن حماد بن اسحاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حماد، محمد بن یحییٰ الخیشی، عباس بن مزید، زید بن اخرم، رمادی، جعفر فریابی، ابوالطاہر، ابوقلابہ، ابوابراہیم زہری، ابنِ منیع آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر ابہری، ابن الجہم، ابوالحسن دارقطنی، ابوحفص بن شاہین آپ کے ہیں، فاضل، ثقہ اور صدوق تھے، ۸۲ سال سے زیادہ عمر پائی، اور اپنے چچا اسماعیل کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔

(الدیباج المذهب فی معرفة أعیان علماء المذهب لابن فرحون، ج ۱ ص ۲۶۲، حرف الألف)

□.....ماہِ محرم ۳۰۹ھ: میں حضرت حافظ ابومحمد عبدالرحمٰن بن عبدالمؤمن بن خالد ازدی مہلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ نے طلبِ علم جرجان کے علاقے سے کیا، ابنِ عدی، اسماعیلی رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ جرجان کے بڑے اور نیک علماء میں شمار ہوتے تھے، ابنِ ماکولا نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے (طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۳۲۰، رقم الترجمة ۷۲۹، الطبقة العاشرة)

□.....ماہِ محرم ۳۲۷ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابومحمد عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن منذر التمیمی الحنظلی الرازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ ابی حاتم کے نام سے مشہور تھے، اور اسماء الرجال کے بہت بڑے عالم اور حدیث پر بڑی گہری نظر رکھنے والی شخصیت تھے، آپ نے والد کے ساتھ کئی علاقوں کے سفر کر کے بڑے بڑے حضرات سے استفادہ کیا، خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے والد اور ابوزرعہ سے علم حاصل کیا، آپ علم کا سمندر تھے، اور آپ کا شمار ابدال میں ہوتا تھا، جرح وتعدیل، تفسیر اور جہمیہ کی تردید میں بھی آپ کی خدمات ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی رونق، شادابی اور نورانیت عطا فرمائی تھی کہ دیکھنے والا متأثر ومسرور ہوتا۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی، ص۳۴۷، رقم الترجمة ۷۸۲، الطبقة الحادیة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۳۳۶ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن جعفر بن محمد بن عبید اللہ بن منادی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، محمد بن عبید اللہ، محمد بن عبد الملک دقیقی، ابوبکر محمد بن اسحاق صغانی اور ابوداؤد سجستانی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوعمر بن حیویہ، احمد بن نصر شذائی، احمد بن عبد الرحمٰن اور محمد بن فارس غوری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۷۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، دینداری میں خوب مضبوط ومتصلب تھے، اور کھرے اخلاق کے مالک تھے، کچھ تصنیفی کام بھی کیا، ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے، اور آپ کو کبار قراء میں سے قرار دیا ہے (تذکرة الحفاظ للذهبی، ج۳ص۴۶، رقم الترجمة ۸۲۸۔ ۱۱/۵۷، الطبقة الحادیة عشرة، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص۳۵۳، رقم الترجمة ۷۹۷، الطبقة الحادیة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۳۵۳ھ: میں حضرت ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن سکن مصری بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن السکن کے نام سے مشہور تھے، آپ اصلاً بغداد کے باشندے تھے، لیکن مصر میں رہتے تھے، آپ کی ولادت ۲۹۴ھ میں ہوئی، بغداد میں ابوالقاسم بغوی، ابنِ ابی داؤد، اور ان کے طبقے سے، بحران میں حافظ ابوعروبہ اور ان کے طبقے سے، اور دمشق میں عمیر بن جوصا، اور سعید بن عبد العزیز حلبی اور ان کے ہم عصروں سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے خراسان

میں صحیح بخاری کی سماعت محمد بن یوسف فربری سے کی، اور مصر میں صحیح بخاری سب سے پہلے آپ ہی لے کر آئے، ابوسلیمان بن ابوعبداللہ بن مندۃ، عبدالغنی ازدی، علی بن محمد دقاق، عبد الرحمٰن بن عمر بن نحاس، عبداللہ بن محمد بن اسد قرطبی، ابوجعفر بن عون اللہ اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مفرج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۱۸، رقم الترجمة ۸۵، تابع: الطبقة العشرون، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص۳۸۰، رقم الترجمة ۸۵۸، الطبقة الثانیة عشرة)

□..... ماہِ محرم ۳۵۳ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن ابی الطیب احمد بن ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بغوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے دادا عبداللہ بن محمد بغوی سے حدیث کی مشہور کتاب المعجم الکبیر للطبرانی روایت کرتے ہیں، ابوالحسن بن رزقویہ رحمہ اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(تاریخ بغداد للخطیب، ج۱ ص۳۲۸، رقم الترجمة ۱۹۵، باب محمد، وهذا ذکر من اسمه محمد واسم أبیه أحمد)

□..... ماہِ محرم ۳۵۷ھ: میں حضرت ابواسحٰق محمد بن احمد بن عبدالمومن اسکافی قراریطی کی وفات ہوئی۔

آپ قراریطی کے لقب سے مشہور تھے، اور محمد بن رائق کے کاتب تھے، چھتر سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، انہوں نے متقی لِلّٰہ کے لیے ابن البریدی کے بعد وزارت سنبھالی، پھر انتالیس دن بعد معزول کر دیے گئے، اور ان پر دو لاکھ سے زائد دینار کا جرمانہ عائد کیا گیا، اس کے چند ماہ بعد انہیں دوبارہ وزارت دی گئی، مگر آٹھ ماہ بعد گرفتار کر لیے گئے، پھر وہ شام کی طرف چلے گئے، اور وہاں کے حاکم سیف الدولہ کے لیے کتابت (دیوانی تحریر) کا کام کیا، بعد ازاں وہ مہلبی کی وزارت کے زمانے میں بغداد واپس آئے، تو مہلبی نے ان کی عزت افزائی کی، اور مالی امداد بھی کی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص۱۱۲، رقم الترجمة ۷۸، تابع: الطبقة العشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد مؤدب رحمہ اللہ کی

ولادت ہوئی۔

آپ زعفرانی کی نسبت سے مشہور تھے، کہا جاتا ہے کہ احمد بن احمد بن محمد بن عبدوس بن کامل سراج آپ کے دادا ہیں، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوبکر بن مالک قطیعی، ابومحمد بن ماسی، ابواحمد حسین بن علی نیشاپوری، محمد بن زرعان انماطی، محمد بن اسماعیل وراق، حسین بن عمر ضراب، ابوحفص بن زیات، قاضی جراحی، ابوبکر ابہری، ابوالقاسم دارکی اور ابوحفص بن شاہین رحمہ اللہ، آپ کی وفات صفر ۴۴۷ھ میں ہوئی، اور شونیزی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج ۵ ص ۱۴۴، رقم الترجمة ۲۵۷۱، حرف المیم من آباء الأحمدین)

□..... ماہِ محرم ۳۵۸ھ: میں حضرت ابوالحسن ثوابۃ بن احمد بن عیسیٰ بن ثوابۃ بن مہران بن عبداللہ موصلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ، احمد بن حسین جرادی، عبداللہ بن ابی سفیان مواصلۃ، محمد بن اسماعیل بن نباتۃ فارقی، احمد بن محمد بن بکر بالسی اور ابوعبیدۃ احمد بن عبد اللہ بن احمد بن ذکوان دمشقی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن دارقطنی، ابوالحسن بن رزقویہ اور طلحہ بن علی بن صقر کتانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج ۷ ص ۱۵۸، رقم الترجمة ۳۶۰۳، باب الثاء)

□..... ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی آجری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کئی کتب کے مصنف ہیں، جن میں سے چند ایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

"الشریعة فی السنة" "الرؤیة" "الغرباء" "الاربعین" "الثمانین" "آداب العلماء" "مسألة الطائفین" "التهجد"

ابومسلم الکجی (یہ آپ سے عمر میں بڑے ہیں) محمد بن یحییٰ مروزی، ابوشعیب حرانی، احمد بن یحییٰ حلوانی، حسن بن علی بن علویہ قطان، جعفر بن محمد فریابی، موسیٰ بن ہارون، خلف بن عمرو عکبری، عبداللہ بن ناجیہ، محمد بن صالح عکبری، جعفر بن احمد بن عاصم دمشقی، عبداللہ بن

عباس طیالسی، حامد بن شعیب بلخی، احمد بن سہل بن اشنانی مقری اور احمد بن موسیٰ بن زنجویہ قطان رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، عبدالرحمٰن بن عمر بن نحاس، ابوالحسن بن بشران، ابوالقاسم بن بشران، ابوالحسن حمامی اور ابونعیم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۰ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۶ ص ۱۳۵، رقم الترجمة ۹۲، تابع: الطبقة العشرون)

□.....ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوعلی عیسیٰ بن محمد بن احمد بن عمر بن عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج طوماری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ طوماری کی نسبت سے مشہور تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابوالحارث بن اسامہ، حسین بن فہم، بشر بن موسیٰ، محمد بن احمد بن براء، جعفر بن ابی عثمان طیالسی، ابراہیم حربی، محمد بن یونس کدیمی، مطین کوفی اور عبداللہ بن محمد بن ناجیہ رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوالحسن بن رزقویہ، علی بن عبداللہ ہاشمی، علی بن احمد رزاز، ابوعلی بن شاذان، ابوعبداللہ خالع، محمد بن جعفر بن علان، احمد بن محمد بن ابی جعفر اخرم اور ابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ، ۱۰ محرم ۲۶۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی ''عند البعض مات فی صفر''

(تاریخِ بغداد، ج ۱۱ ص ۱۷۷، رقم الترجمة ۵۸۸۷، باب العین، ذکر من اسمهٗ عیسٰی)

□.....ماہِ محرم ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن حسن حربی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن القزوینی کے لقب سے مشہور تھے، ابوحفص بن زیات، ابوالعباس بن مکرم، قاضی جراحی، ابوعمر بن حیویہ، محمد بن زید بن مروان اور ابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سمعت کی، خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

وَكَانَ أَحَدُ الزُّهَّادِ الْمَذْكُوْرِيْنَ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ يَقْرَأُ وَيَرْوِى الْحَدِيْثَ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ اِلَّا لِلصَّلَاةِ وَكَانَ وَافِرَ الْعَقْلِ صَحِيْحُ الرَّأْيِ .

''آپ عابد وزاہد تھے، آپ احادیث کا درس دیتے اور روایت کرتے تھے، اور گھر

سے نماز کے علاوہ کسی مقصد کے لئے نہیں نکلتے تھے، کامل العقل اور صائب الرائے تھے''۔

آپ کی ولادت ہفتہ کے دن ہوئی، اور وفات اتوار کے دن ۴۴۲ھ میں ہوئی، آپ کے جنازہ میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج ۱۲ ص ۴۲، رقم الترجمة ۶۴۱۱، حرف العین من آباء العلیین)

□.....ماہِ محرم ۳۶۴ھ: میں حضرت ابوالحسین احمد بن علی بن حسین بن محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن التوزی کے لقب سے مشہور تھے، ابوالحسن بن لؤلؤ وراق، محمد بن مظفر، ابوبکر بن شاذان، ابوالفضل زہری، موسیٰ بن جعفر بن عرفہ وابوحفص بن شاہین، یوسف بن عمر قواس اور معافی بن زکریا رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، آپ کی وفات بدھ کی رات ۱۶ ربیع الاول ۴۴۲ھ میں ہوئی، اور بدھ کی صبح خیزران کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخِ بغداد، ج۵ ص ۸۳، رقم الترجمة ۲۴۴۹، حرف العین من آباء الاحمدین، ذکر من اسمه أحمد واسم أبیه علی)

□.....ماہِ محرم ۳۶۴ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدۃ بن قطن بن ابراہیم تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا تعلق نیشاپور سے تھا، اور سلیتی کی نسبت سے مشہور تھے، بعد میں آپ بغداد منتقل ہوگئے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن ابراہیم بوسنجی، جعفر بن محمد ترک، ابراہیم بن علی ذہلی ور موسیٰ بن عباس جوینی رحمہم اللہ، منگل کے دن ۲۳ محرم الحرام کو آپ کی وفات ہوئی، اور اسی دن آپ کی تدفین ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۲ سال تھی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۳ ص ۷۹، رقم الترجمة ۱۰۷۰، باب محمد، ذکر من اسمه محمد واسم أبیه عبد الله)

□.....ماہِ محرم ۳۶۶ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن بویہ دیلمی کی وفات ہوئی۔

یہ اصفہان اور بلادِ عجم کے حاکم، اور سلطان عضد الدولہ کے والد تھے، یہ ان تین بھائیوں میں

سے ایک تھے، جنہوں نے فاقہ وتنگ دستی کے بعد ملکوں پر حکومت قائم کی، یہ اچھے اور نیک حکمران تھے، اور اپنے مملکت کے علاقے اپنے بیٹوں میں تقسیم کیے، اور وہ بیٹے بہترین طور پر ان علاقوں کی نگرانی کرتے رہے، ان کی حکومت طویل عرصے تک قائم رہی، رعایا ان کے زیرِ سایہ مطمئن رہی، پینتالیس سال تک سلطنت پر فائز رہے، قولنج (پیٹ کی بیماری) کے باعث ان کا ۸۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا، ان کی حکومت مضبوط اور کامیاب شمار کی جاتی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶ ص ۲۰۳، رقم الترجمة ۱۴۱، تابع : الطبقة العشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۶۹ھ: میں حضرت ابو محمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالشیخ کے نام سے مشہور تھے، آپ اصبہان کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۷۴ھ میں ہوئی، بچپن ہی سے آپ طلبِ حدیث کے لئے نکل پڑے تھے، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمود بن فرج زاہد (یہ آپ کے دادا ہیں) ابراہیم بن سعدان، محمد بن عبداللہ بن حسن بن حفص ہمدانی، محمد بن اسد مدنی، عبداللہ بن محمد بن زکریا، ابوبکر بن ابی عاصم، احمد بن محمد بن علی خزاعی، ابراہیم بن رستہ، ابوبکر احمد بن عمرو بزار، اسحاق بن اسماعیل الرملی اور محمد بن یحییٰ مروزی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ مندۃ، ابنِ مردویہ، ابوسعد مالینی، ابوسعید نقاش، ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی، سفیان بن حسنکویہ، حافظ ابونعیم، محمد بن علی بن سمویہ، فضل بن محمد قاشانی، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن حسین صالحانی، ابوبکر محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن صفار، ابوالحسین محمد بن احمد کسائی اور محمد بن علی بن محمد بن سیبویہ مؤدب رحمہم اللہ، آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

"السنة" "العظمة" "السنن (کئی جلدوں میں)" "الاذان"

"الفرائض" "ثواب الاعمال"

حضرت حافظ یوسف بن خلیل فرماتے ہیں کہ:

"میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں گویا کہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا،

وہاں میں نے ایک لمبے قد کے خوبصورت شخص کو دیکھا، ایسا خوبصورت شخص میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا، مجھے کہا گیا کہ یہ ابومحمد بن حیان ہیں، میں ان کے قریب گیا، اوران سے عرض کیا کہ کیا آپ کی وفات نہیں ہوگئی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انہوں نے جواب میں سورۃ زمر کی آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے) اللہ کا شکر ہے، جس نے اپنے وعدہ کو ہم سے سچا کردیا، اور ہم کو اس زمین کا وارث بنادیا، میں نے عرض کیا کہ میں یوسف ہوں، اور میں آپ کے پاس آپ کی احادیث کی سماعت اور آپ کی کتب کے حصول کے لئے آیا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلامت رکھے، اور تمہاری موافقت کرے (وفقک اللہ) پھر میں نے ان سے مصافحہ کیا، تو میں نے ان کی ہتھیلی سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں پایا، میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، اور اپنی آنکھوں پر رکھا"۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص۲۷۹، رقم الترجمة ۱۹۶، تابع: الطبقة العشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن نصیر بن عرفہ بن لؤلؤ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۸۱ھ میں ہوئی، حمزہ بن محمد کاتب، ابراہیم بن شریک، فریابی، عبداللہ بن ناجیہ، ابراہیم بن ہاشم بغوی، زکریا بن یحییٰ ساجی اور محمد بن مجدر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، برقانی، ابومحمد بن خلال، احمد بن محمد عتیقی، ابوالقاسم تنوخی اور ابومحمد جوہری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص۳۲۷، رقم الترجمة ۲۳۵، الطبقة الحادية والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالفرج عبداللہ بن عمر بن احمد بن محمد بن حفص بن موسیٰ مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

علی بن فضل بن طاہر بلخی، قاضی محاملی اور محمد بن جعفر مطیری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں۔

آپ سے مروی احادیث میں یہ مشہور حدیث بھی ہے:

''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون سا اسلام افضل ہے؟ (یعنی دینداری میں کون بڑھا ہوا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ہاتھ پاؤں سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''

(تاریخِ بغداد، ج ۱۰ ص ۲۴، رقم الترجمة ۵۱۴۱، باب العین، حرف العین من آباء العبادلة)

□..... ماہِ محرم ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن عباس سلمی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، حدیث کی سماعت محمد بن محمد باغندی، ابوالقاسم بغوی اور حسن بن محمی رحمہم اللہ سے کی، ابوعلی بن شاذان، عبیداللہ ازہری اور علی بن محسن تنوخی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ازہری نے انہیں ثقہ (قابلِ اعتماد) قرار دیا، اور فرمایا کہ وہ امام ابوالحسن الاشعری کے مذہب پر علمِ کلام کے علما میں سے ایک تھے، اور ابن شاذان نے انہی سے علمِ کلام سیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۶ ص ۴۱۶، رقم الترجمة ۳۰۴، الطبقة الحادیة والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۸۰ھ: میں حضرت ابویعلیٰ محمد بن حسین بن محمد بن خلف بن احمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن الفراء کے نام سے معروف تھے، آپ حضرت ابوخازم رحمہ اللہ کے بھائی تھے، آپ فقہ حنبلی کے مشہور فقیہ ہیں، اور فقہ حنبلی میں آپ کی کئی کتب ہیں، اور کئی سال تک آپ فقہ حنبلی کے مفتی رہے، ابوالقاسم بن حبابہ، عبداللہ بن احمد بن مالک بیع، علی بن معروف بزاز، علی بن عمر حربی، عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ وزیر اور اسماعیل بن سعید بن سوید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، اتوار کی رات ۴۵۸ھ کو آپ کی وفات ہوئی، اور باب حرب کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج ۲ ص ۲۵۲، رقم الترجمة ۷۳۰، حرف الحاء فی آباء المحمدین)

□.....ماہِ محرم ۳۸۳ھ: میں حضرت ابوالفضل نصر بن ابی نصر محمد بن احمد بن یعقوب طوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی، ابومحمد بن شرقی، ابوحامد بن بلال، ابوعبداللہ محاملی، ابنِ مخلد عطار، ابنِ عقدۃ، محمد بن حسین قطان اور ابن الاعرابی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، حاکم، سلمی، ابونعیم اور ابوسعد کنجروذی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، امام حاکم نے فرمایا کہ وہ خراسان میں حدیث کے ستونوں میں سے ایک تھے، اور ساتھ ہی دین داری، زہد، سخاوت، اور اہلِ سنت سے گہری وابستگی میں بھی ممتاز تھے، ان کا پہلا سفرِ طلبِ علم کے لیے ''مرو'' کی طرف تھا، جہاں انہوں نے لیث بن محمد المروزی سے ملاقات کی، اور جب ان کی ''طابران'' مقام میں وفات ہوئی، تو ان جیسا شخص، ان کے بعد کوئی باقی نہ رہا، اور جہاں تک تصوف، صوفیہ کے احوال، اور ان کے مشائخ سے ملاقاتوں کا تعلق ہے، تو خراسان میں اس باب میں بھی ان جیسا کوئی نہ تھا، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بغداد میں حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ کی بھی صحبت اٹھائی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص۷، رقم الترجمة ۲، تابع: الطبقة الحادية والعشرون، طبقات الحفاظ للسیوطی، ص۴۰۳، رقم الترجمة ۹۱۳، الطبقة الثالثة عشرة)

□.....ماہِ محرم ۳۸۴ھ: میں حضرت قاضی ابوعلی محسن بن علی بن محمد بن ابی الفہم تنوخی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت بصرہ میں ۲۲۷ھ میں ہوئی، ابوالعباس اثرم، ابوبکر صولی، ابنِ داسہ، واہب بن محمد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں ''الفرج بعد الشدة'' اور ''النشوار'' ۵۷ سال کی عمر پائی، بغداد میں اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۲۵، رقم الترجمة ۳۸۶، الطبقة الحادية والعشرون)

□.....ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن محمد بن حمدان عکبری حنبلی رحمہ اللہ

کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ بطہ کے نام سے مشہور تھے، اور ''الابانۃ الکبریٰ'' آپ کی مشہور کتاب ہے، آپ کی ولادت ۳۰۴ھ میں ہوئی، ابوالقاسم بغوی، ابنِ صاعد، ابوذر باغندی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری، اسماعیل وراق، قاضی محاملی، محمد بن مخلد، ابوطالب احمد بن نصر، محمد بن احمد بن ثابت عکبری اور احمد بن عبید صفار رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کرتے ہیں، ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابونعیم اصبہانی، عبیداللہ ازہری، عبدالعزیز ازجی، احمد بن محمد عتیقی، ابواسحاق برمکی، ابومحمد جوہری، ابوالفضل محمد بن احمد بن عیسیٰ سعدی اور علی بن احمد بن سبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حضرت ابوحامد دلوی فرماتے ہیں کہ جب ابنِ بطہ سفر سے واپس ہوئے، تو چالیس سال تک اپنے گھر کو لازم پکڑا، اور کبھی بازار میں نظر نہیں آئے، اور عید کے دن کے علاوہ کبھی آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا گیا، امر بالمعروف کرنے میں سبقت کرتے تھے، اور جس منکر کے بارے میں علم ہوتا، اس کے روکنے کی بھرپور کوشش کرتے، حضرت ابومحمد جوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حُسین سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، تو میں نے عرض کیا کہ امت میں اختلاف بہت ہوگیا ہے (تو میں کیا کروں؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ابنِ بطہ کی صحبت اختیار کرو، جب صبح ہوئی تو میں نے صاف کپڑے پہنے، اور ''عکبرا'' مقام کی طرف گیا، تو میں نے ابنِ بطہ کو مسجد میں پایا، تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۶ ص ۵۳۰، رقم الترجمۃ ۳۸۹، الطبقۃ الحادیۃ والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن مردک بن احمد بن سندویہ بن مہران برذعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی، نصر بن منصور اردبیلی، محمد بن احمد بن یعقوب بن شیبہ، عبداللہ بن محمد بن ابوسعید بزاز رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ

ہیں، عتیقی، حسین بن جعفر سلماسی، عبدالعزیز بن علی ازجی، حسن بن علی جوہری اور تنوخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، قاضی ابوعبداللہ صیمری فرماتے ہیں کہ علی بن عبدالعزیز نیک لوگوں میں سے تھے، اور دنیا صرف بقدرِ ضرورت استعمال کرتے تھے، اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، بغداد کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے تھے، اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے، اور مسجد کو لازم پکڑا ہوا تھا، ۱۶ محرم جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج ۱۲ ص ۳۱، رقم الترجمة ۶۳۹۷، حرف العین من آباء العلیین)

□..... ماہِ محرم ۳۸۸ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن منصور بن محمد بن حاتم وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نوشری کی نسبت سے مشہور تھے، یحییٰ بن محمد بن صاعد، احمد بن سلیمان طوسی، ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی، احمد بن علی بن علاء جوزجانی، حسین بن اسماعیل محاملی اور محمد بن مخلد دوری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ازہری، عبدالعزیز بن علی ازجی، احمد بن محمد عتیقی، محمد بن ابی نصر نرسی اور ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۳۰۸ھ میں ہوئی، اور سب سے پہلے ۳۱۸ھ میں ابنِ صاعد رحمہ اللہ سے سماعت کی، جمعہ کے دن ۱۲ محرم کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد للخطیب، ج۵ ص ۳۶۲، رقم الترجمة ۲۹۱۰، ذکر من اسمه أحمد واسم أبیه منصور)

□..... ماہِ محرم ۳۹۳ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابی اسماعیل علی بن حسین بن حسن بن قاسم علوی حسنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۱۰ھ میں ہوئی، اسماعیل صفار، خیثمہ طرابلسی، اصم، ابن الاعرابی، ابو المیمون بن راشد، عبدان بن یزید دقاق، عبدالرحمٰن جلاب، احمد بن عبید، جعفر خلدی اور ابوالقاسم طبرانی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، محمد بن عیسیٰ، عبدالرحمٰن بن ابی اللیث صفار، محمد بن عمر بن عزیز، جعفر بن محمد ابہری اور ابوسعد کنجروذی رحمہم اللہ آپ سے حدیث

روایت کرتے ہیں، شیرویہ نے فرمایا کہ وہ ثقہ، سچّے، صوفی، اور واعظ تھے، انہوں نے بغداد میں ابوعلی بن ابی ہریرہ سے فقہ سیکھی، پھر زہد وعبادت اختیار کی، پھر کچھ عرصہ بعد واپس آئے اور کچھ مدت بخارا میں قیام فرمایا، اور بخاریٰ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص۷۸، رقم الترجمة ۴۳، تابع: الطبقة الحادية والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۹۴ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسان بن محمد نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابوعوانہ سے ان کی مسند ابوعوانہ کو مکمل روایت کیا، اور ابونعیم اسفرایینی سے بھی روایت کرتے ہیں، بڑے فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے، وجیہ بن طاہر، عبیداللہ بن جامع فارسی، احمد بن سہل مطرزی اور ابوطالب محمد بن عبدالرحمٰن حنز بارانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، نیشاپور میں ذیقعدہ ۴۷۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۸ ص۳۹۱، رقم الترجمة ۱۹۱، الطبقة الرابعة والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۳۹۵ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن حسن بن عبداللہ جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، ابراہیم بن علی ھجیمی آپ کے استاد ہیں، اور آپ کے بیٹے حسن آپ سے روایت کرتے ہیں، کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے، ابوطاہر بن ابوہاشم فرماتے ہیں کہ ”میں نے ان سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا“ آپ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میری زندگی میں کوئی فجر ایسی نہیں آئی کہ میں اس دن قرآن مجید کے درس (یعنی تلاوت، یا مطالعہ) میں مشغول نہ ہوں“ ۱۳ محرم پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخ بغداد للخطیب، ج۱۲ ص۹۴، رقم الترجمة ۶۵۱۶، حرف المیم من آباء العلیین)

□..... ماہِ محرم ۳۹۶ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن شریعۃ لخمی اشبیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

۶۴ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، امام خولانی فرماتے ہیں کہ ''ابوعمر حدیث کو بہت زیادہ سمجھنے والے مشہور امام تھے، میں نے محدثین میں ان جیسا نہیں دیکھا، اپنے بیٹے محمد کے ساتھ سفر پر نکلے، اور بہت سے شیوخ سے ملاقات کی، کچھ عرصہ اشبیلیہ کے قاضی مقرر رہے، میں نے ان کے جنازے میں شرکت کی، جس میں بہت بڑا مجمع تھا'' آپ کی ولادت ۳۳۲ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۷۵، رقم الترجمة ۴۰، الطبقة الثانية والعشرون، طبقات الحفاظ للسيوطی، ص۴۱۴، الطبقة الثالثة عشرة)

□..... ماہِ محرم ۳۹۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بغداد میں رہتے تھے، اور ابنِ مندۃ کے لقب سے مشہور تھے، اور اپنے زمانہ میں فقہ شافعی کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، اس کے علاوہ آپ کو نحو، ادب میں بھی مہارت حاصل تھی، اور بلا تکلف اشعار کہتے تھے، ۱۴ محرم الحرام بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۶۹، رقم الترجمة ۱۳، الطبقة الثانية والعشرون، تاریخِ بغداد، ج۱۰ ص۱۳۹، رقم الترجمة ۵۲۸۲، حرف العين من آباء العبادلة)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□..... ماہِ محرم ۴۰۱ھ: میں حضرت ابوعلی منصور بن عبداللہ بن خالد بن احمد بن خالد بن حماد ذیلی ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

انہوں نے ابوسعید بن اعرابی، ابونصر محمد بن حمدویہ مروزی، عبداللہ بن احوص دبوسی جن سے ان کی ملاقات سمرقند میں ہوئی، حسن بن محمد بن عثمان فسوی، ابوجعفر بن بختری، ابوحامد بن بلال، عبداللہ بن عمر بن شوذب، عبداللہ بن یعقوب کرمانی، اسماعیل صفار، ابوالعباس اصم، عبدالمؤمن بن خلف نسفی، ابن السماک اور ان جیسے طبقہ کے دیگر اہل علم سے حدیث روایت کی، ابویعلی بن صابونی، ابوحازم عبدوئی الحافظ، ابوسعید عبدالرحمٰن بن محمد بن مؤدب، نجیب بن میمون واسطی اور بہت سے دیگر لوگوں نے آپ سے حدیث روایت کیا، آپ نے احادیث

کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور بڑی مشقت اٹھائی، جعفر بن محمد مستغفری نے آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے منصور بن محمد بزدوی (صحیح بخاری کے راوی) سے روایت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۱۵، رقم الترجمة ۷۴، الطبقة الثانية والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۱۰ھ: میں حضرت ابو منصور محمد بن محمد بن عبداللہ بن حسین ازدی ہروی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

انہوں نے حسن بن عمران حنظلی ہروی سے حدیث روایت کی، اور جب حج کے موقع پر کوفہ گئے، تو وہاں محمد بن علی بن دحیم سے سماع کیا، اور بغداد میں ابو محمد دعلج سجزی، احمد بن عثمان الادمی اور چند دیگر محدثین سے روایت کی، وہ طویل مدت تک ''امالی'' (حدیثی مجالس و روایت کا سلسلہ) بیان کرتے رہے، وہ اپنے زمانے میں ہرات میں شافعیہ کے امام تھے، دیندار، نیک خصلت، اور بلند اسناد کے حامل تھے، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں احمد بن احمد بن حمدین، ابو سعد یحییٰ بن ابی نصر العدل، ابو عدنان قاسم بن علی، محمد بن علی عمیری، شیخ الاسلام ابو اسماعیل انصاری، اور دیگر کئی حضرات شامل ہیں، سلطان محمود بن سبکتگین ان کی دیانت، اتباعِ سنت، اور نیک سیرت کی بنا پر ان کا بہت احترام اور تعظیم کرتے تھے، تقریباً نوے سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷ ص ۲۷۴، رقم الترجمة ۱۶۶، الطبقة الثانية والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۱۴ھ: میں حضرت ابو القاسم تمام بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جنید بجلی رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابو الحسین بجلی رازی کے بیٹے تھے، ان کے والد ان علما و محدثین میں سے تھے، جو طلبِ حدیث کے لیے سفر کرتے تھے، اور ان کے والد نے دمشق میں سکونت اختیار کی، اور بکثرت احادیث جمع کیں، ان کے والد نے محمد بن ایوب بن ضریس بجلی، محمد بن جعفر قتات، اور ان کے طبقے کے دیگر محدثین سے حدیث روایت کی، اور اپنے بیٹے تمام کو دمشق میں سماع کرایا، اور ان کی تعلیم و تربیت میں خصوصی توجہ دی، ان کی پیدائش دمشق میں 330ھ میں ہوئی،

انہوں نے اپنے والد سے، خیثمۃ بن سلیمان، حسن بن حبیب حصائری، محمد بن حمید حورانی، ابوالحسن بن حذلم، ابوعلی احمد بن محمد بن فضالۃ، ابوالمیمون بن راشد، ابویعقوب اذرعی، علی بن ابی العقب، ابوعلی بن ہارون، احمد بن محمد بن فضالۃ حمصی (جو بحر بن نصر کے شاگرد تھے) علی بن احمد بن ولید مری (جنہوں نے اخطل بن الحکم سے روایت کی) علی بن حسین بن سفر جرشی (جنہوں نے بکار بن قتیبۃ سے روایت کی) محمد بن ہمیان قیسی (جنہوں نے ابن عرفۃ سے روایت کی) ہشام بن محمد بن عدبس، ابراہیم بن محمد بن محمد بن سنان (جنہوں نے ابنِ بنتِ مطر سے روایت کی) اور بہت سے دیگر مشائخ سے حدیث کی سماعت کی، انہوں نے قرائت میں بھی مہارت حاصل کی، اور ابوعمرو کی قرائت، احمد بن عثمان غلام سباک اور حسن بن حسین صواف پر پڑھی، اور ان دونوں نے اپنی قرائت ابوعمر الدُّوری سے لی تھی، انہوں نے ایک کتاب ''الفوائد'' کے نام سے مرتب کی، جو ''فوائد تمام رازی'' کے نام سے مشہور ہے، اور حدیث کے نادر ومنتخب فوائد پر مشتمل ہے، عبدالوہاب کلابی (جو ان کے شیوخ میں سے بھی تھے) ابوالحسین میدانی، ابوعلی اہوازی، حسن بن علی لباد، احمد بن محمد عتیقی، عبدالعزیز کتانی، احمد بن عبدالرحمٰن طرائفی اور بہت سے دیگر حضرات نے آپ سے حدیث روایت کی، عبدالعزیز کتانی نے فرمایا کہ ہمارے استاذ ''ثقہ، حافظ'' اور شام کے محدثین میں سب سے زیادہ حافظہ رکھنے والے تھے، میں نے شام کے محدثین میں ان سے زیادہ یاد رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا، ان کی ولادت 330ھ میں ہوئی، ابوعلی اہوازی نے فرمایا کہ میں نے اپنے فن (حدیث و رجال) میں ''تمام'' جیسے کسی کو نہیں دیکھا، وہ حدیث اور رجال (رواۃ) کے علم میں ماہر تھے، ابوبکر نے فرمایا کہ ہم نے ان جیسا حافظ اور نیک شخص نہیں پایا، آپ تقریباً 84 سال کی عمر میں دمشق میں فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص ۲۹۱، رقم الترجمة ۱۷۷، الطبقة الثانية والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۲۲ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن یحییٰ بن جعفر بن عبد کویہ اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ان کی ولادت 335ھ کے لگ بھگ ہوئی، ابو اسحاق بن حمزہ، عبداللہ بن حسن بن بندار، ابوالقاسم طبرانی، محمد بن احمد بن الحسن کسائی، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم فابجانی، احمد بن بندار شعار، محمد بن القاسم بن سیاہ، فاروق بن عبدالکبیر خطابی، محمد بن معمر بن ناصح، محمد بن اسحاق بن عباد، محمد بن اسحاق بن ابراہیم اہوازی، احمد بن القاسم بن ریان اللکی، احمد بن ابراہیم بن یوسف بن افرجہ، علی بن فضل بن شہریار اور محمد بن اسحاق بن ایوب بن کوشیذ وغیرہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابوالعلاء احمد بن محمد بن قولون، ابوالعلاء محمد بن عبدالجبار فرسانی، ابوطاہر محمد بن عبداللہ بن مہران اللباد، علی بن محمد بن علی بن فورجہ الفراش، اور اسماء بنت احمد بن عبداللہ بن مہران، نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، مزید برآں ابومطیع محمد بن عبدالواحد صحاف نے بھی ان سے روایت کی، آپ سے مروی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلاتا ہے، اور فرماتا ہے کہ اے جبریل! میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر، جبریل اس سے محبت کرتا ہے، پھر آسمان میں اعلان کرتا ہے کہ بے شک اللہ نے فلاں بندے سے محبت کی ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمان والے سب اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں بھی اس کے لیے قبولیت ومحبت پیدا کر دی“۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص ۴۷۹، رقم الترجمة ۳۱۶، الطبقة الثالثة والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۳۰ھ: میں شیخ الاسلام حضرت ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ان کی ولادت 336ھ میں اصفہان میں ہوئی، ان کے والد خود علمائے محدثین اور اہلِ اسفار میں سے تھے، انہوں نے اپنے بیٹے ابونعیم کے لیے بڑے محدثین سے اجازہ (روایت کی اجازت) حاصل کی، مثلاً خیثمہ بن سلیمان بن حیدرۃ شامی، ابوعباس اصم (نیشاپور)

عبداللہ بن عمر بن شوذب (واسط) ابوسہل بن زیاد قطان (بغداد) جعفر بن محمد بن نصیر خلدی، ابوبکر بن السنی (دینور) وغیرہ، ابونعیم نے چار سو سے زائد شیوخ سے روایت کی ہے، جن میں نمایاں نام ہیں: عبداللہ بن جعفر بن فارس، قاضی ابواحمد عسال، احمد بن بندار شعار، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ ابن حیان، حافظ محمد بن عمر جعابی، ابوبکر قطیعی، حافظ ابن المقریٔ، احمد بن ابراہیم الکندی، اور ابوبکر آجری (صاحبُ اخلاق العلماء) وغیرہ، ان کی تصانیف بہت زیادہ ہیں، جن میں مشہور یہ ہیں:

(1)..... حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ''ان کی مشہور ترین تصنیف'' (2)..... معجم الشيوخ (3)..... المستخرج على الصحيحين (4)..... تاريخ أصبهان.

(5)..... دلائل النبوة (6)..... صفة الجنة (7)..... فضائل الصحابة (8)..... علوم الحديث (9)..... كتاب النفاق.

یہ تمام کتب اپنی سند، ضبط اور مواد میں نادر المثال شمار ہوتی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوسعد مالینی، کوشیار بن لیالیز ورجیلی، علی بن احمد برجی، عباد بن منصور معدّل، ابوعلی حداد، ابوالفضل حمد (ان کے بھائی) مبشر بن محمد جرجانی الواعظ، ابوطاہر عبدالواحد بن محمد دشتج ذہبی سرِ فہرست ہیں، امام ابونعیم اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدث اور ''اعلی الاسناد'' علماء میں سے تھے، ۹۴ سال کی عمر میں اصفہان میں آپ کی وفات ہوئی

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۷ ص ۴۶۲، رقم الترجمة ۳۰۵، الطبقة الثالثة والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۴۴ھ: میں حضرت شیخ السنہ ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم بن احمد وائلی بکری سجستانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مشہور کتاب ''الابانة الكبرىٰ'' کے مصنف ہے، جو قرآن مجید، اور اہلُ السنۃ کے عقائد پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے، 400ھ کے لگ بھگ آپ طلبِ علم کے لیے نکلے، اور حجاز، شام، عراق، خراسان میں اس وقت کے عظیم محدثین جیسے احمد بن ابراہیم بن فراس العبقسی، ابواحمد الفرضی، ابوعبداللہ حاکم، ابوعبدالرحمٰن سلمی، عبدالصمد بن ابی جرادہ حلبی، حمزہ بن عبدالعزیز مہلبی اور عبدالرحمٰن بن عمر بن نحاس مصری سے استفادہ کیا، حافظ ابواسحاق حبال،

سہل بن بشر اسفرائینی، ابومعشر طبری مقری، اسماعیل بن حسن علوی، جعفر بن احمد سراج اور بہت سے محدثین نے آپ سے حدیث روایت کی، اس کے علاوہ ''**حدیث مسلسل بالاولیۃ**'' بھی آپ سے مروی ہے، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص ۶۵۶، رقم الترجمۃ ۴۴۵، الطبقۃ الثالثۃ والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۶۰ھ: میں حضرت ابومنصور عبدالملک بن محمد بن یوسف بغدادی سوسنجردی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام ابوالحسین احمد بن عبداللہ سوسنجردی کے نواسے تھے، آپ کا لقب **الشیخ الأجل** (یعنی سب سے بڑا شیخ) مشہور تھا، سماعِ حدیث اپنے نانا، اور ابومحمد بن بیع، احمد بن محمد بن صلت اہوازی اور ابوعمر بن مہدی سے کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے دو بیٹے، کچھ رشتہ دار اور کئی دوسرے علماء شامل ہیں، خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ''وہ اپنے زمانے میں خیر کے کاموں میں سب سے ممتاز تھے، ہمیشہ صدقہ واحسان کرتے، علماء کی مدد اور اہلِ سنت کی نصرت کرتے، اور اہلِ بدعت کو دبانے میں سرگرم رہتے، ان کی وفات ستر سال کے لگ بھگ عمر میں ہوئی'' ابن خیرون نے لکھا ہے کہ ''انہیں اپنے نانا کی قبر کے پاس دفن کیا گیا، ان کے جنازے میں تمام معززین واکابر شریک ہوئے، وہ نیک، صدقہ کرنے والے، سُنّت کے بڑے حمایتی تھے، اور انہوں نے بہت سے علماء اور صلحاء کے اخراجات خود اٹھا رکھے تھے'' ابوالنرسی فرماتے ہیں کہ ''میں نے اپنی زندگی میں کسی جنازے پر اتنا بڑا مجمع نہیں دیکھا، جتنا ان کے جنازے پر تھا، اللہ ان پر رحم فرمائے''۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۸ ص ۳۳۳، رقم الترجمۃ ۱۵۴، الطبقۃ الرابعۃ والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۷۳ھ: میں حضرت ابوعلی محمد بن حسین بن عبداللہ بن احمد بن شبل بن اسامہ سامی بغدادی حریمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

یہ اپنے زمانے کے مشہور شاعر تھے، ان کی کنیت ابوعلی تھی، ان کا ایک مشہور دیوانِ شعر ''شعری مجموعہ'' موجود تھا، انہوں نے ابوالحسن بن البادی اور دیگر مشائخ سے روایت کی، اور ان سے

اسماعیل بن سمرقندی، ابوالحسن بن عبدالسلام، ابوسعد بن الزوزنی، شجاع الذہلی اور دوسرے علماء نے روایت کی، ان کا کلام (نظم وشعر) انتہائی بلند پایہ تھا، یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ ان کی شاعری بلندی کی چوٹی پر تھی، حافظ خطیب بغدادی نے ان سے روایت لی، اور ابن النجار نے ان کا تذکرہ طویل طور پر کیا، اور ان کے اشعار کے ٹکڑے بھی ذکر کیے، ۷۲ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۸ ص ۴۳۱، رقم الترجمة ۲۱۷، الطبقة الرابعة والعشرون)

□..... ماہِ محرم ۴۸۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن عمیر بن محمد بن عمیر عمیری ہروی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ان کی ولادت 398ھ میں ہوئی، اور انہوں نے 407ھ میں سب سے پہلے حدیث سنی، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، جنہوں نے ''عباس بن فضل نضروی'' سے روایت کی تھی، اسی طرح انہوں نے علی بن ابی طالب خوارزمی، علی بن جعفر قہندزی، عبدالرحمٰن بن محمد دیناری، ضِمام بن محمد الشعرانی اور ہرات کے دیگر شیوخ سے سماع کیا، انہوں نے قاضی ابوبکر حیری سے نیشاپور میں، ابوعلی بن شاذان اور ان کے ہم عصر محدثین سے بغداد میں، اور محمد بن حسین صنعانی سے مکہ مکرمہ میں سماع کیا، ابوالنضر فامی کہتے ہیں کہ عمیری اپنے زمانے کے لوگوں میں علم، زہد، روایت میں پختگی، حدیث بیان کرنے کی رغبت، دنیا سے بے نیازی اور آخرت کی طرف رغبت میں یکتا تھے، ابوعبداللہ دقاق نے کہتے ہیں کہ خراسان میں عمیری کا کوئی ثانی نہیں، تو پھر ہرات میں ان کا ہم سر کیسے ہوسکتا ہے، میں نے اسماعیل تیمی سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک زاہد امام ہیں، ابن ابی جعفر کہتے ہیں کہ مجھے ابواسماعیل الانصاری (صاحب المنازل) نے فرمایا کہ شیخ عمیری کو محفوظ رکھو، ان سے روایت لکھو، وہ متقن (بہت مضبوط راوی) ہیں، یہ بات انہوں نے اس کے باوجود کہی کہ دونوں کے درمیان کچھ ناراضی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص ۷۱، رقم الترجمة ۳۸، تابع: الطبقة الخامسة والعشرون)

□.....ماہِ محرم ۴۹۰ھ: میں حضرت ابوالفتح نصر بن ابراہیم بن نصر بن ابراہیم بن داؤد نابلسی مقدسی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ان کے کئی تصانیف اور امالی (حدیثی مجالس) ہیں، ان کی ولادت 410ھ سے کچھ پہلے ہوئی، انہوں نے 430ھ سے پہلے دمشق کا سفر کیا، وہاں صحیح بخاری کو ''ابوالحسن بن سمسار'' کے شاگرد ''فقیہ ابوزید مروزی'' سے سنا، اسی طرح عبدالرحمٰن بن طبیز، ابوالحسن محمد بن عوف مزنی، ابن سلوان مازنی اوران کے ہم طبقہ شیوخ سے سماع کیا، اور ہبۃ اللہ بن سلیمان اور دیگر سے بھی حدیث لی، بصور میں فقیہ سلیم رازی سے تعلیم حاصل کی، غزہ میں محمد بن جعفر میماسی سے ''موطا امام مالک'' سنی، بیت المقدس میں ابوالقاسم عمر بن احمد واسطی، ابوالعزائم محمد بن غراء بصری، ابوالفرج عبیداللہ بن مراغی نحوی، ابوبکر بشنوی وغیرہ سے روایت لی، میافارقین میں ابوالطیب سلامۃ الآمدی سے سنا، مکہ مکرمہ میں ابوذر عبد بن احمد ہروی سے اجازت لی، بغداد میں قاضی ابوالطیب طبری سے اجازت حاصل کی، صیدا میں حسن بن محمد بن جمیع سے سماع کیا، انہوں نے کتاب ''الحجة علی تارک المحجة'' تصنیف کی، اور فقہِ شافعی میں ماہر و برگزیدہ عالم تھے، طویل عرصہ بیت المقدس میں مقیم رہے، پھر دمشق منتقل ہوئے، اور وہاں دس سال تک تدریس کی، اور بہت سے شاگرد ان سے فارغ التحصیل ہوئے، ابوحامد الغزالی رحمہ اللہ نے بھی ان سے فقہ پڑھی اور مناظرے کیے، ''ناصر النجار'' جو ان کی خدمت کرتے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے ان کے زہد، سادگی، اور شہوات سے بے رغبتی کے عجیب حالات دیکھے، غیث بن علی الارمنازی کہتے ہیں کہ میں نے فقیہ نصر کو یہ کہتے سنا کہ میں نے فقیہ سلیم الرازی سے 437ھ سے 440ھ تک پڑھا، ان تین سالوں میں ایک دن بھی درس فوت نہیں ہوا، صرف ایک دن بیمار ہوا، پھر صحت ملی، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی تصنیف ''التعلیقة'' کتنے حصوں میں ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تقریباً تین سو اجزاء میں، اور میں نے اس میں کوئی لفظ وضو کے بغیر نہیں لکھا، ۸۰ سال سے کچھ زائد عمر پائی، اور دمشق

میں ’’بابُ الصغیر‘‘ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۱۴۰، رقم الترجمة ۷۲، الطبقة السادسة والعشرون)

□.....ماہِ محرم ۴۹۹ھ: میں حضرت ابومنصور محمد بن احمد بن علی بن عبدالرزاق بغدادی خیاط زاہد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ان کی ولادت 401ھ میں ہوئی، اگر وہ بچپن میں سماعِ حدیث کرتے، تو قاضی محاملی کے تلامذہ کو پاتے، اور اگر نوجوانی میں قرائت کرتے، تو ابوالحسن بن الحمامی کو پاتے، انہوں نے ابوالقاسم بن بشران، عبدالغفار مؤدب، ابوبکر محمد بن عمر بن الاخضر، اور ابوالحسن بن القزوینی سے روایت سنی، ابونصر بن مسرور وغیرہ قرائت سیکھی، انہوں نے طویل عرصے تک قرآن مجید کی تعلیم دی، اور بے شمار لوگوں نے ان سے تلاوت سیکھی، ان کے دونواسوں ابومحمد عبداللہ اور حسین بن ناصر نے، نیز سلفی، خطیب موصلی، احمد بن پعبد الغنی باجسرائی، سعداللہ بن الدجاجی اور متعدد دیگر حضرات نے ان سے روایت کی، سمعانی فرماتے ہیں کہ وہ صالح، ثقہ، عابد، قرآن کے تلقین کرنے والے تھے، سلفی نے علی بن الایسر عکبری سے نقل کیا کہ میں نے ابو منصور کی جنازے جیسی کثرتِ خلق کسی کی نہیں دیکھی، ایک یہودی نے جب وہ منظر دیکھا، تو بہت متاثر ہوا اور اسلام قبول کرلیا، ابومنصور بن خیرون کہتے ہیں کہ میں نے ابومنصور کی نمازِ جنازہ والے دن جیسی خلقت کبھی نہیں دیکھی۔

(سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۲۲۴، رقم الترجمة ۱۳۷، الطبقة السادسة والعشرون)

فَـــقَـــطْ

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان